سلسلہ سوانح معصومین علیہم السلام نمبر (۵)
اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ
طبع جدید
ذبح عظیم
۱۳۵۰ھ
یعنی
سوانح عمری جناب امام حسین علیہ السلام
مؤلفہ و مرتبہ
خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صا
مؤلف
سیرۃ المصطفیٰ ۔ السیدہ ۔ سراج المبین ۔ شرح حسن ۔ ذبح عظیم ۔ صحیفۃ العابدین ۔
مآثر الباقریہ ۔ آثار جعفریہ ۔ علوم کاظمیہ ۔ تحفہ رضویہ ۔ تحفۃ المتقین ۔ سیرۃ النقی ۔ آل العسکری
ذوالقعدہ
جملہ حقوق محفوظ

U7445
URDU

لواعج الاحزان

یہ وہ نادرالوجود کتاب ہے جسمیں مصائب جناب سیدالشہدا روحنا لہ الفدا اور دیگر شہدائے کربلا کو نہایت تحقیق کیساتھ قلمبند کیا گیا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ولادت وشہادت کی مجالس کو بھی سلسلہ وار درج کیا گیا ہے۔ عام حضرات کی واقفیت کے لئے ہر معصوم کے ضروری حالات ایک جدول میں دکھائے گئے ہیں اور انکے آباؤ اجداد اور اولاد کی تفصیل کیلئے نہایت صحیح اور شاندار شجرے شامل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب جناب حاجی مولوی سید مقبول صاحب کربلائی اعلی اللہ مقامہ کی تحریک سے عالم جلیل مصنف تحفۃ البلاغہ وسواء السبیل امام الجمعۃ والجماعۃ فخر الحاج مولانا مولوی السید محمد مہدی صاحب قبلہ نے نہایت محنت وجانکاہی اور کمال کوشش کے ساتھ تصنیف فرمائی اور چھپنے سے قبل اعلیحضرت سرکار شریعت مدار شمس العلماء مولوی السید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزماں دامت فیوضہم کی نظر تحقیق اثر سے گذار کر ایسی مقبولیت حاصل کی ہے کہ پانچویں مرتبہ چھپنے کی نوبت آئی ہے

قیمت علاوہ محصولڈاک ساڑھے تین روپیہ

المشتہر

منیجر مقبول پریس موری دروازہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانبیاء خاتم المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین من یومنا ہذا الی یوم الدین

کتاب سر قرآن در بیان حالات جناب امام حسین علیہ السلام تمام کرکے کچھ دن میں ادھر ادھر کے متفرق کام کرتا رہا۔ اگرچہ وہ بھی تالیف ہی کے متعلق تھے مگر ان میں سوائے چند ترمیمی اور ترتیبی اضافات کے کوئی ایسا دشوار کام نہ تھا جس کا ذکر مذکور میرے لئے ضروری ہو۔

کوئی پانچ چھ مہینے میں ان متفرق ضرورتوں سے فراغت پاکر میں نے اس مقدس کتاب کی ترتیب و تالیف کا کام شروع کیا اور ۵ شوال المکرم ۱۳۴۲ ہجری سے لے کر ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۳ ہجری تک پورے سات مہینے اسکی تالیف میں صرف ہوئے حقیقت امر یہ ہے کہ جناب خامس آل عبا شہید کربلا علیہ التحیۃ والثناء روحی وارواح العالمین لہ الفداء کے حالات اس کثرت سے اہل اسلام میں شائع و ذائع ہیں کہ کسی جدید ترتیب کی مطلق ضرورت نہ تھی علماء فریقین کی کتب مقاتل کے علاوہ مصائب کی ہزاروں کتابیں عام طور سے اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں علماء اثنا عشریہ رضوان اللہ علیہم کی تصانیف سے قطع نظر کرکے علمائے اہلسنت میں کتاب **روضۃ الشہدا** ملا حسین واعظ کاشفی کی متاخرین میں سب سے پہلی کتاب اور بڑی جامع و مانع ہے جو واقعات کربلا کا تفصیلی ذخیرہ کہے جانے کے قابل ہے۔ اس کی روایتوں کی نسبت کوئی رائے نفی کرنا میرا کام نہیں ہے کیونکہ میں اپنی موجودہ کتاب کی تمہید لکھنے بیٹھا ہوں نہ کتاب روضۃ الشہدا کی تنقید۔

روضۃ الشہدا کے بعد شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی **سر الشہادتین** کا نمبر ہے جو شاہ صاحب کے ایسے فاضل کامل کی تحقیق انیق کا نمونہ ہے یہ وہ کتاب ہے جسکو آجتک تمام اہلسنت نے صحت روایات اور صداقت واقعات کے سبب اپنی سر آنکھوں پر چڑھایا اس کے اعتبار اور قبولیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے لکھے جانے کے بعد ہی سے اسکی قبولیت کا یا واقعات کربلا کی حقانیت کا (جو کچھ بھی کہا جاوے) اثر سواد اعظم اہلسنت و الجماعت پر ایسا پڑا کہ چار دانگ ہندوستان میں واقعات کربلا کی تفصیل و تشریح کے دفتر کے دفتر لکھے گئے اور تھوڑے دنوں میں **تحریر الشہادتین** **اسرار الشہادتین**، **عناصر الشہادتین** وغیرہ وغیرہ جیسی کثیر التعداد کتابیں ملک میں شائع ہوگئیں جن میں ہر شخص نے اپنے اپنے حتی الامکان جناب امام حسین علیہ السلام کے ناقابل برداشت مصائب اور واقعات کو قریب قریب تمام واقعات کافی تفصیل کے ساتھ جمع کر دیا

ان کتابوں کے ساتھ اگر شیعہ تصانیف و تالیف کا شمار بھی کیا جائے تو ہم کو یقین ہے کہ ان کتابوں کا احصار و شوار ہو جائیگا بہرحال اتنے کثیر ذخیرہ کی موجودگی میں کسی جدید ترتیب اور تازہ تالیف کی طرف توجہ کرنا ضرور ضرورت سے زائد خیال کیا جائیگا مگر جن حضرات نے مصائب اور سیرت دونوں کے مطالب ، مقاصد طرز اور ضرورت کو پورے پورے طور سے سمجھا ہے وہ میری ان ضرورتوں کو جنہوں نے مجھے اس مقدس کتاب کے لکھنے پر مجبور کر دیا بخوبی سمجھ سکیں گے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات ہی پر کیا موقوف ہے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے واقعات کی بھی تو یہی کیفیت ہے کہ اسلامی کتابوں میں آپ کے متعلق تصنیف و تالیف کی تعداد یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اسکا اندازہ دشوار معلوم ہوتا ہے اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے ذخیرہ کے مقابلہ میں جس ضرورت نے مجھ سے دو ہزار صفحوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق دو کامل جلدیں لکھوائیں۔ اسی ضرورت نے جناب خامس آل عبا روحی وارواح العالمین لہ الفداء کے حالات بھی چھ سو صفحوں میں لکھوا دئے یہ امر تو ہماری کتاب کے ناظرین کو پہلے سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہم نے سیرت نگاری جیسا دشوار کام اپنے ذمہ لیا ہے اور سیرت بھی کس کی سیرت اہلبیت کرام علیہم السلام کی جنکے اقوال برکت اشتمال عموماً سلاطین جابرہ اور ناساعدت روزگار کے باعث جہاں تک ہو سکا مٹائے گئے اور چھپائے گئے جنکے فضائل و مناقب دوسروں کے ساتھ تبدیل کئے گئے اور یہ کوشش کی گئی کہ انکے وجود ذیجود کی طرح انکے حالات و آثار سے بھی دنیا خالی ہو جائے مگر ظَهَرَ الحَقُّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُوْنَ حق ظاہر ہو کر رہا گو حق سے کراہت کرنے والے بہت سے ہیں۔ الحمد للہ کہ اس مقدس سلسلہ کی یہ تیسری کتاب ہے جو اپنے جملہ مقاصد و مطالب کے ساتھ تمام ہو کر ناظرین کے پیش نظر ہے ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اس کتاب میں مصائب کے حالات سے زیادہ واقعات کی تفصیل کی طرف توجہ کی گئی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں مصائب کی اس قدر کتابیں موجود ہیں کہ انکی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی بخلاف اسکے تفصیل مصائب میں واقعات کی کمی اور فقر وگرد محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی کتاب میں ہم نے بہت سے ضروری

واقعات کی تفصیل خاص طور پر مندرج کر دی ہے
آغاز کتاب میں **آل محمد** صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اہلبیت آل عبا آل کسا ذوی القربی وغیرہ متحد المعنی الفاظ کی تفسیر احادیث و تفاسیر کی اسناد سے بتفصیل بتلائی ہے کہ ان ذوات مقدسہ سے صرف اہلبیت طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین مقصود ہیں نہ کہ کوئی اور۔

ہماری اس بحث کا ماخذ تمام و کمال اہلسنت و الجماعت کے معتبر اور مستند علماء کی تالیفات ہیں واقعات کی تشریح میں سفر مدینہ سے کربلائے معلی تک ہر ہر منزل کے علیحدہ علیحدہ حالات بیان کئے گئے ہیں اور ان میں اتنا اضافہ اور کیا گیا ہے کہ ان تمام منزلوں کے متعلق جغرافیائی اطلاعیں اور اُن کا طول و عرض بلد۔ اور صحیح صحیح نشانات بھی لکھدیے گئے ہیں۔
واقعات کربلا کی جنگی تفاصیل کی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کے تمام اعوان و انصار سلام اللہ علیہم من رب الکبار کی ایک مختصر سی لائف بھی درج کر دی ہے جس میں ان حضرات کے ذاتی محاسن و مدارج بھی بتلا دیے گئے ہیں ان تمام بزرگواروں میں سے **حضرت علی اکبر علیہ السلام و جناب عباس علیہ السلام** کے حالات کافی تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تھوڑے سے حالات اہلبیت علیہم السلام کی اسیری کے متعلق بھی سلسلہ بیان قائم رکھنے کی غرض سے مندرج کر دیے گئے ہیں، واقعات کربلا کو تمام کر کے جناب خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثناء کے مکارم اخلاق کے حالات و واقعات بھی کافی تفصیل و تشریح سے جمع کئے گئے ہیں اور انہی مضامین پر ہم نے اپنی کتاب کو ختم کر دیا ہے۔
خاتمہ کتاب میں ضمیمہ کے طور پر یزید پلید علیہ اللعن والعذاب الشدید من رب المجید کی مختصر سی لائف مع اسکی ناہنجار و ناہموار رفتار و کردار کے جو سواد اعظم اہلسنت کے علماء کبار کے اقوال سے لکھی گئی ہے اور اس شقی ازلی کی نسبت سلف سے اس وقت تک جو رائیں علماء اسلام نے قائم کی ہیں وہ بھی قلمبند کر دی ہیں اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے ساتھ یزید کی زبون افعال کا ذکر کسی قدر نازیبا ضرور معلوم ہوتا ہے مگر نظام قدرت کی ترتیب کو کیا کیجے جس نے سعید و شقی ساخت دور روزگار کا معمول ہمیشہ سے جاری رکھا ہے ممکن نہیں کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کا ذکر کیا جائے اور ابلیس کا نام نہ آنے پائے یا حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کو واقعات بیان کرتے ہوئے نمرود کا تذکرہ نہ کیا جائے یا حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے حال لکھے جائیں اور فرعون کے مظالم نہ دکھلائے جائیں یا جناب عیسیٰ ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام کی سرگذشت تحریر ہو اور ظالم ہیرودوس کی سختیاں مندرج نہ کی جائیں یا حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سوانح قلمبند ہوں اور ابوجہل ابوسفیان سے ایمان کی زیادتیاں مسطور نہ ہوں۔

ان ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہمارے زمانہ کے چند ہوا خواہان یزید کی سعی و جھڑ کہا پیچھڑ کہ یزید کے حالات پر بالکل پردہ پڑا ہے نہ وہ کسی کو معلوم ہیں اور نہ کوئی معلوم کر سکتا ہے ہمیں اس بحث کو زیادہ وسعت کے ساتھ لکھنے پر مجبور کر دیا۔

اللہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری۔ یعنی اپنی اس کتاب کا اپنی طرف سے کوئی نام رکھنا اسوجہ سے پسند نہ کیا کہ خداوند عالم نے اپنے مقدس اور پاک کلام کے درمیان جن دو لفظوں میں اس واقعہ کو ہمیں بتلایا ہے بس ہی دو مقدس لفظ ہماری کتاب کے لیے ہر طرح سے موزوں مناسب اور مبارک ہوں گے وہ لفظ یہ ہیں
وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ لہذا وہ لفظ ہیں **"ذبح عظیم"**
اب ہم اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے سب سے پہلے عالی جناب تقدس مآب مولانا مولوی مرزا عابد علی صاحب پیشنماز بنارس کے تہ دل سے ممنون ہیں جنھوں نے اپنی خاص مہربانی اور قدر دانی سے مقتل استاد علامہ ابی اسحاق اسفرائنی کی دونوں جلدیں عنایت فرما کر ہمارے موجودہ کاموں میں بہت بڑی مدد پہنچائی ہے انہی بزرگ کے ساتھ ہم کو عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر زمیندار مجسٹریٹ و رئیس پریانواں ضلع پرتاب گڑھ کی عنایتوں کا بھی اعتراف ضروری ہے جنہوں نے اپنی بیش بہا تالیف "رسالۃ البلاء المبین" بھیجکر راقم کو اپنے حسن الطاف کا ممنون بنایا۔ آخر میں ہم اپنے معزز معصر عالی جناب صاحبزادہ حسن میاں صاحب پھلواری کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں جنکی مفید تالیفات نے ہماری موجودہ ضرورتوں میں کافی اعانت فرمائی۔ بہرحال اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے میں یہ بیان کرنے پر مجبور ہوں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت اکثر اوقات متردد اور متفکر رہا اسی خیال سے ہوتا ہے کہ جا بجا خدشات رہ گئے ہوں تو مجھکو ناظرین باتمکین سے قوی امید ہے کہ وہ حضرات مطالعہ کے وقت بلا رو رعایت عیب پوشی سے ہرگز کام نہ لینگے بلکہ اپنی اصلاح کے موتی قلموں سے انکو درست فرمائینگے یا مجھے اطلاع دیکر ممنون کرینگے سب سے آخر میں ارحم الراحمین کی درگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس کام میں میری پوری پوری حمایت فرمائے اور میری ہمت کو وسیع اور میری ان ناچیز خدمات کو قبولیت کا خلعت عطا فرمائے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و آلہ المیامین۔

کوآتھہ صانہا اللہ عن الآفات
یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ ہجری

المؤلف
سید اولاد حیدر بلگرامی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی وصیہ وابن عمہ وخلیفتہ امیر المؤمنین وابنائہ المعصومین من یومنا ھذا الی یوم الدین

آنجناب کا اسم مبارک حسینؑ کنیت ابا عبد اللہ اور مشہور ترین القاب الشہید ہے۔ علامہ بدخشی علیہ الرحمہ نزل الابرار میں لکھتے ہیں وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینا وکان یکنی اباعبد اللہ ویلقب بالسید والطیب والزکی والسبط والرشید والوافی والمبارک والتابع لمرضات اللہ والدلیل علی ذات اللہ والشہید الاکبر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا نام حسینؑ رکھا تھا اور کنیت انکی ابو عبد اللہ ہے۔ اور لقب آپ کے سید اور طیب اور زکی اور سبط اور رشید اور وافی۔ اور مبارک اور تابع لمرضات اللہ اور الدلیل علی ذات اللہ اور الشہید الاکبر ہیں۔

انکی ولادت باسعادت روز پنجشنبہ تیسری ماہ شعبان سنہ ۳ ہجری میں واقع ہوئی۔ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار۔ جلاء العیون اور زاد المعاد میں اور صاحب ناسخ التواریخ نے بروایت سلیمان ابن ابی العلاء ہمدانی توقیعات جناب صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ سے اسی تاریخ کو آپکا یوم ولادت قرار دیا ہے یہی تاریخ علمائے اثنا عشری میں بقاعدہ جمہور مشہور ہے۔ مگر اہلسنت کے تمام علماء ولادت کی تاریخ پانچویں شعبان بتاتے ہیں۔ مقاتل الطالبین۔ طبقات ابن سعد۔ مطالب السئول فصول المہمہ صواعق محرقہ وغیرہ وغیرہ میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ کتاب اعلام الوریٰ میں تیسری اور پانچویں دونوں تاریخیں مندرج ہیں حقیقت امر یہ ہے کہ ان حضرات کو تیسری اور پانچویں تاریخ میں اس وجہ سے شبہ ہوا ہے کہ پانچویں تاریخ کو باتفاق فریقین جناب علی ابن الحسین علیہما السلام کی ولادت باسعادت ہوئی ہے حسین ابن علی اور علی ابن الحسین کی تجنیس خطی اور قریب العبارت ہونے سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے۔ یہ امر بھی ثابت ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت مبارک چھ مہینے میں ہوئی اور سوائے حضرت یحیی اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہما السلام کے اور کسی خاصۂ خدا کو مبدء، ایسی یہ شرف عنایت نہیں ہوا۔ علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں ولد لستۃ اشہر یعنی چھ ماہ کے پیدا ہوئے شیخ مفید عطر اللہ مرقدہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں لم یکن بینہ وبین اخیہ الا الحمل والحمل ستۃ اشہر یعنی ان میں اور انکے بھائی کے درمیان صرف چھ مہینہ حمل کی مدت گزری لم یولد لستۃ اشہر الا عیسی وحسین ابن علی علیہما السلام یعنی کوئی بچہ سوائے حضرت عیسی اور جناب امام حسین کے شش ماہہ نہیں پیدا ہوا۔ بہرحال یہ خصوصیت حضرت عیسی کے بعد مبدء قدرت نے اسی ریحان نبوت اور اسی شمع شبستان امامت کے لئے مخصوص فرما رکھی تھی اور یہ نمایاں شرف تھا کہ آپ ہی کی ذات جامع الحسنات پر ختم ہو گیا انکی ولادت باسعادت کے احوال میں حضرت ام الفضل بنت حارث حضرت عباس کی زوجہ محترمہ کا خواب بجنسہ ویسا ہی فریقین کی کتابوں میں درج ہے جیسا کہ ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے احوال ولادت مبارک میں لکھ چکے ہیں مشکوٰۃ میں عبارت

تحریر ہے عن ام الفضل بنت الحارث امرأة العباسؓ انها دخلت علی رسول اللہ فقالت یا رسول اللہ انی رایت حلما منکرا اللیلة قال ماهو قالت رایت کان قطعة من جسدک المبارک قطعت ووضعت فی حجری فقال علیہ السلام رایت خیرا تلد فاطمة ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری فارضعته بلبن قثم ام الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ میں نے شب ایک خواب دیکھا ہے جسکی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ خواب کیا ہے کہنے لگیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مطہر کا ایک جزو علیحدہ ہوکر میری گود میں آگرا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب تو تمہارا نیک ہے۔ میری فاطمہ زہرا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہے جسے تم اپنی گود میں پرورش کروگی۔ ام الفضل کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا جناب امام حسین پیدا ہوئے اور میں ان کو آغوش میں لیکر اپنے بیٹے قثم ابن عباس کا دودھ پلاتی رہی۔

صاحب ناسخ التواریخ نے ام ایمن کا خواب حضرت ام الفضل کے خواب کی جگہ نقل کیا ہے اور اپنی اسناد کے سلسلہ کو امالی حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ تک پہنچایا ہے انکی اصل عبارت یہ ہے۔

درکتاب امالی شیخ صدوق سند بابی عبداللہ علیہ السلام منتہی می شود میفرماید کہ ہمسایگان ام ایمن بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض آوردند کہ ام ایمن دوش تا بامداد ہمی گریست و ہیچ از گریستن باز نہ ایستاد۔ رسول خدا کس فرستاد و ام ایمن را حاضر ساخت فقال لها یا ام ایمن لا ابکی اللہ عینیک ان جیرانک اتونی فاخبرونی انک لم تزل اللیلة تبکین اجمع فلا ابکی اللہ عینیک ما الذی ابکاک اے ام ایمن خداوند نگریاند چشم ترا ہمسایگان تو نزد من آمدند و آگہی دادند کہ تو دوش ہمہ شب گریستی۔ آن چیست کہ ترا ہمی گریاند عرض کرد یا رسول اللہ خوابے ہولناک دیدم و ہمہ شب خوابم نیامد بگریستم فرمود خواب ابر من قصہ کن چہ خدا و رسول بہ تعبیر آن داناترند۔ گفت بر من ثقیل می آید کہ از آن چہ دیدم بزبان بیاورم پیغمبر فرمود تعبیر خواب نہ چنان است کہ تو دانستہ شرح کن عرض کرد چنان دیدم کہ بعضے از اعضائے مبارک تو در خانہ من افتادہ است رسول خدا فرمود آسودہ باش ای ام ایمن۔ ہمانا از دخترم فاطمہ زہرا تولد می شود حسین و تو پرستار او خواہی بود و حسین پارہ از اعضائے من است۔ این ببود تا حسین علیہ السلام متولد گشت۔ آنگاہ ام ایمن حسین علیہ السلام را در برگرفتہ بحمل رسول خدا بیچیدہ نزد آنحضرت آورد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا بالحامل

والمحمول یا ام ایمن هذا تاویل رؤیاک۔ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا تم کو ای ام ایمن یہ تمہارے اسی خواب کی تعبیر ہے۔

ان روایتوں کے سلسلہ میں اسماء بنت عمیس کا ذکر بھی پایا جاتا ہے مگر یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے ہم اس واقعہ کی نسبت اس سلسلہ کی جلد دوم میں بحث کر چکے ہیں۔ اسماء بنت عمیس کی نسبت اور انکی موجودگی کی نسبت ہمکو صاحب ناسخ التواریخ کی تحریر سے اتفاق ہے۔ یہ تو تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ اسماء بنت عمیس قبل از ہجرت اپنے شوہر گرامی قدر جعفر ابن ابیطالب کے ہمراہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرما چکی تھیں اور پھر اس امر پر بھی تمام تاریخیں متفق ہیں کہ واقعہ خیبر میں یہ اپنے شوہر گرامی منزلت کے ساتھ سفر سے حاضر ہوکر زیارت نبوی سے شرفیاب ہوئی تھیں اور جناب امام حسین کی ولادت غزوہ خیبر سے کئی سال پہلے واقع ہوئی تو پھر ان واقعات میں انکی شرکت کیسے صحیح ہو سکتی ہے فریقین کے مورخین کو جو شبہہ اس بارے میں وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سلمیٰ بنت عمیس کی جگہ انھوں نے اسماء بنت عمیس کا نام لکھدیا ہے اور وہی متقدمین سے لیکر متاخرین تک سب نے نقل کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

علامہ ابن بابویہ اعلی اللہ مقامہ نے آپ کی ولادت کے وقت حضرت صفیہ کی موجودگی بھی نہایت خصوصیت کے ساتھ لکھی ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے جسکو ہم عیون المعجزات سے نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔ قالت صفیة لما سقط الحسین علیہ السلام من فاطمة کنت بین یدیها فقال لی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هلمی الی ابنی فقلت یا رسول اللہ انا لم ننظفه فقال النبی انت تنظفینه ان اللہ قد نظفه و طهره و روی ان رسول اللہ قام الیه واخذه فکان یسبح ویهلل ویمجد حضرت صفیہ خاتون کا بیان ہے کہ جس وقت جناب امام حسین جناب فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے متولد ہوئے میں اس وقت جناب سیدہ کی خدمت میں حاضر تھیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے فرزند کو مجھے دو میں نے عرض کیا کہ میں نے ابھی تک اسکو پاک نہیں کیا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم اسے کیا پاک کروگی اسے تو خود خدا نے پاک پاکیزہ فرمایا ہے جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی وجہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی پر فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ کا اثر جیسا کچھ محسوس ہوا ہوگا اس کا بیان ہماری تحریر کے اندازہ سے باہر ہے حضرت صفیہ خاتون کی بچشم دید کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے ولادت کا مژدہ پاتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اپنی محبت و الفت کی غیر متحمل جذبات کو ایک قدم بھی

نہ روک سکے، گھر میں آتے ہی اپنے پارۂ جگر کو طلب فرمایا اور آغوش میں لیکر دیر تک اس معصوم بچہ کو اپنی زبان مبارک چسانتے رہے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ ذکر ولادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ مژدۂ ولادت باسعادت سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پارۂ جگر کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ جناب امام حسین علیہ السلام کو ایک پارچہ سفید میں لپیٹ کر آپ کی خدمت میں لائے آپ نے اپنی آغوش مبارک میں لیکر ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی اور پھر سات روز بعد آپ نے رسم عقیقہ و ختنہ ادا فرمائی اور ایک گوسفند سیاہ اور ایک سپید قربانی فرما کر ایک ران نو بچہ کی دایہ کو دی اور سر کے بال اتار کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی اور خلوق کو جو ایک قسم کی خوشبو ہے سر پر مل دیا۔ (از جلاء العیون جلد دوم)

علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں فلما ولد اذن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری وختنہ فی یوم السابع من ولادتہ وعق عنہ کبشا او کبشین قال لفاطمۃ علیہا السلام زنی شعرہ وتصدقی بوزنہ فضۃ واعطی القابلۃ رجل العقیقۃ یعنی جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آنحضرت نے انکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ساتویں روز ختنہ کیا اور ایک مینڈھا یا دو مینڈھے عقیقہ کئے اور جناب فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کو وزن کر کے اسکے برابر چاندی خیرات کرو اور دائی کو عقیقہ کی ایک ران دیدو جس طرح ہم ان واقعات کو مسلسل لکھتے آئے ہیں اسی طرح ہم آپکے نام رکھے جانیکے واقعات کو بھی مفصل لکھتے ہیں۔ امام احمد ابن حنبل مناقب میں اور امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں عن علی علیہ السلام قال فلما ولد الحسن سمیتہ باسم عمی حمزۃ فلما ولد الحسین سمیتہ باسم عمہ جعفر فدعانی رسول اللہ وقال انی امرت ان اغیر اسما ابنی ہذین فقلت اللہ ورسولہ اعلم فسماہما حسنا وحسینا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسن پیدا ہوئے تو میں نے انکا نام اپنے چچا حمزہ کے نام پر حمزہ رکھا اور جب امام حسین پیدا ہوئے تو میں نے انکا نام انکے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے دونوں بیٹوں کے نام بدل دوں۔ میں نے عرض کی کہ خدا اور رسول سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ پس آنحضرت نے ان کا نام حسن اور حسین رکھا۔

اس روایت کو انہی الفاظ میں علامہ ہیثم ابن کلیب الشاشی نے بھی لکھا ہے صاحب ناسخ التواریخ علامہ جنابذی کی اسناد سے لکھتے ہیں۔ علی علیہ السلام نخستین حسن علیہ السلام را حمزہ نام نہاد و حسین علیہ السلام را جعفر نامید پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین را طلب فرمود۔ و قال لہ قد امرت ان اغیر اسما ابنی ہذین قال فما شاء اللہ و رسولہ قال ہما الحسن والحسین۔ ملا نے اسی واقعہ کو کافی کی اسناد سے لکھا ہے۔ ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔ آنحضرت با علی فرمود فرزند مرا بچہ نام خواندی۔ عرض کرد کہ من در اختیار نام او بر تو سبقت نکنم لیکن دوست می داشتم کہ او را بحرب نام نہادم آنحضرت فرمود من در نام او بر خداوند خود پیشی نکنم الوقت جبریل علیہ السلام فرود شد۔ فقال یا محمد العلی الاعلی یقرء السلام علیک ویقول لک علی (علیہ السلام) منک کہارون من موسی فسم ابنک باسم ابن ہارون قال النبی وما اسم ابن ہارون قال شبیر قال لسانی عربی قال جبرئیل سمہ الحسین فسماہ الحسین گفت اے محمد خداوند اعلیٰ ترا سلام می رساند و می فرماید علی علیہ السلام ترا چناں است کہ ہارون موسے را اکنوں پسر خویش را نام بر دار کن بنام پسر ہارون فرمود نام او چیست گفت شبیر فرمود زبان من عربی است گفت او را حسین بخواں پس او را حسین خواندند۔

امام احمد ابن حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور علامہ دارقطنی نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسی مضمون کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے قال علی علیہ السلام لما ولد الحسین سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قال حربا قال ہو حسن فلما ولد الحسین سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلنا حربا فقال ہو حسین وقال انما سمیتہم بولدی ہارون شبر و شبیر جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا پس آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا حرب آپنے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام حسن ہے پھر جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے انکا نام بھی حرب رکھا پھر آنحضرت تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے انکا

نام کیا رکھا ہے میں نے عرض کی حرب - اپنے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام حسین ہے میں نے ان دونوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں ہماری ان متعدد اور متواتر روایتوں سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان ذوات مقدسہ کے مدارج جناب احدیت کے نزدیک ایسے ہی رفیع تھے کہ انکے نام رکھنے کی ایسی معمولی رسم کی ادائیگی میں بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر نزول وحی کے اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہیں فرما سکتے تھے بلکہ ایسے امور کی ابتدا تو جناب سیدہ کی تزویج ہی کے وقت سے شروع ہوئی تھی چنانچہ آنحضرت نے جو خطبہ نکاح کی محفل میں پڑھا تھا اسی میں صاف صاف فرما دیا تھا فقد امرنی اللہ تعالیٰ الخ بہرحال وحی آسمانی کے ذریعہ سے ان حضرات کے نام رکھے جانے پورے پورے طور سے ثابت ہو گئے علامہ وصابی نے کتاب فضائل خلفاء الاربعہ میں اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور باختلاف الفاظ صحیح ترمذی اور سنن ابوداؤد میں بھی درج ہے اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں ذخائر العقبےٰ کی اسناد سے مندرج کیا ہے (دیکھو ینابیع المودۃ چھاپہ بمبئی ص۱۴۳)

یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام سے قبل جس طرح تمام عرب میں محمد کسی کا نام نہیں ہوا، اسی طرح علی حسن اور حسین بھی کسی کا نام نہیں ہوا تھا اگر یہ اسماء مقدسہ محفوظ و مخصوص ایزدی نہ ہوتے تو اتنی مدت مدید اور عرصہ بعید تک کسی نہ کسی انسان کو تو ذہن - فکر اور غور میں آہی جاتی اور وہ اپنی قوم و قبیلہ میں سے کسی کو تو ان کے ساتھ نامزد کرتا - مگر ایسا نہیں ہوا - یہ ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ علامہ ابن سعد کی طبقات کبریٰ میں یہی عبارت درج ہے عن عمران بن سلیمان قال قال رسول اللہ الحسن والحسین علیہما السلام اسمان من اسماء اهل الجنة ما سمیت العرب بهما فی الجاهلية - عمران ابن سلیمان لکھتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین علیہما السلام دونوں نام اسماء اہل جنت سے ہیں عرب نے کبھی جاہلیت میں یہ نام نہیں رکھے اسد الغابہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے -

نام رکھے جانے کے متعلق تمام واقعات کو لکھ کر اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں - صاحب ناسخ التواریخ ختنہ و عقیقہ کی رسم میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ از برائے ایشاں دو گوشوارہ بود یکی جانب راست و دیگر جانب چپ و در نرمہ گوش راست سوراخے و در فراز گوش چپ سوراخے بود پس گوش راست را بہ قرطہ و گوش چپ را بہ شنفت علاقہ فرمود -

اب قرطہ اور شنفت کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ قرطہ گوشوارہ ایست کہ مخصوص بہ نرمہ گوش است و شنفت مخصوص است بآخر از گوش چپ - (ناسخ التواریخ مطبوعہ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۱۵)

علماء اہلبیت علیہم السلام نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خصوصیات میں اس امر پر پورے طور سے اتفاق کیا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے صرف جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے شیر اور جناب رسالت مآب کی انگشت مبارک کو چوس چوس کر پرورش پائی ہے اور سوائے جناب سیدہ علیہا السلام کے اور کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیا جلاء العیون میں علامہ ابن ضحاک ابوہریرہ کی اسناد سے لکھتے ہیں عن ابی هريرة قال رأيت رسول الله يمص لعاب الحسين كما يمص الرجل تمرة - ابوہریرہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو لعاب دہن کو اس طرح چوستے تھے جس طرح سے آدمی کھجور کو چوستا ہے -

بہرحال ان تمام ابتدائی مراسم کے تمام ہو جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پرورش حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے سپرد ہوئی اور وہ حضرت علیا مکرمت بکمال خلوص محبت اس تحصیل سعادت کی طرف متوجہ ہوئیں، شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنی حدیثیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں وہ سب حضرت ام سلمہؓ کی زبانی پائی جاتی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جناب احدیت نے آنحضرت کو اپنے پیارے نواسہ کا والہ و شیدا دیکھ کر ان کو ان کو واقعہ شہادت سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کی محبت و الفت ملاحظہ فرما کر انکو بھی انکی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور جس طرح جناب سیدہ کو خبر دی تھی اسی طرح انکو بھی اطلاع کر دی تھی غرض جناب امام حسین نے انکی آغوش مبارک میں پرورش پائی جیسا کہ باتفاق سیر و تاریخ کی کتابوں میں درج ہے - فکفلته ام سلمة رض آپ کے بچپن کے حالات تمام کتابوں میں مندرج ہیں علماء اہلبیت کے علاوہ علماء اہلسنت کی تالیفات و تصنیفات بھی کتب صحاح و مسانید سے لیکر سیر و تواریخ تک بھری پڑی ہیں ہمکو یقین ہے کہ اگر ہم انہیں سے صرف ایک ایک واقعہ کو چنیں تو ہماری تالیف کی ضخامت اتنی بڑھ جائیگی کہ ہم مشکل سے اسکو ایک جلد میں جمع کر سکیں گے اس لئے ہم صرف انہی واقعات کو لکھیں گے جنپر علمائے فریقین نے اتفاق کرکے ان کو مشہور و متواتر ثابت کیا ہے -

یہ تو معلوم ہو چکا کہ انکی پرورش و کفالت حضرت امّ سلمہؓ کے متعلق ہوئی جناب سیدہ صرورت کے وقت اپنے اس پارۂ جگر کو اپنی مادر مہربان کی خدمت میں لاتی تھیں اور جب تک جی چاہتا اپنے پاس رکھکر پھر انکی حضور میں پہنچا آتی تھیں جناب امام حسینؑ کے بچپن کے حالات میں بہت سی لوریاں اسلامی کتابوں میں عام طور سے پائی جاتی ہیں، چنانچہ ہم سب سے پہلے ام المومنین حضرت امّ سلمہؓ کے وہ اشعار جو وہ مخدومہ جناب امام حسینؑ کے سلانے یا خوش کرنے کی غرض سے ارشاد فرمایا کرتی تھیں لکھتے ہیں وہو ہذا۔ بِأَبِي ابْنُ عَلِيٍّ أَنْتَ بِالْخَيْرِ مَلِيٌّ - جناب سیدہ کے یہ اشعار ہیں أَنْتَ شَبِيهٌ بِأَبِي لَسْتَ شَبِيهًا بِعَلِيٍّ - تو علی (اپنے باپ) سے مشابہ نہیں بلکہ میرے باپ سے مشابہ ہے۔ حضرت امّ الفضل زوجہ حضرت عباسؓ کے یہ اشعار لکھے ہیں يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ يَا ابْنَ كَثِيرِ الْجَاهِ فَرْدٌ بِلَا أَشْبَاهٍ أَعَاذَهُ إِلَهِي مِنْ أُمَمِ الدَّوَاهِي اے فرزند رسول خدا اے فرزند صاحب اعزاز تو فرد لاثانی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ تجھ کو آسیب زمانہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۸ باسناد مناقب احمد ابن حنبلؒ جامع ترمذی وغیرہ)

یہ تو اہلبیت کی محبت کے واقعات تھے اب ہم خاص آنحضرتؐ کو کھلانے اور اپنے پیارے نواسے کے خوش کرنے کا ایک واقعہ ذیل میں لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے اس پارۂ جگر کو اس طرح پیار کرتے تھے اور اسکو خوش کرتے تھے کہ اس کے دونوں ہاتھ تھامکر اپنے قدم مبارک پر کھڑا کرتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ اے میری آنکھوں کی روشنی آگے بڑھ۔ پس وہ بچہ آپکے سینۂ مبارک سے قریب ہوجاتا تھا تو آپ اسکو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تھے اور انکی آنکھوں اور منہ کو چوم لیتے تھے اور انکی فرط محبت میں اپنے پروردگار سے عرض فرماتے تھے کہ پروردگارا! میں اسکو دوست رکہتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ اور اُسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ اب اس واقعہ کو ہم فریقین کی معتبر کتابوں سے نکالکر ذیل میں لکھتے ہیں۔ ملا مجلسیؒ و صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ہر دو دست کتف امام حسین علیہ السلام را می گرفت و قدمہائے او بر قدم رسول می ماند۔ پس آنحضرت میفرمود حزقہ حزقہ ترق عین بقہ اللھم انی احبہ فاحب من یحبہ اے کوچک اندک خطوہ ہای کوچک چون چشم پشہ بالا بیا۔ بالا بیا۔ آنگاہ میفرمود الٰہی من او را دوست میدارم تو ہم او را دوست دار و دوست دار تو او را کہ او را دوست میدارد امام طبرانی نے معجم میں اور امام ابو عمر نے اسی مضمون کو ابو ہریرہؓ کی اسناد سے لکھا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

عن ابي هريرة قال ابصرت عيناي وسمعت أذناي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو آخذ بكفي حسين قدماه على قدمي رسول الله وهو يقول حزقة حزقة ترق عين بقة فرقي الغلام حتى وضع قدميه على صدر رسول الله قال افتح فاك وقبله ثم قال اللهم اني احبه فاحبه ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دونوں کانوں سے سنا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ امام حسینؑ کے پکڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ دونوں قدم سینہ مبارک پر تھے اور آپ فرماتے تھے کہ اے مچھر کی سی آنکھ کی طرح ننھے بچے آگے بڑھ آگے بڑھ! سچ سچ۔ راوی کا بیان ہے کہ شاہزادہ اتنا آگے بڑھا کہ اس کے دونوں قدم حضور کے سینۂ مطہر پر رکھے گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھول اور آپ نے انکے منہ کو چوما پھر فرمایا پروردگارا! میں اسکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسکو محبوب رکھ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلمہ حزقہ حزقہ ترق عین بقہ ایسا مشہور ہوگیا کہ آجتک عرب میں بچوں کو یہی کلمہ کہلایا جاتا ہے اور ہر خوش اعتقاد میاں بی بی رسول اللہ کے اس کلام صداقت التیام سے اپنے بچوں کو خوش کرتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارے ذیقدر اور لائق معاصر خواجہ عبید اللہ امرتسری اس حدیث کو درج کرکے ان کلمات کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ عرب میں بچوں کو گدگداتے ہوئے یہی لوریاں دیتے ہیں (دیکھو سوانح عمری صفحہ ۲۵۶)

ان واقعات کے بعد اب ہم محبت رسولؐ کے متعلق چند واقعات اسیطرح لکھتے ہیں جسطرح ہم نے اپنے سلسلہ کی کتاب دوم میں لکھے ہیں یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ ان تمام واقعات کی نقل ہماری کتاب کی ضخامت کو اتنا بڑھا دیگی کہ شاید ہمارے ناظرین کو ناگوار ہو۔ مگر پھر ان واقعات کے لکھنے کی جو ضرورت ہم کو اس مقام پر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم محبت رسولؐ کو مخصوص روایات لکھکر اُن مسلمانوں کی حقیقت ایمان کو دکھلادیں جنہوں نے ان واقعات کو آنکھوں سے دیکھکر اور کانوں سے سنکر بھی یزید ابن معاویہ کی خوشنودی کیلئے خون حسینؑ سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔

جناب امام حسن علیہ السلام کی کتاب میں ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات کی کوئی صحبت خلوت اور مجلس ایسی نہیں تھی جو انکے ذکر سے خالی ہو اور آپکی حیات قدسی برکات کا کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا

ہے جو انکی یاد سے خالی رہا ہو۔ آپکے جملہ مشاغل عام اس سے کہ وہ عبادتِ الٰہی کے متعلق ہوں یا ہدایتِ خلق کے متعلق ایسے نہیں پائے جاتے جنہیں انکا تذکرہ نہ کیا جاتا ہو۔ ہم جہانتک اِن واقعات کی تلاش حیاتِ جنابِ رسُولِ خدا میں کرتے ہیں ہمکو یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادت کے مخصوص اوقات میں بھی انکی محبت و اُلفت کی یاد موجود رہتی تھی۔ ہدایتِ عامّہ اور وعظ و ارشاد کے خاص مشاغل میں بھی جہاں احکامِ فرائض و سنن کی تاکید کیجاتی تھی وہاں ان کی عقیدت انکی محبت اور انکی مودّت کی بھی سخت ہدایت فرمائی جاتی تھی۔

اِس سے زیادہ انکے ساتھ محبت رکھنے کے ثبوت اور کیا ہوسکتے ہیں کہ انکی عقیدت اور انکی محبت ارکانِ ایمان میں داخل اور عبادتِ الٰہی میں شامل بتائی گئی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے فضائل و مناقب درگاہِ ربّ العزت میں ایسے ہی رفیع تھے کہ ان کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا قربِ الٰہی کا ذریعہ اور نجاتِ اخروی کا مستحکم وسیلہ بتایا گیا ہے۔ ان کی اطاعت پیروی اور انکی محبت ارکانِ شریعت اور جزو عبادت سے تعبیر کیگئی ہے ایسی بینظیر شان اور ایسے عدیم المثال مدارج جو مخصوص و منصوص ذریعہ کے اور کسی دوسرے وسیلوں سے نہیں حاصل ہوسکتے جنابِ رسالتمآب اپنے پارہ ہائے جگر کے اُن فضائل و مناقب کو خیال کرکے جو درگاہِ ربّ العزت سے انکو عطا فرمائے گئے تھے اور اُن خدماتِ عظیمہ پر غور فرماکر جو آپکے بعد دنیا میں انسے متعلق ہونیوالی تھیں یعنی حفاظتِ احکامِ الٰہی۔ ہدایتِ خلائق۔ صبر و رضا تسلیم و توکل نصرتِ دینِ رسالت پناہی۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ زہد و ورع۔ عبادت و اطاعتِ الٰہی۔ غرض اِن تمام دینی فرائض پر غور فرماکر جو رسالت کے ختم ہوجانے کے بعد منصبِ امامت کے متعلق ہونیوالے تھے اور نصوصِ الٰہیہ کے مطابق انہی کے سپرد ہونیوالے تھے اسلئے ایسی محبت اور اُلفت اور انسے ایسا اخلاص اور اتحاد دکھلاکر اہلِ اسلام کو ان کے ساتھ عقیدت اور ہمیشہ ایسے ہی اخلاص قائم رکھنے کی تعلیم فرماتے تھے معمولی فہم والے تو یہ سمجھکر اپنا اطمینان کرلیتے تھے کہ جب رسُول اللہ اِن سے ایسی محبت کرتے ہیں تو حضرت کی متابعت میں ہمکو ان سے محبت کرنا اور عقیدت رکھنا ضروری اور لازم ہے۔ انکے علاوہ جنکی عقول سلیم اور جن کے شعور کامل تھے وہ ایسے واقعات کے مشاہدہ سے اس امر کا پورا اعتقاد رکھتے تھے کہ جنابِ رسُولِ خدا کا انکے ساتھ ایسی مفرط محبت رکھنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ جنکے ساتھ اسطرح محبت و اُلفت کا اظہار کیا جاتا ہے اُنکے فضائل و مراتب خدا کیطرف سے ایسے ہی رفیع ہیں کہ اُنکے اظہار کو خدا کا سچا رسُول عبادت اور ہدایات کے اوقات میں اس خصوصیت کیساتھ داخل کرتا ہے اور

عبادت و ہدایت کے مخصوص اوقات کے علاوہ معمولی حالتوں میں بھی ان کے ساتھ محبت و اُلفت کا وہی عالم دکھائی دیتا ہے۔ اتفاق سے کسی بچہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو آپکے قلبِ نورانی پر ایسا سخت صدمہ پہنچتا کہ پھر تا عودِ صحت کسی طرح آپکے دلِ مضطر کو چین نہ آتا۔ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ پھر جبتک کہ محلسرا سے اسکے چپ ہوجانے کی خبر نہ آلے ممکن نہ تھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو تسکین ہو۔ اکثر واقعات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکے رونے کی آواز کو سُنکر حاضرین کو خبر لانیکا حکم ہوتا تھا اور اکثر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اِنکی آوازِ گریہ کو سماعت فرماکر ایسے بیتاب و مضطرب الحال ہوجاتے تھے کہ بنفسِ نفیس تفتیشِ حال کے لئے خود تشریف لیجاتے تھے۔ اِن امور کے علاوہ۔ اپنے پیارے نواسوں کی صحت کا ہر دم و ہر لحظہ خیال کرنا۔ انکی دلجوئی اور خوشنودی کا ہمیشہ لحاظ رکھنا انکی تمام خواہشوں کا پورا کرنا۔ انکی فرمائشوں کا مہیا کرنا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے لئے گویا ضروریات سے تھا۔

ہمنے ان مضامین کو تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھدیا ہے اسلئے یہاں زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اب ہم اُن میں سے بعض واقعات کو مندرج کرتے ہیں مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہ پہلے عبادت و فرائض خدا کے متعلق کچھ واقعات لکھیں گے اور اسکے بعد وعظ و ہدایت کے حالات درج کرینگے امام ابو حاتم۔ امام نسائی اور حافظ دمشقی و علامہ دیلمی اور ابنِ سیرین عبداللہ ابنِ مسعود سے لکھتے ہیں۔

عن عبد اللّٰہ ابن مسعود قال کان النبی یصلّی والحسن والحسین علیہما السّلام یتوثبان علی ظھرہ فباعدھما النّاس فقال صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم دعوھما بابی ھما وامی من احبّنی فلیحب ھذین۔

عبداللہ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور جنابِ حسنینؑ آپ کی پشتِ مبارک پر کودا کرتے تھے۔ ایکدفعہ لوگوں نے اُن کو ہٹا دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا انکو چھوڑ دو۔ میرے ماں باپ اِن پر تصدق ہوجائیں جو کوئی مجھے پیار کرتا ہے اُسے چاہئے کہ ان کو بھی پیار کرے۔

امام احمد ابنِ حنبل تحریر کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال کنا نصلّی مع النبی صلّی اللّٰہ علیہ (وآلہ) وسلم العشاء فاذا سجد وثب الحسن والحسین (علیہما السلام) علی ظھرہ فاذا رفع راسہ اخذھما بیدہ من خلفہ اخذا رفیقا ویضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتّی قضی صلوٰتہ فاقعدھما علی فخذیہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت کے ساتھ نمازِ عشا

میں شریک تھے۔ جب سرور دین نبا دو سجدہ کیا تو جناب حسنین علیہما السلام حضور
کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب جناب نے سر اٹھایا تو ان دونوں صاحبزادوں کو
دست مبارک سے آہستہ اپنے پیچھے ہٹا کر نیچے بٹھا دیا۔ اور جب آپ پھر سجدہ کو
گئے تو وہ دونوں صاحبزادے پھر آپکی پشت اقدس پر سوار ہو گئے یہانتک
کہ حضور نے نماز کو ادا کیا اور ان دونوں کو اپنے زانو پر بٹھا لیا
امام نسائی اور ابن ابی الفراتی تحریر کرتے ہیں عن انس ابن مالک قال
کنت النبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم لرجل عھدا فدخل الرجل
لیسلم علی النبی وھو یصلی فرای الحسن والحسین یرکبان علی
عنقہ مرۃ وعلی ظھرہ مرۃ ویمران بین یدیہ وخلفہ فلما فرغ
قال لہ الرجل ما یقطعان الصلوۃ فغضب النبی وقال ناولنی
عھدک فاخذہ فمزقہ ثم قال من لم یرحم صغیرنا ولم
یوقر کبیرنا فلیس منا ولا انا منہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ
آنحضرت نے ایک شخص کے واسطے پروانہ لکھا تھا وہ حضور میں سلام کے لیے حاضر
ہوا حضور اس وقت نماز میں تھے اسنے دیکھا کہ حسنین کبھی آپ کی گردن پر
اور کبھی آپکی پشت اقدس پر سوار ہو جاتے ہیں اور کبھی آگے پیچھے سے ہو کر
گزر جاتے ہیں جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ ان
صاحبزادوں نے آپکی نماز کو کیا خراب کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے غضب میں آکر اس شخص سے کہا اپنا پروانہ ہمیں دے اور اس سے
وہ پروانہ لیکر پھاڑ ڈالا اور فرمایا جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا
اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا نہ وہ ہمارا نہ ہم اسکے۔
صاحب جمع الفوائد تحریر فرماتے ہیں عن عبد اللہ ابن شداد عن
ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فی
احدی صلوتی العشاء فھو حامل حسنا وحسینا فتقدم
نبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوۃ فصلی فسجد
بین ظھرانی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صلوتہ سجدۃ اطالھا
قال ابی فرفعت راسی فاذا الصبی علی ظھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ (وآلہ) وسلم وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما
قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم الصلوۃ قال الناس
یارسول اللہ انک سجدت بین ظھری انی صلوتک سجدۃ
اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر وانہ یوحی الیک قال
کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی

یقضی حاجتہ۔ صاحب جمع الفوائد نسائی فی باب سجدۃ للصلوۃ کی اسناد
سے تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن شداد اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ جناب
رسالتمآب نماز عشا پڑھنے کے لیے تشریف لائے اور آپ کے دوش مبارک
پر امام حسن اور امام حسین (دونوں حضرات میں سے کوئی سے ہوں) جلوہ افروز تھے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو بٹھلا دیا اور اذان
کہی اور آپ نماز پر کھڑے ہو گئے جب سجدہ میں گئے تو آپنے سجدہ کو طول دیا یہانتک
کہ میں نے طوالت سجدہ کی باعث سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ صاحبزادہ
آپ کی پشت اقدس پر بیٹھا ہے یہ دیکھکر میں نے اپنا سر سجدہ میں جھکا لیا
پس جب آنحضرت اپنی نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے جناب سرور موجودات کی خدمت
میں عرض کی کہ حضور نے سجدہ کو یہانتک طول دیا کہ ہمکو یقین ہوا کہ شاید کوئی
امر حادث ہوا ہے یا نزول وحی ہوا ہے۔ آپنے جواب دیا ان میں سے کوئی شے واقع
نہیں ہوئی مگر بات یہ تھی کہ میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور میں اس
سے کراہت کرتا تھا کہ تا وقتیکہ اس کی خواہش پوری نہ ہولے اُسکو اپنی پشت
سے اتار دوں۔ امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں عن ام سلمہ کان یصلی
والحسن والحسین یلعبان ویقعدان علی ظھرہ جناب ام سلمہ فرماتی
ہیں کہ آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور حسنین آپکی پشت پر سوار ہو کر کھیلا کرتے تھے
امام سیوطی جامع صغیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت
نماز پڑھتے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار تھے میں نے کہا کہ سب سے بہتر تمہاری
سواری کا اونٹ ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سوار
بھی تو سب سے بہتر ہیں۔
اس روایت کو میں نے اس سلسلہ کی جلد دوم میں متعدد طریقوں سے لکھا ہے بعض فضائل
میں بھی یہی عبارت درج ہے۔
ہم اپنی واقعات کا اندراج اپنے موجودہ مدعا کی تالیف کیلئے کافی سمجھتے ہیں اب
ہم اپنی ترتیب کیمطابق ارشاد و ہدایت کی عین مشغولیت میں بھی ان
واقعات کی کیفیت کو ذیل کی عبارات میں دکھاتے ہیں۔
امام ترمذی صحیح میں ابن ماجہ اپنی سنن ابوداؤد اپنی سنن میں امام حاکم
مستدرک میں اور امام ابن حبان تحریر فرماتے ہیں عن بریدۃ قال کان النبی
یخطب اذ جاء الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران یمشیان و
یعثران فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر فحملھما ووضعھما
بین یدیہ ثم قال صدق اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت
الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت

حدیث ترمذی و نسائی میں بریدہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب پیغمبر خدا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ گرتے پڑتے تشریف لائے اور وہ دونوں صاحبزادے سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے حضور ان کو دیکھ کر منبر پر سے نیچے اتر آئے اور ان کو اٹھا لیا۔ اور اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ سوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میں نے ان لڑکوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ میں صبر نہ رہا یہانتک کہ میں نے اپنی بات کو کاٹ کر ان کو اٹھا لیا۔

فتنہ اصطلاح عرب میں جوش محبت کو کہتے ہیں جس سے مفتون متعلق ہے اور یہ زبان عرب میں تو اپنے اصلی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے مگر فتنہ ہمارے روزمرہ میں عموماً فساد کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ کلام الٰہی میں یہاں فتنہ کا لفظ محبت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے نہ ہمارے اردو کے غلط محاورہ میں۔ معاذ اللہ

المؤلف
اولاد حیدر عفی عنہ

امام ابو حاتم ایک دوسرا اسی کے ایسا واقعہ لکھتے ہیں۔ عن یعلی ابن مرۃ العامری قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الیٰ طعام دعوا لہ فاذا الحسین مع الصبیان یلعب فمشی امام القوم ثم بسط یدہ فطفق الصبی یفر ھھنا مرۃ و ھھنا مرۃ و النبی یضحکہ حتیٰ اخذہ فجعل احدیٰ یدیہ تحت ذقنہ و الاخریٰ تحت قفاہ ثم قنع راسہ فی ضع فاہ علی فیہ وقال حسین منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا و حسین سبط من الاسباط۔ یعلی ابن مرہ ناقل ہیں کہ ایکدفعہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہیں دعوت میں جاتے تھے میں بھی ہمراہ کے ہمراہ تھا ناگاہ دیکھا میں نے کہ جناب امام حسین علیہ السلام بعض اطفال مدینہ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آنحضرت اس لڑکے کی طرف بڑھے۔ وہ بچہ اپنے سن کے تقاضے سے کبھی ادھر کبھی ادھر چلا جاتا تھا اور آپ اس کی حالتوں کو دیکھ کر ہنستے جاتے تھے یہانتک کہ آنحضرت نے اسکو تھام لیا اور اپنا ایک ہاتھ اس کے زیر ذقن رکھ کر دوسرا گردن پر رکھدیا اور اپنا فرق مبارک بڑھا کر اسکے منہ پر رکھدیا اور فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدایا تو اس کو دوست رکھ جو حسین کو دوست رکھے حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

ان واقعات کو اپنی موجودہ ضرورت کیلئے کافی سمجھ کر اب ہم ان حالات کو قلمبند کر دیتے ہیں جو معمولی اوقات میں ان کی محبت و الفت کا اظہار کرتے ہیں علامہ ابی خیثمہ لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ کان النبیؐ جلس فی المسجد فجاء الحسین حتیٰ سقط فی حجرہ فجعل اصابعہ فی لحیۃ رسول اللہؐ ففتح رسول اللہؐ فمہ ای فم حسین فادخل فاہ فی فیہ ثم قال اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپکی آغوش مبارک میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں آپ کی ریش مبارک میں ڈالنے لگے۔ آنحضرت نے آپکے منہ کو کھولا اور اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا۔ پھر فرمایا۔ پروردگارا! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو اسکو محبوب رکھے اسی واقعہ سے مقدس نانا اور اس کے معصوم نواسے کے قلبی جذبات اور دلی تعلقات کے پورے حالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت نے اپنے پیارے نواسے کیلئے جو دعا مانگی وہ آپ کی انتہا درجہ کی محبت و اخلاص کا پورا ثبوت ہے جس کو ہر صاحب اولاد اپنے ذاتی تجربات دل کے تعلقات سے خود اندازہ کر سکتا ہے۔

شیخ الاسلام امام قندوزی علامہ سید علی ہمدانی کی کتاب مودۃ القربیٰ کی اسناد سے اور وہ رسالۂ ابراہیم حافظ عثمانی کی اسناد سے جو خلیفہ متوکل عباسی کے لڑکوں کا مشہور معلم اور اتالیق تھا لکھتے ہیں کہ عن سلیم ابن قیس الھلالی عن سلمان ابن الفارسی قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاذا الحسین علیہ السلام فاخذہ رسول اللہ وھو یقبل خدیہ ویلثم فاہ ویقول انت سید ابن سید اخو سید وانت امام ابن امام واخو امام وانت حجۃ ابن حجۃ وانت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم عجل اللہ ظھورہٗ۔ سلیم ابن قیس الہلالی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ میں ایکدن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اتنے میں جناب امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو اٹھا لیا اور ان کے دہن مبارک و رخسار کا بوسہ لیا اور فرمایا تو سید ابن سید ہے اور سید کا بھائی ہے۔ تو امام ہے امام کا بھائی ہے اور امام کا بیٹا ہے۔ تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے اور حجت خدا کا بھائی۔ اور نو حجتہائے خدا کا باپ ہے جن کا نواں قائم آل محمد ہوگا (عجل اللہ ظہورہ)

ذخائر العقبےٰ میں ابوحاتم کی اسناد سے لکھا ہے کان النبی یدیع لسانہ للحسین علیہ السلام فیری الصبی حمرۃ لسانہ فیہش الیہ فقال عیینۃ ابن بدر الا یصنع ھذا بھذا فواللہ ان لی الولد ما قبلتہ قط فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لا یرحم لا یرحم جناب امام حسین علیہ السلام کیلئے آنحضرت اپنی زبان مبارک دہن اقدس سے نکال دیتے تھے اور وہ معصوم بچہ جب آپ کی زبان کی سُرخی کو دیکھتا تھا تو اسکی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ عیینہ ابن بدر حاضر خدمت تھا یہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت یہ ابھی بچہ ہے مگر میں نے تو اسکو کبھی نہیں چوما۔ آپنے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اسپر رحم نہیں کیا جاتا معترضین سے کوئی زمانہ اور کوئی وقت خالی نہیں رہا آخر آنحضرت کی اظہار محبت پر اعتراض جڑ ہی دیا گیا مگر اس حکیم الہی نے ایسا پُرمعنی اور مُسکت جواب دیا کہ عُیینہ کو پھر عذر کی گنجائش اور جرأت نہ تھی اسی واقعہ کو امام قندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں عبدالرحمٰن ابی سلمہ کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔

صواعق محرقہ میں تحریر ہے عن ابی لیلی ان الحسین وثب علی ظہر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی صدرہ فبال فی حجرہ فقمنا الیہ فقال دعوہ ثم دعا بماء فصبہ علی بولہ ابی لیلیٰ ناقل ہیں کہ میں نے جناب امام حسین کو آنحضرت کی پشت مبارک اور سینۂ اقدس پر چڑھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے آنحضرت کی گود میں پیشاب کر دیا پس ہم لوگوں نے انکو گود سے لینا چاہا۔ آپنے فرمایا چھوڑ دو۔ پھر پانی منگا کر آپنے اُس پیشاب پر بہا دیا امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسی کے ایسا ایک واقعہ امام حسن کے متعلق بھی لکھا ہے جسکو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ چکے ہیں مشکوٰۃ میں تحریر ہے عن یعلی قال ان الحسن والحسین استبقا الی رسول اللہ فضمہما الیہ وقال ان الولد مبخلۃ مجبنۃ۔ یعلی سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی محبت ایک امر غیر متحمل ہے۔

امام ترمذی اپنی صحیح میں تحریر فرماتے ہیں عن اسامہ ابن زید قال طرقت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات لیلۃ فی بعض الحاجۃ فخرج الی وھو مشتمل علی شیٔ لا ادری ماھو فلما فرغت من حاجتی قلت ماھذا الذی انت مشتمل علیہ فکشفہ فاذا الحسن والحسین علیہما السلام علی ورکیہ فقال ھذان ابنای وابنا ابنتی اللّٰھم انی احبہما فاحبہما واحب من یحبہما۔ اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ ایک شب کو میں نے کسی ضرورت کے لیے جناب رسول خدا کا دروازہ کھٹکھٹایا پس آنحضرت باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ کسی شے پر چادر لپیٹے ہوئے تھے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا شے چادر میں لپیٹے ہوئے تھے جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کیا لئے ہوئے ہیں؟ آنحضرت نے اسکو کھولا تو معلوم ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ حضرت کے دونوں پہلوؤں میں ہیں۔ پس آنحضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ بار الٰہا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور جو انکو دوست رکھیں تو انکو بھی دوست رکھ پھر امام موصوف فرماتے ہیں عن انس ابن مالکؓ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای اھل بیتک احب الیک قال الحسن والحسینؑ کان یقول لفاطمۃ علیہا السلام ادعی لی ابنای فاذا جاء افیشمہما ویضمہما الیہ۔ انس ابن مالک سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ آپکی اہلبیت میں سے زیادہ پیارے آپکے کون ہیں؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ حسن اور حسین علیہما السلام۔ اور آنحضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ صاحبزادے تشریف لاتے تھے تو آپ ان دونوں کی خوشبو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے سینۂ اقدس سے چمٹا لیتے تھے علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بذکر فضائل حسنین علیہما السلام تحریر کرتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ حسنؑ وحسینؑ ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک بار جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اس شان سے تشریف لائے کہ آپ کے ایک شانے پر جناب امام حسنؑ تھے اور ایک پر جناب امام حسینؑ آنحضرت کبھی اس صاحبزادے کے بوسہ لیتے تھے اور کبھی اس صاحبزادے کے یہانتک کہ آپ ہم لوگوں کے قریب آپہنچے تو فرمایا کہ جو شخص ان دونوں کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو شخص ان دونوں سے دشمنی رکھے وہ میرا دشمن ہے۔

ذخائر العقبےٰ میں باسناد امام نسائی لکھا ہے کہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعوذ حسناً وحسیناً اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان

هامة ومن كل عين لامة وكان يقول كان ابوكما يعوذ بها اسمعيل واسحٰق

لہا سعید ابن جبیر عبد اللہ ابن عباس کی اسناد میں ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات کا حسنین علیہما السلام کیلئے تعویذ بنایا تھا کہ میں تم دونوں کو ہر پھرنے والے شیطان اور ہر نظر لگانیوالی آنکھ کے شر سے بچانے کے لیے خدا کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیم) نے حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علےٰ نبینا وعلیہما السلام کے تعویذ میں بھی یہی کلمات لکھے تھے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بچوں کی محبت اور الفت کی وجہ سے انکی صحت اور تندرستی کی تمنا والدین کے دل میں کیسی ہوتی ہے کہ شاید دن بھر میں ان کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ وہ کسی وقت میں اپنے نونہالان چمن آرزو کی صحت وسلامتی کی دعائیں اپنے پروردگار عالم سے نہ مانگتے ہوں۔ آنحضرت اپنے پیارے نواسوں کے اظہارِ محبت کیساتھ ساتھ اپنے قلبی جذباتِ محبت کو بھی ظاہر فرما دیا کرتے تھے۔ فی الحقیقت کسی کو کسی کیساتھ ایسے قلبی معاملات اور دلی تعلقات پیش نہیں آتے تب وہ دنیا میں کسی دوسرے شخص کی ایسے معاملات کا اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔

ان معصوم بچوں کی وہ کونسی آرزو تھی جو مقدس نانا نے پوری نہ کی۔ ان تمنا مند ہونہاروں کی وہ کونسی خواہشیں تھیں جن کو ظاہر کرتے ہی ان کا سامان فراہم نہ کر دیا گیا۔ ان کی پیاری پیاری زبانوں سے خواہش دلی کا صرف معلوم ہونا ہوتا تھا جو فوراً پوری کر دی جاتی تھیں کسی شئے کے لیے بچوں نے ضد شروع کی پھر کیا تھا تاوقتیکہ آنحضرت اس شئے کو فراہم نہ فرمالیں چین کہاں اور اطمینان کیسا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا پر برابر تاکید ہوتی اور فہمائش پر فہمائش ہوتی تھی کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو اُن کی آزردگی اور ناراضگی کا باعث ہو۔ علامہ بدخشی نزل الابرار میں تحریر فرماتے ہیں

خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من بيت ام المؤمنين عائشة فمر على باب فاطمة سلام الله عليها فسمع حسينا يبكي فقال الم تعلمي ان بكائه يؤذيني زید ابن زیاد ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار ام المومنین عائشہ کے گھر سے نکلکر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ سے گزرے اور جناب امام حسین کو روتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ فاطمہ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے

اس حدیث کو علامہ احمد ابن عبد اللہ الشافعی نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ اپنی مستند اور معتبر تالیف ذخائر العقبیٰ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے ذخائر العقبیٰ کی اسناد سے اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۴۸ میں درج فرمایا ہے اس سے زیادہ پُر اثر واقعہ ناسخ التواریخ میں درج ہے جس کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

از سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ مروی است کہ وقتے در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در غیر وقت انگور خوشۂ انگور دیدم فقال لی یا سلمان ائتنی بولدی الحسن والحسین (علیہما السلام) لیأکلا معی من هذا العنب جناب رسول خدا فرمود اے سلمان فرزندان من حسن وحسین (علیہما السلام) را حاضر کن تا با من از ایں انگور بخورند۔ من شتابیدم و بسرائے فاطمہ علیہا السلام رفتم۔ ایشاں را نیافتم۔ بخانہ ام سلمہ شتافتم۔ ایشاں را ندیدم لاجرم بحضرت رسول آمدم وخبر باز دادم پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطر شد و برخاست وگفت واولداه وواقرة عيناه من يرشدني عليهما فله على الله الجنة یعنی پیغمبر ما دریغ خورد بر فرزندان خود وفرمود ہر کسے را کہ دلالت کند مرا بر ایشاں بر خدا است کہ اورا در بہشت بدہد۔

اس واقعہ کو امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں بہ تغیر الفاظ درج فرمایا ہے اپنے پیارے نواسوں کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرطِ محبت کی تصدیق اور کثرتِ الفت کی توثیق میں یہی دو واقعے جو ابھی ابھی اوپر لکھے گئے کافی ہیں بچے اکثر رویا کرتے ہیں مگر آنحضرت کا جناب سیدہ سے بتاکید فرمایا کہ ان کو رُلایا کرو۔ انکے رونے سے مجھکو ایذا پہنچتی ہے۔ ایسا پر اثر ارشاد ہے جو آپکے انتہا درجہ کی قلبی تعلقات کی پوری پوری خبر دیتا ہے۔ آنکھ سے تھوڑی دیر تک بچوں کا اوجھل ہو جانا بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے بچے اپنے کھیل کود میں اکثر وقت پر گھر نہیں آیا کرتے۔ والدین اس کی ایسی پرواہ بھی نہیں کیا کرتے مگر آنحضرت کے لیے ان پارہائے جگر کا ایک لمحہ بھر بھی نظروں سے اوجھل ہونا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر شاق گزرا اور ان بچے نہ ملنے سے آپکے قلبِ نورانی پر ایسی تشویش اور انتشار کا عالم طاری ہوا کہ آپ فوراً بچین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت حسرت اور افسوس کے لہجہ میں درد ناک آواز سے ادھر ادھر بچوں کو خود پکارنے لگے اور جب اس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو دوسروں کو اپنے موجودہ اضطراب کی حالت میں امداد کیلئے طلب فرمانے لگے اور ایسے مدد کرنے والوں کے لیے نعمائے بہشت کی بھی بشارت دینے لگے۔

اور ہمارے صاحبِ اولاد ناظرین اپنے کلیجوں پر ہاتھ رکھکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان واقعات سے آپکے دلی تعلقات اور قلبی جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں اب ہم ایسا ہی ایک اور واقعہ لکھتے ہیں ملا مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے کان میں کسی بچہ کی رونے کی آواز آئی اتفاق سے

اس کی آواز امام حسین کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا آنا تھا کہ قلب پیغمبر انتشار و اضطراب کا سخت عالم طاری ہوا وعظ کو موقوف فرمایا صحابہ کو تفتیشِ احوال کے لئے بھیجا اور یہاں تک تاکید کر دی کہ اگر تم جلد نہ آئے تو پھر میں خود چلا آؤنگا صحابہ نے فوراً تعمیل حکم فرمائی اور خدمت بابرکت میں واپس آکر عرض کی کہ یہ صاحبزادے کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد کے قریب ایک مدرسہ ہے جس میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں ایک لڑکے نے اپنا سبق یاد نہیں کیا ہے معلم نے اسکی تادیب کی ہے وہی رو رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نہ رو رہے تھے۔ پورے طور سے معلوم ہو گیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محبت و اخلاق نے معلم کو مع اس بچہ کے بلوایا اور حقیقتِ حال دریافت فرما کر اس معلم سے ارشاد کیا کہ چونکہ یہ بچہ میرے بچے سے آواز میں مشابہ ہے اس لئے میں تم سے اسکی سفارش کرتا ہوں کہ اب اس لڑکے کو نہ مارا کرو۔ یہ ہیں محبتِ رسول کے سچے واقعات اور یہ ہیں آپکے اشفاق و اخلاق کی اصلی حالات کیا اس سے زیادہ دلی تعلقات اور قلبی جذبات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ علامہ دار قطنی عبداللہ ابن عمر کی اسناد سے اور علامہ ابن حشیش تمیمی اعمش کی زبانی یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا عمران ان لکل شئی موقعاً من القلب ما وقع موقع ھذین الغلامین من قلبی شئ قط فقلت کل ھذا یا رسول اللہ قال یا عمران وما خفی علیک اکبر ان اللہ امرنی بحبھما جنابِ رسالت مآب نے عمران ابن حصین سے فرمایا کہ ہر چیز کیواسطے انسان کے دل میں ایک جگہ ہوتی ہے لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ حسنین کی جگہ میرے دل میں جگہ کر سکے عمران نے عرض کی کہ حضور کے دل میں بس انہی کی محبت ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں اے عمران مجھے اللہ تعالیٰ نے انہی دونوں کی محبت کرنیکا حکم دیا ہے اور یہ بات تجھے بھی بہت کچھ معلوم ہے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخبرِ صادق علیہ السلام ان خاصانِ جنابِ باری کیساتھ محبت و الفت رکھنے کے لئے منجانب اللہ مامور تھے۔ اور یہی وجہ خاص تھی کہ آپ ان ذواتِ مقدسہ علیہم التحیۃ والثنا کی محبت و الفت۔ آرام۔ آسائش دلجوئی اور خاطر داری میں اسوجہ اہتمام بلیغ فرمایا کرتے تھے عمران سے جو ارشاد ہوا وہ آپکے مقصودِ دلی اور مطلبِ اصلی کو صاف صاف لفظوں میں بتا رہا ہے۔ اس ایک واقعہ سے حسنین علیہما السلام کیساتھ آپکی انتہائی درجہ کی محبت و الفت تو ظاہر ہوئی مگر ساتھ ہی انکی مدارجِ مخصوصہ اور مناقبِ مخصوصہ بھی مخبرِ صادق کی زبانی پورے طور سے معلوم ہو گئے۔ اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے بچپن کی حالات لکھتے ہیں اور انکی ذیل میں مخصوص ایسے واقعات درج کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پیارے نواسوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ کس طرح انکے بچپنے کی ضدیں بیٹھیں اور ان کی دلی خواہشیں پوری کی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی زبانی ایک واقعہ کو ناسخ التواریخ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

علی علیہ السلام فرمود کہ دیدیم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم را کہ پائے مبارک در لحاف داشت ناگاہ حسن علیہ السلام آب طلبید رسولِ خدا بسرعت تمام برجست داو از انجا کہ دعائے آب بود مقدار آب گرفتہ بدست حسن نہاد و حسین جنبش می کرد تا آں آب را فراگیرد۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مانع بود۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا عرض کرد یا رسول اللہ چناں می نماید کہ حسن نزدِ تو محبوب تر است فقال ما ھو باحبھما الی ولکنہ استسقی اول مرۃ وانی وایاک وھذین والمنجدلین یوم القیمۃ فی مکان واحد فرمود حسن را فزوں تر دوست ندارم لکن اولخست آب خواست و تحقیق کہ من و تو بر دو ایں فرزندانِ من در روز قیامت در یک مکان خواہیم بود

(دیکھو جلد نمبر ۲ صفحہ ۳)

اس واقعہ سے امر بخوبی ظاہر ہوا کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک لحہ کے لئے بھی اپنے پارہ جگر جناب امام حسن کی خواہش کو نہ رد کر سکے اور بلا لحاظ اس امر کے فرشِ استراحت پر تھے جناب سیدہ موجود تھیں ممکن تھا کہ انہی کو تعمیلِ ارشاد کے لئے کہا گیا ہوتا مگر نہیں قلبِ مبارک میں اپنے پیارے نواسوں کی الفت و محبت کے لئے اتنی گنجائش تھی کہ وہ ہرگز اس امر کی متقاضی نہیں ہوئی کہ سوائے میرے کوئی اور ان کی خواہش کو پورا کرے ۔ ایسا ہی ذیل کا واقعہ ہے جسکو عموماً اہلِ صحاح اور سانید نے لکھا ہے مگر ہم اسکو ذخائر العقبی اور معجمہ ابن مثنی سے نقل کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال کان الحسن والحسین یصطرعان بین یدای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ھی حسن فقالت فاطمۃ سلام اللہ علیہا یا رسول اللہ تھن حسنا فقال ان جبرئیل یقول ھی حسین ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب حسنین علیہما السلام آنحضرت کی خدمت میں کشتی لڑ رہے تھے اور آنحضرت فرماتے جاتے تھے۔ شاباش حسن شاباش! جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کی کہ آپ حسن کو شاباش دیتے ہیں (اور حسین کو نہیں) ارشاد فرمایا کہ حسین کو جبرئیل شاباش دے رہے ہیں صواعق محرقہ میں بھی یہی الفاظ درج ہیں۔ اور ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اسی مضمون کو اپنی تالیف میں تحریر کیا ہے۔ علمائے فریقین باختلاف الفاظ

اسی واقعہ جیسا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بار پیارے نواسوں نے اپنے مقدس نانا سے مسجد میں اونٹ بننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ آپنے قبول کیا اور اللہ اللہ سیدت پائے مطہر کو ٹیک کر اپنے پیارے بچوں کو اپنی پشتِ مبارک پر سوار کر لیا اور گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل فرشِ مسجد پر چلنے لگے معصوم بچے خوش ہو ہو کر فرماتے حل حل یہ عرب کا خاص محاورہ ہے جو اونٹوں کے چلانیکے وقت استعمال کیا جاتا ہے بعض علماء نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ پیارے نواسوں نے اپنے معزز نانا کی خدمت میں عرض کی کہ اونٹوں کی مہار ہوتی ہے ہمارے اونٹ کی مہار کہاں ہے؟ آپنے فوراً اپنے گیسو انکے ننھے ننھے ہاتھوں میں دیدیئے۔ پھر ان بچوں نے بمصداق بچے کر رہاتے تو مارا کردِ گستاخ عرض کی نانا! مدینہ کے اونٹ تو بولتے ہیں۔ ہمارا اونٹ تو بولتا ہی نہیں آنحضرت نے محض ان کی دلجوئیوں کے باعث اسکو بھی منظور کر لیا۔ اور زبانِ مبارک سے دو بار العفو العفو فرمایا جو آوازِ شتر سے مشابہ ہے۔

ناسخ التواریخ میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کے بچپن کا ایک واقعہ اسی طرح سے درج ہے ذیل میں ان کی اصل عبارت درج کیجاتی ہے۔

از ابو رافع روایت می کند که گفت با امام حسین با مداحی لعب می کردم مداحی (گولیہا) سنگ مدور خرد است و اطفال حفیرہ در زمین می کنند و کودک سنگ بدان حفیرہ رہا می کند و آں دیگر سنگے از دنبال آں می سازد۔ اگر با سنگِ نخستین مصادمہ کرد غالب است و بر دوش خصم سواری شود و اگر نہ مغلوب مرکوب و از منیعی است حدیث ابو رافع قال کنت الاعب الحسین و ھو صبی بالمداحی فاذا اصابت مداحتی مداحتہ قلت احملنی فیقول اترکب ظھراً حملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاترکہ فاذا اصاب مدحاتہ مدحاتی قلت لا احملک کما لا تحملنی فیقول اما ترضی ان تحمل بدناً حملہ رسول اللہ فاحملہ می گوید کہ من با حسین علیہ السلام لعب میکردم ہر گاہ سنگ مدحات من سنگ او را می زد عرض می کردم بر دوش خود سوار کن۔ می فرمودہ تو می خواہی دوشے سوار شوی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم آنرا بر پشتِ خود حمل می واد ناچار من دست بر می داشتم و چون حاۃ او مدحاۃ مرا می زد عرض می کردم ترا سوار نمی کنم چنانچہ تو سوار نکردی۔ می فرمودہ آیا راضی نیستی کہ حمل کنی بدنے را کہ رسول مقبول حمل می کند۔ ناچار او را بر پشتِ خود سواری کردم (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ بمبئی)

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں تحریر ہے عن ابی حوراء قال قلت للحسین تذکر عن جدک صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال اخذت تمرۃ الصدقۃ فادخلتہا فی فمی فنزعہا جدی وقال بما شعرت انا ال محمد لا ناکل الصدقۃ وھذا صدقۃ اخرجہا اصحاب الصحاح ابو حوراء جناب امام حسین علیہ السلام سے ناقل ہیں کہ میں نے ایک بار آپ سے عرض کی کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار کا کچھ تذکرہ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایکمرتبہ جنابِ رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت کچھ خرمے آپکے سامنے رکھے ہوئے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک دانہ اٹھا کر اپنے مُنہ میں رکھ لیا بس آپنے وہ دانہ بجنسہ میرے منہ سے نکال لیا اور فرمایا کہ نہیں جانتے ہو کہ ہم آلِ محمد پر صدقہ حرام ہے اور یہ چھوارے صدقہ کے ہیں اس قصہ کو اصحابِ صحاح نے بھی لکھا ہے۔

اسی کی مؤید ایک حدیث امام الحرمین نے براء ابنِ عازب کی سند سے تحریر فرمائی ہے جسکو ہم امام الحرمین احمد ابنِ عبد اللہ الشافعی کی کتاب ذخائر العقبیٰ سے لکھتے ہیں عن براء ابن عازب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واشار الی الحسین حسین منی وانا من الحسین وھذا ایحرم علیہ ما یحرم علی براء ابنِ عازب ناقل ہیں کہ جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرماتے تھے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور جو کچھ مجھپر حرام ہوا ہے وہ اسپر بھی حرام کیا گیا ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے تکبیراتِ صلواۃ کے تذکرہ میں جنابِ امام حسین کے ایامِ طفولیت کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت میں قلمبند کرتے ہیں۔

در بحار الانوار و کتاب تہذیب مسطور است کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر گفت بہ نماز ایستاد و حسین علیہ السلام در پہلوئے آں حضرت بود۔ چون پیغمبر تکبیر گفت بزبانِ حسین علیہ السلام کہ کودک خورد سال بود تکبیر جاری نمی گشت بہفت کرت رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا تکرار تکبیر فرمود و در کرت ہفتم زبانِ جنابِ امام حسین علیہ السلام نیرو یافت و تکبیر جاری فرمود و ایں خصلت از ہمہ وقت در شریعت سنتی گشت (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ ۲۰ بمبئی)

ہم انہی واقعات اشفاق الرسول اور امام حسین کی ایامِ طفولیت کے متعلق لکھکر زیادہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے مگر ایک واقعہ اور ہم فریقین کی معتبر اسناد سے لکھتے ہیں جو اشفاقِ رسول اور طفولیت کے حالات کے علاوہ آپکی فضائل و مناقب کی پوری توضیح کرتا ہے۔

علامہ سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وہو ہذا عن ربیعۃ السعدی قال اتیت حذیفۃ فسئلہ عن اشیاء فقال اسمع منی وعہ وبلغ الناس انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ الہ

وسلم وسمعته باذنی وقد جاء الحسین علی المنبر فحمله علی
منکبیه ثم قال ایها الناس هذا الحسین خیر الناس جدًا وجدة
جده رسول الله سید ولد آدم جدته خدیجة سابقة الایمان
من کل الامة وهذا الحسین خیر الناس خالًا وخالة خاله القاسم
وعبد الله وابراهیم وخالته زینب ورقیة وام کلثوم وهذا
الحسین خیر الناس عمًا وعمة عمه جعفر وعقیل وعمته ام هانی
وهذا الحسین خیر الناس ابًا وامًا واخًا واختًا ابوه علیؑ وامه
فاطمة واخوه الحسن واخته زینب وام کلثوم ثم وضعه عن
منکبیه فاجلسه فی جنبه فقال ایها الناس هذا الحسین جده
فی الجنة وجدته فی الجنة واخواله فی الجنة وخالاته فی
الجنة واعمامه فی الجنة وعماته فی الجنة وابواه فی الجنة وامه
فی الجنة واخوه فی الجنة واختاه فی الجنة وهو فی الجنة ثم
قال یا ایها الناس انه لم یعط احد من ذریة الانبیاء الماضین
ما اعطی الحسین ابن علی علیهما السلام خلا یوسف بن یعقوب
ابن اسحٰق ابن ابراهیم یا ایها الناس ان الفضل والشرف
والمنزلة والولایة لرسول اللهؐ وذریته فلا تذهبن بکم
الاباطیل (اخرجه ابو الشیخ ابن حبان فی کتابه التنبیه
الکبیر کذا اخرجه الجمال الدین الزرندی) علامہ سید علی
ہمدانی ابو الشیخ ابن حبان کی کتاب تنبیہ الکبیر اور حافظ جمال الدین زرندی
کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے راز دار حضرت حذیفہؓ کے پاس ربیعہ السعدی گئے اور حذیفہؓ سے چند
مسائل دریافت کئے۔ ربیعہ کا بیان ہے کہ مجھ سے وہ فرمانے لگے کہ جو میں کہتا ہوں
اس کو سنو اور یاد رکھو اور تمام لوگوں کو سنا دینا میں نے اپنے کانوں سے
آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس وقت خاص میں کہ جناب امام حسین علیہ السلام
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ منبر پر تشریف لائے اور امام عالی مقام آپکے
کاندھے پر سوار ہو گئے۔ پس آنحضرتؐ نے تمام حاضرین کو مخاطب کرکے ارشاد
فرمایا کہ ایہا الناس حسین وہ ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے سب لوگوں سے
افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسول خدا اور نانی جناب خدیجہؓ ہیں جو تمام امت
اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں اور یہ وہ حسین ہے جو اپنی خالہ
اور اپنے ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے آپکے ماموں تو قاسم
عبد اللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب۔ رقیہ اور ام کلثوم ہیں اور حسین وہ ہے کہ جو
اپنی پھوپی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل
ہیں اور پھوپی حضرت ام ہانی۔ اور یہ حسین وہ ہے جو اپنے باپ ماں بھائی اور بہن
کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہے ان کے باپ علی علیہ السلام ان کی ماں
فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور
ان کی بہنیں زینب اور ام کلثوم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اتنا فرما کر جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے کاندھے
سے اتار کر پہلو میں بٹھا لیا اور پھر ارشاد فرمایا ایہا الناس یہ حسین ہے جس کا نانا جنت
میں ہے اور نانی بھی باپ بھی جنت میں ہے اور ماں بھی جس کی خالہ بھی جنت میں ہے
اور ماموں بھی جس کے چچا بھی جنت میں ہیں اور پھوپھیاں بھی جس کے بھائی بھی جنت میں ہیں
اور بہنیں بھی اور یہ خود بھی جنت میں ہے ایہا الناس یہ وہ حسین ہے جسکو پروردگار عالم نے
وہ تمام فضائل عطا فرمائے ہیں جو انبیائے سابقین کی ذریت میں سے سوائے یوسف
ابن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے اور کسی کو عنایت
نہیں فرمائے۔ ایہا الناس شرف منزلت اور ولایت رسول خدا اور ان کی ذریت
طاہرہ کے لئے مخصوص ہیں پس آئندہ جھوٹی خبریں تم کو گمراہ نہ کر دیں۔
ابو السعید السمانی نے بھی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اسناد سے یہی مضمون قریب
قریب بذیل ذکر خلافت ثانی اپنی کتاب تذکرہ ما لقب الصحابہ فی ایام عمر میں
لکھا ہے امام قندوزی نے ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے اپنی ینابیع المودۃ میں
تحریر کیا ہے اب ہم اس سے زائد تفصیل اس بحث میں کسی طرح ضروری نہیں سمجھتے جناب
امام حسین علیہ السلام کی بچپن کے متعلق ابھی ہمارے پاس ایک معقول ذخیرہ ہے جسکو ہم طوالت
خوف سے قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں ہمارے ناظرین کو غور
کرنا چاہیئے کہ آپ کی پرورش اور تربیت کے متعلق جسطرح اشفاق رسالت پناہی کے
ثبوت پائے جاتے ہیں اسی طرح نعمات الٰہی کے نزول بھی پایۂ ثبوت تک پہنچے ہیں
چنانچہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بذیل تذکرہ جناب امام حسن علیہ السلام
ابھی لکھ چکے ہیں کہ ان حضرات کی صغر سنی اور بچپن کے وقت ہی سے عنایات ربانی
کا نزول شروع ہونے لگا تھا اور انکے فضائل و مناقب مخصوصہ کے اظہار و اعلان میں
نصوص الٰہیہ جو مقدس کے ذریعہ سے اترنے لگی تھیں جن کو ہم سلسلہ وار کتاب [illegible]
تنزیل لکھ چکے ہیں اور آیۂ مباہلہ آیۂ تطہیر آیۂ مودت اور آیۂ نذر وغیرہ کی پوری تفصیل اور انکی
تنزیل کی کافی تشریح کر چکے ہیں اسلئے اب انکو بار دیگر بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تاہم
سمجھ لینا چاہیئے کہ ان آیات وافی ہدایات کی شان نزول میں جناب امام حسین علیہ السلام
پورے طور سے شریک تھے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا آپکی تعلیم و تربیت
کے متعلق بھی ہم پورے طور سے اسی کتاب میں لکھ آئے ہیں اور بالاختصار

اس مقام پر بھی اتنا لکھ دیتے ہیں کہ یہ حضرات علم لدنیہ میں پورا حصہ لینے والے تھے اسلئے معمولی طور پر کسی ظاہری تعلیم و تربیت کے محتاج ہرگز نہ تھے بچپن ہی سے قدرت نے تمام خلعت جامعیت سے آراستہ اور استعداد و قابلیت سے پیراستہ کر رکھا تھا۔ ان کی عقول سلیم شعور درست فہم صحیح۔ ذہن متین نظریں غائر طبیعتیں حاضر تحقیق کامل اخلاق وسیع اور ہمتیں بلند تھیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہم کو اسلام کی تاریخ و سیر کی ایک کتاب میں بھی انکی تعلیم و تربیت ظاہری کے متعلق کوئی واقعہ آج تک نہیں ملا اور یہ نہیں معلوم ہوا کہ آخر ان حضرات کا مثل اور اطفال کے پڑھانے لکھانے والا اور تہذیب اخلاق کی آئین سکھانیوالا کون تھا ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا علمائے متقدمین سے لیکر متاخرین تک سب کے سب خاموش ہیں کسی کی تالیف میں اس کی نسبت کوئی واقعہ نہیں پایا جاتا۔ اور کہیں سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ان ذوات مقدسہ نے معمول کے اصول پر کسی شخص سے درس تدریس کی تعلیم پائی ہو۔ جب اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا تو پھر سوائے تعلیم و تائید الہی کے جسکو علوم لدنیہ کا عین قطام سمجھنا چاہیے۔ اور کوئی دوسرا ذریعہ اُن کی تعلیم کا نہیں ہوسکتا اور اسی پر فریقین کا اتفاق ہے اسلامی تالیفات میں جہاں کہیں اس مضمون کی نسبت لکھا ہے تو صرف اسیقدر کہ ان حضرات نے جملہ علوم کی تحصیل اوّل جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور بعد آپکی وفات کے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاصل کی سوا اسکے کہیں کسی کتاب میں نہ کسی معلم کی تعلیم دینے کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور نہ کسی ادیب کے ادب سکھلانیکے واقعات ظاہر ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کی تحصیل کا وہی روحانی ذریعہ تھا جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جناب باری عز اسمہ نے تفویض فرمایا تھا چونکہ ان کی تعلیم کا باطنی ذریعہ علم لدنیہ سے بالکل تعلق رکھتا تھا اسی وجہ سے ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی واقعہ کتابوں میں نہیں ملتا بڑی تلاش کے بعد ایک واقعہ ملا بھی تو وہ بالکل خدا اور رسول کے شغل ہی سے متعلق ہے نزہتہ المجالس میں امام نسفی کے اسناد سے یہ واقعہ درج ہے۔ قال النسفی کتب الحسن والحسین علیہما السلام فی لوحین فقال کل واحد منہما خطی احسن فتحاکما الی ابیہما فرفع الحکم الی فاطمة فرفعت الحکم الی جدہما فقال لا احکم بینہما الا جبرئیل فقال جبرئیل لا احکم بینہما الا رب العزة فقال اللہ تعالی یا جبرئیل خذ تفاحة من الجنة واطرحہا علی اللوحین فمن وقعت علی خطہ فہو احسن فلما القاہا قال اللہ تعالی کونی نصفین فوقع نصفہا علی خط الحسین والنصف الاخرہا علی خط الحسین ونزل جبرئیل بتفاحة من الجنة والقاہا الی النبی وعقدا الحسن والحسین فطلبہا کل واحد منہما فقال جبرئیل دعہما یتصارعان فمن غلب اخذہا فکان جبرئیل مع الحسین والنبی مع الحسین فلم یغلب احدہما الاخر فنزل علیہما تفاحة اخری۔ امام نسفی لکھتے ہیں کہ ایک بار جناب امام حسن و جناب امام حسین نے دو تختیوں پر کچھ لکھا ہر ایک نے کہا میرا خط اچھا ہے پس دونوں صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار جناب حیدر کرار سے اس معاملہ کا فیصلہ چاہا انہوں نے جناب سیدہ کی جناب میں بھیجا اور جناب سیدہ نے ان کو انکے جد امجد جناب رسالتمآب کی خدمت میں بھیجا آنحضرت نے فرمایا ان دونوں کے درمیان سوائے جبرئیل کے اور کوئی فیصلہ نہیں کریگا اس پر جبرئیل نے عرض کی کہ انکے درمیان سوائے رب العزت کے اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پس جبرئیل کو حکم ہوا کہ بہشت سے ایک دانہ سیب لے جاؤ اور دونوں تختیوں پر ڈالدو جسکے خط پر وہ سیب پڑ جائے وہی بہتر ہے وہ سیب ڈالا گیا حکم خدا سے اس سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے اور ایک ایک ٹکڑا اُن دونوں صاحبزادوں کے خط پر علیحدہ علیحدہ آپڑا اُس کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور دوسرا سیب لاکر آنحضرت کو دیا اور آپ کا ایک حضرات حسنین ابھی آنحضرت کے پاس ہی تھے چنانچہ ہر ایک نے اس سیب کو مانگا پس حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ ان دونوں کو چھوڑ دیجیے تاکہ آپس میں کشتی لڑیں اور جو غالب ہو وہ یہ سیب لے لے پس حضرت امام حسین کیساتھ جبرئیل تھے اور امام حسن کیساتھ آنحضرت مگر ایک دوسرے پر غالب آتا نہ تھا آخر بحکم خدا ایک دوسرا سیب نازل ہوا (اور دونوں کو ایک ایک ملگیا) اس واقعہ کو دیکھکر اب تو ہماری کتاب کے تمام ناظرین پر ہمارا یہ دعوی کہ ان کی تعلیم و تربیت بھی باطنی اور روحانی ذریعہ سے ہوئی پورے طور سے ثابت ہوگیا۔ اور ہر شخص بخوبی سمجھ جائیگا کہ ان حضرات کے حسن خط کا تصفیہ جب سوائے خدا تعالی کے کوئی اور نہ کر سکا تو پھر ان کی تعلیم و تربیت کی تکمیل بیان انسانی کی حدود سے ضرور نا ممکن سمجھی جائیگی بہرحال ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیے کہ جناب حسنین علیہ السلام کی جملہ امور ظاہری و باطنی کی تعلیم اور امور امامت کی تلقین اور دیگر رموز و غوامض محفوظہ و مخصوصہ کی تحصیل و تکمیل یہ تمام ضروریات تائید الہی کے ذریعہ اور صحبت رسالت پناہی کے وسیلے سے ہوتی رہیں۔ اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان صحبت سے

یہ دونوں نونہال برابر مستفیض ہوتے رہے۔ یہانتک کہ آنحضرت نے جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اس وقت سے ان کی تعلیم جناب امیر المومنین علیہ السلام سے متعلق ہوئی جب جناب رسالتمآب سا دار الحکمۃ مدینۃ العلم اور افصح العرب و العجم انکی تعلیم و تربیت کا منجانب اللہ ذمہ دار ہو پھر اسکے بعد امیر المومنین علیہ السلام سا عالم یکتاؤ زمانہ بے ہمتا جو اس مدینۃ العلم کا مخصوص باب بتلایا جائے اور اقضاکم علیؑ اس کی جامعیت اور کاملیت کا تمغہ ہو ان کی تعلیم و تکمیل کو اپنے متعلق کرے ان کے علاوہ خاص تائید ربانی اور توفیق یزدانی ان کی تعلیم و تربیت کی طرف اپنی مخصوص توجہ سے کام لے تو پھر ایسے سعادتمندوں کے مایہ علوم اور اعلیٰ استعداد کا انداز کون کر سکتا ہے۔

ہماری موجودہ بحث میں جس کو ہم بہت جلد تمام کرنا چاہتے ہیں جناب رسالتمآب کے روحانی تعلقات اور ان کے ساتھ محبت و الفت کے تمام حالات معلوم ہوئے سمجھ لینے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جیسے جیسے جناب امام حسین علیہ السلام کے سن میں ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے انکی قدر افزائی اور شفقت فرمائی میں جناب رسالتمآب نے اضافہ فرمایا۔ غرضکہ اسطرح جناب امام حسین علیہ السلام پانچ چھ برس تک آنحضرت کے سایۂ عاطفت اور دامن شفقت میں پرورش پاتے رہے جب تک یہ چھوٹے رہے آغوش رسالت کی زینت رہے اور جب بفضل خدا ان کے سن میں ترقی ہوئی تو پہلوئے نبوت میں بیٹھنے کی عزت پاتے رہے آیۂ مباہلہ کے نزول کے بعد تو دربار رسالت سے ان کی شفقت و عنایت میں ایسی افزائش فرمائی گئی کہ ہر روز ادائے نماز صبح سے قبل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ اپنے پدر بزرگوار کی آواز سن کر حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر اہل بیت سلامٌ علیکم یا رسول اللہ فرماتے ہوئے فوراً دروازہ پر حاضر ہو جاتے تھے اور جمال نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے جب آنحضرتؐ اپنے نونہالان چمن آرزو کو بخیر و عافیت دیکھ لیتے تھے تو مسجد میں فریضہ سحر کے اہتمام میں مشغول ہو جاتے تھے ہم اپنے اس بیان کی تصدیق میں سب سے پہلے صحیح ترمذی کی عبارت ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا عن انس ابن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشہر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ مہینے تک جب نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دروازہ سے گزرتے اور فرماتے الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ امام احمد ابن حنبل ابو حمرا کی اسناد سے لکھتے ہیں اُن کی عبارت یہ ہے عن ابی حمراء قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسعۃ اشہر فکان اذا اصبح اتی علی باب فاطمۃ وہو یقول یا اہل البیت یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ ابو حمرا سے منقول ہے کہ میں نو مہینے تک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا جب صبح ہوتی تو آنحضرت جناب فاطمہ زہرا کے دروازہ پر تشریف لاتے اور فرماتے کہ اے اہلبیت نبوت تم پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے پھر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

ان دونوں شہادتوں سے جناب رسالتمآب کی غایت شفقت و محبت کے علاوہ ان حضرات کی توقیر عظمت اور جلالت بھی کامل طور سے ثابت ہوتی ہے ہر شخص جو رسول اللہ سے دلی ارادت اور روحانی عقیدت رکھتا ہوگا آسانی سے سمجھ لیگا کہ بمصداق آیہ کریمہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی آنحضرت کا کوئی فعل بغیر حکم خدا کے نہ تھا تو اسی دلیل پر آپکا یہ روزانہ دستور بھی ضرور عبادت خدا کے برابر تھا جناب رسالت پناہ کا دستور بعد آیۂ مباہلہ کے شروع ہوا۔ اس سے قبل بھی آنحضرت کا ایک اور دوسرا قدیم دستور بھی کتب فریقین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جسکو ہم مدارج النبوۃ کے ترجمہ سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب آپ کہیں مدینہ سے سفر کرتے تو سب کے بعد جناب سیدہ کے گھر میں تشریف لاتے اور ان سے رخصت ہو لیتے تب سفر کے لئے تشریف لیجاتے اور اسیطرح جب سفر سے واپس ہوتے تو قطع نظر اس سے کہ مسجد میں تشریف لائیں یا اپنی ازواج میں سے کسی معظمہ کے گھر جائیں یا کسی صحابہ کے مکان کی عزت افزائی فرمائیں سب سے پہلے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس آتے اور جب اپنی مشتاق آنکھوں سے انکو اور انکے بچوں کو بخیر و عافیت دیکھ لیتے اور انکو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تب کہیں اور جاتے (مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ ذکر فضائل جناب سیدہ۔ نولکشور پریس لکھنؤ)

جناب رسول کریم کی محبت و الفت کی نسبت ہم متعدد واقعات اتنی مستند اور معتبر اسنادوں سے لکھ آئے ہیں جن سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ان میں ایسی اتحاد

اخلاص محبت اور الفت کے تعلقات قائم تھے جو مشہور ہونیکے علاوہ متواتر بین الجمہور ہیں تو اب اس امر مسلمہ اور اس مسئلہ طے شدہ کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں عملات میں آپ کا سن مبارک اس قابل نہیں ہوا تھا کہ کسی غزوہ وغیرہ کی تکلیف آپکو دیجاتی یا جنگی بہانکی ضرورت اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہوتی ہاں جس عدیم المثال جدال وقتال کی خدمت آپ کے خاص ایام امامت میں خدا و رسول خدا کی طرف سے آپکے سپرد کی گئی اس کے حالات انشاء اللہ تعالے ہم نہایت تفصیل کیساتھ بیان کرینگے۔ اور ہمارے ناظرین دیکھینگے کہ اس غزوہ یا معرکہ کینجات جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی احتیاط اور ایسی کوشش کیساتھ ہوا کی ہیں کہ ان کی مثال (مہاجرو انصار کا تو ذکر ہی کیا) انہ تو فرقہ انبیاء میں پائی جاتی ہے اور نہ گروہ اولیاء میں اور ابتدائے خلقت سے لیکر اسوقت تک خاصان خدا کے مبارک سلسلہ میں کوئی بھی اس امر عظیم کا متحمل و مکلف ہو سکا۔

بہر حال شفقت رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی پوری حالات تو ہم تمام کر چکے مگر حقیقت میں اتنی ہی واقعات کو تمام و کمال نہ سمجھنا چاہیئے بہت سی ایسی واقعات ہیں جنکا ہم ذکر نہیں لکھا مثلاً طعام بہشت کا نازل ہونا۔ آسو کا بحکم خدا مع بچونکے آنا رضوان بہشت کا پوشاک عید لانا جناب امام حسین کا پہلے پہل روزہ رکھنا اور اس تقریب میں نعمائے جنت کا نازل ہونا ساغر جنت کا متکلم ہونا اور اہلبیت طاہرین کو سر فرد واحد پر صلوات بھیجنا وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جنکو فریقین نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے مگر ہم نے اپنے سلسلہ بیان کی طوالت اور اپنی کتاب کی ضخامت کیخوف سے قلم انداز کر دیا ہے۔ اب ہم اس بحث کو تمام کرتے ہوئے آنحضرت کی ان آخری وصیتوں کو بھی درج کئے دیتے ہیں جو آپنے اپنی وفات سے کچھ دن پیشتر ان حضرات کی سفارش اور انکی ساتھ محبت و عقیدت رکھنے کی تاکید میں تمام اہل اسلام کو فرمائی تھیں ان میں سب سے پہلے ہم آپکا وہ خطبہ درج کرتے ہیں جو حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں ارشاد فرمایا۔ امام مسلم اور امام ترمذی اپنی اپنی صحیح میں اور امام حاکم مستدرک میں اور امام احمد حنبل مسند میں متفق اللفظ ہو کر تحریر کرتے ہیں عن زید ابن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما خطیبا بماء یدعی خما بین المکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب انی تارک فیکم الثقلین اولھم کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی۔

زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ ایکدن اس پانی کے کنارے جسے خم کہا جاتا ہے اور جو مکہ و مدینہ زادہ اللہ شرفہما کے درمیان واقع ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے پس خدا کی ثنا و صفت بیان کی اور وعظ و پند کرنے کے بعد بیان فرمایا۔ اے لوگو میں بھی آدمی ہوں گمان کیا جاتا ہے کہ میرے پاس خدا کا پیغام پہنچانیوالا آئیگا۔ اور میں اسکی اجابت کرنے والا ہوں یعنی مجھے پیام مرگ آئے اور میں اسے قبول کر لوں پس میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ انمیں اول تو خدا کی کتاب (قرآن) ہے جس میں ہدایت و نور ہے پس تم خدا کی کتاب کو لے لو۔ اور اس سے تمسک اختیار کرو۔ پس آنحضرت نے خدا کی کتاب کے اتباع پر لوگوں کو تحریص ترغیب دلائی پھر فرمایا اور میری اہلبیت میں تمہیں اپنے اہلبیت کے لئے خدا کو یاد دلاتا ہوں میں اپنے اہلبیت کے لئے تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں (دو بار کہا) امام ترمذی نے اسکو جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے اسناد سے لکھا ہے کہ غدیر خم سے پہلے بھی ایکبار عرفہ کے روز جبکہ آنحضرت کا قیام ہنوز مکہ ہی میں تھا ارشاد فرمایا تھا اس کی عبارت یہ ہے:۔

عن جابر ابن عبد اللہ الانصاری قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم العرفۃ وھو علی ناقۃ الغضباء یخطب فسمعتہ یقول ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ان اخذتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے عرفہ کے دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ناقہ غضباء پر سوار دیکھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور میں نے سنا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑنیوالا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت ہیں۔

علامہ بزار اور امام دولابی نے اس عبارت میں اس واقع کو لکھا ہے عن علی علیہ السلام ان رسول اللہ قال انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ عز وجل طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم وعترتی اھلبیتی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم اُن سے متمسک
رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے کہ اس کا ایک سرا تو خدا
کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری چیز میری
عترت اور میرے اہلبیت ہیں اور ہرگز یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہونگے حتیٰ کہ
میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ لیں۔ امام طبرانی نے معجم کبیر اور ابنِ عقدہ اور ابوالملوکی
المدائنی نے اسکو زید ابنِ ارقم - ابو لیلیٰ - اور حذیفہ ابنِ اسید کی اسناد سے
نہایت شرح وبسط کے ساتھ نقل فرمایا ہے - ان کی عبارت یہ ہے -
عن عامر ابن لیلی ابن حمزة وحذیفة ابن اسید وزید ابن
ارقم قالوا لما صدر رسول الله من حجة الوداع ولم یحج غیرها
حتی کان بالجحفة نهی اصحابه عن سمرات عن البطحاء متقاربات
لا تنزلوا تحتهن حتی اذا نزل القوم واخذوا منازلهم سواهن
وارسل الیهن فقم ما تحتهن من اشواک وعمد الیهن یصلی
تحتهن ثم قام فقال ایها الناس انی قد نبانی اللطیف الخبیر
انه لن یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیه من قبله وانی لاظن
ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون هل بلغت
فما انتم قائلون قالوا نقول قد بلغت وجاهدت ونصحت فجزاک
الله خیرا قال الستم تشهدون ان لا اله الا الله وان محمدا
رسول الله صلی الله علیه واله وسلم عبده ورسوله وان الجنة
حق وان النار حق والبعث بعد الموت حق قالوا بلی نشهد
قال ایها الناس الا تسمعون الا فان الله مولای وانا اولی بکم
من انفسکم الا ومن کنت مولاه فهذا مولاه واخذ بید علی
فرفعها حتی عرفه القوم اجمعون وقال اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه ثم قال ایها الناس انا فرطکم وانکم واردون
علی الحوض عرضه ما بین بصری وصنعاء فیه عدد نجوم
السماء قدحان الا وانی اسئلکم حین تردون علی
عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیهما حتی تلقونی
قالوا وما الثقلان یا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم
قال الثقل الاکبر کتاب الله طرفه بید الله وطرفه بایدیکم
فاستمسکوا به لا تضلوا ولا تبدلوا والثقل الاصغر عترتی
قال قد نبانی اللطیف الخبیر انهما لا یفترقا حتی یلقانی وسالت

۰ الله ربی لهم ذلک فاعطانی فلا تسبقوا هم فتهلکوا ولا
تعلموهم فهم اعلم منکم۔ زید ابن ارقم ناقل ہیں کہ جب جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے تشریف لائے اور اس حج کے بعد آپ نے
کوئی حج نہیں کیا اور جحفہ میں فروکش ہوئے اپنے صحابیوں کو کنکریلی زمین میں
خاردار درختوں کی جھنڈوں کے نیچے اترنے سے منع کیا جب لوگ اپنی
اپنی فرودگاہ پر فروکش ہوئے تو ان درختوں کو برابر کیا اور ان کے نیچے
کانٹوں پر جھاڑو دلوائی اور انکے نیچے نماز ادا کی - پھر فرمایا اے لوگو مجھے
میرے خدائے مہربان خبر دینے والے نے خبر دی ہے کہ کسی نبی نے عمر نہیں پائی مگر
اپنے گزشتہ نبی کی عمر سے آدھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤنگا پس
میں خدا کی دعوت کو قبول کرلونگا اور مجھ سے بھی سوال کیا جائیگا اور تم سے بھی کہ
آیا میں خدا کے پیغام تم تک پہنچا دیے پس تم کیا جواب دوگے؟ سب نے عرض کی ہم کہینگے
کہ آپ نے تبلیغ رسالت فرمائی اور اس میں کوشش کی اور پند ونصیحت فرمائی - اللہ
تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے - پھر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تم نہیں گواہی دیتے ہو کہ نہیں ہے
کوئی معبود سوائے خدا کے اور بیشک محمد اُسکا رسول ہے اور تحقیق کہ جنت و دوزخ حق
ہے اور موت کے بعد جی اٹھنا حق ہے - لوگوں نے عرض کی جی ہاں ہم گواہی دیتے
ہیں پھر آنحضرت نے فرمایا - تم لوگ کیا نہیں جانتے کہ پروردگار میرا مالک ہے
اور میں تمہاری جان و مال کا تم سے اختیار رکھنے والا ہوں پس جس کا میں
مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے حضرت نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر یہاں
تک بلند کیا کہ ساری قوم نے انکو پہچان لیا پھر آنحضرت نے فرمایا اے میرے
پروردگار تو دوست رکھ اس کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اسکو جو اسکو
دشمن رکھے اے لوگو تم سے پہلے جانے والا ہوں اور تحقیق تم حوض پر وارد
ہونے والے ہو جس کا عرض اتنا ہوگا جتنا کہ بصرے سے صنعا
تک کا فاصلہ ہے اور اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد
کے مطابق پیالے ہیں بیشک کہ جب تم میرے پاس آؤگے تو
میں تم سے دو بزرگ چیزوں کی نسبت پوچھنے والا ہوں پس دیکھو کہ
تم اُن سے میرے بعد کیا کرتے ہو یہاں تک کہ تم مجھ سے ملو لوگوں نے
عرض کی کہ وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں کیا؟ آنحضرت نے فرمایا سب سے
بڑی گرانقدر خدا کی کتاب ہے - اسکا ایک سرا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا
تمہارے ہاتھ میں پس تم اس سے تمسک اختیار کرتے تو گمراہ نہ ہوگے
اور اُسکو بدل نہ ڈالنا اور وہ دوسری چھوٹی گرانقدر منزلت میری
عترت ہے پس میرے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں

ایک دوسرے سے آپس میں ہرگز جدا نہ ہونگی جب تک کہ مجھ سے ملیں اور یہ بات
میں نے خدا سے طلب کی ہے پس اس نے مجھے عطا فرمائی ہے پس تم میری عترت پر
سبقت نہ کرو کہ تم ہلاک ہوگے۔ اور انکو مت سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے
والے ہیں اتنی طویل اور بسیط شہادت درج کرنے کے بعد ہمکو اس حدیث کو مشہور
متواتر اور متفق علیہ بنانے کیلئے دوسری تصدیق پہنچانے کی مطلق ضرورت
باقی نہیں مگر چونکہ جناب امیر المومنین نے قریب قریب اپنے زمانہ خلافت کے
باقیماندہ صحابہ سے اس حدیث کے سننے صحت تمام اہل اسلام کو سنوا دی
ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ہم اس اعلان اور استشہاد کے تفصیلی حالات بھی اس
ضمن میں درج کردیں۔ علامہ ابن عقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابو الطفیل رضی الله عنه ان علیاً قام فحمد الله واثنی
علیه ثم قال انشد الله من شهد یوم غدیر خم الا قام ولم یقم رجل
یقول انبئنی او بلغنی الا رجل سمعت اذناه ووعاه قلبه فقام سبع
عشرة رجلا منهم خزیمة بن ثابت وسهل بن سعد وعدی ابن
حاتم وعقبة ابن عامر وابو ایوب الانصاری وابو لیلی وابو
الهیثم وابو سعید الخدری وشریح الخزاعی وابو قدامة الانصار
ورجال من قریش فقال علی هاتوا ما سمعتم فقالوا نشهد انا اقبلنا
مع رسول الله ص من حجة الوداع حتی اذا کان الظهر خرج رسول الله
فامر بشجرات فسوینا فالقینا علیهن ثیابه ثم نادی الصلوة فخرجنا
فصلینا ثم قام فحمد الله واثنی علیه وقال ایها الناس ما انتم قائلون
قالوا قد بلغت قال اللهم اشهد ثلاث مرات فقال انی اوشک
ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان
دمائکم واموالکم حرام کحرمة یومکم هذا وحرمة شهرکم هذا
اوصیکم بالنساء واوصیکم بالممالیک واوصیکم بالعدل والاحسان ثم
قال ایها الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهلبیتی
فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض نبأنی بذلک اللطیف الخبیر
ثم اخذ بید علی علیه السلام فقال من کنت مولاه فعلی مولاه
فقال صدقتم وانا علی ذالک من الشاهدین۔

ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام
نے کھڑے ہوکر خطبہ بیان فرمایا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ میں اس شخص
کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو غدیر خم کے روز موجود تھا وہ کھڑا ہوجائے اور وہ
شخص نہ کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا یوں کہے کہ یہ بات مجھ تک پہنچی ہے مگر
وہ شخص جس نے خود اپنے کانوں سے سنا ہو اور اس کے دل نے یاد بھی رکھا ہو
پس سترہ آدمی کھڑے ہوئے۔ انہیں خزیمہ ابن ثابت سہل بن سعد عدی ابن
حاتم الطائی عقبہ بن عامر۔ ابوایوب انصاری۔ ابو لیلی۔ ابو الہیثم۔ ابوسعید
خدری۔ شریح الخزاعی۔ اور ابو القدامۃ الانصاری اور قریش میں سے چند
آدمی اور بھی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بیان کرو تم لوگوں نے کیا
دیکھا؟ ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ہمراہ جب حج آخری سے لوٹے تو ظہر کا وقت ہوگیا تھا۔ تو آنحضرت اپنے خیمہ سے باہر
تشریف لائے اور درختوں کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا اور ان پر ہم نے کپڑا ڈال
دیا پھر نماز کیلئے لوگوں کو پکارا ہم اپنے خیموں سے باہر نکلے اور نماز ادا کی۔ پھر
آنحضرت کھڑے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے لوگو
تم ہماری نسبت کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے عرض کی آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے
تین دفعہ فرمایا۔ اے میرے خدا گواہ رہیو۔ پھر فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا
جاؤنگا اور میں خدا کی دعوت کو قبول کروں گا میں بھی پوچھا جاؤں گا اور
تم بھی پوچھے جانیوالے ہو۔ تمہارا خون اور تمہارا مال حرام ہوگیا ہے مثل تمہارے
حج کے دن کی حرمت کے مثل تمہارے اس مہینہ کی حرمت کے۔ میں تم کو عورتوں کے بارے
میں اور لونڈی غلاموں کے بارے میں عدل و احسان کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میں تم میں دو گرانقدر چیزیں
چھوڑنیوالا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت و اہلبیت پس وہ دونوں
جبتک حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی مجھکو میرے خدائے
مہربان خبر دینے والے نے یہ خبر دی ہے۔ پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جسکا
میں مولا ہوں۔ اس کا علی مولا ہے۔ جناب علی علیہ السلام فرمانے لگے تم لوگوں نے
سچ کہا ہے اور میں بھی اس پر گواہ ہوں۔

اتنی مستند اور متعدد روایتیں لکھکر ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ ہمارا
حدیث ثقلین کے طرق اتنے کثیر ہیں جنکو ہم اگر اس مقام پر جمع کرنیکی کوشش
کریں تو ہمکو اپنے تاریخی مضامین سے دست بردار ہوکر مناقب یا علم الحدیث کے متعلق ایک
خاص بحث کی تدوین کرنی ہوگی جو ہمارے مدعائے تالیف سے بالکل جداگانہ ہے اسلئے
ہم نے صرف اپنی ضرورت کے مطابق اتنی حدیثیں لکھدی ہیں اور اپنے موجودہ سلسلہ بیان
کو کامل کردیا ہے ان واقعات سے صرف ہمکو اتنا ثابت کرنا منظور تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہلبیت علیہم السلام کے حفظ مراتب اور حقوق کا کتنا کچھ خیال تھا اس
واقعہ پر اپنی وفات کا یقین فرمالیا جہاں اپنی امت کو تمام محاسن کی ہدایت فرمائی
وہاں ان حضرات کیساتھ تمسک کرنے اور ان سے عقیدت۔ اخلاص اور ارادت قائم رکھنے کی

بھی سخت تاکید فرمائی اور ان کے فضائل مخصوصہ کے اعتبار سے انکو قرآن مجید کا شریک اور ردیف بنایا اور وہ بھی ایسے کامل و لغایت ایسے غالب شریک جو باہم اہل و رشائل ہیں کہ وہ نیا سے عقبے تک ایک دوسرے کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اب وہ خدا کا سچا اور برحق رسول اپنی امت کو اپنے مقدس اہلبیت کی قدر و منزلت کی نسبت اس سے بڑھکر اور کیا ہدایت کرتا اور ان کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے اور الفت محبت برقرار رکھنے کی ہدایت اس سے زیادہ ہو بھی کیا سکتی تھی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سترہ صحابیوں کی چشم دید گواہی سے لکھا گیا جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کے مشتہر کرنے اور اہل اسلام کو اسکے یاد دلانے کی کوششوں میں کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیا ہے چنانچہ ابتدائی واقعہ میں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حاضرین صحابہ پر سخت تاکید کر دی تھی کہ اس واقعہ کی شہادت کے لئے مجمع میں وہی شخص کھڑا ہو جو یہ کہہ سکے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ بیان کرے کہ میں نے اس واقعہ کو فلاں سے سنا ہے۔ ایسی سخت تاکید پر بھی چالیس چھتیس برس گزر جانے کے بعد بھی سترہ جلیل القدر صحابی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے متفق اللفظ ہو کر ابتدا سے انتہا تک واقعہ خم غدیر اور حدیث من کنت مولاہ و انی تارک فیکم الثقلین کی پوری کیفیت عرض کر دی جس کو سنکر جناب امیر نے ان الفاظ میں ان کی تصدیق فرمائی و انا علی ذالک من الشاھدین۔ حجۃ الوداع کے موقع تک تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ خیال وہ لحاظ جو آپ کو اپنے اہلبیت طاہرین کے متعلق تھا ظاہر ہو چکا۔ یہ خیال ہو سکتا ہے حجۃ الوداع میں جہاں آپ نے تبلیغ رسالت کی تمام کام ختم کر دیا وہاں آپکے یہ خیال بھی تمام ہو گئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ جہاں تک ہم نے آپکی ان خیالات کی نسبت تلاش کی ہے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے انتقال کے زمانے کے عین وقت تک آپ کے یہ خیال برابر قائم تھے اور وہ آخر کلمہ جس کے بعد پھر کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا وہ انہی خیالات پر مبنی تھا ہم اپنے اس سلسلۂ بیان میں یہ دکھلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع و غدیر خم کے واقعات کے بعد بھی مدینہ کے قیام میں کئی بار اس امر کی تاکید فرمائی اور تمام اہل اسلام کو علی الاعلان یاد دلایا ہے اور پھر ویسی ہی تاکید کیا تھا محبت اہل بیت علیہم السلام اور ان کی متابعت اور اطاعت کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ علمائے

فریقین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حجۃ الوداع سے لوٹ کر بہتر روز آنحضرت اور زندہ رہے۔ اس قلیل عرصے کے زمانہ میں بھی آپ نے اپنی وصایا کا پھر اعادہ فرمایا اور تمام اہل اسلام کو پھر اس کی نسبت ویسی ہی تاکید فرمائی چنانچہ امام الحرمین سید ابوالحسین یحییٰ ابن الحسن اپنی معتبر و مستند کتاب اخبار المدینہ میں لکھتے ہیں۔

عن محمد ابن عبد الرحمان بن خلاد و کان من رھط جابر بن عبد اللہ حیث اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ (و آلہ) وسلم بید علی (علیہ السلام) والفضل بن عباس فی مرض وفاتہ قال فخرج یعتمد علیھما حتی جلس علی المنبر و علیہ عصابۃ فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال اما بعد ایھا الناس فما ذا تستنکرون من موت نبیکم الم ینع الیکم نفسہ و نعی الیہ انفسکم ام ھل خلد احد من بعث قبلی او بعثوا لھم فاخلد فیکم فانی لاحق بربی و قد ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بین ایدیکم تقرؤنہ صباحاً و مساءً فیہ ما تلقون و ما تدعون فلا تنافسوا و لا تحاسدوا و لا تباغضوا و کونوا اخوانا کما امرکم اللہ الا ثم اوصیکم بعترتی اھلبیتی

محمد ابن عبد الرحمن ابن خلاد جو جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے قبیلہ کے تھے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ (و آلہ) وسلم جناب امیر (علیہ السلام) اور فضل ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مرض موت کے زمانہ میں اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور آپ ان دونوں صاحبوں پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اس وقت حضور کے فرق مبارک پر دستار بندھی ہوئی تھی پس خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رسول کے مرنے کو کیوں برا جانتے ہو؟ کیا تم میں سے بہت مر نہیں چکے آیا مجھ سے پہلے جو لوگ رسالت کیساتھ مبعوث ہوئے ہیں یا وہ جن کے پاس بھیجے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہمیشہ باقی رہا ہے کہ میں تم لوگوں میں ہمیشہ رہوں پس میں اپنے رب کے حضور میں جانے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کیساتھ تمسک کیا تو تم میرے میرے بعد گمراہ نہ ہوگے ان میں سے ایک تو خدا کی کتاب ہے جس کو تم صبح و شام پڑھا کرتے ہو اور اسی میں وہ امور ہیں جو تمہیں پیش آئیں گے اور جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے پس تم آپس میں نہ تو لڑنا

اور نہ باہم حسد کرنا اور نہ دشمنی کرنا اور نہ اپنے بھائیوں سے خیانت کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اس کے بعد میں تم لوگوں کو اپنی عترت اور اہلبیت کی نسبت بھی وصیت کرتا ہوں۔

یہ تو اس وقت کی حالت تھی جس وقت مرض کی شدت میں بھی آنحضرتؐ میں اتنی قوت تھی کہ اگر اپنے سہارے نہیں تو دوسروں ہی کے سہارے مسجد تک تشریف لا سکتے تھے۔ اب ہم علالت کے اس شدید زمانہ میں بھی جب آپ پر ایسا ضعف اور اضمحلال طاری ہو گیا تھا کہ بستر علالت سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ان خیالات کو ویسا ہی پاتے ہیں چنانچہ امام ابن عقدہ کتاب موالات میں آپ کی رحلت سے قریب زمانہ کا یہ واقعہ لکھتے ہیں

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی مرضه الذی قبض فیه وقد امتلأت الحجرة من اصحابه ایها الناس یوشك ان اقبض قبضا سریعا فینطلق وقد قدمت الیكم القول معذرة الیكم انی مخلف فیكم الثقلین كتاب ربی عز وجل وعترتی اهلبیتی ثم اخذ بید علی (علیه السلام) فقال هذا مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسألهما ما خلفتم فیهما جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کہ جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت ارشاد کیا کہ تمام حجرہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا کہ اے لوگو! میں بہت جلد انتقال کرنے والا ہوں اور میں نے اپنی نصیحت کیساتھ تم کو یہ بات سنا دی ہے کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک رب بزرگ و برتر کی کتاب اور اپنے عترت و اہلبیت علیہم السلام پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے یہ دونوں چیزیں تاوقتیکہ حوض کوثر پر نہ پہنچ لیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگی اور اس وقت میں ان دونوں سے دریافت کرونگا کہ تم نے ان دونوں کے حق میں کیسا برتاؤ کیا۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں مرض رسول کے چند واقعات لکھتے ہیں۔ یہ تو ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جب آپکی صحت کے زمانہ میں کوئی صحبت خلوت اور جلوت ان حضرات کی شرکت سے خالی نہیں رہی اور آپکی مقدس حیات کا کوئی وقت ایسا نہیں پایا جاتا جس میں ان حضرات کی یاد نہ فرمائی گئی ہو تو پھر اپنے پیارے پارہائے جگر کے دیدار فرحت آثار سے ایسے شفیق اور مہربان نانا کا آخیر وقت کیسے خالی رہ سکتا ہے ابتدائے مرض سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے بچوں سمیت اپنے پدر عالی مقدار کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں اور وہ اپنے پیارے نواسوں کا دل سے چاہنے والا نانا جب شدت مرض سے ذرا بھی فرصت پاتا اور موجودہ شدائد و مصائب سے آئندہ کے لیے بھی آنکھیں کھولتا تو فوراً اپنے پیارے بچوں کو سینہ سے لگا لیتا اور اپنے سے انکو روتا ہوا دیکھ کر ایسا بے چین ہو جاتا کہ خود بھی رونے لگتا اور جناب سیدہ سے ان کے چپ کرنے اور تسکین و تشفی دلانے کے لیے تاکید فرماتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشفاق و عنایات کے ایسے ہی ایک نہیں متعدد واقعات ملتے ہیں۔ معصوم نواسے آپکو شدت مرض کی وجہ سے بے ہوش پا کر پہلے اُنسے کلام کرنے کی کوشش کرتے جب وہ مجبور ہو جاتیں یا جناب سیدہ اپنے پدر بزرگوار کے آرام میں خلل ہونے کی وجہ سے ان کو آپکے سرہانے پکارنے اور جگانے سے روکتیں تو یہ نادان بچے اپنی مادر گرامی قدر کا حیرت سے منہ دیکھنے لگتے اور بکمال حسرت پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہمارے جد بزرگوار ہمارے پکارنے پر بھی نہیں بولتے معصوم بچوں کی اس پوچھنے پر غریب ماں کا کلیجہ پھٹنے لگتا اور وہ معصومہ اپنے اضطراب کی حالت میں نہ جانتی کہ اپنے ان معصوم بچوں کے ایسے جگر خراش سوال کا کیا جواب دیں اور یہ بچے اپنی ماں کو روتا ہوا دیکھکر خود بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے۔ ان کے رونے سے اکثر آپکی آنکھ کھل جاتی اور بے اختیار ہو کر دونوں نواسوں کو چھاتی سے لگا لیتے اور ان کو چپ کرا دیتے جن لوگوں نے مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ۔ تحریر الشہادتین۔ روضۃ الشہداء وغیرہ وغیرہ کتب معتبرہ میں وفات رسول کے واقعات پڑھے ہیں وہ میرے بیان کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں علامہ ابوسعید کتاب شرف النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں

عن علی ابن هلال عن ابیه قال دخلت علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی مرضه فبکت فاطمة علیها السلام فقال ما یبکیك یا ابنتی فقالت اخشی الضیعة من بعدك فقال یا حبیبتی ان الله اطلع علی الارض اطلاعا فاختار منهم اباك فبعثه برسالته ثم اطلع اطلاعا فاختار منهم بعلك واوحی الی ان انكحك ایاه یا فاطمة نحن اهلبیت قد اعطانا الله تبارك وتعالی سبع خصال لم یعطها احدا قبلنا ولا یعطیها احدا بعدنا انا خاتم النبیین واكرمهم علی الله عز وجل ابوك ووصیی خیر الاوصیاء واحبهم الی الله عز وجل بعلك وشهیدنا خیر الشهداء واحبهم الی الله حمزة عم ابیك وعم بعلك ومنا سبطا هذه الامة وهما الحسن والحسین علیهما السلام سیدا شباب اهل الجنة۔ علی ابن ہلال اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپکی حالت مرض میں حاضر ہوا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا روتی تھیں آنحضرت نے انکے رونے کی آواز سُن کر فرمایا کہ اے میری پارۂ جگر تم کس لیے رو رہی ہو جناب سیدہ نے جواب دیا کہ مجھے آپکے بعد ضایع ہو جانیکا اندیشہ ہے یہ سُنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اے میری پیاری! خدائے تبارک و تعالیٰ نے تمام آسمان و زمین کی چیزوں پر نظر ڈالی اور تیرے باپ کو لوگوں میں سے نبوت اور رسالت کیواسطے منتخب فرما لیا پھر ایک نظر ڈالی اور انمیں سے تیرے شوہر کو منتخب فرما لیا ہے اور مجھ پر وحی بھیجی کہ میں تیرا نکاح اس کیساتھ کر دوں اے فاطمہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے ہم اہلبیت کو سات بزرگیاں ایسی عنایت فرمائی ہیں جو کسی دوسرے کو ہم سے قبل عنایت فرمائی گئیں نہ آیندہ کسی کو عنایت کیجائینگی۔ از انجملہ یہ کہ خاتم النبیین اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بزرگ تیرا باپ ہے اور وصی خیر الاوصیا اور سب لوگوں سے زیادہ خدا کا پیارا تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے جس کا نام حمزہ ہے جو تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے خدا اسکو دوست رکھتا ہے۔ اور ہم ہی لوگوں میں سے اس امت کے سبط ہیں وہ حسن اور حسین علیہما السلام ہیں جو جوانانِ اہل بہشت کے سردار ہیں۔

بہر حال مرتے دم تک آنحضرت کی محبت و الفت اور اخلاق و اشفاق کا یہ حال تھا جیسا کہ متعدد واقعات سے ثابت کیا گیا ہم کو ان مضامین کیمتعلق معتبر احادیث سے یہ ثابت ہوا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ بھی آئے ہیں کہ آپکی زبان مبارک سے جو آخر کلمہ نکلا جس کے بعد پھر کوئی بات زبان مبارک سے نہ نکلی وہ اہلبیت ہی کی سفارش تھی جیسا کہ صاحب عمدۃ المطالب ابن عمر کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں عن ابن عمر قال اخر ما تکلم به رسول الله صلی الله علیه واله وسلم قال اخلفونی فی اهلبیتی۔ ابن عمر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا کہ تم میری اہلبیت سے حسن سلوک سے پیش آنا

بہر حال جناب رسالتمآب کی حیات کیمتعلق ہم امام حسین علیہ السلام کی تمام واقعات لکھنے سے قبل اسکی کہ ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو آگے بڑھائیں ہمکو ضرور ہے کہ ہم لفظ اہلبیت۔ آل عبا۔ آل محمد آل رسول۔ ذوی القربیٰ۔ عترت اور ذریت کی نسبت پوری تحقیق کریں۔ اور ان قریب المعنی الفاظ سے جو حضرات مخصوص ہوں انکو ظاہر کر دیں اور علمائے کرام کے معتبر اور مستند اقوال سے ثابت کر دیں کہ سوائے ان حضرات کے اور لوگ مراد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے سب سے پہلے لفظ آل محمد اور اہلبیت کی نسبت پوری تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں کیونکہ کتب احادیث و تفاسیر میں اور الفاظ کی بہ نسبت یہی دو لفظ زیادہ استعمال

کیے گئے ہیں۔

الفاظِ آلِ محمدؐ اور اہلبیتؑ کی تحقیق

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے کہ الفاظ آلِ محمدؐ اور اہلبیت جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہؑ اور حضرات حسنین علیہم السلام کے لیے مخصوص ہیں اور ان ذوات مقدسہ یا ان کی آیندہ ذریات معصومین کے علاوہ اور کسی غیر پر ان الفاظ کا اطلاق قطعاً ناجائز ہے علمائے اہلسنت کا بھی قریب قریب یہی مسلک ہے مگر اُن میں بعض کو شبہ ہوا ہے۔ اور انہوں نے ذاتی قیاس کی اعتبار پر اس میں جا بجا تاویلیں کی ہیں اور ان چار بزرگواروں کے سوا غیر لوگوں کو بھی ان کیساتھ شامل کیا ہے۔ اس امر میں ان کے اقوال مختلف ہیں جن کو ہم بالتفصیل لکھتے ہیں (۱) آلِ محمد سے محض بنی فاطمہ مراد ہیں (۲) آلِ محمد میں بنی فاطمہ کے علاوہ بنی عباسؓ بھی داخل ہیں (۳) آلِ محمد میں بنی فاطمہ بنی فاطمہ بنی عبد المطلب جن پر زکواۃ حرام ہے سب شامل ہیں (۴) آلِ محمد سے سایر امتِ اسلامیہ مراد ہے۔

امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات میں ان تمام اقوال کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بلفظہ ذیل میں مندرج ہوتا ہے۔

ویستعمل فی من یختص بالانسان اختصاصاً ذاتیاً او بقرابة قریبة او بموالات قال آل ابرهیم وآل عمران وقال ادخلوا آل فرعون اشد العذاب وقیل آل النبی اقاربه وقیل المختص به من حیث العلم وذلك اهل الدین ضربان مختص بالعلم الیقین والعمل المحکم فیقال لهم آل النبی وامته وضرب یختصون بالعلم علی سبیل التقلید ویقال لهم امة محمدؐ ولا یقال لهم آل محمدؐ وكل آل النبی امته یعنی اس لفظ آل کا استعمال اُنکے لیے کیا جاتا ہے جو انسان کیساتھ خصوصیت یا قرابت قریبہ رکھتا ہو یا دوستی کیوجہ سے اُسکا نزدیک ہو اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم اور آل عمران کا لفظ قرآن شریف میں شامل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آلِ فرعون کو سخت سے سخت عذاب میں داخل کر دو۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں اور اُن میں سے بھی وہ جو علم کی حیثیت سے آنحضرت کیساتھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور اس سبب سے اہل دین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علم الیقین اور عمل مستحکم کیساتھ مخصوص ہیں بس یہ لوگ آلِ نبی بھی

ہیں اور ان کی امت بھی۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بطریق تقلید علم آنحضرت کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں وہ امت کہلاتے ہیں اور ان پر لفظ آل کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے آنحضرت کی کل آل آپکی امت ہے اور کل آل آپکی آل نہیں ہے۔

امام راغب نے اگرچہ ہمارے مدعا کے مطابق فیصلہ کیا لیکن آلِ محمد اور آل فرعون کے ایک معنی لینے والوں کے اطمینان کے لئے کوئی تصفیہ نہیں فرمایا ایسی حالت میں ضرور ہے کہ ہم اس بحث کی تصفیہ میں اپنی تلاش اور تحقیق سے کام لیں چنانچہ سب سے پہلے لفظِ آل کے لغوی معنی کے متعلق امام ابو عبیدؒ کا یہ قول درج کرتے ہیں جسکو ہم کتاب عمدۃ المطالب سے نقل کرتے ہیں۔

سمعت اعرابیاً یقول اھل مکۃ آل اللہ فقلنا ما تعنی بذلک فقال الیسوا مسلمین ومسلمون آل اللہ وانما یقال آل فلان للرئیس وتبعہ وفیہ شبیہ مکۃ لانھا ام القری ومثل فرعون فی الضلال واتباع قومہ فقلنا اھل یقال لقبیلۃ الرجال قال لا الا اھلیتہ خاصۃ

میں نے ایک مرد عرب کو سنا جو کہہ رہا تھا کہ اہل مکہ خدا کی آل ہیں پس میں نے پوچھا کہ اس سے تیری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگا کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں اور مسلمان خدا کی آل ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آل فلاں تو اس سے اسکے متبعین مراد ہوتی ہیں۔ مکہ بھی اسی کا شبیہ ہے کیونکہ وہ اُم القریٰ ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ فرعون کی متبعین کو گمراہی میں اس کی آل کہا جاتا ہے میں نے کہا کیا کسی آدمی کے قبیلہ والوں کو اس کی آل کہا جا سکتا ہے وہ بولا نہیں بلکہ اسکے گھر والوں کو خاصکر اس کی آل کہا جاتا ہے اس سے زیادہ تصریح اور توضیح کیلئے ہم امام بغوی کی عبارت صحیح بخاری کی سند سے ذیل میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی لقینی کعب بن عجرۃ قال الا اھدی لک ھدیۃ سمعتھا من رسول اللہ فقلت بلی ھدھا لی فقال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیف الصلوٰۃ علیکم اھل البیت قال قولوا اللھم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم بارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید (اخرجہ البخاری)

عبد الرحمن ابن لیلیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کعب ابن عجرہ ملے اور کہنے لگے میں تجھے ایک تحفہ دوں جو میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے ضرور دیں کعب کہنے لگے کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا کہ ہم لوگ آپکے اہلبیت پر درود کیسے بھیجیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھا کرو کہ اے پروردگار اپنی رحمت بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر اور برکت دے محمدؐ و آل محمدؐ کو جس طرح برکت دی تو نے ابراہیم اور آل براہیم کو اور تو ہے ستودہ صفات بزرگ اس حدیث کی شرح میں امام محمد کمال الدین محمد ابن طلحہ الشافعی اپنی کتاب مطالب السئول میں تحریر فرماتے ہیں فالنبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فسر احدھما بالآخر والمفسر والمفسر بہ سواءٌ فی المعنی فیکون الہ اھل بیتہ واھلبیتہ الہ فیتحدان فی المعنی وینکشف حقیقۃ ذلک ان اصل آل اھل۔

یعنی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کی دوسرے سے تفسیر بیان فرما دی ہے اور مفسر اور مفسر بہ معنی میں برابر ہیں پس آنحضرت کی آل اہلبیت ہیں اور آنحضرت کے اہلبیت آل ہیں پس یہ دونوں لفظ متحد المعنی ہیں اور ان کی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل اصل میں اہل ہے۔

اس تحریر سے تو ثابت ہو گیا کہ آل سے مراد اہلبیت ہیں۔ اب باقی رہا اس امر کا تصفیہ کہ اہلبیت کون بزرگوار ہیں۔ ہم انکی مخصوص تعین میں امام بیہقی کی تحریر نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے عن شہر ابن حوشب عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت ان رسول اللہ قال لفاطمۃ ائتنی بزوجک وابنیک فجاءت بھم فالقی علیھم رسول اللہ ثم قال اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علیھم کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید۔ شہر ابن حوشب جناب اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ناقل ہیں کہ آنحضرت نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ جب وہ حضرت انکو لے آئیں تو آنحضرت نے ان سب پر اپنی چادر ڈالدی اور فرمایا اے پروردگار یہی آلِ محمد ہیں پس ان پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی

اب تو ہر شخص اس حدیث کو دیکھکر نام بنام سمجھ گیا کہ لفظ آلِ محمد سے کون کون حضرات مخصوص ہیں اور سوائے ان بزرگواروں کے جنکو مخبر صادق نے اپنی ردائے مبارک میں لیلیا اور کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔ نہایت تعجب ہے ایسی معتبر اور متواتر شہادتوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا اور صرف اپنے غلط قیاس کی بنا پر کلام الٰہی میں کھوٹ اور غیر مناسب تاویلیں کیجاتی ہیں اور کچھ اتنے ہی پر بس نہیں کیجاتی۔ عام اہل اسلام کو بھی اس غلط فہمی اور سوء اعتقادی کی علی العموم دعوت دی جاتی ہے جیسا کہ ہم بہت جلد اپنے ایک معصر کی تحریر ذیل میں قلمبند کریں گے چونکہ ہمکو ان عام شورشوں اور ابلہ فریبیوں کا رد ضروری ہے اسلئے ہم اس مضمون کے سلسلہ میں تحقیق بین اور سوت دینا

سے کام لیں گے۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ آلِ محمدؐ سے جناب علی مرتضےٰ، جناب سیدہ اور جناب حسنینؑ مراد ہیں۔ مگر اہلسنت میں بعض حضرات کو کبھی کبھی شبہ ہو ہی جاتا ہے بعض حضرات تو تحریم صدقہ کی بنا پر ان حضرات معصومین کیساتھ آلِ عباس و آلِ جعفر وغیرہم کو آلِ محمدؐ میں شامل کرتے ہیں اور بعض حضرات سائرہ امت کو لفظِ آل میں داخل سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے اطمینان کیلئے اول تو وہی علت کافی ہے جو ابھی ابھی ہم امام بیہقی کی اسناد سے اوپر لکھ کر ہیں اگر اس سے اُن کی تشفی نہ ہو سکے تو ہم ان کی خدمت میں کتاب مطالب السئول کی عبارت بھی پیش کرتے ہیں جس سے ان کی کافی تسکین ہو جائیگی۔

فالمعانی کلہا مجتمعۃ فیہم اہلبیتہ وتحریم علیہم الصدقۃ وہم دائنون بدینہ والمتبعون منہاجہ وسبیلہ فاطلاق اسم الآل علیہم حقیقۃ وعلی غیرہم مجازاً بالاتفاق

یعنی آل کے تمام معانی ان میں (علی۔ فاطمہ حسن و حسین میں) مجتمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں اور انہی پر صدقہ حرام ہے اور حضور کے دین کے یہی پورے پورے پیرو ہیں اور یہی آنحضرتؐ کے طریقہ پر ٹھیک ٹھیک چلنے والے ہیں۔ پس آل کے لفظ کا اطلاق انہی پر حقیقتاً ہو سکتا ہے اور ان کے غیر پر مجازاً بولا جا سکتا ہے۔ اور اسی قول پر علما کا اتفاق ہے۔

اس تحریر سے تو وہ شبہ سابھی بھی جاتا رہا جو تحریم صدقہ کی بنا پر آلِ عباس وغیرہ کو آلِ محمدؐ میں خواہمخواہ ملائے دیتا تھا۔ امام محمد ابن طلحۃ الشافعی نے کھل کھل کر صاف لفظوں میں لکھدیا کہ تمام محاسن اور فضائل کی اعتبار سے صرف یہی چار بزرگوار آلِ محمدؐ مراد لیے جائیں گے اور ان مراتب عالی حقیقت میں یہی فائز سمجھے جائیں گے۔ اور ان کے سوائے کوئی دوسرا نہیں اور اگر کسی دوسرے کو کہیں گے بھی تو صرف مجازاً جو عقل اور تمیز والے کے آگے کبھی قابلِ توجہ اور لائق اعتبار نہیں ہو سکتا۔ منصور دوانقی نے بھی ایک بار اپنی سلطنت کے عروج اور اقتدار پر نازاں ہو کر اپنے اہلبیت ہونیکا دعویٰ کیا تھا مگر اُسکے ہمعصر رئیس اہلبیت نے اس کو ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر اس کو سوائے خموشی کے کچھ نہ بن پڑا محاضرات راغب اصفہانی میں لکھا ہے قال المنصور لجعفر ابن باقر علیہما السلام نحن وانتم فی رسول اللہ سواء فما فضلکم علینا قال لو خطب الیکم وتزوج منکم بجاز لہ ولا یجوز لہ ان یتزوج منا منصور دوانقی

نے جناب امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر علیہما السلام سے کہا کہ ہم اور تم جناب رسول خدا سے قرابت میں برابر ہیں پس تمہیں ہم پر فضیلت ہی کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر جناب رسول خدا تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے اور تمہارے ہاں نکاح کر لیتے تو جائز ہوتا۔ بخلاف تمہارے ہم سے آنحضرتؐ ایسی خواستگاری فرما نہیں سکتے۔

منصور دوانقی کے علاوہ خلفائے عباسیہ کے سلسلہ میں اکثروں پر اپنی ثروت و اقتدار کے اعتبار سے ایسے ہی توہمات کا جن وقتاً فوقتاً سوار ہوتا رہا ہے چنانچہ ہارون الرشید نے بھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایسی ہی سوالات کئے تھے جن کو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔ مامون الرشید کو بھی ایک بار ایسا ہی خیال پیدا ہوا تھا اور اس نے ایک علوی سید سے پوچھا تھا کہ تم کو ہم پر عرب ہوتے کی حیثیت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے لئے کیا فضیلت ہے اُس سید نے جواب دیا کہ ہماری عورتوں کو آنحضرت سے پردہ کرنیکی کوئی ضرورت نہیں اور تمہاری عورتوں کو پردہ کی ضرورت ہے۔

اس زمانہ پر منحصر نہیں۔ اگر تحقیق کامل سے کام لیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ ہر زمانہ میں ان خیالات باطلہ نے انسانوں کے قلوب میں طرح طرح کی صورت میں پرابر خطور کیا ہے مگر الحمدللہ اسی زمانہ میں ان کے بیجا توہمات کی پوری اصلاح اور کامل رد بھی کر دی گئی ہے ہماری موجودہ سلسلہ میں یہانتک تو خاصکر ان لوگوں کی شبہات کا جواب تھا جو آلِ محمد کے مقدس طبقہ میں آلِ عباس وغیرہم کو شامل کئے دیتے ہیں اور اب ہم ان حضرات سے مخاطب ہوتے ہیں جو صرف آلِ عباس ہی کی شرکت پر اکتفا نہیں کرتے اور جو کچھ ایسی قیامت کی ترقی فرماتے ہیں کہ سائر امتِ اسلامیہ کو بھی انکا شریک بتلاتے ہیں اللّٰہم احفظنا من ذلک العقائد الفاسدہ چنانچہ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر اخبار "النجم" اپنے ایک سرحدی بزرگ کے استفسار کے جواب میں آلِ محمدؐ کی تحقیق فرماتے ہوئے امت اسلام کی شرکت پر پورا فتویٰ دیتے ہیں (اخبار "النجم" مطبوعہ لکھنؤ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷) اگرچہ آپ کے ساکت کرنیکیلئے بھی ہمارے وہی جواب کافی ہیں جو ہم مختلف طریقوں پر علمائے معتبرین کے اقوال سے اوپر لکھ آئے ہیں مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ان حضرات کو اگر اہلبیت علیہم السلام کی عظمت و جلالت اور قدر و منزلت کی کچھ بھی معرفت حاصل ہوتی تو بغیر کسی کے سمجھائے خود سمجھ لیتے کہ باوجود اتنی قرابت قریبہ کے جب آلِ عباس وغیرہم کو علمائے معتبرین نے گروہِ آلِ محمدؐ شامل نہیں کیا اور نہ ان توہمات کا کا انکار اس فضیلت کو مخصوص چار ہی بزرگوں تک محدود رکھا تھا

ان کے مقابلہ میں بیچاری وہ امت کا کیا منہ کہ وہ ان کی شرکت یا مساوات کا دعویٰ کر سکی ہماری معاصر ایڈیٹر نے آل فرعون کی مثال دیکر اپنے زعم باطل میں قرآن سے (معاذ اللہ) ساری امت اسلامیہ کو آل محمدؐ میں داخل ہونیکا کامل ثبوت بہم پہنچایا ہے مگر انکو یہ نہیں معلوم کہ انسے سینکڑوں برس پہلے اس قوم کی بیچان اڑ چکی ہیں اور علمائے معتبرین نے انکے ثبات کرنیوالوں کی پوری طور سے خبر لی ہے چنانچہ ہم امام ابو عبیدہ کے اقوال سے ان کی گمراہانہ اور جاہلانہ تاویلات کی قطع و برید کر چکے ہیں جس کے مقابلہ میں ہم کو پھر کسی دوسرے قول کے لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں تھی۔ مگر چونکہ معاصر ایڈیٹر نے اپنے اظہار لیاقت کے خیال سے قرآن کی عبارت سے استدلال کیا ہے جس کے باعث عوام کالانعام کی بد اعتقادی اور گمراہی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے ہمکو ضرور ہے کہ ہم بھی انکی جواب میں کلام الٰہی سے جواب دیں ہمکو نہایت تعجب ہے کہ ہمارے معاصر ایڈیٹر کو قرآن مجید میں صرف آل فرعون دکھلائی دیا اور آل عمران، اور آل داؤد وغیرہ پر انکی نظر نہیں پہنچی انہوں نے آل فرعون کے مقصود کو تو سمجھ لیا اور آل داؤد و آل عمران وغیرہ کی مفہوم کو ذرا بھی نہ سمجھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے معاصر کی نظر کلام الٰہی پر کتنی وسیع ہے اور اسی کیساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کتب لغات الفاظ کے پہچاننے اور اس کے موقع استعمال کی ضرورتوں کو جاننے کی استعداد بھی ان کو حاصل نہیں تو وہ عبارت قرآنی کے صحیح مفہوم کے سمجھنے کہاں تک اہل ہیں۔ اب ہم انکی رد میں ذیل کی آیات قرآنی لکھکر ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ ان آیات میں لفظ آل سے کیا مطلب سمجھتے ہیں۔

قال لہم نبیہم ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ھٰرون تحملہ الملٰئکۃ ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین (بقرہ پ ۲ رکوع ۱۶) (۲) ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العٰلمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم (آل عمران پ ۳ رکوع ۱۲) (۳) ام یحسدون الناس علیٰ ما اٰتٰہم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتٰب والحکمۃ و اٰتینٰہم ملکا عظیما (سورۃ نساء پ ۵ رکوع ۸) (۴) وکذٰلک یجتبیک ربک و یعلمک من تاویل الاحادیث و یتم نعمتہ علیک و علیٰ آل یعقوب کما اتمہا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم و اسحٰق ان ربک علیم حکیم (سورۃ یوسف پ ۱۲ رکوع ۱) (۵) یرثنی و یرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا (مریم پ ۱۶ رکوع ۱) (۶) اعملوا آل داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور (سبا پ ۲۲ رکوع ۲)

ان آیات قرآنی کو لکھکر ہم اس بحث کی اصل مقصد کیطرف رجوع کرتے ہیں آل فرعون کے معنی میں آل محمدؐ کو مستعمل ہونیکا جو شبہ ان کو ہوا ہے اسکی وجہ تو وہ خود لکھ چکے کہ فرعون بالکل لاولد تھا بیان کر چکے ہیں اب ہم کو تکرار کی ضرورت نہیں مگر انکی بے بصری اور شدت تعصب خاصکر انہی کے بیان سے ظاہر ہو گئی کہ باوجود اسکے کہ آل فرعون کے استعمال کرنیکی ضرورت کو وہ بخوبی جانتے اور خود ہی اقرار کرتے ہیں تاہم آل محمدؐ کے عام فہم استعمال کو بھی اسی کی مثل بتلاتے ہیں اسکا کیا جواب ہے نہایت حسرت کا مقام ہے کہ ہمارے معاصر کو نہ تو قرآن کو غلط معنی بیان کرنے کی شرم آئی اور نہ اپنی کتب احادیث کے جھٹلانے میں کوئی غیرت ہمکو انکی حسرت کیساتھ غیرت بھی ضرور ہوتی ہے کہ ایسے خاصان خدا کو جنکی عظمت، طہارت، مدائح اور مناقب پر خدا کی کتاب اور رسول کی حدیث بآواز بلند علی الاعلان شہادت دیتی ہو انکو دشمنان خدا اور کافران مطلق سے مثال دیجاتی ہے اور ایسی بیہودہ مثال دینے والے ایسی صریح ضلالت اور جہالت کے عقائد رکھکر بھی ابھی تک اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے میں ذرا تامل نہیں کرتے (فاعتبروا یا اولی الابصار) اہل اسلام کے سر پر کچھ ایسی شامت سوار ہے اور انکے اعمال و افعال کی خرابی کہ ان کے قلوب میں ایسی ایسی خبط اور مغالطے پڑے ہیں جن سے بہت جلد وہ ارتداد کی انتہائی حدود تک پہنچ جائینگے اور اپنے جاہلانہ قیاسات کی باعث خاص کر انکے معتقدات میں ایسے طوفان اٹھ رہے ہیں کہ نہ ان کو کسی عقلی دلیل سے کوئی واسطہ اور نہ کسی نقلی ثبوت سے کوئی تعلق۔ نتیجہ من گو ہم یہاں محاورہ آیت پر عملدرآمد ہے (معاذ اللہ من ذلک) قرآن جھوٹا، حدیث ضعیف سچے ہیں تو یہ معتبر ہیں تو انکے قیاسات۔ ان کی جہالت کی تو یہ حالت تعصب کی شدت کی یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ ع نشانہ ہونگے ہمیں تیر جس کماں سے چلے + مخالفین اسلام میں نہ عیسائیوں سے مناظرہ ہے۔ نہ آریہ سماج اور ہندوؤں سے کوئی مناقشہ جو کچھہ بغض ہے وہ آل محمدؐ اور اہلبیت طاہرین سے ان غریبوں کے استیصال حقوق کی کوششوں میں پوری کامیابی حاصل کرنیکے بعد بھی جسکو ساڑھے تیرہ سو برس ہو گئے ہیں ان حضرات کی طرف سے بس نہیں کیجاتی یہ تو ظاہر ہے کہ دولت و ثروت دنیاوی سے ان کے پاس کیا رہا تھا ہاں جو کچھ ان کے پاس رہ گیا تھا وہ انکے فضائل و مناقب کے چند مقررہ الفاظ ہیں جو اسلام کی کتب احادیث و سیر میں ان کو لئے آج تک مخصوص اور محفوظ ہیں اب ان کے جھٹلانے اور صفحہ روزگار سے مٹانیکے لئے جی توڑ کر کوشش کی جا رہی ہے ایسے ہی بدبخت اسلام کی شامت اور نکبت کیا ہوگی؟

اگرچہ ہماری اس بیان میں ضرورت سے کچھ زائد طول ہو گیا ہے مگر ہم انکی افترا کو

اس کو تعلق اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ دکھلاتے ہیں کہ یہ قیاسات اور توہمات ہمارے ہمعصر ایڈیٹر کے خاص طبعزاد نہیں ہیں بلکہ ان خیالات کی ابتدا اُسی زمانہ سے شروع ہوئی ہے جس زمانہ سے اہلبیت کے فضائل ومناقب کے چھپانے اور اُنکے مدائح ومراتب کے گھٹانے کی کوششوں میں سلطنت کی طرف سے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا تھا جسکی اول موجد معاویہ ابن ابوسفیان سلاطین امویہ کے مورث اعلی ثابت ہوتے ہیں (دیکھو ثبوت کو لئے اس سلسلہ کی جلد دوم) ہمارے ہمعصر ایڈیٹر نے ان معتقدات میں اگر سچ پوچھو تو اپنے اسلاف کی تقلید کی ہے اور اُنہی کے مردہ خیالات کو زندہ کیا ہے جن کو ایک بار نہیں ہزار بار دندان شکن جواب دیئے جاچکے ہیں۔

آل محمدؐ کی بحث کو تمام کرکے ہم اہلبیت کے خاص تلفظ کی تحقیق بھی اسی التزام اور ترتیب سے کرتے ہیں جس طرح ہم ابھی ابھی آل محمدؐ کی نسبت اپنی مفصل تحقیق درج کرچکے ہیں۔ اہلبیت سے بھی وہی بزرگوار مراد ہیں جو آل محمدؐ سے اور یہی فریقین کا اعتقاد ہے مگر بعض علمائے اہلسنت ان لوگوں میں آنحضرت کی ازواج کو بھی داخل کرتے ہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ آیۂ مباہلہ کے نزول کے بعد ہی آیۂ تطہیر نازل ہوئی اسکی تعمیل اسی طرح کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں بزرگواروں (علیؑ۔ فاطمہ۔ حسنؑ وحسینؑ) کو اپنی عبا میں لیکر دعائے (اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی) تلاوت فرمائی اور اسی روز سے یہ حضرات اہلبیت کے خطاب سے مشرف ہوئے یہ تمام واقعات ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں آیۂ تطہیر کے ذکر میں بہ تفصیل لکھہ آئے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس مقدس گروہ میں ازواج کا داخل ہونا ثابت ہے یا نہیں۔ جہاں تک ہم نے اس امر پر غور کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قیاس بھی مثل اور قیاسات کے بالکل غلط ہے ہم اپنے دعوی کی تائید اور اس غلط قیاس کی رد میں صحیح مسلم اور صحیح ترمذی کی حدیث لکھکر اس بحث کو تمام کرتے ہیں اور طوالت کو زائد از ضرورت سمجھتے ہیں کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے اور مسئلہ طے شدہ ہے جسکی لیئے زیادہ تشریح وتصریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی اور امام دولابی بالاتفاق الفاظ یہ عبارت درج کرتے ہیں عن ام سلمۃ قالت ان ھذہ الآیۃ نزلت فی بیتی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا و انا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکسائہ۔ قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا قالت ام سلمۃ وانا معھم یارسول اللہ قال انت علی الخیر جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے سوا اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور رکھے تم سے نجاست کو اے اہلبیت اور پاک کردے تمکو جو حق پاک کرنیکا ہے میں دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کے اندر جناب رسول خدا۔ اور علی مرتضے جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام تشریف رکھتے تھے پس آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو اپنا کپڑا اڑھادیا اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے مددگار ہیں۔ ان سے نجاست کو دور رکھہ اور انکو ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنیکا حق ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں بھی تو انہی میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو خیر پر ہے (یعنی تیرا انجام بخیر ہے مگر تو ان میں داخل نہیں)

امام مسلم۔ امام ترمذی اور علامہ دولابی کی عبارت میں تو علی الخیر کا لفظ درج ہے مگر امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اور امام طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور امام بیہقی نے سنن میں علی الخیر کی جگہ علی مکانک درج کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

عن ام سلمۃ قالت بینما رسول اللہ فی بیتی یوما اذ قالت الخادمۃ ان علیا وفاطمۃ بالسدۃ قالت فقال لی قومی فتنحی عن اھل بیتی قالت فقمت فتنحیت من البیت قریبا فدخل علی وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام وھما صبیان صغیران فاخذ الصبیین بعضدیھما واجلسھما فی حجرہ فقبلھما واعتنق علیا باحدی یدیہ وفاطمۃ بیدہ الاخری فقبل فاطمۃ وعلیا فاقذف علیھم خمیصۃ سوداء فقال اللھم الیک لا الی النار اھلبیتی قالت قلت وانا یارسول اللہ فقال انت علی مکانک ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ آپ ایک روز جناب رسالتمآب میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ خادمہ نے عرض کی کہ جناب علی مرتضی علیہ السلام وجناب سیدہ دروازہ پر کھڑے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اٹھہ جاؤ اور میرے اہلبیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایکا یہ حکم سنکر میں اٹھی اور ایک طرف ہوگئی اتنے میں جناب علی مرتضی جناب فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین علیہم السلام گھر میں داخل ہوئے اور حسنین ابھی چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ آنحضرت نے دونوں لڑکوں کی بازو پکڑکر انکو اپنی گود میں بٹھا لیا اور انکا بوسہ لیا اور جناب علی مرتضیؑ کی گردن میں ایک ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے جناب سیدہ کو تھاما اور ان دونوں کا بھی بوسہ لیا اور ان پر سیاہ کمل اڑھایا اور فرمایا اے میرے پروردگار میں ان اہلبیت کو تیرے سپرد کرتا ہوں نہ کہ دوزخ کی جناب

ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اور میں۔ تو آپ نے فرمایا تو اپنی جگہ پر ہے۔ اب تو ہمارے دعوی کی پوری تصدیق ہو گئی۔ اگر چاروں بزرگوار کے ساتھ ازواج کا شمار بھی ہوتا تو حضرت ام سلمہ کی استدعا کیوں رد کر دی جاتی اور انت علی الخیر یا علی مکانک کا حکم کیوں پایا جاتا۔ اور نزول آیہ کے وقت انکو وہاں سے الگ علیحدہ ہو جانے کی ایسی تاکید نہ کی جاتی۔ ان دونوں روایتوں سے ہماری بیانکی پوری تصدیق ہوتی ہے اور انکے غلط قیاسات کی کامل تکذیب جو خواہ مخواہ رسول اللہ کے حکم کے خلاف ازواج کو بھی اہلبیت میں داخل کرنے کی بیکار کوشش کرتے ہیں اہل اسلام کی عقیدت سے نہایت تعجب ہے کہ جب آنحضرت نے اپنی قدیم الخدمت اور صاحب عفت زوجہ محترمہ کی استدعا کو اس خاص موقعہ پر موجود تھیں صاف صاف فرما دیا کہ اہلبیت کے گروہ میں تمہارا شمول نہیں ہو سکتا تم اپنی جگہ پر ہو تو پھر کسی کو آنحضرت کے خلاف اپنی رائے قائم کرنے کا حق ہی کیا ہے۔

ہمارے ناظرین کو اس کیساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تبع تابعین کیا خاص صحابہ کے زمانہ میں شمول ازواج کا مسئلہ پورے طور سے فیصل ہو چکا ہے جسکے ثبوت میں صحیح مسلم کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ عن زید ابن حیان قال انطلقت انا وحصین ابن سبرہ وعمران ابن حصین الی زید ابن ارقم فلما جلست قال لہ حصین لقد لقیت یا زید خیرا کثیرا رایت رسول اللہ وسمعت منہ وغزوت معہ صلیت خلفہ حدثنا یا زید ما سمعت من رسول اللہ قال یا ابن اخی لقد کبرت سنی وقدم عہدی ونسیت بعض الذی سمعت من رسول اللہ فما احدثکم فاقبلوہ وما لا فلا تکلفونیہ ثم قال قام فینا رسول اللہ یوما خطیبا بماء یدعی خما بین المکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ فیہ الہدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث ورغب فیہ ثم قال واہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی فقال حصین یا زید الیس نساءہ اہل بیتہ فقال لا وایم اللہ ان المرءۃ تکون مع الرجل العصر من الدہر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا واہل بیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حرم الصدقۃ علیہم بعدہ۔ زید ابن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین ابن سبرہ اور عمران ابن حصین حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب ہم انکے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا کہ اے زید آپ نے بہت سی نیکیاں حاصل کی ہیں کیونکہ آپ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے انسے احادیث کو سنا ہے اور ان کے ہمراہ غزوات کی خدمات ادا کی ہیں اور انکے پیچھے نماز پڑھی ہے جو کچھ تم نے آنحضرت سے سنا ہو اس میں سے کچھ بیان کرو زید ابن ارقم کہنے لگے اے میرے بھتیجے۔ میری عمر بہت ہو گئی۔ اور زمانہ میرا قدیم ہو گیا بعض بعض باتیں جنکو میں نے آنحضرت سے سنا تھا مجھے یاد نہیں ہیں۔ انکو میں بھول گیا ہوں پس جو کچھ میں بیان کروں تم اسے تو قبول کرنا اور جو کچھ میں نہ کہوں اس میں کلام نہ کرنا پھر کہنے لگے کہ ہم لوگوں میں ایک روز جناب رسالتمآب ایک تالاب کے کنارے جسے خم بولتے ہیں اور وہ درمیان مکہ و مدینہ کے واقع ہے خطبہ فرمانے کی غرض سے کھڑے ہوئے پس خداوند تعالی کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے لوگو میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنیوالا ہوں کیونکہ میں بھی آدمی ہوں۔ مجھ پر خدا کی طرف سے پیام (مرگ) آنیوالا ہے جسے میں قبول کروں گا۔ ان دو بڑی بزرگ چیزوں میں سے ایک تو خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم خدا کی کتاب کو لیلو اور اس سے متمسک رہو پس آنحضرت نے لوگوں کو اس کی تحریص و ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز ہمارے اہلبیت ہیں میں تمکو اپنے اہلبیت سے نیکی کرنے کے بارے میں خدائے سبحانہ وتعالی کو یاد دلاتا ہوں۔ پس حصین نے کہا اے زید آیا آنحضرت کی ازواج انکے اہلبیت نہیں ہیں۔ زید ابن ارقم نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کیساتھ کسی عرصہ تک رہتی ہے پھر اسکو وہ طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کیطرف واپس چلی جاتی ہے اور یہ آپکے اہلبیت وہ آپکے اصل اور خویش ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام فرمایا ہے۔

ایسی قوی شہادت سے ناظرین کو شمول ازواج کی پوری تحقیق معلوم ہو گئی اور وہ اصل باعث بھی معلوم ہو گیا جسکی وجہ سے ازواج کا اہلبیت میں شمار نہیں ہو سکتا ان اخبار سے ہمارے اس دعوی کی پوری تصدیق ہو گئی کہ یہ مسئلہ اولین صحابہ کے عہد میں جو خیر القرون کہا جاتا ہے پورے طور پر فیصل ہو گیا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام میں سوائے ان چار بزرگوں کے اور کوئی دوسرا شامل نہیں ہے اسی وجہ سے امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں زید ابن ارقم کے اس فیصلہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنا یہ قطعی تصفیہ درج فرماتے ہیں انکی عبارت یہ ہے۔ ان من اہل بیتہ نساء قال لا ہذا دلیل لابطال قول من قال ہم قریش کلہا فقد کان فی نسائہ قرشیات وہی عائشۃ وحفصہ وام سلمۃ وام حبیبۃ یعنی حصین ابن سبرہ کے اس سوال پر کہ آیا ازواج انکے اہلبیت نہیں زید ابن ارقم کا یہ کہنا کہ نہیں دلیل ہے اس قول کے باطل کرنیکی جو لوگ کہتے ہیں کہ قریش آپکے اہلبیت میں داخل ہیں کیونکہ آپکی بیبیوں میں قریشی عورتیں تھیں جیسے عائشہ حفصہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ۔

اب ان اقوال معتبرہ اور متواترہ سے یہ امر کماحقہ ثابت ہو گیا کہ اہلبیت سے ازواج

نہ قریش نہ سارئہ امت انسے جو ذوات مقدسہ مراد ہیں صرف جناب علی مرتضےٰ
جناب فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین علیہم السلام مراد ہیں اور کوئی نہیں
آل عبا اور آل کسا سے بھی یہی حضرات مراد ہیں۔ عبا تو ایک لباس خاص کا نام
جس سے ہر شخص واقف ہے اور کسا زبان عربی میں کمل کو کہتے ہیں آل عبا اور آل کسا
کی وجہ تسمیہ یہ ہے جیسا کہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ نزول
آیۂ تطہیر کے وقت بنا بر بعض روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان چاروں
کو اپنی عبا میں داخل فرما کر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی تھی اور مطابق بعض روایات
آپ نے انکو اپنے اس منقش سیاہ کمل میں لے لیا تھا جو اسوقت آپ کے زیب تن تھا
انہی وجوہ سے ان حضرات کو آلِ عبا اور آلِ کسا کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں۔

عترت اور ذریت۔ یہ الفاظ بھی قریب قریب ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں
چنانچہ کتاب مطالب السؤل ابن طلحۃ الشافعی میں لکھا ہے کہ بعض ائمہ لغت کے
نزدیک لفظ عترت مرادف عشیرہ ہے اور بعض کے نزدیک مرادف ذریت ہے باپ دادا
کی اولاد کو عشیرہ اور اپنی نسل کو ذریت کہتے ہیں امام کلبی جو ائمہ لغت کے راس الرئیس
ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ عترت سے قریبی اہلبیت اور کبھی دور کے رشتہ دار لئے جاتے ہیں
انکو اس اخیر قول کو کہ عترت سے کبھی دور کے لوگ بھی مراد لئے جاتے ہیں ائمہ لغت صحیح
نہیں مانتے چنانچہ انکے قول کی تنقید اور رد میں ثعلب بن اعرابی کا یہ قول لکھتے ہیں کہ
عترت سے صرف ذریت مراد ہے یعنی وہ اولاد جو اس سے پیدا ہوا اور وہ نسل جو اسکی پیچھے
رہے۔ اہل عرب اسکے سوا اور کسی کو عترت نہیں کہتے امام زہری جو عرب کے لٹریچر
کے سرمایۂ ناز اور فصحائے بلغائے زمانہ میں بہت بڑا اعزاز رکھتے تھے اسی قول
کی تائید فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مصباح المنیر شرح لفظ عترت)

اتنی تحقیق کے بعد ہم اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں اس تحقیق سے ثابت ہوا
کہ آنحضرت کی ذریت جناب علی مرتضےٰ کی اولاد تھی جو جناب سیدہ کے بطن مبارک
سے پیدا ہوئی تھی وہی آنحضرت کی عترت بھی کہلائی چنانچہ امام نووی شرح مہذب
میں تحریر فرماتے ہیں عترتہ الذین ینسبون الیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
وھم اولاد فاطمۃ علیہا السلام یعنی آنحضرت کی عترت وہی لوگ ہیں جنکی
نسبت آنحضرت سے کیجاتی ہے اور جناب فاطمہ کی اولاد ہیں اس تحریر سے
ثابت ہو گیا کہ ذریت سے بھی سوائے ان چار بزرگواروں کے اور کوئی دوسرا مراد
نہیں ہے۔ اب ہم اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کیلئے اسی ذیل میں چند حدیثیں
اور لکھے دیتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ صحابۂ اولین بھی ان الفاظ
سے انہی حضرات کو مراد لیتے تھے اور یہ حضرات بھی انہی الفاظ سے تمام اہل
اسلام کے مقابلہ میں اپنے فضائل اور مناقب پر استدلال فرماتے تھے امام دارقطنی اپنی سنن میں

تحریر فرماتے ہیں عن معقل بن یسار قال سمعت ابابکر یقول علی ابن
ابیطالب عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ معقل ابن یسار
کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر صدیق کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام آنحضرت
صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی عترت ہیں وہ کون ایسا لایعقل ہوگا جو جناب صدیق
اکبر کے قول کی تکذیب کرکے سوائے علی کے کسی اور کو آنحضرت کی ذریت
اور عترت بتلائیگا۔

امام مسعودی مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں ومن خطب الحسن علیہ السلام
فی ایامہ فی بعض مقاماتہ انہ قال نحن حزب اللہ المفلحون وعترۃ
رسول اللہ الاقربون واھلبیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین
الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم والثانی کتاب اللہ
جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ فرمایا اور ارشاد
کیا کہ ہم خدا کے گروہ رستگار ہونیوالے ہیں اور ہم ہی جناب رسول خدا کی قریبی رشتہ دار
اور ان کے پاک اور طیب اہلبیت اور ان دو چیزوں میں سے ایک ہیں جنکو رسول خدا
نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور ہم کتاب خدا کے ثانی ہیں۔ ہم جہانتک خیال کرتے ہیں ہمکو
یقین ہوتا ہے کہ اب ہمارے دونوں دعووں کی تصدیق ہوگئی۔ اور ثابت ہوگیا
کہ صحابۂ اولین کیا خود ان کے صدیق اکبر لفظ عترت سے جناب امیر علیہ السلام
ہی کو مراد لیتے تھے اور حضرات اہلبیت علیہم السلام بھی اسی لفظ سے اپنے مناقب
مخصوصہ پر برابر استدلال فرمایا کرتے تھے جیسا کہ امام دارقطنی اور مسعودی کے اقوال
سے ظاہر ہوا اب اسی شہادت کے سلسلہ میں ہم آنحضرت کی بیشمار حدیثوں میں سے
صرف ایک حدیث کو اس ضمن میں درج کرتے ہیں جسمیں خود آنحضرت نے عترت کے
لفظ کا مقصود اپنے اہلبیت کو بتلایا ہے چنانچہ امام دیلمی تحریر فرماتے ہیں:۔
عن ابی لیلیٰ قال قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یؤمن عبد
حتی اکون احب الیہ من نفسہ ویکون اھلی احب الیہ من اھلہ ویکون ذاتی
احب الیہ من ذاتہ ابولیلیٰ کہتے ہیں کہ [illegible] رسالت آب نے فرمایا کہ ایسا نہیں
ایمان لائیگا کوئی بندہ جبتک کہ وہ [illegible] جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے
اور میری عترت کو اپنی عترت سے سوا پیارا نہ کرے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ
محبوب نہ رکھے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ نہ چاہے

بہرحال ہم اپنی موجودہ بحث کے سلسلہ میں الفاظ آل محمد۔ آل عبا۔ اہلبیت
اور آل کسا۔ ذریت اور عترت کی پوری ماہیت نہایت تفصیل و
تشریح سے درج کر چکے۔ اور یہ ثابت ہو چکا کہ ان الفاظ مخصوصہ سے سوائے جناب
علی مرتضیٰ جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام کے کوئی دوسرا مراد نہیں ہے اور

ان کے سوا کسی دوسرے پر ان الفاظ کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔
ذوی القربیٰ۔ یہ لفظ بھی ان بیان شدہ الفاظ کے ایسا انہی حضرات کی ذات پاک تک مخصوص و محدود ہے اس کی پوری تفصیل ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں زیر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ لکھ چکے ہیں۔ یہاں بار دیگر صرف ایک ہی تصدیق پر ہم اکتفا کرتے ہیں امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ قالوا من قرابتک ھٰؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمۃ وابناھما (اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والدیلمی والثعلبی) امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیہ (۱) فی ملیہ قل لا اسئلکم الخ نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ آپ کے قرابت والے کون کون ہیں مودت کی موّدت ہماری لئے واجب کی گئی ہو تو آپ نے فرمایا کہ وہ جناب علی مرتضیٰ ہیں اور جناب فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے ہیں (اس حدیث کو احمد ابن ابی حاتم۔ طبرانی۔ حاکم اور دیلمی اور ثعلبی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے)

اس شہادت سے ذوی القربیٰ کی بھی تحقیق اور تخصیص انہی حضرات کیساتھ ثابت ہوئی جن کو نام جناب رسالت مآب نے تمام اہل اسلام کو صاف صاف بتلا دیے اب بھی ہمارے ابنائے زمانہ کی آنکھیں ان کی معرفت دریافت میں خیرگی کریں اور اپنی بے بصیرتی کے باعث اب بھی وہ دوسرے لوگوں کو انکا مدمقابل اور مماثل ٹھہرائیں تو ایسی صورت میں شیخ سعدی کی اس شعر کو مصداق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہماری موجودہ بحث تمام ہو گئی۔ ہم اس بحث کے خاتمہ پر اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں ظاہر کریں گے بلکہ اس عالمانہ اور منصفانہ رائے کو نقل کرینگے جو ہمارے فاضل معتبر اور محقق مستند لائق ہمعصر خواجہ عبداللہ صاحب امرتسری نے ان الفاظ کی تحقیق میں اپنی کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام مطبوعہ اناکلی پریس لاہور صفحہ ۲۹۰ میں درج فرمائی ہے۔ وھو ہذا

حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہلبیت میں جس قدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذریت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا مستعمل ہوا ہے پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہلبیت ہی ہو سکتے ہیں تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہو سکتا اسکے سوا باتفاق اہلسنت والجماعت حضرت ابوبکر سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گزرا پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر سے سورہ برات واپس لیکر جناب علی مرتضےٰ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی لیجائیگا

فضائل اہلبیت میں چند معتبر اور مستند حدیثیں

اب ہم اپنی اس ضروری بحث کو تمام کرکے ان ذوات مقدسہ کی فضائل و مناقب کا ایک مختصر ساجداگانہ باب قائم کرتے ہیں جو ہماری کتاب کے آئندہ مطالب کی توضیح و تشریح کے لیے بہت ہی ضروری اور مفید ثابت ہوگا ہم اپنی اس بحث کے متعلق سب سے پہلے امام فخرالدین رازی کی اس طولانی رائے کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں جس کو انہوں نے فضائل اہلبیت کے متعلق تحریر فرمایا ہے ان کی عبارت بلفظہ یہ ہے:-

قد جعل اللہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مساوین لہ فی خمسۃ اشیاء۔ یعنی اللہ عزوجل نے پانچ باتوں میں اہلبیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مساوی ٹھہرایا احدھا فی السلام کما قال السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وقال لاھل بیتہ سلام علیٰ آل یٰسین (۱) پہلا امر جس میں ان کو آنحضرت کا مساوی ٹھہرایا ہے سلام ہے چنانچہ خدا نے پیغمبر کے لیے تو فرمایا۔ سلام ہو تجھ پر اے نبی اور رحمت اور برکت ہو اللہ کی تجھ پر اور ان کے لیے فرمایا۔ آل یٰسین پر سلام ہو چنانچہ امام نورالدین سمہودی جواہر العقدین میں فرماتے ہیں نقل جماعۃ من المفسرین عن ابن عباس انہ قال فی قولہ تعالی سلام علی آل محمد ونقل النقاش عن الکلبی فقال سلام علی آل یٰسین ای علی آل محمد صلی اللہ یاسین مثل یعقوب واسرائیل واحمد ومحمد۔ مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ سلام علیٰ آل یٰسین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مراد اس سے آل محمد ہے۔ کلبی علیہ الرحمہ نقاش سے نقل کرتے ہیں کہ آل یٰسین سے آل محمد مراد ہیں جس طرح سے کہ حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور احمد و محمد بھی آپ ہی کے نام ہیں

(۲) والثانیۃ فی الطھارۃ۔ قال اللہ تعالیٰ طٰہٰ (ای طاھر) ما انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ وقال لاھل بیتہ ویطھرکم تطھیرا یعنی دوسرا امر جس میں خدا نے اہلبیت کو آپ کا مساوی بنایا ہے وہ طہارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (نبی کو) اے طٰہٰ یعنی اے طاہر ہم نے تم پر قرآن کو اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت اٹھاؤ۔ اور آنحضرت کے اہلبیت کے واسطے

فرمایا ہے کہ ظاہر رکھے تم کو جو حق ظاہر رکھنے کا ہے

(۳) والثالثة فی الصلوٰة علی النبی و علی آلہ کما فی التشہد

یعنی تیسرا امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اہلبیت کو مساوات ہے وہ درود مبارکہ ہے جیسا تشہد نماز میں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے عن کعب بن عجرۃ قال لما نزلت ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما قلنا یا رسول اللہ علمنا کیف نصلی علیک و کیف نسلم علیک قال قولوا اللہم صل علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابرٰہیم و آل ابرٰہیم انک حمید مجید۔ کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین الخ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں آپ تعلیم فرمائیے کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں اور کیونکر سلام بھیجا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں کہا کرو۔ اے پروردگار درود بھیج اور اپنی رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر جیسے کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ہی ستودہ بزرگ۔ صحیح مسلم میں اس روایت کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی لکھا ہے وہ یہ ہے عن ابی مسعود البدری قال جاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نحن فی مجلس سعد ابن عبادۃ فقال لہ بشیر ابن سعد امرنا اللہ ان نصلی علیک یا رسول اللہ فکیف نصلی علیک فسکت رسول اللہ حتی تمنینا انہ لم یسالہ ثم قال رسول اللہ قولوا اللہم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابرٰہیم و آل ابرٰہیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابرٰہیم و آل ابرٰہیم انک حمید مجید و عند الطبرانی فسکت حتی جاءہ الوحی فقال تقولون اللہم صل علی محمد و آل محمد الخ مسعود بدری سے مروی ہے کہ ہمارے پاس جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ہم سعد ابن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر ابن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے پس ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں ؟ آنحضرت خاموش ہو رہے۔ یہانتک کہ ہمکو خیال ہوا کہ کاش بشیر ابن سعد آپ سے یہ سوال ہی نہ کرتے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اے ہمارے پروردگار رحمت نازل کر محمد و آل محمد پر جیسی کہ تو نے رحمت نازل کی تھی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ہی ستودہ صفات اور بزرگ ہے اور اے پروردگار برکت دے محمد و آل محمد کو جیسی کہ تو نے برکت دی ابراہیم اور آل ابراہیم کو تو ہے ستودہ صفات اور بزرگ یہ تو مسلم

کی روایت ہے اور امام طبرانی نے اس حدیث کو اس طرح لکھا ہے کہ آنحضرت بشیر ابن عبادہ کے پوچھنے پر ساکت ہو گئے یہانتک کہ حضور پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ان دونوں حدیثوں کے ایک جا لکھدینے سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ ہم اہل اسلام کو بتلا دیں صلوات اہلبیت کی نسبت آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ عین حق سبحانہ و تعالیٰ کا حکم تھا جیسا کہ امام طبرانی نے صاف صاف لفظوں میں لکھدیا اسی سے سمجھہ لینا چاہیے کہ صلوات اہلبیت کی تاکید کوئی معمولی تاکید نہیں تھی بلکہ ارکان اسلام میں داخل اور جزو ایمان میں شامل ہے خصوصاً ارکان نماز کے جزو فرائض سے ہے اگر نماز کے تمام ارکان واجبہ ادا کئے گئے اور اسکی تعمیل نہیں کی گئی تو نماز قطعی بیکار ہو گئی چنانچہ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر کتاب عمل الیوم واللیلہ کے حوالہ سے حضرت عمر فاروق کا یہ فتویٰ درج فرماتے ہیں قال عمر رضی اللہ عنہ قال لا یکون الصلوٰۃ الا بقرأۃ و تشہد و صلوٰۃ علی النبی و آلہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ قرأت کے اور ساتھ تشہد کے آنحضرت اور ان کی آل پر درود کے اب اس سے زیادہ اور معتبر کس کا قول ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اس شخص کا قول ہے جسکی رائے کے مطابق وحی الٰہی اترتی ہے تمام اہلسنت ایمان لائے ہیں مگر اپنے طرز کے مزید اطمینان کیلئے ہم ابن عبد البر کی کی کتاب استیعاب سے ایک اور جلیل القدر صحابی کا قول نقل کرتے ہیں عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لا صلوٰۃ لمن لم یصل فیہا علی النبی و آلہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی آل پر نماز میں صلوات نہ بھیجی جائے نماز تمام نہیں ہوتی امام عبد البر کے علاوہ امام بیہقی بھی اپنی سنن میں امام شعبی کا یہ قول تحریر فرماتے ہیں عن الشعبی قال من لم یصل علی النبی و آلہ فی التشہد فلیعد صلوتہ شعبی کہتے ہیں کہ جس نے تشہد میں آنحضرت اور انکی آل پر درود نہیں بھیجا اسکو چاہیے کہ وہ پھر اپنی نماز کا اعادہ کرے۔

صلوات آل کی تاکید میں علامہ قندوزی امام سمہودی مصری کی کتاب جواہر العقدین کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ روی عن النبی قال لا تصلوا علی الصلوٰۃ البتراء قالوا و ما الصلوٰۃ البترا یا رسول اللہ فقال تقولون اللہم صل علی محمد و تسکتون بل قولوا اللہم صل علی محمد و آل محمد۔ یعنی جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ مجھ پر درود ناقص نہ بھیجا کرو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ درود ناقص کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کہا کرتے ہو کہ ہمارے پروردگار اپنی رحمت نازل کر محمد پر پھر خاموش ہو جاتے ہو یہی صلوات بترا ہے

ہے۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ اے پروردگار ہماری رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر
یہی مطلب امام شافعی مذہبی ابی اکبر بابجی کی مضمون میں نظم فرمایا ہے وہ مذا رباعی

یا اهلبیت رسول الله حبکم	فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ له

امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اے اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے اور قرآن شریف کا نزول اسپر شاہد ہے اے اہلبیت تمہارے مرتبہ کی بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تمپر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

الرابعة تحریم الصدقة قال رسول الله م لا تحل الصدقة لمحمد و لا آل محمد یعنی چوتھا امر جس میں آنحضرت کے ساتھ آپ کے اہلبیت مساوی ہیں وہ تحریم صدقہ ہے جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ صدقہ محمد وآل محمد پر حرام ہے۔ اس حدیث کی تائید میں ہم ایک اور حدیث امام مسلم اور امام طحاوی کی اسناد سے لکھے دیتے ہیں عن ابی هریرة قال اخذ الحسن ابن علی علیهما السلام تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فیه فقال صلی الله علیه وآله وسلم کخ کخ لیطرحها ثم قال لا تشعرون ان الصدقة لا تحل لنا ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک پھل صدقہ کے پھلوں میں سے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ منہ سے نکال دیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم لوگوں کیلئے حلال نہیں ہے

الخامسة فی المحبة قال الله تعالیٰ فاتبعونی یحببکم الله و قال لاهل بیته قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ۔ یعنی پانچواں امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ آپکے اہلبیت کو مساوات کا درجہ حاصل ہے وہ محبت ہے چنانچہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کی شان میں فرماتا ہے کہ کہدو اے رسول اتباع کرو میرا تو اللہ تمکو اپنا دوست رکھیگا اور اہلبیت علیہم السلام کی نسبت فرمایا کہ یا محمد کہدو امت سے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت رکھو۔ امام فخر الدین رازی کا یہ قول لکھکر اب ہم علامہ قندوزی کی کتاب ینابیع المودہ سے ان آیات کی شان نزول ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جو مخصوص اہلبیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب کو کہلے کہلے لفظوں میں ظاہر کرتی ہیں

آیة الاولیٰ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول مفصل معہ شرح اوپر بیان ہوچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آیة الثانی ان الله وملئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ اس کی شان نزول بھی اوپر تحریر ہوچکی۔ الثالثة سلام علی آل یٰسین اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول بھی اوپر تحریر ہوچکی ہے۔ الآیة الرابعة وقفوهم انهم مسئولون۔ اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال وقفوهم انهم مسئولون عن ولایة علی علیه السلام وکان هذا اسل الواحدی بقوله ثم مسئولون عن ولایة علی واهل البیت لان الله فترض المودة فی القربیٰ فتکون علیهم المطالبة واحادیث الواردة فی ذلک کثیرا صواعق محرقہ میں ہے کہ امام دیلمی ابوسعید خدری سے ناقل ہیں کہ جناب رسالت مآب نے اس آیہ کا مفہوم بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہم مسئولون سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کا تم سے سوال کیا جائیگا وہ ولایت جناب امیر علیہ السلام ہے اور یہی مراد امام واحدی کے اس قول کی ہے جسکو انہوں نے اس آیہ کی تفسیر میں لکہا ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہم مسئولون سے یہ مراد ہے کہ جس چیز کا تم سے سوال کیا جائیگا وہ ولایت جناب علی ابن ابیطالب اور اہلبیت علیہم السلام ہے کیونکہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے مودۃ القربیٰ کو واجب گردانا ہے پھر کیونکر لوگوں سے اسکا مطالبہ اور اس کی پرسش نہ کیجائے امام واحدی کا اتنا قول لکھکر ابن حجر لکھتے ہیں کہ اسکی توثیق وتصدیق میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ الخامسة واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا اخرج الثعلبی فی تفسیر هذه الآیة عن جعفر الصادق علیه السلام قال نحن حبل الله الذی قال الله تعالیٰ واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا امام ثعلبی اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حبل اللہ ہم ہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب مل کر خدا کی رسی کو تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ السادسة ام یحسدون الناس علی ما اتٰهم الله من فضله۔ دنیا کے لوگ ان لوگوں سے اس چیز کے بارے میں حسد کرتے ہیں جو خدا نے انکو اپنے فضل سے عنایت کی ہے۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ اخرج ابو الحسن ابن المغازلی عن الباقر علیه السلام قال فی تفسیر هذه الآیة نحن الناس محسودون والله۔ ابو الحسن ابن مغازلی کہتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر میں فرمایا کہ قسم بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں جن سے دنیا کے لوگ

حدکرتے ہیں۔ السّابعۃ قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبہم وانت
فیہم جس حال میں کہ تو ان میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ان کو سختی میں گرفتار
نہیں کرتا ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس آیہ کی تفسیر میں طولانی بحث
لکھی ہے جس کی اصل عبارت ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اشار صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم الی وجود ذلک المعنی فی اہلبیتہ
وانہم امان لاہل الارض کما کان ھو صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم
امانا لہم وفی ذلک احادیث کثیرۃ منہا النجوم امان لاہل السماء و
اہلبیتی امان لامتی وفی روایۃ واہلبیتی امان لاہل الارض فاذا
ھلک اہلبیتی جاء اہل الارض من الآیات ما کانوا یوعدون وفی
اخری لاحمد فاذا ذہب النجوم ذہب اہل السماء واذا ذہب اہلبیتی
ذہب اہل الارض وفی روایۃ صححہا الحاکم علی شرط الشیخین النجوم
امان لاہل الارض من الغرق واہلبیتی امان لامتی من الاختلاف
فاذا خالفتہا قبیلۃ من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس و
جاء من طرق عدیدۃ یقوی بعضہا بعضا انما مثل اہلبیتی فیکم
کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی وفی روایۃ مسلم ومن تخلف
عنہا غرق وفی روایۃ ہلک وانما مثل اہلبیتی فیکم مثل باب حطۃ
فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ وفی روایۃ غفر لہ الذنوب قال
بعضہم ان اللہ (تبارک وتعالیٰ) لما خلق الدنیا باسرہا من اجل
النبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم جعل دوامہا بدوامہ ودوام اہلبیتہ
لانہم یساوونہ فی اشیاء مر عن الرازی بعضہا ولانہ قال فی
حقہم اللہم انہم منی وانا منہم ولانہم بضعۃ منہ بواسطۃ ان فاطمۃ
(سلام اللہ علیہا) امہم بضعتہ فاقیموا مقامہ فی الامان انتہی
ملخصا ووجہ تشبیہہم بالسفینۃ فیما مر ان من احبہم وعظمہم
شکرا لنعمۃ مشرفہم صلی اللہ علیہ وسلم واخذ بہدی علمائہم
نجی من ظلمۃ المخالفات ومن تخلف عن ذلک غرق فی بحر کفر النعم
وہلک فی مفاوز الطغیان (الی ان قال ووجہ تشبیہہم) بباب حطۃ ان اللہ
(تبارک و) تعالیٰ جعل دخول ذلک الباب الذی ہو باب اریحا
او بیت المقدس مع التواضع والاستغفار سببا للمغفرۃ وجعل
لہذہ الامۃ مودۃ اہل البیت سببا لہا۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کرامت ہدایہ کی تفسیر میں آنحضرت
نے اپنے اہلبیت طاہرین کے وجود ذی جود کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور انکو امان اہل الارض
قرار دیا ہے اور اپنی ذاتِ بابرکات کو ان کی امان کا موجب بتلایا ہے اتنا لکھکر علامہ
موصوف لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے
کہ ستارے امان اہلِ آسمان ہیں اور ہماری اہلبیت امان اہلِ زمین ہیں جب ہمارے
اہلبیت ہلاک ہو جائینگے تو اہلِ زمین وہ علاماتِ الٰہی مشاہدہ کریں گے جن کا
ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان روایتوں کی اخیر روایت وہ ہے جسکو امام احمد
ابن حنبل نے لکھا ہے کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور ہماری اہلبیت
اہلِ دنیا کی امان ہیں پس جب اٹھ جائیں گے ستارے تو اٹھ جائیں گے اہلِ
آسمان۔ اسی طرح اٹھ جائیں گے ہمارے اہلبیت تو اٹھ جائیں گے اہلِ زمین
اور ایک روایت میں جسکو امام حاکم نے مسلم اور بخاری کی شرط پر صحیح لکھا ہے
یہ مندرج ہے کہ ستارے اہلِ آسمان کی امان ہیں اور ہمارے اہلبیت اہلِ دنیا کے
لئے امان ہیں غرق سے اور اس حدیث میں کہ ہماری اہلبیت ہماری امت کی امان
ہیں یہ مراد ہے اختلاف سے پس جو شخص قبیلۂ عرب سے ان سے مخالف ہو اس نے
اختلاف کیا اور مل گیا وہ گروہ شیطان سے اور اسی طور سے اس حدیث
کے بہت سے طریق ہیں جو ایک دوسری کو قوی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اہلبیت کی
مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے
علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اور صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں جس نے اُس سے اختلاف کیا
وہ ڈوب گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہماری اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل
کے باب حطہ کی ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بخشدیا گیا۔ اور جناب قدس الٰہی نے
بقائے خلق کو آنحضرت صلعم کی بقا اور آپکے اہلبیت کی بقا کیساتھ لازم کیا ہے
کیونکہ یہ حضرات پانچ چیزوں میں آنحضرت کے ساتھ برابر ہیں اسی وجہ سے
آنحضرت نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ مجھ
میں اور یہی حضرات آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی بضاعت ہیں۔ کیونکہ جناب
سیدہ سلام اللہ علیہا جو ان حضرات کی والدہ ہیں وہ آنحضرت کی بضعت
ہیں۔ پس یہ حضرات بھی مقامِ امان میں آنحضرت کے منصب پر ہیں اور ان
حضرات کے تشبیہ سفینۂ نوح ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے
اور ان کی تعظیم کرتا ہے اور ان کے علماء سے ہدایت پاتا ہے وہ مخالفت کی
تاریکیوں سے محفوظ ہے اور جس نے اُن سے اختلاف اختیار کیا وہ بحر کفر وعصیان
میں ڈوب گیا اور موجۂ طغیان میں ہلاک ہو گیا اور باب حطۂ بنی اسرائیل
سے ان حضرات کی تشبیہ دیے جانیکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو جس دروازہ
میں داخل ہونیکا حکم دیا تھا وہ باب اریحا یا باب بیت المقدس ہے کہ جو شخص
تواضع۔ انکسار اور استغفار کیا تھا اس میں داخل ہوا وہ مغفرت یافتہ ہوا انکے

داخل ہونا اس کی مغفرت کا باعث ہوگیا اسی طرح خدائے تبارک تعالیٰ نے اہلبیت
کرام کیساتھ محبت و مودت رکھنے کو اس امت کیلئے مغفرت کا ذریعہ قرار دیا ہے
الثامنۃ وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ قال
ثابت البنانی عن انس اھتدیٰ الی ولایۃ اھلبیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اس آیہ وانی لغفار کی تفسیر میں ثابت البنانی انس ابن مالک سے روایت
کرتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ اھتدیٰ سے ولایت اہلبیت علیہم السلام مقصود ہے
التاسعۃ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا
ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل
فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین اس آیہ وانی ہدایہ کی پوری تفسیر درج ہو چکی ہے
العاشرۃ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ نقل القرطبی عن ابن عباس
قال رضا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا یدخل احد من اھل بیتہ
النار۔ امام قرطبی جناب ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں
کہ اس آیہ میں جس رضا کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت کے اہل بیت کبھی
دوزخ میں نہ جائیں گے وہ رضائے محمد یہی میثاق ہے۔
آنحضرت کے اس عہد کو اسی مختلف الفاظ میں امام حاکم نے مستدرک میں اور
ملا نے سیرت میں اور امام احمد نے مناقب میں اور امام طبرانی نے معجم میں بیان کیا ہے الحادیۃ
عشر ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ لوگ ایمان لائے
اور اعمال صالحہ بھی بجا لائے وہ بہترین خلق ہیں اخرج الحافظ جمال الدین محمد
بن یوسف الزرندی المدنی عن ابن عباس قال ان ھذہ الایۃ
لما نزلت قال رسول اللہ لعلی یا علی انت وشیعتک خیر البریۃ تاتی
یوم القیمۃ وشیعتک راضین ومرضیین ویاتی عدوک غضبانا
مقمحین فقال من عدوی قال من تبرء منک حافظ جمال الدین الزرندی
ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس آیہ وانی ہدایہ کی شان نزول میں
فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ آیہ نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر
علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے علی تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ بہترین خلق
ہیں۔ تو اپنے شیعوں کو روز قیامت راضی و مرضی پائیگا اور تمہارے دشمنوں
کو عذاب سخت میں مبتلا پاؤ گے۔ پس جناب علی مرتضیٰ نے پوچھا کہ میرے دشمن کون
ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا تیرے دشمن وہ لوگ ہیں جو تجھ سے بیزاری اختیار کریں
الثانیۃ عشر وانہ لعلم للساعۃ اور اسکے پاس علم ساعت ہے قال مقاتل
بن سلیمان ومن تبعہ من المفسرین ان ھذہ الایۃ نزلت فی المھدی
قائم اھلبیت۔ مقاتل ابن سلیمان اور ان کے تابعین مفسرین کا اتفاق

ہے کہ یہ آیہ وانی ہدایہ جناب امام مہدی قائم اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل
ہوا ہے الثالثۃ عشر قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ
ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا۔ اس آیہ وانی ہدایہ کی
تفصیل اور تفسیر بھی سابق میں مندرج ہو چکی ہے (دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم)
مگر ہم اس کے متعلق اتنا اضافہ ضرور کرینگے کہ اس آیت میں نزدلہ فیھا
حسنا لفظ حسنا سے خاص ولایت اہلبیت علیہم السلام مراد ہے چنانچہ تفسیر
ثعلبی کی عبارت ملاحظہ ہو عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی تفسیرہ
ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا قال الحسنۃ المودۃ
لآل محمد ونقل البغوی عن ابن عباس انہ لما رایت قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قال القوم ما یرید الا ان یحثنا علی مودۃ
قرابتہ من بعدہ فاخبر جبرئیل انہم اتھموا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فانزل ام یقولون افتریٰ علی اللہ الخ فقال القوم یا رسول اللہ
انک صادق فنزل وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ امام ثعلبی حضرت
ابن عباس کی زبانی اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عبارت من یقترف حسنۃ
نزدلہ فیھا حسنا سے حسنۃ سے مراد مودت آل محمد علیہم السلام ہے اور امام بغوی
نے ابن عباس سے یہ بھی لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک قوم
نے آپس میں سرگوشی کی کہ اس بیان سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو اپنے بعد اپنے اہلبیت سے محبت رکھنے پر برانگیختہ
کیا ہے اور یہ امر انکے اہلبیت کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے ہے۔ پس جبرئیل نے
آنحضرت کو ان اتہام کرنیوالوں کی خبر دی اور آیہ ام یقولون افتریٰ الخ انکی شان میں
نازل ہوا تب اس قوم نے پھر آنحضرت کی تصدیق کی تو ان کے توبہ کرنے پر آیہ ھو
الذی یقبل التوبۃ نازل ہوا۔

اتنی آیات تو وہ ہیں جو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فضائل
کے متعلق لکھی ہیں ان کے علاوہ اور بھی اکثر آیات ہیں جو علامہ ممدوح جیسے
دوسرے معتبر اور مستند علماء نے تحریر فرمائی ہیں ہم انکو بھی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں
الرابعۃ عشر یطعمون الطعام علی حبہ۔ اس آیت کی تفسیر تفصیل
کے ساتھ ہو چکی ہے (دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم) الخامس عشرۃ
مرج البحرین یلتقیان۔ عن انس ابن مالک فی قولہ تعالیٰ مرج
البحرین یلتقیان قال ھو علی وفاطمۃ علیہما السلام واللؤلؤ والمرجان
قال الحسن والحسین علیہما السلام انس ابن مالک اس آیت کی تفسیر میں فرماتے
ہیں کہ مرج البحرین یلتقیان سے مراد جناب علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا

علیہما السلام ہیں اور لؤلؤ و مرجان سے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام مراد ہیں۔ **السادسۃ عشر** فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال ان گھروں کہ اللہ نے انکو بلند کئے جانے اور ان میں اپنے نام کا ذکر کئے جانیکا حکم فرمایا ہے صبح و شام اس کیلئے تسبیح کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اور ابن مردویہ اس کی شان نزول میں جو کچھ تحریر کرتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے۔

عن انس و بریدہ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذا یا رسول اللہ؟ فقال بیوت الانبیاء فقال ابوبکر ھذا البیت منہا واشار الی بیت علی وفاطمہ علیہما السلام قال نعم من افاضلہا۔

انس ابن مالک اور بریدہ سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو ایک شخص نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کونسے گھر ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان گھروں سے انبیاء کے گھر مراد ہیں حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ گھر بھی انہی گھروں میں سے ہے اور اشارہ جناب علی مرتضےٰ اور جناب سیدہ کے گھر کی طرف کیا۔ آنحضرت نے ان کے استفسار کے جواب میں ارشاد فرمایا ہاں بلکہ یہ انکے بہترین میں سے ہے۔ **السابعۃ عشر** فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ پوچھو صاحبان ذکر سے جو تم نہیں جانتے ہو۔ اس کی شان نزول میں امام ثعلبی لکھتے ہیں عن جابر ابن عبداللہ الانصاری قال قال علی ابن ابیطالب نحن اھل الذکر۔ جابر ابن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں کہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ وہ اہل ذکر ہم ہیں۔ **الثامنۃ عشر** اھدنا الصراط المستقیم۔ صاحب معالم التنزیل اور تفسیر ثعلبی یہ عبارت اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں عن مسلم ابن حبان قال سمعت ابا بریدہ یقول صراط مستقیم صراط آل محمد۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ میں نے ابا بریدہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ صراط مستقیم صراط آل محمد ہے۔ **التاسعۃ عشر** ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا۔ وارث کیں ہم نے کتاب ان کو دی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ ابن مردویہ اس آیت کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی اسناد سے لکھتے ہیں قال علی علیہ السلام نحن اولئک جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ ہم ہیں۔ **العشرین** حتی تاتیہم البینۃ۔ ابن منذر اور امام سیوطی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عن ابن جریح فی قولہ تعالیٰ حتی تاتیہم البینۃ قال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فی قولہ تعالیٰ من بعد ما جاءتہم البینۃ آل محمد علیہم السلام ابن جریح تاتیہم البینۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ پہلی بات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور من بعد ما جاءتہم البینۃ سے مراد آل محمد ہیں۔ **الاحدی وعشرین** ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابرٰھیم وآل عمرٰن علی العلمین۔ اللہ تعالیٰ نے آدم۔ نوح۔ آل ابراہیم اور آل عمران علی نبینا و علیہم السلام کو تمام دنیا سے پسند کیا۔ اس کی تفسیر میں امام ثعلبی اعمش بن ابی وائل کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں عن الاعمش عن ابن ابی وائل قال قرأت فی مصحف عبداللہ ابن مسعود ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابرٰھیم وآل عمرٰن وآل محمد علی العلمین۔ اعمش بن ابی وائل سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے قرآن مجید میں اس آیت کو اس طرح پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا آدم کو۔ نوح کو۔ آل ابراہیم کو۔ آل عمران کو اور آل محمد کو سارے جہان سے **الثانیۃ عشرین** الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اللہ ہی کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔ امام سیوطی در المنثور میں اور ابن مردویہ مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عن علی علیہ السلام عن رسول اللہ لما نزلت ھذہ الآیۃ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب قال ذلک من احب اللہ ورسولہ واحب اھلبیتی صادقا غیر کاذب۔ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دل ہیں جو اللہ اسکے رسول اور میری اہلبیت سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ کے **الثالثۃ عشرین** والشفع والوتر قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔ علامہ نطنزی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں عن الحسین ابن علی علیہما السلام فی قولہ تعالیٰ والشفع والوتر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشفع الحسن والحسین علیہما السلام والوتر علی ابن ابیطالب علیہ السلام جناب امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ شفع (جفت) سے مراد حضرات امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور وتر (طاق) سے جناب امیر مقصود ہیں۔ **الرابعۃ عشرین** ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ پھر تم سے نعیم کی نسبت ضرور پوچھینگے۔ علامہ موصوف اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ عن جعفر ابن محمد علیہما السلام قال نحن النعیم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ نعیم ہم ہیں۔

آیات قرآنی کی تفصیل کو ختم کرکے اب ہم احادیث نبوی کو بھی اسی سلسلہ میں نہایت اختصار کیساتھ تحریر کرتے ہیں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ ان حضرات مقدسہ اور ذوات طاہرہ کی عظمت و جلالت درگاہِ الٰہی میں پوری طور پر ظاہر ہونے کے بعد یہ بھی معلوم ہو جائے کہ بارگاہِ رسالت میں کیا مرتبہ رکھتے ہیں (۱) امام احمد مسند میں لکھتے ہیں عن حمید ابن عبد اللہ بن یزید المدنی قال ذکر عند النبیؐ عن قضاء قضاہ علی علیہ السلام فاعجب النبی فقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اهل البیت۔ حمید ابن عبد اللہ ابن یزید المدنی کہتے ہیں کہ آنحضرت کی بابت جناب علی مرتضیٰ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو حضرت نے تعجب فرما کر ارشاد کیا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کو حکمت عطا فرمائی۔

(۲) دیلمی فرماتے ہیں عن ابن عباس قال قال رسول اللہ نحن اهل بیت مفاتیح الرحمۃ وموضع الرسالۃ ومعدن الحلم۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہلبیت رحمت کی کنجیاں۔ رسالت کے مقام مخصوص اور حلم کی کان ہیں

(۳) ابن شیبہ۔ ابو یعلی۔ ابو ذر الغفاری اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں سلمہ ابن اکوع کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے عن سلمہ ابن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النجوم امان لاهل السموات واهلبیتی امان لامتی سلمہ ابن اکوع کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے وجہ امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

(۴) امام دیلمی لکھتے ہیں عن ابن عباس وابی ذر قالا قال رسول اللہ مثل اهلبیتی فیکم کمثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوذرؓ غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ میرے اہلبیت تم لوگوں میں ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں توبہ کا دروازہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا واضح ہو کہ یہ دونوں حدیثیں مفصل اور شرح طور سے اوپر تحریر ہو چکی ہیں

(۵) امام حاکم اور قریب قریب تمام محدثین تحریر فرماتے ہیں عن حبیش ابن المغیرۃ قال رأیت اباذر اخذ بعضادتی باب الکعبۃ وهو یقول من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا ابوذر الغفاری سمعت رسول اللہ یقول مثل اهلبیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق۔ حبیش ابن مغیرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے ابا ذر کو کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کی چوکھٹ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچانا اور جس نے نہ پہچانا ہو وہ اب پہچان لے۔ میں ابوذر غفاری ہوں میں نے جناب رسالتمآب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہو گیا۔

(۶) فردوس الاخبار میں امام دیلمی اور سیرت میں ملا تحریر فرماتے ہیں عن انس ابن مالک قال رسول اللہ نحن اهلبیت لا یقاس بنا احد۔

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ ہم اہلبیت ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی غیر کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

(۷) امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں عن ام سلمۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ان مسجدی حرام علی کل حائض من النساء وجنب من الرجال الا علی محمد واهلبیتہ امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں کہ فرمایا ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے کہ ارشاد کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری مسجد حرام ہے ہر حیض والی عورت اور جنب والے مرد پر مگر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور ان کی اہلبیت پر

(۸) امام دیلمی نے طبرانی تحریر فرماتے ہیں عن ابی رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ابو رافع کا بیان ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں ہوں اور تم اور حسن و حسین (علیہما السلام) اور ہماری اولاد ہمارے پس پشت ہوگی اور انکے پیچھے ہماری بیبیاں اور ہمارے شیعہ ہمارے دہنے اور بائیں ہونگے۔ اس روایت کو امام احمد نے مناقب میں۔ امام ثعلبی نے تفسیر میں ملا نے سیرت میں اور علامہ ابو سعید عبد الملک نے شرف النبوۃ میں بھی تحریر کیا ہے

(۹) امام احمد نے مناقب میں اور علامہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں لکھا ہے عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفاطمۃ انی وایاک وهذین یعنی حسنا وحسینا وهذا الراقد یعنی علیا فی مکان واحد یوم القیمۃ جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں اور تو اور یہ دونوں یعنی حسنین اور یہ سونے والا یعنی علی۔ قیامت کے دن ایک مقام میں ہونگے۔

(۱۰) پھر وہی حضرت رقطراز ہیں عن عبد اللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ حب اہلبیتی نافع فی سبع مواطن اھوالھن عظیمۃ عند الوفاۃ وعند القبر وعند النشور وعند الکتاب وعند الحساب وعند المیزان وعند الصراط عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میرے اہلبیت کی محبت سات مقامات میں نفع رساں ہے جو وقت بڑے خوف کے ہیں۔ وقت وفات۔ قبر میں جانے کے وقت۔ قبر سے اٹھائے جانیکے وقت حساب اور کتاب کیوقت۔ میزان کیوقت اور پل صراط کی عبور کیوقت

(۱۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ احبوا اللہ بما انعمہ علیکم من نعمتہ فاحبونی بحب اللہ واحبوا اہلبیتی بحبی۔ امام ترمذی اور امام حاکم ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں جناب رسالت مآب نے فرمایا خدا سے محبت کرو اس لئے تم کو اس نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور خدا کی محبت کے سبب سے مجھسے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر سے میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

(۱۲) احمد ابن حنبل مناقب میں تحریر کرتے ہیں عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ من ابغض اہل البیت فھو منافق ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اہلبیت سے بغض رکھیگا وہ منافق ہے

(۱۳) امام ترمذی اور امام احمد فرماتے ہیں عن عبد المطلب ابن ربیعۃ قال قال رسول اللہ لا یدخل قلب امرء ایمان الا بحب قرابتی۔ عبد المطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا مگر میرے قرابتمندوں کی محبت کیوجہ سے

(۱۴) علامہ ابو سعید ادرملا، لکھتے ہیں عن ابی بکر الصدیق ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من حفظنی فی اہلبیتی فقد اتخذت عند اللہ عہدا۔ ابو بکر صدیق سے مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اہلبیت کی حفاظت کریگا میں نے اس کے لئے خدا سے عہد لیا ہے۔

(۱۵) امام طبرانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں عن جابر قال خطبنا رسول اللہ فسمعتہ یقول ایھا الناس من ابغضنا اہل البیت حشرہ اللہ یوم القیمۃ یھودیا۔ جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ہمکو خطبہ میں سنایا ہے اے لوگوں جس نے ناراض کیا میرے اہلبیت کو اللہ تعالیٰ اس کو حشر میں یہودی اٹھائیگا

(۱۶) بخاری نے تاریخ میں اور سیوطی نے احیاء المیت میں لکھا ہے۔ عن الحسن ابن علی علیہما السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکل شئ اساس واساس الاسلام حب رسول اللہ وآلہ۔ جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ہر شے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور ان کی آل کی محبت ہے

ہم نے اتنی حدیثیں علمائے معتبرین کی اسناد سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھدیں اگرچہ ان کا قلمبند کرنا ہمارے تاریخی مدعا سے زائد معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ انکا اندراج ہمارے آئندہ مضامین کی تشریح میں بہت مدد دیگا اسلئے ہم نے انکی اندراج کو اپنے لیے ضروری سمجھا مگر تاہم نہایت اختصار کے ساتھ چند حدیثیں علمائے معتبرین کی اسناد سے انتخاب کرکے قلمبند کردیں۔ اب ہم اس سلسلہ میں چند ایسی حدیثیں بھی لکھینگے جو مخصوص جناب امام حسین علیہ السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں اور انہی حدیثوں کی تحریر پر ہم اپنی اس تمہید باب فضائل کو تمام کرکے اپنی سیرت کے تاریخی واقعات کا آغاز کرینگے۔

(۱۷) امام احمد امام حاکم اور طبرانی تحریر کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہ الی فاطمۃ وعلی والحسن والحسین فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب سیدہ و جناب علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ میں لڑنے والا ہوں اس شخص سے جو ان لوگوں سے لڑے اور صلح کرنیوالا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے۔

(۱۸) محب طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے عن ابی بکر الصدیق قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیم خیمۃ وھو متکئ علی قوس عربیۃ وفی الخیمۃ علی وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام قال یا معشر المسلمین انا سلم لمن سالم اھل ھذہ الخیمۃ وحرب لمن حاربھم وولی لمن والاھم لا یحبھم الا سعید الجد طیب المولد ولا یبغضھم الا شقی الجد ردی الولادۃ۔ ابو بکر صدیق سے منقول ہے کہ دیکھا ہم نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خیمہ برپا کئے ہوئے اور آپ اس وقت ایک عربی کمان تکیہ کئے ہوئے تھے اور اس خیمہ میں جناب سیدہ۔ جناب علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام تشریف فرما تھے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے مسلمانوں میں اس خیمہ والوں کے ساتھ صلح قائم رکھنے والوں سے صلح کرنیوالا اور ان سے جنگ کرنیوالوں کے ساتھ جنگ کرنیوالا ہوں اور ان کے دوست رکھنے والوں کا دوست رکھتا ہوں جو انھیں دوست رکھتا ہے جو نیک بخت پاکیزہ ولادت والا ہوگا وہ انھیں دوست رکھیگا اور بد بخت ناپاک ولادت والا ہوگا وہ انھیں نہیں دوست رکھیگا۔

(۱۹) صحیح نسائی۔ صحیح ترمذی۔ ابن عدی۔ ابن عساکر وغیرہم نے باختلاف

اسنا د لکہا ہے۔ عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم قال الحسن والحسین ھما ریحانتای فی الدنیا عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(۲۰) امام نسائی۔ رویانی ضیا۔ ابو یعلی۔ احمد حنبل۔ ترمذی۔ ابن حبان ابن ماجہ۔ ابن عدی۔ امام حاکم۔ حافظ ابو نعیم طبرانی۔ دیلمی۔ ابن عساکر ابن ابی راشی۔ ابن النجار نے تحریر کیا ہے۔ قال رسول اللہ ص الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ۔ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ حضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

(۲۱) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابی ماجہ اور مسند ابو یعلی میں تحریر ہے قال رسول اللہ ص اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ۔ فرمایا آنحضرت نے کہ اے پروردگار میں اسے دوست رکہتا ہوں پس تو بھی اسے دوست رکھ اور اسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔

(۲۲) امام بخاری۔ ترمذی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن ماجہ۔ ابو نعیم اور ابن اثیر یہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ ص حسین منی وانا من حسین احب اللہ من یحب الحسین حسین سبط من الاسباط۔ فرمایا جناب رسالت مآب نے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدا تعالی اسکو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے حسین سبط ہے گروہ اسباط سے اتنی حدیثیں ان کی معتبر اور مستند اسناد سے لکھکر اپنی کتاب کے ناظرین کو ہم دکھلا دیتے ہیں کہ یہ حضرات مقدسہ اور یہ ذوات طاہرہ عظمت و جلالت کے اس اعلی مرتبہ اور درجہ پر فائز تھے جس کے ثبوت میں ہم نے اتنی آیات قرآنی اور حدیثیں درج کیں وہ بزرگوار عالی مقدار یہی ہیں جن کیساتھ محبت والفت قائم رکھنے اور جن کی اطاعت اختیار کرنے کی سعادت کو امام شافعی نے ذیل کی اشعار میں منظوم فرمایا ہے۔

آل النبی ذریعتی … وھم الیہ وسیلتی
ارجوھم اعطی غدا … بیدالیمین صحیفتی

اہلبیت علیہم السلام ہمارے (ذریعہ) نجات ہیں اور وہی حضور خدا میں ہمارے وسیلے ہیں۔ بروز قیامت انہی حضرات سے امید ہے کہ وہ ہمارے داہنے ہاتھوں میں ہمارا صحیفہ (نامہ اعمال) عنایت فرمائیں گے

امام سمہودی جو مصر و حجاز کے اعلم علماء میں مشہور ہیں۔ اپنی کتاب کوکب جواہر العقد میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ربیع ابن سلیمان امام شافعی کے اصحاب خاص میں تھے ربیع نے ایک دن آپکی خدمت میں عرض کی کہ اکثر لوگ محبت اہلبیت کی وجہ سے آپکو رافضی کہتے ہیں۔ یہ سنکر امام شافعی نے یہ اشعار منظوم فرمائے۔

اذا فی مجلس ذکروا علیا … وسبطیہ و فاطمۃ الزکیہ
فاجری بعضہم ذکرا سواہ … فایقن انہ سلقلقیہ
اذا ذکروا علیا او نبیہ … یتشاغل بالروایات العلیہ
وقال تجاوزوا یا قوم ھذا … فھذا من حدیث الرافضیہ
برئت الی المھیمن من اناس … یرون الرفض حب الفاطمیہ
علی آل الرسول صلوۃ ربی … ولعنتہ لتلک الجاھلیہ

ہم جب کسی مجلس میں جناب علی مرتضے حضرت فاطمۃ الزہرا اور سبطین رسول یعنی جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کا ذکر کرتے ہیں بعض لوگ ان بزرگواروں کے سوا اور لوگوں کا ذکر کرنے لگتے ہیں یقین جان لو کہ یہ لوگ قوم سلقلقیہ ہیں ہم جب ذکر جناب علی مرتضی اور آپکے صاحبزادوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیشہ روایات عالیہ ہمارے پیش نظر رہتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے قوم ان باتوں کو جانے دو اور انکو نہ سنو کہ یہ حدیثیں رافضیوں کی ہیں پس ہم ایسے لوگوں کی بیزاری خدا سے چاہتے ہیں جو محبت فاطمہ کو رفض جانتے ہیں اولاد رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پہ درود خدا اور اس فرقہ جاہل پر لعنت خدا ہو۔

حافظ جمال الدین الزرندی امام شافعی کے یہ اشعار تحریر فرماتے ہیں

قالوا ترفضت قلت کلا … ما الرفض دینی ولا اعتقادی
لکن تولیت غیر شک … خیر امام و خیر ہادی
ان کان رفضا حب آل محمد … فانی ارفض العباد

لوگ پوچھتے ہیں کہ شافعی رافضی ہو گیا ہم انسے کہتے ہیں کبھی نہیں رفض ہمارا دین نہ ہمارا اعتقاد لیکن ہمیں شک نہیں کہ ہم تمام ہادیوں کے بہتر ہادی اور تمام اماموں سے بہتر امام کیساتھ محبت رکھتے ہیں اگر حب آل محمد کا نام رفض ہے تو ہم تمام خلق سے زیادہ رافضی ہیں امام بیہقی نے اس شعر کو بھی امام شافعی کی تصنیفات سے بتلا دیا ہے۔

ان کان رفضا حب آل محمد … فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر حب آل محمد ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ ہم رافضی ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹۶)

وفات جناب رسول خدا سے لیکر وفات جناب امام حسن علیہ السلام تک کے حالات

اس تمہیدی فضائل و مناقب کے باب سے پہلے ہم جناب امام حسین علیہ السلام

کی سیرت کے مخصوص واقعات آپ کے روز ولادت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روز وفات تک لکھ آئے ہیں اب ہم اپنی اسی قدیمی کو پھر آغاز کرتے ہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے اہل اسلام کو ان بزرگوار دں سے کوئی زندہ تعلق باقی نہیں رہا شوری کے انتظام نے سلطنت سے تمام اختیارات آل محمد کو مقدس سلسلہ سے منتزع کر کے مجلس شوریٰ کے بنائے ہوئے امیر کے سپرد کر دیے اسی وقت سے ان حضرات کو اسلامی سلطنت کے تعلقات سے قطعی جدائی اور بے سروکاری ہو گئی۔ اہل اسلام کی طرف سے اب بھی یہ امید کیجاتی تھی کہ معاملات ملکی ہی کے متعلق ان کی جانب سے بے توجہی اور کس مپرسی ظاہر کیے بس کیجائے گی اور روحانی اور دینی ضرورتوں میں ان کی متابعت اطاعت اور اقتدا ضرور کیجائیگی ہدایات وارشادات و اجبات اور سنن کی عملی ضرورتوں میں انکی حکم و احکام سے پورا استفادہ حاصل کیا جائیگا۔ اور پولٹیکل اقتدارات کی منتزع کر لینے کے بعد انتظام شوریٰ کے ہمدرد انکی روحانی اختیارات ضرور قائم رکھینگے جو منجانب اللہ و منجانب الرسول ان کو تفویض فرمائی گئی ہیں۔

مگر افسوس اینکہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ دنیاوی اختیارات لیجانیکی بعد دینی ضروریات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور صحبت رسول خدا کی حصول سعادت کو تمام دینی اور دنیاوی فضیلتوں کا مجموعہ سمجھ کر اسی طبقہ کی لوگوں کو دینی ضروریات کا بھی مرکز انتہائی سمجھ لیا گیا اور انہی کو ٹوٹل اور سپریم ٹول اختیارات تسلیم کر دیئے گئے اور آل محمد کی مقدس سلسلہ سے بالکل قطع تعلق اختیار کر لیا گیا اور انکو بھی عام مسلمانوں کی طرح سلطنت کا دست نگر بنا کر حسرت و ناکامی اور محض گمنامی کی حالتوں میں بسر کرنیکے لیے چھوڑ دیا گیا بیشک حقیقی کریم النفس اور مستغنی المزاج بزرگوار بھی بقائے اسلام کی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر اپنے کمال استغنا اور عالی ہمتی سے اہل اسلام کی ان تغیر پذیر حالتوں کو دیکھا کیے اور کچھ نہ بولے اور اس زمانہ کی رئیس اہلبیت نے اپنے گزشتہ رأس الرئیس اہلبیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وصیتوں پر عمل فرما کر پورا سکوت اختیار کیا اور تمام امور سے دست بردار ہو کر ایسا خانہ نشین ہو بیٹھا کہ اس کا رہنا اور نہ رہنا مدینۃ النبی میں مشکل سے دریافت ہوتا تھا۔

ایامیکہ بعد وفات پیمبر	خلافت گزار بہ ماتم نشین۔

اس سلسلہ کی جلد اول میں ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے حالات کو پوری تفصیل کیساتھ لکھ آئے ہیں۔ بہر حال انتظام شوریٰ کے ہوتے ہی خاندان ہاشم جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں خاندان ابراہیم اور دودمان اسمٰعیل علیٰ نبینا و علیہما السلام کا سرمایہ ناز تھا اور تمام قریش ہر وقت اور ہر موقع پر ان کی شرافت جلالت اور وجاہت کو اپنا معیار اور انکی رئیس قبیلہ کو اپنا پیشوا اور سردار سمجھتے چلے آتے تھے اب اپنی پورے عروج اور کمال کی بعد افسوس تو یہ ہے کہ انہی کی خود غرضی اور نفسانیت کے ہاتھوں جن کو اس ذحضیض ضلالت سے نکال کر ترقی کی عرش الکمال تک پہنچایا تھا اب لپنے انتہائی زوال تک پہنچ گیا اور ایسا ضعیف کمزور اور کس مپرس ہو گیا کہ ان میں عام فقرائے مدینہ میں مشکل سے امتیاز ہوتا تھا ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو ضرور افسوس ہوگا کہ ابھی چند روز پیشتر حیات رسول کی زمانہ میں ان کی تعظیم و توقیر کیا تھی اور اب کیا ہو گئی یہ وہی بزرگوار ہیں جن کے فضائل و مناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے برابر سنے جاتے تھے یہ وہی حضرات ہیں جن کی محبت تمام اہل اسلام پر فرض کی گئی تھی یہ وہی ذوات عالیہ ہیں جن کی اطاعت جز و ایمان اور دین اسلام بتلائی گئی یہ وہی مقدس بزرگوار ہیں جو اپنی ذاتی شرافت و فضیلت کے اعتبار سے تمام لوگوں پر ترجیح رکھتے تھے جن کا دوست خدا و رسول کا دوست جنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن سمجھا جاتا تھا آج انہی کیساتھ کوئی ہمدردانہ سلوک نہیں کرتا اور ان کی عظمت و جلالت کا کوئی نام لینا بھی نہیں چاہتا اہل اسلام بے توجہی اور بے التفاتی نے اپنی خود غرضی کی آگے جناب رسول خدا کی اس وصیت کو بھی بالکل بھلا دیا جو حضرت فاروق کی صاحبزادی عبد اللہ کی زبانی اوپر لکھی جا چکی ہے اور جسکو بار دیگر ہم یہاں پر لکھ دیتے ہیں عن ابن عمر آخر ما تکلم به النبی احفظونی فی اهلبیتی وعترتی افسوس ہے کہ آل محمد کی فضائل و مدائح کیساتھ ان کی رئیس جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی حقوق خدمات بھی بھلا دیے گئے جن کی وجہ سے بنائے اسلام قائم ہوئی تھی اور کھلے اسلام کا یقین ہو گیا تھا

بہر حال ہم اپنی موجودہ بحث کو اپنی ضرورت سے زائد سمجھکر ختم کرتے ہیں اور اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام کا سن مشکل سے سات برس کا کہا جا سکتا ہے جب جناب رسول خدا نے حلت فرمائی اس وقت سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے پورے زمانہ تک آپ کی حالات پر بھی پردہ ہے اس مدت میں ان حضرات کے مشاغل خاصکر علم الحدیث علم القرآن۔ احکام شریعت اور دیگر اخلاقیات اور روحانی تعلیمات کے طریقوں کی تدوین اور ترتیب بھی ان کے سوا ان حضرات کا کوئی

شغل معلوم نہیں ہوتا۔

خلافت اولیٰ میں کوئی ایسا واقعہ جناب امام حسین کے متعلق نہیں ملتا جسکو ہم اپنے موجودہ سلسلۂ مضامین میں درج کریں خلافت ثانیہ کے دور دورہ میں دو واقعے ہمارے پیش نظر ہیں جن کو ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں درج کر سکتے ہیں اگرچہ ان واقعات سے بھی ان حضرات کا کوئی تعلق کسی مقصد اسلامی سے متعلق نہیں پایا جاتا اور نہ ان سے کسی ملکی ضرورت کا لگاؤ ثابت ہوتا ہے اور نہ فرمانروائے عہد کی کوئی توجہ والتفات کا ظہور ہوتا ہے ہاں جو کچھ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے وہ ان حضرات کے وہی فضائل و مناقب ہیں جو منجانب اللہ و منجانب الرسول انکو تفویض فرمائے گئے تھے چونکہ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں یہ واقعہ درج ہے:۔

عن عبید بن حنین قال حدثنی الحسین قال اتیت عمر و هو یخطب علی المنبر فصعدت الیه فقلت انزل عن منبر ابی و اذهب الی منبر ابیك فقال عمر لم یکن لابی منبر فاخذنی فاجلسنی معه اقلب الحصیٰ بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزله فقال من علمك فقلت واللہ ما علمنی احد قال فاتیته و هو خال بمعاویة و ابن عمر فی الباب فرجع فرجعت معه فلقینی بعد ذلك فقال لم ارك فقلت یا امیر المؤمنین انی جئت و انت خال بمعویة مع ابن عمر فقال انت احق من ابن عمر سنده صحیح عند الخطیب

عبید بن حنین کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے میں نے اوپر چڑھ کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر جا بیٹھو عمر نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے۔ یہ کہکر مجھ کو پکڑ کر اپنے پاس منبر پر بٹھلا لیا میں اوپر بیٹھا رہا اور کنکروں کو ادھر ادھر الٹ پلٹ کر رہا تھا جب وہ منبر سے اترے مجھکو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ بات تم کو کس نے سکھائی ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا قسم خدا کی مجھ کو کسی نے نہیں سکھائی پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں پھر ان کے پاس گیا تو وہ معاویہ کے ساتھ خلوت کرتے تھے اور ابن عمر دروازہ پر تھے پس ابن عمر لوٹ پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ لوٹ پڑا پھر اسکے بعد عمر مجھسے ملے اور کہنے لگے میں نے آپ کو نہیں دیکھا میں نے کہا میں تو تمہارے پاس آیا تھا تم معاویہ کیساتھ خلوت میں تھے پس میں ابن عمر کیساتھ لوٹ گیا وہ کہنے لگے تم ابن عمر سے زیادہ مقدم رکھتے ہو خطیب کے نزدیک اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اس واقعہ سے افضلیت اور حقیقت جناب امام حسین علیہ السلام کی دونوں پورے طور سے ثابت ہوتی ہیں۔ مگر ان دونوں بحثوں کو اس مقام سے کوئی واسطہ نہیں اس لئے ہم اسکی تفصیل سے قطعی دست بردار ہو کر دوسرے واقعہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

عن ابن عباس لما فتح اللہ المدائن علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم فی ایام عمر امر عمر بالانطاع فبسط فی المسجد فاول من بدء الیه الحسن علیه السلام فقال یا امیر المؤمنین اعطنی حقی مما افاء اللہ علی المسلمین فقال عمر بالحب والکرامة فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدء الیه الحسین علیه السلام فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدء الیه عبد اللہ ابن عمر فامر له بخمسمائة درهم فقال له یا امیر المؤمنین انا رجل مشتد اضرب بالسیف بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم والحسن والحسین علیهما السلام طفلان یدرجان فی سکك المدینة تعطیهم الف الف درهم و تعطینی خمسمائة قال عمر نعم اذهب فأتنی باب کابیهما و ام کامهما وجد کجدهما و جدة کجدتهما و عم کعمهما و عمة کعمتهما و خالة کخالتهما و خال کخالهما فانك لا تاتینی بهم اما ابوهما فعلی المرتضیٰ علیه السلام و امهما فاطمة الزهرآء و جدهما محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم و جدتهما خدیجة الکبریٰ و عمهما جعفر ابن ابیطالب و عمتهما ام هانی بنت ابیطالب و خالتهما رقیة و ام کلثوم بنتا رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم و خالهما ابراهیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب عمر کی خلافت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب پر ملک مدائن کو فتح کیا۔ عمر نے غنیمت کے مال کی تقسیم کرنیکا حکم دیا۔ وہ مال مسجد میں پھیلا دیا گیا سب سے پہلے جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ میرا حق مجھے دیا جائے عمر نے کہا کہ بزرگی اور کرامت سے پھر عمر نے ان کے لئے ہزار درہم دیے جانیکا حکم دیا انکے واپس جانیکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو عمر نے ان کیلئے بھی ہزار درہم دیے جانیکا حکم دیا جب وہ بھی لوٹ گئے تو عبد اللہ ابن عمر انکے پاس آئے تو عمر نے ان کو پانچسو کا حکم دیا

عبداللہ ابن عمر کہنے لگے یا امیر المومنین میں مضبوط آدمی ہوں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تلوار سے لڑتا تھا اور جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السلام اس وقت لڑکے تھے اور مدینہ کے بازاروں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انکو تو ہزار ہزار درم دلوائے ہیں اور مجھ کو پانچ سو درہم دیئے ہیں، عمر کہنے لگے چلے جاؤ۔ ان کے باپ جیسا باپ لاؤ انکی ماں جیسی ماں۔ انکے نانا جیسا نانا۔ انکی نانی جیسی نانی۔ اور ان کے چچا جیسا چچا۔ انکی پھوپی جیسی پھوپی۔ ان کے ماموں جیسے ماموں ان کی خالہ جیسی خالہ۔ تو ہرگز نہیں لا سکے گا۔ قسم خدا کی ان کا باپ علی مرتضٰے علیہ السلام۔ انکی ماں فاطمۃ الزہرا علیہا السلام۔ ان کے جد امجد محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انکی جدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔ ان کے چچا جناب جعفر طیار علیہ السلام اور ان کی پھوپی ام ہانی بنت ابیطالب علیہ السلام۔ انکی خالہ رقیہ اور ام کلثوم آنحضرت کی بیٹیاں اور ان کے ماموں جناب ابراہیم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

ایک اور واقعہ اسی خلافت کے تذکرہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق اور پایا جاتا ہے جسکو ہم تاریخ دمشق کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

فی تاریخ دمشق ان الناس کرروا الاستسقآء عام الرمادۃ سنہ سبع عشرۃ فی الہجرۃ فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لاستسقین غدا بمن یستسقی یسقی اللہ بہ فلما اصبح غدا الی عند العباس وقال لہ اخرج بنا حتی نستسقی اللہ بک قال العباس یا عمر اقعد فی بیتک فارسل الی بنی ہاشم ان یطہروا ویلبسوا من صالح ثیابہم فاتوہ فاخرج طیبا فطیبہم ثم خرج العباس رضی وعلی امامہ والحسن علیہ السلام عن یمینہ والحسین علیہ السلام عن یسارہ وبنو ہاشم خلف ظہرہ وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلی فوقفوا ثم العباس حمد اللہ واثنی علیہ فقال اللہم انک خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون بہ قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک بحالنا بعد ان خلقتنا اللہم کما تفضلت علینا فی اولہ تفضل علینا فی آخرہ وقال جابر فما تم دعائہ اذ تنجب علینا سحاب وما وصلنا الی منازلنا الا بللنا من المطر۔ تاریخ دمشق میں ہے کہ ایک بار قحط کے زمانہ میں لوگوں نے کئی مرتبہ دعائے استسقا پڑھی مگر پانی نہیں برسا پس عمر ابن خطاب نے کہا کہ کل میں ان لوگوں کے ذریعہ سے پانی مانگوں گا کہ جن کے ذریعہ سے پانی مانگا جائے تو خدا سیراب کریگا پس صبح کو عمر حضرت عباس کے گئے اور کہا کہ باہر چلیئے ہم آپ کے ذریعہ سے خدا سے طلب باراں کریں۔ حضرت عباس نے کہا کہ تم تو اپنے گھر جا بیٹھو اور بنی ہاشم کو کہلا بھیجا کہ آپ لوگ پوری طہارت فرما کر اور لباس پاکیزہ پہنکر باہر تشریف لائیں وہ حضرات تشریف لائے تو حضرت عباس نے خوشبو نکال کر سب حضرات کے لگائی پھر حضرت عباس ابن عبد المطلب باہر اس طرح تشریف لائے کہ جناب امیر علیہ السلام انکے آگے آگے تھے اور جناب امام حسن علیہ السلام انکی داہنی طرف ہو جناب امام حسین علیہ السلام ان کے بائیں طرف۔ اور دیگر حضرات بنی ہاشم انکے پیچھے پیچھے تھے۔ نیز حضرت عباس نے فرما دیا تھا کہ اے عمر غیر لوگوں کو ہمارے شامل نہ ہونے دیجو پس یہ حضرات عیدگاہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے، حضرت عباس نے خدا کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا پروردگار تونے ہم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں تو جانتا ہے قبل اس کے کہ تونے ہم کو پیدا کیا تو بعد ہمارے پیدا کرنے کے ہماری حالت کے بارے میں تیرے علم کا مانع کون ہو سکتا ہے، پروردگار جس طرح تونے ابتدا میں ہمکو فضیلت دی ہے اسی طرح آخر میں بھی عنایت کر جابر کہتے ہیں ابھی انکی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ایک ابر ہم پر چھا گیا اور ہم لوگ اپنے اپنے گھر پہنچے مگر اس حالت میں کہ ہم پانی سے بالکل بھیگ گئے تھے۔

ان تینوں واقعات سے ان بزرگواروں کی کمال افضلیت اور حقیقت پورے طور سے ثابت ہوگئی خصوصًا اس اخیر واقعہ نے تو ان حضرات کے فضائل کو کالشمس فی نصف النہار ظاہر و آشکار کر دیا خلیفہ عصر نے اگرچہ اپنی بے توجہی اور بے التفاتی کے باعث انکی بارہا ناگزیر اور مجبوری کی حالت میں بھی ان سے کسی قسم کے توسل رکھنے کا عار گوارا کرنا پسند فرمایا اور حضرت عباس کو کبر سنی کی وجہ سے بنی ہاشم میں سے منتخب فرما لیا اپنے انجاح مطالب کے لئے کافی سمجھا اور انہی سے اپنی استدعا رجوع کی مگر خود حضرت عباس کے طرز عمل سے انکو اسی وقت اپنے اس انتخاب کی غلطی بھی معلوم ہوگئی اور انہوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ ان حضرات کی معرفت حاصل کرنے میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ان فضائل ومناقب کا تعلق عطائے ربانی سے ہے نہ قیاس آرائے انسانی سے خلیفہ ثانی بہرحال اپنے قیاس پر اعتبار کرکے حضرت عباس کو اپنے کشود کار

اور کھولیت کے باعث اندھے ہونیکے قریب پہنچ گیا تھا اگر وہ کسی طرح کام کرنے کے لائق ہوتا تو ہمکو یقین تھا کہ منتظمین خلافت اس مہم کی خدمات کے لیئے اپنے تجربہ کار اور کار کردہ سپہ سالار کے مقابلہ میں یزید جیسے ناتجربہ کار و مبتدی کے تعین کو منظور نہ کرتے۔ بہرحال یزید ابن ابوسفیان کے امیر لشکر مقرر ہونے کو بنی امیہ کے بار دگر عروج و اقتدار کا پہلا زینہ سمجھنا چاہیے محاصرہ دمشق کے تمام ہو جانے کے بعد جب ادھر کا علاقہ قلمرو اسلامی میں شامل کر لیا گیا تو انہی مصالح پر نظر کر کے ابوعبیدہ کے بعد خلیفہ عمر نے دمشق کی حکومت انہی کے سپرد فرمائی۔ پھر کیا تھا بنی امیہ نے منہ مانگی مراد پائی یزید دو برس یا اس سے زائد وہاں حکومت کرتا رہا اس کے بعد مر گیا۔ اس کے مرجانے کے بعد عمر ابن خطاب نے انکی جگہ اس کے چھوٹے بھائی معاویہ ابن ابوسفیان کو عنایت فرمائی۔ پھر اب کیا تھا۔ ایک تو کریلا پھر نیم چڑھا۔ بنی امیہ کی امیدوں کی شاخیں لگاتار چاروں طرف پھیلنے لگیں معاویہ اور یزید کی طبیعتوں میں کوئی فرق نہ تھا اگرچہ تھا بھی تو وہ صرف وقت اور زمانہ کا مقتضا ہو کسی طرح فرق ما بہ الامتیاز نہیں کہا جا سکتا اگر ہم اس امر پر بحث کریں کہ یزید بھی امیر شام تھا اور معاویہ بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی باپ ابوسفیان کے بیٹے تو پھر یزید کے ایام حکومت میں وہ شکایتیں کیوں نہ واقع ہوئیں جو معاویہ کے زمانہ میں بتلائی اور دکھلائی جاتی ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ سوال عموماً وہی لوگ کرتے ہیں جنہوں نے تاریخوں کو مطلق نہیں دیکھا ہو، حقیقت یہ ہے کہ یزید کی امارت و ثروت کا زمانہ محض ابتدائی تھا ہر شے کی ترقی بتدریج ہوا کرتی ہے نہ ایکدم سے۔ ترقی اپنے جنیا کی بات نہیں ہے کہ خیال کیا اور ہو گئی۔ جب تک کہ اس کے قرینے اور وسیلے مہیا اور فراہم نہ ہولیں، یزید کے وقت میں بنی امیہ کی حالت میں درستی آچلی تھی اور برسوں کی بگڑی ہوئی صورتوں پر اقبال کی تھوڑی بہت رنگت نمودار ہو چلی تھی مگر وہ حالت ابھی ایسی قوی نہیں ہوگئی تھی جو کسی آزادی یا خود مختاری کا یقین دلا سکے، یزید کا پورا زمانہ بنی امیہ کی حالت کی درستی میں گزر رہا تھا معاویہ کی امارت شروع ہوتے ہی انکی حالت میں ترقی ہونے لگی، معاویہ نے برادر نوازی اور اقربا پروری کے محاسن کو پیش نظر رکھ کر انکی گری گزری حالتوں کو ایک اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر درست کرنے کا پورا ارادہ کر لیا خلافت ثانیہ کے خاتمہ پر خلافت ثالثہ کا آغاز ہوا تو حضرت عمر نے تعین خلیفہ کا جو اصول اپنے بعد اپنے ایام حیات ہی میں مقرر کیا تھا وہ ایسا ڈھکا ڈھکا تھا جو نہ تعین بالنص کہا جا سکتا تھا نہ تعین بالرائے سمجھا جا سکتا ہے بلکہ چھ آدمیوں کی ایک منتخب کمیٹی جس کے ممبر اپنی صورت ظاہری کے اعتبار سے تو سب باہم مختلف تجویز کیئے جا سکتے تھے۔ مگر جب انکے باہمی تعلقات پر غور کی گہری نظر ڈالی جائے تو ان میں سوائے ایک کے جو نہ صرف بنی ہاشم بلکہ تمام بنی ہاشم کا راس الرئیس تھا باقیماندہ پانچوں حضرات اس شعر کے مصداق تھے۔

من کیم لیلا و لیلا کیست من	ما دو روحیم آمدہ در یک بدن

المختصر عبدالرحمن ابن عوف نے جو اس خود غرض مجلس انتخاب کے پریسیڈنٹ تھے عثمان بن عفان کو جو بزرگان امیہ کی قدیم نسل کے موزوں یادگار تھے خلیفہ بنا کر تخت امارت پر بٹھلا ہی دیا، اب بنی امیہ کے عروج و ثروت کے علانیہ اظہار کے لیئے کون سی شے مانع تھی، آپ کے ایام حکومت میں بنی امیہ کی ترقیوں میں بڑے بڑے اضافہ ہوئے اس وقت تک انکی ترتیب اور درستی میں جو کچھ کمی رہ گئی تھی وہ نہایت سہولت و اطمینان سے پوری کر لیتے حضرت عثمان کو ہر طرح سے اپنا شفیق اور مہربان پا کر اپنی قوت و اختیار اور ثروت و اقتدار کے تمام ذریعے فراہم کر لیئے۔ عثمان کی حکومت کے امتداد ایام نے بنی امیہ کے لیے سونے میں سہاگے کا کام کیا اور اپنے گھر کے خلیفہ کا زمانہ انکے لئے کچھ ایسا سزاوار ہوا کہ اسی نے انکے لیے شام کی امارت ہی عطا کر دی اور آئندہ تمام جزیرہ نمائے عرب پر سلطنت کرنے کی بنیاد بھی قائم کر دی اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عثمان نے سمجھ لیا کہ اسلام میں تمام محاسن اور مکارم کے جائز مستحق اگر ہیں تو بنی امیہ، اب چاہے یہ انکی غلطی ہو یا اپنے قبیلے میں خلافت اسلامی کے تمام اختیارات کے محدود رکھنے کی پالیسی اسی کا سے حضرت عثمان نے اپنے وقت میں بیت المال، لشکر، سفارت، دیوان صدقات، زکوٰۃ، قضا وغیرہ وغیرہ غرض جتنے جتنے اس وقت تک ممالک اسلامی میں قائم تھے سب بنی امیہ کو تفویض فرمائے سلطنت اسلامی میں اس وقت جس طرف نظر اٹھائی جاتی تھی تو بنی امیہ کی صورت دکھلائی دیتی تھی۔ والیان ملک تھے تو بنی امیہ، عامل صدقات تھے تو بنی امیہ قاضی تھے تو بنی امیہ، خطیب تھے تو بنی امیہ، واعظ تھے تو بنی امیہ، خازن بیت المال تھے تو بنی امیہ، سپہ سالار لشکر تھے تو بنی امیہ، وزیر معتمد علیہ سلطنت تھے تو بنی امیہ، غرض ملک میں اس وقت جو کچھ تھے وہ یہی بنی امیہ تھے اور بس۔

جب ملک میں کوئی عہدہ باقی نہ رہا تو آخرکار ان لوگوں کو گرانبہا بیش قیمت تحفے قیمتی جاگیریں اور گرانمایہ خلعت عنایت فرمائے جانے لگے یہاں تک تو نوبت پہنچا دی کہ کسی کو کسی ملک کا خراج معاف کر دیا گیا تو کسی کو کسی زمین کی معافی لکھ دی گئی کسی کو کسی ملک کے فتح کرنیکے صلے میں

اس فتح کا تمام مال غنیمت اپنے نام لکھا لیا ۔ ان حضرات میں سب سے اول مروان ابن الحکم ہے جس کی نسبت اسلام اور اہل اسلام کی بربادی اور تباہی آج تک زبان حال سے یہ مصرع پڑھ رہی ہے کہ ع اے بلو صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ بہرحال یہی وہ مروان ابن الحکم ہیں جو مصطلحات علما و فضلا میں عاید رسول مشہور ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق قبل کی دونوں خلافتوں میں یہ وزغ بن وزغ مدینہ سے خارج البلد کیا گیا تھا مگر حضرت عثمان نے جس آؤبھگت سے اسکو اپنے زمانہ خلافت میں بلایا اور جیسے جیسے سلوک اسکے ساتھ کئے وہ تمام تاریخوں میں موجود ہیں ہمیں تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں، اسی طرح عبداللہ ابن ابی سرح ولید ابن عقبہ ۔ سعید ابن العاص ۔ حارث ابن الحکم ۔ عتبہ ابن ابوسفیان وغیرہ کو جیسے بڑے بڑے تحفے انعام اور جاگیرے عنایت فرمائے گئے وہ سب کو معلوم ہیں ۔

المختصر حضرت عثمان کی ان مہربانیوں اور زر افشانیوں کی بدولت بنی امیہ کے پاس ایسی دولت جمع ہو گئی جو کبھی انکے خیال و وہم میں بھی نہ آئی ہوگی۔ ہم ان لوگوں میں صرف عبدالرحمان ابن عوف کی دولت کی کیفیت جو انکے مرنے کے بعد چھوڑی حضرات اہلسنت سکنائے ہندوستان کے خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی اصل عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے کید پنجم میں تحریر فرماتے ہیں

دہم درین اثنا عبدالرحمان ابن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت بود یکے از دہ یار بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراوان گذاشت ۔ بعد یکہ ثلث افرائے دیون و تنفیذ وصایائے او ۔ چون ترکہ او را تقسیم نمودند ۔ ثمن باقی اش بچہار زن او رسید منجملہ آں چہار یکے ازیا دو ہشتاد ہزار درم در حصہ می رسید، چون او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند، بہشتاد ہزار درم حصہ نمودند

قبیلہ بنی امیہ میں سے ایک تن واحد کی مالداری کی یہ صورت ہے کہ اسکی ایک زن مطلقہ نے اسی ہزار درم پائے اور ایسی حالت خاص میں کہ مطلقہ ہونے کے باعث اسکو پورا سہم شرعی نہیں دیا گیا، جب ایک زن مطلقہ نے مصالحت خانگی کے ذریعہ سے نہ عدالت کے تصفیہ سے اسی ہزار درم پائے تو دیگر ورثائے جنہوں نے تقسیم شرعیہ کے طریق پر کامل حصے پائے ہونگے وہ کتنے کتنے ہونگے ہماری کتاب کے ناظرین صرف اسی ایک واقعہ سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ دو عاید بنی امیہ کی عموماً اور آل ابوسفیان کی دولت و ثروت کی خصوصاً کیا حالت ہوگی جو شام کے ایسے زرخیز اور سرسبز و شاداب علاقہ کے موجودہ فرمانروا تھے ۔ ان تمام دلیلوں سے قطع نظر کرکے ہم کو جو اس وقت اپنے سلسلہ بیان میں قلمبند کرنا ہے وہ صرف یہی ہے کہ ہم اس خلافت میں بنی امیہ کے عروج و اقتدار اور قوت و اختیار کی صحیح کیفیت اور سچی تصویر اپنے ناظرین کتاب کے سامنے پیش کردیں ۔

ہم اپنی اس بحث میں اپنی طرف سے کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتے بلکہ ایک ایسے محقق اور مورخ کی تحریر نقل کرتے ہیں جو اپنی جامعیت اور قابلیت کے باعث کچھ اپنی ہی قوم کا سرمایہ ناز نہیں مانا گیا ہے بلکہ تمام مسلمانان ہند کا باعث اعزاز تسلیم ہو چکا ہے ۔ رائٹ آنریبل مسٹر جسٹس سید امیر علیخاں سی ۔ آئی ۔ ای بالقابہ اپنی کتاب اسپرٹ اف اسلام میں تذکرہ خلافت حضرت عثمان بنی امیہ کے عروج و اقتدار کی یہ کیفیت درج کرتے ہیں

اب ہم اس تفریق کے حسرتناک واقعات نے جس نے موجودہ اسلامی دنیا میں دو فرقے قائم کردیے بیان کرینگے، وہ عثمان کے ایام خلافت میں ظاہر ہوئے حضرت عثمان کی سادگی اور نرم مزاجی نے انکو اپنے اقربا کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک تیح جانیوالا ہتھیار بنا رکھا تھا چاروں طرف سے خلیفہ عصر کو انکے کنبے کے اقربا نے گھیر رکھا تھا تمامی ملک اصلاح ڈھونڈھ رہا تھا مسلمانوں کی اس جماعت نے دنیا کی صورت کو سخت خوفناک بنا رکھا تھا اگرچہ وہ اصلاح کے خواستگار تھے، تاہم دار الخلافت کے فیصلہ کے منتظر

مسٹر داؤذی نے خلیفہ عثمان کے کیرکٹر کی بہت ہی اچھی تصویر کھینچی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کی حیثیت ہرگز انتخاب کے قابل نہیں تھی یہ سچ ہے کہ وہ مالدار و سخی آدمی تھے انہوں نے اسلام کو اور حضرت خیر الانام کو اپنے مالی اخراجات سے امداد بھی پہنچائی تھی، نماز روزہ بھی کثرت سے کرتے تھے خوش مزاج اور صاف روش کے آدمی بھی تھے یہ سب کچھ تھا مگر وہ کسی استعداد کے آدمی نہیں تھے کبرسنی کے موجودہ اعتبار سے وہ بالکل ضعیف ہو گئے تھے ان کا ضعف یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جب وہ منبر پر وعظ کہنے کے لئے بٹھلائے جاتے تھے تو یہ نہیں جانتے تھے کہ خطبہ کیسے شروع کیا جائیگا یہ کبیر السن خلیفہ اپنے اقارب سے مفرط درجہ کی محبت رکھتا تھا اور یہ لوگ (اس کے اقارب) جو مکہ کے امیر کہلاتے تھے اور بیس برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتے رہے اور ان پر ظلم کرتے رہے اور ان سے لڑتے رہے تھے اب وہ کامل طور سے عثمان پر قوت پا گئے تھے ۔ ان کا چچا ہشام اور خاصکر اس کا بیٹا مروان اس سلطنت کے اصلی فرمانروا تھے اور خلیفہ کا لقب برائے نام حضرت عثمان کے لئے رہ گیا تھا اور ان امور کی جوابدہی حضرت عثمان کے متعلق تھی جنکی اصلاح مروان سے ناممکن تھی

ان دونوں کے ایمان میں عموماً اور مروان کے ایمان میں خصوصاً سب کوشبہ تھا بنی امیہ عام طور سے تمام ملک پر بچھو کی جونکوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے اور مال دنیاوی بیرحمی اور زبردستیوں سے جمع کر رہے تھے مدینہ میں چاروں طرف سے شکایتیں آرہی تھیں، لیکن یہ شکایتیں صرف سخت کلامی اور گالیاں دے دیکر اڑا دی جاتی تھیں (دیکھو اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۳) لائق مصنف مسٹر ڈاوزی ایک زبردست فرانسیسی محقق کی عبارت نقل فرماکر بنی امیہ کے عروج اقبال کی کیفیت پر یوں تحریر فرماتے ہیں اس کبیر السن خلیفہ کی تخت نشینی نے اخیر وقت میں سلطنت جمہوری اسلام کی بالکلیہ بربادی ثابت کر دی یہ اس خاندان کے بزرگ تھے جسے خاندان بنی ہاشم کی طرف سے ایک گہری دشمنی تھی، انہی بنی امیہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکی ابتدائی حالتوں میں لڑ بھڑ کر مٹا دینا چاہا تھا اور پھر آپکی مخالفت میں آخیر وقت تک لڑتے رہے، یہی بنی امیہ آپس میں متفق ہوکر اور قبیلہ بنی مضر پر (بنی ہاشم کے قبیلہ سے مراد ہے دیکھو تزویج آنحضرت کے وقت جناب ابیطالب کا خطبہ روضۃ الصفا) قابو پاکر انکے ہاتھوں سے اپنی گئی ہوئی قوت اور عظمت کا پوشیدہ کینہ رکھتے تھے اور اس دن کا انتظار کرتے تھے فتح مکہ کے بعد انہوں نے مجبور ہوکر اسلام قبول کیا تھا لیکن تاہم وہ اسلام اور بنی ہاشم کو نہیں بھولے تھے جنکر ان بربادیوں کی وجہ سے جو ان کو ابن عبداللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں، جب تک آنحضرت زندہ رہے آپ کی قوت سلطانی بھی ان دغابازوں سے خائف رہی ان میں بہت سوں نے برائے نام اسلام قبول کیا تھا وہ بھی صرف اپنے ذاتی نفع کی غرض سے اور اس مال غنیمت کے لالچ سے جو اہل اسلام اپنی فتوحات کے بعد اسلامی دار الحکومت میں لاتے تھے مگر سلطنت جمہوریہ کی طرف سے انکی نفرت کبھی کم نہیں ہوئی، شہوت پرست بدکار بدنیت۔ اور ظالم اس مساوات قائم رکھنے والے مذہب میں ہونے کا دعوی تو رکھتے تھے مگر دل سے وہ بت پرست تھے وہ مذہب جسکے روحانی قواعد تقدس کی متابعت کرنیکی سخت بدنامی تھی یہ لوگ ابتدا ہی سے اس گورنمنٹ کے اکھاڑ پھینکنے پر اور ان لوگوں کے برباد کر دینے جنپر اس گورنمنٹ کا دار و مدار تھا آمادہ اور مستعد تھے جن کی اطاعت اور فرمانبرداری پردہ فریب تھا پہلے ہی آنحضرت کے قائم مقاموں نے ان حاسدوں کو ایک حد تک دور کر رکھا تھا اور ان کے مکر و فریب کی چالوں کو ظاہر کر دیا تھا حضرت عثمان کے منتخب ہوتے ہی وہ گدھوں کی طرح مردار کی بو پا کر مدینۃ النبی پر جھنڈ کے جھنڈ ہو کر گرے۔ ان (عثمان) کی تخت نشینی ان تفرقوں کے اظہار کی علامت تھی اور دن خاموش بنی امیہ کی بدکاریوں کی جائے ظہور جس نے اسلامی دنیا کا دل مرجھا دیا اسکے نہایت معزز اور قابل قدر خاندانوں کو برباد کر دیا۔ عثمان ابن عفان کے ایام حکومت میں دونوں خلفائے سابقین کی طرز حکومت سے پوری مخالفت کیگئی جنکی تقلید اور اتباع کا خلیفہ عصر (عثمان) نے خود اقرار کیا تھا۔ وہ معمر تجربہ کار اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار جو گورنر اور صاحب اختیار بنائے گئے معزول کر دئے گئے انکی لیاقتیں اور انکی خیرخواہانہ خدمتیں قطعی فراموش کر دی گئیں تمام معزز اور نفع پہنچانے والے عہدے بنی امیہ نے لے لئے تمام صوبوں کی صوبہ داریاں بھی لوگوں کو دیدی گئیں جنہوں نے ایک وقت میں اپنے آپ کو اسلام کا پورا مخالف ثابت کر دیا تھا ان کے سلوک کے لئے بیت المال خالی کر دیا گیا اسکے واقعات ہم مذہب اسلام کی تفریق کے باب میں بیان کرینگے۔ مگر یہاں اتنا لکھدینا کافی ہوگا کہ انتظام ملکی کی بدنظمیاں تمام انکی کارروائیوں سے غفلت اپنے اقربا کے ساتھ خلیفہ عصر کی طرفداری اور عام شکایتوں پر اسکے خلیفہ کے انکار نے اصحاب کبار سال جناب خیر الانام کیا بلکہ تمام اہل اسلام میں سخت مخالفت پھیلا رکھی تھی۔ اور مخالفت بغاوت ہوکر آخرکار ایسی عام ہوگئی کہ اس میں حضرت عثمان اپنی جان ہی کھو بیٹھے (دیکھو اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۴) یہ ہیں بنی امیہ کے عروج و اقتدار کی سچی تصویریں جو اس خلافت کے زمانہ میں انکو حاصل ہوئیں۔ اور اس وقت تک تاریخوں کے صفحات محفوظ میں موجود انکے عروج و اقبال کا دیباچہ اور نتیجہ فوٹو دیکھکر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے پورے بارہ برس کی مطلق اور وسیع مدت (زمانۂ خلافت ثالثہ) میں اپنی اور اپنے قبیلہ کی گئی گزری حالت کو ایسا درست کر لیا تھا اور ان میں اتنی قوت پیدا کر دی تھی کہ آئندہ خلافت سے نہایت شوخی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور حصول خلافت کی ناگزیر خواہش میں سابق حکام متوفی کے اصول کو بالکل درہم برہم کر دیا اور اپنی خودغرضی کی وجہ سے اپنے استحقاق خلافت کی کوئی کافی وجہ نہ دکھلا سکے۔ سب سے بڑا الزام جو آپ نے محاربات کی وجہ میں دکھلایا وہ قصاص قتل عثمان ہے جس کی یہ حالت ہے کہ خود انہی کے سامنے انہی کے زمانہ میں اور پھر انکے وقت سے لیکر اس وقت تک ایک بار نہیں سینکڑوں بار انکی دلیلوں کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں۔ آخرکار اپنے انہی محاربات میں جب کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے اور خلیفہ عصر (امیر المومنین علی علیہ السلام) کی فوج جرار سے نہ بچ سکے اور آپکی تیغ آبدار کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو آخرکار سب طرف سے تھک کر مکاری افترا پردازی، دغابازی اور عام فریبی کام

نکالا۔ ہم انکی ان مکارانہ حرکات کی نسبت بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھیں گے بلکہ لائق مولف کی تحریر کو پھر نقل کردیں گے جو یوروپین مورخین محققین کی جدید تالیفات اور تحقیقات کا ماخذ ہے ۔

معاویہ نے بیکایک بغاوت کا جھنڈا اڑایا، میدان صفین کی لڑائیوں میں متواتر شکست پاکر آخر کار جب اس کے سپاہی مالک اشتر کے غیر متحمل حملوں سے بھوسی کی طرح اڑنے لگے تو اس (معاویہ) نے اپنے آپ کو موجودہ ہلاکت سے بچانے کے لئے ایک حیلہ نکالا۔ اس نے چند سواروں کے نیزوں پر قرآن بندھوا کر مسلمانوں کے پاس شور و غل مچاتے ہوئے یہ کہلا بھیجا کہ اب مسلمانوں کی خونریزیوں کو روکو۔ اگر ملک شام کی سب فوج ماری جائیگی تو سرحد عرب کو یونانیوں کے مقابلہ میں کون بچائے گا اور اگر عراق کی فوج کٹ گئی تو عرب کی سرحد کو روم و عجم کے حملوں سے کون محفوظ رکھے گا۔ اب یہی کتاب خدا ہم لوگوں میں فیصلہ کرے گی۔ خلیفۃ الزمان نے جو معاویہ اور اس کے معاون عمرو العاص کے فریب اور دغا آمیز چالوں سے خوب واقف تھے انکی فریب دہی کو خوب سمجھکر قصد کرلیا کہ اس فریب کی حقیقت اپنی جماعت پر ظاہر کردیں لیکن اس کے ہمراہیان لشکر میں بہت لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ اس لڑائی کو اس فیصلہ تک موقوف رکھا جائے، خلیفۃ الزمان کے اس یقین دلانیکے جواب میں کہ ابن ابوسفیان نے ان قرآنوں کا صرف بہانہ کرکے اپنے آپ کو موت کے پنجے سے بچانا چاہا ہے اس سرکش اور غیر مطیع قوم نے صاف صاف بغاوت پھیلادی مالک اشتر واپس بلا لئے گئے لڑائی موقوف کردی گئی اور اس فتح کا مزہ جو بالکل حاصل کرلی گئی تھی ہمیشہ کے لئے واگزاشت کردیا گیا اور ایک فیصلہ کی تجویز کی گئی ان متعصب سرکشوں نے جنہوں نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو عین فتح کے وقت تلوار نیام میں کرنے کے لئے مجبور کردیا تھا، ابوموسیٰ الاشعری کو باوجود انکی مذہبی توہمات اور سادہ لوحی کے عمرو العاص جیسے چالاک اور ہوشیار شخص کے مقابلہ کے لئے جو معاویہ کی طرف حکم مقرر ہوا تھا اپنا حکم بنایا۔ ابوموسیٰ فوراً اس کے جال میں آگیا جو اس نے اس کے لئے پہلے سے پھیلا رکھا تھا عمرو العاص نے ابوموسیٰ کو اس امر کا یقین دلا رکھا تھا کہ میں دونوں کی برخاستگی (یعنی علی کی خلافت سے اور معاویہ کی امارت شام سے) ایک اور جدید خلیفہ کا انعقاد و تعین اسلام کی رفاہ اور اصلاح کے لئے بہت ضروری سمجھتا ہوں ۔ یہ چالاکی اس کی کارگر ہوگئی، ابوموسیٰ منبر پر گیا اور خلافت سے علی علیہ السلام کے معزول کئے جانے کا اعلان کردیا

اس اعلان کے بعد وہ منبر سے یہ خیال کرتا ہوا اترا کہ اس نے ایک سچا اور برحق فیصلہ کیا ہے اس کے بعد عمرو العاص منبر پر گیا جسکو ابھی ابھی اس کے لئے ابوموسیٰ نے علی علیہ السلام کے حکم نے خالی کیا تھا اس نے اپنی تقریر میں علی علیہ السلام کے عزل کو اور انکی جگہ معاویہ کے تعین کو قبول کرلیا بیچارہ ابوموسیٰ الاشعری متعجب ہوکر رہ گیا۔ مگر یہ فریب کھل گیا۔ اور اکثر اہل عراق نے ہرگز اس کے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کو جائز تصور نہ کیا۔ یہ معاملہ بمقام دومۃ الجندل میں واقع ہوا۔ بنی امیہ کے فریب نے بنی ہاشم کو سخت سے سخت آزار پہنچایا اور دونوں فرقوں میں ہمیشہ کے لئے وہ دشمنی پیدا ہوگئی جو پھر کبھی تمام نہ ہوئی ۔

اتنی عبارت لکھکر راسٹ آزیل اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں پسر ہند (معاویہ) کا ستارہ اب پورے عروج پر تھا اور ابوسفیان کے حاکم مکہ ہونے کے تمام اشتیاق۔ معاویہ کی ثروت و اقبال کے زمانہ میں پورے ہوگئے، اب ہم کو یہ تصور کرنے دو کہ معاویہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تعصب ہے۔ ہم یہاں ایک ایسے مورخ کا قول نقل کرتے ہیں جو دونوں فرقوں (شیعہ اور سنی) میں سے کسی طرف ہونے کے الزام سے بالکل متبرا ہے ۔

مسٹر آسبرن لکھتے ہیں، مکار ناعاقبت اندیش اور بے رحم معاویہ بنی امیہ کے پہلے خلیفہ نے حصول سلطنت کے لئے اپنے مظالم میں کبھی بس نہیں کی، دشمن کے ضعیف کرنے اور انکی موجودہ قوتوں کے توڑنے میں قتل عام اس کی خاص عادت تھی نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے زہر دلوادیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے افسر فوج مالک اشتر کی بھی یہی حالت۔ کی اپنے بیٹے یزید کے استحکام بیعت کے لئے اس نے اپنا عہد توڑ ڈالا جو اسے سابق میں امام حسن علیہ السلام سے کیا تھا بزدل ملاحدین عرب کو اپنے پاس جمع کرکے یہ ممالک اسلامیہ پر عموماً کر رہا تھا۔ احکام سلطنت اس کے سلسلہ میں سو برس تک قائم رہے ان بدترتیبوں کی تصریح دو حالتوں پر مبنی تھی جن کو ایک مرتبہ پہلے ظاہر کرچکے ہیں۔ اسلام کا قدیم معیار یہ تھا کہ وہ اپنے مذہبی امور کو دنیاوی تعلقات سے بالکل علیحدہ رکھے اور دوسرے اسلام عرب کی تفریق قبائل سے بالکل جدا رہے

ممالک ایشیا۔ شمالی افریقہ اور سپین کے فتح کرنے والے اپنی قدیم حالتوں پر کبھی نہ ٹھہرے، ان میں شان و شوکت آگئی اور وہ اپنی

اس شان و شوکت کے ہاتھوں پھر اپنے اسی غصہ ۔ جبر سختی ۔ دشمنی اور حسد کے درجوں پر آ گئے انھوں نے جو لڑائیاں لڑیں وہ ایسی ہی تھیں جو عرب میں قبل شیوع اسلام ہوا کرتی تھیں ، معاویہ کے عروج سے کفار کے تمام قواعد سلطنت نے اسلامی سلطنت جمہوریہ کے اصول کو اٹھا دیا بت پرستی مع اپنی جملہ خرابیوں کے تازہ ہو گئی ۔ علی العموم بد اعمالیاں اور بے دینیاں بنی امیہ کے عاملوں کی سرنگا دیکھنے میں آ ئیں ۔ اس نا عاقبت اندیش (معاویہ) کے ایام حکومت میں عراق و حجاز سخت مشکلوں میں پھنسا تھا ۔ اور اس (معاویہ) نے اس سختی سے اس کا گلا دبا رکھا تھا جس کو چھڑا کر آزادی حاصل کرنا نہایت دشوار تھا ۔ وہ تمام دولت جو ان بے رحمیوں کے ساتھ رعایا سے وصول کی جاتی تھی ۔ یہ اپنے تمام خود غرض ہوا خواہوں پر صرف کرتا تھا جو اس کے عوض میں ان تمام شکایتوں کو رفع کر دیتے تھے جو ملک میں اس کے خلاف واقع ہوتی تھیں (دیکھو سپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۴) ہم نہیں سمجھتے کہ مسٹر آسبرن پر کسی فرقہ کی طرفداری کا الزام کیسے لگایا جا سکتا ہے اور بنی امیہ کے ان عیوب کو جو زبان زد خاص و عام ہیں صفحۂ ہستی سے کیونکر مٹایا جا سکتا ہے ، ان تحریروں کی نقل سے ہماری غرض صرف اس قدر تھی کہ خلافت ثانیہ کے بے موقع رعایت اور خلافت ثالثہ کی اقربا پروری کے بیجا خیالوں نے بنی امیہ کو آئندہ خلیفۂ عصر سے مقابلہ کرنے کے لیے پورے طور سے تیار کر دیا تھا ۔

بہر حال ، اب ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آ جاتے ہیں اور سیرت جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنے امور خلافت ثانیہ اور ثالثہ میں تفصیل طلب تھے وہ بیان کر کے اب ہم خلافت رابعہ ایام حکومت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے متعلق کچھ حالات لکھتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں بھی بہت کم واقعات ایسے ہیں جنکو ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی سیرت میں درج کر سکیں کوفہ سے صفین تک کے سفر کرنے میں جب جناب امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر ارض کربلا میں داخل ہوا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کے مطابق اس زمین کے اخبار و آثار بیان کر کے جناب امام حسین علیہ السلام سے مصائب دنیا اور ثواب زمانہ پر صبر فرمانے کے لئے بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جنکو ہم انشا اللہ واقعات کربلا کی پیشینگوئیوں کے بیان میں بہت جلد قلمبند کریں گے ۔

واقعات صفین میں حسنین علیہما السلام کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان حضرات کی مقابلہ اعدا پر تیاری دیکھکر آپنے انکو تا امکان اور اسے باز رکھا اور حاضرین میں سے کسی کو بھیجکر میدان جنگ سے انکو واپس بلا لیا ۔ اور یہ فرمایا کہ انکی شرکت جنگ سے مجھکو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسل منقطع نہ ہو جائے ۔ اس واقعہ کو بھی ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں بیان کر آئے ہیں ۔

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی بعض کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنگ صفین میں کسی صحابی نے شمر ذی الجوشن کو پکڑ کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا تو جناب امیر علیہ السلام نے اسکو بالالتزام اس وقت تک نظر بند رکھنے کا حکم فرمایا جب تک کہ اس کا کوئی ساعی اور ضامن پیدا نہ ہو ، اتفاق سے شمر کا کوئی بھی ضامن نہ نکلا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی حالت میں اپنے اخلاق کریمانہ سے اسکی خود شفاعت و ضمانت فرمائی اور قید سے رہائی دلائی ان احسانات کے معاوضہ میں شمر کی طرف سے جناب امام حسین علیہ السلام کی غریب جان پر جو کچھ گذرا وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان میں آ جائیگا اس خلافت کے متعلق اب ہم کو کچھ اور لکھنا نہیں ہے اس لئے ان واقعات کو تمام کر کے اب ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت تک کے حالات قلمبند کرتے ہیں ۔

اس قلیل زمانہ کی حکایت میں بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جسکو ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی مخصوص سیرت میں مندرج کر سکیں تاہم کو اس خلافت کے متعلق صرف شرائط صلحنامہ سے ایک بہت بڑا مطلب نکلتا ہے جسپر ہمارے آئندہ بہت سے ضروری اور مفید مضامین کی تفصیل کا انحصار ہو اس لیے ہم اسکا ذکر ضرور کریں گے اگرچہ ہم اس صلحنامہ کی مفصل کیفیت جو اس سلسلہ کی جلد دوم میں مخصوص جناب امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھی گئی ہے نہایت تفصیل سے لکھ چکے ہیں لیکن تاہم بقدر ضرورت پھر اس مقام پر اسکی شرائط کو بیان کرتے ہیں ، جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ ان شرائط پر صلح منظور فرمائی تھی کہ ۔

(۱) وہ (معاویہ) درمیان مردم کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق شائستہ عمل کرے ۔

(۲) اپنے بعد کسی کو خلافت پر متعین نہ کرے ۔

(۳) شام و عراق اور حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ اس کے شر و فساد سے محفوظ رہیں گے
(۴) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ مطمئن رہیں گے۔

(۵) جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہم السلام اور جمیع اہل بیت اور خویشان رسول خدا سے معاویہ کوئی مکر اور غدر نہیں کریگا اور نہ پنہان و آشکارا ان کو کوئی ضرر پہنچائے گا۔

(۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درم جناب امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاتا رہے گا اور علاوہ ازیں اہلبیت کی گزران کے لئے وا گزار کر دیا جائے گا۔

(۷) جناب امیر المومنین علیہ السلام کو قنوت نماز میں یا اور کسی موقع پر برا نہیں کہا جائے گا۔

صلحنامہ کی یہی شرائط تھیں۔ یہ امر تو ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی سیرت میں کما حقہ ثابت کر آئے ہیں کہ معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی پورا نہ کیا ان تمام واقعات کے پھر لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ سب سے پہلے تاریخ کامل ابن اثیر سے اس کا ثبوت درج کرتے ہیں۔ ولم یف له معاویة بشئ مما عاهد علیه معاویہ نے اپنے کسی عہد پر بھی وفا نہیں کی جن کا اس نے اقرار کیا تھا۔ انکے علاوہ تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ طبری۔ تاریخ مسعودی تاریخ اعثم کوفی۔ تاریخ روضۃ الصفا۔ روضۃ المناظر۔ ریاض النضرہ۔ کنز العمال تذکرہ خواص الامہ وغیرہ وغیرہ تمام کتب تاریخ و احادیث میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ معاویہ نے ان شرطوں میں سے کسی ایک شرط پر بھی وفا نہیں کی۔ فی الحال یہ تو معلوم ہو گیا کہ معاویہ نے ان شرطوں میں کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا تمام شرطوں کے پورا نہ کرنے کی مفصل کیفیت تو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ آئے ہیں ان سب کے پھر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں اپنی ضرورت سے ہم انہی شرطوں کی عدم تعمیل کی پوری تفصیل بیان کرینگے جنکو جناب امام حسین علیہ السلام کی سیرت سے تعلق ہے۔ وہ شرطیں جو ہماری موجودہ ضرورت سے تعلق رکھتی ہیں تین ہیں۔ یوں تو تمام شرائط کو کچھ نہ کچھ ہمارے مدعا تالیف سے ضرور علاقہ ہے۔ مگر خاص کر ان تین شرطوں کو کامل خصوصیت ہے وہ شرطیں یہ ہیں (۲) اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہ کرے (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنے جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ اس کے خوف کر مطمئن رہیں گے (۵) جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہما السلام اور جمیع اہلبیت اور اقربائے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاویہ کوئی مکر

اور غدر نہیں کریگا۔ اور پنہاں و آشکار انکو کوئی صدمہ نہیں پہنچائیگا
اب ہم ان شرائط کے پورا نہ کرنے کے مفصل حالات تحریر کرتے ہیں اپنے کسی کو خلیفہ نہ کرنا۔ اول تو یہ شرط ہی نہ تھی جو شرط تھی وہ یہ کہ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے مقرر نہیں کریگا۔ بلکہ اپنے بعد یہ خلافت جناب امام حسن علیہ السلام کو یا جو اہلبیت میں سے موجود ہوگا اسکو دیدی جائیگی۔ ہم اس بحث کو معتبر ثبوت اور قوی دلیلوں کے ساتھ اس سلسلہ کی دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں، ہمارے ناظرین کو باور کرنا چاہئے کہ اس شرط کو متقدمین علما مثل امام قتیبہ دینوری۔ امام عبد البر مکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی ہی نے نہیں لکھا ہے بلکہ علمائے متاخرین بھی آج تک اسکو برابر نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے قابل قدر و ذی استعداد ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری بھی اپنی کتاب ارجح المطالب میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری کی عبارت لکھکر تحریر فرماتے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے خوف سے امیر معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا کہ اگر جناب امام حسن علیہ السلام زندہ رہے تو میرے بعد حسب عہد نامہ خلیفہ بن جائیں گے اور میرا بیٹا یزید خلافت سے محروم رہجائیگا (دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۱۰۷)
ہمارے دوسرے ہمعصر جو کہ زمانہ شریعت اور طریقت دونوں فضیلتوں پر ممتاز ہیں۔ امام قتیبہ کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی عبارت لکھکر اپنی ایسی ہی رائے تحریر فرماتے ہیں (دیکھو کتاب شہادت حسین مطبوعہ لاہور مولفہ جناب شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشین قصبہ پھلواری ضلع عظیم آباد پٹنہ)
اسلامی مورخین کے علاوہ یورپ کے محقق بھی جنکی جدید تحقیقات دنیا میں مشکل سے اپنا جواب رکھتی ہے ایسا ہی لکھتے ہیں چنانچہ مسٹر اسبرن نے اپنی تالیف لائف آف ہارون (سیرۃ الہارون) میں خلفائے راشدین کا ذکر کرتے ہوئے جناب امام حسن علیہ السلام کے واقعات صلح کے متعلق اس شرط کو بھی طرح لکھا ہے جس طرح اوپر لکھی گئی اور ہمارے معتبر اور مستند ہمعصر مولوی احمد حسین خاں ٹونکی۔ مترجم سیرۃ الہارون میر منشی ریاست ٹونک نے الہارون کا ترجمہ کرتے ہوئے مسٹر اسبرن کی ان تمام تحریروں پر اپنی طرف سے نوٹ دیا ہے جن کو انہوں نے اہلسنت والجماعت کے اعتقادات کے خلاف پایا ہے۔ مگر اس شرط کے تذکرہ میں مسٹر اسبرن کی عبارت پر کوئی نوٹ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے لائق مترجم کی وسیع تحقیقات میں بھی یہ معاملہ ایسا ہی ہے ورنہ کچھ مسٹر اسبرن نے اسلامی تاریخوں سے لیا

اسی پر احادیث معتبرہ اور اہلسنت کے جملہ سواد اعظم کا اتفاق ہو چکا ہے سیر المبارون دہلی کے کسی مطبع میں چھاپی گئی ہے۔ فمن شاء فلیرجع الیہ باقی یزید کی تخت نشینی کے متعلق جو کچھ ہم کو اس شرط کے اندر لکھنا ہے وہ ہم یزید کی حکومت کی تفصیل میں لکھیں گے۔

دوسری شرط بخصوص شیعیان علی کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے متعلق تھی جس کی اصل عبارت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اب ہم کو یہ ثابت کرنا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا۔ اس کی پوری تفصیل ہم جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔ مگر بقدر ضرورت پھر اس مقام پر اسکا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ شیعیان علی اور دوستداران اہلبیت کے لئے معاویہ کی حکومت ایسی سخت مصیبت تھی جس سے بقول مسٹر آسبرن تمام اہل اسلام کو نکالا چھڑانا سخت دشوار تھا برخلاف انکی حفاظت کرنے انکو محفوظ رکھنے اور انکے ساتھ امن و امان کے معاہدے تمام کہنے کے معاویہ نے تمام قلمرو اسلامی میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر انکو قتل کرایا۔ سولیاں دلوائیں۔ انکے گھر کھدوا کر پھنکوا دیئے ملکی دفاتر اور محکمات سے ان سبکے نام کٹوا دیئے، مقررہ وظیفے ضبط کرا دیئے، ان مظالم کی تعمیل میں جو جو فرامین لوگ حکمنامے دربار حکومت سے نافذ ہوئے انکی عبارت ذیل میں قلمبند کیجاتی ہے

امام ابوالحسن علی ابن محمد اپنی کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں کہ چوں امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمانگزار خویش را در امصار و بلاد فرمان داد کہ برئت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب و اھل بیتہ عہد خویش شکستم و حبل بیعت و پیمان خود در گسستم از انکہ از فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام و اہلبیت او سخنے بر زبان آرد و در روایت را حدیثے کند چوں ایں خبر در بقاع و بلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ و بلدہ خطیبے بر منبر عروج داد و تحسین زبان بلعن و شتم علی و اہلبیت علیہم السلام کشاد و برات از حضرت ایشاں جست و خاصۃً در کوفہ کہ شیعیان علی علیہ السلام از دیگر امکنہ اینجا زیادہ بودند زیاد ابن ابیہ کہ دریں وقت حکومت کوفہ و بصرہ داشت شیعیان علی علیہ السلام جمیع از مرد و چہ زن از شیخ و کودک ہر یکے اینکو می شناخت چراکہ سالہائے فراواں در شمار عمال جناب علی علیہ السلام می بود و ایشاں را بہتر می دانست و منزل و ماوائے ایشاں را ہر چند در زاویہ ہا و بیغولہا بود نیکو می شناخت دست ظلم و ستم بیازید و ہمگاں را دستگیر ساخت و با تیغ در گذرانید جماعتے را میل در دیدہ و نابینا ساخت و گروہے را دست و پا ببرید و از شاخہائے نخل در آویخت گروہے در مغاکہائے صحری و شکافہائے کہسار را مستقر می شد تا یکے تن

از شناختگان شیعیان علی علیہ السلام در عراق بجا نماند و ہمچناں در تمامت آفاق بدینگونہ بعمال خویش ابلاغ کرد کہ لا تجیزوا لاحد من شیعۃ علی و اھل بیتہ شھادۃ وکتب الیھم ان انظر و من قبلکم من شیعۃ عثمان و محبیہ و اھل ولایتہ والذین یروون فضائلہ و مناقبہ فادنوا مجالسھم و قربوھم و اکرموھم واکتبوا الی بکل ما یروی کل رجل منھم و اسمہ و اسم ابیہ — جاہدید شیعہ علی علیہ السلام و اہلبیت او را کہ حاضر شوند و نیز مکتوب کرد کہ بایشان آنانکہ در شمار شیعیان و دوستان عثمان اند و آنانکہ از فضائل و مناقب عثمان حدیث می کنند حاضر مجلس ایشاں بشوید و بزرگ دارید ایشاں را و اظہار بہر حقاوت فرمایید و آنانکہ از فضائل عثمان ہمی روایت کنند ہر یکے را جداگانہ بنام و نشان و حسب و نسب و آنچہ روایت کردہ اند بسوے من مکتوب کنید۔

یہ تو کوفہ کی شیعہ آبادی پر ستم ڈھائے گئے اب بصرہ کی شیعہ پبلک کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ زیاد ابن ابیہ سمرۃ ابن جندب را بجائے خود گذاشتہ از کوفہ مراجعت نمود و ایں اوسمرہ ابن جندب ہشت ہزار از مردم بصرہ و بیرون بصرہ را گردن بزد و در میان ایشاں چہل و ہفت تن حافظ و قاری تمام قرآن بودند و جرم و جریرت ایں جماعت حب علی ابن ابیطالب علیہ السلام بود بلکہ بعضے را بہ تہمت از شیعیان علی گفتند و سر برگرفتند۔

ہم نے عراق کے صرف دو شہروں کے شیعوں کی بربادی اور تباہی کی کیفیت دکھلا دی مگر اس حالت پر بھی بس نہیں کی گئی کسی کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے کسی کے پاؤں، کوئی سولی چڑھایا گیا کوئی درخت میں لٹکایا گیا کسی کی گردن ماری گئی، کسی کی زندہ آنکھیں نکلوائی گئیں۔ ان اجل نصیبوں کی آخرکار یہ نوبت پہنچی کہ آخر غریبوں نے آبادی چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ پکڑی اور پہاڑوں کے دروں میں اور میدانوں کے گڑھوں میں اپنی غریب جانوں کو چھپایا۔ کیا کوئی دل الان ستم رسیدوں کے ایسے مصائب کی داستان کو سن سکتا ہے یا کسی اہل درد کے قلم سے ایسے دردناک حالات لکھے جاسکتے ہیں۔ لا واللہ۔

اب معاویہ کا ایک دوسرا حکمنامہ بھی ہم نقل کرتے ہیں اس کی تعمیل سے جو تمام بلاد اسلام میں شیعیان علی علیہ السلام کی نوبت پہنچائی وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

انظروا من قامت علیہ البینۃ انہ یحب علیا و اھل بیتہ

فامحوا اسمہ من الدیوان واسقطوا عطائہ ورزقہ وشفع ذلک بنسخۃ اخری من اتھمتموہ بموالاۃ ھولاء القوم ولم تقم علیہ بینۃ فاقتلوہ معاویہ عاملان خود را فرمان می دہد کہ نیک نگراں باشید ہر کسے کہ استوار افتاد کہ از دوستداران علی ابن ابیطالب و محبان اہلبیت او ست نام او را از دیوان عطایا کہ از بیت المال مقرر است خط محو کشیدہ ساقط سازید وظیفہ او را اجرائے ایں قدر ہم رضا ندادہ بلکہ خطے دیگر نگاشت کہ ہر کس ابدوستی علیہ السلام و اہلبیت او ہم سازند ہر چند کہ استوار نباشد و گواہے برایں معنی حاضر نشود بہمان تہمت دست خویش لغت سازید و سر از تنش برداریدہ۔

محبت علی کے جرم کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں صرف تہمت کافی ہے۔ امیر معاویہ کی یہ عدالت خسروانی عدل نوشیروانی کے ساتھ ایک کانٹے میں تولے جانے کے قابل ہے۔ بہر حال اس حکمنامے کی تعمیل سے شیعوں کی غریب جانوں پر کیا گذری۔ اس کی تفصیل یہ ہے

چوں ایں حکم از معاویہ پراگندہ شد عمال و حکام او در برقتل شیعیان علی علیہ السلام پرداختند و بسیار کس را بہ تہمت نادرست و گمان سست باتیغ درگذرانیدند۔ و خانہائے ایشاں را خراب ساختند چنداں بسیار افتاد کہ مردے اینکہ ببند بیشد۔ و معنی کلمہ را سنجیدہ باشد ساقط در کلام او افتاد کہ حل بر حب اہلبیت علیہم السلام تواں کرد وے آنکہ از دبیرستد سرش را باتیغ از تن برداشتند۔ چناں افتاد کہ شیعہ علی علیہ السلام چوں می خواست با رفیقی موافق و صدیقے موثق سخنے گوید اورا بسرائے خویش در می آورد و از پس ستارات و حجابات می نشست و بر روئے خادم و مملوک نیز در می بست آنگاہ او را با ایمان مغلظہ سوگند می داد کہ از مکنون ضمیر سرے بیروں نیفگند پس با تمام خوف و وحشت حدیثے را روایت می کرد (دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی باسناد امام ابو الحسن و ایشاں بنابر اسناد صحیح مسلم باب الفتن)

اس سے بڑھکر ہم نہیں سمجھتے کہ کسی قوم کی مصیبت کے حالات اور اسکی تباہی و بربادی کے سچے اور معتبر واقعات اور کیا ہوں گے ہم نے صرف یہی دو واقعے لکھ کر شیعیان علی کی مجبوری، معذوری انکی جانکاہ مصیبت اور انکی جگر خراش بربادی کی اجمالی کیفیت دکھلا دی۔ اس مختصر کو معاویہ کے مظالم کا کامل دفتر نہ سمجھنا چاہیے دیکھیے ایسے صدہا واقعات ہمارے پیش نظر ہیں انکو محمد ابن یوسف الکنجی الشافعی نے بھی اپنی کتاب غارات میں صحیح مسلم کی اسناد سے لکھا ہے۔

بہر حال ان مجمل بیانات سے سارے شیعیان علیہ السلام کی پریشانی خانہ ویرانی۔ تباہی اور بربادی کی ایک مجمل کیفیت معلوم ہوگئی اب ہم خاص ان لوگوں کے حال بھی لکھے دیتے ہیں جو محبت علی کے تنہا تصور میں بیگناہ قتل کیے گئے۔ ان میں سب سے پہلے تو حجر ابن عدی کا واقعہ ہے جسکو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی دونوں جلدوں (اول و دوم) میں تحریر کر چکے ہیں ان کے بار دیگر لکھنے کی پھر کوئی ضرورت نہیں ہے مگر یہاں اپنی تالیف کی ضرورت خاص سے ہم جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے قتل حجر کے الزام میں معاویہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اما بعد لست قاتل حجر ابن عدی اخی کندہ والمصلین العابدین الذین کانوا ینکرون الظلم ویستعظمون البدع ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم ثم قتلتھم ظلما وعدوانا بعد ما کنت اعطیتھم الایمان المغلظۃ والمواثیق المؤکدۃ لا تواخذھم بحدث کان بینک و بینھم الا باحنۃ تجدھا فی نفسک۔ کیوں اے معاویہ کیا تو حجر ابن عدی جو آل کندہ میں سے تھے۔ ان کا قاتل نہیں ہے اور کیا تو ایسے لوگوں کی گردن مارنیوالا نہیں ہے جو تیرے زمانہ کے پارسایان اور عبادت گزاران امت میں شمار ہوتے تھے جو لوگ دین میں بدعت کو گناہ عظیم جانتے تھے اور راہ خدا میں وہ کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ذرہ بھر بھی خوف نہیں کرتے تھے تو نے ایسے لوگوں کو اپنے ظلم و طغیان سے عرصہ ہلاک و دمار تک پہنچا دیا اور باوجودیکہ ان لوگوں کو تو امان دے چکا تھا اور اس عہد پر تو نے سخت عہد و پیمان کئے تھے انکے خلاف تو کوئی ایسی بات نہ پا سکا جسے تو اپنے دل میں انکے قتل کے مباح ہونے کا موجب قرار دے سکے تجر ہی کے ایسا رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہما کا پر درد واقعہ ہے جسکو ہم یزید کے ایام حکومت کے ذکر میں لکھیں گے۔

بہر حال معاویہ کے حکمنامہ عام سے جو تباہی اور بربادی غریب شیعوں کے جان و مال پر آئی وہ ہماری اس تفصیل سے کما حقہ ظاہر ہوگئی ہر شخص ان حالات کو پڑھکر بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ معاویہ کے ابتدائے سلطنت سے لیکر شروع واقعات کربلا تک کتنے شیعیان علی علیہ السلام اور دوستداران اہلبیت کے خون ناحق بہائے گئے ہیں اور اس ظالم ترین قوم سے انکی غریب جانوں نے کیسے کیسے شدید مصائب اٹھائے ہیں جنکے بیان کرنے اور لکھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں یہ تھے معاویہ کے ایفائے وعدہ اور تعمیل شرائط کے اصلی اور معتبر

حالات جو اس نے حفظ و امان شیعیان علی کی نسبت صلحنامہ میں بین اللہ و بین الناس اقرار حلفی کیا تھا۔

ہمکو پورا یقین ہے کہ ہم نے اپنے اس مضمون کی نسبت اپنے دعوی کو ایسی قوی اور معتبر دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے جس کے ماننے میں پھر کسی عقل والے کو مطلق عذر نہ ہوگا مگر اس کے خاتمہ پر ضمناً ہم اتنا اور اضافہ کئے دیتے ہیں کہ جہاں ہم نے شیعیان علی علیہ السلام اور تابعین اہلبیت کرام کے قتل و غارت کرانے میں معاویہ کا اہتمام اور یہ تاکیدیں درج کی ہیں انہی کے ساتھ ساتھ ہم ان کے وہ سامان اور وہ انتظام بھی نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کر دیں جو اس نے فضائل علی اور مناقب اہلبیت کے چھپانے، گھٹانے اور انکو صفحۂ روزگار سے مٹانے میں اپنی جان و مال لٹا کر صرف کئے تھے ان اخبار معتبرہ اور آثار متواترہ کے چھپانے اور محو کرانے میں بھی اسی شد و مد سے تمام قلمرو میں حکمنامے جاری کئے گئے تھے جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ وہ حکمنامہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے اس میں یہ امر تاکید تمام لکھا گیا تھا کہ فضائل علی کو مٹاؤ اور مناقب و محامد عثمان کو بڑھاؤ اور انکو اطراف عالم میں مشہور کراؤ فضائل علی کے ناقلین کو اپنے پاس تک نہ آنے دو اور مناقب عثمان کے ذاکرین کی عزت بڑھاؤ۔ قدر کرو انکی مجلسوں میں خود جایا کرو۔ انکو بڑے بڑے انعام دو۔ گرانبہا جاگیریں دو اور جو جو کچھ وہ فضائل عثمان میں بیان کریں اس کو لکھکر بیان کرنے والوں کے نام اور ان کے باپ کے نام کے ساتھ دار الحکومت میں بھیجدیا کرو اس کے صلہ میں انکو معقول انعام عنایت کئے جائیں۔

یہ حکم پاتے ہی موضوعات کا دروازہ کھل گیا زمانہ کے ایمان فروشوں اور شکم پرستوں نے تھوڑے دن میں جعلی حدیثوں اور نقلی روایتوں کا نمبر ہزاروں تک کیا لاکھوں تک پہنچا دیا۔ اور خدا جانے ان مصارف میں فرمانروائے عصر کی کتنی تھیلیاں سرک گئیں۔ اور کیوں نہ ہو عام طور سے دنیا بھر کے بے کاروں کو بے محنت کا اچھا روزگار ہاتھ لگا پھر کیا تھا۔ محدثین۔ مفسرین، مورخین، خطیب اور واعظین فضائل عثمان میں چاروں طرف رطب اللسان نظر آنے لگے جسکو دیکھو وہ سینکڑوں حدیثیں، ہزاروں روایتیں یاد کئے پہنچے شہر کے عامل کے پاس سنانے اور لکھانے کی غرض سے دوڑا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور صبح سے شام تک انکا ایسا لگاتار سلسلہ ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں اور ایسا بے پایاں دفتر ہے کہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فی الحال ہمارے پاس کوئی ایسی مثال نہیں ہے جو ہم ان واضعان حدیث اور ان کے موضوعات کے لئے دے سکیں۔ ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان واضعان حدیث کی اپنے والیان ملک کے دار الامارہ میں ویسی ہی کثرت ہوتی تھی جیسی آجکل میونسپلٹی کے آفسوں میں طاعونی چوہے مارنے والوں کا ہجوم دیکھا جاتا ہے۔

بہر حال۔ تھوڑے ہی دن میں ان ایمان فروشوں کے موضوعات کی یہ کثرت دیکھکر اور خزانہ شاہی کو یوں لٹتا دیکھکر آخر کار امیر معاویہ صاحب بھی گھبرا گئے انکی بڑھتی ہوئی تعداد گھٹانے کے لئے بار ثانی یہ حکمنامہ عام تمام قلمرو اسلام میں صادر کیا۔ اما بعد ان الحدیث فی عثمان قد کثروا وشاع فی کل مصر و فی کل وجہ و فی کل ناحیۃ فاذا جائکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضل الصحابۃ الاولین والخلفاء السابقین ولا تترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ھذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب و شیعتہ واشد الیھم من مناقب عثمان وفضلہ۔ حدیثیں فضائل عثمان میں کثرت سے ہو گئیں اور اب وہ خاطر خواہ تمام دیار و امصار میں عموماً مشہور بھی ہو گئیں۔ پس تمام لوگوں کو جمع کرکے ہمارا حکم علی الاعلان سنا دیا جائے کہ اب وہ فضائل صحابہ اور مناقب ابوبکر اور عمر کی طرف مصروف ہوں اور کوئی ایک حدیث بھی فضیلت علی علیہ السلام میں پائی جاوے تو کبھی باز نہ رہا جاوے تاوقتیکہ ایک دوسری حدیث اس کے ایسی ہی تنقیص میں فضائل صحابہ کے متعلق تیار کرلیں اور یہ امر مجھ کو نہایت محبوب اور مرغوب ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور دلائل و براہین شیعہ کی قطع و برید مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت فضائل عثمان کے۔

سلطان وقت کے اس حکم نے اس طوفان کی روک تھام کیا کی اور آگ بھڑکا دی۔ فضائل عثمان سے درگزر کر کے تمام صحابہ اور خصوصاً شیخین کے محامد و مناقب کی موضوع روایات اور جعلی اخبارات کا وہ انبار لگا کہ الہی توبہ۔ صحابہ باقی رہا تابعین اور ان کے تمام مقلدین نے وضع حدیث کے چلتے دھندے کو آگے رکھکر باقی اور تمام روزگار کے ذریعوں سے دست برداری اختیار کرلی۔ انہی مصنوعی اور جعلی حدیثوں کو خطیبوں نے منبروں پر سنایا اور محدثین و مفسرین اور مورخین نے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں مندرج فرمایا اور عامہ و خاصہ نے انکی تحریروں پر اعتبار کرکے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلایا۔ اور یہاں تک ان موضوعات کی [illegible]

ترقی ہوئی کہ معمولی مدرسین اور معلمین اپنے اپنے مکتب اور مدرسہ کے پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کی کتابوں میں ان جعلی اور نقلی حدیثوں کو داخل کیا اور ان کو یاد کرایا (دیکھو نلسخ التوانیخ) یہ حدیثیں عام طور سے بنی امیہ کے ایام سلطنت میں جاری رہیں اور اس قدر کثرت سے ہوگئیں کہ آخر محدثین کو انکی قطع و برید کرنے میں بلیغ کوشش کرنی پڑی اور موضوعات کی تمیز اور شناخت کے لئے بڑی بڑی ضخیم اور حجیم تالیفات کرنی ہوئیں اس طبقہ میں امام شوکانی۔ امام ذہبی، علامہ سبط ابن جوزی کے نقاد اور اس جداگانہ فن کے بہت بڑے استاد آج تک خصوصیت کے ساتھ شمار کئے جاتے ہیں لیکن باوجود اتنی محنتوں کے صحاح ستہ کے مخزن آج تک ان لغویات اور حشویات سے ہرگز خالی نہیں کہے جاسکتے جب تک کتب صحاح کی یہ کیفیت ہے تو باقی سنن و مسانید و تواریخ کی نسبت کیا کہنا ہے علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس مضمون کی نسبت اپنی جو رائے لکھی ہے انکی اصلی عبارت ذیل میں لکھکر ہم اس بحث کو تمام کرتے ہیں۔ ہو ہذا

قال الحافظ ابن حجر فی کتابہ الصواعق قال احمد و اسمٰعیل القاضی والامام النسائی و ابو علی النیشاپوری لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی علیہ السلام قلت والسبب فی ذلک ان اللہ اطلع نبیۃ علی ما یکون بعدہ مما ابتلی بہ علی فاقتضی فنصح الامۃ باشتہار فضائل علی علیہ السلام لتحصیل النجاۃ لمن تمسک بہ ولما اشتغلت طائفۃ من بنی امیۃ بتنقیصہ و سبہ علی المنابر فاشتغل الحفاظ ببیان فضائلہ۔ حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے متعلق امام احمد حنبل اور قاضی اسمٰعیل ابن یحیٰے اور امام نسائی۔ اور امام ابو علی نیشاپوری بالاتفاق لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی شخص واحد کی شان میں مضبوط سندوں کے ساتھ اتنی حدیثیں وارد نہیں ہوئیں، جتنی تنہا علی علیہ السلام کی شان میں ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان تمام مصائب سے آگاہ کر دیا تھا جو آنحضرت کے بعد علی پر گزرنے والے تھے پس آنحضرت نے اس خیال سے کہ امت کے لوگ ان معاصی میں نہ گرفتار ہوں ان کے فضائل و مناقب کو زیادہ تاکید کے ساتھ مشتہر فرمایا کہ اہل اسلام انکے ساتھ متمسک ہوں مگر چونکہ بنی امیہ نے ان کے فضائل و مناقب کی تنقیص کی اور جناب علی مرتضےٰ پر منبروں کے اوپر لعن و تبرا کی تو تمام حفاظ حدیث انکے فضائل کے بیان کرنے کی طرف مصروف ہوگئے۔ ابن حجر کے بعد علامہ سبط ابن جوزی کی تحریر بھی ملاحظہ ہو۔ واخرج ابن الجوزی ایضاً من طریق عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل سألت ابی ماتقول فی علی علیہ السلام ومعاویۃ فاطرق ثم قال اعلم ان علیاً کثیر الاعداء ففتش اعداۂ لہ عیباً فلم یجدوہ فعمدوا الی رجل قد حاربہ فاطروہ کیاداً منہم لعلیؑ فاشار بھذا الی ما اختلقوا لمعاویۃ من الفضائل مما لا اصل لہ [illegible] فی فضائل معاویۃ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیہا ما یصح من طریق الاسناد بذلک جزم اسحٰق ابن راھویہ والنسائی وغیرھما علامہ سبط ابن جوزی نے عبد اللہ ابن احمد حنبل کے طریق سے روایت کی ہے کہ سوال کیا میں عبداللہ نے اپنے والد سے کہ آپ کیا کہتے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ کے بارے میں تو انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر کہا کہ آگاہ ہو تم کہ علی کے بہت سے دشمن تھے اور ان کے دشمنوں نے ان کے عیوب کی بہت تلاش کی مگر جب ڈھونڈنے سے کوئی عیب نہ نکلا تو اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو علی سے لڑا پس انکے عیب ڈھونڈنے والوں نے عداوت علی کے سبب اس شخص حارب (معاویہ) کی خوب خوب مدح سرائی کی پس اس تقریر میں انہوں نے (انکے والد نے) اشارہ کیا ان فضائل کی طرف جو لوگوں نے معاویہ کے لئے بنائے ہیں جنکی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور فضائل معاویہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی لیکن ان حدیثوں میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جو اپنے طریق اسناد سے صحیح ہو چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہم بھی اسی کا جزم کیا ہے۔

اب تو ہمارے ناظرین کو ان موضوعات اور مصنوعات کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی اس میں شک نہیں کہ ہماری موجودہ بحث ضرور تمام ہوگئی مگر ہم اپنے سلسلہ بیان میں امیر معاویہ کے ان اولیات کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو ان موضوعات کی طرح انکے زمانہ کی خاص ایجادات اور مخترعات سے شمار ہوتے ہیں۔

علامہ عینی شرح بخاری کے ذی قدر مولف تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے منجملہ ابواب مناقب کے جس باب میں امیر معاویہ کا ذکر کیا ہے اس باب کو مثل اور ابواب کے باب مناقب نہیں لکھا ہے بلکہ اس باب کو یوں لکھا ہے کہ

باب ذکر معاویہ۔ امام بخاری کے ایسا لکھنے پر علامہ موصوف بہ عبارت اپنی شرح میں قلمبند کرتے ہیں۔ مطابق الترجمہ من حیث ان فیہ ذکر معویہ ولا یدل ہذا علی فضیلتہ فان قلت قد ورد فی فضیلتہ احادیث کثیرۃ قلت نعم ولکن لیس فیہا حدیث یصح من طریق الاسناد نص علیہ اسحٰق ابن راھویہ النسائی وغیرھما لذالک قال باب ذکر معاویہ ولم یقل فضیلۃ ولا منقبۃ

اس حدیث کے عنوان باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر معاویہ ہے اور یہ امر فضیلت معاویہ پر دلالت نہیں کرتا پس اگر تم کہو کہ معاویہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ میں جواباً کہونگا ہاں۔ لیکن ان حدیثوں میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے جو بطریق اسناد صحیح ہو چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہما نے بھی یہی حکم قطعی لگایا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے باب ذکر معاویہ لکھا اور یہ نہ لکھا کہ باب فضائل معاویہ یا باب مناقب معاویہ۔ اب ان کے اولیات کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔

ازالۃ الخفا میں تحریر ہے عن ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان واوّل من نھی عنہا معاویۃ ابن عباس سے مروی ہے کہ حج تمتع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کیا۔ ابوبکر نے بھی عمر نے بھی اور عثمان نے بھی سب سے پہلے جس نے اس کی ممانعت کی وہ معاویہ ہے۔

پھر ازالۃ الخفا میں لکھا ہے ابی بکر عن مکحول قلت للزھری اما علمت عمر حتی انقضی اجلہ وابن مسعود فی العراق حتی انقضی اجلہ وعثمان بن عفان کانوا استبرؤن الامۃ بحیضۃ حتی کان معاویۃ فکان یقول حیضتان۔ ابوبکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے زہری سے کہا تم جانتے ہو کہ عمر ابن مسعود اور عثمان ابن عفان مدت العمر لونڈیوں کا استبرا ایک حیض سے جانتے ہیں یہاں تک کہ معاویہ نے دو حیض کو ایجاد کیا

اباحت غنا۔ مسند ابو یعلےٰ میں معاویہ کی اباحت غنا کے متعلق ہوا درج ہے عن ابی برزۃ قال کنا مع النبی فسمع صوت الغناء فقال انظروا ما ھذا فصعدت فنظرت فاذا معاویۃ وعمرو ابن العاص یتغنیان فجئت فاخبرت النبی فقال اللھم ارکسھما فی الفتنۃ رکسا اللھم دعھما الی النار دعا۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ تھے کہ گانے کی آواز آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے۔ میں اوپر چڑھ گیا تو دیکھا کہ معاویہ اور عمرو عاص گا رہے ہیں۔ میں واپس آیا اور آنحضرت کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اوندھا ڈال۔ ان دونوں کو فتنے میں اور دھکیل ان دونوں کو جہنم میں اگر معاویہ کے طرفدار یہ کہیں کہ پھر اس کے بعد اس نے احتیاط اختیار کی ہو گی تو ہم اس کے زمان حکومت میں انکا گانا سننا ثابت کئے دیتے ہیں تاریخ ابو الفدا میں بذکر معاویہ لکھا ہے کہ معاویہ ان لوگوں میں سے ہے جو غنا کو حلال جانتے تھے۔ اس مختصر سے اگر تشفی نہ ہو تو امام راغب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو قیل ھشام ابن الحکم ھل شھد معویۃ بدراً فقال نعم من جانب الکفار وذکر عند شریک ابن عبد اللہ بالحلم فقال واللہ کان معاویۃ مخزن الحماقۃ والسفاھۃ ثم قال واللہ لقد اتاہ قتل امیر المؤمنین علیؑ وکان متکئا فاستوی جالسا ثم قال یا جاریۃ غنینی فالیوم قرت عینی فانشاءت تقول۔

الا بلغ معویۃ بن حرب		فلا قرت عیون الشامتینا

کسی نے ہشام ابن حکم سے پوچھا کہ معاویہ جنگ بدر میں شریک تھے ہشام نے کہا ہاں لیکن کافروں کی طرف سے شریک ابن عبد اللہ سے کسی نے کہا کہ معاویہ نہایت حلیم تھے۔ شریک نے جواب دیا کہ معاویہ بیوقوفی اور حماقت کا مخزن تھا جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے قتل کی خبر پائی تو تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور مارے خوشی کے سیدھا ہو گیا اور لونڈی کو حکم دیا کہ کچھ گا کہ آج ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ہیں لونڈی نے اس مضمون کا شعر گایا کہ معاویہ ابن حرب سے کہدو کہ خدا شماتت کرنیوالوں کی آنکھ کو کبھی ٹھنڈا نہیں کرتا۔

شرب خمر۔ اباحت غنا ہو چکی اب حلت خمر کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ مسند حنبل حصہ پنجم میں یہ عبارت درج ہے عن عبید اللہ بن بریدۃ قال دخلت انا وابی علی معاویۃ فاجلسنا علی الفرش ثم اتینا بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معاویۃ ثم ناول ابی فقال ما شربتہ منذ حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال معاویۃ کنت اجمل شباب قریش واجودہ ثغرا وما شیئ اجد لہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا شاب غیر اللبن او انسان حسن الحدیث یحدثنی عبید اللہ ابن بریدہ راوی ہے کہ میں اور میرا باپ دونوں

معاویہ کے پاس گئے اور وہاں ہم سب فرش پر بیٹھے پھر کھانا آیا اور ہم سب نے کھایا بعد اس کے شراب لائی گئی۔ معاویہ نے شراب پی کر میرے والد کو بھی دی انہوں نے کہا جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کو حرام بتلایا ہے پھر میں نے کبھی نہیں پی ہے۔ پھر معاویہ نے کہا کہ میں تمام جوانان قریش سے زیادہ خوش شکل اور سب سے زیادہ دانت میرے اچھے تھے اور کسی شے سے مجھے اپنی عالم شباب میں وہ لذت نہیں ملتی تھی جو شراب میں ملتی تھی۔ سوائے دودھ کے یا کسی ایسے شخص کے جو اچھی باتیں کر رہا ہو وہ مجھ سے باتیں کرے۔ حلت ربا۔ کوئی ممنوعات الخ۔ نسبے اباحت غنا شرب خمر ہو چکی۔ اب حلت ربا کا چٹھا ہیش تا ہے مولوی نظام الدین صاحب جامع صادق میں تحریر فرماتے ہیں۔ ومعاویۃ وغیرہ لم یکن مجتھدا وکیف یکون من اشتبہ علیہ حرمۃ الربوا وغیرھا مجتھدا۔ معاویہ جیسے لوگ کبھی مجتہد نہیں ہو سکتے اور وہ شخص کبھی مجتہد نہیں ہو سکتا جس پر حرمت ربا وغیرہ مشتبہ ہو ان نو ایجاد بدعتوں کے علاوہ انکی اولیات میں یہ مخترعات شمار کئے جاتے ہیں امام جلال الدین السیوطی اوائل سیوطی میں لکھتے ہیں۔

معاویۃ اول من رکب بین المروۃ والصفا اول من خطب شرب النبیذ والغنا واول من اکل الطین واباحہ وکان علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ راسھا من الحجرۃ قالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ لبنیھم البیعۃ قال لا قالت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لھا حفرۃ فی فخت فیھا وماتت۔

جو شخص سب سے پہلے مروہ وصفا کے درمیان سوار ہوا اور پہلے جس شخص نے نبیذ کو پیا اور غنا کو سنا ظاہری طور پر اور پہلے جس شخص نے مٹی کھائی اور اسے حلال کیا وہ معاویہ ہے۔ وہ منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھا ہوا اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ ام المومنین عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا چپ رہ چپ رہ لے معاویہ کیا بزرگوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ نہیں۔ ام المومنین نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے۔ معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اتر آیا اور عائشہ کے واسطے ایک گڑھا کھودا اس طریق پر کہ وہ اس میں گر کر مر گئیں۔

علامہ عبد البر نے استیعاب میں انکے اولیات کی بھی فہرست درج کی ہے قال انہ اول من جعل ابنہ ولیعھد وخلفہ من بعدہ فی صحتہ وقال الزبیر ھو اول من اخذ دیوان الخاتم وامر بھدایا النیروز والمھرجان واول من قتل صبرا حجرا واول من اتخذ الخصیان

واول من بلغ درجات المنبر خمسۃ عشر مرقاۃ۔ خلاصہ تقریر علامہ یہ ہے کہ معاویہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد اور اپنا خلیفہ اپنے بعد مقرر کیا اپنی صحت میں اور زبیر کا قول ہے کہ اول دفتر پر مہر لگانا بھی انہی کی ایجاد ہے اور سب سے اول نوروز ومہرجان اعیاد مجوس کے لئے تحائف لینا اور دینا بھی انہی کی ایجاد ہے اور معاویہ نے سب سے پہلے اسلام میں لوگوں کو اپنے لئے خصی (اختہ) کرایا۔ اور سب سے اول انہی نے منبر کی سیڑھیاں زیادہ بڑھائیں انہی انہی ایجادوں کے ساتھ معاویہ نے ایک بار یہ بھی قصد کیا تھا کہ مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کو اکھاڑ کر شام میں لیجائیں اور عصائے رسول جو موذن مسجد کی تحویل میں ہمیشہ رہتا تھا وہ بھی بھیجا جائے۔ تاریخ طبری کبیر اور کامل ابن اثیر میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے امر معاویۃ بمنبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تحمل من المدینۃ الی الشام وقال لا یترک عصا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینۃ وھم قتلۃ عثمان وطلب العصا وھی عند سعد القرظ فحرک المنبر فکسفت الشمس حتی رویت النجوم بادیۃ فاعظم الناس ذلک فترکہ یعنی معاویہ نے کہا کہ منبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے شام کو منتقل کیا جائے اور عصائے رسول بھی مدینہ میں چھوڑا جائے کیونکہ اہل مدینہ قاتل عثمان ہیں اور عصائے مبارک کو طلب کیا جو سعد ابن قرظ کے پاس تھا۔ پس منبر کو جنبش دیگئی تو آفتاب میں گہن لگ گیا اور تمام شہر میں تیرگی چھاگئی کہ تارے صاف دکھلائی دیے لوگوں نے یہ امر عظیم سمجھا اور ڈر کر منبر کو اسی جگہ چھوڑ دیا۔

بہر حال اب ہم ان (معاویہ) کو اور ان کے احوال کو خاتمہ تک پہنچا دیتے ہیں کہ باوجود اس اطمینان وراحت کے بستر موت پر انکا آخری وقت کیسی بےچینی اور اضطراب میں گذرا ہے۔ امام راغب اصفہانی کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں۔

مرض معاویۃ فدخل علیہ طبیب فقال لا باس علیک انک تبرئ ثم مرض فدخل علیہ نصرانی وقال عندنا تعویذ من علق علیہ یبرء من علیہ فاخذہ وعلق علیہ فدخل علیہ الطبیب فخرج فقال انہ میت لا محالۃ فمات من لیلۃ فقیل للطبیب فی ذلک فقال روی عن امیر المؤمنین ان معاویۃ لا یموت حتی یعلق فی عنقہ صلیبا والتعویذ الذی کان علیہ

مصلب فعلمت انہ یموت قال الجاحظ انما غلب معاویۃ علیاً لانہ لم یکن رعایتہ الا درک الحاجۃ بالحیلۃ حل او حرم ثم لم یکن یبالی بالدین ولا یتفکر فی سخط رب العلمین وعلی علیہ السلام لم یستعمل من الحیل الا ما حل والحلال من الحیل قلیل وقال معاویۃ لعمرو عاص واللہ لاضربن علیاً بخمسین الفا لا یعرف ن فاتحۃ الکتاب یعنی معاویہ بیمار ہوا تو انکے پاس ایک طبیب گیا اور اس نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ پھر دوبارہ مرض لاحق ہوا تو ایک عیسائی معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس ایک تعویذ ہے کہ جس مریض کے گلے میں ڈالدیا جائے تو وہ مریض تندرست ہو جاتا ہے۔ معاویہ نے وہ تعویذ لیکر اپنے گلے میں ڈال لیا اور وہی طبیب جو پہلے آیا تھا پھر ان کے پاس گیا اور جب وہ اس سے باہر نکلا تو کہا کہ اب معاویہ ضرور مر جائیگا چنانچہ اسی رات کو معاویہ مر گیا۔ طبیب سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ تم نے موت پر قطعی حکم لگا دیا تھا طبیب نے کہا کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ معاویہ اس وقت تک کبھی نہ مریگا جب تک کہ اپنی گردن میں صلیب نہ لٹکائیگا۔ اور جو تعویذ معاویہ کی گردن میں ہے وہ صلیب ہے اس لئے ہم نے جانا کہ یہ مر جائیگا۔ جاحظ کا قول ہے کہ معاویہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام پر اسوجہ سے غالب آیا کہ اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ کسی حیلہ سے اپنی حاجت کو حاصل کرے خواہ وہ حیلہ حلال ہو یا حرام رہا اپنے کامیاب ہونے کی خواہشوں میں نہ کچھ دین کی پرواہ کرتا ہے اور نہ اسکو عقوبت الہی کا کچھ خوف ہوتا بخلاف اس کے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے حصول مقاصد میں انہی تدبیریں کرتے تھے جو حلال ہوتی تھیں اور یہ ظاہر ہے کہ حلال تدبیریں بہت ہی کم ہوتی ہیں، معاویہ نے عمرو عاص سے کہا تھا کہ خدا کی قسم میں علی علیہ السلام کے ساتھ ایسے پچاس ہزار آدمی لیکر لڑونگا جو سورہ حمد بھی پڑھنا نہیں جانتے شریعت محمدیہ اور امت مرحومہ مصطفویہ کے ایک راسخ الاعتقاد پیرو کی ظاہری بد اعمالی ثابت کرنیکے لئے اس سے بڑھکر اور کیا بتلایا جا سکتا ہے کہ اخیر وقت کے خوفناک منظروں نے اسکو کچھ ایسا خوف دلا رکھا تھا کہ آخر میں اسلام کی وحدانی صداقت سے دست بردار ہو کر عیسائی اعتقادات کو تسلیم کیا اور زیادہ تر تعجب کی تو یہ بات ہے کہ ایسی بد اعتقادی اور اپنے عقائد حقہ سے دست برداری ایک ایسے شخص کی ثابت ہو رہی ہے جو اس وقت تمام بلاد اسلامیہ میں دینی اور دنیاوی سردار اور پیشوا تسلیم کیا جا رہا ہے اگرچہ یہی تحریر ہمارے مدعائے تالیف کے لئے کافی ہے مگر ہم بنا بر مزید اطمینان واحتیاط ان کے اضطراب۔ پریشانی اور انتشار کی وہ مخصوص حالت جو

بستر مرگ پر انکو لاحق ہوئی تھی لکھتے ہیں تاریخ اعثم کوفی میں تحریر ہے معاویہ چوں تنہا ماند مردان در آمد و معاویہ را دید کہ دل تنگ گردیدہ است و می گرید گفت سبب گریہ تو چیست، معاویہ گفت بسیار کار آخیر او می دانستم و می توانستم کرد اما نہ کردم از آن سبب دل تنگ شدم و بر آں تقصیر تاسف میخورم و ازاں می ترسم کہ بسبب حق علی علیہ السلام کہ از او باز گرفتم و او را ظلم کردم و حجر ابن عدی و اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بکشتم خدا تعالے ایں بلا بمن فرستاد و مرا بعقوبات اجل و عاجل ملاقی کرد و من ہمہ را بدوستی یزید می بینم اگر نہ با من دوستی او بودے در دل من راہ راست یافتے و رشد خود را شناختے۔ اما دوستی یزید مرا بر مخالفت و محاربت امیرالمومنین علیہ السلام میداشت تا لاجرم امروز دشمن من بخندید و دوست از من برنجید۔ ازیں نوع کلمات چند بگفت پس فرمود کہ از اں موضع کوچ کردند و بے رفتند تا بہ شام رسیدند و معاویہ در سرائے خویش فرود آمد و آں علت روز بروز قوت گرفت و مستولی گشت و ہر شب خوابہائے شوریدہ مے دید و ازاں می ترسید و ہر گاہ ہذیاں می گفت و آب می خواست و بسیار می خورد و تشنگی او تسکین نمی یافت و وقتے او را غشی می آورد، چنانچہ یک شب روز در بیہوشی بود ما چوں بہوش آمد فریاد بر آورد و گفت چہ افتاد مرا با تو اے حجر ابن عدی و چہ افتاد مرا با تو اے عمرو ابن حمق الخزاعی و چرا با تو خلاف کردم وحق تو نگاہ نداشتم اے پسر ابوطالب الہی اگر مرا عقوبت کنی مستوجب عقوبتم، معاویہ بدیں شکل مضطرب می بود و بر زمیں می غلطید۔ اب تو ہماری کتاب کے ناظرین نے دیکھ لیا کہ ایسی کامل حسرت اور یاسی کے عالم میں جب تمام دنیاوی تعلقات الوداع ورد حکومت ثروت دولت سب کے سب الفراق الفراق پکار رہے ہیں اور اس عالم فانی سے ایسے ملک جاودانی کی طرف کوچ ہو رہا ہے جس کا کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں کیا گیا تھا۔ امیر صاحب کے اضطراب انتشار کی کیا حالت تھی خدا کی شان معاویہ جیسا آدمی اور اپنے قصور کا اعتراف عقل کے سراسر خلاف ہے مگر کیا کریں اسوقت بھی ایسا آلگا ہے کہ جس میں نہ کوئی تدبیر مفید کارہو سکتی تھی اور نہ کوئی حیلہ حوالہ اور فریب ہی چل سکتی تھی انکی اخیر وقت کی ایسی مضطرب حالتوں کو پڑھکر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ معاویہ نے اپنے بستر موت کے زمانہ کو آسانی اور اطمینان کے ساتھ کاٹا۔ یا کم سے کم ہے مقدس طبقہ کے اونے ترین غلاموں کے ساتھ بھی شمار ہو سکتا ہے جو کہ اپنی مبارک حیات کا زمانہ تمام کر کے دنیا سے پورے صبر اور شکیبائی کے ساتھ بآرام واطمینان ایسے اٹھ گئے گویا وہ

تھا وہ قاعدہ استخلاف سے بہت دور تھا۔ جو نوعیت یا بدعت اس میں ہوئی وہ صرف اتنی ہی تھی کہ سیرت شیخین کے خلاف اپنے بیٹے کو اپنے بعد ولیعہد کرکے اپنی خلافت کو موروثی کر دیا۔ اور ان کا دلی مقصود یہی تھا۔ معاویہ کے دل میں یہ خیال کب سے پیدا ہوا اور اس احداث فی دین اللہ پر کب سے انکو جرأت ہوئی۔ اسکے لئے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ انکو طمع خلافت جیسی کچھ تھی وہ انکی حرکات اور تمام مظالم سے بخوبی ثابت ہے بلکہ ان کے مختلف اقوال سے ظاہر ہے۔ حصول خلافت کے ساتھ انکو اسکے موروثی بنانے کی تمنا بھی ضرور تھی مگر یہ موقعہ اور فرصت کے منتظر تھے یہاں تک کہ انہی امیدوں میں تیسری خلافت کا زمانہ آپہنچا۔ پھر کیا تھا خلیفۂ عصر کی اقربا پروری قومی فیاضی، رعایت اور غایت درجہ کی شفقت نے انکے نہال آرزو کو سرسبز و شاداب کر دیا اور حقیقت تو یہ ہو کہ انکی ہمت اور حوصلوں میں بہت بڑا جوش اور کمال وسعت آگئی وہ اسی وقت سے اپنی تجویز کے پورا کرنے پر بھی آمادہ ہوگئے یہاں تک کہ اور کھونٹ دنیا بھر کے مظالم و مصائب کو گوارا کرکے حکومت اسلامیہ کو اپنے لئے مختص کر لیا اور چاروں طرف سے مطمئن اور فارغ البال ہوگئے تو اپنی اس دلی تجویز کو عملی صورت میں لانے کی کوشش کی۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کے بعد معاویہ کے دل میں یزید کی ولیعہدی کا خیال پیدا ہوا۔ یہ غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو معاویہ کو جناب امام حسن علیہ السلام کے شہید کرنے کی اتنی جلدی کیوں کرنی پڑتی معلوم ہوتا ہو کہ انکی یہ تجویز سابق اور ان کا یہ خیال قدیم تھا۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ اپنے دلی اسرار کو جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات میں ظاہر نہیں کر سکتے تھے کیونکہ صلحنامہ کی شرطوں میں تو خلافت امام علیہ السلام کو دیں دیئے جانے کی شرط تحریر تھی پھر اس کی تحریک کیسے کی جا سکتی تھی جناب امام حسن علیہ السلام کی زندگی تک تو معاویہ نے اپنی اس تجویز کو اپنے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھا مگر اس کی بابت سلسلہ جنبانی آنجناب کی حیات ہی سے شروع کر دی تھی چنانچہ عبدالبر کی استیعاب میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان معاویہ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیاۃ الحسن رضی اللہ عنہ معاویہ نے بیعت یزید کا اشارہ جناب امام حسن علیہ السلام کے زمانہ حیات ہی میں کیا تھا مگر یہ اشارہ انہی لوگوں تک محدود رکھا گیا تھا جو ان کے بہی خواہ تھے اور انکی اطاعت سے منحرف ہونے والے نہ تھے۔

اب جبکہ امام حسن علیہ السلام کی فکر سے انکو فرصت ملگئی تو انہوں نے اپنی اس پوشیدہ تجویز کا عملی طور پر علانیہ اظہار کرنا شروع کر دیا اور اسکی نسبت تمام ممالک سے عام طور پر رضامندی اور اقرار لینے کا انتظام شروع کر دیا، معاویہ کیا ایسے نادان تھے کہ شام کے ہوا خواہوں کو چھوڑ کر اس تحریک کا حجاز و عراق والوں سے آغاز کرتے پہلے جہاں وہ بیٹھے تھے وہیں سے اسکا آغاز کیا اور آہستہ آہستہ تمام قلمرو میں اس کا علدرآمد کرایا اس کی تعمیل میں جو جو روش انھوں نے اختیار کی وہ ایسی انوکھی تھی جو کامل طور سے انکی حرفت اور ابلہ فریبی کو تمام دنیا کے آگے طشت ازبام کرتی ہے۔

بیعت یزید کا آغاز اس طرح ہوا کہ معاویہ اپنے مقام پر وقت کی تاک لگائے بیٹھے تھے کہ خود بخود انکی آرزو پوری ہونے کے سامان ہونے لگے وہ اس طرح کہ مغیرہ ابن شعبہ والی کوفہ کو معزول کرنے کی تجویز معاویہ نے ٹھہرائی مغیرہ کو اس کی خبر لگ گئی وہ یزید کی نسبت انکے اشتراک سے آگاہ ہو چکا تھا امارت کوفہ پر مستقل رہنے کی کوئی دوسری صورت بیعت یزید میں سعی کرنے سے زیادہ مفید نہیں معلوم ہوئی مغیرہ ابن شعبہ بھی جیسے چال کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنی طرف سے کوفہ کی امارت کے لئے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کو بالکل نامناسب سمجھا اور اس سے اپنی بالکل لاعلمی ظاہر کرکے اس کی طرف سے اپنی بے پروائی اور بیغرضی ثابت کر دی ہم ان تمام حالات کی تفصیل تاریخ روضۃ الصفا کی اصل عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں وھو ہذا

مغیرہ والی کوفہ بود و معاویہ می خواست کہ اورا عزل کند و این مہم را بہ سعید ابن عاص رجوع نماید مغیرہ پیش از وصول سعید بہ دمشق رفتہ اول اظہار آن کرد کہ من بر کبر سنی از امارات استعفا می نمایم بعد از آں پیش یزید رفتہ گفت اکابر صحابہ و اجلۂ فقہا آنچہ باقی ماندہ اند و فرزندان ایشان بہ رشد رسیدہ و می رسند تو از ہمہ عاقل تر و فاضل تری و بہ سیاست ملکی داناتری چرا معاویہ ترا ولیعہد نمی کند و مردم را بہ بیعت تو دعوت نمی کند تا محبت تو در دل ایشان قرار گیرد و بعد از وے کسے را دریں باب سخنے نباشد یزید گفت ایں کار متسبب نپذیرد۔ مغیرہ گفت واللہ چرا نپذیرد پس یزید پیش پدر رفتہ آنچہ از مغیرہ شنیدہ بود در میان نہاد معاویہ مغیرہ را بخلوت طلبیدہ از وے پرسید کہ یزید چہ می گوید۔ مغیرہ گفت مناسب چناں می نماید کہ در زمان حیات خویش یکے را ولی عہد خویش سازی تا بعد از تو خلافت در خون ریختن نباشد عمر بن الخطاب کار را بر شوریٰ انداخت تا ایں ہمہ مخالفت ظاہر شد و عثمان را خود مجال نداد کہ کسے را

بجاست خود لتعین نماید۔ معاویہ گفت ایں امر مدانم کہ چگونہ بانجام رسد مغیرہ گفت کہ ایں کار در کوفہ و بصرہ مشکلتر ست کہ اکثر سپاہ دریں دو شہر اند چوں من در کوفہ (مطلب سعدی ہمیں بود) باشم و زیاد در بصرہ ایں مہم چناں سر انجام یابد کہ دلخواہ تو باشد۔ معاویہ گفت سوفہ از اں تست۔ بدل قوی روبروا کر۔ ابھی تک تو ان تجویزوں کا خیال ہی خیال تھا، مغیرہ کی تائید نے اسکو پوری قوت دیدی مگر مغیرہ کی چالوں کو دیکھو۔ کوفہ کی امارت اپنے دعووں سے لیتے ہیں نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔

المختصر مغیرہ تو امیر صاحب سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی بیعت یزید کے اہتمام میں مصروف ہوگئے، بیت المال جو بنا بنایا حین المال تھا آگے دھر لیا اور اشراف کوفہ میں سے دس شخصوں کو تین ہزار روپیہ بحساب فی کس تین ہزار روپیہ نقد دیکر یزید کی ولیعہدی کے قبول کرنے پر راضی کرلیا اور ان لوگوں کو اپنے لڑکے موسے کے ہمراہ اقرار بالمشافہ کی غرض سے معاویہ کے پاس روانہ کردیا، یہ جماعت کی جماعت معاویہ کی خدمت میں پہنچی، موسے اور معاویہ کے فیمابین جو گفتگو ہوئی وہ لطف سے خالی نہیں ہے۔ اس کو بھی ہم روضۃ الصفا کی خاص عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایں قوم چوں با معاویہ ملاقات کردند گفتند کہ بجہت آں آمدہ ایم کہ عقد بیعت یزید حاصل بحکم معاویہ باایشاں گفت براں عزیمت باشید لیکن تعجیل مکنید و در خلوت از موسیٰ ابن مغیرہ استفسار کرد کہ پدر تو دین ایں مردمان را از کوفہ آمدہ اند بچند خریدہ است۔ موسیٰ گفت بسی ہزار درہم معاویہ گفت دین و ملت پیش ایں جماعت چنداں قدر و قیمت نداشتہ اند یہ تو صرف کوفہ والوں کی ایمان فروشی اور بیعت یزید کی گرمجوشی کی محض ابتدائی کیفیت تھی جسکو ہم نے تمہید کے طور پر اس بحث کے آغاز میں لکھدیا ہے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی بیعت کا سلسلہ کوفہ والوں سے آغاز کیا گیا تھا۔ مگر یہ قیاس غلط ہے۔ اسکی ابتدا حقیقت میں شام والوں سے ہوئی ہے اور جب یہاں کے مخلص اور کامل ہی خواہوں نے اسکو قبول کرلیا تب عراق والوں کی ترغیب و تحریص کی نوبت آئی اہل شام کو اس امر پر رضامند کرنے کے لئے معاویہ کو کوئی دشواری نہ تھی وہ لوگ تو بیس تیس چالیس چالیس برس سے مطیع و منقاد چلے آرہے تھے اور ایسے کہ بنی امیہ یا معاویہ کی عظمت و جلالت کے آگے نہ خدا کی اطاعت کو کوئی چیز سمجھتے نہ اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حقیقت جانیں۔ پھر ایسے لوگوں سے جو گھر کے غلاموں سے زیادہ خیر خواہ اور مطیع تھے بیعت یزید کا اقرار لے لینا کونسی بڑی بات تھی۔

اہل شام کی تحریک کی تجویز میں معاویہ نے سعید ابن العاص حصین ابن نمیر اور ضحاک ابن قیس الفہری کو اپنا معاون و مشیر بنایا۔ ایک مجلس ترتیب دی گئی جس میں چند عراق کے مشاہیر اور عمائد بھی حاضر تھے اور باقی تمام اہل شام کا مجمع کثیر تھا اور عام اذن عام، معاویہ نے منبر پر یزید کے محامد و اوصاف میں ایک طول و طویل خطبہ پڑھا اور اسی کے ضمن میں بیعت یزید کی تحریک کی یہ ملی بھگت کے یار تو مجلس میں موجود ہی تھے تو فوراً امیر صاحب کی تائید کرنیکے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ان میں سب سے پہلے ضحاک ابن قیس الفہری کھڑا ہوا بیعت یزید کی تائید ان لوگوں نے جن الفاظ میں کی اسکو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں وہو ہذا

ضحاک ابن قیس گفت ای امیر بر سر مقصود رسیدی و از بینجا کہ حال جہاں و جہانیاں مقدر راست و سر انجام بنی آدم زوال و فنا است خلق را بحاکم والیے باید کہ بتنظیم مہام ایشاں قیام نماید و حوادث رعایا کہ ودائع حضرت خالق البرایا اند بپردازد و در حسن سیرت و یمن سریرت و وفور علم و کمال علم حال یزید زیادہ تر از آنست کہ شرح و بیان را احتیاج افتد او را ولیعہد خویش بساز تا عالمیاں را در غیبت تو ملاذے و ملجائے باشد کہ در حوادث امور و نوائب قضا باپناہ آرند و مصلحان آسودہ و مفسدان بالیدہ باشند اتنا کہکر ضحاک تو بیٹھ گیا اور سعید ابن عاص اٹھا اور کہنے لگا یزید پسر امیر است۔ تو انگریست کہ ازاد میداں تواں یافت و داشت بہتر است کہ از رحمے من نواں ھیبت۔ مر ولیست مذکور بہ سخاوت و مشہور بہ شجاعت و مشہور و معروف بہ عدل و سیاست امیر را فرزندے خلف است و در تمشیت مہم خلافت نظیر و عدیل ندارد۔

سعید بھی یزید کے حق نمک سے ادا ہو کر بیٹھا تو حصین نے اٹھ کر مجمع عام میں یہ تقریر کی۔

ای امیر بخدا سوگند اگر تو از دنیا بروی و یزید را ولیعہد خویش نکردہ باشی در تضییع امت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشیدہ باشی حصین نے تو اپنی تقریر میں بیعت یزید کو منصوص من اللہ ثابت کرنیکی پوری کوشش صرف کردی اور کھل کھل کر معاویہ کو سنادیا کہ اگر تم نے یزید کو اپنا خلیفہ نہ کیا تو امت مصطفویہ کی تضییع کی وجہ سے عذاب الہی کے مستحق ضرور ٹھہروگے کیوں نہو حصین اگر اسی وقت سے اطاعت یزید کو فرض

نہ بچہ لیتا تو معرکہ کربلا میں اپنے ہاتھوں کو خون حسین سے رنگین کیسے کرتا؟ بہرحال اس مجمع میں احنف ابن قیس رئیس البصرہ بھی موجود تھا اور حضرت کے ساتھ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہل بیت علیہم السلام میں شمار ہوتا تھا معاویہ نے اسکی طرف رخ کرکے اپنی صفائی دکھلانے کی غرض سے پوچھا کہ اے ابا بحر تو چرا در این امر سخن نمی گوئی و ساکت هستی؟ احنف نے جواب دیا کہ تو بافعال یزید داناتری۔ اگر می دانی کہ از عہدہ امر خلافت بیرون تواند آمد با ہیچ کس مشورت مکن و او را ولیعہد بگردان و اگر گمان تو در بارہ او بخلاف است زمام مہمات کائنات را باو مدہ و خود را بہ آخرت گرفتار مکن۔

ان واقعات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ شام کے لیے وائیسیں جہاں کی رعایا ہر طرح سے قابو میں تھی بیعت یزید کی تعمیل کے لیے کیسے کیسے کڑی کے جالے تنے گئے اور کیسا پھرا کر کیسے کیسے بیہودہ ہاتھ لے گئے راستے و سینے والے اور تاکید کرنیوالے حضرات میں کس کی کیسی فہمی اور کہاں تک اس کی صداقت اور دیانت اور ایمانداری کی خبر دیتی ہے۔ المختصر معاویہ کا مطلب خاطر خواہ ہوگیا۔ اور احنف ابن قیس کی رائے نقارخانہ میں طوطی کی آواز بنکر رہ گئی اور اس مجمع میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کرسکی۔ حاضرین نے یزید کی بیعت کرلی، چنانچہ ہمارے مستند مورخ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد ازیں حاضرین با یزید بیعت کردند و ہرکس بمنزل خود بازگشت۔

(دیکھو روضۃ الصفا جلد دوم)

اس کیفیت کو پڑھکر ہر شخص سمجھتا ہوگا کہ اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہوگیا ہوگا یہ خیال غلط ہے۔ معاویہ کو ابھی ان کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا تھا اور حقیقت حال یہ ہے کہ معاویہ اہل شام کو جیسا پہچانتے تھے ویسی بصیرت اہل شام میں کہاں کہ وہ معاویہ کو پہچانیں اسی لئے ان لوگوں نے ابتک اپنے حق و باطل میں کوئی امتیاز نہ کیا تھا۔ تاہم معاویہ کو جن امور کا شبہ ان لوگوں کی طرف سے لگا ہوا تھا اس کے آثار معلوم ہونے لگے تو اس نے ان ساماوں کے ذریعوں کو فوراً قطع کر دیا۔ اور جب تک ان تمام ذریعوں کا خاتمہ نہ کرلیا اسکو اہل شام کی طرف سے اطمینان کلی نہ ہوا اسکی اصلی کیفیت یہ ہے کہ یزید کے مقابلہ میں معاویہ نے دو دعویدار خلافت اور پاکر شام میں پیدا ہوسکتے تھے ایک تو سعید ابن عثمان۔ دوسرے عبدالرحمٰن ابن خالد ابن الولید ان دونوں کی نسبت اسکو خبر لگی کہ یہ لوگ بیعت یزید سے ناراض ہیں اور اہل شام کے سامنے اپنے اوصاف اضافی کی بناء پر اپنا استحقاق خلافت ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن ابن خالد کی پوری خبر لیگئی حمص کے لوگوں کو بلاکر جہاں کے یہ عامل تھے، معاویہ نے ان کا امتزاج لیا تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً وہاں کے لوگ عبدالرحمٰن کے خلافت کے خواہاں ہیں۔ اس ضرورت سے عبدالرحمٰن کا تصفیہ بہت ضروری ٹھہرا کیونکہ ایک تو عثمان کے زمانہ سے برابر وہ صوبہ حمص کا عامل چلا آرہا تھا دوسرے اس کے باپ خالد ابن ولید کا احترام کیا کم تھا اور پھر اسکی ذاتی امارت اور مراتب نے اہل شام کو اس کا گرویدہ اور مطیع بنا رکھا تھا۔ معاویہ نے انکا وغیرہ کی جو فکر کی وہ ہم امام عبدالبر کی کی کتاب استیعاب سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

لمّا اراد معاویۃ البیعۃ لیزید خطب اهل الشام وقال یا اهل الشام لقد کبرت سنّی ودنت اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاماً لکم وانّما انا رجل منکم فاروا رأیکم فاصفقوا واجتمعوا وقالوا رضینا بعبد الرّحمٰن ابن خالد ابن الولید فشقّ ذالک علی معاویۃ ابن ابی سفیان واسرّها فی نفسہ ثمّ ان عبد الرحمٰن مرض فامر معاویۃ طبیبا عندہ یهودیا وکان عندہ مکینا ان یاتیہ ویسقیہ سقیۃ یقتلہ بها فسقاہ فخرق بطنہ فمات وقصّۃ هذا مشهورۃ عند اهل السّیر والعلم بالآثار والاخبار۔ اختصر تھا۔ معاویہ نے جب ارادہ کیا کہ یزید کے لئے بیعت لے یعنی اسکو اپنا ولی عہد کرے تو اہل شام سے خطاب کیا اور کہا کہ اے اہل شام میں مسن ہوگیا ہوں اور زمانہ میری موت کا قریب آگیا ہے۔ اس لئے میں نے قصد کیا کہ میں ایک شخص کو اپنا ولی عہد مقرر کروں تاکہ وہ تمہارا انتظام قائم رکھے اور میں بھی تم ہی لوگوں میں سے ایک آدمی ہوں تم سب اپنی رائے قائم کرلیں سب نے باہم متفق الرائے ہوکر کہا کہ ہم عبدالرحمٰن ابن خالد ابن الولید کی حکومت سے راضی ہیں، یہ بات بڑا او انتخاب معاویہ کو بہت شاق گزرا اگر دل ہی میں اس ناگواری کو پوشیدہ رکھا۔ بعد چندے عبدالرحمٰن مذکور بیمار ہوا، موقع پاکر معاویہ نے ایک طبیب کو جو اس کے پاس رہتا تھا اور مذہب یہود کا آدمی تھا حکم کیا کہ عبدالرحمٰن کے پاس جائے اور اسکو کوئی ایسی دوا پلائے کہ اسکا کام تمام ہوجائے۔ چنانچہ طبیب نے کچھ ایسی دوا پلائی کہ اس کے پینے سے عبدالرحمٰن کا پیٹ

پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔ یہ قصہ اہل سیر و اخبار اور صاحبان علم و آثار میں
مشہور ہیں میں نے اسکو مختصر طور پر درج کیا ہے، صاحب روضۃ الصفا نے یہودی
کی جگہ طبیب کو نصرانی بتلایا ہے اور اس کا نام ابن آثال لکھا ہے۔
انکی عبارت یہ ہے۔ ابن آثال شربت مسموم بہ عبدالرحمن داد تا او درگذشت
و آن مخذول بحرب صفین اند و خصم بود از گردن او بمانند و
معاویہ آنچہ از ابن آثال وعدہ کردہ بود بخانہ مبذول (دیکھو روضۃ الصفا
بمبئی صفحہ ۲۶)

بہر حال ایک دعویدار خلافت سے تو فراغت کلی ہوئی، اب دوسرے
دعویدار سعید ابن عثمان کی سرگذشت یوں ہے کہ ان کے ساتھ بھی معاویہ
ایسے ہی سلوک قائم رکھتے مگر خیریت ہوگئی کہ اونھوں نے فوراً یزید
کی اطاعت کا اقرار کر لیا۔ اس وجہ سے مورد مظالم نہ ٹھیرے بلکہ
مستحق مکارم گو تاہم جلاوطنی اور ایک گونہ خارج البلدی کی سزا انکو دیگئی
ہم انکی سرگذشت کو تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے نقل کرتے ہیں
سعید ابن عثمان جب آئے تو معاویہ نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنے
پہلو میں بٹھالیا، پھر مخاطب ہوکر کہا کہ اے میرے بھتیجے! تیری یہ کیا باتیں
سنی جاتی ہیں؟ سعید نے کہا اے امیر المومنین بیان کیجئے وہ کیا باتیں
ہیں معاویہ نے کہا ہم نے سنا ہے تو کہتا ہے کہ معاویہ کے بعد میں اس کے
بیٹے یزید کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں، سعید نے کہا کہ اگر میں
نے کہا ہے تو کیا ہوا سچی اور حق بات بھی خدا کی قسم میرا باپ یزید
کے باپ سے، و میری ماں اسکی ماں سے افضل ہیں اور میں خود اس سے
بہتر ہوں لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم نے یہ عہد تیرے واسطے قرار
دے دیا ہے کہ جو کچھ تو کرتا ہے ہم اس پر معترض نہیں ہیں۔ معاویہ
یہ سنکر ہنسا اور کہا اے بھتیجے! تو سچ کہتا ہے عثمان مجھ سے اور تیری
ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے کیونکہ قریشی عورت کلبی سے اچھی ہوتی
ہے لیکن تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے اچھا ہوں۔ میں تیری اس بات
کو ہرگز نہ مانونگا۔ بیشک اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ میں [illegible]
کی جان ہے اگر میرے بیٹے کی جگہ سے عرق تک ایک رسی تان دیں
اور اس رسی کو تمام آدمی تھام لیں تو میں ان تمام آدمیوں سے یزید
کو بہتر اور زیادہ اچھا سمجھونگا۔ مگر تیرے حقوق بھی بہت ہیں اور ان حقوق کا
ترک کرنا خلاف شرع اور بعید از مروت خیال کرتا ہوں تو خوش رہ میں نے تجھے
خراسان کا والی مقرر کیا آتنا لکھکر ہمارے مستند مورخ آگے لکھتے ہیں کہ زیاد
ابن امیہ اور ابو عقبیہ و ابن ابو بکرہ کے نام خط لکھ دیا گیا اور ان دونوں
نے حسب الحکم سعید ابن عثمان کو چالیس لاکھ درم دیکر معہ فوج ہمراہی کے
خراسان کی طرف روانہ کر دیا (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۲۱)
المختصر معاویہ نے ان دونوں دعویداران خلافت کو تمام سے یوں خارج
کر دیا حقیقت تو یہ ہے کہ بیعت یزید کی مشین تمام و کمال دو ہی
طریقوں سے چلائی گئی۔ اس کی تعمیل میں یا تو قتل سے کام لیا گیا یا رشوت
دیکر کام نکالا گیا۔ القصہ جب اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہوگیا
تب اس نے اور ممالک اسلامیہ میں بھی اسکی سلسلہ جنبانی شروع کی مغیرہ ابن
شعبہ نے کوفہ میں تو اس کی کارروائی شروع کردی مگر زیاد نے بصرہ میں
اسکی نسبت تامل اختیار کیا کہ یکایک وہ مرض طاعون سے مرگیا اسکی جگہ
عبیداللہ بن زیاد بصرہ کا امیر ہوا اس نے یزید کی بیعت کا مسئلہ بصرہ
والوں کے ساتھ طے کرلیا۔ عراق میں اس وقت بیعت یزید سے انکار کرنیوالے
تھے کون دعویدار تھے ذرا تو بتاؤ یہاں تو کون ہاں انکار کرنیوالوں میں وہی
شیعیان علی علیہ السلام شمار کیے گئے۔ انکی جو حالت کی گئی وہ او پر لکھی جاچکی
کہ بیشمار قتل کیے جاتے تھے بہتیرے سولی دیئے گئے درختوں میں لٹکائے گئے ٹکڑے
کیے گئے اور شہر بدر کر دیئے گئے غرضکہ بصرہ میں بھی سخت ظلم و تعدی کے
ذریعہ سے بیعت یزید کا اقرار کرالیا گیا۔

جب عراق کی طرف سے بھی اطمینان ہوگیا تو حجاز اور حرمین شریفین کے
باشندوں سے بھی بیعت یزید کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی۔ مروان کو جو
اس وقت مدینہ کے حاکم تھے لکھا گیا کہ باشندگان حجاز کا استمزاج
لیکر فوراً اطلاع دیں چنانچہ مروان نے جب اہل مدینہ سے اسکی تحریک کی
تو عموماً سب نے اس سے انکار کیا اور اکثر لوگوں نے اس امر میں سکوت اختیار
کیا۔ مروان نے معاویہ کو ذیل کی عبارت میں جواب لکھ بھیجا جسکو ہم روضۃ الصفا
سے نقل کرتے ہیں، معاویہ مکتوب بمروان نوشت کہ تمکین حکومت یزید در خاطر ارباب
مدینہ قرار دہد و بجہت عبداللہ ابن عمر صد ہزار درم فرستاد چون قاصد معاویہ
رسید مال را پیش عبداللہ ابن عمر برد۔ عبداللہ آن اموال را قبول
کرد و چون نام بیعت شنید مال باز رد کرد و گفت کہ من بہر شدہ ام
دو دین من بدین مقدار درہم ارزان است مروان بمعاویہ پیغام داد کہ مردمان
مدینہ منتظر عبداللہ ابن عمر اند و می گویند تا مقتدای ما بیعت نکند ما بیعت نمی کنیم
و اگر او را گفتہ می گوید کہ این بدعتے است کہ معاویہ احداث می کند تا ابو بکر و عمر
کہ خلیفہ بودند خلافت را به اولاد رشید خود ندادند پیغمبر کا سر جوڑ فیا مروان

وغیرہ رسم جباران وظالمان (دیکھو روضۃ الصفا بمبئی صفحہ ۳۴۳)

مروان کا یہ خط پا کر معاویہ نے تھوڑے عرصہ تک خموشی اختیار کی پھر کچھ سوچ کر یزید کو حج کے ارادہ سے مکہ بھیجا اور وہاں سے مدینہ جانے کی فہمائش کر دی اور تاکید کر دی کہ دونوں مقاموں کے لوگوں کے ساتھ خوب بخشش و انعام سے کام لیا جائے تاکہ وہ بیتری ہی ہر بانی اور زر افشانی سے زیر بار ہو کر پھر کسی طرح بیعت کے قبول بیعت سے انکار نہ کر سکیں۔ یزید نے معاویہ کے حکم سے حجاز کا سفر اختیار کیا اور نہایت تزک و احتشام سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوا اس کے سفر کی کیفیت صاحب روضۃ الصفا اس عبارت میں دکھلاتے ہیں

دریں سال یزید بحج رفت و بجہت تحصیل نام نیک اموال وافر در مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما صرف کردہ و بہا بدست آوردہ ذکر سماحت و مروت او در افواہ افتاد واما چوں ایں معنی اشتہار یافت کہ معاویہ یزید را ولیعہد خویش می گرداند مردم دریں باب سخنہا گفتند بعضے از شعرا او را ہجو نمودند و برخے بہ ستائش وے مشغول گشتند و طبقات خلائق را بقدر حاجات ایشاں رعایت نمود

معاویہ کا یہ مشن اگر پورے طور سے مفید ثابت نہ ہوا تاہم تھوڑا بہت کارگر تو ضرور ہوا کہا جا سکتا ہے اس کے بعد معاویہ نے عبد اللہ ابن زبیر کو مکہ سے بلایا اور جب یہ آئے تو انکی بڑی تعظیم و تکریم کی گئی۔ مگر عبد اللہ ابن زبیر جیسے چالاک ہوشیار اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے والے بزرگ تھے وہ سب کو معلوم ہے وہ جنگ جمل ہی کے وقت سے امیدواران خلافت میں شمار ہوتے تھے معاویہ انکو خوب پہچانتا تھا ہر چند خوب گھما پھرا کر کوشش کی کہ یہ بیعت یزید کی بابت اپنی رائے کا اظہار کریں مگر وہ ایسے کب تھے جو انکی ظاہری تعظیم پر فریفتہ ہو کر بیعت یزید کے متعلق ہاں بھرتے اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنے حصول مقاصد کا دروازہ بند کر دیتے یہ معاویہ کے دام تزویر میں نہ آنا تھا نہ آئے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے معاویہ کے سوالوں کا جو جواب دیا وہ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

عبد اللہ ابن زبیر گفت دوست و برادر تو آن کس است کہ کلمہ حق را بے کلاہ و حیلہ ریا با تو بگوید و دریں کار پیش از امضاء و عزیمت فکر بجا آر، نباشد کہ اگر یزید را ولیعہد گردانی پشیمان بشوی من دریں سخن غرض ندارم و افشاے ایں حکایات نخواہم کرد

یعنی یہ کہنا کہ من دریں سخن غرض ندارم کہاں تک صحیح تھا معاویہ کو خوب معلوم تھا کہ عبد اللہ ابن زبیر سا امیدوار خلافت اور اس طرح حصول خلافت سے انکار بات یہ تھی کہ اس وقت عبد اللہ ایسے پھنس گئے تھے شام سے کسی طرح بچکر نکل آنا ان کے لئے مناسب تھا۔ کیونکہ جس طرح معاویہ انکو پہچانتا تھا ویسے ہی عبد اللہ اسکو جانتے تھے۔ معاویہ منکرین بیعت یزید کے ساتھ جس سختی اور مظالم سے پیش آتا تھا وہ سب عبد اللہ ابن زبیر کے اس وقت پیش نظر تھی ایسے موقعہ پر خاص طور سے غور کر کے عبد اللہ یزید کی بیعت کی بابت اپنی گو مگو رائے دیکر شام سے بخیر و خوبی مکہ واپس چلے آئے۔ معاویہ نے بھی اس سے زیادہ تحریک کوئی فی الحال مناسب نہ سمجھا اور خموش ہو رہا۔ معاویہ نے عبد اللہ ابن زبیر کے واپس جانے کے بعد مروان ابن الحکم کے نام پھر ایسا مضمون کا ہدایت نامہ لکھا جسے ہم روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں۔

مشائخ مصر و اکابر عراق و اعیان جزیرہ و مشاہیر دمشق آمد با فرزند من یزید بیعت کردند و اشراف شام دریں قضیہ نیز با ایشاں موافق اند ترا نیز باید کہ از اہل مدینہ ہم بیعت ستانی بجہت یزید۔

مروان نے اس حکم نامہ کی کیا تعمیل کی اور اسکا باشندگان مدینہ پر کیا اثر پڑا۔ ذی قدر مورخ تحریر فرماتے ہیں۔

چوں ایں نامہ بمروان رسید صحابہ و تابعین را جمع نمودہ بر منبر آمدہ گفت ایہا الناس بدانید کہ امیر را ضعف و شیخوخت دریافتہ و پیری در وے اثر تمام کردہ و از جہت کار خلافت اندیشہ مستحق کردہ چنانکہ متضمن رضائے خداوند تعالیٰ و فراغ خواطر مسلمانان باشد و عہد آں وارد کہ رضائے شما را ہم مخزوں کند۔ اکنوں چہ میگوئید از حوالی مجلس آواز برآمد کہ ہمہ مقروں بجو شنودی پروردگار عالم و عالمیاں باشد ما در آں ہیچ نمی گوئیم سمعنا و اطعنا۔ مروان گفت کسے را کہ ولیعہد خویش گردانیدہ کہ نیکو سیرت و با مروت و عادل و سیاست است و قدم بقدم خلفائے راشدین می دارد و آں شخص پسر اوست یزید۔ مردم چون نام یزید شنیدند ہیچ نگفتند۔ اما عبد الرحمٰن ابن ابوبکر در خشم آمدہ گفت دروغ میگوئی تو اے مروان۔ و آنکس ہم دروغ می گوید کہ ترا بایں سخن امر فرمودہ زیرا کہ یزید بایں صفت و خصال پسندیدہ متصف نیست و بخلافت وارا ضی نیستم۔ مروان در غضب آمدہ گفت شخصے کہ چنیں می گوید چناں بزرگوار و نیکو کار مرد نیست کہ در شان او خداوند عز و علا ایں فرستاد والذی قال لوالدیہ اف لکما۔ ختم عبد الرحمٰن زیادہ گشت گفت کار تو بمرتبہ رسید کہ قرآن در حق من تاویل می کنی و تو آں کسی کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ترا و پدر ترا از شہر بیرون کردہ بود آنگاہ برخواست و پائے مروان را برگرفتہ گفت اے دشمن خدا ازیں منبر فرود آ

کہ اہل آں میتی جمعے از بنی امیہ در مسجد بودند خواستند کہ قوم عبدالرحمن ابوبکر
بکشند۔ عائشہ بر ایں معنی اطلاع یافتہ با جمعے از خواتین بمسجد در آمد مروان
چوں عائشہ را دید بترسید و پیش او دوید و گفت اے مادر مومناں ترا
بخدائے تعالیٰ سوگند می دہم کہ بجز حق باش۔ بگو گفت من بجز حق و راست
چیزے نگویم من با دائے شہادت قیام می نمایم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم بر تو و بر پدر تو لعنت کردہ است و ذکر طرید ابن طریدی گوید بار دیگر
من ایں نوع سخناں می گوئی کہ نقل می کنند۔

بیعت ہو تو یزید کی سلطنت ہو تو اسکی، مروان نے جو حق ناحق عبدالرحمن
کے ہاتھوں مار بھی اور عائشہ کی لعن طعن آمیز باتوں کی بھرمار تو اسکو سوا
ہندگی اور بیچارگی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے اس واقعہ سے مروان کیا تمام بنی
امیہ میں ایک غیر متحمل جوش پھیل گیا اور اسکو ہر شخص نے علیحدہ رنگ آمیزی
سے لکھکر معاویہ کو اطلاع دی۔ ان میں سے ہم صرف عثمان کے بیٹے
عمر کا خط ذیل میں لکھیں گے۔ ان خطوط کو پڑھکر معاویہ کو سخت اضطراب
لاحق حال ہوا اور اسنے اسکی نسبت قطعی فیصلہ کر دیا کہ حرمین شریفین میں بیعت
یزید کے پیچیدہ مسئلہ کی گتھی بغیر ناخن تزویر کے اور کسی تدبیر سے نہیں کھلیگی اور اسکا
انتظام وہاں گئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ معاویہ نے یہ قصد تو ضرور کر لیا مگر مروان کے خط
پر جو اسنے حکومت مدینہ کے دوران میں لکھا تھا بیشتر توجہ کی۔ اما بعد فان
عمر ابن عثمان ذکر ان رجالاً من اہل العراق و وجوہ اہل الحجاز
یختلفون الی الحسین ابن علی (علیہما السلام) ذکر انہ لا یأمن
وثوبہ وقد بحثت عن ذلک فبلغنی انہ لا یرید الخلاف یومہ ولست
آمن ان یکون ہذا ایضاً من بعد ذلک فاکتب الیّ برایک فی ہذا والسلام
آپ کو معلوم ہو کہ عمر ابن عثمان نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل عراق اور سرداران حجاز کی
ایک جماعت کی آمد و رفت جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں
بہت پائی جاتی ہے اور کہتا تھا کہ میں انکے خروج کی نسبت مطمئن نہیں
ہوں لہذا میں نے جو اس معاملہ کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ان دنوں
میں حصول خلافت کا ارادہ نہیں رکھتے مگر تیرے بعد جو مسند خلافت پر
ممکن ہوگا اسکی طرف سے مجھے اطمینان نہیں ہے اس بارے میں آپکی رائے ہو اس سے مطلع فرمائیے والسلام
اس خط نے معاویہ کو سخت اضطراب میں ڈال دیا کیونکہ دعویداران حجاز میں سب سے
پہلے وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو خیال کر چکا تھا اس خط کو پڑھکر معاویہ
نے فوراً جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اس
میں بیعت یزید کے مسئلہ کو کھلکر تو لکھا نہیں مگر عمر ابن عثمان کی عبارت کو

آپ سے شکایت آمیز الفاظ میں دہرایا۔
اما بعد فقد انتہت الیّ امور عنک ان کانت حقاً فقد اظننک
ترکتہا رغبۃ فدعہا ولعمر اللہ ان من اعطی اللہ عہدہ و میثاقہ
لجدیر بالوفاء وان کان الذی بلغنی عنک باطلاً فانک اعزل
الناس لذلک وعظ نفسک واذکر بعہد اللہ واوفہ فانک متی
تنکرنی انکرک ومتی ماتکدنی اکدک فاتق شق عصا ہذہ الامۃ
وان یردہم اللہ علی یدیک فی فتنۃ فقد عرفت الناس وبلوتہم
فانظر لنفسک ولدینک ولامۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ولا تستخفنک السفہاء الذین لا یعلمون۔ آپکی نسبت مجھکو ایسی
ایسی خبریں ملی ہیں۔ اگر یہ اخبار صحیح ہیں تو میرا یہ خیال ہے کہ آپ ان ارادوں
کو ترک کر دیجیے اور ان افعال سے باز آیئے۔ انسان کو لازم ہے کہ جس کسی
کے ساتھ کوئی عہد کرے اسکو پورا کرے۔ اور اگر یہ اخبار جو آپ کی نسبت
سے گئے ہیں صحیح نہیں ہیں تو یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے اور آپ ان سے
بالکل بری الذمہ ہیں آپ اپنے نفس کو موعظہ فرمائیں اور اپنے معاہدہ پر قائم
رہیں اگر آپ میرے حق کا انکار کرینگے تو ضرور ہے کہ میں بھی آپکے استحقاق
کا انکار کرونگا اور جب آپ میرے ساتھ چال چلیں گے تو میں بھی آپ
کے ساتھ چال چلونگا۔ آپ ان امور سے ضرور پرہیز کریں جن سے عصائے
امت میں کوئی تفرقہ پڑے اور ایسا نہ ہو کہ آپکے ہاتھوں سے امت میں کوئی فتنہ برپا
ہو لیجیے آپ عوام الناس کو تو پہچان چکے ہیں انکو میزان آزمائش میں آزما چکے
ہیں لہذا امت محمدیہ کی عافیت اور اپنی جان و اپنے دین کی حفاظت کو پیش نظر
ستعد رہیں اور مجانین امت کے کہنے پر مت آئیں اس خط میں معاویہ نے جناب امام حسین علیہ السلام
کو اپنی نسبت وعدہ سے ڈرایا دھمکایا ہے وہ عبارت تحریر ظاہر کر
ان دھمکیوں کی وجہ سے خاصان خدا۔ ہرگز برگزیدگان الہی اپنا فرض منصبی چھوڑ
نہیں سکتے ہیں معاویہ کے خط کا دندان شکن جواب لکھ گیا وہ یہ تھا۔ اما بعد
فقد بلغنی کتابک تذکر فیہ انہ قد بلغک عنی امور انت لی عنہا راغب وانا
بغیرہا عندک جدیر وان الحسنات لا یہدی لہا ولا یسددہا الا اللہ
واما ما ذکرت انہ انتہی الیک عنی فانہ انما رقاہ الیک الملاقون
المشاؤن بالنمیم وما ارید لک حرباً ولا علیک خلافاً وایم اللہ
انی لخائف اللہ فی ترک ذلک وما اظن اللہ راضیاً بترک ذلک ولا
عاذراً بدون الاعذار فیہ الیک وفی اولئک القاسطین الملحدین
حزب الظلمۃ واولیاء الشیاطین الست القاتل حجر الکندی

ترک کیا اور عبید ثقفی کے بیٹے کو اپنا بھائی حکومت عراقین پر مامور کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ ان کی آنکھوں کو گرم لوہے سے اندھا کیا اور ان کے اجسام کو درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیا گیا تو امت اسلامیہ میں داخل نہ تھا اور یہ لوگ تجھسے کوئی علاقہ نہ رکھتے تھے اس لئے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے کہ تیری حکم سے زیادہ ابن ہند نے لکھ بھیجا کہ قبیلہ حضرمیت کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پیرو ہیں تونے اسکو حکم دیدیا کہ عموماً جو شخص طریقۂ علی پر پایا جائے اُس کو قتل کرڈالو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا حالانکہ خدا کی قسم ہے علی علیہ السلام نے دین خدا کے حکم سے تجھکو اور تیرے باپ بھائی کو اپنی شمشیر آبدار کے نیچے رکھا تھا الغی امور کے کینہ و حسد سے تو نے آج مسند خلافت کو غصب کرلیا ورنہ تیرے باپ کا منصب صیف اور شتا کی حدود سے باہر نہیں تھا (رحلۃ الشتاء والصیف) اور تونے جو اپنے خط میں یہ تحریر کیا ہے کہ اپنے نفس اور اپنے دین کی نگہبانی کیجئے اور امت محمدیہ میں فتنہ نہ ڈالیے اور شق عصائے امت اور تفریق جماعت سے پرہیز کیجئے تو میرے علم و یقین میں تیری حکومت سے بڑھکر کوئی دوسرا فتنہ اس امت کیلئے نہیں ہے اور اپنے نفس اپنے دین اور سارے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی دوسری چیز اس سے بڑھکر مفید نافع اور افضل نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ جہاد کروں۔ اگر میں مقابلہ اور مقاتلہ انجام پاگیا تو مجھکو حضرت رب العزت میں شرف قربت حاصل ہوگا اور اگر میں اہمالت اور پہلو تہی کروں تو مجھکو اسکے لئے استغفار کرنا چاہئے اور اپنے خدائے تبارک تعالیٰ سے طلب رشد کرنا چاہئے اور جو تونے یہ لکھا ہے کہ اگر آپ میرے حقوق کا انکار کیجئے گا تو میں بھی آپکے استحقاق کا انکار کروں گا اور اگر آپ میرے ساتھ چال چلینگے تو میں بھی آپکے ساتھ چال چلونگا۔ بس افسوس ہے تجھپر مجھکو تو تجھ سے امید رکھنے کے عوض میں یقین کامل ہے کہ تیرے مکر سے دنیا میں کسی کو ضرر نہ پہنچیگا بلکہ وہ الٹ کر تیری ہی ذات پر آ رہیگا کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار ہوگیا ہے اور نقض عہد پر حریص ہوگیا ہے اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تونے اپنے معاہدوں میں سے کسی ایک عہد پر بھی وفا نہیں کی اور تونے اپنے اقرار اور پیمان و معاہدۂ صلح کے بعد حجر پر تونے سخت سے سخت قسمیں کھائی تھیں ان مسلمانوں کو بغیر اسکے کہ وہ تجھسے منازعت پر آمادہ ہو کر کسی طرح کی مخالفت پیش کریں تونے مار ڈالا ان کا کوئی گناہ اور کوئی تقصیر ہماری محبت ہماری تعظیم اور ہمارے ذکر فضیلت کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھی اور تونے ان لوگوں کو خاص کر اس وجہ سے قتل کرایا کہ شاید تو مر جائے اور یہ لوگ زندہ رہ جائیں تو تیغ فولادی کی لذت چکھنے پائیں گے بس اے معاویہ سمجھ لے کہ روز حساب بہت جلد آنیوالا ہے اور یہ بھی یقین کرلے کہ خدائے منتقم کے پاس ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ ایسا نہیں چھوٹا ہے جو اس میں درج نہ کیا جاتا ہو خدا تیری ان حرکتوں کو خوب دیکھتا ہے کہ تونے آدمیوں پر بہتان رکھا ہے اور صالحان خدا تہمت کے جرم میں ماخوذ کیا ہے ان میں سے بہتوں کو تونے قتل کرا دیا اور بہتوں کو ان کے مساکن و شہر سے جلا وطن کرایا اور اپنے ایسے بیٹے یزید کے لئے جو شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والا ہے خلائق خدا کی بیعت لیتا ہے یہ امر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تونے اپنے نفس کو سخت نقصان میں ڈالا ہے اور اپنے دین کو ہلاک کیا ہے اور اپنی ماتحت رعایا کو مشوش اور مضطرب الحال بنایا ہے اور اپنی امانت و دیانت کو خراب کیا ہے اور جہال زمانہ کی باتوں کو سنتا ہے اور نکوکاران و پرہیزگاران عالم کو ڈراتا ہے اور دھمکاتا ہے صرف اسلیے کہ اپنے حصول مقاصد پر فائز ہو۔ والسلام

ہمارے ناظرین علاوہ فصاحت و بلاغت کے جو صرف کلام امام ہونے کی حیثیت سے لا سرہے دیکھ سکتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے تمام استدلال کی کیسی قطع و برید فرما دی ہے اور اس کے تمام مظالم و معائب کا آئینہ اسکے سامنے رکھدیا ہے مگر اس کے دیدۂ بصیرت میں اتنا نور کہاں تھا کہ وہ اس مقدس تحریر سے کچھ متنبہ ہوتا معاویہ نے اس خط کو پڑھا تو سہی مگر ان دندان شکن مضامین کا جواب نہ ہوسکا اپنے لب حسرت چبا کر رہ گیا اور کہا تو یہ کہا الفدا کان فی نفسہ ضب ما اشعرہ ان کے دلمیں ایسا تقدحید بھرا ہوا ہے جس کا کچھ ٹھکانا نہیں بہرحال اسی وقت سے جناب امام حسین علیہ السلام کی مخالفت اسکے دلمیں اور بڑھی بیعت یزید کے متعلق اب اسکو یقین کامل ہو گیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن ابن ابوبکر اس سے کبھی رضامند نہ ہونگے عبدالرحمن اور ان کی بہن حضرت عائشہ کی مخالفت کی اطلاع تو مروان کی رپورٹ سے معلوم ہوچکی تھی جناب امام حسین علیہ السلام کیطرف سے ایسی مخالفانہ تحریر آہی چکی اب کیا باقی رہا۔ اسلئے معاویہ نے خود حرمین کا قصد کیا اور ایک ہزار کی جمعیت کے ہمراہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ پہلے مدینہ میں داخل ہوا ہم اس کے ورود مدینہ کے حالات روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول کسے کہ با دے ملاقات نمود امیرالمومنین امام حسین علیہ السلام بود۔

معاویہ بآنجناب گفت لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَھْلًا او بدنے را مانی یعنی مثل آں بدن مستی کہ خون از بجوش آمدہ باشد وحق عزوعلا خون ترا خواہد ریخت دچوں عبدالرحمٰن را دید گفت تو پیر شدی و عقل تو زائل گشتہ خرافت نمودہ یافتہ و با عبداللہ ابن عمر ہم سخنان سرد گفت و با ابن زبیر ہم خطابہا عنیف کرد و از جملہ سخنہائے کہ با ایشان گفت ایں بود کہ من شما را بہ حسد وعداوت وشقاوت می سپارم

اس عبارت سے معاویہ کی برہم مزاجی اور شوریدہ طبعی کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی امیر صاحب غصہ میں آندھی بنے ہوئے آئے اور ادلوں کی طرح برس پڑے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جس دریدہ دہنی سے کام لیا وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے اور مرشد زادوں کی خدمات میں جن یاوہ زاریوں کو صرف فرمایا وہ بھی معلوم ہوئیں ان حضرات کے بعد عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ جو صدیق اکبر کے نواسے اور حضرت صدیقہ کے بیاسے بھانجے تھے جو باتیں کیں وہ بھی ظاہر ہوئیں اب ان لوگوں سے زیادہ اور کسکی وقعت تھی جس کے حفظ مراتب کا لحاظ کیا جاتا ہمارے ذی قدر مورخ اس سلسلہ کو آگے لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام معاویہ را جواب داد کہ ای معاویہ آہستہ باش کہ اہل ایں سخن نیستم معاویہ گفت کہ اہل اینسخن ہستی مالکیہ بتر ہم شمار کاری می خواہید کہ خدا تعالیٰ غیر آں می خواہد و آنچہ ارادہ عزوعلا بود ظاہر گشت

معاویہ نے اپنے اس جواب میں جو جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں سخت کلامیاں کیں ان کی نسبت ہمکو کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ ہمارے لئے ان کی یہی باتیں ان کے بطلان کی قوی دلیلیں ہیں اور ان بیہودہ باتوں سے ہمارے مفترض الطاعہ امام کے مناقب مخصوصہ اور فضائل منصوصہ میں کوئی فرق نہیں آتا باقی رہیں وہ دلائل جو اپنی موجودہ ثروت و اقتدار کے حق ہونیں یا منجانب اللہ ہونیکے دعووں میں ہیں ان کیں وہ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کی پاک و منزہ ذات پر صریح تہمت اور سراسر الزام ہے ان کے قبل بھی بہت سے دنیا پرستوں نے اپنے موجودہ ثروت و اقتدار کو اپنی خدائی کی سچائی اور اپنی معبودیت کی صداقت ٹھہرایا تھا اور برابر انبیاء و اوصیاء سابقین کے مقابلے میں اپنی طرف سے ایسی ہی دلیلیں بیان کی تھیں گو عام نگاہوں میں ان کی یہ ضعیف و کمزور دلیلیں ان کی ظاہری سطوت و ثروت کے اعتبار سے کتنی ہی قوی اور مستحکم سمجھی جاتی ہوں مگر ان برگزیدگان الٰہی کے سامنے جن کو درگاہ رب العزت سے خلیفۃ اللہ علی المومنین اور حجۃ اللہ علی العالمین کے مقدس خطابات عنایت فرمائے گئے ہوں یہ دلائل کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دنیا اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ انکے تمام ثروت و اقتدار اور اخبار و آثار مٹ گئے اور شریعت کے احکام باقی رہ گئے جو انہی بزرگواروں کے ذریعہ سے اطراف عالم میں پھیلائے گئے ہیں جن کے خلاف میں یہ اپنی عارضی اور ظاہری قوت و اقتدار سے کام لیتے تھے۔ جن لوگوں کو انبیائے سابقین اور سلاطین ماضیین کے اخبار و آثار قدیمہ پر عبور حاصل ہے وہ امیر صاحب کی ان لغویات کو جو انہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کے حق میں جائز رکھیں بالکلیہ اسی پیمانہ پر سمجھیں گے۔

بہرحال۔ اشراف مدینہ سے جو گفتگو ہوئی وہ تو معلوم ہوئی۔ اب عمائد انصار سے جس طرح پیش آئے اس کی کیفیت ہم اپنے معزز ہمعصر سید غضنفر علی صاحب کے رسالہ صلاح الناشئین فی شہید الحسینؑ کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار بھی خواہ اہلبیت ضرور تھے مگر وہ اس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے ان کے ضعف کی ابتدا نزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص عہد امیر معاویہ کو کیونکہ علاوہ پرانی رنجشوں کے تازہ مخالفت یہ ہوئی کہ جمل و صفین میں تمام انصار حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ معاویہ اپنے دور شاہی میں مدینہ منورہ میں آئے اور ابوقتادہ انصاری ان سے ملنے گئے تو معاویہ نے انپر اعتراض کیا کہ تم ہمارے استقبال کو گھروں سے کیوں نہ نکلے؟ ابوقتادہ نے کہا کہ ہمارے پاس سواریاں نہ تھیں معاویہ نے تعریضاً کہا کہ آخر تمہارے وہ قوی ہیکل شتران آبکش کیا ہوئے ابوقتادہ نے کہا وہ تو سب بروز جنگ بدر تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں ہلاک ہوگئے اور یہ بھی کہا کہ سنو معاویہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہوگے معاویہ نے کہا کہ پھر دفع مصیبت کا کیا علاج بتایا تھا۔ ابوقتادہ نے کہا کہ صبر معاویہ نے جواب دیا کہ اچھا اب قیامت تک صبر ہی کرتے رہو اس گفتگو کو آخر جب عبدالرحمٰن ابن حسان کو ہوئی تو انہوں نے یہ درد انگیز شعر کہے۔

الا ابلغ معاویۃ بن صخر	امیر المؤمنین عنّی کلامی
فانا صابرون ومنظرو کم	الی یوم التغابن والخصام

امیرالمومنین معاویہ ابن صخر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم صابرین ہیں اور اپنا اور تمہارا فیصلہ روزِ محشر پر اٹھا رکھتے ہیں۔

الحاصل جب امیر صاحب نے مدینہ میں بیٹھ کر بیعتِ یزید کی سلسلہ جنبانی آغاز کی مگر یہ چاروں حضرات جن کے ساتھ اول ملاقات میں اس سختی سے پیش آئے ان کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی گئی اور اپنے غیظ و غضب کی وجہ سے انکو اپنے پاس آنے کی بھی اجازت نہیں دی چنانچہ خواجہ اعثم کوفی التحریر فرماتے ہیں

چوں معاویہ در مدینہ فرود آمد مردانِ اسلام بسلام او در رفتند و او دریافتند این برگزیدگان ہم رفتند چوں بدر سرائے معاویہ رسیدند و دستوری خواستند ایشان را دستوری ندادایشان برنجیدند و بازگشتند۔

معاویہ کے اس انتہائی غیظ و غضب کو معلوم کر کے ان چاروں حضرات نے اپنے قیام کو مدینہ میں قرینِ مصلحت نہ سمجھا اور مدینہ سے فوراً مکہ کیطرف چلے گئے ان لوگوں کے چلے جانیکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ وہ معاویہ کی فتنہ انگیز طبیعت سے خوب واقف تھے اور یہ خود اسے اختلاف رکھنے والے مخالف کیساتھ جیسا کچھ ظالمانہ سلوک کیا کرتے تھے وہ ظاہر ہے اس لئے ان لوگوں کیلئے ضرور تھا کہ اپنی عزیز جانوں کو اس کے پنجۂ ظلم سے بچائیں اور اُنکی حفاظت اس وقت اس سے بڑھکر نہیں تھی کہ موقعہ سے ٹل جائیں۔

بہرحال جبتک یہ لوگ مدینہ میں موجود رہے معاویہ نے لب نہ ہلایا ان حضرات کے چلے جانیکے بعد اپنی تدبیروں کی جولانی کیلئے میدان خالی پایا اور مسجدِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آکر نہایت شد و مد سے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

معاویہ بر منبر آمد بعد از حمد و ثنائے باری تعالیٰ گفت می دانم کہ امروز کسے شائستہ تر از پسر من نیست کہ بمسندِ خلافت و سرِ امارت باشد چہ آن فضائل کہ او راست دیگرے را نیست جماعتے ازاین کارہ اند و با عیوبے کہ او ندارد او را منسوب و معیوب می دارند و تا بلائے از من با ایشان نرسد این نخواہد کرد ایشان را باید کہ ترک فضولی دہند ایشان مصلحت و کارِ خود نگاہ دارند و الا ببینند آنچہ از سزائے ایشانست بعد از آن گفت کہ اگر امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر را توفیق رفیق گردد با یزید بیعت کنند فبہا و الا با ایشان کنیم آنچہ با ایشان باید کرد و ازیں بسیار گفت تہدید بے اندازہ بزبان آوردہ از منبر بزیر آمدہ بمنزلِ خویش باز گشت

معاویہ نے اپنے اس خطبہ میں تمام اہلِ مدینہ کو اپنی سطوتِ سلطانی اور سیاستِ خسروانی بڑے زور و شور میں دکھلائی اور انکو اپنی عظمت و جلالت اور قوت و شوکتِ سلطنت سے بہت دھمکایا ان کی اس تہدید کا باشندگانِ مدینہ پر کسی قدر اثر بھی ضرور ہوا تاہم انہوں نے بیعتِ یزید کے مسئلہ میں اپنی رضامندی صاف صاف لفظوں میں نہیں ظاہر کی۔

ادھر معاویہ کو بھی ابھی باشندگانِ مدینہ کی طرف سے اطمینان نہیں تھا اسمیں شک نہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کے چلے جانے سے معاویہ کے حصولِ مقاصد کے لئے میدان ضرور خالی مل گیا اور اس نے سوچا کہ جن لوگوں سے ہمکو خوف تھا ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں جو یہاں کے لوگوں کو ہم سے خلاف کرنے کی کوشش کر سکے باعث انصار کا موجودہ ضعف ہرگز اس قابل نہیں کہ ہمارے مقابلہ کی جرات کر سکے باایں ہمہ ابھی مدینہ میں تین حضرات ایسے باقی ہیں جو ضرور ہے کہ اپنے حصولِ مقاصد کی غرض سے اپنی تجویز کے ساتھ متفق بنائے جائیں کیونکہ ان باقی ماندہ تین حضرات میں ہر شخص اہلِ مدینہ پر ایک خاص قابو اور اختیار رکھتا ہے اور عموماً اس مقدس شہر کے باشندے انہی کی پیروی اور اقتدا کرتے ہیں۔

معاویہ کے یہ منتخب حضرات کون کون تھے؟ پہلے حضرت عبداللہ ابن عباس دوسرے عبداللہ ابن عمر تیسرے حضرت عائشہ۔ ان حضرات کی نسبت معاویہ کا اعتقاد تھا کہ جب یہ بیعتِ یزید پر متفق ہو جائیں گے تو تمام لوگ بلا مزاحمت اس کی بیعت کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈال لیں گے عبداللہ ابن عباس کا انعقاد اسکے لئے اس وجہ سے ضروری ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی غیبت میں بنی ہاشم انہی کے مطیع و منقاد ہونگے عبداللہ کی سازش سے بنی ہاشم کی رضامندی بآسانی حاصل ہو جائیگی عبداللہ ابن عمر کی نسبت مروان اطلاعاً لکھ چکے تھے کہ عوام مدینہ انہی کے پیرو ہیں اس وجہ سے عام استرضا کیلئے ان کا متفق کر لیا جانا بھی ویسا ہی لازم سمجھا گیا باقی رہا عائشہ کا انتخاب وہ سب سے زیادہ ضروری تھا۔

کیونکہ ان کا جو واسطہ عبدالرحمٰن سے تھا وہ بھی معلوم تھا اور جو علاقہ ابن زبیر سے تھا وہ بھی ظاہر تھا۔ ایک کی ہمشیرہ عزیزہ تھیں تو دوسرے کی خالہ مشفقہ۔ اور یہ دونوں حضرات یزید کے مقابلہ میں شروع سے دعویدارِ خلافت چلے آتے تھے اس وجہ سے ان کا انتخاب سب سے زیادہ ضروری اور لازم خیال کیا جاتا تھا۔

بہرحال تمام لوگوں سے پوشیدہ رات کو اپنی فرودگاہ میں خلوت کی ایک صحبت

ترتیب دی گئی اور اس میں ان حضرات کو اس طرح باری باری بلایا گیا کہ ایک کو دوسرے کی گفتگو کی خبر مطلق نہ ہو۔ ہم معاویہ کی ان پرائیویٹ کارگزاریوں کی پوری کیفیت تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں

چوں عبداللہ ابن عباس درآمد معاویہ او را تعظیم و تبجیل نمود گفت ما در ہمہ وقت از بنی ہاشم حساب ہا داشتیم چہ ما ہمہ پسران عبد منافیم و از یک پستان شیر خوردہ ایم و در یک چمن نشو و نما یافتہ و ہمہ اوقات با یکدیگر بودہ ایم و طریق محبت و مودت پیمودہ ایم۔ غبار و قتار کہ بر حواشی خواطر ما راہ یافتہ بواسطہ ملک بودہ۔ قبل ازاں کہ امر حکومت قبیلہ تیم و عدی داشت شما بہ آں رضا داشتید ہیچ نوع مخالفتے از شما صادر نشد چوں عثمان را کشتند تغیر در حال شما راہ نیافت و بر آں فعل انکار نکردید و بعد از منازعت و محاربات بسیار من مالک سریر مملکت گشتم و در بارۂ شما تقصیرے نکردم و نیز بر رفعت منزلت شما مساعی جمیلہ مبذول داشتم و ابواب عطایا بر شما مفتوح ساختم و شما را بر اموال وافر محفوظ و بہرہ مند گردانیدم اما ہرچند ملاحظہ کنم از شما دوستی و موافقت ملاحظہ نمی کنم بلکہ از شما ہر روز یک نوع عداوت و مخالفت ظاہر می شود بالتخصیص از امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کہ می کنند آنچہ ما نگوئیم بہتر باشد از محاربات کہ امیر المومنین علی علیہ السلام با من کرد و غالب نیامد پس باید شنید ایں نوع کلمات و حرکات را ترک کنید و باصناف آلاؤ نعما کہ باری تعالیٰ درشان من ارزانی داشتہ مشاہدہ فرمائید و اگر شما را مظنہ آنست کہ مانند جناب علی ابن ابیطالب و جناب امام حسن علیہما السلام کسے را دارید ایں آں ظن فاسد است۔

اس تقریر میں معاویہ کی چالیں قابلِ غور ہیں۔ امیر صاحب نے اپنی موجودہ گفتگو میں دونوں پہلو قائم رکھے۔ اظہارِ قرابت کے ملائم الفاظ میں نیز دلجوئی منظور رکھی اور اعلان سطوت شاہانہ کے پُرزور اور سخت لہجہ میں دھمکی بھی جاتی تھی اگر امیر صاحب اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو جنابِ امام حسین علیہ السلام کے اُن اقوال کو بھی کھل کھل کر بیان کر دیتے جو اُن پر معارکِ صفین سے زیادہ گراں گزرتے تھے مگر امیر صاحب کے جہاں ہزارہا ایسے روزانہ عام فریب کے کچے چٹھے چلا کرتے تھے ان میں سے یہ بھی ایک کو ما فریب اور سفید جھوٹ تھا بہرحال۔ عبداللہ ابن عباس نے جو اس تقریر کا جواب دیا وہ بھی روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھا جاتا ہے

ابن عباس گفت آنچہ گفتی کہ پسران عبد منافیم سخن حق و کلمہ صدق است و تو اگر از ما طمع دوستی داری دور نیست اکنون کہ بر مقصود خویش فائز گشتی و عروس ملک را در کنار نہادی۔ باید کہ باستمالت خاطر ما کوشی و دل ما و دستاں اندوز ما احسان و عطوفتے کہ در ما مبذول داشتی از تو بعید و غریب نیست زیرا کہ طبیعت تو بر جود و کرم مجبول است ہر چند کہ مال افزونی بخشی و بر آں منت نہی و آنچہ گفتی شما را مانند امیر المومنین علی علیہ السلام و امام حسن علیہما السلام کسے نیست۔ مطبوع طبع نمی افتد۔ زیرا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ است و او پسر پدر خویش است و صلاح حال آنست کہ اذیتے باو نرسانی و او را نرنجانی کہ عالمیان ترا دریں باب ملامت خواہند کرد کہ امروز در ربع مسکون غیر او کسے نیست کہ پسر دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد۔ (روضۃ الصفا)

یہ تو ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے بھی معاویہ کا ایسا ہی جواب دیا جیسا اسکے سوال کا مدعا تھا مگر معاویہ ان کے مقصود کو سمجھ گیا اور ان کی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا اور اتنا ضرور یقین کر لیا کہ اس معاملہ میں یہ ضرور خاموش رہیں گے عموماً تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور قیام مدینہ کو ترک فرما کر طائف میں کچھ کاشتکاری مشاغل کرتے تھے جس سے ان کی بسر اوقات ہوتی تھی اس لیے ان کی موجودہ حالتوں کے اعتبار سے معاویہ کو بھی ان کے ساتھ زیادہ شبہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس وجہ سے انکو ہنسی خوشی رخصت کر دیا اور عبداللہ ابن عمر کو بلایا انکی گفتگو کے لکھنے سے پہلے جان لینا چاہیے کہ یہ (عبداللہ ابن عمر) امیر المومنین علی علیہ السلام کی مخالفت میں پہلے ہی سے کمربستہ تھے اور محاربات جمل و صفین میں ان کی خاموشی اور علیحدگی صاف صاف علی علیہ السلام کے خلاف ثابت ہو چکی تھی اسلئے معاویہ کو اپنی تجویزوں سے انکے متفق ہو جانے کی کامل امید تھی چنانچہ عبداللہ ابن عباس نے تو اس بیعتِ یزید کی نسبت کھل کر کچھ بھی نہیں کہا تھا جناب امام حسین علیہ السلام کی شکایت میں چھپے ڈھکے اپنے حقوق کے متعلق بے مروتی کا اظہار کیا تھا مگر ان عبداللہ ابن عمر کو جناب امیر علیہ السلام کا مخالف اور اپنا موافق پا کر ان سے البتہ اپنے دلی ارادوں کا اظہار صاف صاف کر دیا انسے جو گفتگو ہوئی ذیل ہے۔

معاویہ بہ عبداللہ ابن عمر گفت کہ امت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را چوں گلہ بگزارم کہ بے شبان باشد لاجرم یزید را بولایت عہد برکشیدم و فرمان در ہمہ امصار و بلدان او در پذیرفتند الا چند تن از قریش۔ اکنون تو در ایں مخالفت چہ اندیشیدۂ عبداللہ ابن عمر گفت ہیچ میخواہی کہ تقدیم امرے کنی کہ فتنہ انگیختہ نشود و خون ہر دم ریختہ نگردد و دور تو رعایا نزدیک

معاویہ گفت چرا نخواہم چنیں امرے را دوست دارم۔ عبداللہ گفت سریر خود را نصب کن و بر فراز آں نشیں تا من نخستیں در آیم و با تو بیعت کنم بشرط آنکہ بعد از تو نصب امامت با جماع امت باشد۔ سوگند بخدا اے بعد از تو اگر امتے غیر انجمن شوند و غلام حبشی را با امامت برگزینند۔ من داخل شوم با آنچہ امت داخل شوند ایں بگفت و داخل سرائے خویش شد و در اپنے خویش و بیگانہ فرو بست و ہر کس از دوستان عزم زیارت او می کرد رخصت نمی داد

عبداللہ ابن عمر نے اپنے گھر کے دروازے تو بند کر لیئے مگر معاویہ کے حصولِ مقاصد اور بیعتِ یزید کے لیے کامل طور سے فتح الباب کر دیا معاویہ کو انکی ایسی نرم اور صلح نما تقریر سے پوری قوت مل گئی اور اس نے یقین کر لیا کہ جب ان جیسا شخص جسکی اوپر اہلِ مدینہ کا اتفاق منحصر ہے ہی اس معاملہ میں ہمارے حال پر ایسا مہربان ہو اور بغیر کسی خلاف اور انحراف کے اس معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کرتا ہے اور اپنے گھر کے دروازے بند کئے لیتا ہو اور جو ہمہ تن اجماع کا مطیع و منقاد ہو نیکا مستحکم اقرار کرتا ہے تب ہمارے حصولِ مقاصد میں کونسی شے مانع ہے کیونکہ عوام الناس کا اجماع کچھ ایسا مشکل امر نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بیعتِ یزید سے انکار کرنے والے محض وہ لوگ ہیں جو عمائد اور صنادیدِ قریش میں شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یہاں سے چلے گئے ہیں لیکن ان کے بعد جو ہے وہ یوں ہم سے اور ہمارے اجماع سے اتفاق کرنے پر موجود ہے اور اس کی خاص یہ حالت ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اپنے گھر کے دروازہ بند کئے چپ چاپ بیٹھا ہے تو اگر عوام الناس بیعت کے معاملہ میں کسی سے کوئی سلائے بھی لینا چاہینگے تو موقع پر سوائے اس کے اور کس کے پاس جائیں گے وہ ان کی رائے دینے سے پہلے اپنی کے اتفاق رائے کی متابعت پر از خود راضی ہے اور ایسا خموشی اور ساکت ہی کہ کسی سے ملنا ملانا بھی نہیں چاہتا آخر کار عوام الناس ہر طرف سے مایوس اور مجبور ہو کر میری ہدایتوں پر عمل کرینگے اور بیعت یزید اختیار کر لیں گے۔

بہرحال۔ ہم نے جہاں تک بیعتِ یزید کے معاملے پر خصوصًا ملکِ حجاز کے متعلق غور کیا ہے اور اسلام کی تاریخوں کے طومار کو دیکھا ہے ہمکو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں معاویہ کے حصولِ مقاصد اور بیعتِ یزید کا انعقاد صرف عبداللہ ابن عمر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ تاریخیں بتلا رہی ہیں کہ اہلِ مدینہ عبداللہ ابن عمر کو ان حضرات کے مقابلے میں جو فی الحال بخوفِ معاویہ مکہ چلے گئے تھے عزت اور وقعت کی کم نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں کے چلے جانیکے بعد بیعتِ یزید کے معاملہ میں تمام لوگوں کی آنکھیں انہی کے فیصلہ کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ انہی کے منشاد کے منتظر تھے اب جب ان لوگوں نے ایسی حالت میں ان کو دیکھا کہ یہ کسی سازش یا خوف کی وجہ سے یا جو بھی کچھ ہو کسیکو اپنے گھر تک نہیں آنے دیتے اور اس مسئلہ میں ان کی خموشی ان کا سکوت ان کی رضا اور تسلیم کو بتلا رہی ہے تو تمام لوگ مجبور ہو گئے معاویہ تو پہلے ہی اپنے خطبہ میں ان کو ڈرا چکا تھا اور کھلے کھلے لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ جو شخص بیعتِ یزید سے انکار کریگا وہ بلائے عظیم میں مبتلا کیا جائیگا بلکہ یہاں تک اس نے تمام لوگوں کو سنا دیا تھا کہ یہ صنادیدِ قریش و عمائدِ عرب عبداللہ ابن زبیر عبدالرحمٰن اور جناب امام حسین علیہ السلام اگرچہ ہم سے اختلاف کرکے مکہ چلے گئے ہیں مگر یہ بھی دیکھیں گے کہ میں ان کے ساتھ اس معاملہ میں کیا کرتا ہوں اب جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو ان لوگوں کے اضطراب و انتشار کی کیا حالت ہو گی۔

بہرحال۔ اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن عمر کے سکوت نے معاویہ کے حصولِ مقاصد کو بڑی قوت پہنچائی اگر ان کے محاسن سلوک کی جو انہوں نے معاویہ کے ساتھ قائم رکھے تھے پوری تحقیقات کی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ عبداللہ نے اس طریقہ میں اپنے پدر بزرگوار کی پوری تقلید اختیار کی تھی جنہوں نے اپنے ایامِ حکومت میں بنی امیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پھر ساحلِ مراد تک پہنچا دیا تھا اب انکے بعد ان کی لائق صاحبزادہ نے ایسی اعانت و مدد فرمائی کہ عرب کی حکومت اور تمام بلادِ اسلامی کی امارت اگر ہمیشہ کیلئے نہیں تو کم از کم سو برس تک کے لئے معاویہ اور اسکی قریبی رشتہ داروں میں قائم کر دی اس واقعہ سے دس برس کے بعد جس دلی جوش سے انہوں نے یزید کی بیعت بارِ دیگر قبول کی اور منکرینِ اہلِ مدینہ کو یزید کیخلاف باغی فاسق اور گنہگار بتلایا وہ تمام تاریخوں میں درج ہے ہم کو اس وقت کی خاموشی اور پھر اس وقت کا دلی جوش صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ابتدا ہی سے بیعتِ یزید پر راضی تھے اس وقت ان کا سکوت الخاموشی نیم رضا کا مصداق تھا۔ المختصر اب ہم عبداللہ ابن عمر کے متعلق حالات کو ختم کرکے ام المومنین عائشہ کے واقعات بیان کرتے ہیں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں

عائشہ بمعاویہ گفت کہ ایں معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را بمصر کشتی و کہ سوختی و امروز بمدینہ آمدہ برادر دیگرم عبدالرحمٰن را ایذائی کنی و دوبارہ او سخنانِ درشت می گوئی و فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم را پسر زبیر را می رنجانی و بجنس و قتل تخویف می کنی و تو منی دانی کہ طلقائی و طلقا را

حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند و پدر تو از لشکر احزاب بودہ و در مخالفت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیچ امر نامرعی نمی گذاشت و مرا معلوم نیست کہ ترا از من کہ گردانیدہ است۔ اگر ترا بگیرم و بقصاص برادر خویش بکشم مرا ازیں کار کہ مانع خواہد آمد

معاویہ نے اگرچہ اس کے بعد ام المومنین کو کسی قدر ٹھنڈا بھی کر لیا مگر باایں ہمہ اسکو ان کی طرف سے قطعی مایوسی ہو گئی عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ان دونوں حضرات کا تصفیہ بھی انہی کے اتفاق پر منحصر تھا۔ لیکن اس معاملہ میں ان کی طرف سے ذرا بھی امید باقی نہیں رہی اور کوئی تدبیر بھی کارگر ہوتی نہیں پائی گئی۔ تو آخر کار معاویہ بمصداق آخر الحیل السیف ان کی ہلاکت کے درپے ہوا ان کے ختم ہوتے ہی بیعت یزید کی تمام الجھنوں کا قطعی فیصلہ ہو گیا۔ اور معاویہ نے استخلاف الرشید یزید پلید کی بیعت پر اہل مدینہ سے اقرار کرا ہی لیا۔ چنانچہ تاریخ حبیب السیر میں سن ۵۶ ھ کو اس عبارت میں لکھا ہے۔

در تاریخ حافظ ابرو از ربیع الابرار و کامل التفعیہ منقول است کہ در شہور سنہ ثمان و خمسین من الہجرۃ معاویہ ابن ابو سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن ابی بکر و عبداللہ ابن زبیر ابن ابی بکر بنابر عائشہ زبان ملامت اعتراض بر وے بکشادہ و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ و سر آنرا بہ خاشاک پوشانیدہ و کرسی آبنوس برآں نہادہ آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشتہ برکرسی نشانید تا در آں چاہ افتاد و معاویہ سر آں چاہ را یک مضبوط نمود و از مدینہ بمکہ رفت۔

اور اسی کے قریب قریب مضمون امام جلال الدین سیوطی نے بھی کتاب اوائل میں مندرج فرمایا ہے۔ اس کی اصلی عبارت کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

وکان (معاویۃ) علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یأخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ رأسہا من الحجرۃ وقالت مہ مہ ہل استدعی الشیوخ لبنیہم البیعۃ قال لا قلت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لہا حفرۃ فوقعت فیہا وماتت یعنی معاویہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھا ہوا یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا کہ عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ چپ رہ چپ رہ اے معاویہ! آیا شیخین نے بھی اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے یہ کہا کہ نہیں عائشہ نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے۔ پس معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اتر آیا اور ام المومنین عائشہ کے لئے ایک گڑھا کھودوا اس طریق پر کہ وہ اس میں گر کر انتقال کر گئیں۔

حکیم سنائی جو بقول شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اولیا کبار سے ہیں اپنے حدیقہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

عاقبت ہم بدست آں طائی	شد شہید و بکشت آں یاغی
آنکہ با جفت مصطفےٰ ازینساں	بد کند مرد را تو مرد مخواں

بہر حال۔ امیر صاحب مدینہ میں کسی نہ کسی طرح بیعت یزید کا معاملہ طے کرتے ہوئے مکہ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر بخلاف مدینہ انہوں نے بالکل نرمی اور ملائمت اختیار کی جناب امام حسین علیہ السلام۔ عبداللہ ابن جعفر عبدالرحمٰن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیر پھر ان سے اسی طرح جیسے مدینہ میں پہلے مل چکے تھے چنانچہ صاحب روضۃ الصفا مکہ میں انکی ملاقات کے احوال یوں لکھتے ہیں۔

چوں منازل و مراحل طے کردہ بحوالی حرم رسید معارف مکہ باستقبال او رفتند و امیر المومنین حسین علیہ السلام و عبداللہ ابن جعفر و عبدالرحمٰن ابن زبیر نیز او را استقبال نمودند چوں معاویہ ایں چہار کس را دید استبشار نمود ہر یک را بتوسعے بنواخت و فرمود تا چہار جنیبت پیش ایشاں کشیدند و با ایشاں در مقام مباسطت آمدہ سوار شد و چوں در مکہ نزول کرد فراخور آں جماعت صلہ ہائے گراں مایہ فرستاد و امیر المومنین امام حسین علیہ السلام جائزہ معاویہ را قبول نفرمود اللہ اللہ۔ کہاں تو وہ عتاب اور کہاں یہ اشفاق۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مدینہ میں تو اس جماعت کی تذلیل تحقیر کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا اور اب مکہ میں یہ تعظیم و تکریم سبحان اللہ رب العظیم کچھ سمجھ میں نہیں آتا حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے اغراض و مقاصد حق پر نہیں ہوتے ان کے تغیر اور تلون کی ایسی ہی مختلف صورتیں ہوا کرتی ہیں امیر صاحب کو تجربۃً یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان حضرات کے مقابلہ میں سوکھی دھمکیوں سے کام نہیں نکلے گا اور یزید کی بیعت کا بہتا سلطنت کے زور لگائے جانے سے نہ چلیگا۔ تحفہ اور انعام کی ترکیب بھی کارگر ہوتی ابن زبیر وغیرہ کی طرف سے جو امید ہو مگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا انکار ایسا محال اور دشوار ہے کہ ان کی طرف سے قطعی مایوسی ہی نہیں

بلکہ بالکل اَن ہونی بات ہے۔

انہی امور پر کامل غور کرکے امیر صاحب نے ان حضرات کے امتزاج لینے کی غرض سے مدینہ کی ایسی یہاں بھی ایک پرائیویٹ صحبت قائم کی اور ان حضرات کو تخلیہ میں طلب کیا اسی طرح کہ ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہو ہم اس پوشیدہ مشورت کی کیفیت بھی تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

از جناب امام حسین علیہ السلام معاویہ گفت کہ دو سہ کلمہ معروض بدارم توخواہم کرد کہ بسمع رضا اصغا نمائی وجواب نیکو بگوئی۔ امیرالمومنین حسین علیہ السلام فرمود آں کدام است معاویہ گفت کہ پیش ازیں مکتوبات باطراف ولایت فرستادہ معارف ومشاہیر را طلب داشتم تا بایزید بیعت کنند وبحکومت او رضا دہند ودر قضیہ عمرو حکم تاخیر نمودم چہ دانستم کہ ایشاں اکثر قوم وعشیرۂ او اند وبا او درایں امر ہیچ مضائقہ نخواہند کرد بالآخر چوں از ایشاں التماس نمودم کہ بایزید بیعت کنند جمعے کہ منع از ایشاں متصور ومتوقع بود ہا او امتناع نمودند ومن اگر دیگرے را شائستہ خلافت می دانستم او را بہ ولیعہدی اختیار می کردم۔

بیعت یزید پر جناب امام حسین علیہ السلام راضی ہو جائیں یا اپنی رضامندی ظاہر فرمائیں۔ خدا کی شان۔ استغفر اللہ ربی۔ معاویہ کے اس کہنے سے کہ خلافت یزید کی ابتدا اہل اسلام کی تحریک اور استدعا سے ہوئی اور وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک ایک تسلیمی مسئلہ قرار پا چکا ہے معاویہ کا یہ خیال تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام بھی اتفاق کر لیں گے یہ انکی سراسر جہالت و نادانی ہے۔ معاویہ کو اپنی اہلِ فریبیوں کے مقابلہ میں انہی لوگوں سے ایسی امید کرنی چاہیے تھی جو صرف اپنی ضرورت کے نکالنے اور اپنا بیت المال کی غرض سے اجماع کے قائل تھے بخلاف ان شکم پرستوں کے جناب امام حسین علیہ السلام اس خاندان اعلیٰ اور دودمان والا کی مبارک یادگار تھے جو اپنے استحقاق منصوصہ کے مقابل میں اتفاق اجماع اور شورائے کو آج تک کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے تھے اور جنہوں نے ایک بار نہیں ہزار بار ایک موقع پر نہیں ہزار موقعوں پر۔ اجماع کی تمام دلیلوں کی پورے طور سے قطع و برید فرما دی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام بھی اس وقت اسی اصول کو اختیار فرمائے ہوئے تھے پھر ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السلام پر معاویہ کی یہ لغویات کیا اثر پیدا کر سکتی تھیں۔

المختصر روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ معاویہ کے جواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ آہستہ باش اے معاویہ! مردم ہستند کہ سزاوار ایں کار اند وہم از پدر تو وہم از پسر تو فضیلت و رجحان می دارند

یہ مختصر مگر دنداں شکن جواب سنکر امیر صاحب کے اب تو کان کھڑے ہوئے پوچھنے لگے مگر ازیں سخن خود را می خواہی۔ امام حسین علیہ السلام نے نہایت آزادانہ مگر مختصر الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا کہ اگر خویشتن را خواہم درست ا۔ یہ سنکر معاویہ اپنے پیارے بیٹے یزید کی کیسے ہیٹی ہونے دیں کہنے لگے در آنچہ مادر و پدرِ تو بہتر از مادر و پدر یزید است۔ شکے نیست۔ اما بخدا سوگند کہ یزید در اقامت لوازم خلافت و قواعد سلطنت بہتر از تو و بہ امر و نواہی حکومت سزاوار ازتست۔ معاویہ کے کلام کی تردید میں امام علیہ السلام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ طرفہ حالتے است کہ خمار و فاجر امت بہتر از من باشد۔ اب تو اس پردہ کے فاش کر دینے سے امیر صاحب گرمائے مگر پھر سنبھل کر کہنے لگے آہستہ باش کہ اگر تو در مجلس یزید کو گردی او بغیر از نیکوئی در شان تو نگوید۔ امیر صاحب نے اس جواب میں اگرچہ ملائمت کے ساتھ صرف اپنے ولیعہد بہادر کے محاسن اخلاق کا اظہار کر دیا اور حقوق سے کوئی بحث نہیں کی مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کی اس تقریر کا ایسا سنجیدہ اور معقول جواب دیا کہ آخرکار معاویہ کو یزید کے اظہار محاسن کے دلائل سے عاجز آکر اپنی تقریر کے سلسلہ کو دوسری طرف پھیرنا پڑا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ من آنچہ از وے می دانم میگویم و او را نیز باید کہ آنچہ از من می داند بگوید۔ یہ ایسا پر معنی اور مسکت جواب تھا کہ پھر معاویہ کو اس معاملہ میں آئندہ گفتگو کی جرأت نہ ہو سکی آخرکار جناب امام حسین علیہ السلام کو رخصت کر دیا۔ مگر چلتے چلتے اتنا ضرور سنا دیا یا ابا عبداللہ برخیز و بہ با سعادت باز گرد و بر جان خود بترس و از اہل شام بر حذر باش و باید آنچہ من در شان یزید از تو شنیدم ایشان نشنوند کہ ایشاں با تو و پدر تو در مقام عداوت و کدورت ہستند۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے بعد عبدالرحمن ابن ابوبکر کی طلبی ہوئی۔ ان سے جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

عبدالرحمن گفت اے معاویہ! اما ترا حوالہ بخدا تعالیٰ کردہ ایم و ما با خواستۂ تو با یزید بیعت نخواہیم کرد و ہم خلافت را بشورائے باید گذاشت معاویہ گفت من صفاہت ترا می دانم و آنچہ در حق تو اندیشہ کردم زود باشد کہ ببینی عبدالرحمن گفت خداوند عالم در دنیا و آخرت ترا از آں بگیرد و عقوبت کند معاویہ دست دعا بر داشت کہ خدایا تو ہم ایں شخص را

از من کفایت کن ہیں آنگاہ گفت اے فلاں بعد برجانِ خود بہ بخشائے و از اربابِ شام حذر نما۔

عبدالرحمٰن کے بعد امیر صاحب کو جس شخص سے سامنا ہوا وہ ایسا حرفت والا اور دیدہ میں دیدہ ملا کر جواب دینے والا تھا جواب بھی اپنے آپ کو ان سے زیادہ تر خلافت کا مستحق سمجھتا تھا اور اپنے استحقاقِ اضافی کی اعتبار سے خلافتِ گزشتہ پران سے پہلے حملہ بھی کر چکا تھا۔ اگرچہ شام میں اہل آپکو یہ خلیفہ نہیں سمجھتا تھا مگر حرمین میں اپنے آپ کو خلیفہ سے کم نہیں جانتا تھا وہ کون تھا؟ عبداللہ ابنِ زبیر حضرت صدیقِ اکبر کا نواسا اور جناب صدیقہ کا پیارا بھانجا۔ اب ان میں اور امیر صاحب میں جیسے برابر کی جوڑ چلی اور دونوں میں جیسی گہری چھنی وہ روضۃ الصفا کی زبانی یوں ہے۔

چون چشم معاویہ بروے (عبداللہ ابن زبیر) افتاد ایں و باے ہست کہ برا ہے کہ سوراخ او مسدود می شود از راہِ دیگر بیرون می آرد لعد ازاں گفت اے پسر زبیر ابرجان خود تبرس کہ خلافت و شقاق مگرد و برآں کہ خلافتِ یزید قرار گرفتہ و کارے مستقیم و منتظم گشتہ مستقل باش۔ ابنِ زبیر گفت اے معاویہ! در ضمیر من تخالفِ اہلِ اسلام نیست اما باید کہ موسِس و مبانی فتنہ نباشی و ایں کار را الشوریٰ حوالہ کنی و از حکومت اگر ملول شدہ دست از آں باز دار و بہ پسر خود مدہ خلافتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امر پر خطر است و در روزِ قیامت از تو سوال کنند کہ چوں از ایں عہدہ بیروں آمدی و بعد از خود بہ کہ گزاشتی و در خاتمہ فاتحہ آنچہ در ضمیر داری بیاندیش معاویہ گفت۔ اے پسر زبیر! از ایں سخناں بگزر و بر حذر باش کہ شامیاں ایں کلمات را از تو نشنوند کہ ایشاں را طاقتِ استماع ایں حدیث نیست۔

اس جلسۂ مشورت کو ختم کر کے معاویہ نے پھر دو تین روز تک خاموشی اختیار کی۔ اس امید پر کہ شاید اب بھی یہ لوگ ان کی اس تجویز سے اتفاق پیدا کریں اور اپنی خموشی کی حالت میں بھی تالیفِ قلوب اور خوشامدانہ کوشش سے غافل نہ رہا ارسالِ تحائف کا سلسلہ پھر ویسے ہی آغاز کیا چنانچہ ہمارے مستند مورخ لکھتے ہیں کہ نزد امیر المومنین حسین علیہ السلام پیش از دیگراں ہدایا فرستادہ جانب او را از ہمہ مرجح داشت اما آنجناب صلۂ آں را قبول نفرمودہ (روضۃ الصفا طبع بمبئی صفحہ ۳۷)

جب یہ ترکیب بھی کارگر ہوتے نہیں دیکھی دیگر ایک بہت بڑی مجلس حرمِ محترم میں منعقد کی جس میں تمام اہلِ اسلام خصوصیت کے ساتھ بلائے گئے

ایک بہت بڑا منبر بھی امیر صاحب کے لئے آراستہ کیا گیا آغازِ کلام سے پہلے سابق بزرگواروں کا جو شروع سے منکرینِ بیعت چلے آتے تھے پھر اس وقت استمزاج لینا ضروری سمجھا گیا اسلئے ان لوگوں سے خود مخاطب ہو کر امیر صاحب نے کہا کہ شفقتِ مرا بحال خویش می شناسید ایں وقت انچہ امکان داشتم دربارہ شما خدمت شائستہ بجا آوردم و صلۂ تم را منظور می دارم و امید دارم کہ من بعد ایں معنی سمت از دیا پذیرد و عرض از تشبیب ایں مقدمات آنکہ یزید برادر و پسر عم شما است خاطر خواہم آنکہ بحسب ظاہر او را خلیفہ شمارید و در معنی اختیار امور مملکت در قبضہ و اختیار شما خواہد بود۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ امیر صاحب کی یہ آخری کوشش تھی ہر طرف سے مجبور ہو کر آخر میں اس کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ظاہر میں تو یزید خلیفہ مان لیا جائے اور باطن میں آپ حضرات سلطنت کی تمام کارروائی اپنے اختیار سے انجام دیں معاویہ کی اس مجبوری اور مایوسی نے انکی بناوٹ اور خود غرضی کی تمام قلعی کھولدی اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس وقت کیسے ہوش کے باؤلے ہو رہے تھے حاضرین میں تو کسی نے ان کی استدعا پر اعتنا نہیں فرمائی اور کچھ جواب نہیں دیا مگر عبداللہ ابن زبیر سے اس وقت بھی چپ نہ رہا گیا اور وہ تمام جلسہ کی طرف سے ایک اسپیکر[1] ہونیکی حیثیت میں ظاہر ہو کر جو کچھ کہنے لگے ان کی تقریر کو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

ابنِ زبیر گفت اے معاویہ از سہ کار یکے را اختیار کن معاویہ گفت آں کدام کدام است؟ گفت اول آنکہ ہیچ کس را بخلافت تعین مکن۔ چنانکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسے را تعین نکرد و چوں بجوارِ رحمت خدائے عزوجل شانہ انتقال کرد مسلماناں بعد از استشارہ شیخ الکاملیت داشت خلیفہ ساختند۔ یعنی ابابکر را۔ معاویہ گفت من ایں کار نتوانم کرد چہ در میانِ شما ہیچ کس را مثل ابی بکر نمی بینم و می ترسم کہ بعد از من در میانِ امت مخالفت پیدا شود۔ عبداللہ گفت کہ اگر ایں صورت مطبوع طبع تو نمی افتد بمجناں کہ ابوبکر شخصے را از صنادیدِ عرب و قریش برگزیدہ خلافت باو داد تو نیز یکے را اختیار کن بشرط آنکہ آں شخص از بنی عبدالشمس و بنی امیہ نباشد و اگر ایں معنی ہم موافق طبع تو نیست بہ سنتِ عمر ابنِ خطاب عمل نما و تعین خلیفہ را الشوریٰ باز گزار و با وجود آنکہ

[1] Speaker بولنے والا۔ نمایندہ ۱۲

عمر اقربا و پسران داشت کہ ہمہ را استحقاق آں بود کہ متصدی امر خلافت
ایچ یک از ایشاں بشود۔ معاویہ گفت مرائے ایں سہ چہ دیگر بخاطر تو می
رسد - ابن زبیر گفت نے سخن ہمیں است معاویہ و دیگراں کردہ
گفت شما چہ می گوئید۔ ایشاں گفتند ما ہماں می گوئیم کہ عبد اللہ ابن
زبیر گفتہ۔ معاویہ گفت من ہمی خواہم پیش از ینکہ بر منبر شوم و مردم را
نصیحت کنم ایں وعظ را بر فرد آگاہ شتم و من برائے شما از اہل شام
می ترسم وقد عذر من انذر عاقبت بخیر باد۔ انا للہ لنا
اب اس ضد کا کیا علاج۔ نہ یہ مانینگے نہ وہ بلکہ جو دل سے لگی ہو کہینگے
تو وہی۔ ناظرین کو امیر صاحب کی موجودہ پالیسی تو معلوم ہو گئی اگر غور
کیا جائے تو عبد اللہ جس طریقہ کا پیرو تھا اس کی ہدایت کے اعتبار سے
اس کی تجویز صحیح و درست تھی اب اگر معاویہ اسکے ہم طریق ہوتے تو ضرور
اس کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرتے ان کا انکار یقین دلا رہا
ہے کہ وہ اس طریقہ اور اس اصول کے پابند ہی نہیں تھے اور جنکی
متابعت اور اطاعت وہ کرتے تھے وہ صرف انکی غرض اور ضرورت
تھی اور کچھ نہیں۔ معاویہ سے حضرت عثمان کی اقتدا بھی نہ کی گئی
یہ تو خاص الخاص بنی امیہ تھے خلافت ملنے کے وقت انہوں نے
کیسی عقیدت اور ادب کیساتھ سیرت شیخین کے اتباع کا مجمع عام
میں اقرار واثق کیا تھا اس وجہ سے ضرور تھا کہ حضرت عثمان
ہی کی عظمت مد نظر رکھکر سنت شیخین کا مسلک اختیار کر لیتے۔
القصہ معاویہ نے ایک نہ سنی اور سنتے تو کیسے شریر عبد اللہ نے تو بیعت
یزید کے معاملہ کو دو ٹوک کر کے ان سامنے رکھدیا کہ انکے آئے ہوئے جو اس
تہ ہو گو خصوصاً آنکہ از بنی عبد الشمس و از بنی امیہ نباشد کی ایسی شرط
لگادی کہ سونے کا گھر بالکل مٹی کا ہو گیا۔ امیر صاحب کے لئے کسی طرف سے
نکلنے کی راہ باقی نہیں رہی تو آخر مجبور ہو کر۔ ان حضرات کو رخصت کیا
اور اپنے وعظ و پند کے پشتارے کو بھی تہ کر کے رکھدیا اور اس جلسہ کو بھی
موقوف کر دیا جس کیلئے اتنا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ دن تو اسی حجت بے
بیجا میں تمام ہوا۔ رات آئی تو قیامت آئی امیر صاحب نے یہ رات
عجیب انتشار و اضطراب میں گزاری مدینہ تک تو وہ اپنا کام اپنی خاص طرز
پر بنا آئے تھے مگر یہاں کوئی ترکیب پیش نہ چلی اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
جب ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو پھر وہی کھلی کھلی مکاری اور عیاری
کی ترکیب عمل میں لائے وہ اس طرح کہ مردان ہمراہی میں سے چند اہل شام
کو جو مخالفت اہل حجاز اور محبت یزید میں کامل تھے اشارہ کر دیا کہ کل
کی موعظت میں ہم عموماً لوگوں سے یہ بیان کریں گے کہ ان تینوں (یعنی حضرت
امام حسین علیہ السلام۔ عبد الرحمن ابن ابوبکر اور ابن زبیر) نے بھی
بیعت یزید کو منظور کر لیا ہے لہذا تم لوگ بھی یزید کی بیعت قبول کر لو
تو اب تم لوگوں کو چاہیئے کہ با شمشیر برہنہ ان لوگوں کے پاس کھڑے
رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری عام فریبی کی حقیقت فاش کر دیں ہمکو
یقین ہے کہ وہ اپنی جان کے خوف سے ضرور خاموش رہیں گے
اور کچھ نہ کہہ سکیں گے ان کی خاموشی اور سکوت عامۃ الناس کے نزدیک
ان کی رضامندی کا پورا ثبوت ہو جائیگا جو ہمارا عین مقصد ہے امیر
صاحب کی اس جوڑ بندی کی کیفیت تاریخی عبارت میں ملاحظہ ہو۔
روز دیگر شد و معاویہ باستحضار صنادید قریش فرمان داد امام حسین
علیہ السلام و عبد الرحمن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر نیز حاضر گشتند
معاویہ بر منبر رفتہ خطبہ آغاز کرد و بتدریج سخن بمقصود رسانیدہ
گفت من از مردم سخنان می شنوم کہ آنہا اعتبارے نیست دیروز
چناں استماع نمودم کہ جماعتے باہم می گفتند کہ امام حسین علیہ السلام و
عبد الرحمن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر بخلافت یزید راضی نیستند
و بائے بیعت نمی کنند از سخن ایشاں متعجب شدم ایں ہر سہ کس را
کہ استادان قریش و اکابر قبیلہ اند بحضور خویش طلبیدم و از ایں
معنی شرائط استفسار بجا آوردم۔ لطفہا کردند و بہ بیعت یزید اعتراف
نمودند و ایں حدیث در حضور ایشاں می گویم کہ ہر کس ازیں امر
ملک شبہ باشد مرتفع گردد و ہم ایں اثنا اہل شام شمشیرہا از نیام
بر آوردہ گفتند کہ اگر ایں سہ کس آشکارا بیعت کردند فبہا و الا ما ایشاں
را می کشیم چہ راضی نیستیم باین بیعت در خفیہ واقع شود۔ با وجود شوکت
و استقلال و عظمت یزید را متابعت ایں چہار کس چہ احتیاج
است اے معاویہ بادستوری دہ بفرما تا ایں چہار کس را گردن
بزنیم۔ معاویہ با ایشاں گفت ساکن باشید و شمشیرہا خود را در
غلاف کنید و طالب شر و فساد و فتنہ و خون ریختن نباشید۔ اے
اہل شام از خدا بترسید و فتنہ را انگیز مکنید کہ ہدم بنیان دین مبارک
نباشد اہالیان شام شمشیر را در نیام کردند امیر المومنین امام حسین علیہ السلام
و عبد الرحمن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن زبیر متحیر گشتند و
با خود اندیشیدند کہ اگر گوئیم بیعت نکردہ ایم لا محالہ ما را زندہ نگذارند

لاجرم در آں محفل زبان در کام کشیدند و ہیچ نگفتند و دیگراں با یزید بیعت کردند علامہ ابن اثیر بھی اپنی تاریخ کامل میں اس مضمون کو ذیل کی عبارتیں قلمبند فرماتے ہیں۔ ثم دعا صاحب حرسہ بحضرتہم واقام علی رأس کل رجل من ھؤلاء رجلین ومع کل واحد سیف وقال ان ذھب رجل منہم یرد علی کلمۃ بتصدیق او تکذیب فلیضرباہ بسیفہ ثم خرج وخرجوا معہ حتی رقی المنبر معاویہ نے اپنے پاسبان کو بلا کر ان چار آدمیوں کے سامنے کہا کہ تم ان لوگوں میں سے ایک ایک شخص کے ساتھ دو دو سپاہی مقرر کردو جو تلوار لئے ان کے ساتھ کھڑے رہیں کہ اگر ہمارے خطبہ کے درمیان ان میں سے کوئی کلام کرے تو فوراً اس کی گردن ماردی جائے (تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۲)

یہ تمام واقعات جو ہم نے بیعت یزید کے متعلق روضۃ الصفا کی اسناد سے لکھے ہیں وہ بجنسہ تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی کے ترجمہ میں بھی موجود ہیں جو مطبع صدیقی لاہور سے چھپ کر شائع ہوئی ہے لیجئے کہ میں بیعت یزید اس چالبازی اور جوڑ توڑ سے عمل میں لائی گئی حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو بیعت یزید کی شہرت بھی انہوں نے ایسی ہی کرائی جیسے اپنی خلافت کا جھوٹا اور جعلی اعلان دومۃ الجندل میں کرا لیا تھا بیعت یزید پر اجماع نیک نیتی اور صحیح اصول کیساتھ ہوا یا نہ ہوا وہ ایک جداگانہ بحث ہے لیکن اس کی حکایت اشاعت تو سر دست ضرور ہوگئی اور امیر صاحب کا یہی مقصود تھا۔ بیعت یزید پر کیا منحصر ہے دومۃ الجندل کا فیصلہ کس نیک نیتی اور دیانت سے کیا گیا تھا اور اسکو تصفیہ کا اصول کونسا درست تھا جس نے دو دو فقروں کے ہیر پھیر میں معاویہ کو خواہ مخواہ خلافت دلوا ہی اسی طرح معاویہ کی عیارانہ چالبازیوں نے حرمین میں یزید کی حکومت کا رنگ بھی جما دیا ورنہ صورت واقعہ اصل وہی تھی جو پوری تصریح کیساتھ اوپر لکھی گئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اصلی دعویداران و حقداران خلافت کی استحقاق بہ طرح سے نص خدا اور فرمان رسول سے ثابت تھے انکے مقابلہ میں اجماع شوریٰ وغیرہ وغیرہ کے مصنوعی طریقے صرف اسی غرض سے ایجاد کی گئی تھی کہ ان کی خود غرضی اور طمع دنیاوی کے پردے فاش ہوں اور اتفاق کی آڑ میں اپنی بے لوثی اور استغنا کا اظہار ہو مگر بات یہ ہے کہ قدرت کی انتظام اور انسان کے مخترعات میں بڑا فرق ہوتا ہے اسلئے تین ہی برس کے بعد اس انتظام میں تغیر پیدا پیدا ہونے لگا پہلے ہی خلیفہ کے بعد استخلاف کا منسوخ شدہ قانون پھر نافذ ہوا۔ اور حضرت ابوبکر کے وصیت نامہ کے موافق حضرت عمر خلافت کی گدی پر بٹھلائے گئے تعجب ہے کہ اس وصیت نامہ کے لکھنے کیوقت کسی نے بھی حسبنا کتاب اللہ نہ کہا

حضرت خلیفہ اول کے قاعدہ استخلاف کو بار دیگر نافذ کر نیز ذرا بھی رد کا خلیفہ ثانی کے بعد شوریٰ عامہ کا خلاصہ صرف چھ آدمیوں میں محدود کردیا گیا اسی سے سمجھ لینا چاہیئے اگر اس انتظام جدیدہ کی اصول نفسانی اغراض و مطالب سے مبرا ہوتے تو اس میں اگر ہمیشہ کیلئے نہیں تو تھوڑے دنوں تک کیلئے تو ضرور کچھ استحکام ہوتا مگر یہاں تو صبح سے شام بھی نہیں ہونے پائی کہ انکے رنگ برنگ ہونے لگے اور انکی ظاہری صفائی اور اتفاق میں خود غرضی اور نفسانیت کی مہیب صورتیں دکھلائی دینے لگیں معاویہ کی خواہ مخواہ خلافت کی حقیقت اس وقت کسی اصل کو قاعدہ سے معلوم نہیں تھی انکے ہوا خواہ انیز بھی اجماع ثابت کرتے ہیں ایک تو دومۃ الجندل کے فیصلہ کے بعد مگر جب اس فیصلہ کی کوری بے ایمانی ثابت کیجاتی تو پھر اس اجماع کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح تک اٹھا لیجاتے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے بعد انکی خلافت پر اجماع ہوا مگر اس میں بھی اختلاف ہے عموماً سواد اعظم اہلسنت والجماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ خلافت راشدہ کے تیس سال کا محدود زمانہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ششماہہ حکومت پر تمام ہوچکا اب اگر ان کو خلافت ملی بھی تو یہ خلافت نہیں تھی بلکہ ایک معمولی بادشاہت تھی اس سے نہ خلافت اسلامی کو کوئی واسطہ تھا اور نہ اجماع امت کوئی سروکار چنانچہ ہمارے مستند ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری تحریر فرماتے ہیں اس کے سوا خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہوچکا تھا۔ اب ملکت عضوضہ کے عہد کی صبح نمودار ہونیوالی تھی معاویہ کے سوا اور کوئی صحابی اسکو پسند نہیں کرتا تھا۔

خلافت تو یہیں سے رخصت ہوگئی اب اجماع ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا اگر اجماع ہوا بھی تو ان کی معمولی بادشاہی پر نہ خلافت اور نیابت رسول پر تعجب تو یہ ہے کہ جب ان کی خلافت کے ڈھانچے کو انکی خیر خواہ اجماع اور اتفاق کی کھپچیوں سے درست کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تو اجماع اور استخلاف کے اصول سے دست بردار ہوکر استیلا اور غلبہ کے طریقے سے انکی خلافت کے مجسمہ کو قائم کرتے ہیں اجماع اور استخلاف کے بعد استیلا اور غلبہ خاصکر انہی کی خلافت ثابت کرنیکے لئے انعقاد خلیفہ کے مقررہ اصول

میں ایجاد کیا گیا۔ استیلاء اور غلبہ حقیقت میں کیا ہے؟ یہ ہی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اس جملہ پر غور کر کے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کلمہ کہاں تک دیانت۔ امانت یا احکام شریعت کے مطابق ہے۔

المختصر معاویہ کے اصول خلافت کی تحقیق تو قطب جنوبی کی تحقیق سے بھی زیادہ مشکل ہے جس کی تھوڑی سی کیفیت اوپر بیان کی گئی اب امیر معاویہ نے اپنے بعد اپنے صاحبزادۂ بلند اقبال یزید کو سریر خلافت پر بٹھلا کر ان بدعات کے سلسلہ میں ایک کڑی اور جوڑ دی اور بخلاف اجماع وسیرت شیخین صاحبزادے کو کسی نہ کسی طرح بلاد اسلامیہ کا حاکم بنا ہی دیا۔

ہمارے اس مسلسل اور مکمل بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اصلی دعویداران خلافت کے جائز حقوق کے مٹانے اور اپنے مصنوعات و مخترعات کو سچا اور صحیح بتانے کے لئے کیسے کیسے طوفان اٹھائے گئے اور کیسی کیسی جی توڑ کوششیں کی گئیں اور کیسے کیسے جوڑ توڑ سے کام لیا گیا۔ ان ذوات مقدسہ کے نام مٹانے اور ان کے فضائل و مناقب منصوصہ مخصوصہ کے گھٹانے میں کیا کیا فکریں نہ کی گئیں۔ انہی مظالم کے سلسلہ میں کربلا کے قیامت ناک واقعات کی ابتدا ہوئی جس کے اقدام کا آغاز معاویہ کے زمانہ سے شروع ہوا اور اس کی تکمیل کا سہرا یزید کے سر باندھا گیا اس کی تفصیل یوں ہے کہ ان اصلی اور جائز مستحقین خلافت کے حقوق پامال کرنے اور ان کے اختیارات منتزع کرنے کے لئے اجماع۔ استخلاف شوریٰ اور استیلاء وغیرہ کے غیر محدود اصول قائم کئے گئے اور ابتدا ہی سے استحکام سلطنت کیلئے ان کے ضعف اور اضمحلال پیدا کرنے کی عملی کوششیں کی جانے لگیں اور پھر ان کے ضعیف اور مجبور بنا دینے ہی پر بس نہیں کی گئی بلکہ اس کے بعد ان حضرات کے قتل کرنے اور دنیا سے ان کا نام مٹانے کی بھی فکر کی گئی اور معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا کر سب سے پہلے اس خون ناحق کی ابتدا کی یزید نے اس ایجاد پدری میں واقعہ کربلا کا خونیں منظر دکھلا کر ایسا کامل اضافہ کر دیا جس نے اُسکے نام کو ظلم و تعدی میں باپ کے نام سے ضرور بڑھا دیا۔

اپنی اس بحث کو تمام کرتے ہوئے ہم اپنے اس مضمون کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے شدید اور سخت ترین مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنی جان کی حفاظت کیوں نہ فرمائی۔ اگرچہ اس بحث کا تصفیہ قبل از وقوع ضرور خیال کیا جائیگا مگر چونکہ ہم اپنے سلسلۂ بیان میں واقعات کربلا کے اسباب وقوع کو متصل لکھتے چلے آتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ہم اس کو بھی اسی مقام پر قلمبند کر دیں۔

واقعات کربلا کی اصلی اغراض اور اُسکے صحیح اسباب وقوع

اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیے کہ خلافت کے تمام اختیارات منتزع کر لیے جانے کے بعد بھی ان بزرگواروں نے اگرچہ اس تازہ انتظام سے کوئی مخالفت نہیں ظاہر کی اور قطعی خانہ نشینی اور خاموشی اختیار کر لی مگر تاہم وہ اپنے اظہار حقوق۔ استدلال و عادی اور اعلان فضائل سے کسی صحبت یا کسی جلسہ میں خاموش نہیں رہے ایسے موقعہ پر وہ خود اپنے جائز حقوق کا اظہار اور اپنے سچے دعووں کا علانیہ اعلان کر دیتے تھے اور اپنے مقابل کی رد در رد و قوی دلیلوں سے اپنے جائز حقوق کو ثابت فرما دیتے تھے جنکو سنکر سننے والوں کو سوائے سکوت کے اور کچھ نہ سوجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ اظہار حقوق اور اعلان مراتب کے یہ طریقے بھی مخالفین کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے اور آخر میں یہی کانٹے ترقی کرتے کرتے خارا شکن سنانیں اور شعلہ فگن تلواریں بنکر کربلا کے قیامت خیز میدان میں نکل پڑیں۔

یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ شروع سے آخر تک برابر جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی تمام تجویزوں سے اختلاف اور انکار اختیار کیا تھا اور بیعت یزید کے متعلق اس کی منت سماجت۔ خوشامد درآمد تہدید و تاکید غرض کسی تدبیر ترکیب پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی تھی غصب ہوا کہ اسلام کی ناشدنی نسل اور اسکی ناہموار یادگاروں نے بیعت یزید پر بھی اجماع و استخلاف شوریٰ و استیلاء غرض چاروں طریقوں سے صحیح جانکر تمام محاسن اور حقیقت کا مجموعہ قرار دے لیا تھا اور اس کی اطاعت اور متابعت کو اپنے اوپر واجب اور لازم گردان لیا تھا چونکہ یزید پر ان تمام مصنوعی اور قیاسی دلیلوں کا بطور اجماع ہو گیا تھا اس لئے اس اصول موضوعہ کی قاعدہ سے سلطنت یزید کو بھی اور دوسری گزشتہ خلافتوں کے مقابلہ میں پایۂ استحکام اور قوت ملکی تھی دنیا کے حریص خود غرض اور شکم پرست بے سمجھے بوجھے آمنا و صدقنا کہتے ہوئے اس ضلالت اور گمراہی کے اندھے کنوئیں میں گر پڑے تھے۔ طمع حرص اور حصول دنیا کی غیر محدود خواہشوں نے انکی تمیز اور ادراک

کی تمام قوتوں کو زائل کر دیا تھا اور ملک میں اس سرے سے لیکر اس سرے تک ضلالت کی سیاہ چادر کھنچی ہوئی تھی اور وہ زمانہ قریب آگیا تھا کہ امت محمدؐ کی کشتی دریائے ضلالت میں غرق ہو جائے ایسی مجبوری کی خیر اور ناگزیر ضرورتوں میں جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس ودیعت خداوندی اور فرمانِ ایزدی کی تعمیل کو ضروری سمجھا جس کی خبر جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچ چکی تھی۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل ان موجودہ مصنوعی اصولوں کی قطع و برید تا وقتیکہ آپ کے مقدس رشتۂ حیات کا خاتمہ ظالم ہاتھوں سے نہ کیا جائے اور کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ لہٰذا وہ عمل اختیار کیا گیا جسے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ان لفظوں میں فرما گئے ہیں :-

شاہ است حسینؑ و بادشاہ است حسینؑ　　دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید لعین　　حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

اسلام کے لیے اس سے بڑھکر شرمناک اور عبرت خیز اور کونسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ یزید کی حقیقت کے تمام دلائل کو سراسر غلط و باطل بتلایا جاتا ہے مگر جب ان مصنوعی قواعد و ضوابط کی رو سے اسکا استحقاق کما حقہٗ ثابت ہو جاتا ہے تب پھر اس کی حقیقت کا اعتراف کر لیا جاتا ہے اور اسکی حکومت کو اجماع استخلاف شورائی و استیلا وغیرہ الٰہی جائز ان لیلیں سے صحیح سمجھ لیتے ہیں۔ اور اتنی ہی صحت پر بس نہیں کیجاتی بلکہ یزید کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے اظہار حقوق کو بغاوت سے نسبت دیجاتی ہے اور یزید کے خلوص و عقیدت میں یہانتک دلی جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ امام مظلوم کے مصائب کے بیان تک کو بھی حرام بتلایا جاتا ہے۔

ہمارے ناظرین کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں میں اس شرمناک عقیدہ کی بنا کچھ اسی زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ اس گمراہ عقیدہ والے جناب امام حسین علیہ السلام کی زندگی ہی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اب ہم اپنے ان تمام بیانات کی تصدیق اور ثبوت اپنے محترم دوست عالیجناب خان بہادر مولوی شیخ احمد حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ رئیس پریانواں کے جو ان تمام اعزاز کے علاوہ فی زمانہ بہت بڑی استعداد اور تحقیق کامل کیساتھ سواد اعظم اہلسنت کے ایک معتبر اور مستند ممبر خیال کیے جاتے ہیں رسالہ البلاغ المبین کی عبارت ذیل میں بلفظہٖ درج کرتے ہیں جسکو انہوں نے واقعات کربلا کی تمہید میں تحریر فرمایا ہے ہمکو یقین ہے کہ ہمارے تمام دعوے جو اوپر لکھے گئے ہیں ہمارے محترم ہمعصر کی تحریر سے کامل طور پر ثابت ہو جائینگے۔

اگرچہ شہادتِ حسینی کا تیرہ و تار رسالہ سنہ ۶۱ ہجری میں واقع ہوا لیکن اس دیجورِ قیامت کی شام ظلمت اسی وقت سے شروع ہو چکی تھی جبکہ خورشید رسالت غروب ہوا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا اس کی تفصیل کی بھی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو میں اس مقام پر جناب مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کی زبان سے وہ مختصر تقریر ادا کئے دیتا ہوں جسکو انہوں نے اپنی کتاب رویائے صادقہ کی چودہویں فصل میں زیب ترقیم فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں :-

جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہ تھیں والدہ پہلے انتقال کر چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا اس پر حضرت علی علیہ السلام کا خلافت سے محروم رہنا اور نمک بر جراحت ترکۂ پدری یعنی فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو زہر کھا کر مر جاتا مگر ان کے صبر و ضبط الٰہی کے تھے پھر بھی رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینے کے اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے انکو رنج دیے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہانتک کہ ان لوگوں کو اپنی جنازہ پر آنے کی منا ہی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون اس مضمون صداقت مشحون کو بیان کر کے جناب مولوی صاحب ممدوح بیان کرتے ہیں کہ بحث افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم واقعات پیش آئے کہ انکا وہ ادب و لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اس میں ضعف آگیا اور رفتہ رفتہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی دشوار ہے۔

جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی اہلبیت نبوی کو مکروہات کا پیش آنا مسلم ہے اسی طرح اس میں بھی کلام نہیں کہ ان حضرات بابرکات نے کوئی موقعہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں کنایتاً یا صراحتاً قطع حجت اور دفع دخل نہ فرمایا۔ دیکھو جناب امام حسین علیہ السلام نے جو تقریر بطور احتجاج کربلا میں کی اس میں یہ الفاظ بھی تھے الست ابن بنت نبیکم وابن وصیہ۔ یعنی اے اعدائے دین کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں اور تمہارے نبی کے وصی کا فرزند نہیں ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام کے تقاعد اور ان کی احتجاج و استحقاق کی مضامین سے اسفار معتبرہ بھرے ہیں چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی

روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی خلافت کے دعویدار ضرور تھے اور کیوں نہ ہوتے پیغمبر صاحب کے لے پالک داماد کو بیٹا کیونکہ بھائی کہو یہی تھے۔ اور مولوی احسان اللہ صاحب وکیل گورکھپوری نے اپنی کتاب تاریخ اسلام کے صفحہ ۱۶۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی خلافت کا دعویٰ تھا لیکن نہ اس طرح کہ کوئی فساد کریں۔ بس یہی کہ وہ اپنے کو حقدار سمجھتے تھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافتوں میں بھی ان کو تامل تھا۔

کتاب الاستیعاب ابن عبد البر مکی میں ہے کہ قال علی علیہ السلام ان اللہ عز وجل لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قلنا نحن اهله و اولیاءه فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا وتولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخالفۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویضیع الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم یعنی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو ہم نے آنحضرت کے اہل اور ولی ہونے کا اظہار کیا اور یہ ظاہر کیا کہ رسول کی جانشینی کی بابت نزاع کرنے کا ہم سے کوئی شخص مستحق نہیں لیکن قوم نے ہماری بات نہیں سنی اور ہمارے سوا دوسروں کو والی بنا لیا قسم ہے خدا کی اگر قوم کے تفرقہ کا خوف نہ ہوتا اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مبادا کفر پھر عود کر آئے اور دین برباد ہو جائے تو بیشک قوم کی اس کارگزاری کو ہم بدل دیتے آخر ہمکو آلام پر صبر ہی کرنا پڑا۔

اور کتاب حلیۃ الاولیاء ابو نعیم مسند امام احمد حنبل خصائص امام نسائی اور جواہر العقدین امام سمہودی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے کہ ان علیا انشد الناس من سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی علی علیہ السلام قسم دلاتے تھے لوگوں کو کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرماتے ہوئے سنا ہے وقال علی انشدکم ہل سمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں سے قسم دلا کر پوچھتے تھے کہ تم نے روز غدیر خم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور

شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین نے اسنی المطالب میں اسی احتجاج کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی زبان سے یوں نقل فرمایا ہے۔

عن ام کلثوم بنت فاطمہ عن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ عنہا قالت انسیتم قول رسول اللہ یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقولہ صلعم انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ اپنی مادر گرامی قدر جناب فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ فرمایا جناب سیدہ نے کہ کیا تم لوگ وہ قول بھول گئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور آنحضرت کا وہ بھی قول بھول گئے کہ علی علیہ السلام کو مجھ سے وہ منزلت اور وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

اور مولوی احسان اللہ صاحب عباسی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر (غدیر خم میں) یہ بھی کہا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ زمانۂ وفات قریب تھا اس لئے مسلمانوں کی آئندہ رہنمائی کے لئے یہ سب باتیں اس طور پر کی گئیں جس طرح عموماً مرنے والے وصیت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں شوریٰ کے زمانہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام نے کوئی شکوہ اپنی حق تلفی کا اٹھا نہیں رکھا چنانچہ تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔ تاریخ کبیر ابن جریر طبری وغیرہ میں صاف صاف لکھا گیا کہ جب حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف کی تدبرانہ پالیسی نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو امر خلافت سے محروم فرمایا تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مخالف پارٹی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا لیس ھذا اول یوم تظاھرتم علینا فیہ فصبر جمیل یعنی آج یہ کچھ پہلا دن نہیں ہے جس میں تم نے ہمیں مغلوب کرنے کو آپس میں سازشیں ہوں۔ خیر صبر ہی بہتر ہے۔

خدا خدا کر کے جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت تسلیم ہی کر لی گئی تو فوراً جنگ مخالفانہ سے رو نکاری ہوئی اس میں آپ نے تلوار سے احتجاج فرمایا آخری مخالفت کی باد تند نے چراغ مصلحت کو خاموشی پر مجبور کیا اور رشد شدہ یہ نوبت پہنچی کہ اس جناب نے شقی ترین امت کے ہاتھ سے

شربتِ شہادت نوش فرمایا ان کے بعد خلافِ قاعدہ منضبط (اجماع اہلِ حل وعقد و بقول قائلین موافق قاعدۂ قیصر و کسریٰ) انہی کی وصیت سے جنابِ امام حسن علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے۔ فصول المہمہ ابن صباغ مالکی اور نزہتہ المجالس صفوری شافعی اور شہادت نامہ مولفہ شاہ انوار علی صاحب کاکوڑی میں بحوالۂ کتب اخبار و سیر منقول ہے کہ بعد وفاتِ جنابِ علی علیہ السلام نے جنابِ امام حسن علیہ السلام نے مدح مرتضوی میں جو خطبہ پڑھا اس کے ختم ہونے پر حضرت عبد اللہ ابنِ عباس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ معاشر الناس ھٰذا ابن بنت نبیکم و وصی امامکم فبایعوہ۔

یعنی اے گروہ مردم دیکھو یہ تمہارے نبی کے نواسے اور تمہارے امام کے وصی ہیں پس ان سے بیعت کرو۔

روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں ہے کہ عبد اللہ ابن عباس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے معاشر مردمان! این پسر پیغمبر شما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است و وصی امام شما ست بیعت بوے کنید۔ اور ملا محمد مبین صاحب انصاری حنفی لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں بذیل تذکرۂ جنابِ امام حسن علیہ السلام لکھتے ہیں کہ لعد از وفات پدر خود علی مرتضیٰ علیہ السلام بوصیت آنحضرت بر سریر خلافت نشست کتاب نزل الابرار بما صح فی مناقب اہل البیت الاطہار میں ہے کہ لما توفی ابوہ علی علیہ السلام ولی الخلافۃ بوصیتہ یعنی جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو ان کی وصیت کے موافق حضرت امام حسن علیہ السلام والی خلافت ہوئے۔ اور کتاب عقد الفرید میں امام شہاب الدین ابن عبد ربہ یوں لکھتے ہیں کہ من حدیث میثم بن عدی قال حدثنی غیر واحد ممن ادرکت من المشائخ ان علی ابن ابیطالب اوصی الامامۃ الی الحسن یعنی میثم ابن عدی نے کہا کہ مجھ سے حدیث کی اکثر مشائخ نے جن سے میں ملاقی ہوا کہ حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام نے اپنا جانشین جنابِ امام حسن علیہ السلام کو مقرر کیا اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ سر الجلیل میں در باب عدم اثبات زہد حضرت علی علیہ السلام یوں تحریر فرماتے ہیں نیز زہد حقیقی آنست کہ نہ خود بہ لذت دنیوی پردازد ونہ اقارب و اولادِ خود را ازان متمتع سازد و حال حضرت ابوبکر ہمیں است کہ مثل طلحہ ابنِ عبید اللہ برادر زادہ داشت و مثل عبد الرحمٰن پسر و مثل عائشہ

دختر ے ہیچ را از اینہا عامل نفرمود ہمچنیں حضرت عمر فاروق ہیچکس را از بنی عدی عامل نفرمودہ حالانکہ مثل سعد ابن زید ابوجہم ابن خذیفہ و خارجہ ابن خذاعہ و عبد اللہ ابن عمر بودہ اند و مرتضیٰ علی السلام عبد اللہ ابن عباس را عامل بصرہ و عبید اللہ ابن عباس را بریمن وقثم ابن عباس را بر مکہ و سعد ابن عباس را بر مدینہ و جعدہ ابن ہبیرہ را کہ ہمشیرزادہ اش بود بر کوفہ و محمد ابن ابی بکر را کہ ربیب بود بر مصر مقرر فرمود و امام حسن علیہ السلام را بعد از خود خلیفہ ساخت۔

اب یہ تم سُنیے کہ جنابِ امام حسن علیہ السلام کے خلیفہ ہوتے ہی لوگوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور ایسا منہ پھیر لیا کہ مجبوراً ان کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی اور اس پر بھی چین نہ پڑا تو ان کو زہر دلوایا گیا جس سے ٹکڑے ٹکڑے ہی ہو کے شہید ہو گئے اور باوجود وصیت اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائے۔ امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام حسب وصیت امام حسن ان کے قائم مقام ہوئے اور اگرچہ حضرت امام حسن کے چند صاحبزادے موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی وصی مقرر نہیں ہوا چنانچہ اسد الغابہ اور حیوٰۃ الحیوان میری اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ اوصیٰ الیٰ اخیہ الحسین یعنی جنابِ امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسین کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔ اور تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین علیہ السلام را وصی ساختہ کردہ امر امامت بدآں حضرت تفویض نمود اور کتاب الصفوۃ ابن جوزی محدث و تذکرۂ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ تولی امرہ اخوہ الحسین جنابِ امام حسن کے بعد منصب امامت جنابِ امام حسین علیہ السلام کے متعلق ہوا۔

پس اگر یہ امامت اور تولیت مخصوص امر امامت کی نہ ہوتی تو اس کا وصی اور ولی سوائے فرزندان جنابِ امام حسن علیہ السلام کے اور کون ہوتا بہرحال یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب ملاحظہ ہو کہ جنابِ امام حسن علیہ السلام کو شہید ہوتے ہی اعدائے دین نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو نرغے میں لے لیا اور دبا ڈالا جو دشمن سے دشمن پر بھی نامناسب تھا نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس میں شک نہیں کہ سوائے جان دینے اور ظلم و ستم برداشت کرنے کے اب حسین کی نظر میں اپنے نانا کی امت کو طریق ہدایت و نجات بتانے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا جس کو انہوں نے قطعی طور پر بتا دیا بیشک اگر وہ اپنی جانِ گرامی اپنے جد امجد کے دینِ مبین پر فدا نہ کر دیتے تو آج

ظلمت و ضلالت سے نکلنے کی کوئی مشعل نہیں ملتی ع این راہ کہ می روی بہ ترکستان است۔ بھلا دیکھو تو خلاف اسرار خداوندی مصلحت اگر جناب سید الشہداء کی روش استقلال جناب علی ابن ابیطالب علیہما السلام شروع ہی سے اختیار فرماتے تو خون کے پیاسے دشمن کیا جناب امام حسین سے زیادہ ان کی رعایت کرتے یا چھوڑ دیتے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اگر اسی وقت یہ معاملہ پیش آجاتا تو دنیا میں دین محمدی کا نام بھی باقی نہیں رہتا اس وقت کی ایک ادنی مخالفت نے تو ایک عالم کو خوارج کے زمرے میں داخل کر دیا۔ کاش کچھ بھی طول دیا جاتا تو سب کے سب بہہ جاتے یعنی تباہ ہو جاتے سچ ہے خداوند عالم کے انتظامات کو کچھ اس کے خاصان بارگاہ ہی خوب جانتے ہیں دیکھو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کس طرح اپنے اہلبیت کے ساتھ تمسک اور ان کی اقتدا تاکید فرمائی تھی اور کیا کیا حقوق امت پر ظاہر کر دیئے تھے کیا یہ نہیں فرمایا تھا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما میں تم لوگوں میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے اپنی عترت یعنی اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ پس خیال رکھو کہ تم لوگ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے آنحضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ قرآن اور اہلبیت یہ دو چیزیں میں تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتا ہوں اس کا منشاء بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمہارے لئے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن مجید کے سمجھانے کے لئے اہلبیت (دیکھو تاریخ اسلام مولوی احسان اللہ صاحب وکیل گورکھپور)

مگر افسوس ہے کہ اس کا مطلب امت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ورنہ فقط قرآن خوانی اور کلمہ گوئی کو بغیر تمسک اہلبیت کے کوئی بھی وقعت سے نہ دیکھتا کیونکہ علی حسن اور حسین علیہم السلام کے مخالفین بھی تو سب کے سب کلمہ گو اور قرآن خوان تھے کیا حضور نبوی نے ارشاد نہیں فرمایا تھا مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق وہوی میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار رہا اس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا وہ غرق ہوا اور تہہ میں بیٹھ گیا اور کیا یہ نہیں فرمایا تھا مثل اہلبیتی کباب حطۃ بنی اسرائیل میرے اہلبیت کی مثال باب حطہ بنی اسرائیل کی سی ہے پھر آخر ان ہدایات کا مطلب کیا سمجھتے تھے؟ یہی کہ علی سے مخالفت۔ فاطمہ سے مخاصمت۔ حسن سے عداوت قائم کریں اور حسین علیہ السلام کو قتل کر کے ان کے حرم محترم کو ستائیں بچوں کو قطرہ قطرہ آب کے لئے ترسائیں ان کے خیموں کو جلائیں انکو مثل بندیان ترک و روم شہر بشہر اور دربدر دیار بدیار پھرائیں۔

حیرت تو یہ ہے کہ بعض تجربہ کار صحابہ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی عشرۂ مبشرہ کی صفات اضافی سے موصوف کئے جاتے ہیں۔ وہ کیونکر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو برا سمجھنے لگے۔ دیکھو حضرات طلحہ و زبیر نے کوفہ اور بصرہ کی صوبہ داریاں نہ ملنے سے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت توڑ دی جیسا کہ تاریخ امام ابن جریر طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری اور تاریخ حافظ ابن کثیر وغیرہ سے ثابت اور واضح ہے اور تاریخ تاریخ ابن شحنہ تاریخ ابو الفدا تاریخ ابن اثیر جزری تاریخ ابن جریر طبری تاریخ ابن کثیر اور تذکرہ خواص الامہ وغیرہ میں مفصل موجود ہے کہ احسان ابن ثابت۔ کعب ابن مالک۔ ابو سعید خدری۔ مسلمہ ابن مخلد نعمان ابن بشیر مسلمہ۔ فضالہ ابن عبیدہ کعب ابن عجرہ۔ زید ابن ثابت عبد اللہ ابن سلام سہل بن سنان۔ اسامہ ابن زید۔ قدامہ ابن مظعون مغیرہ ابن شعبہ اور رافع ابن خدیج وغیرہم نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت ابو موسے الاشعری تو پورے طور سے منحرف تھے ہی چنانچہ استیعاب ابن عبد البر میں ہے کان (ابو موسیٰ الاشعری) منحرفا عن علی کرم اللہ وجہہ مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بہت زور مارا کہ لوگ علی علیہ السلام کا ساتھ نہ دیں۔ امیر معاویہ اور عمرو العاص کی عداوت تو اظہر من الشمس ہے جس کی تفصیل وسند کی کوئی حاجت نہیں حضرت سعد ابن ابی وقاص اور عبد اللہ ابن عمر نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بیعت کو قطعی طور سے مکروہ تصور فرمایا چنانچہ تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ قال الزہری والعجب ان عبد اللہ ابن عمر وسعد ابن وقاص لم یبایعا علیا وبایعا یزید ابن معاویہ یعنی زہری کہتے ہیں کہ تعجب ہے عبد اللہ ابن عمر اور سعد ابن وقاص نے علی سے تو بیعت نہیں کی اور یزید ابن معاویہ کی بیعت کر لی امام مسعودی کتاب مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ قعد عن بیعتہ جماعۃ عثمانیۃ منہم سعد ابن ابی وقاص وعبد اللہ ابن عمر وبایع یزید بعد ذلک یعنی حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے ایک جماعت نے تقاعد

کیا جس میں سعد ابن ابی وقاص اور عبد اللہ ابن عمر تھے۔ اور عبد اللہ نے بعد اس کے یزید کی بیعت کر لی۔ اور حافظ ابن کثیر شامی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بایع الناس علیا بالمدینة وتربص نفر لم یبایعوا منہم ابن عمر و سعد ابن ابی وقاص لوگوں نے مدینہ میں علی کی بیعت کی مگر ایک گروہ نے بیعت سے توقف کیا جن میں ابن عمر اور سعد ابن ابی وقاص تھے اور فتح الباری شرح صحیح البخاری میں یزید سے حضرت عبد اللہ ابن عمر کی بیعت کا حال یوں لکھا ہے۔ وبایع لابنہ یزید بعد موت معاویة لاجتماع الناس علیہ عبد اللہ ابن عمر نے بعد وفات معاویہ انکے بیٹے یزید کی بیعت کر لی اس لئے کہ اس کی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہو گیا تھا دیکھئے عبد اللہ ابن عمر ایسے جلیل القدر صحابی مفتی نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بیعت تو نہ کی اور امیر شام کی اطاعت پسند خیال فرمائی چنانچہ ان کے ایسے مطیع اور وفادار رہے کہ ان کے فرزند رشید یزید عنید پلید کو امام برحق تسلیم کر کے بطیب خاطر اس کی بیعت کر لی اور فقط بیعت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہماک کے ساتھ مخالفین یزید کو اس کی اطاعت اور بیعت یزید پر ترغیب دیتے تھے چنانچہ صحیح مسلم اور جامع الاصول ابن اثیر جزری میں تحریر ہے۔

عن نافع قال جاء عبد اللہ ابن عمر الی عبد اللہ ابن مطیع حین کان من الحرة ما کان زمن یزید بن معاویة فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادة فقال انی لم اٰتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول من خلع یدا من طاعة لقی اللہ یوم القیٰمة لاحجة لہ ومن مات و لیس فی عنقہ بیعة مات میتة جاھلیة۔

یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب حرہ کا واقعہ عہد یزید میں ہوا تو عبد اللہ ابن عمر عبد اللہ ابن مطیع کے پاس گئے ابن مطیع نے اپنے خادم سے کہا کہ آپکے واسطے مسند بچھا دو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ میں بیٹھنے کو نہیں آیا بلکہ تم سے وہ بات کہنے کو آیا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام وقت کی اطاعت سے دست بردار ہو گا وہ بروز قیامت بغیر حجت پیش خدا حاضر کیا جائیگا اور جو شخص امام وقت سے بیعت کئے بغیر مرا وہ جاہلیت اور کفر کی موت مرا۔

اور صحیحین مسلم بخاری وجامع الاصول ابن اثیر جزری میں ہے کہ عن نافع قال لما خلع اھل المدینة یزید ابن معاویة جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیٰمة وانا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیعة اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال و انی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ھذا الامر الا کانت الفصل بینی وبینہ۔ یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی خلع بیعت کیا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اپنی اولاد اور وابستگان کو جمع کیا اور ان کو ہدایت کی کہ سنو میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر غدر کرنیوالے کے لئے قیامت کیدن ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا تم جانتے ہو کہ ہم نے یزید کی بیعت حسب اطاعت و اتباع خدا و رسول کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی غدر ہے کہ اس طرح جس شخص کی بیعت کیجائے پھر اس شخص سے جنگ قائم کیجائے پس جو شخص یزید کی بیعت شکنی کریگا اور میرا کہنا نہ مانیگا میں اس سے بیزاری اختیار کر دونگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہی وجوہ سے امام غزالی صاحب نے یزید کا بہت کچھ پاس ولحاظ کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں لا یجوز لعن یزید ولا تکفیرہ فانہ من جملة المؤمنین وامرہ الی مشیة اللہ یعنی یزید پر لعنت کرنی اور اس کی تکفیر جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مؤمنین میں سے ہے اور امر اس کا مشیت ایزدی سے متعلق ہے۔

وقال الغزالی وغیرہ یحرم علی الوعظ وغیرہ روایة مقتل الحسن والحسین وحکایة ماجری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج علی بغض الصحابة والطعن فیھم امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ حالات مقتل حسنین علیہما السلام اور واقعات مشاجرات ومخاصمات صحابہ کا بیان کرنا واعظ وغیرہ پر حرام ہے کیونکہ بیشک ایسی باتیں لوگوں کو بغض صحابہ اور طعن اصحاب پر برانگیختہ کرتی ہیں ملا علی قاری شرح بدء الامالی میں لکھتے ہیں ان الامر قتل الحسین بل قتلہ لیس بموجب اللعنة علی مقتضی مذھب اھل السنة یعنی جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دینا بلکہ خود انکا قتل کر دینا بھی موافق مذہب اہلسنت کے لعن کا موجب نہیں ہے اور شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں قال الا ابن العربی المالکی

لم یقتل یزید الحسین الا بسیف جدہ یعنی نہیں قتل کیا حسین کو یزید نے مگر انہی کے جدِ امجد کی تلوار سے اس سے آگے چلکر پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ قول بعضہم لا ملام علی قتلۃ الحسین لانہم انما قتلوہ بسیف جدہ الآمر بسلہ علی البغاۃ وقتالہم۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ قاتلین حسین علیہ السلام کی سرزنش اور ملامت درست نہیں کیونکہ قاتلین نے امام حسین علیہ السلام کو ان کے اسی جد کی تلوار سے قتل کیا ہے جو اس بات کی آمر تھے کہ باغیوں پر تیغ کشی اور اُن سے جنگ کیجائے اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں یزید کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں انہ کان مسلما ولم یثبت عنہ ما یخرجہ عن کونہ مومنا یزید مسلمان تھا اور اس کی نسبت کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو اس کو دائرہ ایمان سے خارج کرتے پھر کچھ آگے چلکر بمقتضائے شفقتِ قلبی فرماتے ہیں ولا یخفی ان ایمان یزید محقق ولا یثبت کفرہ یزید مسلمان تھا اور پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ یزید کا ایمان ثابت ہے اور اس کا کفر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔

زیادہ تر لطف کی یہ بات ہے کہ بعض آئمۂ مذہب نے یزید کو خلفائے اثنا عشر منصوص علیہم میں داخل کیا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح البخاری الموسوم بفتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء یہ حضرات ہیں۔

ابوبکر[۱]۔ عمر[۲]۔ عثمان[۳]۔ علی[۴]۔ معاویہ[۵]۔ یزید[۶]۔ ابن معاویہ عبد الملک[۷] ابن مروان ولید[۸] ابن عبد الملک۔ سلیمان ابن عبد الملک ہشام ابن عبد الملک۔ یزید ابن عبد الملک اور عمر ابن عبد العزیز۔

اور حاشیۂ عقائد نسفی میں مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی یوں لکھتے ہیں ظہر صحۃ خلافۃ یزید ابن معاویۃ علی ما اشتہرہ البعض علی تواتر استخلافہ امام عادل فلو فرض فسقہ عند اعتقاد امامتہ لم یضرہ فضلا عما بعدہ۔

خلافت یزید ابنِ معاویہ کی صحت موافق بعض اخبار کے اس خبر متواتر سے ہے کہ امام برحق معاویہ ابن ابوسفیان نے اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ فلہذا اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ یزید انعقادِ بیعت کے وقت فاسق تھا تب بھی امامتِ یزید کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ چہ جائیکہ بعد خلیفہ ہونیکے اس کا فسق ظاہر اور ثابت ہو تو اس کی امت اور خلافت کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے

اب مشکل یہ ہوئی کہ جب خلافتِ یزید اجماع اور استخلاف دونوں صورتوں سے ثابت ہو چکی تو خلاف عقائد مسلمہ مجالس ذکر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کا منعقد کرنا جس کے سبب سے لوگوں کے دلوں میں امیر المومنین یزید کی جانب سے بغض وکدورت پیدا ہو کیونکہ درست ہوگا اور حقیقت اس کام کا انجرار اسی امر کی جانب ہوگا جس کی نسبت امام غزالی صاحب کا ارشاد نقل ہو چکا ہے حیف صد حیف! کیا ان سب امور پر غور کرنیکے بعد بھی کوئی عاقل اور بالغ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کو شفاعتِ عظمیٰ کا ایک قوی سبب قرار دینے سے انکار کر سکتا ہے! ہرگز نہیں ہرگز نہیں!! بیشک امام تشنہ کام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جان دیکر مخلصینِ امت کی کشتی کو ساحلِ نجات تک پہنچا دیا اور راہِ ناسپتی دنیا کے لیے کھرا اور کھوٹا پرکھنے کی معیار قایم کردی۔ روحی لہ الفدا سچ تو یہ ہے کہ امام غزالی۔ ابن عربی۔ ملا علی قاری اور شیخ ابن حجر مکی کے اقوال پر کیا نظر کیجائے جبکہ ابتدا ہی سے بجائے نصرت ورفاقت کے انحراف وبغاوت کی ہو اچل چکی تھی قیامت تو یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوتے ہی ان کی ودیعت اور امانت میں خیانت کی نگاہیں پڑنے لگیں اور لوگوں نے عصائے موسیٰ کے حبل المتین کو چھوڑ کر سحر سامری کی رسیاں ہاتھوں میں لے لیں جنہوں نے دائرۂ عظمتِ اہلبیتِ رسالت کو اسکے مرکز سے ہٹا کر مشرق سے مغرب تک پہنچا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مطلع صبح نبوت پر شامِ ظلمت کا ومدار ستارہ نمودار ہو گیا یعنی نیابتِ نبوت کی مقدس مسند پر خاندانِ بنی امیہ کے اخبث ممبر یزید ابن معاویہ نے جلوس کرکے دودمانِ مصطفوی کے دشمنوں کے مقصدِ دلی پورے کر دیئے اور اگر مدبر نے تو اندلس تمام کر دے کے تمغے سے قبائے سلطنتِ اموی کو زینت دی۔

یزید کی ذاتی کارگزاری اور قابلیت امرِ خلافت کی حامل نہیں کچھ بھی نہ تھی بلکہ یہ ساری کامیابی اسکو تجربہ کار اور ہوشیار باپ کی ان کوششوں کی بدولت تھی جن کو انہوں نے بڑے بڑے کاریگروں اور استادوں سے سیکھا تھا۔ اور انقلاب کی ابتدائی حکمت عملی سے انکو بہت کچھ امیہ کا سبق بھی مل چکا تھا

(دیکھو البلاد المبین از صفحہ ۲۶ تا ۲۸)

یہ تھے واقعات کربلا کے اصلی اسباب اور یہ تفصیل ہے ذبح عظیم کی ظاہری وجہیں اس بحث کے متعلق ہم کو خود اقرار ہے کہ ہم نے اس کے بیان میں طوالت سے ضرور کام لیا ہے مگر اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ آج تک شہادت جناب امام حسین علیہ السلام

کی نسبت یہی یقین کیا جاتا ہے کہ فرزند رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت خدا کی مشیت کے مطابق تھی۔ اور وہ معصوم و مظلوم بڑے بڑے شدائد اور مصائب اٹھا کر شہید ہو گئے مگر اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی ناہموار نسلیں اپنی بداعمالیوں سے واقعۂ کربلا کو غلط اور بے اصل ثابت کرنے کی کوششیں کرنے لگیں تو ضرور ہوا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اس واقعۂ عظیمہ اور سانحۂ شدیدہ کے تمام حالات ایک ایک کر کے بیان کر دئے جائیں اور اسکے وقوع ہونے کے ظاہری اسباب اور اسکے برپا کرنے کی اصلی ضرورتیں صاف طور پر کھول کر دکھلا دی جائیں جو صدہا برس سے پوشیدہ اور اسرار مکتوم کی طرح اہلبیت طاہرین کے مقدس گروہ میں سینہ بسینہ چلی آتی تھیں اور مصلحت خداوندی کی وجہ سے سوائے خواص کے عوام کو ان کی اطلاع کم تھی برا ہوا اہلِ اسلام کی ان ناسزاوار نسلوں کا اور انکی ایسی متمردانہ ضلالت کا جنہوں نے ایسے صریحی واقعہ کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ سرے سے اسکی قطع و برید کر دینی چاہی اور محض اپنی شکم پروری اور خود غرضی کیلئے ضروریات سے ایک ایسے مسلمہ عقیدہ سے انکار کیا اور ایک ایسے کلیہ کی قطع کی فکر کی جس پر آجتک اسلام کے تمام فرقے ایک دل ایک زبان تھے۔ قیامت تو یہ کی کہ اس واقعہ کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اسکے انکار کیساتھ تمام علمائے کرام اور انکی ہزارہا مستند اور معتبر تالیفات کو بھی بالکل جھوٹ اور سراپا بہتان ثابت کیا اور ایسی کیا ان تمام آثار و اخبارِ قدیمہ کو جو اس واقعہ کیمتعلق ان کی معتبر اور مستند صحاح و مسانید و سنن میں منصوص من اللہ و منصوص من الرسول ثابت کی گئی تھی بالکل لغو اور جھوٹ ٹھہرا دیا انکی گمراہانہ عقائد سے ہر خاص و عام خیال کرسکتا ہے کہ انکی آگے جب خدا و رسولِ خدا کی کوئی منزلت نہیں ہے تو بیچارے علمائے شریعت کی کیا حقیقت ہوگی ہم نے اپنی کتاب میں حسبِ ضرورت سے اس بحث کی طوالت کو قید کیا تاہم وہ یہی تھی کہ شاید اہلِ اسلام اپنی حالِ پر رحم کریں اور ان مخربین شریعت و محاربین امت کی گمراہانہ لغویات میں پھنسکر اپنے عقائد صحیحہ کو خراب نہ کریں اور بمصداق آیۂ وافی ہدایہ لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ طریق مستقیم کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اپنے عقائد حقہ کے ساتھ خدا و رسول کی دربار میں پہنچنے کا اعزاز حاصل کریں۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں ان اخبار و آثار قدیمہ کو قلمبند کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس مصیبت ناک واقعہ اور اس قیامت خیز سانحہ کی خبر قریب قریب تمام انبیاء و مرسلین کو پہنچائی گئی تھی اور یہ ایک ایسا ضروری اور واجب التعظیم امر تھا کہ تمام انبیاء و مرسلین نے اس کی نسبت اپنا پورا خلوص اور اپنی کامل ہمدردی ظاہر فرمائی ہے

واقعاتِ کربلا کی مسلسل اور تمام و کمال پیشن گوئیاں

ان اخبار و آثار کے مطالعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جناب احدیت عز اسمہ نے اپنے اور ضروری اسرار کی تعلیم روحانی کیوقت اپنے اس راز کی خبر بھی جناب آدم علی نبینا و علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ صاحب ناسخ التواریخ نے اس مقام پر اپنی کتاب میں بہت بڑی عرق ریزیوں سے کام لیا ہے اور اس واقعۂ عظیمہ کو قریب قریب تمام انبیاء و مرسلین کے ارشادوں سے ثابت کیا ہے چنانچہ انہوں نے ایک جناب آدم صفی اللہ کے حالات میں اس واقعہ کی اطلاع کو کئی طریقوں سے لکھا ہے ہم ان مختلف طریقوں میں سے صرف اس طریقہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جس کو انہوں نے تفسیر در الثمین کی اسناد سے لکھا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

تفسیر آیۂ کریمہ فتلقی آدم من ربہ کلمت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ می فرماید۔ خلاصہ معنی چنانست کہ آدم علیہ السلام در ساقِ عرش کلمہ چند نگریست۔ جبرئیل علیہ السلام وی را بیاموخت کہ بدان کلمات کہ اسمائے پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل پیغمبر بود بنا بندہ بشود و بدینگونہ سخن بگوید یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمۃ یا محسن بحق الحسن والحسین علیہم السلام۔ خدا را بدیں کلمات سوگند داد چوں بنام امام حسین علیہ السلام رسید آتش حزن از قلبش برانگیخت و آب از چشمش بریخت گفت بجبرئیل کہ چہ شد کہ در ذکر پنجم قلبم بشکافت و عبرتم سیلان یافت جبرئیل گفت ایں فرزند تو بمصیبتِ بزرگ مبتلا بشود کہ ہمہ مصیبتہا در نزد آں کوچک باشد گفت ای برادر آں کدام است قال جبرئیل یقتل عطشاناً غریباً وحیداً فریداً لیس لہ ناصر ولا معین ولو تراہ یا آدم وھو یقول واعطشاہ واقلۃ ناصراہ حتی یحول العطش بینہ وبین السماء کالدخان فلم یجبہ احد الا بالسیوف و شرب الحتوف فیذبح ذبح الشاۃ من قفاہ وینھب رحلہ اعدائہ وتشھر رؤسھم ھو وانصارہ فی البلدان ومعھم النسوان کذلک سبق فی علم الواحد المنان گفت تشنہ شود تنہا لیکن تشنہ لب باشد و بیکس باشد و تنہا باشد و فرید باشد و او را ناصرے و معینے نباشد اے آدم اگر او را ببینی در حالتے کہ می گوید واعطشاہ واقلۃ ناصراہ تا گاہے کہ از تشنگی چشمش چناں تاریک می شود کہ آسمان را نتواند دید و ہیچکس او را

جواب نگوید آلا بازبانِ شمشیر و شراب مرگ پس او رامی کشند چنانکه گوسفند را از قفا سر بر می دارند و اموال و اثقال او را دشمنان او به نهب و غارت می برند و سر او اصحاب او را بر سنان ها می کنند و در شهرها می گردانند و اهلبیت او را اسیر می کنند و این صورتیست که از پیش بعلم خدا دیده و احد بر گذشته است۔

چون این سخن بپایۂ رفت آدم و جبرئیل چون زن ثکلی (سوگوار) بگریستند۔

جناب نوح علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے متعلق وہ یہ عبارت درج فرماتے ہیں در تاریخ محمد نجار شیخ المحدثین باسناد به انس ابن مالک مرقوم می دارد و قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لما اراد اللہ ان یھلک قوم نوح اوحی اللہ تعالی ان اشق الواح الساج فلما شقھا لم یدر مایصنع بھا فھبط جبرئیل فاراہ ھیئۃ السفینۃ ومعہ تابوت فیھا مائۃ الف مسمار ففرق المسامیر کلھا فی السفینۃ الی ان بقیت خمسۃ مسامیر فضرب الی مسمار فاشرق بیدہ واضاء کما یضیٔ الکوکب الذی فی افق السماء فتحیر نوح الخ

جناب رسول خدا فرمود چون خدا خواست قوم نوح علی نبینا و علیہ السلام را بعرضۂ ہلاک در آورد نوح را فرمان کرد که الواح درخت ساج را بشکافد چون بشکافت ندانست که با آن الواح چہ صنعت کند آن وقت جبرئیل فرود شد و از برائے نوح صورت کشتی را نمودار کرد و صندوقے بود که صد ہزار مسمار داشت پس آن کشتی را با مسمارها استوار نمود و ہنوز پنج مسمار باقی بود و یکی از ان پنج را بکار بست دبا مطرقہ بکوفت اشعۂ از ان مسمار بدرخشید چنانکہ ستارۂ روشن در افق آسمان درخشان گردید و نوح را ازین حدیث عجیب حیرتے فرو گشت پس مسمار بطلاقت لسان و ذلاقت بیان بسخن آمد و گفت من بنام خیر الانبیاء محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مستم جبرئیل فرود شد نوح گفت یا جبرئیل حال این مسمار چیست که من چون ندیدہ ام گفت این مسمار بنام سید انبیاء محمد ابن عبد اللہ است آنرا بر اوّل سفینہ نصب کن از طرف ایمن پس مطرقہ بر مسمار ثانی زد ہمچنان نوری طالع و ساطع گشت نوح گفت این چیست جبرئیل عرض کرد کہ این مسمار برادر و پسر عم و سید اوصیا علی ابن ابیطالب است این مسمار را بر جانب ایسر سفینہ نصب کن پس مطرقہ بہ مسمار ثالث زد و ہمچنان نورے تابان و درخشان گردید جبرئیل عرض کرد این مسمار فاطمہ علیہا السلام است آن را در جنب پدرش رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم استوار فرمائی آنگاہ مسمار چہارم از ضرب مطرقہ ساخت چون نور آن ظاہر شد و لمعان نمود جبرئیل گفت این

مسمار حسن علیہ السلام است آنرا در جنب پدر جا بدہ چون نوبت مسمار پنجم رسید و مطرقہ بکوفت نور بالا گرفت و آثار خون بدید ار گشت فقال جبرئیل ھذا الدم وقصۂ شہادت حسین علیہ السلام و کردار امت را با آن حضرت بہ شرح کرد فلعن اللہ قاتلہ و ظالمہ و خاذلہ پس جناب نوح علیہ السلام قاتل و ظالم او را بلعن و نفرین یاد کرد۔

جناب ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

و نیز در خصال بسند بحضرت امام رضا علیہ السلام منتہی می شود که فرمودہ کہ خداوند امر کرد ابراہیم علیہ السلام را کہ ذبح کند کیشے را کہ فرستادہ بجای فرزندش اسمٰعیل ابراہیم ارزو مند بود کہ ذبح کند بدست خویش اسمٰعیل را تا باز گشت کند در قلبش آنچہ باز گشت می کند در قلب پدر کہ بدست خویش اعز او اشرف اولاد خود را بکشد و بدین طاعت او را اکنہ از رفع درجات اہل ثواب او در مصائب فاوحی اللہ تعالی الیہ یا ابراہیم من احب خلقی الیک فقال یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیبک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاوحی اللہ الیہ افھو احب الیک او نفسک قال ھو احب الی من نفسی قال فولدہ احب الیک او نفسک قال بل ولدہ قال فذبح ولدہ ظلما علی یدی اعدائہ اوجع لقلبک او ذبح ولدک بیدک فی طاعتی قال یا رب بل ذبحہ علی ایدی اعدائہ اوجع لقلبی قال یا ابراہیم فان طائفۃ تزعم انھا من امۃ محمد سیقتل الحسین علیہ السلام ابنہ من بعدہ ظلما و عدوانا کما یذبح الکبش ویستوجبون بذلک سخطی ۔ از خداوند تعالی و تبارک خطاب آمد کہ اے ابراہیم از آنچہ من آفریدم نزد تو محبوب تر کیست؟ عرض کرد از آنچہ بیافریدی محبوب تر نزد من حبیب تو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہست خطاب آمد او را دوست تر میداری کہ خویشتن را۔ عرض کرد او را از نفس خویش دوست تر دارم خطاب آمد کہ فرزند خود را عزیز تر داری یا فرزند او را عرض کرد فرزند او را ۔ خطاب آمد کہ قتل فرزند او از ظلم بدست دشمنان او قلب ترا بیشتر بہ اندوہ آورد یا قتل فرزند تو بدست تو در طاعت من عرض کرد قتل فرزند او بدست دشمنان او دردناک تر است بر من ۔ خطاب آمد کہ اے ابراہیم ہمانا طائفۂ کہ گمان می کنند امت محمد اند زود باشد کہ فرزند او حسین علیہ السلام را از ظلم و عدوان بکشند کہ گوسفند را کشند و مستوجب غضب من گردند پس ابراہیم را دل بدرد آمد و بگریست فاوحی اللہ تعالی یا ابراہیم

قد فدیت جزعك علی ابنك اسمٰعیل لو ذبحته بیدك بجزعك علی الحسین وقتله واوجبت لك ارفع درجات اهل الثواب علی المصائب وذالك قول الله تعالیٰ وفدینٰه بذبح عظیم۔ از حضرت قدس مرا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام را وحی آمد کہ ای ابراہیم آں جزعیکہ بر فرزندت اسمٰعیل انگیز می گشت اگر او را فدا کردی برگریستن حسین علیہ السلام واجب ساختی از بہر خود بلند تر درجہ از درجات اہل ثواب بر مصائب از ا نجا کہ خدا تعالیٰ فرمودہ وفدینٰہ بذبح عظیم۔

ازیں خبر مکشوف می افتد کہ فدا شدہ است جزع ابراہیم بر فرزندش اسمٰعیل فدیہ شدنی بر ذبح حسین کہ ذبح عظیم است (ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات پر فریقین کا اتفاق ہے علمائے اہلسنت واقعہ کربلا کی پیشین گوئیوں کو ذبح اسمٰعیل کیوقت سے بتلاتے ہیں اور علمائے اہلبیت اس سرِ خداوندی کو ادرِ قدیم سے شمار کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے واقعات پر فریقین نے اتفاق کیا ہے اور اسی وقت سے دونوں فرقے اسکو اخبار قدیمہ میں داخل کرتے ہیں چنانچہ ہمارے معتبر ومستند معصر عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب اپنے رسالہ البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا واقعہ تو سب کو معلوم ہے جسکی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے ان ہذا لھو البلآء المبین ۵ فدینٰہ بذبح عظیم ۵ ان ہذا لھو البلآء المبین۔ کے معنی تو صاف ہیں کہ فی الواقع یہ ایک روشن امتحان ہے لیکن وفدینٰہ بذبح عظیم کا مطلب سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس ذبح عظیم یعنی قربانی بزرگ کے بدلے حضرت اسمٰعیل کو بچا لیا فی الحقیقت وہ ذبح عظیم جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہے وہی تھا جو عاشورہ محرم کربلا کے قیامت خیز میدان میں بروز جمعہ بوقت عصر واقع ہوئی اور ابراہیم کے فرزند کی ناتمام قربانی کو علی کے لخت جگر حسین نے کامل کر دیا تھوڑا غور کرنے سے ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ کسی گوسفند کی یہ حقیقت نہ تھی کہ اُسے حضرت اسمٰعیل کی مقابلہ میں ذبح عظیم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا۔

اخبار صحیفہ سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے حسب منشائے حکم باری عزاسمہ حضرت اسمٰعیل کو قربانی کرنا چاہا اور بعدہٗ بموجب ارشاد رحمانی اس عمل سے باز رکھے گئے تو انکو حزن کیا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قربانی کے لئے مجھی با دل ناشدہ مدد کیا تھا مامور کئے گئے تھے اس سے باز کیوں رکھے گئے پس حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان ہذا لھو البلآء المبین ۵

فدینٰہ بذبح عظیم یعنی واقعی یہ بہت ہی سخت امتحان ہے اور ہم نے اسمٰعیل کو ایک بڑی قربانی کے بدلے بچا لیا حضرت ابراہیم نے اس بڑی قربانی کو دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ تیرا فرزند حامل نور خیر المرسلین ہے اس وجہ سے ہم نے تیرا امتحان لے کر اسمٰعیل کو بچا لیا پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے خلیل اللہ کی نظروں سے رفع حجاب فرمایا کہ آپ جناب محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آلِ باصفا کا رتبہ جلیلہ مشاہدہ فرمالیں جب آپنے یہ منظر عالی منزلت ملاحظہ فرمایا تو بہت ہی محفوظ ہوئے اور حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام کو دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جواب آیا کہ اسمٰعیل کے فرزند کے لخت جگر یعنی دختر محمد مصطفٰیؐ کا بیٹا حسین ہے ای ابراہیم تو اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کو؟ اپنے فرزند اسمٰعیل کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کے لخت جگر حسینؑ کو؟ ابراہیم نے عرض کی کہ خداوند میں محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے اور امام حسین علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم! اسمٰعیل کا فدیہ عظیم یہی ہے اشقیائے امت اسکو مع اس کے اطفال خوردسال کے تین دن کا بھوکا پیاسا غربت وبیکسی کی حالت میں نہایت ظلم وستم کے ساتھ شہید کریں گے جسکو دیکھکر شجر وحجر آسمان وزمین اور وحش وطیور روئیں گے جب جناب خلیل اللہ نے یہ واقعہ سنا شدت قلق سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری تھے خطاب آیا کہ اے ابراہیم حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونا اسی ثواب کے برابر ہے جو اسمٰعیل کی قربانی سے حاصل ہوتا (دیکھو مناہج الطالبین قزوینی روضۃ الشہدا حبیب السیر مدارج النبوۃ وغیرہ ہا۔

بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کو گھر سے لے چلے اور حضرت ہاجرہ نے چھری اور رسی لینے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک گوسفند کی قربانی کرنی ہے پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے گوسفند قربانی بھیجکر اپنے برگزیدہ نبی کے قول کو پورا کر دیا اس امر عجیب کو تو دیکھو کہ باوجود صدہا زخموں کے جناب سید الشہدا اور روحی لہ الفدا کی روح مبارک نے جسد اطہر سے اس وقت تک مفارقت نہ کی جبتک کہ آپ گلوئے تشنہ پر خنجر جفا پھرا کر لفظ ذبح کا مصداق نہ ہو لیا اور یہی لفظِ ذبح کی رعایت تھی کہ آپ کے قاتل بھی اسلام کے مدعی تھے کیونکہ ذبیحہ کیلئے کلمہ گو کی شرط ہے گو وہ زبانی ہی کیوں نہ۔ اور چونکہ شہادت کبریٰ کی تکمیل منظور الٰہی تھی لہذا وہی اشرار ملاعین جو برائے نام اسلام کا دم بھرتے تھے بعنوان کیف

یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق۔

کفار زمانہ جاہلیت سے بدتر اور زنا کار تر ہوگئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولٰئک ھم الضالون پس گویا قدرت نے ذبح شہادت کے دونوں پہلوؤں کو ایک ہی واقعہ سے ثابت اور مکمل کر دیا۔

ہمارے لائق معصر کی عبارت سے واقعۂ کربلا کی تصدیق اخبار و آثار ابراہیمی سے بخوبی ہو گئی۔ اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جناب موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ وعلیہ السلام کے زمانہ میں اس واقعہ کی خبر کو صاحب ناسخ التواریخ اس عبارت میں لکھتے ہیں۔

در خبر است کہ موسیٰ علیہ السلام با یوشع بن نون عبورش بارض کربلا افتاد ناگاہ نعل موسیٰ علیہ السلام پاره شد و خارے بر آمد و شراک نعل بگسست و خارے سخت در پائے موسیٰ خلید و خون رواں گشت فقال الٰھی ای شئی حدث منّی فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ان ھنا یقتل الحسین وھنا یسفک دمہ فسال دمک موافقۃ لدمہ عرض کرد الٰہی چہ گناہے از من پدید گشت کہ بدیں کیفر گرفتار شدم خطاب آمد خون حسین علیہ السلام دریں موضع بخاک بریزد و خون تو بموافقت خون او جاری گشت عرض کرد حسین کیست؟ فقیل لہ ھو سبط مصطفیٰ و ابن علی المرتضیٰ عرض کرد قاتل او کیست؟ خطاب آمد کہ لعین ماہی دریا و ملعون وحوش صحرا و طیور ہوا یزید ابن معاویہ پس موسیٰ دست برداشت و بر یزید لعن فرستاد و دعا و را بنفرین یاد کرد و ایں وقت یوشع ہم امین گفت و از آنجا بسلامت درگذشت حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ اور بھی جو ایک درویش خدا رسیدہ کے ساتھ آپ کی ملاقات میں مشہور ہے بوجہ شہرت کی اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق یہ حالات مشہور ہیں

مروی است کہ سلیمان علیہ السلام بر بساط خویش جائے داشت و در ہوا عبور می داد ناگاہ روزی از زمین کربلا خواست کہ در گذرد باد بساط او را بگرداں انداخت چنانکہ سلیمان بیمناک شد تا باد او را بخاک افگند ایں وقت باد از جنبش باایستاد و بساط او را بخاک در افتاد فقال سلیمان للریح لم سکنت فقالت ان ھھنا یقتل الحسین علیہ السلام سلیمان فرمود تراچہ افتاد کہ ساکن گشتی گفت مقتل حسین علیہ السلام در آنجا است سلیمان پرسید حسین کیست؟ گفت سبط احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و پسر علی مرتضیٰ علیہ السلام است گفت کشندۂ او کیست؟ گفت لعین اہل السمٰوات والارض یزید پس سلیمان دست برداشت و او را لعن فرستاد و بدعا بد یاد کرد و ایں وقت جن و انس امین کشتند و باد وزیدن گرفت و بساط طریق سلامت سپرد۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ السلام مروی ست کہ عیسیٰ علیہ السلام را با حواریون گذر بکربلا افتاد ناگاہ شیر شرزۂ را نگریستند کہ طریق را بر مختاران سد و ساختہ عیسیٰ پیش شد و قال لم جلست فی ھذا الطریق ولا تدعنا نمر فیہ فرمود از چہ رو در ایں راہ نشستہ و بر روندگان راہ بستہ ونمی گذاری کہ ما در گذریم آں شیر بفصیح تر زبانے بسخن در آمد و گفت انی لم ادع لکم الطریق حتیٰ تلعنوا یزید قاتل الحسین نمی گذاریم شمارا کہ در گذرید الا آنکہ یزید را کہ کشندۂ حسین علیہ السلام است لعن کنید عیسیٰ علیہ السلام گفت او کیست؟

قال سبط محمد النبی الامی و ابن علی الولی۔

فرمودہ قاتل او کیست؟ گفت قاتل او ملعون وحوش بیاباں و درندگان صحرا خاصہ روز ہائے عاشورا۔ پس عیسیٰ دست برداشت و لعن کرد بر یزید و نفرین فرستاد و ایں وقت شیر از طریق کنارے گرفت و حواریون امین شدند و بجانب مقصود عبور دادند

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک اور واقعہ بھی مشہور ہے جس کو ہم جناب علی ابن ابیطالب کے سلسلہ روایات میں بیان کرینگے المختصر ہمارے اس مختصر سلسلہ بیان سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عظیم خدائے علیم کے علم میں قدیم سے چلا آتا ہے اور اس کی تکمیل جناب ختم المرسلین کے پیارے نواسے کے ذریعہ سے کربلا کے قیامت خیز میدان میں پوری ہونے والی مقدر ہو چکی تھی چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق میں ہمارے معزز اور محترم معصر تحریر فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم نے اپنی مکرم مخلوق میں سے جس کو جیسا رتبۂ عالی عطا فرمایا اسی قدر اسکو انتظامی تکلیف کا مورد بنایا چنانچہ انبیائے عالیشان اور بانیان ادیان نے اپنوں یا بیگانوں کے ہاتھوں سے جو جو مصیبتیں اٹھائی ہیں ان کا احصا تاریخ دنیا کی سیر کرنیوالے مشکل سے کر سکتے ہیں ابو البشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی خلقت و بعثت سے ہدایت اور دین الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا اس طرف سے حضرت آدم انسانی نسلوں کے موجب ہو کر ہمارے لئے قانون الٰہی لائے وہ میری جانب سے شارع امتحان

ابتلا طالع ہوا گویا مذہب و آزمائش دونوں ایک ہی روز جلوہ افروز عالم ہوئے ضروری تھا کہ بانیانِ دینِ خداوندی اور رہبرانِ ہدایتِ حق معرضِ امتحان و آزمائش میں لائے جائیں کیونکہ سونا اگر آگ میں جلنے سے پہلے بھی سونا ہے مگر آگ میں پڑنے سے وہ ثابت کردیتا ہے کہ میں آزمائش میں کھرا اور کامل ہوں ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں ۔۔۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

گو ہمارے ناقص اور کمزور خیالات اس آزمائش و ابتلا کو کسی غیر محدود معنی سے تعبیر کریں لیکن روحانی مذاق کی بنا پر اس قسم کی آزمائش محض فضلِ خداوندی اور برکاتِ ناستناہی ثابت ہوئی ہے حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت یونسؑ حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت جرجیسؑ۔ وغیرہم صلوٰۃ اللہ علیہم وعلی نبینا وآلہ اجمعین کو مخالفین کے ہاتھوں سے جو ناقابل برداشت اذیتیں اٹھانی پڑی ہیں وہ قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ مردانِ خدا کو خدا کی راہ میں کس کس قسم کے دشمنوں سے مجاہدہ اور مقابلہ کرنا پڑا ہے خود ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایتِ امت کی بدولت جن جن مصائب کے سامنے ہوئے ان کی شرح اور تفصیل کی حاجت نہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء ومرسلین کے سردار اور جمیع شرائع کے متمم تھے لہٰذا ضرور تھا کہ ان کا امتحان اور ابتلا بھی ان کو رتبۂ رعلی کیمدا فوق پہنچا چنانچہ وہ ان کے پیارے فرزند کیساتھ مخصوص ہوا جس کے ماتم کے لئے قصرِ عالم عزاخانۂ مخلصین و وفادار بنا دیا گیا اگرچہ درجۂ شہادت فی الاصل ابتلاء رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک انتہائی شعبہ تھا لیکن اس کی قرعہ اندازی حسین ابن علیہما السلام روحی فداہما کے نام گرامی پر ہوئی یوں تو جس طرح حضرت نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالفین کی بدولت تکلیفیں جھیلنی پڑیں اسی طرح ان کے خاندانِ عظیم الشان کا ہر ایک رکنِ رکین شیاطینِ امت کے ہاتھوں مبتلائے مصیبت و آلام رہا لیکن درحقیقت ایک مخصوص آزمائش اور کامل ابتلا کا مرتبۂ خامس آلِ عبا کی ذاتِ فائز البرکات پر ختم ہوگیا علامۂ اجل شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب سر الشہادتین میں واقعۂ شہادت کی جو تمہید زیب رقم فرمائی ہے اس کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ جتنے کمالات جُدا جُدا کل انبیاء میں تھے وہ سب ذاتِ سرورِ کائنات میں مجتمع ہوگئے فقط ایک کمالِ شہادت باقی رہ گیا تھا جس کے حاصل نہ ہونیکا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس شہید ہوجاتے تو شوکتِ اسلام ٹوٹ جاتی اور عوام کو غزوۂ دین میں خلل پڑجاتا پس حکمتِ الٰہی نے چاہا کہ یہ عظیم الشان کمال بھی آنحضرت کو ان کے اہلبیت میں سے ایسے عزیز قریب تر کے ذریعہ سے پہنچے جو بمنزلہ فرزندِ حقیقی کے ہو تاکہ اس کا یہ کمالِ شہادت جنابِ رسولِ خدا کی ذات میں شامل ہوجائے چنانچہ عنایتِ ایزدی نے حسنین علیہما السلام کو اپنے نانا کا قائم مقام اور نائب بنایا اور دونوں کو دو آئینے پرتوِ کمالِ محمدی اور دو رخسارِ جمالِ مصطفوی کے ٹھہراکر ان دونوں صاحبزادوں کے توسط سے یہ کمال بھی ذاتِ آنحضرت میں داخل کردیا۔

فی الحقیقت جناب شاہ صاحب کی یہ تحقیق ندرتِ ذکاوت ان کے اتباع کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہوسکتی ہے لیکن اس قدر افسوس ضرور ہے کہ شاہ صاحب نے حسین ابن علی کی قائم مقامی اور نیابتِ مصطفوی کو فقط ان کے قتل ہی تک محدود و مخصوص کردیا بمصداق قول شاعر ؎

از صحنِ خانہ تابہ سرِ بام از آنِ من * وز سقفِ خانہ تابہ ثریا از آنِ تو

مولف صاحب (رسالۃ البلاء المبین) لکھتے ہیں کہ میدانِ کربلا کا معرکۂ شہادت معنوی طور پر وہ عظیم المرتبہ امانت تھی جس کو قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے حضرت اسمٰعیل کی مقدس خاندان میں سپرد کیا تھا اور سنہ ۶۱ ہجری میں عاشورا کے دن جناب امام حسین علیہ السلام نے نہایت ہی استقلال اور ثابت قدمی کیساتھ ادا کردیا یہ وہ ودیعت تھی جو خاندانِ اسمٰعیل میں چلی آتی تھی اور جس کے ادا کرنے اور بار اٹھانیکا کوئی متحمل نہیں ہوسکتا تھا لیکن بالآخر اس کے بیچے امین نے نہایت خوشی سے تسلیم و رضا کیساتھ ذبحِ عظیم کی پیشن گوئی پوری کردی اور بی بی ہاجرہ کی مبارک نسل کا وعدہ بی بی فاطمہ کی مقدس نسل نے کامل طور پر وفا کردیا یعنی دہم محرم کو حسین ابن علی نے اس وعدہ کی تکمیل کرکے اپنے دادا اسمٰعیل ابن ابراہیم علیہما السلام کو سبکدوش کردیا۔

بمضمونِ احادیثِ متواترہ جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خبروں کا مکرر پہنچنا ثابت کرتا ہے کہ خداوندِ عالم کا آنحضرت کو اس واقعہ سے مطلع کرنا بے معنی نہ تھا بلکہ یہ وہی وعدہ تھا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہما السلام سے لیا گیا تھا اور گویا یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ جس قربانی کی بنا پر حضرت اسمٰعیل سے

شروع ہوئی تھی وہ خاندانِ مصطفوی اور دودمانِ مرتضوی کے چشم وچراغ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی ذات پر ختم اور کامل ہو گئی۔
دیکھو اگر جنابِ امام حسین علیہ السلام چاہتے تو فقط یزید لعین کی بیعت سے آپ کی اور ان کے اہلبیت کی مخلصی ہو جاتی جنابِ امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے وہ منحوس سماں اور نامبارک منظر تھا جس میں بے خانماں ہو کر جامِ شہادت پینگے وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بعد ان کے اہلبیت اور ذریت کیساتھ دشمنانِ دین کوئی کمی نہیں کریں گے بچوں کی آہ وزاری عورتوں کی فریاد وبیقراری۔ ایسا مقام جہاں بجز ذاتِ باری نہ کوئی مونس ومعین ہو نہ ہمدم وناصر۔ اپنی جماعت قلیل اور اشقیا کی جمعیت کثیر آفتاب کی تمازت پانی کا مطلق بند ہونا۔ یہ سب باتیں کیا اس امر کے لئے کافی نہیں تھیں کہ ایک انسان کا دل ہلاکر اسکو امورِ مخالف طبع کے قبول کرنے پر آمادہ کردیں؟ کیا کوئی آدمی اپنی بشری ہستی میں ایسی سختیوں اور بلاؤں کا متحمل ہو کر اپنی وجدانی صداقت اور ایمانی قوت پر قائم رہ سکتا ہے؟ مگر ہاں فاطمہ زہرا کے فرزند حسین علیہ السلام نے یہ ساری مصیبت وصعوبت اپنے سر لے لی اور آنکھوں کے سامنے ان کے ننھے ننھے بچے اور عزیز قتل کردیئے گئے جن درندے اور پرند سیراب ہوتے تھے وہ اس سے محروم رکھے گئے دھوپ کی تکلیف اٹھائی بھوک پیاس کے صدمے سہے خیمے جلا دیئے گئے۔ خود جسم لطیف پر بے شمار زخم کھائے لیکن اس ودیعتِ اسمٰعیلی کے ضامن اور امانتِ ابراہیمی کے امین نے ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے دم مارنا تو کیا یہ بھی زبان سے نہ فرمایا کہ خدایا اس بلا سے مجھے نجات دے یا یہ آزمایش مجھ سے ٹال دے اور باوجود ہزار ہا قسم کی مصیبتوں کے وہ ذرا بھی تو بیقرار نہ ہوا اور تمام شب باوجود اس بار کے اٹھالینے اور اس امتحان میں پورا اترنے کے دعاؤں میں بھی مشغول رہا۔ واقعی جنابِ امام حسین علیہ السلام بیقرار کیوں ہوتے وہ ایسے نہ تھے کہ اپنے دادا کی امانت کو ادا نہ کرتے اور اپنے نانا کی امت کی کشتی نجات کو گردابِ ضلالت میں ڈوب جانے دیتے بلکہ انہوں نے خود اس جوش کو پورا کردیا جو حضرت ابراہیم کے دل میں پیدا ہوا تھا اور اس طوفان کو ٹال دیا جس میں امتِ محمدیہ غرق ہوا چاہتی تھی (دیکھو البلاغ المبین صفحہ ۶۲ مطبوعہ کانپور)
ہمارے معزز معاصر کے اس بیان سے ہمارے ناظرین کو اس واقعہ کی ضرورت اور اسرارِ خداوندی میں اس کے داخل ہونیکی پوری کیفیت تو معلوم ہو گئی اب ہم ان پیشین گوئیوں کو درج کرتے ہیں جو مخصوص جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار نہیں کئی بار اس عظیم المرتبہ اور جلیل الشان شہادت کی نسبت خاصکر اسی وجہ سے پہنچائی تھیں کہ آپ کے ان ارشاد و ہدایت بنیاد اور آپکے ان فرمان واجب الاذعان پر تمام مسلمان کامل اعتقاد رکھکر ایسی تیرہ وتار زمانہ میں اپنے آپ کو اس کے اقدام کے مواخذہ سے بچائیں اور ایسے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کریں بعض ابنائے زمانہ کا یہ خیال ہوگا کہ واقعۂ کربلا کے متعلق آنحضرت نے صرف ایک ہی بار خبر دی ہوگی۔ ایسا نہیں ہے اس وقت سے لیکر اس وقت تک کے علماء نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کرکے اس کو متواتر کا درجہ عطا کردیا ہے ان لوگوں کا ایسا خیال محض شبہ ہی ہے جو ان کو عدمِ کتب بینی کی وجہ سے لاحق ہوا ہے اگر وہ کتب اخبار وآثار کے مطالعہ کی طرف اب بھی توجہ فرمائیں تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ شہادت جنابِ امام حسین علیہ السلام کا واقعہ وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دربارِ الٰہی سے مختلف اوقات میں متفرق ذریعوں سے خبر پہنچتی رہی ہے اور جب آپکو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو فی الحقیقت آپ نے اس کی اطلاع تمام اہلِ اسلام کو دی ہے۔

واقعاتِ کربلا کی صحیح اور معتبر پیشین گوئیاں

مشکوٰۃ شریف میں تحریر ہے۔ عن ام الفضل بنت الحارث امرأۃ العباس رضی اللہ عنہ انھا دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یا رسول اللہ رایت حلما منکرا اللیلۃ قال ما ھی قالت رایت کان قطعۃ من جسدک المبارک قطعت ووضعت فی حجری فقال علیہ السلام رایت خیرا تلد فاطمۃ ان شآء اللہ غلاما یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمۃ الحسین کان فی حجری فارضعتہ بلبن قثم فدخلت یوما علی النبی فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی مالک قال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم واتانی بتربۃ حمرآء۔
ام الفضل زوجۂ محترمہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے رات کو ایک پریشان خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کونسا خواب ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے کہ آپ کے بدن مبارک

کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں رکھدیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جو تمہاری گود میں رہیگا۔ اُمّ الفضل کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہ کے ہاں جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے اور میں نے ان کو اپنے بیٹے قثم کا دودھ پلایا ایک دن میں آنحضرت کے پاس گئی اور حسین کو ان کی گود میں دیدیا پھر دیکھا کہ آنحضرت کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے پوچھا کہ یا حضرت میری ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو کیا ہوا فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی کہ میری اُمّت اس فرزند کو قتل کر ڈالیگی میں نے کہا اسے! فرمایا ہاں اور مجھے سُرخ مٹی بھی دی (دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ولادت ہی کے دن آنحضرت جناب امام حسین کی شہادت کی خبر دربار احدیت سے پہنچ گئی تھی۔ بہت سے معزز اور معتبر معصرین نے اس واقعہ کو خاص جناب سیدہ کی زبانی بھی تحریر فرمایا ہے اور وہ ایک ایسا صحیح الاسناد واقعہ ہے جس پر علمائے فریقین نے قطعی اتفاق فرمایا ہے ممدوح کی عبارت یہ ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے اگرچہ چھپّن سال کی عمر میں شربت شہادت نوش فرمایا لیکن اس واقعہ کی خبر مصیبت اثر ولادت ہی کے زمانہ میں شائع ہو کر گویا دنیوی رنج و راحت کا توام ہونا ثابت کر چکی تھی چنانچہ روضۃ الشہداء سے منقول ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو اپنے حبیب کی خدمت میں ادائے تہنیت کے لئے بھیجا۔ جبرئیل نے تہنیت فرزند ادا کی اور اس کے بعد ہی تعزیت شروع کر دی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سبب تہنیت تو معلوم ہے لیکن تعزیت کی کیا وجہ ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یا رسول اللہ جس حلق پر آپ بوسہ دیتے ہیں آپ کے بعد تیغ جفا سے مجروح کیا جائیگا پھر کسیقدر حال کربلا عرض کیا۔ حضرت سید المرسلین یہ خبر جانکاہ سن کر بہت ہی گریاں ہوئے حضرت علی علیہ السلام نے رونے کا سبب دریافت کیا اور جب واقعہ شہادت سنا تو وہ بھی رونے لگے اور اسی حالت سے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لیگئے جناب سیدہ نے یہ خبر جانگزا سنی تو ایک نالۂ جگر خراش کھینچا اور روتی ہوئی آنحضرت کی حضور میں تشریف لے گئیں اور فریاد کی اے پدر بزرگوار! علی نے آپ کی زبانی مجھے یہ خبر سنائی ہے کہ جفا کاران اُمّت کلمہ گو نورانی حسین پر تیغ جفا پھرائینگے آنحضرت نے فرمایا ہاں۔ اے فاطمہ! جبرئیل نے اسیطرح مجھکو آگاہ کیا ہے جناب سیدہ رونے لگیں اور کہا کہ میرے حسین نے ایسی کونسی خطا کی ہے جو طفولیت میں ان پر ایسا ظلم کیا جائیگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ یہ حادثہ حسین کے لڑکپن میں نہ ہوگا بلکہ اس وقت میں ہوگا جبکہ نہ میں ہونگا اور نہ تم ہوگی نہ علی ہونگے اور نہ حسنؑ ہونگے یہ سنکر جناب سیدہ زیادہ تر بیتاب ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ اے مظلوم مادر! وائے بیکس مادر! جبکہ اس وقت تیرے جد و پدر و مادر و برادر نہونگے تو کون ہوگا جو تیری مصیبت کی تعزیت بجالائیگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہاتف نے آواز دی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا ماتم مصیبت زدگان امت قیامت تک برپا کرینگے اور ہر سال جب وہ وقت آئیگا جس میں حسین علیہ السلام شہید ہونگے تو وہ لوگ تعزیت حسین کو تازہ کیا کریں گے اور بشرط مصیبت بجالایا کرینگے۔ امام بغوی اپنی معجم میں تحریر فرماتے ہیں عن انس ابن مالک ان النبیؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال استأذن ملک القطر ربّہ ان یزورنی فاذن لہ وکان فی یوم امّ سلمۃؓ فقال رسول اللہ یا امّ سلمۃؓ احفظی علینا الباب لا یدخل علینا احد فبیناھی علی الباب اذ دخل الحسین فاقتحم فی ثب علی رسول اللہ فجعل رسول اللہ یلثمہ ویقبلہ فقال لہ الملک اتحبّہ قال نعم قال انّ امّتک ستقتلہ وانّ شئت اریک المکان الذی یقتل بہ فاراہ فجآء بسہلۃ او تراب احمر فاخذتہ امّ سلمۃؓ فجعلتہ فی ثوبہا قال ثابت کنّا نقول انہا کربلآء واخرجہ ابو حاتم فی صحیحہ وروی احمد نحوہ وروی عبد ابن حمید وابن احمد نحوہ لکن فیہ ان الملک جبرئیلؑ ولکن صحتا واقعتان وزاد الثانی ایضا انہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمّہا وقال ریح کرب وبلآء۔

امام بغوی نے معجم میں انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ باران نے پروردگار عالم سے اس امر کی اجازت چاہی کہ وہ میری ملاقات کو آئے خدا نے اسے اجازت دی اور وہ دن جناب اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آنحضرت نے امّ سلمہ سے فرمایا کہ تم دروازہ کی حفاظت کرتی رہنا کوئی میرے پاس نہ آئے اس درمیان میں کہ حضرت امّ سلمہ دروازہ پر تھیں جناب امام حسین علیہ السلام آگئے اور گھر میں داخل ہو گئے اور آنحضرت کی گود میں اُچک کر جا بیٹھے۔ آنحضرت انکو پیار کرنے لگے تو فرشتہ نے کہا یا حضرت کیا آپ اسکو بہت دوست رکھتے ہیں؟ آپ نے کہا ہاں۔ اس نے عرض کی کہ آپ کی امت انکو عنقریب قتل کر دیگی اور اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ آپ کو دکھلا دوں جہاں یہ قتل ہونگے پھر وہ جگہ دکھلا دی پس نرم مٹی یا سُرخ مٹی لا دی پس حضرت امّ سلمہ سلام اللہ علیہا

نے اسے لیا اور اپنے کپڑے میں رکھ لیا ثابت کہتا ہے کہ ہم لوگ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں اور اس روایت کو یوں بیان کیا ہے ابوحاتم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد ابن حنبل نے مثل ابوحاتم کے اسکو روایت کیا ہے اور عبید ابن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ لیکن اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ فرشتہ جبرئیل علیہ السلام تھا۔ مگر اصل مضمون کوئی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور دوسری روایت میں اتنا اور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کہ اس سے کرب وبلاکی بوآتی ہے۔

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دن جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور تھوڑا دودھ جو ام ایمن نے بھیجا تھا وہی حاضر کیا۔ آنحضرت نے کھانا تناول فرمایا اور دودھ نوش کیا، پھر میں نے آنحضرت کے ہاتھ دھلائے اور آنحضرت نے اپنے ہاتھوں کو چہرۂ اقدس اور ریش مبارک پر پھیرا اور دعا کی پھر سجدہ میں گئے اور رونا شروع کیا ہم لوگ کچھ دریافت نہ کر سکے اتنے میں جناب امام حسینؑ آپکی پشت مبارک پر گر کر رونے لگے۔ آپ ان کا رونا ملاحظہ فرماکر اپنا رونا بھول گئے اور فرمانے لگے بابی انت و امی یا حسینؑ۔ میرے باپ تجھ پر فدا ہوں اے حسینؑ! تم کیوں روتے ہو؟ حسینؑ نے کہا بابا جان! ہم نے کبھی آپ کو اس قدر روتے نہیں دیکھا ہے۔ آج کیا حال ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فرزند آج میں تیرے جمال مسرت مآل کو دیکھکر ایسا مسرور ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام نے خداوند عالم کی طرف سے آکر یہ خبر پہنچائی کہ میری امت تجھکو بحالت غربت وکربت شہید کریگی (دیکھو رسالہ البلاء المبین صفحہ ۱۵)

معجم کبیر میں امام طبرانی لکھتے ہیں۔ عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تبکوا ھذا الصبی یعنی حسینا قال وکان یوم ام سلمۃ منزل جبرئیل فدخل رسول اللہ وقال لام سلمۃ لا تدعی احدا یدخل علی فجاء الحسین فلما نظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البیت اراد ان یدخل واخذتہ ام سلمۃ واحتضنتہ وجعلت تناحیہ و تسکتیہ فدخل حتی جلس فی حجر النبی فقال جبرئیل للنبی ان امتک ستقتل ابنک ھذا تناول جبرئیل تربۃ فقال بمکان

کذا وکذا فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم قد احتضن حسینا کاشف البال مغموما فظنت ام سلمۃ انہ غضب من دخول الصبی فقالت یا نبی اللہ جعلت الفداء انک قلت لنا لا تبکوا ھذا الصبی وامرتنی ان لا ادع احدا یدخل علیک فجاء فخلیت عنہ فلم یرد علیہما جی ابا فخرج الی الصحابۃ وھم جلوس فقال لھم ان امتی یقتلون ھذا وفی القوم ابی بکر وعمر وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم ھذہ تربۃ وارا ھم ایاھا (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر فی مسند ابی امامۃ الباھلی)

ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ اس لڑکے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کو نہ رلایا کرو۔ اس روز جناب ام سلمہ کے گھر کی باری تھی۔ آنحضرت کے پاس جبرئیل نازل ہوئے۔ حضرت گھر کی کوٹھری میں تشریف لے گئے اور ام سلمہ سے فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا ناگہاں امام حسین تشریف لاتے اور حضرت کو دیکھکر کوٹھری میں گھسنے لگے جناب ام سلمہ نے انھیں تھام کر اپنے گلے لگا لیا اور انکو اندر جانے سے روک رکھا اور انکو رونے سے چپ کرانے لگیں جب وہ سخت رونے لگے تو جناب ام سلمہ نے انکو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کے پاس جاکر گود میں بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کی امت اس کو عنقریب قتل کریگی اور ہاتھ بڑھاکر آنحضرت کو تھوڑی سی مٹی دی اور کہا کہ وہ اسی مکان میں شہید کئے جائیں گے۔

پس آنحضرت امام حسین کو گود میں لئے ہوئے نہایت غمگین برآمد ہوئے جناب ام سلمہ نے خیال کیا کہ شاید آنحضرت امام حسین کے اندر جانے سے ناراض ہوئے ہیں وہ عرض کرنے لگیں یا نبی اللہ میں آپ کے قربان ہو جاؤں حضور نے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کو مت رلایا کرو اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا، جب جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے ان کو روک رکھا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو نہ کچھ جواب دیا اور صحابہ کے پاس تشریف لائے سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ بہ تحقیق میری امت اس کو شہید کریگی صحابہ میں ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے۔ حضرت نے ان کو دکھلاکر فرمایا جہاں پر یہ شہید کئے جائیں گے وہاں کی مٹی یہ ہے۔

اس روایت سے تو آنحضرت کا علی الاعلان خبر شہادت حسین پہنچانا بخوبی ثابت

ہو گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت عائشہ سے بھی واقعۂ شہادت کی خبر مشہور ہے۔ چنانچہ امام طبرانی اور ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال اخبرنی جبرئیل انی ابنی الحسین یقتل بارض الطف وجاءنی بھذہ التربۃ واخبرنی ان فیھا مضجعہ۔ ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین طف کی زمین پر مارا جائے گا اور یہ مٹی مجھکو لاکر دکھلائی گئی ہے کہ اس میں انکی قبر ہوگی

امام ترمذی اپنی صحیح میں امام احمد ابن حنبل اپنی مسند میں اور امام بیہقی اپنی سنن میں تحریر کرتے ہیں عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف النہار واخذ بیدہ قارورۃ فیہا دم ملتقط فسألہ فقال دم الحسین علیہ السلام واصحابہ لم ازل ابتعہ منذ الیوم فنظروا فوجدوا قد قتل ذلک الیوم۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ ژولیدہ مو غبار آلودہ انکے ہاتھ میں ایک شیشی کہ اس میں مٹی سے ملا ہوا خون تھا حضور سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا حسین اور اس کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ میں ہمیشہ اسکو دیکھا کرتا تھا ایک دن اسکو دیکھا کہ بالکل خون ہوگئی پس معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے۔

حافظ ابونعیم، و امام بیہقی و اسحق ابن راہویہ لکھتے ہیں عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا اضطجع ذات الیوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہ تربۃ حمراء یقبلھا فقلت ما ھذہ التربۃ یا رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل ان ھذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وھذہ تربتہا ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خواب استراحت فرماکر اٹھے انکے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی جسکو وہ بوسے دے رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا حضرت یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کو خبر دی ہے کہ حسین عراق کی زمین شہید کئے جائیں گے یہ وہیں کی مٹی ہے۔

حافظ ابونعیم نے پھر اسی پیشین گوئی کو ایک دوسرے موقعہ پر اس طریق سے تحریر کیا ہے عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت کان الحسن والحسین علیہما السلام یلعبان فی بیتی فنزل جبرئیل فقال یا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ان امتک تقتل ابنک ھذا من بعدک واومی الی الحسین و اتاہ بتربتہ فشمہا ثم قال ریح کرب وبلاء وقال یا ام سلمۃ رضی اللہ عنہا اذا تحولت ھذہ التربۃ دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتہا فی قارورۃ۔

ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ جناب حسنین علیہما السلام میرے گھر میں کھیل رہے تھے پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بتحقیق کہ آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو (امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے) قتل کر دیگی اور حضور کو اس جگہ کی مٹی لاکر دکھلائی۔ آپ نے اسکو سونگھکر فرمایا کہ اس سے تکلیف و رنج کی بو آتی ہے اور آنحضرت نے مجھ سے فرمایا اے ام سلمہ! جب تم اس مٹی کو دیکھو کہ یہ خون ہوجائے تو بس سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا شہید ہوگیا پس میں نے وہ مٹی ایک شیشہ میں رکھ لی

امام دیلمی لکھتے ہیں عن معاذ ابن جبل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نعی الی الحسین واوتیت بتربتہ واخبرت بقاتلہ معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دیگئی ہے ہمارے معزز اور معتبر معاصر عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب بالقابہ شواہد النبوۃ ملا جامی، لطائف اشرفی حضرت سید اشرف جہانگیر اور سعادت الکونین فی فضائل الحسنین کی معتبر اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے ایک زانو پر اپنے نور العین حسین اور دوسرے زانو پر اپنے فرزند ابراہیم کو بٹھلائے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت جبرئیل نے پیغام حق پہنچایا کہ یہ دونوں آپ کے پاس نہیں رہ سکتے ان میں سے ایک کو اختیار کیجئے۔ آہ آہ رونے کی جگہ ہے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ دو پیاروں میں اس قسم کا قطعی فیصلہ کس کا قلب کرسکتا ہے۔ ایک بیٹا دوسرا بیٹی کا بیٹا لیکن لاڈلے حسین کی محبت جس کے سبب دل نے کسی طرح ابراہیم کو حسین پر ترجیح نہ دی اور حسین ہی کو اختیار فرمایا چنانچہ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم نے رحلت فرمائی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نظر امام حسین علیہ السلام پر پڑتی تھی تو آپ بہت خوشی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے ھلا و مرحبا من فدیتہ بابنی ابراہیم مبارک اور گوارا ہو اسکا آنا جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کردیا (دیکھو رسالہ البلاء المبین صفحہ ۲) صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں کہ ہند مادر معاویہ خواب دیدہ دعا

در آمد و خواستار شد کہ خواب خویش را بعرض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برساند۔ چوں رخصت یافت حاضر شد و بعرض رسانید کہ درخواب دیدم کہ آفتابے برفراز سر من ارشد و از آں آں آفتابے دیگر آشکار گشت وبلے سیاہ قام از من متولد شد و از آں ماہ سیاہ ستارۂ تاریک برآمد و آں ستارہ برآسمان آفتاب ثانی کہ از آفتاب نخستین زاد حملہ افگند و آں را ابلعید پس آسمان ظلمت کدہ گشت و ستارہائے سیاہ پدیدار شد کہ جہاں را فرو گرفت چوں رسول خدا ایں کلمات را اصغا فرمود آب در چشم مبارک بگردانید فقد قال الهند اخرجي يا عدوة الله مرتين فقد جددت على احزاني ونعيت الى احبائي پس رو بہند آورد و مرات وکرات فرمود اے دشمن خدا بیروں شو۔ ہمانا تازہ کردی اندوہ مرا خبر مرگ دوستان مرا بمن آوردی چوں ہند بیروں شد فرمود اللّٰھم العنها والعن نسلها چوں از تعبیر خواب پرسش کردند فرمود آفتاب نخستین علی علیہ السلام و آفتاب ثانی حسین ابن علی علیہما السلام است و آں ماہ سیاہ معاویہ و آں ستارۂ تاریک پسرش یزید است کہ با فرزند من حسینؑ بمیان خواہد آمد و او را شہید خواہد کرد وہنگام شہادت او آفتاب سیاہ و آسمان تیرہ خواہد گشت و تیرگی جہاں را فرو خواہد گرفت و آں ستارگان سیاہ بنی امیہ اند کہ بر جہانیان مستولی خواہند شد ہند مادر معاویہ کا خواب قریب قریب انہی الفاظ میں عائشہ کی زبانی ذکر الشہادتین مطبوعہ آگرہ میں بھی درج ہے۔

امام احمد۔ ابویعلی۔ ابن سعد اور امام طبرانی نے علی علیہ السلام او طبرانی نے دوسرے طریق سے باسناد ابی امامہ باہلی اور انس ابن مالک اور ابن عساکر نے ام سلمہؓ اور ابن سعد نے عائشہ اور ابویعلیٰ نے بار دیگر ام المومنین زینب بنت جحش اور ابن عساکر نے بار ثانی ام الفضل زوجہ حضرت عباس کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان عندي جبرئيل فاخبرني ان الحسين يقتل بشاطئ الفرات وقال هل لك ان اشمك من تربته قلت نعم فمد يده فاخذ قبضة من تراب فاعطانيها فلم املك عيني ان فاضتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسینؑ دریائے فرات پر قتل ہوگا اور آپ نے بھی کہا کہ اگر کہیے تو وہاں کی خاک آپ کو سنگھا دوں میں نے کہا کہ ہاں پس جبرئیل نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک مجھے دی اسے مجھ سے ضبط گریہ نہ ہو سکا

علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان جبرئيل اراني التربة التي تقتل عليها الحسين فاشتد غضب الله على من يسفك دمه فيا عائشة والذي نفسي بيده انه ليحزنني فمن هذا من امتي يقتل حسينا بعدي۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے اس سرزمین کی خاک دکھلائی جس پر حسین علیہ السلام قتل کئے جائیں گے اور جو شخص حسین کا خون بہائیگا اس پر خدا کا غضب شدید ہوگا پھر فرمایا کہ اے عائشہ! قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ اس خبر نے مجھے بہت ہی غم میں ڈالا آہ وہ کون سفاک ہوگا میری امت سے جو حسین کو قتل کریگا۔

معجم طبرانی میں ہے کہ عن زينب بنت جحش قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان جبرئيل اتاني فاخبرني ان ابني هذا تقتله امتي فقلت فارني تربته۔ فاتاني بتربة حمراء

ام المومنین زینب بنت جحش سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھے خبر دی کہ میرے اس فرزند کو امتی قتل کر ڈالیں گے پس میں نے جبرئیل سے کہا کہ مجھے اس فرزند قتیل کے مشہد کی خاک دکھلاؤ۔ انھوں نے سرخ خاک لا کر دی۔

صواعق محرقہ تذکرہ امام قرطبی اور سر الشہادتین میں امام بغوی و ابن سکن بسندہ اور ابن عساکر و ابن نعیم و ماوردی کی اسناد سے لکھا ہے عن انس ابن الحارث ابن قبیہ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ان ابني هذا يعني الحسين يقتل بارض من العراق يقال لها كربلاء فمن ادرك منكم ذلك فلينصره انتہی

ابن حارث ابن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام سرزمین عراق میں مقام کربلا پر قتل کیا جائے گا پس تم میں سے جو شخص کہ وہ وقت پائے اسے چاہیے کہ حسین کی نصرت کرے۔ مستدرک میں امام حاکم ابن عباس سے نقل کرتے ہیں قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اوحى الله الى اني قتلت بيحيى ابن زكريا سبعين الفا واني قاتل بابن بنتك سبعين الفا وسبعين الفا۔

فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے مجھے خبر دی ہے کہ میں نے یحییٰ ابن زکریا علی نبینا و علیہ السلام کے خون ناحق

کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا اور تمہارے فرزند کے خون ناحق کے عوض میں ستر ہزار و ستر ہزار ایک لاکھ چالیس ہزار) آدمیوں کو قتل کرونگا۔

اتنی معتبر اور مستند اور متواتر حدیثیں واقعہ کربلا کی پیشین گوئی کے متعلق لکھکر ہم کو یقین ہے کہ ہم اپنی بحث کے سلسلہ کو انتہا تک پہنچا چکے ہیں۔ اب ہم ان پیشنگوییوں کے متعلق ایک ایسا واقعہ اور لکھے دیتے ہیں کہ جس سے یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائیگا کہ جناب رسالت آب نے اپنے آخری وقت اس واقعہ کی نسبت اپنے کمال حزن و ملال کا اظہار فرماکر شہادت حسین کو یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ کتاب مثیر الاحزان میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ آنگاہ کہ مرض رسول اللہ شدت می شد و در آں مرض در میگذشت امام حسین علیہ السلام را بسینہ مبارک خود می چسپانید و عرق بدنش بر حسین سیلان داشت و بذل جاں می فرمود و می گفت مالی ولیزید لا بارک اللہ فیہ اللھم العن یزید این بگفت و مدہوش بود چون بہوش آمد حسین علیہ السلام را بوسید آب چشمش بروے مبارک مید وید و فرمود اما ان لی ولقاتلک مقاما بین یدی اللہ عز وجل۔ کہ داوری من باکشندہ حسین در پیش روی خداوند خواہد بود

اب ہم پیشنگوئیوں کے موجودہ سلسلہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور جناب امام حسن علیہ السلام کے ارشادات بھی اسی تفصیل کے ساتھ ذیل میں قلمبند کرتے ہیں اور تمام اہل اسلام کو یہ دکھلا دیتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں یہی ایک تنہا واقعہ ہے جس کی قدامت کا سلسلہ ابتدا سے لیکر انتہا تک کامل اور درست ہے۔

صواعق محرقہ اور تبیح نکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں ہے کہ اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسال عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال جاء جبرئیل عندی آنفا اخبرنی ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشاطئ الفرات بموضع یقال لہ کربلاء ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب وشمنی ایاہ فلم املک عینی ان فاضتا ورواہ احمد مختصرا وروی الملا وابو نعیم ان علیا مر بقبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابہم وھھنا موضع رحالھم وھھنا مھراق دمائھم فتیۃ آل محمد یقتلون بھذہ العرصۃ تبکی علیھم السماء والارض طبقات کبری میں ابن سعد سے منقول ہے کہ سفر صفین میں حضرت علیہ السلام کا گزر مقام کربلا میں ہوا۔ جب آپ نینوا کے برابر (جو کنار فرات پر واقع ہے) پہنچے تو ٹھہر گئے اور اس سرزمین کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ سنکر آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ اور فرمایا کہ ایک بار میں حضور نبوی میں حاضر ہوا تو آنحضرت کو روتے ہوئے پایا عرض کی کہ باعث گریہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین کنار فرات پر موضع کربلا میں قتل ہوگا۔ پھر ایک مشت خاک مجھے سنگھائی اس پر مجھسے ضبط گریہ نہو سکا۔ روایت کیا اسکو احمد ابن حنبل نے بھی اور ملا اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا گزر موضع قبر حسین پر ہوا تو فرمایا کہ جوانان آل محمد اسی میدان میں قتل کئے جائینگے یہ انکے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے اسباب سفر رکھے جانے کا مقام ہے۔ اور یہ انکے خون گرائے جانیکا مقام ہے۔ مسند ابن ابی شیبہ اور مسند ابو یعلی اور مسند ابن ابی عاصم میں تحریر ہے عن یحیی انہ سار مع علی علیہ السلام فلما حاذی نینوی وھو منطلق الی صفین نادی صبرا یا ابا عبد اللہ بشط الفرات قلت ماذلک قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ذات یوم وعیناہ تفیضان قلت یا نبی اللہ اغضبک احد ما شان عینیک تفیضان قال بلی قام من عندی جبرئیل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات فقال ھل لک الی ان اشمک من تربتہ قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیھا فلم املک عینی ان فاضتا یحیی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام صفین کی طرف جا رہے تھے اور میں بھی انکے ہمراہ تھا حضرت نینوا کے قریب پہنچے تو آواز بلند فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ کنارہ فرات پر صبر کرنا۔ میں نے عرض کی آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ میں ایکروز جناب رسولخدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ڈبڈبا رہے ہیں۔ وجہ حزن و ملال دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ ابھی جبرئیل میرے پاس سے گئے ہیں، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین کنار فرات پر قتل ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ اس کی خاک مشہد سونگھنا چاہیں تو ممکن ہے میں نے کہا کہ میں اسے سونگھنا چاہتا ہوں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک اٹھائی اور مجھے دی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی اسی پیشین گوئی کو امام احمد ابن حنبل نے بھی اپنی مسند مطبوعہ مصر جزو اول صفحہ ۸۵ میں تحریر کیا ہے، انکے علاوہ حافظ ابو نعیم نے اصبغ ابن نباتہ اور یحیے الحضرمی کی اسناد سے حلیۃ الاولیا میں بھی لکھا ہے۔ کنز العمال اور دیگر کتب سیر و حدیث میں بھی قریب قریب یہی روایات درج ہیں کتب احادیث کے علاوہ عرب کے تاریخی جریدہ سے بھی اس واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ہمارے ذی قدر اور روشن ضمیر معاصر محقق عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب رسالہ البلاد المبین میں تحریر فرماتے ہیں، تاریخ روضۃ الاحباب، حبیب السیر اور فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ اثنائے سفر صفین میں جناب امیر المومنین علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ کے پل سے عبور فرما کر مسجد ابو سبرہ میں داخل ہوئے وہاں نماز پڑھی اور تسبیح سبحان من یولج اللیل فی النہار و یولج النہار فی اللیل پڑھ کر آگے روانہ ہوئے اور بعد طے منازل سرزمین بابل پر پہنچے تو گھوڑے کو تیز کیا اور لشکر والوں کو بھی حکم دیا کہ بہت تیز روی کے ساتھ اس سرزمین سے گزر جائیں کیونکہ یہاں ایسا خسف واقع ہوگا جس میں بہت سے زندہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے، لشکریوں نے یہ سنکر بعجلت تمام اس مقام سے سفر کیا۔ جب آپ مقام کربلا میں پہنچے تو دریائے فرات کے کنارے جہاں چند درخت خرما کے تھے تشریف لے گئے اور عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ تم کچھ واقف ہو کہ یہ کون مقام ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس مقام کو نہیں جانتے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اگر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کونسی اور کیسی سرزمین ہے تو بے اختیار زار زار روگے، یہ کہکر خود جناب امیر المومنین علیہ السلام اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمایا افسوس ہے میرے ساتھ آل ابوسفیان نے کیسی عداوت اختیار کی ہے اس کے بعد جناب امام حسین کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے فرزند صبر اختیار کرو اور دیکھو کہ تمہارا باپ آج کے دن آل ابوسفیان کے ہاتھوں کیسے کیسے رنج اٹھا رہا ہے کل تم کو بھی ان ظالموں کے ظلم برداشت کرنے ہونگے اس گفتگو کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے وضو کیا اور چند رکعات نماز پڑھکر ایک ساعت کے لئے آپ سو رہے جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباس کو طلب فرما کر کہا کہ اے ابن عباس میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گروہ مردان نورانی چہرہ کا نازل ہوا جنہیں سب لوگ شمشیریں حمائل کئے ہوئے سفید علم ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں، انھوں نے گرداگرد اس سرزمین کے ایک خط کھینچا اسوقت ان خرما کے درختوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنی شاخیں زمین پر ٹیک رہے ہیں اور ایک نہر خون تازہ کی بھری ہوئی ہے حسین فریاد کر رہا ہے، لیکن کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا اور وہ مردان سفید رو ندا کر رہے ہیں کہ اے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر اختیار کرو اور آگاہ ہو کہ تم بدترین خلائق کے ہاتھوں سے قتل ہوگے اور اے حسین تم کو بشارت ہو کہ بہشت تمہارے قدموں کا مشتاق ہے وہ سب میرے پاس آئے اور رسم تعزیت بجا لائے یہاں تک خواب دیکھکر میں بیدار ہوگیا اے عبداللہ قسم بخدائے کریم حضرت رسول خدا نے مجھے مطلع فرمایا تھا کہ میں ہنگام سفر زمین کربلا پر یہ خواب دیکھونگا۔ اے ابن عباس یہ وہی زمین ہے کہ جس میں حسین علیہ السلام اور ایک جماعت فرزندان فاطمہ بنت رسول خدا کی مدفون ہوگی۔ اہل آسمان بھی اس بقعہ کو کربلا کہتے ہیں بعد ازاں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اس سرزمین میں اس جگہ کو تلاش کرو جہاں ہرن شب گزاری اور آرام کرتے ہیں، عبداللہ گئے اور وہ مقام معلوم کرکے آئے اور عرض کی یا امیر المومنین جس مقام کی تلاش کرنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ جگہ مل گئی، حضرت علی نے جب یہ سنا تو کہا کہ اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ، پھر آپ اس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچکر ایک مٹھی ہرنوں کی مینگنیوں کی جنکا رنگ زعفرانی تھا اور جنمیں مشک کی ایسی خوشبو تھی اٹھا کر سونگھی اور فرمایا کہ بے شک جناب رسول خدا نے مجھے ایسا ہی پتہ دیا تھا اے عبداللہ مجھے آنحضرت نے خبر دی تھی کہ ایک دن حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہما السلام کا گذر اس سرزمین پر ہوا اور میری طرح ٹک ہرنوں مینگنیاں انھوں نے بھی سونگھا تھا اس وقت تمام ہرن انکے سامنے کھڑے تھے اور جناب عیسیٰ روتے تھے حواریوں نے موجب گریہ دریافت کیا تو جناب مسیح نے ارشاد فرمایا کہ یہ سرزمین وہ ہے کہ جس میں فرزند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرینگے وہ مقتول مظلوم دختر محمد مصطفےٰ کا لخت جگر ہوگا پھر مسیح نے مینگنیاں ہرنوں کی اٹھا کر سونگھیں اور حواریوں سے فرمایا کہ یہ مینگنیاں اسی خوشبو دار ہیں کہ خداوند عالم ایک روز فرزند محمد مصطفےٰ کو یہاں لائیگا اور وہ اس خوشبو سے تسلی پائیگا اے عبداللہ یہی وہ مینگنیاں ہیں جو

اس وقت ہاتھ میں لئے ہوں جنکو حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام یہ فرما چکے تو بہت روئے اور فرمایا کہ اے پروردگار عالم! میرے فرزند کے قاتلوں کی عمر سے برکتوں کو سلب فرما اور انکو ہمیشہ کے لئے ملعون کر پھر اس قدر روئے کہ حالت غشی طاری ہو گئی جب ہوش ہوا تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور بار بار مینگنیوں کو سونگھتے تھے اور اپنے فرزند رشید جناب امام حسین علیہ السلام کو تسلی دیتے تھے اور صبر کی وصیت فرماتے تھے (دیکھو البلاء المبین -)

جن الفاظ میں آپ نے لپنے نور العین جناب امام حسین علیہ السلام کو وصیت فرمائی ہے وہ اشعار ہیں جو آپ کے دیوان میں درج ہیں اور انکو ہمارے ممتاز معصر صاحبزادہ محمد حسن صاحب پھلواروی اور صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی اپنی تالیفات میں قلمبند فرمایا ہے اور ہم نے بھی اس سلسلہ کی جلد اول میں واقعات صفین کے متعلق ان اشعار کو مندرج کیا ہے وہ یہ ہیں:-

حسین اذا کنت فی بلدۃ غریباً فعاشر بآدابہا
کانی بنفسی واعقابہا وبالکربلاء ومحرابہا
فتخضب منا اللحاب الدماء خضاب العروس باثوابہا
مصائب تاباک من ان ترد فاعددلہا قبل منتابہا
ہو الملک الثالی یاحسینؑ بل الک فاصبر لایغابہا
لکل دم الف الف دمًا یقصر فی قتل احزابہا
ہنالک لاینفع الظٰلمین قولت بعذر واعتابہا
سل الدور تخبر وافصح بہا بان لا بقاء لا ربابہا
لناسۃ الفخر نی حکمہا فصلّت علینا باعرابہا
حسینؑ خلا تضجرت للفراق فدنیاک اضحت لتخرابہا
لنا الدین لاشک للمؤمنین بایات وحی قرا یحیابہا
فصلّ علی جدک المصطفیٰ وسلّم علیہ لطلابہا

یعنی اے حسین علیہ السلام جب تم کسی شہر میں پردیسی ہو تو وہیں کی طرز معاشرت اختیار کرنا۔ میری نگاہوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری اولاد ابھی کربلا میں موجود ہیں ہماری ڈاڑھیاں خون سے رنگی جاتی ہیں جیسے دلہنوں کے لال کپڑے پہناتے ہیں اگرچہ ان واقعات کو میں نے آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن اس کے علم کی کنجیاں میرے پاس موجود ہیں اے میرے نور دیدہ حسین علیہ السلام۔ ان مصیبتوں میں چند مصیبتیں ایسی ہیں جو اسکے بعد ظاہر ہونگی پس اُن مصیبتوں کے قبل تم اُن پر مستعد اور آمادہ رہنا تیرے ایک ایک قطرہ خون کے برابر ہزار ہزار خون میں تیرے قاتل تیرے قتل کے ظلم میں ضرور قتل کئے جائیں گے، ان ظالموں کو اس وقت اس کے لئے کوئی بہانہ کرنا یا کوئی عذر پیش کرنا نفع پذیر نہ ہوگا اگر تم دنیا کے لوگوں سے انکے گھروں کی حالتیں دریافت کرو تو وہ کس فصاحت سے تم کو جواب دیں گے کہ اصل میں وہ ایک گھر کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اے نور دیدہ حسین علیہ السلام تم اپنے دوستوں اور عزیزوں کے فراق میں پریشان خاطر نہ ہونا کیونکہ دنیا ویران ہونے ہی کو پیدا ہوئی ہے یہ ہم ہی لوگ ہیں جن کے فضائل کی نشانیاں قرآن مجید میں مندرج ہیں اور اس کے صحیح معنی بھی ہم ہی لوگوں پر پروردگار نے وحی بھیجا ہے ہم اُن ہی آیات قرآنی اور ان کے وجوب کی رو سے تمام ایمان لانے والوں کے ایمان میں ہیں اپنے جد بزرگوار جناب ختم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور ان پر سلام بھی بھیجو نیز اُن پر جو اُنکی خواہش کرتے ہیں۔

صاحب ناسخ التواریخ نے وہ پیشین گوئیاں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ جناب امیرالمومنین نے وصایا کے ذیل میں فرمایا۔ یا ابا محمد ویا ابا عبد اللہ کانی بکما وقد خرجت علیکما من بعدی الفتن ههنا فاصبرا حتی یحکم اللہ وهو خیر الحاکمین ثم قال یا ابا عبد اللہ انت شہید هذه الامة فعلیک بتقوی اللہ والصبر علی بلائه اے حسنؑ و اے حسین گویا من باشما حاضرم کہ بعد از من فتنہا برشما نزول می شود این وقت صبر کنید و شکیبائی ورزید تا خداوند حکم براند کہ او بہترین حکم کنندگان است۔ اے حسین شہید می شوی و ایں بعلم قضا رفتہ است، پس بر تست پرہیزگاری و دریں بلا شکیبائی۔

پھر ذی قدر مورخ تحریر فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام امام حسن علیہ التحیۃ والثنا را گریاں یافتہ فرمود یا بنی اتجزع علی ابیک وغدا تقتل بعدی مسموما مظلوما ویقتل اخوک بالسیف هکذا وتلحقان بجدکما وابیکما وامکما۔ فرمود کہ اے فرزند من بر پدر خود میگری وحال آنکہ فردا بعد از من کشتہ بشوی مظلوم و مسموم و ہمچنان کشتہ بشود برادرت بشمشیر و ملحق میشوید بجد خود و پدر خود و برادر خود (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ) ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ جسطرح جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وقت وفات تک اس مصیبت عظمیٰ کی یاد قائم رکھی اسی طرح

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنے آخری وقت تک اس واقعہ کی خبر پہنچائی ہو اب جناب امیر المومنین کے بعد جناب امام حسن نے بھی ان واقعات سے سب کو آگاہ کر دیا ہے چنانچہ فتوحات اعثم کوفی میں یہ عبارت درج ہے
معاویہ کسے را بطلب امیر المومنین حسین فرستاد وسے از ین معنی ابا کرد پیش او حاضر نہ شد حسن علیہ السلام گفت، اے معاویہ دست از برادرم حسین علیہ السلام بردار کہ او بر خلافت تو رضا نخواہد داد تا ورا نکشند و او را نتواں کشت تا اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را نکشند و اہل بیت پیغمبر را نتوانند کشت تا اشیاع ایشاں را نکشند واگر جملہ لشکر شام در سر ایں بشود ایں کار ایں وقت میسر نگردد۔
قریب قریب یہی عبارت روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا و حبیب السیر میں بھی درج ہے اب ہم ذیل میں جناب امام حسن علیہ السلام کے آخری وقت کی وصیت بھی جو ان کے مصائب کے متعلق حضرت امام حسین کو مخصوص فرمائی گئی تھی۔ ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے لکھتے ہیں۔
فقال لہ الحسن علیہ السلام ما یبکیک یا ابا عبد اللہ علیہ السلام قال ابکی لما صنع بک۔ حسن علیہ السلام فرمود اے ابا عبد اللہ علیہ السلام چہ می گریاند ترا عرض کرد می گریم از برائے آن ستم کہ بر تو وارد شدہ است فقال لہ الحسن علیہ السلام ان الذی یؤتی الی سم یدس الی فاقتل بہ ولکن لا یوم کیوم ک یا ابا عبد اللہ یزدلف الیک ثلثون الف رجل یدعون انھم من امۃ جدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وینتحلون دین الاسلام فیجتمعون علی قتلک وسفک دمک وانتہاک حرمتک وسبی ذراریک ونسائک وانتہاب ثقلک فعندھا یحل لبنی امیۃ اللعنۃ وتمطر السماء رمادا ودما ویبکی علیک کل شئ حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار۔
حسن علیہ السلام فرمود ہانا پوشیدہ مرا ایں سم خورانیدند ولیکن نیست روزے چون روز تو اے ابا عبد اللہ علیہ السلام نزدیک است کہ سی ہزار مرد تو بیروں می آیند کہ خود را در شمار امت جد ما پندارند و دین اسلام بر خود می بندند و انجمن میشوند بر قتل تو و ریختن خون تو و نابود ساختن حرمت تو و اسیر کردن فرزندان تو و نہب و غارت بردن اثقال و احمال تو ایں وقت لعن فرود مے آید بر بنی امیہ و آسمان خاکستر و خون می بارد و تمام اشیاء بر تو می گریند تا وحوش صحرا و ماہیان دریا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۲۳)

بہرحال ہم اپنی موجودہ بحث کے طولانی سلسلہ میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر جناب علی مرتضے و حضرت حسن المجتبے علیہما التحیۃ والثنا تک سب کے مختلف ارشادات اس واقعہ کی پیشین گوئیوں میں بالتفصیل لکھ چکے۔ ان بزرگواروں کے بعد خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشادات بھی ان مصائب کی پیشین گوئیوں میں تمام کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہ علی العموم تمام لوگوں کو معلوم ہیں اور عنقریب ہمارے سلسلہ بیان میں درج ہوں گے۔ مگر ان تمام پیشین گوئیوں کو قلمبند کر کے ہم اپنی کتاب کے ناظرین کو خصوصاً اور تمام اہل اسلام کو عموماً یہ دکھلاتے ہیں کہ وہ ایسی ایسی متواتر شہادتوں کے ملاحظہ کے بعد بھی کیا وہ ایسے صریحی بدیہی اور متواتر واقعہ کے وجود سے جو اپنی قدامت کی وجہ سے تمام تاریخی دنیا میں اپنی آپ مثال ہے صرف ایک جاہل اور گمراہ کنندہ کے اغوا کی وجہ سے انکار کر سکتے ہیں۔
ثبوت شہادت کی روایتوں کی جیسی کچھ عالمانہ اور محققانہ تنقید ہمارے معزز اور معتبر معاصر صاحبزادہ شاہ محمد حسن صاحب پھلواروی سنے اپنی کتاب شہادت حسین میں درج فرمائی ہے وہ تمام اہل اسلام کی ہدایت کے لئے پورے طور سے کافی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ۔
ان تمام دلیلوں سے قطع نظر کر کے ہم اپنے ذی قدر معاصر کی صحابہ تابعین، محدثین، مفسرین، اور علما، متقدمین و متاخرین کے بزرگ ناموں کی صرف وہ فہرست ذیل میں مندرج کرتے ہیں جس کو ذی قدر مولف نے اپنی بحث کے خاتمہ پر اپنی کتاب کے صفحہ ۸۴ میں قلمبند فرمایا ہے ان کی تحریر بعینہ یہ ہے۔
اب غور کرنا چاہیئے کہ یہ پیشین گوئی شہادت کس قدر کثرت طرق سے مروی ہے اگر اس پر تواتر معنوی کا بھی حکم لگایا جائے تو بیجا نہ ہوگا حضرت امیر المومنین علی مرتضے اور خود حضرت امام حسین اور حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت انس اور حضرت امہات المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن اور والدہ عبد اللہ ابن عباسؓ، حضرت ام الفضل اس پیشنگوئی کی روات ہیں اور ہر طبقہ کے محدثین اسکو اپنی کتابوں میں سند کرتے آئے ہیں مثل امام احمد ابن محمد ابن حنبل، ابن ابی شیبہ، عبد ابن حمید کشی، ابو داؤد، ابن سعد، طبری، امام حاکم، عبد الرزاق، ابو نعیم، ابو یعلی ابن عساکر، طبرانی، خطیب، بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ تعالے

اور پھر ان سے اکابرین محدثین اور علماء محققین نقل کرتے آئے ہیں جیسے ابن تیمیہ، ابن قیم، نووی، ابن صلاح، سبکی، ابن سبکی، قاضی عیاض بیضاوی، غزالی، ابن عربی، قرطبی، ذہبی، مزی، ابن اثیر، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، عینی، عبدالعزیز وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور کسی محدث نے ابتدائے زمانہ تالیف و تصنیف احادیث سے لیکر آج تک اصل پیشین گوئی شہادت کو موضوع نہیں کہا، بعض طرق کا واہی ہونا یا ضعیف ہونا اور بات ہے تمام طرق اور اصل واقعہ کو کسی نے موضوع یا غلط نہیں سمجھا، موضوعات صغانی ابن جوزی، موضوعات سخاوی، موضوعات سیوطی، موضوعات ملا علی قاری اور موضوعات شوکانی وغیرہم شائع اور ذائع ہیں مگر ان کتابوں میں اصل واقعہ کی حدیث کو نہ موضوع کہا گیا اور نہ اشارۃً و کنایۃً کسی نے بھی اس پیشین گوئی کا انکار کیا، علمائے اندلس جو خاص بنی امیہ کی سطوت و جبروت میں تھے اور (غالباً خود بنی اُمیہ تھے) وہ بھی اس واقعہ کو نہ چھپا سکے اور اکابر محدثین (علمائے اندلس مثل ابوعمرو، امام قرطبی - ابن حزم، الحمیدی ابن عربی مالکی، ابن عربی صوفی، ابن عبد ربہ، مقری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی تصانیف و تالیفات میں برابر شہادت جناب امام الحسین علیہ السلام کا مذکور کرتے آئے اور ان کی کتابیں ہم لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اور شائع اور ذائع ہیں -

اب تو اسلامی دنیا کو معلوم ہو گیا کہ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی امام مظلوم کی شہادت کا واقعہ اس دم تک مشہور بین الجمہور ہے ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی تحقیق طلب نہیں کرتے کیونکہ ہم کو ایسے واقعہ کی نسبت یقین ہو کر وہ حد تواتر سے گزر کر مشاہدات کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ پھر وہ ایک مرد لایعقل اور مہمل کے اغوا یا غلط بیانی سے غلط نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر بیکار وقت عزیز کے رائیگاں کرنے سے کیا حاصل ہے؟ اسلئے ہم اپنی موجودہ بحث کو تمام کر کے اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں -

یزید کی سلطنت کا زمانہ

پندرھویں رجب ۶۰ھ ہجری کو معاویہ ابن ابوسفیان نے وفات کی یزید اس وقت اپنے ننہال میں میسونہ بنت جندل کلبی اپنی ماں کو دیکھنے گیا تھا مسلم ابن عقبہ اور ضحاک ابن قیس فہری نے جو شروع سے حقوق یزید کے مؤید اور اس کی خیر خواہی کا دم بھرنے والے تھے فوراً یزید کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچائی اور وہ نہایت سرعت سے شام میں پہنچکر اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ ہم یزید کی تخت نشینی کے پورے حالات فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں -

یزید روتا ہوا اپنے باپ کی قبر پر گیا، وہاں جھکر خوب رویا رونے میں لوگوں نے اس کا ساتھ دیا، پھر سوار ہو کر قبہ خضرا کا رخ کیا جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا اس وقت سیاہ عمامہ ریشمین اس کے سر پر تھا، باپ کی تلوار کمر سے لگائے تھا قبہ مذکور میں پہنچکر قیام کیا لوگ چاروں طرف سے آنے شروع ہوئے خدام نے اس کے لئے تمام طین اور اطلس کا قبہ کھڑا کر رکھا تھا فرش کے اوپر دوسرے فرش اس قدر بچھائے گئے تھے کہ چند سیڑھیاں چڑھکر اس پر بیٹھ سکتے ہیں، یزید اس فرش پر بیٹھ گیا اور نیچے اور اعلیٰ تمام قوموں کے لوگ آ کر اسے خلافت کی مبارکباد اور معاویہ کے مرنے کا پرسا دیتے تھے، پھر یزید نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی - کہ اے شام کے لوگو! تمہیں خوشخبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے مددگار ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت ہمارے ساتھ رہی ہے آگاہ ہو کر عنقریب ہم میں اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہوگی۔ کیونکہ ابھی وہ تین گزشتہ راتوں کو میں نے خواب دیکھا کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہ رہا ہے ہر چند میں نے چاہا کہ اس خون کے دریا کو عبور کر جاؤں - مگر نہ کر سکا - ابن زیاد آیا اور اس خون کے دریا کو عبور کرنے لگا - میں دیکھتا رہا اہل شام کے رئیسوں نے کہا کہ ہم سب تیری خدمت گزاری کے لئے کمر بستہ ہیں تیرے حکم اور اشارے کے منتظر ہیں ہم مستعد فرمانبرداری ہیں تو جہاں جائیگا وہیں ہم جائیں گے تیرے واسطے حتی الامکان کوشش بلیغ کرینگے، عراق والوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواریں موجود ہیں جن سے صفین کی لڑائیوں میں کام لیا گیا ہے یزید نے کہا مجھے اپنی جان کی قسم یہی بات ہے میں نے معاملات کی نسبت تم ہی پر بھروسہ کرتا ہوں میرا باپ تمہارے حقوق کے لئے جیسا شفیق تھا وہ ظاہر ہے عرب میں میرے باپ جیسا مروت و سخاوت اور بزرگ شخص کوئی دوسرا نہیں تھا وہ خوش بیانی سے عاجز تھا

گفتگو کے وقت کبھی لکنت ظاہر نہ ہوئی یہاں تک کہ دنیا سے اٹھ گیا یزید یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سب سے پچھلی صف سے آواز آئی کہ اے دشمن خدا تو جھوٹ بولتا ہے۔ معاویہ میں یہ اوصاف نہیں تھے تو اور تیرا خاندان ان اوصاف سے بے نصیب ہے لوگ اس شخص کا یہ کلام سنکر بگڑے اور وہ بھی جان بچا کر اس انبوہ سے نکل گیا۔ ہر چند ادھر ادھر تلاش کیا کہیں نہ پایا آخرکار وہ پل چل جاتی رہی، یزید کے دوستوں میں سے ایک شخص عطاء ابن ابی صفین نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر دشمنوں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کر خوشی منا کہ اللہ تعالے نے تیرے باپ کے بعد خلافت کا مرتبہ تجھے عطا کیا۔ آج تو ہمارا خلیفہ ہے تیرے بعد تیرا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوگا اسے تجھے اور تیرے بیٹے سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا شخص نہیں ہے، یزید اسکی باتوں سے خوش ہوگیا اور اسے خلعت گرانبہا عنایت کیا صاحب ناسخ التواریخ نے عطا ابن صفین کے علاوہ عصام ابن صیفی، عبداللہ ابن مازن اور عبداللہ ابن ہمام کی بھی خوشامدانہ تقریریں درج ہیں۔ المختصر یزید نے پھر اپنے منقطع خطبہ کا سلسلہ اس طرح اٹھایا کہ اے لوگو! معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا خدا نے اسے عزت بخشی وہ ان تمام شخصوں سے بزرگ تھا جو اس کے بعد ہیں یا آیندہ ہونگے اگرچہ وہ خلافت میں اس رتبہ کا شخص نہیں تھا جیسا اس سے پہلے تھا میں خدا کے سامنے اس کی تعریف نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جیسا تھا خدا اس حال سے خوب واقف ہے اگر وہ اس کے گناہ بخشدے تو اسکی رحمت کی اندازہ سے بعید نہیں ہے اگر مبتلائے عذاب کرے تو بھی امید ہے کہ انجام کار اس پر رحم فرمائیگا خلافت کا معاملہ آج مجھ سے متعلق ہوگیا ہے میں اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں ذرہ بھر کمی نہ کرونگا اسکے انتظامات کیلئے حتی الوسع عدل و انصاف کے ساتھ کوشش کرونگا والحکم للہ و اذا اراد اللہ شیئًا ہیّا اسبابہ والسلام۔

اب یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے منہ کھولے جائیں۔ اراکین سلطنت امیروں رئیسوں اور سرداروں اور نامور لوگوں اور ہر ادنے اور اعلی کو بہت سا مال بخشا پھر تمام اطراف سلطنت میں فرمان بھیجکر اپنی بیعت لینے کی طرف متوجہ ہوا (دیکھو ترجمہ تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۴۷)

انہی حکمناموں میں ولید عامل مدینہ کے نام بھی حکم لکھا گیا یزید تو اپنی آنکھوں سے وہ سارے سامان جو ابھی چند مہینے پیشتر اس کی بیعت کی خاص ضرورت کے لئے اسکے باپ معاویہ ابن ابوسفیان نے بہم پہنچائے تھے دیکھ ہی چکا تھا اور ان حضرات کو بھی خوب پہچانتا تھا جنہوں نے اس کی بیعت سے قطعی انکار کردیا تھا اور آج تک اپنے اسی انکار پر قائم تھے خدا جانے معاویہ کی حیات کے اتنے دن یزید نے حاکمران حضرات سے انتقام لینے کی خواہش میں کس بے چینی سے کاٹے تھے اب ان لوگوں میں سے عبداللہ ابن عمر نے تو اس کی بیعت کا سیاہ ڈورا اپنی گردن میں ڈال ہی لیا تھا، عبدالرحمن ابن ابی بکر صدیق غریب مر ہی چکے تھے رہے کون کون عبداللہ ابن زبیر اور حسین ابن علی مخصوص ان دونوں کے لئے جو لکھا گیا اور اس کی تعمیل کی جو صورت ہوئی ہے ہم اسکو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ لیڈن کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں، وھو ہذا

اسی سلسلہ میں ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان حاکم مدینہ منورہ کو یہ حکم پہنچا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے فورا سختی کے ساتھ مواخذہ کرو کہ ہماری خلافت کو تسلیم کریں اور انکو بغیر اقرار اطاعت رہا نہ کرو محقق ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل، اور اسلامی مورخین و محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ جناب امام حسین کیواسطے یہ حکم صاف صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ اگر حسین پر راضی نہ ہوں تو ان کا سر کاٹ کر فورًا بھیجدیا جاوے۔ المختصر اس حکمنامے کے آتے ہی امام حسین اور عبداللہ ابن زبیر طلب کئے گئے حسین علیہ السلام اور ابن زبیر مسجد میں تھے کہ عبداللہ ابن عمر ابن عثمان فرستادہ ولید نے طلبی کا حکم سنایا ان سے کہدیا گیا کہ چلو ہم لوگ آتے ہیں ابن زبیر نے استعجابًا جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ شب کو خلاف معمول کیوں بلایا گیا ہے انھوں نے فرمایا اری طاغیتھم قد ھلك فبعث الینا لیاخذ البیعة قبل ان یفشو فی الناس الخبر۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے رحلت کی پس تجویز یہ ہے کہ خبر مرگ فاش ہونیسے پہلے ہم سے بیعت لے لی جائے اس مقام پر فتوحات اعثم کوفی میں اتنا اضافہ اور کیا ہے ابن زبیر نے جناب امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ بیعت یزید کے متعلق کیا کہینگے جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ میں یزید کی بیعت اختیار نہ کرونگا کیونکہ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ اس شرط پر عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد خلافت مجھے ملیگی اور وہ ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ کریگا اگر معاویہ مرگیا ہے اور اس نے اپنے قول و قرار کو پورا نہیں کیا ہے تو بڑا اہم کام واقع ہوا کیا تیرا خیال ہے کہ میں یزید کی بیعت اختیار کرلونگا۔ یزید شرابی جھوٹا اور علانیہ فسادی فساد ہے۔ ہم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے اہلبیت ہیں۔ ہم سے ایسی بات کی توقع ہیں ہو سکتی۔

امام طبری لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ابن زبیر تو مسجد سے اٹھکر اپنے گھر آ بیٹھے اور جناب امام حسین علیہ السلام حسب وعدہ ولید سے جاکر اسی وقت ملے۔ ولید نے خبر وفات معاویہ در مضمون فرمان یزید سے آگاہ کر دیا، جناب امام حسین علیہ السلام نے الفاظ تعزیت کے بعد فرمایا کہ شاید تم اس کو بجا نہ سمجھتے ہو گے کہ شب کے وقت خلوت میں مجھ سے بیعت لی جائے، کل دربار میں جب سب کو جمع کر لینا تو مجھے بھی بلا لینا۔ ولید نے اسے منظور کر لیا، لیکن مروان نے کہا نہیں پھر ایسا موقعہ ہاتھ نہ آئے گا یا تو حسین اسی وقت بیعت کریں یا قتل کئے جائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا او کافر ودغا باز تیری یا ولید کی کیا مجال ہو جو مجھے قتل کر سکے چند بنی ہاشم اور موالی حسین جو اس وقت ایوان ولید پر موجود اور گوش بر آواز تھے تلواریں کھینچکر اندر داخل ہونا چاہتے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام فوراً باہر نکل آئے اور سب کو ساتھ لے کر مراجعت فرمائی۔ مروان نے ولید کو سرزنش کی کہ کیوں اس واقعہ کو ہاتھ سے جانے دیا ولید نے کہا میں تو ہرگز اسے گوارا نہ کرونگا کہ حسین کا قاتل بنوں۔ اگرچہ تمام ملک ومال دنیا دی مجھکو کیوں نہ دیا جاوے (دیکھو رسالہ البلاد المبین مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۱۴)

علامہ ابن جریر الطبری اپنی تاریخ کبیر اخبار الرسل والملوک میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور عبد اللہ ابن زبیر کا بیعت یزید سے علیحدہ رہنا عبد اللہ ابن عمر کی مرضی کے خلاف تھا چنانچہ وہ کہتے تھے۔ اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین۔ اے حسین! اور اے ابن زبیر! خدا سے ڈرو اور جماعت مسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو مطلب یہ ہے کہ یزید سے بیعت کرکے اہل جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ (دیکھو البلاد المبین صفحہ ۱۳)

عبد اللہ ابن عمر اور جناب امام حسین علیہ السلام کی اس مسئلہ میں گفتگو ہم آئندہ باب میں بتفصیل بیان کریں گے۔

المختصر ولید کے پاس سے جناب امام حسین علیہ السلام عصمت سرا میں تشریف لائے نہایت درجہ کا تردد و انتشار آپ کے چہرہ مبارک سے ہویدا و آشکار تھا اور اب مدینہ میں آپ اپنا قیام کسی طرح ممکن نہیں سمجھتے تھے چنانچہ صاحب بلاد المبین کا بیان ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ کا قیام موجب رنج ومحن خیال کیا اور حفاظت حرمت جان و شعار سمجھی۔ تو مکہ معظمہ کا قصد ہجرت مصمم فرمایا وقت شب جناب امام مظلوم اپنے جد امجد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہر پر حاضر ہوئے اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ اے جد بزرگوار میں آپ کی لخت جگر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند اور آپکا نور نظر حسین (علیہ السلام) ہوں میں وہ شخص ہوں جس کی حرمت و رعایت کے لئے آپ نے اپنی امت کو وصیت فرمائی تھی۔ مگر آپ کی امت نے وہ وصیت نہ سنی، یہ کلمات فرما کر امام عالی مقام نے نیت نماز کی باندھی اور تمام شب رکوع وسجود میں مصروف رہے اور صبح ہوتے ہی گھر تشریف لائے اور شب کو پھر روضہ نبوی پر تشریف لے گئے اور چند رکعتیں نماز کی ادا کیں جب فارغ ہوئے تو درگاہ ایزدی میں مناجات شروع کی کہ بار خدایا یہ خاک پاک تیرے پیغمبر اور حبیب حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور میں ان کا نواسا ہوں اب مجھکو وہ واقعہ پیش آیا ہے جس سے تو آگاہ ہے۔ خداوندا تو میرے حال سے واقف ہے اور میری ضمیر کو جانتا ہے۔ الہی بحق اس خاک کے اور اس شخص کے جو اس میں آرام کر رہا ہے جو کچھ تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہو اس پر مجھے ثابت قدم رکھ یہ فرما کر امام علیہ السلام بہت روئے۔ اور روتے روتے قبر شریف پر سر رکھکر سو رہے۔ ناگاہ عالم رویا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم جماعت انبیاء کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آتے ہی اپنے فرزند دلبند کو اپنے سینہ رحمت گنجینہ سے لگا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور رو کر فرمایا کہ اے نور نظر واے لخت جگر میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ایفائے عہد کا نزدیک آگیا اور عنقریب جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں وہ تجھکو کربلا کی زمین میں قتل کرینگے۔ اے حسین (علیہ السلام) تو پیاسا ہوگا اور ظالم تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دینگے خدا تعالے تیرے دشمنوں کو ملعون ابدی فرمائے۔ اسی خواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ اے جد بزرگوار! مجھ کو اپنی خدمت سے جدا نہ فرمایئے مجھے اب کوئی حاجت دنیوی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ اے فرزند! شہادت کی مصیبت ناک منزل طے کرکے میرے پاس آؤ اور ان درجات عالیہ کو جو حق تعالے نے تیرے لئے مقرر فرمائے ہیں حاصل کر رب العزت، مجھے، تجھے، تیرے والدین اور برادر بزرگ کو ایک ہی ساتھ محشور فرمائے گا۔ اور نعمات جنت عطا فرمائیگا۔ (البلاد المبین)

یہی مضامین قریب قریب۔ فتوحات اعثم کوفی، روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا اور روضۃ الشہداء وغیرہ میں بھی درج ہیں۔ نیز کتاب اللہوف سید ابن طاؤس نور اللہ مرقدہ میں بھی یہی مضامین درج ہیں۔ بہرحال طبری اس کے آگے لکھتے ہیں کہ اب دوسری رات آئی تو ولید کو پھر حسین یاد آئے۔ چنانچہ اس نے پھر ان کو طلب کیا۔ لیکن آپ نے کہلا بھیجا کہ اب تو رات کا وقت ہے صبح کو ہم اور تم اس معاملہ میں نظر کریں گے ولید یہ جواب سنکر خاموش ہو رہا۔ صاحب رسالہ البلاذرین تحریر فرماتے ہیں کہ۔ رات ہوئی تو حضرت پھر روضۂ نبوی پر گئے۔ اور چند رکعات نماز پڑھکر اپنے نانا سے کلمات رخصت عرض کئے اور صبح ہوتے ہی با دیدۂ اشکبار گھر میں آکر مع اہلبیت وعشائر واصحاب آیۂ کریمہ فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین۔ پڑھتے ہوئے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے رخصت ہونے کے وقت مدینہ میں عجیب کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر شخص آپ کو یوں پریشان اور مجبور ہوکر مفارقت احباب اور ترک وطن اختیار کرنے سے از حد متألم اور متاثر تھا جناب امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی عبداللہ ابن زبیر کی طرح پوشیدہ نہیں تھی۔ بلکہ ولید کی استدعا اور یزید کی منشا سنتے ہی ترک وطن کی تمام مجبوریاں امام عالی مقام کے پیش نظر ہو چکی تھیں اور آپ بخوبی سمجھ چکے تھے کہ اب مدینہ کے قیام میں کسی طرح مصلحت کی صورت نہیں ہے۔ اس لئے اسی وقت آپ نے مکہ معظمہ کی ہجرت کا قصد فرمالیا تھا اور اپنے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کو اپنے قصد سے مطلع کر دیا تھا۔ ان تمام حضرات میں سے حضرت محمد ابن حنفیہ کی رخصت نہایت پراثر ہے جس کو ہم متقل محمد ابن ابی طالب کی عبارت سے ملفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

ایں وقت محمد ابن حنفیہ از درور آمد چہ دانستہ بود کہ آنحضرت بسیج سفر می کند۔ وگفت والنت بکدام جانب خواہد شتافت امام حسین علیہ السلام فرمود فاین اذهب یا اخی وقال انزل مکۃ فان اطمأننت بک الدار فسبیل ذلک وان کنت خرجت الی بلاد الیمن فانهم انصار جدک وابیک وهم ارأف الناس وارقهم قلوبا واوسع الناس بلادا فان اطمأننت بک الدار والا لحقت بالرمال وشعوب الجبال وجرت من بلد الی بلد حتی تنظر ما یؤل الیه امر الناس فانا اص ب ما تکون رایک یا حسین تستقبل الامر استقبالا حتی یحکم اللہ بیننا وبین القوم الفاسقین۔ حسین علیہ السلام فرمود اے برادر بکدام جانب سفر کنم عرض کرد بمکہ بشو و درآنجا باش اگر بر تو مبارک افتاد نیکو باشد۔ و اگر نہ بجانب یمن سفر بکن چہ ایشان انصار جد تو اند و مردمانے مہربان و رقیق القلب می باشند و بلاد ایشان پر وسعت است و اگر در یمن نیز آسائشے بدست تو نشد پیوستہ شو بہ کوہستانہا و کوہسارہا و از جائے جنبش میکن و نگران باش کہ سرانجام مردم چہ خواہد بود ہمانا رائے تو صائب است گاہے کہ امرے را بدین باید شد خداوند حکم می فرماید میان ما و آنان کہ بر طریق فسق و فجور می روند فقال الحسین علیہ السلام یا اخی واللہ لو لم یکن فی الدنیا ملجأ ولا مأوی لما بایعت یزید بن معاویہ حسین علیہ السلام فرمود اے برادر اگر در تمامت دنیا مامنے و پناہے بدست من نشود من با یزید پسر معاویہ بیعت نخواہم کرد۔ ایں وقت محمد ابن حنفیہ قطع سخن کردہ سخت بگریست و نیز حسین علیہ السلام ساعتے باو گریاں بود ثم قال یا اخی جزاک اللہ خیرا فقد نصحت واشرت بالصواب وانا عازم علی الخروج الی مکۃ وقد تهیات لذلک انا واخوتی وبنو اخی وشیعتی وامرهم امری ورایهم رایی واما انت یا اخی فلا علیک ان تقیم بالمدینۃ فتکون لی عینا علیهم لا تخفی عنی شیئا من امورهم فرمود اے برادر عدایت جزائے خیر دہاد شرط نصیحت بجا بردی و صواب دید مصلحت بجا آوردی اینک عزیمت مکہ درست کردہ ام و کار سفر بساختہ ام و با برادران من و فرزندان برادران من و شیعیان من کوچ خواہم داد چہ امر ایشان امر منست و رائے ایشان رائے من است و اما تو اے برادر حتمی اندر مدینہ سکون فرمائی و برایں جماعت نگران باشی و ہیچ امرے از امور ایشان بر من پوشیدہ نداری آنگاہ قلم و قرطاس طلب داشت و بریں منوال وصیتے برائے برادر نگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم هذا ما اوصی به الحسین بن علی ابن ابیطالب الی اخیه محمد المعروف بابن الحنفیة ان الحسین یشهد ان لا الٰه الا اللہ وحده لا شریک له وان محمداً عبده ورسوله جاء بالحق من عند الحق وان الجنة والنار حق وان الساعة آتیة لا ریب فیها وان اللہ یبعث من فی القبور وانی لم اخرج اشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً وانما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ارید الامر بالمعروف والنهی عن المنکر واسیر بسیرة جدی وابی علی ابن ابیطالب فمن قبلنی بقبول الحق فاللہ اولی بالحق ومن رد علی هذا اصبر حتی یقضی اللہ بینی وبین القوم بالحق وهو خیر الحاکمین وهذه وصیتی یا اخی الیک وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب۔ می فرماید

کہ این وصیتے است از حسین ابن علی علیہما السلام بہ برادرش محمد ابن حنفیہ و پس از شہادت بوحدانیت خدا و بہ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفریدگار از آفریدگان می فرماید ہانا بہشت و دوزخ حق است و قیامت آمدنیست و خداوند بر می انگیزد مردمان را از قبور اینک من از مدینہ کوچ نمی دہم و در طلب راحت و نشاط و فزونی حشمت و انبساط ظلم و عناد و بیداد ۔ بلکہ از برائے اصلاح حال امت و باز آوردن مردم از طریق ضلالت بیرون می شوم و چیند کہ خواہم در امر معروف و نہی از منکر بہ سنت جدم و پدرم کار ہمی کنم و آنکس کہ سخن مرا بپذیرد در رشد خویش دریابد و آنکس کہ رد کند برستم او شکیبائی می فرمایم تا خداوند در میان ما حکم فرماید اینست وصیت من با برادر من و نیست توفیق بجز از خدائے من و من بخدا پناہ بردہ ام۔

یہی مضمون فتوحاتِ اعثم کوفی میں بھی درج ہے اس سفر سے جناب امام حسین علیہ السلام کا مقصود جو کچھ تھا وہ پورے طور سے ظاہر ہوتا ہے امام علیہ السلام نے صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں اپنے اس سفر کی اصلی اغراض بیان فرما دی ہیں اور اپنی تمام مجبوریوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ اسلامی تاریخوں کے دیکھنے ، الوں پر ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مدینہ والوں کے لئے کیسا مصیبت ناک اور وحشت خیز تھا اگر جناب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانگی کا پورا سامان نہ فرما دیتے تو سلطنت کی طرف سے ضرور ان فسادات کے الزام آپ کے سر لگائے جاتے اور اگر الزام آپ کے دشمنوں پر ثابت بھی نہ ہوتے تاہم اعدائے دین آلِ علی طرف ان فسادات کی افواہ ضرور مشہور کر دیتے ۔

فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام سے روانگی کے وقت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی ملنے آئے عبداللہ ابن عمر نے یزید سے بیعت کر کے حفاظت جان اختیار کرنے کے لئے بہت کچھ اصرار کیا مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا ، عبداللہ نے کہا کہ اے ابا عبداللہ (علیہ السلام) اگر تم اس ارادہ کو جو پیش نظر ہے ترک کر دو اور جس طرح لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے تم بھی اس سے بیعت کر لو اور اپنے مکان اور اپنے نانا جان کی تربت سے علیحدہ نہ ہو اور اپنے اوپر اس گروہ کی حجت قائم نہ ہونے دو جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یزید سے بیعت نہ کرو تو وہ تمہیں اسکے لئے ضرور مجبور کریگا اور وطن میں اطمینان سے نہ بیٹھنے دیگا تاوقتیکہ آپ اس کی بیعت اختیار نہ کریں اور ممکن ہو کہ یزید کی عمر بہت تھوڑی ہو اور ہم تم اسکی طرف سے بے فکر ہو جائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ایسی باتوں پر تف ہو جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم یہ سمجھتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں تو اسے بیان کر کہ میں اس غلطی سے باز آجاؤں ، عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ آپ غلطی پر نہیں ہیں اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کی دختر کے فرزند کو غلطی اور ہو میں مبتلا کرے مگر آپنے سنا ہوگا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے مبادا یزید آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور کوئی حرکت ایسی کر بیٹھے جس کے مقابلے کی آپ میں طاقت نہ ہو اسلئے مناسب ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کرونگا بلکہ اپنے نانا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اپنے باپ علی مرتضےٰ علیہ السلام کی خصلت اور طریقوں پر چلوں گا جو شخص میری اطاعت کریگا اور حق بات کو سنے گا نیکی اور سلامتی حاصل کریگا ، اور جو شخص انکار کر کے دائرہ اطاعت سے باہر ہوگا ۔ تو میں اس پر صبر کرونگا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ مجھ میں اور اس میں فیصلہ کر دیگا اور وہی اچھا حاکم ہے (مطبوعہ صفحہ ۱۵)

ہم تو شروع ہی سے یہ دکھلاتے آئے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر بیعت یزید کے لئے ہر شخص سے کوشاں تھے اور ایسے کہ انکی بیعت کے منکرین کو صاف صاف باغی اور غدار کا حکم لگاتے تھے یہ گفتگو جو ابھی لکھی گئی ہے

بھی یہی مضمون نکلتا ہے۔ ہم کو چونکہ بیعت یزید کے متعلق اس مقام پر کچھ لکھنا ضرور نہیں ہے اس لئے آیندہ ہم کو جو کچھ لکھنا ہوگا وہ یزید کے کیرکٹر میں لکھیں گے۔ اس سے بالکل قطع نظر کر کے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے تمام عزیز واقارب سے فرداً فرداً رخصت ہوئے اور بنی ہاشم کے تمام محلہ میں کہرام مچ گیا، حضرت محمد حنیفہ کے رخصت ہونے کی کیفیت اوپر لکھی جاچکی ہے اب ہم تمام عزیز واقارب اور اہل وطن سے رخصت ہونیکے حالات لکھیں تو نہایت طول ہوگا۔ اس وجہ جیسے مردوں میں صرف محمد حنیفہ سے رخصت ہونے کا حال لکھا گیا ہے اسی طرح عورتوں میں صرف حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے حالات رخصت کو بیان کرینگے ہم اس کتاب کے آغاز میں لکھ آئے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی پرورش حضرت ام المومنین ام سلمہ کے سپرد ہوئی تھی۔ امام عالی مقام کو ان کے ساتھ اور انکو امام عالی مقام کے ساتھ ایسا کچھ روحانی تعلق تھا جس کا اندازہ ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے۔ ہم ان حالات کو ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ایں وقت ام سلمہ عرض کردکے فرزند چگونہ روا دارم کہ تو آہنگ عراق داری ونود از جد تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدم کہ فرمو یقتل ولدی الحسین بارض العراق فی ارض یقال لہ کربلاء۔ فرزندم حسین بعراق کشتہ می شود در جائے کہ اورا کربلا می گویند فقال لہا یا اماہ انا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لا محالۃ ولیس لی من ھذا بد وانی واللہ لا عرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من یقتلنی و اعرف البقعۃ التی اقتل وادفن فیہا وانی لاعرف من یقتل من اھلبیتی و قرابتی وشیعتی وان اردت یا اماہ اراک حفرتی ومضجعی۔ حسین علیہ السلام فرمودے مادر من سوگند با خدائے من می دانم سرانجام لا البتہ کشتہ می شوم واز آں چارہ نیست والبتہ می دانم آں روز را کشتہ می شوم ومی شناسم آنکس را کہ مرا می کشد ومی شناسم آں بقعہ را کہ در اں مرا بخاک می سپارند ومی شناسم آنرا کہ کشتہ می شوند از اہلبیت من وخویشاوند من وشیعیان من اگر خواہی اے مادر قبر خود را با تو نمودار می کنم پس ام سلمہ آئے بگریست فقال الحسین یا اماہ قد شاء اللہ عز وجل ان یرانی مقتولا مذبوحا ظلما وعدوانا وقد شاء ان یری حرمی ورھطی و نسائی مشردین واطفالی مذبوحین مظلومین ماسورین مقیدین وھم یستغیثون فلا یجدون ناصرا ولا معینا۔

حسین علیہ السلام فرمودے مادر خدامی خواہد مرا بدست ظلم وعدوان کشتہ وسر بریدہ ببیند۔ واہلبیت مرا وزنان مرا وجماعت مرا متفرق وپراگندہ دیدار کند واطفال مرا مظلوم ومذبوح نگرد وہمگاں را اسیر در غل وزنجیر نظارہ فرماید درحالتے کہ ایشاں واذلاہ واغوثاہ می گویند وہیچ ناصرے ومعینی نباشد فقال واللہ انی مقتول کذالک وان لم اخرج الی العراق یقتلوننی ایضاً فرمودے مادر قسم بخدا من بدیں شرح کشتہ می شوم اگر چہ بسوئے عراق نروم نیز کشتہ خواہم شد ایں وقت ام سلمہ عرض نمود کہ در نزد من تربتے است کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا سپرد واست وانیک در قارورہ نہادہ ام پس حسین علیہ السلام از خاک کربلا پارہ برگرفت واورا داد تا در قارورہ دیگر نہادہ فرمود ایں ہر دو را بدار تا گاہے کہ خون اندریں قارورہ موج زند بداں کہ مرا کشتند۔

بہرحال حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو اس سفر کی نسبت جو جو خوف تھے انکو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے آپ ہی بیان کردیا اور تمام اعزہ واقارب سے رخصت ہو کر قبل اس کے کہ آپ مکہ معظمہ کی راہ اختیار فرمائیں۔ آپ پھر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہر میں تشریف لے گئے۔ چنانچہ محمد ابن ابیطالب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ آنگاہ دیگر بارہ برسر قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد وقال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بابی انت وامی فقد خرجت من جوارک کرھا وفرق بینی وبینک واخذت بالانف فھوا ان ابایع یزید ابن معاویۃ شارب الخمور وراکب الفجور فان فعلت کفرت وان ابیت قتلت فھا انا خارج من جوارک کرھا علی الکرۃ فعلیک منی السلام یارسول اللہ۔

عرض کرد پدر ومادرم فدائے تو باد اے رسول خدا از جوار تو بیروں شدم واز حضرت تو دور افتادم ہانا قہرا بر من سخت گرفتند کہ با یزید شراب خوارہ وعصیاں بارہ بیعت کنم۔ اگر بپذیرم براہ کفر رفتم اگر سر بتافتم تا تیغ کیفر یافتم۔ اے رسول خدا بر تو سلام باد اینک منم کہ باکراہ از پیش تو دور می شوم۔ ایں وقت اورا خواب فرو گرفت ورسول خدا را دیدار کرد وبرا دسلام داد وقال یا بنی لقد لحق بی ابوک واخوک وھم مجتمعون فی دار الحیوان ولکنا مشتاقون الیک فعجل بالقدوم الینا واعلم یا بنی ان لک فی الجنۃ درجۃ معنا بنور اللہ فلست تنالھا

الا بالشہادۃ وما اقرب قد دملک علینا فرمود اے فرزند من اینک پدر و مادر و برادر تو اندر بہشت با من اند و ما ہمگاں مشتاق و مدار تو اے شبیہ ما و جدان اے فرزند ہمانا برائے تو در بہشت مقامی ہست کہ محفوف است بنور خدا وند و جز شہادت ادراک آں سعادت نتوانی کرد۔ المختصر جناب امام حسین علیہ السلام نے باطمینان رخصت کی تمام ضروریات کو انجام دیکر اپنے چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ہیں میں اٹھارہ بنی فاطمہ تھے اور اگر بچوں کا بھی شمار کیا جائے تو پورے اکیس ہوتے ہیں مدینۃ النبی کو ہمیشہ کے لئے رخصت فرمایا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی رخصت کے حالات کو لکھکر ہم کو ضرور ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کی مدینہ سے روانگی کی کیفیت بھی لکھدیں تاکہ ناظرین کو ان دونوں حضرات کے احوال روانگی سے انکے دلی مقاصد کا بخوبی اندازہ ہوجائے۔ امام طبری کی تاریخ کبیر میں ہے۔ چونکہ ولید کے پاس اس وقت تک ابن زبیر نہیں آئے تھے اس لئے دوبارہ انکے پاس آدمی بھیجا گیا اور جب اسکو بھی ٹال دیا تو ولید نے خفا ہوکر اپنے بہت سے غلاموں کو ان پر مسلط کردیا۔ یہ لوگ ابن زبیر کے گھر پر چڑھ آئے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے یا ابن الکاھلیۃ فوراً امیر کی حضور میں حاضر ہو ورنہ قتل کیا جائیگا۔ یہ نقشہ دیکھکر ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر کو ولید کے پاس بھیجا اور جعفر نے بخوشامد ولید سے کہا کہ اس وقت وہ آپ کی طلبی سے متوحش ہوگئے ہیں، رات بھر کی مہلت دیجائے اور غلاموں کو واپس بلالیا جائے کل وہ ضرور حاضر ہوں گے۔ ولید نے مان لیا اور غلام واپس بلالئے گئے یہ وقت فرصت پاکر ابن زبیر صرف ایک جعفر کو ساتھ لے کر شبا شب مدینہ سے بھاگ گئے اور کسی غیر متعارف راہ سے مکہ معظمہ کی طرف راہی ہوئے صبح کو ولید نے ان کے تعاقب میں سواروں کو دوڑایا مگر کہیں پتہ نہ لگا ولید کو سارا دن دوا دوش میں گزرا۔ یزید کو جب معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کرنے کے مدینہ سے نکل گئے اور ولید نے کچھ تدارک نہیں کیا تو اس نے برہم ہوکر بجائے ولید کے عمرو ابن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا عمرو ابن سعید ماہ رمضان میں مدینہ منورہ پہنچا اور اس نے سب سے پہلے یہاں جو کام کیا وہ یہ تھا کہ عمرو ابن زبیر کو شحنۂ شہر مقرر کرکے عبداللہ ابن زبیر کے ہمنشینوں کو خوب زدوکوب کرایا مدینہ کی اسی پر آشوبی کی حالت میں عبداللہ ابن مطیع بھی ابن زبیر کے معاون خیال کئے جانے کے قصور میں قید پڑے۔ مگر پھر عبداللہ ابن عمر کی سفارش سے چھوٹے۔

ان واقعات سے کامل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی روش کو ابن زبیر کے طریقہ سفر سے کوئی واسطہ نہ تھا اور نہ انکے مقاصد کو ان کے مطالب سے کوئی سروکار اسی لئے مخالفین نے بھی ان دونوں حضرات کے سفر کی اصلی اغراض پر کامل طور سے غور کرکے جس کی جیسی اغراض تھیں ویسی ہی اس کی فوری سیاست کا بھی انتظام کیا

مکہ معظمہ کے قیام سے لیکر روانگی عراق تک کے حالات

مدینہ منورہ سے نکلتے ہی حضرت مسلم ابن عقیل نے جناب امام حسین علیہ السلام کو شارع عام سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرنے کی صلاح دی مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے اسے منظور نہ فرمایا چنانچہ ابن مخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں۔ فقال لہ ابن عمہ مسلم ابن عقیل یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو سلکنا غیر الجادۃ کان لنا خیرا کما فعل عبداللہ ابن زبیر فانا نخاف ان یلحقنا رجال یزید فقال لا واللہ ما فارقنا ھذا الطریق ابدا۔ حضرت مسلم ابن عقیل نے فرمایا بہتر ہو کہ ہم لوگ راہ متعارف چھوڑ کر غیر متعارف راستہ اختیار کریں جیسا کہ ابن زبیر نے کیا ہے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید یزید کے آدمی ہمیں ملجائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی شارع عام اور سیدھی راہ کو کبھی نہ چھوڑونگا

فتوحات اعثم کوفی اور دیگر تاریخوں میں بھی یہی عبارت درج ہو ہمارے معزز معاصر صلاح النشائیں کے معتبر مولف تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نہ خود جناب امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا نہ کسی نے انکو وہاں ٹھیرنے کی رائے دی۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار بہی خواہ اہلبیت ضرور تھے مگر وہ اس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے اُن کے ضعف کی ابتداء انزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص کر امیر معاویہ کو۔ کیونکہ علاوہ پرانی رنجشوں کے زیادہ بگاڑ یہ ہوا کہ صفین و

جمل میں تمام انصار حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دیکھے (دیکھو صلاح النشاتین صفحہ ۵۔)

جناب امام حسین علیہ السلام اپنے قافلہ کے ہمراہ جب شہر مکہ کے قریب پہنچے اور دور سے مکہ کے پہاڑ دکھلائی دیئے تو جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ولمّا توجّہ تلقاء مدین قال عسیٰ ربّی ان یھدینی سوآء السّبیل ۔ مکہ کے لوگوں نے نہایت تعظیم وتکریم سے ان کا استقبال کیا اور بڑی قدر ومنزلت سے پیش آئے رسالہ البلاد الامین میں تحریر ہے کہ مکہ معظمہ پہنچکر امام عالی مقام نے قیام فرمایا اکثر لوگ حضرت کی شرف صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ گو عبداللہ ابن زبیر کو مکہ میں وارد ہوئے چند ہی دن گزرے تھے لیکن انہوں نے اُنھوں نے اتنے ہی دنوں میں باتفاق اہل مکہ اپنی حکومت کا رنگ جمالیا تھا اور وہ رنگ روز بروز شوخ ہوتا جاتا تھا (صفحہ ۴۹)

یہ تو معلوم ہی ہوچکا تھا کہ ابن زبیر جناب امام حسین علیہ السلام سے پہلی پانچ گئے تھے اور انہوں نے مکہ میں آتے ہی اپنی ہی سلطنت کے رنگ جمانے شروع کردیئے تھے اور لوگوں کا رجوع بھی انکی طرف ہونے لگا تھا مگر جناب امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری انکے حصول مقاصد کے لئے مضر ثابت ہونے لگی اور اہل اسلام ابن زبیر کی حضوری کو ترک کرکے امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرنے لگے اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام کی اغراض اہل اسلام کے ساتھ وہ نہ تھیں جو ابن زبیر کی۔ اور نہ امام کو اپنے منصب منصوصہ کے اعتبار سے سوائے ہدایت ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی سازش یا فریب دہی کی کوئی ضرورت تھی مگر ابن زبیر نے رجوع امام کے ظاہری اسباب کو دیکھکر یقین کرلیا کہ جبتک جناب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف رکھیں گے ہمارے لئے کوئی کامیابی نہ ہوگی چنانچہ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں۔

وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی عبد اللہ ابن زبیر لانہ کان یطمع ان یبایعہ اھل مکۃ فلمّا قدم الحسین اختلفوا الیہ وکانوا یصلّون معہ ومع ذلک کان عبد اللہ ابن زبیر یختلف الیہ بکرۃ وعشیا۔

یعنی تمام خلق سے زیادہ جناب امام حسین کا وجود عبداللہ ابن زبیر کو گراں تھا اس لئے کہ عبداللہ ابن زبیر اس بات کے خواہشمند تھے کہ اہل مکہ انکے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن جناب امام حسین علیہ السلام جب وارد مکہ ہوئے تو لوگ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آمد ورفت کرنے لگے اور انہی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور باوصف اس گرانی کے عبداللہ ابن زبیر بھی صبح وشام آپ کے پاس آتے تھے۔

اور تاریخ طبری میں ہے۔ وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی ابن زبیر وقد عرف ان اھل الحجاز ولا یبایعونہ ابدا مادام الحسین بالبلد وان حسینا اعظم فی اعینھم وانفسھم منہ واطوع فی الناس منہ ۔ جناب امام حسین علیہ السلام تمام مخلوق خدا سے زیادہ عبداللہ ابن زبیر پر گراں تھے چونکہ عبداللہ جانتے تھے کہ جبتک حسین ابن علی علیہ السلام یہاں ہیں اہل حجاز کبھی میرے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے اور بیشک حسین علیہ السلام کی عظمت اہل حجاز کی نگاہوں میں اور دلوں میں عبداللہ ابن زبیر سے زیادہ تھی اور یہ لوگ انکی اطاعت کے لئے زیادہ مستعد تھے۔

عبداللہ ابن زبیر اس امر کو جنگ جمل کے واقعات سے تجربہ کرچکے تھے کیونکہ حجاز کے ترک کردینے پر یا جو دیکہ انھوں نے عراق میں اپنے حصول مطالب کے اسباب فراہم اور اس کے سامان مستحکم کرلئے تھے اور بصرہ میں خود اور کوفہ میں ابو موسیٰ الاشعری کی سازشوں سے اپنا قبضہ جمالیا تھا یہ سب کچھ کرلیا تھا۔ مگر جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام موقع پر پہنچ گئے تو ان کے تمام انتظام درہم وبرہم ہوگئے ۔ اور انکو اپنی اغراض ومقاصد میں کامل شکست پہنچی۔

اسکے علاوہ عبداللہ ابن زبیر میں دوچار اخلاقی کمزوریاں ایسی تھیں جو تمام اہل اسلام میں طشت ازبام ہوچکی تھیں۔ اور ہر شخص انکی ذات میں ان معائب کے ہونے کا یقین ضرور رکھتا تھا۔ ان میں سب سے پہلے تو یہ کہ ام المؤمنین عائشہ کی تمام پریشانی اور رسوائی کے اصلی باعث یہی تھے۔ پھر ماء حواب پر غلط شہادت انھوں نے ہی دلوائی تھی۔ جو باتفاق فریقین اسلام میں سب سے پہلی جھوٹی گواہی تھی جو دیگئی۔ انہی وجوہ سے اہل عرب عموماً ان کو بروایت استیعاب ابن عبدالبر کی از حد بخیل۔ ضیق العطن نہایت بدخلق اور حد درجہ کا حاسد کہتے تھے اور خلافت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے آتے ہی انکی طرف سے اہل اسلام کا رجحان کم ہوگیا یزید کو جب یہ معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ اور ولید نے کچھ تدارک نہ کیا تو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے

اس لئے برہم ہوکر بجائے ولید کے عمرو بن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا۔ عمرو بن سعید نے آتے ہی عمر ابن زبیر کو شحنہ شہر مقرر کر کے عبد اللہ ابن زبیر کے ہم نشینوں کو خوب زد و کوب کرایا۔ یزید کی یہ عمدہ تدبیر تھی کہ تمام تشدد و تنبیہ کا ظاہری رخ تو ابن زبیر کی طرف تھا اور مقصود یہ تھا کہ حسین مقتول یا ماخوذ ہوں اور قوی حریف سلطنت کے خوف سے اطمینان ہو مگر ان تدبیروں کو جناب امام حسین علیہ السلام نے سمجھ لیا چنانچہ مذکور ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو جب وہ بقصد عراق مکہ معظمہ سے نکلے تو فرزدق نے آپ سے دریافت کیا کہ قریب حج آپ مکہ معظمہ سے نکلے؟ اسکے جواب میں امام عالی مقام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اگر میں جلد یہاں سے نہ نکلوں تو گرفتار ہو جاؤنگا (دیکھو صلاح النشاتین باسناد تاریخ کبیر طبری)

امام طبری نے اگرچہ ان مجبوریوں کی کوئی تفصیل نہیں کی مگر ہم اس کی کافی وجہ بتلائے دیتے ہیں جس کو دیکھکر ہر شخص سمجھ جائیگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی ایسی جائے امن کو جہاں ایک مچھر کا خون گرانا بھی جائز نہیں کیوں ترک فرمایا۔ اور اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے کیوں بدل دیا ہمارے اکثر غلط فہم معاصرین کا گمان یہ ہے کہ اہل کوفہ کی ارادت اور عقیدت کے پرجوش مضامین کو انکے خطوط اور قاصدوں کی زبانی معلوم کر کے جناب امام علیہ السلام نے مراسم حج کی ادائگی کا انتظار بھی نہ کیا اور عراق کی راہ لی حقیقت میں یہ اعتراض خاصکر ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جنکو اسلام کی حقیقت اور امام کی معرفت کی نسبت کچھ اطلاع نہیں ہے ورنہ جو شخص اسلام کے آداب شریعت اور آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی ذاتی و صفاتی عظمت و جلالت سے پورا واقف ہے وہ کبھی ایسے توہمات کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا خصوصا اس ذات قدسی صفات کی نسبت جس نے اپنے زمانہ حیات میں پچیس حج پا پیادہ ادا کئے ہوں (طبرانی معجم کبیر) کیا کوئی اہل اسلام اس وقت یا اس وقت کسی مسلمان کی نسبت ایسا اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام سے زیادہ حرمت کعبہ اور ثواب حج کا جاننے والا تھا۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ کونسی مجبوری تھی جس کی وجہ سے امام نے مکہ کے قیام کو ترک کیا اور اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے بدل ڈالا وہ یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی ان ظاہری اسلوں کو جو ابن زبیر کی نسبت مشہور کی جاتی تھیں اور ان کا مقصود اپنی ہی طرف تھا اچھی طرح معلوم کر لیا تھا جیسا کہ تاریخ طبری کی عبارت مذکورہ سے ظاہر ہو چکا اب اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کو تحقیقی خبر ملی کہ میں ایام حج اور احرام کی خاص حالت میں ہی قتل کر دیا جاؤنگا۔ اور میرے قتل کی ضرورت کی وجہ سے حرمت کعبہ کا بھی خیال نہ کیا جائیگا اسی جدید اور شدید بند و بست کے لئے یزید نے اپنے آدمیوں کو حاجیوں کے قافلے میں پوشیدہ روانہ کر دیا ہے۔ اور ان کو میرے خون ناحق کی تعمیل پر کامل طور سے مستعد کر کے بھیجا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اس کے متعلق یہ عبارت لکھتے ہیں۔ وکان فیہ خروج الحسین رضی اللہ عنہ من مکۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی وحل من احرامہ وجعل حجتہ عمرۃ مفردۃ لانہ لم یتمکن من اتمام الحج مخافۃ ان یبطش بہ ویقطع الفساد فی الموسم فی مکۃ لان یزید ارسل مع الحجاج ثلاثین رجلا من شیاطین بنی امیۃ وامرھم بقتل الحسین علیہ السلام علی کل حال۔ یعنی اسی دن جناب امام حسین علیہ السلام نے طواف بیت اللہ وسعی بین صفا و مروہ اور تحلیل احرام وغیرہ فرما کر اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے بدل ڈالا اور مکہ سے عراق کی طرف توجہ فرمایا۔ کیونکہ آپ اتمام حج تک وہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ بوجہ اس کے کہ آپ کو خوف لگا ہوا تھا کہ آپ پر اس سے بھی زیادہ سختی کی جائیگی۔ جس کے باعث مکہ معظمہ میں خصوصا موسم حج کے زمانہ میں فساد واقع ہوگا۔ کیونکہ یزید نے شیاطین بنی امیہ میں سے تیس آدمیوں کو قافلہ حجاج کے ساتھ مخصوص اسی واسطے روانہ کیا تھا اور ان کو یہ حکم دیدیا تھا کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو جس حال میں پائیں قتل کر ڈالیں۔

یہ روایت تاریخ اعثم کوفی۔ اور مقتل ابی مخنف میں بھی موجود ہے۔ اور امام طبری نے بھی اسکو لکھا ہے اس میں شک نہیں کہ امام عالی مقام نے مکہ معظمہ کے قیام کو صرف امن کے خیال سے اختیار فرمایا تھا مگر پھر بھی جب آپ کو مخالفین کی یہ خفیہ سازشیں معلوم ہوئیں اور اس امر کا پورا یقین ہو گیا کہ بنی امیہ ہماری مخالفت کے جوش میں حرمت کعبہ کا بھی خیال اور لحاظ نہ کرینگے اور ہمارے قتل پر ضرور اقدام کرینگے تو آپ نے مکہ کے قیام سے بھی کنارہ کشی اختیار فرمائی کیونکہ ایسی حالت میں آپ مکہ میں کسی طرح رہنا پسند نہیں فرما سکتے تھے اور علی العموم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جسکے ذبح ہونے سے

حرمتِ خانہ کعبہ ضائع کی جائیگی چنانچہ تاریخ کبیر طبری میں تحریر ہے کہ بعض لوگوں نے قصدِ روانگی سے آپ کو منع کیا تو آپنے فرمایا واللہ لان اقتل خارجامنہا (ای من مکّۃ) بشبر احبّ الیّ من ان اقتل داخلا منہا بشبر وایم اللہ لوکنت فی جحر ھامّۃ من ھٰذہ الھوام لاستخرجونی حتّٰی یقضوا فی حاجتہم وایم اللہ لیعتدن علیّ کما اعتدت الیہود فی السّبت۔ واللہ اگر میں مکہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ بقدر ایک بالشت کے مکہ کے اندر قتل کیا جاؤں قسم ہے خدا کی کہ اگر میں حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں بھی ہوں تب بھی یہ لوگ مجھے اس جگہ سے نکالکر ضرور قتل کر ڈالینگے اور بخدا مجھ پر ایسا ہی ظلم و تعدی کریں گے جیسا کہ یہود نے سبت کے بارے میں ظلم و تعدی کی تھی۔

اب مکہ میں اپنے قتل کئے جانے سے اتنی احتیاط کی کیا ضرورت تھی؟ اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کسی طرح حرمت کعبہ ضائع کرنیکا الزام اپنی طرف عائد ہونا پسند نہیں کرتے تھے دوسرے یہ کہ آپ کی نظر اپنے جد بزرگوار کی اس مخصوص حدیث پر بھی ضرور تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیشین گوئی ارشاد فرمادیا تھا کہ مکہ میں ایک ایسا قریشی قتل کیا جائیگا جس پر تمام دنیا کا عذاب ہوگا جیسا کہ کنز العمال میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ میں ایک مرد قریشی دفن ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر عالم کے عذاب کا ایک حصہ ہوگا اور دوسری روایت اسی کنز العمال میں ہے کہ اگر اس شخص کا گناہ تولا جائے تو دونوں جہان کے گناہوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ پھر اس کی تیسری روایت میں ہے کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنیگی جس کا نام عبداللہ ہوگا اسپر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ (کنز العمال صفحہ ۲۴۴ جلد ۶) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص مدفون ہوگا باشرک کفر شہر کہ میں قریش سے جس پر نصف عذاب عالم ہوگا۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی احتیاط کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ زمانہ کا رنگ دشمنوں کی مخالفت اور ان کی عالم فریبی آپکو صاف صاف بتلا رہی تھی کہ اگر آپ کا خون ناحق یہیں گرایا گیا اور یہ ذبح عظیم بھی قربانگاہِ اسمٰعیلی (منیٰ) کے اصلی مقام پر واقع ہوتا تو آپکے فضائل و مناقب چھپائیوالا اور آپ کے مراتب و مدارج گھٹانیوالا فرقہ اس حدیث کا مفہوم ضرور آپ ہی کے دشمنوں کی طرف پھیر دیتا۔ اور پھر آپ کے قتل ہوجانیکے بعد ایک عبداللہ نہیں ہزار عبداللہ مکہ میں مدفون ہوتے مگر وہ عبداللہ کو ابوعبداللہ ہی جانتے۔ ہم کو اس وقت کی سیاسی ضرورتیں جنہوں نے اور بہتان اہلبیت علیہم السلام کے متعلق تمام دنیا میں مشہور کر دیئے بتلا رہی ہیں کہ وہ اسی طرح ضرور اس حدیث کے صحیح مضمون کو آپ ہی کی طرف عائد کرتے جناب امام حسین علیہ السلام کی یہ احتیاط آپکی انتہا درجہ کی عاقبت اندیشی کی بھی دلیل ہے چنانچہ ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلاح التائمین تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسوقت اپنے خیرخواہوں پر ظاہر کیا تھا کہ میرے لئے اس دور میں کہیں جائے امن نہیں لہذا بپاس حرمت حرم کعبہ میں یہاں قتل ہونا گوارا نہ کرونگا۔ اگر ہم محض سیاسی نگاہوں سے بھی اس منظر کو دیکھیں تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد عراق فرمانا تدبر کا اعلیٰ نمونہ تھا (دیکھو صفحہ ۳۱۴)۔ بہر حال اس مضمون کو ختم کر کے پھر ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اب حج کے تو دن تھے۔ مکہ معظمہ میں تمام بلادِ اسلامیہ کے لوگ اکٹھے ہوئے تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے اس بے وقت سفر سے ہر شخص کو انتشار تھا۔ خالص ہواخواہوں نے تو اپنے خلوص اور عقیدت کے تقاضے سے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی اور بہت سے گندم نما جو فروشوں نے سلطنت کی سازش یا اپنی نفسانیت کی خواہش سے آپکے دلی مدعا کی تجسس کی تلاش کی مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق جواب دیا۔ ہم ان میں سے صرف بعض آدمیوں کی گفتگو قلمبند کرتے ہیں۔

سفرِ عراق اور اہلِ کوفہ کے مفصل حالات

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو جناب امام حسین علیہ السلام کی روانگی عراق کے حالات سے آغاز کرتے ہیں مگر قبل اس کے کہ ہم اپنے اصلی مضامین کو شروع کریں ضرور ہے کہ ہم کوفہ اور اہل کوفہ کے مفصل حالات بھی مندرج کر دیں جو ہمارے اکثر مضامین کی پورے طور سے تائید کرینگے ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس مختصر نوٹ کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں جسکو ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلاح التائمین

نے نہایت اختصار کیا تھا قلمبند فرمایا ہے۔ وہو ہذا۔

بلادری نے فتوح البلدان میں کوفہ کا مفصل ذکر کیا ہے اتنا مجملہ الخصائیہ کہ سرسبز و شاداب سرزمین کوفہ ابتدا میں لشکرِ اسلام کی ایک بڑی چھاؤنی تھی جس کو سعد ابنِ ابی وقاص نے ۱۷؁ھ میں قائم کیا تھا لیکن پھر سال ہی دو سال میں یہاں مستقل آبادی کی بنا پڑ گئی۔ اہلِ عرب کے سلسلے جدا جدا محلّے قائم ہوئے اور کوفہ ایک وسیع شہر اور حاکمِ عراق کا دارالحکومت ہو گیا۔ شروع آبادی سے تین برس تک سعد ابنِ ابی وقاص حاکمِ کوفہ رہا لیکن پھر اہلِ کوفہ نے حضرت عمر سے شکایت کی وقالوا انہ لا یحسن الصلٰوۃ اور کہا کہ ان کو ٹھیک نماز پڑھنی اور پڑھانی نہیں آتی اس پر حضرت عمر نے سعد کو معزول کر دیا۔ سعد اہلِ کوفہ کی اس حرکت سے اسقدر برہم ہوئے کہ انکے حق میں یہ بددعا کی اللھم لا ترض عنھم امیرا ولا ترضھم علیہ خدایا نہ ان سے کوئی امیر راضی ہو اور نہ یہ کسی امیر سے راضی ہوں سعد کے بعد عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ حاکمِ کوفہ اور عبداللہ ابن مسعود منتظمِ بیت المال مقرر ہوئے مگر عمار یاسر کو بھی اہلِ کوفہ نے پسند نہ کیا اور یہ کہا کہ یہ امورِ سیاست سے واقف نہیں ہیں حضرت عمر نے عمار کو بھی معزول کیا اور اہلِ کوفہ سے تنگ آکر کہا من عذیری من اہل الکوفۃ ان استعملت علیہم القوی فجروہ وان ولیت علیہم الضعیف حقروہ کون ہے جو کوفیوں سے میرا عذر خواہ ہو۔ حالت یہ ہے کہ اگر کسی قوی کو ان پر حاکم مقرر کرتا ہوں تو اسے فاجر بتاتے ہیں اگر کسی ضعیف کو ان پر والی مقرر کرتا ہوں تو اس کی تحقیر کرتے ہیں اب اس وقت حضرت عمر نے مغیرہ ابن شعبہ کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ اگر میں تم کو حکومتِ کوفہ دیدوں تو پھر ایسا نہ کرو گے جیسا کہ تم پر عیب لگایا گیا تھا۔ یہ اشارہ ہے ناقابلِ ذکر واقعۂ امِ جمیل کی طرف جس کو قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بسلسلۂ ذکر یزید ابن زیاد و معیر بن مفرغ لکھا ہے اور عموماً ہر معتبر تاریخ میں مفصل مذکور ہے۔ مغیرہ نے کہا کہ نہیں چنانچہ مغیرہ حاکمِ کوفہ مقرر ہوئے اور حضرت عمر کی زندگی بھر یہاں قائم رہے ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے مغیرہ کو معزول کر کے پھر سعد ابنِ ابی وقاص کو حکومت دی لیکن ایک ہی سال کے اندر یہ واقعہ پیش آیا کہ سعد نے تمام بہا و قرض بیت المال سے ایک رقم کثیر لے لی اور جب عبداللہ ابن مسعود منتظم بیت المال نے اس رقم کی واپسی کا تقاضا کیا تو سعد کو ناگوار گذرا یہاں تک بات بڑھی کہ سعد نے ابنِ مسعود کو غلام کہا اور ابن مسعود نے تعریضاً سعد کو کمینے کا بچہ کہا حضرت عثمان کو خبر ہوئی تو انہوں نے سعد کو برخاست کر کے ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو حاکمِ کوفہ مقرر کیا۔ ولید پانچ برس تک مسلسل والی کوفہ رہا ابو زبید عہدِ جاہلیت کا مشہور نصرانی شاعر جو بنی تغلب کے علاقہ کا رہنے والا تھا ولید کا مصاحبِ خاص تھا ولید نے مشہور کیا تھا کہ وہ میری صحبت میں مسلمان ہو گیا مگر درحقیقت ولید کو خود اس کے اثرِ صحبت سے مے نوشی کا لپکا پڑ گیا تھا پہلے چھپ کر پیتا رہا لیکن جب زیادہ بڑھ گئی تو راز فاش ہو گیا کوفیوں نے دربارِ خلافت میں استغاثہ کیا کہ شرابخوار امیر کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ ولید بن عقبہ معزول ہوا اور اس کی جگہ سعید ابن العاص کو ملی سعید نے چند روز حالاتِ کوفہ کو مشاہدہ کر کے درگاہِ خلافت میں رپورٹ کی کہ یہاں سخت ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی ہے اِدھر اُدھر سے گنوار دوں کے قبیلے جو آکر یہاں جمع ہو گئے ہیں انہی کا زور ہے اور وہ اربابِ شرف جنہوں نے قدیم ناموریاں حاصل کی ہیں بے اثر ہوتے جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس رپورٹ پر یا بنظرِ حالت کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے حضرت عثمان نے اہلِ حجاز کو ترغیب دی کہ عراق کی حالت اچھی نہیں ہے بہتر ہے کہ وہاں سے اپنے تعلقات کو اٹھالیں اور وہاں کی جائداد بیچکر ان کی عوض حجاز میں خرید لیں بہرکیف سعید نے حتی الوسع درستی نظم و نسق میں سعی کی مگر سوء اتفاق سے ایک روز باتوں باتوں میں سعید کی زبان سے نکل گیا کہ ھذا السواد بستان القریش یہ سرسبز خطۂ عراق قریش کا باغیچہ ہے جملہ حاضرین جلسہ کو جن میں بیشتر سرداران عراق تھے ناگوار ہوا اور اشتر نخعی نے برہم ہو کر کہا اتزعم ان السواد الذی افاء اللہ علینا باسیافنا بستان لک ولقومک۔ واہ تم یہ زعم کرتے ہو کہ جس سواد پر خدا نے ہماری تلواروں کے زور سے ہمیں قابض کیا وہ تمہارے اور تمہاری قوم کا باغیچہ ہے غرضکہ اسی وقت سے برابر کشیدگی بڑھتی اور آخر یہ ہوا کہ ۳۴؁ ہجری میں کوفیوں نے سعید کو نکال دیا سعید کی جگہ حضرت عثمان نے ابوموسیٰ الاشعری کو بھیجا ان کے وقت میں کوفیوں کی سرکشی اتنی بڑھی کہ بروایت ابن خلدون اہلِ عراق نے عامر ابنِ قیس کو جو مرد زاہد مشہور تھا وکیل مقرر کر کے دارالخلافت میں بھیجا۔ عامر نے عین دربار میں حضرت عثمان سے کہا کہ آپ سے بڑے بڑے معاملوں میں غلطیاں ہوئیں اب مسلمان آپ کے بارِ خلافت کے متحمل نہیں ہو سکتے لہذا مناسب یہ ہے کہ آپ خلافت سے استعفا دیکر

کنارہ گزیں ہوجائیں۔ بعدازآں اہل مصر اور اہل بصرہ کیساتھ کوفی بھی
اُس یورش میں شریک ہوئے جس میں حضرت عثمان قتل ہوئے اس ہنگامہ
کے وقت اہل بصرہ کی آمد و رفت طلحہ کے پاس اور اہل کوفہ کی زبیر کے
پاس اور اہل مصر کی علی علیہ السلام کے پاس تھی لیکن جب حضرت
عثمان کے بعد مہاجرین و انصار اور خود طلحہ اور زبیر نے علی علیہ السلام
کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے ان کی اطاعت قبول کرلی
کوفہ کیمتعلق یہانتک جس قدر واقعات نقل ہوئے ان سے اندازہ
ہوگیا ہوگا کہ کوفہ بدنظمی اور شورش کا مخزن تھا حضرت عثمان تو خود
ایک ضعیف خلیفہ تھے حضرت عمر بھی اہل کوفہ سے عاجز آگئے تھے اور
اس ملک کو مغیرہ کے حوالہ کرکے انہوں نے بھی اپنی جان بچائی تھی
لیکن باوجود اس حالت کے جب جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کوفہ
کو دارالخلافت قرار دیکر وہاں تشریف فرما ہوئے تو ان کے فیض
مواعظ اور حسن سیاست سے اہل کوفہ کی بہت کچھ اصلاح ہوگئی تھی
کہ جناب علی علیہ السلام نے جنگ جمل و صفین میں کوفیوں سے خوب
کام لیا مگر جس طرح سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا
لشکر عبداللہ ابن اُبی جیسے منافقوں سے خالی نہیں رہا اور انہی کی
وجہ سے بارہا ناگہانی ہزیمتیں اور نقصان آنحضرت کو اٹھانا پڑے
اسی طرح جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا لشکر بھی اس قسم کے احمق
شریروں سے خالی نہ تھا چنانچہ یہی احمق گروہ دفعتہً عمرو عاص کے
دام تزویر میں پھنس کر خارجی ہوگیا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام
کی مدبرانہ قوت نے اگرچہ فوراً اس ضعف کا تدارک کیا اور فتنہ خوارج
کو فرو کرکے پھر اہل عراق کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے تیار کرلیا تھا۔
افسوس کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے یکایک شہید ہوجانے سے
عراق و حجاز میں ایک ہولناک انقلاب وقوع میں آگیا اور اسی حالت
میں باغیوں نے بعض سرپرست سرداران عراق سے سازش کرکے
دارالخلافت کی طرف فوجیں بڑھادیں۔ جناب امام حسن علیہ السلام
نے جو فوج اس یورش کے روکنے کو بھیجی۔ اہل سازش نے
جھوٹی خبریں اُڑا کر اس فوج میں بھی تفرقہ ڈالدیا بلکہ خاص
کیمپ میں بھی ایسی شورش پھیلادی کہ خود جناب امام حسن علیہ السلام
زخمی ہوئے اب سوائے صلح کے کوئی چارہ مسلمانوں کی جانبری کا نظر
نہ آیا لہذا مجبوراً صلح پر رضامندی ظاہر کی گئی سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں

لکھا ہے کہ صلح ان شرطوں پر ہوئی کہ معاویہ اپنے تئیں حیات حکمرانی کرلیں
مگر ان کو اہل حجاز و عراق کے ان وظائف کے ضبط کرنیکا مجاز نہ ہوگا
جو جناب علی علیہ السلام کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ابن جریر نے یہ
بھی لکھا ہے وقد صالح الحسن علیہ السلام معٰویۃ علی
امان اصحاب علی حیث کانوا یعنی شرط صلح تھی کہ شیعیان علی
علیہ السلام عام اس سے کہ کہیں ہوں ان کے امن و آسائش
میں خلل اندازی نہ کی جائیگی۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے
کہ عمرو ابن عاص نے معاویہ کو ترغیب دی تھی کہ ان شرطوں پر صلح نہ
کرو بلکہ وقت یہ ہے کہ بزور شمشیر سلطنت پر قبضہ کرلو مگر معاویہ نے
اس رائے کو نہ مانا کیونکہ وہ اس خبر سے متوحش تھے کہ جناب امام حسن
ابن علی علیہما السلام چالیس ہزار اہل عراق سے جہاد کے لئے بیعت
لے چکے ہیں ملک پر قبضہ کرچکنے کے بعد امیر معاویہ نے شرائط صلح کی خلاف
ورزی پر کمر باندھی اور عراق پرکے بعد دیگرے ایسے حاکم مقرر کئے
جنہوں نے تدبیر اور شمشیر کے زور سے پیروان علی علیہ السلام کو
برباد کرنا شروع کیا چنانچہ خود عبیداللہ ابن زیاد نے جبکہ یزید نے
اسے حاکم کوفہ کیا ہانی ابن عروہ پر احسان جتانا شروع کیا اور کہا
کہ یاہانی اما تعلم ان ابی قدم ھذا البلد فلم یترک احداً من
ھذہ الشیعۃ الا قتلہ غیر ابیک ای ہانی! آیا تو نہیں جانتا کہ میرا باپ
(بعہد معاویہ) حاکم کوفہ ہوکر آیا تو اس نے شیعوں میں سے سوائے
تیرے باپ کے اور کسی کو نہیں چھوڑا۔
زیاد کی نسبت اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ امیر معاویہ کو سلطان
بنانا اسی کا کام تھا بلکہ ابن جریر طبری نے تو صاف لکھ دیا ہے۔
وکان زیاد اول من شدّ امر السلطان واکّد الملک المعٰویۃ
والزم الناس الطاعۃ وتقدم فی العقوبۃ وجرّد السیف
واخذ بالظنۃ وعاقب علی الشبہۃ وخاف الناس زیاد کے
وہ شخص ہے جس نے حاکم وقت (معاویہ) کی سلطنت کو قوی کیا اور
اس کی تمام امور کو درست و چست کیا اور تمام لوگوں سے اس کی
بیعت لی اور تمام لوگوں پر سختی کی تلوار کھینچی اور بے سوال کئے صرف ظن
اور شبہہ پر ہی قتل کر ڈالا۔ (ملخصاً) اور سب لوگ اس سے ڈر گئے
ہاں اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھی ضرور ہے کہ یہ رہائی کو زیاد نے نظر
مروت کی راستے نہیں چھوڑا تھا بلکہ عروہ پدر ہانی ایک مقتدر اور محتشم

شخص تھا۔ اور اس کا قتل کرنا چنداں آسان نہیں تھا مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ ہانی جب کسی مہم پر نکلتا تھا تو بارہ ہزار سپاہی اس کے ہمراہ رکاب میں ہوتے تھے اور جب وہ اُن قبیلوں کو بھی جو اس کے حلیف تھے جمع کر لیتا تھا تو بیس ہزار کی کی جمعیت ہو جاتی تھی۔

غرضکہ اس طوفان خونریزی نے اکثر جوشیلے اور غریب شیعوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ البتہ وہ شیعہ جانبر ہوئے جن کے قبیلے اور جتھے قوی اور صاحب شوکت تھے یا وہ بچے جنہوں نے بحکم ضرورت دشمنوں سے مدارا سے پیش آنا شروع کر دیا تھا لیکن پھر بھی شیعوں کی تعداد عراق میں ہر جگہ سے زیادہ تھی۔

امیر معاویہ نے جب اپنا پیمانہ عمر لبریز کر کے ساغر حکومت یزید میخوار کو دیا اور مملکت میں ایک تغیر حادث ہوا تو پیروانِ علی علیہ السلام نے ایسے وقت فرصت سمجھکر کوفہ میں سلیمان ابن صرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مکان پر ایک پر اثر جلسہ کیا جس میں باہمدگر عہد کیا گیا کہ نصرتِ اہلبیتِ اطہار میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کریں گے چنانچہ باتفاق رائے اہلِ جلسہ سلیمان ابنِ صرد اور مسیب ابنِ نجبہ اور رفاعہ ابنِ شداد اور حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا " الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا فعدت لہ ثمود بعدت ثمود اب آپ ہماری پیشوائی اور رہنمائی کے لیے تشریف لائیے جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے ہم حاکم کوفہ کو کوفہ بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے ہم اس سے بالکل جدا ہو چکے ہیں اور جمعہ و جماعت میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے "

عبداللہ ابن سبیع اور عبداللہ ابن دال سفیر نامہ بر مقرر ہوئے جنہوں نے دسویں رمضان المبارک کو مکہ معظمہ میں یہ عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی حضور میں پیش کی اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچیں منجملہ پانسو اکتیس عرضیاں جن میں سے کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی کوئی دو، اور کوئی چار کی طرف سے۔ قیس ابن مسہر اور عبدالرحمان ابنِ عبداللہ اور عمارہ ابن عبید کی معرفت وصول ہوئیں اس سلسلہ میں شبث ابن ربعی اور حجاز ابن الحرا اور یزید ابن حارث اور یزید ابن عدیم اور عروہ ابن قیس اور عمرو بن حجاج اور محمد ابن عمیر کی عرضیاں پہنچیں جن میں بکمال فصاحت یہ مقصد ظاہر کیا گیا تھا کہ سب سامان منتظم ہو چکا ہے اور ایک لشکر آراستہ آپ کی نصرت کے لیے تیار ہے جلد تشریف لائیے سب کے آخر میں ہانی ابن ہانی اور سعید ابن عبداللہ اہل کوفہ کے سفیر پہنچے اور اس مضمون کی عرضی لائے کہ اب آنے میں تاخیر نہ کیجیے جلد آئیے تمام لوگ چشم براہ ہیں اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بعض عرضیوں میں یہ جملہ بھی تھا کہ "ان لم تقبل الینا فانت اٰثم" یعنی اس حالت میں کہ ہم طالب ہدایت ہیں اور آمادہ نصرت ہیں۔ اگر آپ اعراض کریں گے تو اس کا بارِ گناہ آپ پر ہے جب یہ سب عرضیاں جن کی تعداد ابنِ اثیر اور سبط ابن جوزی نے ڈیڑھ سو لکھی ہے جناب امام حسین علیہا السلام کے ملاحظہ سے گزر چکیں اور سفیروں نے زبانی بھی قابلِ اطمینان حالات ظاہر کیے تو ان سب کے جواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خط بھیجنے کا ارادہ کیا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت تک اہل کوفہ کے خطوط کثرت سے آ رہے تھے مگر امام عالی مقام علیہ السلام نے کسی ایک کا جواب نہیں دیا تھا ان تمام خطوط میں سوائے اشتیاق اور اظہار خلوص کے کسی الزامی خطاب سے کام نہیں لیا گیا تھا اور اس آخری خط میں تو صاف صاف الزامی الفاظ مندرج تھے تو اب ضرور ہوا کہ امام زمانہ ان کے معاملات میں ان کی ظاہری روش پر اعتبار کر کے وہی طریقہ اختیار فرمائیں جو جناب رسالت مآب نے اپنے ظاہر نما گروہ کے ساتھ قائم رکھا تھا۔

المختصر اُن کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا کہ ہمارے معزز معاصر نے لکھا ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر زیب رقم فرمائی جسکو ہم بجنسہ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسینؑ ابن علیؑ الی الملاء من المؤمنین والمسلمین اما بعد فان ھانیا و سعیدا قدما علیّ بکتبکم وکانا اٰخر من قدم علیّ من رسلکم وقد فہمت کل الذی اقتصصتم وذکرتم ومقالۃ جلکم انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا

بك على الحق والهدى وانا باعث اليكم اخى وابن عمى وثقتى من اهل بيتى مسلم ابن عقيل فان كتب الى انه قد اجتمع راى ملائكم وذوى الحجى والفضل منكم على مثل ما قدمت به رسلكم وقرات فى كتبكم فانى اقدم اليكم وشيكا ان شاء الله تعالى فلعمرى ما الامام الا الحاكم بالكتاب القائم بالقسط الدائن بدين الحق الحابس نفسه على ذلك لله والسلام۔

یہ خط حسین ابن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام۔ واضح ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لیکر آئے اور تمہارے سابق ولاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے میں نے ان کو سمجھا تم نے باتفاق اپنے نامہ و پیام میں ظاہر کیا ہے کہ ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے کوئی امام نہیں تم آؤ تو امید ہو کہ خدا ہم سب کو تمہاری بدولت سے راہِ راست اور مسلکِ حق پر فائز فرمائے لہذا میں اپنے برادر عم زاد اور اہل خاندان سے معتمد مسلم ابن عقیل کو بھیجتا ہوں اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کرے حقیقت امر سے مجھے مطلع کردیں پس اگر انہوں نے لکھا کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالبِ حق ہو اور نصرتِ حق پر آمادہ ہو تم میں جو اربابِ عقل و فضل ہیں وہ سب تم سے متفق الرائے ہیں جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کر چکے ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں اور نیز واضح ہے کہ امام بس وہی امام ہو جو مطابق کتاب خدا عمل کرے اور طریقِ عدل و حق پر قائم ہوا اور اپنے نفس کو بمتابعت احکام خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پورا مقید و پابند رکھے۔ والسلام

حضرت مسلم ابن عقیل کی کوفہ کی طرف روانگی

بہرحال حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام اپنے برادر عالی مقدار جناب امام حسین علیہ السلام کا خط لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک لکھ کر ہمکو ضروری ہوا کہ پہلے ہم حضرت مسلم علیہ السلام کے احوال کو خاتمہ تک پہنچالیں تب جناب امام حسین علیہ السلام کے سفرِ عراق کے حالات کو اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں مندرج کریں گے۔

بہرحال حضرت مسلم علیہ السلام عقیل بن ابیطالب کے بڑے صاحبزادے تھے ولادت ان کی بروایتے خلافتِ ثانیہ کے عہد میں ہوئی مورخین گروہ میں اکثر علما بھی خلافت ثانی ہی کو ان کی ولادت کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ خلافتِ ثالثہ تک تو حضرت مسلم کا زمانہ بھی اسی خاموشی میں صرف ہوا جس طرح اور بنی ہاشم کا جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی زمانۂ خلافت میں بھی ان کو کاروبار ملکی میں مداخلت حاصل نہ تھی نہ یہ کسی صیغہ میں مامور تھے اور نہ ملکی مناصب میں سے کوئی عہدہ ان سے تعلق رکھتا تھا جناب امیر المومنین علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت عباس علیہ السلام کی حقیقی بہن ان سے منسوب تھیں۔ آپکے محاسن اخلاق اور عادات ستودہ صفات کے حالات ہمارے سلسلۂ بیان میں عنقریب آنیوالے ہیں جن سے ہر شخص بخوبی سمجھ لیگا کہ اہلبیتِ طاہرین میں ان مقدس بزرگوار دس کے علاوہ جو منجانب اللہ معصوم تھے اور دوسرے حضرات بھی شرعی معاملات میں اپنی احتیاط اور اپنا محفوظ الخطا ہونا ثابت فرماتے تھے اب ہم حضرت مسلم کے احوال بھی زیادہ تر رسالۃ البلاء المبین و صلاح الدنا ثنتین کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ صاحب رسالۃ البلاء المبین لکھتے ہیں امام عالیمقام نے اپنے چچازاد بھائی مسلم ابن عقیل سے فرمایا کہ تم سے تجویز کیا ہے کوفہ کو جائیں اور وہاں کے حالات سے آپ کو مطلع کریں حضرت مسلم اپنے دو صغیر السن صاحبزادوں کو جو بغیر باپ کے رہ نہیں سکتے تھے ہمراہ لیکر راہی کوفہ ہوئے اور چند روز میں کوفہ پہنچکر مختار ابن عبیدہ ثقفی کے یہاں فروکش ہوئے ہمارے معزز ہمعصر نے اختصار کے لحاظ سے صرف نفس واقعہ کو اپنے مدعائے بیان کیلئے کافی سمجھا ہے اور جو احوال راستہ میں حضرت مسلم ابن عقیل پر گزرے ان کو ضرورت سے زائد خیال فرما کر چھوڑ دیا ہے چونکہ ہمارا مدعائے تالیف تمام حالات کی تفصیل کا ابتدا سے ذمہ دار ہوا اسلئے ہمکو ضرور ہے ہم ان حالات کو بھی اسی تفصیل سے قلمبند کریں مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت درج ہے:۔ فارسل مسلم مع الدليلين وفى اثناء الطريق ضلا ومات احدهما عطشا فتطير مسلم نبعث الى الحسين عليه السلام يخبره بذلك ويستعفيه عن المسير الى الكوفة فبعث اليه يامره بالمسير الى ما امره ولا فسار فى وقته وساعته

امام علیہ السلام نے حضرت مسلم عقیل کو دو راہبر دیکر روانہ کیا تھا کوفہ کی طرف روانہ کیا اتفاق وقت سے وہ راہ بھول گئے اور ان میں ایک تو پیاس کے مر گیا پس حضرت مسلم علیہ السلام نے اسکو شگون بد سمجھکر جناب امام حسین علیہ السلام کو لکھ بھیجا اور اپنے لئے اس سفر سے واپس آنیکی تحریک کی مگر جناب امام حسین نے انکو یہ لکھ بھیجا کہ جسطرح تم کو دل

حکم دیا گیا ہو اسی کے مطابق تم جاؤ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں وہ فوراً چلے گئے۔ فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں ان واقعات کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

حضرت مسلم نے قبیلۂ قیس ابن خیلان کے دو رہبر ساتھ لیے کہ غیر معروف راستہ سے کوفہ تک پہنچا دیں کچھ روز چل کر وہ دونوں رہبر راستہ بھول گئے اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پڑے جہاں پانی کا نام و نشان نہیں تھا انجام کار یہ دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مر گئے اب حضرت مسلم بہت پریشان ہوئے اور ہراساں ہو کر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہیں ملا۔ آخر کار ایک گاؤں **مضیق** نام میں پہنچ کر پانی پیا۔ ساتھیوں، مویشیوں۔ اور گھوڑوں کو بھی پانی دیا پھر کچھ دیر آرام لیکر جناب امام حسینؑ کے نام خط لکھا اور اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ یہ سفر مجھے مبارک نہیں ہوا فال بد معلوم ہوتی ہے (دیکھو ترجمۂ اعثم کوفی صفحہ ۳۵۵)

ایک اور روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت مسلم کو پانی دستیاب ہوا تو اس وقت انہوں نے اپنے مردہ راہبروں کی لاشوں کو غسل دیکر مدفون کیا بہرحال حضرت مسلم کے اس خط کا جواب جو جناب امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا وہ یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسینؑ ابن علی الی ابن عمہ مسلم ابن عقیل، اما بعد فقد خشیت ان لا یکون حملک علی الکتاب لی فی الاستعفاء من التوجہ الذی وجہتک الا الجبن فامض لوجہک الذی وجہتک یا ابن عم انی سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول ما منا اهل البیت من تطیر ولا یتطیر بہ فاذا قرات کتابی فامض علی ما امرتک والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط حسین ابن علی کی طرف سے مسلم ابن عقیل کو لکھا گیا ہے میری دانست میں مجھے تمہارے خوف نے یہ خط میرے نام لکھوایا ہے اور یہ تم نے اس سفر سے جو تمہیں درپیش ہے اپنے فسخ عزم کی رائے ظاہر کی ہے تم یقین کرلو کہ میں نے اپنے نانا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم اہلبیت کبھی فال نہیں لیتے اور نہ کسی کو اپنے لیے فال لیے جانے کی اجازت دیتے ہیں پس جب تم میرا یہ خط پاؤ تو فوراً جس طرف میں نے تمہیں بھیجا ہے چلے جاؤ اور جس کام کے لئے تمہیں مامور کیا ہے اسے بجا لاؤ اور کوفہ کی طرف کوچ کرو۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ حکم پا کر حضرت مسلمؑ کوفہ کو روانہ ہو گئے اور نہایت عجلت سے مسافت طے کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی اور بروایتے سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان میں فروکش ہوئے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق جوق اہل کوفہ حاضر ہو کر داخل بیعت ہونے لگے حتےٰ کہ چند ہی روز میں ۱۸ ہزار آدمیوں نے سعادت بیعت حاصل کی (صفحہ ۱۵ البلاء المبین)

عموماً تاریخوں میں اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے پر اتفاق ہے چنانچہ مقتل ابو مخنف میں یہ عبارت درج ہے فاجتمع الناس الیہ فبایعہ ثمانیۃ عشر الف رجل اُن بیعت کرنے والے حضرات میں ہم صرف دو حضرات کے سچے جوش اور اصلی عقیدت کو ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں وہو ہٰذا۔

چوں مسلم نگریست کہ مجلس از بزرگان کوفہ آگندہ است مکتوب حسین علیہ السلام را برآورد و برآں جماعت قرائت نمود۔ مردم از بس بشارت و اشتیاق گفتند و آغاز بگریۂ فرحت نمودند و با مسلم دست بیعت قرار دادند و پیمان متابعت استوار نمودند در روز اروز ازدحام و اژدحام برافزود چندانکہ ہیجدہ ہزار کس با مسلم بیعت کردو شرط متابعت بجا می آورد۔ اینوقت عابس بن ابی شبیب شاکری بپای برخواست و خدارا سپاس گفت مصطفےٰ علیہ السلام را درود فرستاد روئے بمسلم آورد وقال انی لست اعلم ما فی قلوب الناس ولکن اخبرک بنفسی اجاہد عدوکم فی احبتکم واضرب بسیفی ملکم حتی القی اللہ عز وجل گفت من خبر مردم ندانستیم لکن از اندیشہ خویشتن ترا آگاہی میدہم رو تیکہ بخواند مرا شمارا اجابت کنم و دشمن شمارا بشمشیر خویش آگاہ ہے کہ در راہ خدا کشتہ شوم ایں بگفت و بنشست پس حبیب ابن مظاہر برخاست بجانب او نگران شد وقال یرحمک اللہ تعالیٰ قد قضیت ما علیک انا واللہ علی مثل ذلک۔ فرمود اے عابس خدا ترا رحمت کناد آنچہ بر تو واجب بود قضا فرمودی سوگند باخدا اے من نیز برآں عقیدہ ام کہ تو باشی۔ (صفحہ ۱۰۷)

حضرت مسلم کے خاص حالات میں صاحب صلاح النشاتین لکھتے ہیں: جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے تو اہل کوفہ نے انکی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو مطمئن کر دیا کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعدہ کو عابس ابن شبیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا واقعہ یہ ہے کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل قافلہ سے جھوٹ نہیں بولتا ہے یہاں کی

کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب مناسب یہ ہے کہ آپ بہت جلد یہاں تشریف لائیے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں اور سب نے آلِ معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اس وقت یزید کی طرف سے نعمان ابنِ بشیر حاکم کوفہ تھا چونکہ اس نے حضرت مسلم کی طرف سے اعراض کیا یہ بات ہوا خواہانِ دولت کو ناگوار ہوئی تو مسلم ابن سعید حضرمی اور عمارہ ابنِ سعد ابنِ ابی وقاص نے یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم ابنِ عقیل یہاں فوج جمع کر رہے ہیں اور کوفہ ہاتھ سے جایا چاہتا ہے اگر بچانا منظور ہے تو کسی ایسے شخص کو بھیجو جو دشمن کشی میں تمہارا قائم مقام ہو یزید نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اراکینِ دولت سے مشورہ لیا اور اپنے باپ کے میر منشی سرجونِ رومی کی ہدایت کے موافق عبید اللہ ابن زیاد والیِ بصرہ کو یہ فرمان بھیجا کہ ہمارے شیعوں نے کوفہ سے ہمیں اطلاع دی ہے کہ ابنِ عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی غرض سے کوفہ میں لشکر جمع کر رہے ہیں لہٰذا تم اس فرمان کو دیکھتے ہی وہاں پہنچو اور نہایت سرگرمی سے پتہ لگا کر اس کو قید کر دو یا قتل کر دو یا شہر سے نکال دو جب یہ فرمان ابن زیاد کے پاس پہنچا اس نے حکم دیا کہ بہت جلد سامانِ سفر مہیا کیا جائے کل کوفہ کی طرف کوچ ہو گا عجیب اتفاق ہے کہ اسی شب جس کی صبح کو ابن زیاد روانہ کوفہ ہو گا۔ منذر ابن جارود نے جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک خط ابن زیاد کو دکھایا جو انہی منذر اور دیگر اشراف بصرہ مالک ابن مسمع احنف ابن قیس مسعود ابن عمر۔ قیس ابن ہیثم اور عمرو ابن عبید ابن معمر کے نام تھا اور اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اول یہ ظاہر فرما کر کہ ہم جانشین و وصی و وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تحریر فرمایا تھا کہ فرمانروایانِ عہد نے شرعِ نبوی کو مٹا ڈالا ہے اور بدعتوں کو رواج دیا ہے لہٰذا میں تم کو کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت کرتا ہوں اگر تم میری بات مانو گے اور فرماں پذیری پر رضامند ہو جاؤ گے تو تمہیں سبیلِ ارشاد کی طرف ہدایت کروں گا بیان کیا گیا ہے کہ منذر نے محض اس خوف سے خط دکھایا کہ مبادا یہ خط جعلی ہو اور یزید یا ابن زیاد نے ہم لوگوں کے دلوں کو ٹٹولنے کیلئے یہ مکر کیا ہو غرض ابن زیاد نے تو خط دیکھتے ہی اول نامہ بر کو گرفتار کرا کے قتل کرایا۔ پھر رؤسائے بصرہ میں سے صرف شریک ابن الاعور کو اپنے ہمراہ لیا اور مسلم ابن عمر باہلی جو یزید کا فرمان لایا تھا وہ بھی ساتھ ہوا شریک کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ شیعۂ علی علیہ السلام تھا وہ راہ میں ایک جگہ بیماری کا بہانہ کر کے رک گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ابن زیاد رستہ میں ایک روز تک رک جائے اور جناب امام حسین علیہ السلام اس سے پیشتر پہنچ کر کوفہ پر اپنا قبضہ کر لیں۔ اس منصوبہ میں شریک کے اور لوگ بھی شریک تھے مگر ابن زیاد نے اس کے رکنے کی پرواہ نہیں کی اور برابر رواں دواں داخلِ کوفہ ہوا چونکہ ابن زیاد کا داخلہ شب کے وقت ہوا اور ان دنوں جناب امام حسین علیہ السلام کی خبر آمد گرم تھی اس لئے لوگوں کو دھوکا ہوا اور ہر طرف سے مرحبا بِكَ یا ابنَ رسولِ اللّٰه کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ نعمان بھی یہ غلغلہ سن کر دارالامارہ میں بند ہو گیا مگر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ ابن زیاد ہے تو قصر کا دروازہ کھولدیا۔ ابن زیاد اندر داخل ہوا اور اہلِ کوفہ جو خوش خوش ساتھ دوڑے آ رہے تھے حیران ہو کر واپس آئے صبح کو ابن زیاد نے دارالامارہ میں عمائدِ کوفہ اور شیوخِ قبائل کو جمع کر کے اول تخویف آمیز باتوں سے انکے ہوش و حواس کو پراگندہ کیا پھر ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے اپنے محلہ اور قبیلوں میں جس جس کی رائے کو مخالفِ حکومت پائیں انکی فہرست پیش کریں ورنہ وظیفہ بند اور معافیاں ضبط کی جائیں گی بلکہ چھپا ہوا لاکیا ہی مقتدر اور معزز کیوں نہ ہو قتل کیا جائیگا اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائیگا کوفیوں میں جو ہوا خواہ تھے اب وہ قوی دل ہو گئے اور ابنِ زیاد کی سطوت و جبروت کو رونق دینے لگے ابنِ زیاد نے تنہا تخویف و تہدید ہی سے کام نہیں لیا بلکہ سردارانِ قبائل کے گھر رشوت سے بھر دیئے حضرت مسلم کے لئے خاص جو حکم دیا گیا اسکو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں

ابن زیاد برخاست با جماعت در مسجد نماز گزاشت و بے توانی بر منبر صعود نمود و خدا را سپاس و ثنا گفت و ثم قال اما بعد فان ابن عقیل السفیہ الجاهل قد اتی ما رأیتم من الخلاف والشقاق نبرئت ذمۃ اللّٰه من رجل وجدناه فی دارہ من جاء به فله دیته اتقوا اللّٰه عباد اللّٰه والزموا طاعتكم وبیعتكم ولا تجعلوا علی انفسكم سبیلا گفت اے مردم نگریستید پسر عقیل را کہ مردے سفیہ و جاہل بود چہ مایہ خلاف و نفاق انگیخت ہمانا برئے کہ نا مسلم در سرائے او بیابیم ما لش نیست و خونش مباح و آنکس کہ مسلم را نزد من حاضر کند بہائے دیت او دیرا دہیم اے مردم از خدا بترسید و طاعت خود را از دست باز نہید و بیعت خود را بزیر پائے خویش منہید و خویشتن را در تہلکہ میفگنید (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۹۴)

ہمارے معزز ہمعصر حضرت مسلم کا باقی ماندہ واقعہ اس عبارت میں لکھتے
ہیں ابن زیاد نے انتہائی تخویف و تہدید ہی سے کام نہیں لیا بلکہ
سرداران کوفہ کے گھر رشوت سے بھر دیئے اس وقت تک حضرت
مسلم مختار ثقفی کے گھر میں فروکش تھے مگر رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر ہانی
ابن عروہ کے یہاں آ کر مقیم ہوئے اور بدستور یہاں بھی بیش و کم لوگوں
کی آمد و شد کا سلسلہ جاری رہا شریک ابن الاعور بھی محلسرائے
ہانی میں اترا تھا اتفاق سے وہ علیل ہو گیا۔ ابن زیاد نے اس کی
علالت کی خبر سنکر کہلا بھیجا کہ کل میں تمہاری عیادت کو آؤں گا
شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ جس وقت ابن زیاد آ کے اور میرے پاس
بیٹھے اور میں موقع پا کر پانی مانگوں تو تم فوراً نکل آنا اور اس کا
کام تمام کر دینا اس کے بعد کوفہ تمہارا ہے اور میں پھر صحت پا کر
تمہارے مدعا کے موافق بصرہ کا بھی انتظام کر لوں گا اور تمام عراق
پر تمہارا قبضہ ہو جائیگا دوسرے روز ابن زیاد آیا اور شریک کے
ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔ صرف ایک غلام اس کے ساتھ
تھا شریک نے عمدہ موقعہ پا کر پانی مانگا۔ اور پھر دیر تک حضرت مسلم کے نکلنے
کا انتظار کر کے ہذیان نما لہجہ میں یہ شعر پڑھنا شروع کیا ؎

ماتنتظرون بسلمی لا تحیّوها استقونها وان کانت بها نفسی

مگر حضرت مسلم نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک
نے حضرت مسلم سے پوچھا کہ آپ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہ کیا حضرت مسلم
نے کہا دو وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ ہانی نے اپنے گھر میں اس
قتل کا ہونا ناپسند کیا دوسری یہ کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ الایمان قید الفتک لا یفتک مومن
کسی کو اچانک مار ڈالنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔

اکثر بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسلم اگر ابن زیاد کو قتل کر ڈالتے تو
بعد ازاں جو کچھ ظلم آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئے انکا انتقام
کے نام سے تعبیر کیا جاتا مگر مجھ کو اس رائے سے اتفاق نہیں بلکہ میں شریک
کا ہمخیال ہوں ہمارے لائق ہمعصر کی یہ رائے کہاں تک صحیح ہے اس کی نسبت
میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھ سکتا ہاں اپنی کتاب کے ناظرین کو اتنا
ضرور یاد دلا دوں گا کہ اہلبیت طاہرین کے مقدس گروہ کا ہر ایک ممبر
اپنے جد بزرگوار کی پاک شریعت کی پابندی اتنی سختی اور اتنی احتیاط سے
کرتا تھا یہ تو معلوم ہے کہ حضرت مسلم معصوم نہیں تھے اسی سے سمجھ
لینا چاہیئے کہ جب غیر معصوم سے اتنی احتیاط اور سختی سے شریعت کی
پابندی دیکھی جاتی ہے تو اس مقدس طبقہ میں وہ بزرگوار جو منجانب
اللہ معصوم ہیں کس قدر ان معاملات میں محتاط ہوں گے

بہر حال اس کے بعد ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ احوال یہ ہے
کہ شریک نے اس واقعہ کے تیسرے ہی روز اسی مرض میں دنیا سے
رحلت کی اور اسی عرصہ میں ابن زیاد کے مکار غلام معقل نے جو
کوفہ میں شیعہ بنا ہوا پڑا پھرتا تھا حضرت مسلم علیہ السلام کا پتہ لگا لیا ہمارے
معزز ہمعصر نے اپنے مدعائے تالیف کی ضرورت سے معقل کے واقعہ
کا صرف خلاصہ تحریر فرمایا ہے ہم معقل کی مکاری اور عیاری تاریخ
طبری کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

جب ابن زیاد کو اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ مسلم ابن عقیل ابتک
کوفہ میں ہیں تو اس نے شدہ شدہ پتہ لگایا کہ مسلم ہانی ابن عروہ کے
گھر پوشیدہ ہیں تو اس نے اس خیال سے کہ مسلم کی گرفتاری کے بعد
شاید ہانی انکار کر جائے معقل کو ہانی کے گھر کچھ روپے دیکر بھیجا اور
اس سے کہدیا کہ ہانی کے گھر جا اور ان سے ملاقات کر کے یہ کہنا کہ
میں جناب امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں انہوں نے کچھ روپیہ
دیا ہے کہ مسلم ابن عقیل کو دیدیا جائے اور یہ کہدیا جائے کہ جہاں
ان کو ضرورت ہو اس کو خرچ کریں میں ملک بصرہ کی طرف جاتا
ہوا اور وہاں سے فوراً کوفہ میں پہنچا ہوں معقل ابن زیاد کے حسب الحکم
ہانی کے گھر آیا اور اس کے کہنے کے مطابق پہلے ہانی سے ملا ہانی بیچارہ
ان عیاری اور مکاری کی چالوں کو کیا جانتا تھا معقل کو جناب امام
حسین علیہ السلام کا قاصد سمجھ کر حضرت مسلم کے پاس لے گیا اور ملاقات
کرا دی صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ معقل کی رسائی ہانی کے
گھر مسلم ابن عوسجہ کے ذریعہ سے ہوئی تھی اور بات یہ تھی کہ غریب صاف
دل مسلم ابن عوسجہ اس کی مکارانہ اور عیارانہ چالوں کو مطلق نہیں
سمجھے تھے (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۲)

المختصر ہمارے معزز ہمعصر اپنے قدیم سلسلۂ بیان میں فرماتے ہیں کہ ابن
زیاد نے اشتیاقِ ملاقات ظاہر کر کے ہانی کو دارالامارہ میں بلایا
اور قید کیا۔ حضرت مسلم ہانی کے گھر سے نکلے اور قبائل کندہ
و مذحج و اسد و تمیم و ہمدان میں سے ایک جماعت کثیر کو ساتھ
لے کر دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا اس وقت ابن زیاد کو سخت ہراس

ہوا کیونکہ اس کے پاس صرف چند سپاہی اور کچھ اور غلام تھے علاوہ انکے
ابن زیاد کی پیش بینی کا نتیجہ تھا کہ بیس معزز اشخاص شیوخ قبائل میں
سے بھی اس وقت دارالامارہ میں بند تھے ابن زیاد نے انہی لوگوں سے
کام لیا جن شخصوں پر اُسے بھروسہ تھا اُن کو غیر متعارف راستہ سے باہر
نکالا کہ لوگوں کو بھڑکا کر مسلم کے پاس سے ہٹائیں اور باقی سرداروں کو حکم دیا
کہ کوٹھوں پر چڑھ کر جماعت مسلم کو سلطان وقت کے عتاب سے ڈرائیں
جو لوگ ڈرانے اور دھمکانے کیلئے کوٹھوں پر چڑھے تھے ان میں سے
زیادہ گویا کثیر ابن شہاب تھا جس نے بڑے زور و شور سے کہنا شروع
کر دیا کہ اے اہل کوفہ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو مفت مصیبت
میں نہ پڑو اور قتل سے بچو امیر المومنین یزید کا لشکر سر پر آپہنچا ہے
اور امیر ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ اسی وقت اپنے اپنے
گھروں کو واپس نہ جاؤ گے تو تمہارے وظیفے بکلی بند کر لیے جائیں گے اور
تمہیں بیگار میں پکڑ کر اہل شام کی جنگ آزما فوجوں میں بھیج دیا جائیگا
اور تم جیسے نافرمانوں کو چن چن کر سرتابی کا مزہ چکھایا جائیگا بلکہ حاضر
کو غائب کے بدلے اور غائب کو حاضر کے عوض میں تعزیر دی جائیگی
دوسرے سرداروں نے بھی اسی قسم کی نصیحتیں کیں یہ صدائیں گویا بجلیاں
تھیں جن کے ہول سے یک بیک لوگ میدان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے
اور یہ حالت ہوگئی کہ عورتیں ادھر ادھر آ آ کر اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں
کے ہاتھ پکڑتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو کل لشکر شام آپہنچا تو کیا بنا سکو گے
انجام کار نماز مغرب کے وقت تک حضرت مسلمؑ کا تمام لشکر منتشر ہوگیا
اور صرف تیس شخص ان کے ساتھ شریک نماز ہوئے بعد ازاں یہ سب
بھی چل دیئے اور حضرت مسلمؑ بالکل تنہا رہ گئے اور پریشان تھے کہ کہاں
جائیں مگر ایک ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا ان کو اپنے مکان میں شب
بسر کرنے کی اجازت دی (البلاء المبین صفحہ ۲۱)
القصہ ادھر ابن زیاد کو خبر دی گئی میدان صاف ہوگیا چنانچہ وہ
اسی وقت سے قصر امارت کو چھوڑ کر باہر نکل آیا اور منادی کرا دی
کہ تمام شیوخ قبائل اور اہل لشکر اور پاسبانان شہر اسی وقت مسجد جامع
میں جمع ہوں جب خوب مجمع ہوگیا تو ابن زیاد نے بطور اعلان عام کی
منادی کہ مسلم باغی ہے جو اس کو پناہ دے گا قتل کیا جائیگا پھر حصین
ابن نمیر شحنۂ شہر کو حکم دیا کہ محلوں کی ناکہ بندی کر کے گھروں کی
تلاشی لی جائے اور عمرو ابن حریث کو فوراً فوج جمع کرنیکا حکم دیا
ان احکام پر اسی وقت سے عمل درآمد کا سلسلہ شروع ہوگیا صبح تو
طوعہ کے بیٹے نے ابن زیاد کو خبر دیدی کہ مسلمؑ میرے گھر میں ہیں ابن زیاد
نے محمد ابن اشعث اور عمرو ابن عبید اللہ ابن عباس سلمی کو قبیلۂ
قیس کے ستر سپاہیوں کے ساتھ حضرت مسلم کی گرفتاری کے لئے بھیجا
یہاں تک صلاح النشاتین کی عبارت لکھکر ہم حضرت مسلمؑ کے اخیر
دردناک واقعات کو پھر کتاب البلاء المبین کی عبارت سے ذیل
میں قلمبند کرتے ہیں وہو ہذا۔
حضرت مسلم ہنوز نماز صبح پڑھکر ابھی جانماز ہی پر تشریف رکھتے تھے
کہ دشمن آپہنچے فوراً اٹھکر دو رکعت نماز پڑھی ہتھیار لگائے اور
باہر نکل کر اس فوج سے ایسا لڑے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں کو تہ تیغ
فرمایا باقی ڈیڑھ سو اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگ گئے ابن زیاد
یہ حال سنکر منغض ہوا۔ اس شقی ازلی نے پھر پانسو سوار روانہ کئے اور
حضرت مسلم نے بزور ہاشمی ان میں سے بھی اکثروں کو قتل کیا تب ان مردود
نے دور سے پتھر پھینکنے شروع کر دیے لیکن واہ رے استقلال اور شجاعت
کہ اس پانسو کی جماعت کو بھی درہم برہم کر دیا جس میں سے فقط پچاس
آدمی باقی رہ گئے۔ ابن اشعث سردار فوج نے پھر ابن زیاد سے
مدد مانگی تو اس ملعون نے کہلا بھیجا کہ مسلم کو دھوکا دیکر پکڑ لو ورنہ
طوالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا چنانچہ محمد ابن اشعث قریب آکر
حضرت مسلم سے بولا کہ آپ کو ہم پناہ دیتے ہیں حضرت مسلم نے کہا تجھ پر
اور تیری پناہ پر خدا کی مار یہ سنکر ان نابکاروں نے تیروں
اور پتھروں کی بوچھاڑ کرنی شروع کر دی حتی کہ آپ کا جسم مبارک
زخمی ہوگیا اور ایک پتھر پیشانی پر ایسا لگا کہ سارا چہرہ خون سے تر بتر
ہوگیا علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم زخموں
سے چور ہوکر بکیر ابن حمران کے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ
گئے اس نابکار نے گھر سے نکلکر دفعۃً تلوار لگائی جس کی ضرب سے آپکے
اوپر کا ہونٹ کٹ گیا آپنے اس حالت میں بھی کر ایسی تلوار ماری کہ
بکیر کا سر کٹ کر دس قدم پر جا گرا اور پھر آپ اسی دیوار کا تکیہ لگا کر
بیٹھ گئے حضرت مسلمؑ کا حال پیاس سے نہایت متغیر تھا ان غیاث
بے دین سے ایک چلو پانی مانگا۔ ان شیاطین نے پانی دینے کی بجائے
انکار کی آپ پر حملہ کر دیا سبحان اللہ آپنے اس گزری ہوئی حالت
پر بھی بہتیروں کو مارا اور پانی کی خواستگاری کی آخر ایک شخص نے

ایک کوزہ پانی کا لاکر دیا۔ لیکن منہ لگاتے ہی تمام پیالہ خون سے بھر آیا اور چند گوہر دنداں ٹوٹ کر پانی میں گر پڑے۔ یہ دیکھکر آپنے منہ ہٹا لیا ناگاہ کسی بے دین نے پیچھے سے ایسا نیزہ مارا کہ آپ زمین پر گر گئے پھر چاروں طرف سے گھیر کر لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن زیاد نے بآوازِ بلند کہا کہ تم نے کیوں خلیفۂ وقت پر خروج کیا آپنے جواب دیا کہ خلیفۂ وقت اور امام زمانہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام ہیں میں نے تو جو کچھ کیا وہ رضا جوئی حق میں کیا۔ ابن زیاد نے بآواز بلند کہا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو مسلمؑ کو بالا خانہ پر لیجا کر ان کا سر کاٹے۔

فتوحاتِ اعثم کوفی کے ترجمہ میں حضرت مسلمؑ اور ابن زیاد کی باہمی تقریر نہایت تفصیل سے لکھی ہے جس کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حضرت مسلمؑ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس حاضر کیا تو کسی نے کہا کہ امیر کو سلام کرو حضرت مسلمؑ نے کہا کہ پناہ بخدا وہ میرا امیر نہیں جو اُسے سلام کروں دوسرے یہ بات ہے کہ اس وقت کا سلام مجھے کیا فائدہ دیسکتا ہے۔ اگر وہ مجھے چھوڑ دیگا تو سلام کر لونگا۔ عبید اللہ نے یہ گفتگو سنکر کہا اس کا سلام کرنا آسان ہے اگر سلام بھی کرے گا تو مارا جائیگا مسلم نے جواب دیا تو مجھے قتل کریگا تو کیا ہوگا بیشتر ازاں تجھ سے بدتر شخصوں نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کر دیا ہے عبید اللہ نے کہا اے عاق وشاق تو نے امام وقت پر خروج کیا امت اور مسلمانوں کے اجماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا مسلم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اے پسر زیاد معاویہ امت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا بلکہ دغابازی اور تغلب سے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی اور یہی یزید کی کیفیت ہے اور فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پہلے تیرے باپ نے فساد برپا کیا تھا۔ امید ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ بدترین شخص کے ہاتھ سے درجۂ شہادت عطا کرے گا خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں میری نیت و اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا میں حسین ابن علی علیہ السلام کی فرمانبرداری میں جو جناب امیر المومنین و پیغمبر خدا کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام در پیشوا ہے ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق و فاجر جانتا ہوں عبید اللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا مسلم نے کہا او کذاب ابن کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اُسے گناہ نہیں سمجھتا اور خونریزی سے ایسا دل خوش کرتا ہے گویا کچھ گناہ ہی نہیں ہے عبید اللہ نے کہا اے فاسق تو نے سمجھکر یہ امر اختیار کی تھی کہ کام بن جائیگا مگر تو اس عہدے کے لائق نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے کامیاب ہونے نہ دیا اور اس شخص کے نصیب کیا جس کو اس منصب کے لائق پایا مسلم نے فرمایا واللہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن خدا ئے تعالیٰ کے سامنے ہوگا عبید اللہ نے پوچھا کیا تو سمجھا تھا کہ حسین کو خلافت مل جائیگی مسلم نے کہا جو کچھ سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا عبید اللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے مسلم نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے خدا کی قسم اگر دو آدمی بھی میرے ہمراہ ہوتے اور ذرا سا پانی ملجاتا تو تجھے اس قصر ہی میں مزہ چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا اگر تو مجھے مار ڈالنے کا مصمم ارادہ رکھتا تو قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں اُس سے کچھ وصیت کی باتیں کہوں گا۔ عبید اللہ نے عمر ابن ابی وقاص کو آپکے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہو اُسے کر دی جائے عمر ابن سعد نے مسلم کے پاس آکر کہا جو وصیت ہے مجھ سے کہہ کہ میں اُسے بجا لاؤنگا مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو پہچانتا ہے آج تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ واجب ہے کہ تو میری باتوں کو غور سے سنے اور میری خواہش کو بجا لائے۔ عمر سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے اور مجھ پر فرض ہو گیا کہ تیری وصیت کو پورا کروں گو تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے چچا کا بیٹا ہے جو کچھ کہنا ہے بیان کر حضرت مسلم نے کہا کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار رہوں میرے مارے جانے کے بعد میرا گھوڑا۔ میری زرہ اور اسلحہ کو بیچکر قرضہ ادا کر دینا پھر حسین ابن علیہما السلام کو خط بھیجکر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لائیں جو حال میرا ہوا ہے وہی سلوک آپکے ساتھ ہوگا عمر سعد نے عبید اللہ سے وصیت کا ذکر کیا اس نے کہا کہ گھوڑے اور اسلحہ سے قرضہ کی ادائگی ہم سے کچھ تعلق نہیں نہ کوئی مخالفت کر سکتا ہے مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہیگا ہم جو کچھ چاہیں گے کرینگے اور حسین ابن علی علیہما السلام کی نسبت یہ بات ہے کہ اگر وہ ہم

حملہ نہ کریگا تو ہم بھی اس پر حملہ نہ کریں گے اور اگر وہ ہمیں ایذا دیگا اور خلافت حاصل کرنے کے واسطے ہم سے لڑے گا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے لے مسلم ابن عقیل تو اس شہر میں کیوں آیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ کی حالت اور حاکم سب عمدہ حالت میں تھے تو نے آکر پریشانی ڈالی مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا مگر چونکہ تم نے بڑے بڑے قاعدے جاری کردیئے ہیں مصر و روم کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا بر تاؤ کر رکھا ہے خلق خدا کے ساتھ سنت کیخلاف عمل درآمد ہوتا ہے امر بالمعروف بالکل جاتا رہا۔ کوئی شخص بدی سے نہیں رکتا اسلئے امیر المومنین حسین علیہ السلام نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کردوں۔ خلق خدا اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر چلاؤں کیونکہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت ہمارا حق تھا اور تم بھی اس بات سے خوب واقف ہو خواہ اُسے مانو یا نہ مانو۔ امیر المومنین علی علیہ السلام پر جو امام برحق تھے اور خلیفہ مطلق سب سے پہلے تم نے خروج کیا تھا اور تمہاری کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سنکر بیحیائی کی اور خدا و رسول کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور امیر المومنین علی و حسین و مسلم علیہم السلام کی نسبت نالائق الفاظ منہ سے نکالے مسلم نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک جس نے تجھے امیر بنایا! اے دشمن خدا تو خود ان کلمات کا سزاوار ہے تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی نہیں معلوم تھا صرف معاویہ نے دائرۂ اسلام سے خارج ہوجانے کے بعد زیاد ولدالزنا کو اپنے خاندان سے ملحق کر لیا تھا اور الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والا مضمون صادق آیا اب تو جو چاہے کہہ او کہ ہم اہلبیت نبوت ہیں ہم پر ہمیشہ مصائب نازل ہوتے رہے ہیں ہم راضی برضا ہیں عبید اللہ نے کہا کہ اسے مکان کی چھت پر لیجا کر قتل کرو (ترجمۂ اعثم کوفی ص۳۹۳)

اب ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے معزز معصر تحریر فرماتے ہیں بکیر جہنمی کے بیٹے نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے چلا آپ ہر ہر قدم پر درود پڑھتے اور ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین فرماتے ہوئے چلے جاتے تھے جب اوپر پہنچے تو مدینۂ منورہ کی جانب رُخ فرما کر بہ دیدۂ اشکبار کہنے لگے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمنا تو یہی تھی کہ ایک بار اور بھی دیدۂ شوق کو زیارتِ آفتاب جمال سے منور کر لیتا لیکن افسوس کہ دنیا میں اب اس آرزو کا پورا ہونا غیر ممکن ہے اس تقریر کے بعد آپ نے دعا کی اور قاتل سے کہا کہ اپنا کام کر چنانچہ قاتل لعین نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ واقعہ تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے بعد ابن زیاد بدنہاد نے ہانی ابن عروہ کو دار پر کھینچا اور حضرت مسلم کے دونوں کم سن بچوں کو جن کا نام محمد اور ابراہیم تھا نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے قتل کرا دیا (البلاد المبین صفحہ ۵۶)

ہمارے معصر محقق نے حضرت مسلم کے مصیبتناک واقعہ کو تو خوب تفصیل سے تحریر فرمایا ہے لیکن اپنی ضرورت تالیف کیوجہ سے ہانی ابن عروہ اور دوسرے راسخ الاعتقاد جان نثاروں کی پوری کیفیت درج نہ فرما سکے جن کامل الولا اور خالص الایمان بزرگوار وں نے حضرت مسلم کی حمایت اور جناب امام حسین کی عقیدت و محبت میں اپنی جانیں فدا کردیں چونکہ ہم ابتدائی کتاب سے ہر ایک واقعہ کو پوری تفصیل سے بیان کرتے آئے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ ہم ان بزرگوار کے حالات بھی اُسی تفصیل سے بیان کردیں۔ ان حضرات میں ہم سب سے پہلے ہانی ابن عروہ علیہ الرحمہ کی کیفیت قلمبند کرکے دنیا کو سچے خلوص اور عقیدت کی ایسی بینظیر مثال دکھلاتے ہیں جس کی مثال سے دنیا کے کارنامے عموماً بالکل خالی پائے جاتے ہیں ہانی ابن عروہ شہر کوفہ کے جیسے مقتدر اور محتشم بزرگ تھے وہ ہم اور صلاح النشائتین کی اسناد سے بتلا آئے ہیں انکی ذاتی نجابت و جلالت کو یاد دلا کر اس مقام پر ہم فتوحات اعثم کوفی کی عبارت سے ترجمہ کرکے ان کا حال قلمبند کرتے ہیں معتبر مورخ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ زیاد نے محمد اشعث عمرو ابن حجاج اور اسما ابن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر حکم دیا کہ جاؤ ہانی ابن عروہ کو بلا لاؤ وہ وہاں سے اٹھکر ہانی کے گھر آئے اور دیکھا کہ ہانی گھر میں موجود ہے اُسے سلام کیا اور پوچھا کہ تو امیر کے پاس کس لئے نہیں آتا اس نے تجھے کئی مرتبہ یاد کیا ہے اور تیرے حاضر نہ ہونے سے آزردہ خاطر ہے اس نے جواب دیا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا چلنے پھرنے کی طاقت

ابھی تک نہیں آئی ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے تیری طرف سے بہی عذر پیش
کیا تھا اس نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گیا ہے
باہر نکلتا ہے اور اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتا ہے اور آدمی بھی اسکے
پاس جمع ہوتے ہیں پس مناسب ہے کہ تم اسکے پاس چلے چلو کیونکہ وہ صاحب قوت
ہے ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے ہانی نے کہا بہت اچھا میں چلونگا
اسکے بعد اپنی پوشاک منگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ
دارالامارہ میں پہنچا اس کا دل گھبرایا اور بدی اور شرارت کا برتاؤ ہونیکا
خیال گزرا تو اسماء ابن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بھائی! مجھے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر سے ساتھ بدسلوکی وقوع میں آئیگی اسماء نے کہا
سبحان اللہ یہ کیا بات ہے اے چچا تیرے یہ خیالات بالکل غلط ہیں اپنے دل
سے تشویش دور کر اور ہر طرح مطمئن رہ بھلائی کے سوا کوئی امر ظاہر
ہو گا غرض اس ترکیب سے اس کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لائے اس
وقت قاضی شریح بھی عبیداللہ ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا جس وقت
ہانی کو دروازہ سے آتے دیکھا تو ابن زیاد نے شریح کو مخاطب کر کے
یہ شعر پڑھا ؎

اریدا حیاتہ ویرید قتلی عذیرک من خلیلک من مراد

ہانی یہ شعر سُنکر گھبرایا اور کہا اے امیر یہ کیا ضرب المثل ہے جو تونے
زبان سے نکالی۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہانی تو نے مسلم ابن عقیل کو اپنے گھر
میں لا کر رکھ چھوڑا ہے اور اُسکو پناہ دیکر بہت سے لوگوں کو مسلح کر کے مکان کے
ارد گرد فراہم کیا ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں
یقین کر لے کہ تیری تمام باتیں مجھے معلوم ہیں ہانی نے کہا کہ مجھے ان امر
کی کچھ بھی خبر نہیں۔ عبیداللہ نے کہا تیرا کہنا بالکل سچ ہے پھر معقل کو
بلا کر ہانی سے کہا کہ تو اس کو پہچانتا ہے اب ہانی سمجھ گیا کہ یہ کیا بات ہی
اور معقل عبیداللہ کا جاسوس تھا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا دوست نہیں تھا۔ عبیداللہ کو اسی سے سب حالات معلوم ہو گئے۔
اب ہانی نے اقرار کر لیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے خدا کی
قسم میں نے کسی شخص کو مسلم کے بلانیکے واسطے نہیں بھیجا نہ اُسے بلا لیا۔ مگر نصف
شب کے وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میرے گھر پناہ کا طالب ہوا
مجھے اس بات سے شرم آئی کہ میں اُسے پناہ نہ دوں اور تنہا چھوڑ دوں اسلئے
میں نے اس کو پناہ دی اب مجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہی اجازت دے کر
واپس جا کر اس سے عذر کروں کہ وہ کہیں اور چلا جائے اور میں عہد کرتا ہوں
کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے رخصت کر دونگا تو پھر تیرے پاس چلا آؤنگا
اس نے کہا کہ جب تک تو مسلم کو یہاں حاضر نہ کر دیگا میرے پاس سے
نہ جا سکے گا ہانی نے کہا کہ میں کبھی ایسی بات نہ کرونگا کیونکہ از روئے
شرع و مروت یہ جائز نہیں ہے کہ پناہ دیے ہوئے شخص کو دشمن
کے حوالے کر دوں۔ اہل عرب کے حالات۔ عادات اور خصائل ایسے نہیں
ہیں تو مجھے ان کے قتل کی تکلیف نہ دے میں ہرگز اُسے تیرے سامنے
نہ لاؤنگا اور اپنے واسطے اس عیب و عار کو گوارا نہ کروں گا مسلم
ابن عمر باہلی نے کہا کہ اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو
باتیں کر لوں۔ عبیداللہ نے کہا کہ اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے مسلم
ابن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک کونے میں لیجا کر کہا کہ تو اپنی
زندگی سے کیوں بیزار ہے۔ اپنے بچوں اور کنبہ والوں پر رحم کر
مسلم ابن عقیل کے واسطے سب کو ہلاک نہ کر اگر ہم جیسوں میں سے کوئی
بُرا یہ الامر ہم سے طلب کرتا تو عیب کی بات تھی مگر جب ایک زبردست
شخص جس کے پنجہ میں تو گرفتار ہے اُسکو مانگتا ہے تو اسکے حوالہ کر دینا کوئی
عیب و شرم کی بات نہیں ہے۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھکر
یہ بات ہے میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا اور جناب رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے قاصد کو ہرگز دشمن کے حوالے
نہ کروں گا جبتک کہ میں زندہ ہوں اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے
ہیں اور دوست و آشنا اور عزیز و اقارب میرے زندہ ہیں ایسا ہونا
ممکن نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہجاؤں گا اور میرا کوئی مدد
گار و غمخوار بھی نہ رہیگا تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤنگا مسلم ابن عمر ابن زیاد کے
پاس واپس آیا اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی اور یہ مسلم ابن
عقیل کو ہرگز ہرگز تیرے حوالے نہ کرے گا۔ ابن زیاد غضبناک ہو کر بولا
خدا کی قسم اگر تو مسلم کو میرے پاس نہ لائیگا تو میں تیرا سر اڑا دوں گا
ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آئیگا۔
اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لائیگا تو جماعت کثیر میرے خون کے
قصاص میں اٹھکر تیرے گھر کو گھیر لیگی۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو مجھے اپنے
عزیزوں سے ڈراتا ہے یہ کہکر ایک آہنی عمود جو سامنے رکھا تھا ہانی کے منہ پر مارا
جس سے ان کے لب اور ناک پھٹ کر خون بہنے لگا۔ قریب عبیداللہ
ابن زیاد کا ایک سپاہی تلوار لئے کھڑا تھا ہانی نے اس کے قبضہ پر
ہاتھ مار کر چاہا تلوار سونت لے مگر ایک اور سپاہی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور

عبید اللہ نے چیخ کر کہا کہ اُسے گرفتار کر کے اسی مکان کی ایک کوٹھری میں بند کر دو (دیکھو ترجمۂ اعثم کوفی صفحہ ۳۶)

طبری نے ہانی کا جواب جو حضرت مسلمؑ کی طلب میں ابن زیاد کو دیا وہ یہ لکھا ہے کہ ہانی نے کہا کہ میں اپنی امانت کی وجہ سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کی ہلاکت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمؑ ابن عقیل میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتا تو میں اپنا پاؤں نہیں ہٹاتا۔ لگا کر تو دیکھ لے۔ ابن زیاد نے یہ سنکر ہانی ابن عروہ کے سر پر اپنے عمود آہنی کی ایک ضرب لگائی جس سے ہانی کی پیشانی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی (دیکھو طبری صفحہ ۱۶۲)

مقتل ابی مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون درج ہے اس کی عبارت یہ ہے وقال واللہ لو کانت رجلی علی طفل من اطفال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما رفعتها حتی تقطع ثم قتله ابن زیاد بعمود اگر میرا پاؤں آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچوں میں سے کسی بچہ پر ہو تو میں ہٹاؤں گا نہیں جبتک کہ وہ کاٹ نہ دیا جائے اس کے بعد ابن زیاد نے لیے عمود سے انھیں قتل کر دیا اگرچہ ابی مخنف نے اپنے اس بیان میں ہانی کی شہادت اسی وقت لکھی ہے مگر یہ خلاف جمہور ہے حقیقت میں ہانی کی شہادت اس وقت نہیں ہوئی بلکہ حضرت مسلمؑ کے شہید ہو جانیکے بعد ہانی ابن عروہ کو شارع عام پر سولی دی گئی۔ یہ بھی ہانی ابن عروہ کے ایسے جلیل المراتب اور عظیم الشان رئیس کوفہ کی مصیبت ناک سرگزشت ہے جس کی ذلت اور جس کا خون جناب امام حسین علیہ السلام کی اعانت کے قصور میں جائز سمجھا گیا۔ ہانی ابن عروہ ایسے مشہور اور مقتدر رئیس کو مار کر پھر تو ابن زیاد اپنی شقاوت اور قساوت کی آبائی سند پر نازاں ہو بیٹھا اور شیعیانِ علی علیہ السلام کو چن چن کر قتل کرنے لگا ہمارے معتبر مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے رات کے وقت یکہ و تنہا اس خیال سے نکلے کہ کہیں جائے امن ملے۔ آپ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے کہ یکایک آپ کو سعید ابن احنف ملا اور اس نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا اے سید و مولا ہمارے آپ اس وقت کہاں تشریف لے جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ شہر کی بڑی آشوبی دیکھ کر میں اس قصد سے نکلا ہوں کہ کسی جائے امن میں پوشیدہ ہو رہوں تاکہ جماعت جس نے مجھ سے بیعت کی ہے اور میری نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ میری مدد اور حمایت کرے سعید نے جواب دیا حاشا و کلا۔ تمام دروازے شہر کے بند ہیں اور تمام محلوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور پہرے بیٹھ چکے ہیں کہ جہاں آپ کو دیکھیں قید کر لیں۔ تب حضرت مسلم ابن عقیل نے کہا اچھا اب تمہاری صلاح کیا ہے؟ سعید نے کہا میرے ساتھ آیئے کہ میں آپ کو ایک جائے امن میں پہنچا دوں۔ سعید حضرت مسلم کو محمد ابن کثیر کے گھر لایا اور اس کو دستک دے کر بلایا جب ابن کثیر آیا تو اس سے کہا یہ حضرت مسلمؑ ہیں اتنا سننا تھا کہ وہ ان کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت تعظیم و تکریم سے ان کو گھر میں لے گیا اور آپ کی تشریف آوری کو نعماتِ الٰہی جانکر شکرِ خدا ادا کیا اور اپنے گھر کے تہخانہ میں چھپایا اور آپ کے لئے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیئے جاسوسوں نے اسکا بھی پتہ لگا لیا اور ابن زیاد کو خبر دیدی اس نے اپنے بیٹے خالد کو تھوڑی سی فوج دیکر محمد ابن کثیر کا گھر گھیرنے کے لئے بھیجدیا خالد نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور محمد ابن کثیر اور اس کے بیٹوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے آیا اور حضرت مسلم کو ہر چند تلاش کیا اس کے گھر میں نہ پایا۔ ابن زیاد نے محمد اور اس کے بیٹے کو قید خانہ میں بھیجدیا محمد کی گرفتاری نے کوفہ کی رگ رگ پے میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کیا اور سلیمان ابن صرد خزاعی۔ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی۔ رفاعہ ابن عازب اور قریب قریب تمام اشراف کوفہ نے یہ مشورہ کیا کہ صبح کو لشکر جمع کر کے محمد ابن کثیر کی خلاصی کی تدبیر کیجائے اتفاقات سے ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ عامر ابن طفیل بارہ ہزار فوجِ شام لیکر کوفہ میں داخل ہوا یہی فوج جسکو ابن زیاد نے یزید سے اپنی کمک کے لئے مانگا تھا دوسرے دن انکو محمد ابن کثیر کا معاملہ پیش ہوا اور یہ سامنے لائے گئے محمد ابن کثیر کو دیکھتے ہی ابن زیاد نے فحش گالیاں دینی شروع کر دیں محمد ابن کثیر نے اس کو ڈانٹا اور کہا یہ بیہودہ گوئی انسانیت نہیں ہے تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو مجھ سے بات کر سکے میں تجھکو اور تیرے حسب و نسب کو خوب جانتا ہوں۔ تیرے باپ کی نسبت ابوسفیان کے ساتھ بالکل غلط ہے تیرے باپ کے بلا لینے سے جو غرض تھی وہ یہی ہے جس کی وجہ سے یہ ظلم و تعدی آج بروئے کار ظاہر ہو رہی ہے محمد ابن کثیر سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اشراف کوفہ جن کی تعداد

چالیس ہزار بھی مسلح ہو کر محمد کی خلاصی کے لئے دارالامارہ کے دروازہ پر موجود ہو گئے۔ کواڑ تو بند ہو ہی چکے تھے۔ وہ محاصرہ کئے کھڑے رہے ابنِ زیاد نے لشکرِ شام کو ان کے مقابلہ کا حکم دیا اور خود محمد ابن کثیر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بلے محمد مجھ کو اپنی جان اور یزید کے سر کی قسم ہے کہ میں اس سے زیادہ تجھ سے نہیں کہتا کہ تو مسلم ابن عقیل کو میرے حوالے کر دے ورنہ میں تجھ کو شمشیر سے قتل کر دوں گا۔ محمد ابنِ کثیر نے جواب دیا کہ تیری اتنی مجال نہیں ہے کہ ایک بال بھی تو ہمارے جسم سے جدا کر سکے ابن زیاد کا غصہ اور بڑھا۔ اس نے تھوڑی دیر تک تحمل کر کے پھر محمد سے پوچھا کہ تو اپنی جان کو زیادہ عزیز رکھتا ہے یا مسلم کی جان کو محمد نے جواب دیا کہ مسلم کی جان کا خدائے جان آفرین معین و ناصر ہے اور میرے تیس ہزار اقرباء مددگار ہیں کہ تیرے دارالامارہ کو ایک ساعت میں پارہ پارہ کر دیں گے اتنا سننا تھا کہ ابن زیاد میں تحمل کی تاب نہیں رہی ایک دوات اس کے سامنے رکھی تھی اٹھا کر محمد کی طرف پھینکی۔ وہ اس کی پیشانی پر جا لگی جس سے اُس کی پیشانی پر سخت صدمہ پہنچا اور خون جاری ہو گیا محمد نے تلوار میان سے نکالی اور ابن زیاد کی طرف بڑھا حاضرین نے اُسکو پکڑ لیا معقل ابن زیاد کا غلام تھا وہ محمد کے سامنے آ گیا۔ محمد نے لپک کر اس کو اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا محمد کی یہ شجاعت دیکھکر ابن زیاد وہاں سے اٹھ گیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ محمد کو پکڑ کر مار ڈالو غلاموں نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا اور وہ بھی چاروں طرف سے ان پر حملہ کرتا رہا محمد نے ان غلاموں میں سے دو نفر کو مار ڈالا اتفاق سے اس گیرودار میں محمد کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑا عبیداللہ ابن زیاد نے فرصت پا کر اُسے پکڑ لیا محمد کے بیٹے بھی لڑائی میں مشغول تھے اور ابن زیاد کی موجودہ جماعت کو متفرق کر کے یہ چاہتے تھے کہ دروازہ تک پہنچکر نکل جائیں۔ اس نے اپنی اس کوشش میں ابن زیاد کے اکیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ وہ اجل نصیب قریب تھا کہ دروازہ پر پہنچکر باہر نکل جائے کہ یکایک ایک غلام نے اس کو اپنی شمشیر سے قتل کر ڈالا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ یہاں تو یہ حال ہوا۔ اب اہلِ کوفہ اور اہلِ شام کے مقابلہ کی کیفیت ہوئی کہ فریقین کشت و خون میں مصروف تھے کہ ابنِ زیاد نے کہا کہ محمد اور اس کے بیٹوں کے سر کاٹ کر اہل کوفہ کی جماعت میں پھینک دئے جائیں

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تاہم کوفیوں نے لڑائی موقوف نہ کی اور صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ یہانتک کہ شام ہو گئی تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مسلم علیہ السلام طوعہ کے گھر اُسی رات کو داخل ہوئے (دیکھو تاریخ ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۱۹۲)

محمد ابنِ کثیر اور اُنکے بیٹے کے مارے جانیکے بعد عبداللہ ابن یقطر کا درد انگیز واقعہ پیش آیا۔ فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ عبیداللہ ابنِ زیاد کے غلاموں میں ایک شخص مالک ابن یربوع تمیمی تھا اس نے آ کر سردربار ابنِ زیاد کو اطلاع دی کہ امیر کو اللہ محفوظ رکھے ایک سخت واقعہ کی خبر ہے وہ یہ کہ میں اس وقت سیر کی ضرورت سے شہر کے باہر گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف جا رہا ہے میں نے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس کو پا لیا تو پوچھا تو کون شخص ہے اور کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں۔ پھر میں نے گھوڑے سے اتر کر اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے کوئی اقرار نہیں کیا تو میں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی اس کے سربند میں ایک خط پایا وہ یہ ہے اور اُس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرہ کے اندر دیدیا ہے۔ عبیداللہ ابنِ زیاد نے خط کو پڑھ کر دیکھا تو اس میں یہ مضمون لکھا تھا۔

مسلم ابنِ عقیل کی طرف سے حسین ابن علی علیہما السلام کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا۔ تمام شیعوں نے ملاقات کی اور ان سے آپ کی بیعت لی بیس ہزار شخصوں نے دلی رضا و رغبت سے آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے میں نے ان کے نام لکھ لئے ہیں آپ اس خط کے مضمون سے اطلاع پاتے ہی فوراً چلے آئیں کسی وجہ سے دیر نہ کریں کیونکہ کوفہ والے دل سے آپکے خیرخواہ دوست ہیں اور یزید ابن معاویہ سے متنفر ہیں والسلام ابنِ زیاد نے کہا کہ تو جس شخص کے پاس سے خط لایا ہے اسکو میرے پاس لا مالک جا کر لے آیا ابن زیاد نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا عبداللہ ابن یقطر۔ پھر پوچھا کہ یہ خط تجھکو کس نے دیا ہے کہ حسین علیہ السلام کو پاس لیجائے اس نے جواب دیا کہ ایک بوڑھی عورت نے دیا تھا تو اس نے کہا کہ تو اس کا نام جانتا ہے اس نے کہا میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں عبیداللہ ابن زیاد نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک بات کر

یا تو اس کا نام بتلا دے جس نے تجھے یہ خط دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ اس نے کہا میں ہرگز اسکا نام نہ بتلاؤنگا۔ گو میری جان بھی جاتی رہے تو کوئی پرواہ نہیں ہے عبید اللہ ابن زیاد نے اسے بھی قتل کر ڈالا (دیکھو فتوحات اعثم کوفی صفحہ ۳۵۹)
عبد اللہ ابن یقطر جو کوفیوں کے قاصد تھے ان کا حال تھک اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے ایک قاصد کا حال فی ملنا سخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام مکۂ معظمہ سے نکل کر ارض حاجز تک پہنچے اور وہاں سے آپ نے بطن زبیہ کی طرف آگے بڑھنے کا قصد فرمایا تو اس وقت تک بسبب ظاہر آپ کو حضرت مسلمؑ کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اضطراب و انتشار قلب مبارک پر مستولی تھا۔ پس آپ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط اپنی تشریف آوری کی اطلاع اور تجسس احوال مسلمؑ کی ضرورت سے تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسین ابن علی الی رجالہ اخوانہ المؤمنین والمسلمین سلام علیکم وانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد فان کتاب مسلم ابن عقیل جاءنی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم واجماع ملأکم علی نصرنا والطلب بحقنا فسالت اللہ ان یحسن لنا الصنیع وان یثیبکم علی ذلک اعظم الاجر وقد شخصت الیکم من مکۃ یوم الثلثاء لثمان مضین من ذی الحجۃ یوم الترویۃ فاذا قدم الیکم رسولی فانکمشوا فی امرکم وجدوا فانی قادم علیکم فی ایامی ھذہ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط ہے حسین ابن علی کی طرف سے سائر مومنین کے نام لکھا جاتا ہے پس خدا تعالیٰ کا شکر و سپاس تحریر فرما کر لکھا جاتا ہے کہ مسلم ابن عقیل کے خط سے معلوم ہوا کہ تم لوگ اپنے حسن رائے اور طریقہ پر متفق ہو گئے ہو اور ہماری نصرت و اعانت پر کمربستہ ہو اور ہمارے طلب حقوق کے لئے ہم داستان ہو گئے ہو اور میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ تم کو میرے امور میں نیکی عطا فرمائے اور ان امور میں تم کو اجر عظیم عنایت کرے میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ کو مکہ سے باہر نکلا اور اب تمہاری طرف آرہا ہوں۔ پس جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے امور میں کوشش اور جلدی کرنا اور میں بھی انہی دنوں میں تمہارے پاس چاہتا ہوں۔ والسلام

جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اور اپنی مہر لگا کر عبد اللہ ابن یقطر کو دیا اور وہ اسے لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جب قادسیہ میں پہنچے تو حصین ابن نمیر کے لشکر کے جاسوسوں نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا اور حصین ابن نمیر کے پاس لے گئے حصین نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کی تلاشی لو۔ دیکھو کوئی خط اس کے پاس نہیں ہے جب عبد اللہ ابن یقطر نے یہ سنا تو وہ خط نکال کر ایسا پارہ پارہ کیا کہ کوئی اس کے پرزوں کے ذریعہ سے مضمون خط کی نسبت کچھ نہ معلوم کر سکا پس حصین ابن نمیر نے عبد اللہ ابن یقطر کے ہاتھ گردن سے بندھوا لیے اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا جب وہ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو ابن زیاد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ عبد اللہ ابن یقطر نے نہایت آزادی سے جواب دیا کہ میں شیعیان علی و دوستان حسین علیہما السلام سے ایک شخص ہوں عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے اس خط کو کیوں پارہ پارہ کر دیا عبد اللہ نے بھر اسی صفائی سے جواب دیا کہ خاص کر اس وجہ سے کہ تو اسکو نہ پڑھ سکے اور اس میں جو کچھ لکھا ہے تجھ کو کچھ بھی نہ معلوم ہو سکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ وہ خط کس کا تھا۔ عبد اللہ نے کہا کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کا خط کوفہ کی ایک جماعت کے نام تھا اس نے پوچھا ان لوگوں کے نام کیا ہیں عبد اللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں ان کے نام نہیں جانتا۔ اب ابن زیاد کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اس نے عبد اللہ سے کہا کہ تم کو ان لوگوں کے نام بتانے ہونگے اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام پر (معاذ اللہ) لعنت کرنی ہوگی نہیں تو میں تجھے ضرور مار ڈالونگا یہ سنکر عبد اللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں اس جماعت کا نام تو بتلاؤنگا نہیں لیکن تیرے حکم ثانی کی تعمیل کے لیئے میں منبر پہ جاتا ہوں اور جو تو کہیگا اتنی لعنت میں ضرور کر دونگا۔ ابن زیاد نے اسکو اجازت دی اور وہ منبر پر گیا۔ پہلے اس نے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ثنا کی پھر جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور ان کے اہلبیت طاہرین پر متواتر صلوات بھیجی اس کے بعد عبید اللہ ابن زیاد اور اسکے باپ پر اور اول سے آخر تک تمام بنی امیہ پر برسر منبر لعنت کی پھر با آواز بلند کہا کہ اے معشر الناس! سنو میں حسین علیہ السلام کا تمہاری طرف قاصد ہوں میں نے انکو بطن زبیہ کی

منزل میں جھوٹا ہے بس تم لوگ اپنے امام کی اطاعت اور متابعت اختیار کرو اتنا سنتا تھا کہ ابن زیاد کو سناٹا ہو گیا۔ اُسنے حاضرین سے کہا کہ اس کو منبر سے اتار لو الغرض عبداللہ ابن یقطر منبر سے نیچے اتارے گئے اور سقیفہ بام پر لیجا کر قتل کئے گئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ پھر ان بیرحموں نے بحکم ابن زیاد ان کی لاش کو اس بلندی سے ابن بچی کیا تھا پھینکدیا کہ مرنے کی تمام ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ رمق جان باقی تھی کہ عبدالملک ابن نمیر نے اٹھ کر سر کاٹ لیا (دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۱۴)

انہی حضرات کے ایسے رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہ کے پُر درد واقعات ہیں اگرچہ یہ دونوں حضرات حضرت مسلمؑ کی نصرت یا حمایت کے لئے مخصوص قتل نہیں کئے گئے بلکہ صرف اہلبیت کے دوستدار اور علی علیہ السلام کے اصحاب ہونیکے جرم میں گردن زدنی کے سزاوار سمجھے گئے چونکہ یہ دونوں واقعے بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے داخلہ عراق سے دس روز قبل واقع ہوئے اس لئے ضرور ہوا کہ ہم ان کی دلخراش داستانیں بھی اپنے سلسلہ بیان میں درج کر دیں رشید ہجری علیہ الرحمۃ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے معزز اصحاب میں شمار ہوتے تھے ان کو جو خلوص اور عقیدت خاندان رسالت اور اور دودمان امامت کے ساتھ بھی وہ عموماً ظاہر تھی باوجودیکہ کوفہ میں عبیداللہ ابن زیاد کے ظلم تعدی نے قیامت عظیم مچا رکھی تھی مگر یہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان بزرگوار جناب امیرالمومنینؑ علیہ السلام کے ارشادات کے اعلان و اظہار سے کبھی باز نہ آتے تھے اور تمام لوگوں کو آپ کے وہ ارشاد سنایا کرتے تھے جو مخصوص ان حضرات کو بتلائے گئے تھے۔ شدہ شدہ دشمنوں نے یہ خبر ابن زیاد بدنہاد کو پہنچا دی اس نے رشید کو بلا بھیجا یہ آئے تو ان سے پوچھا کہ (معاذاللہ) تمہارے جھوٹے امام نے تم کو تمہاری موت کی کیا صورت بتائی ہے رشید ہجری رضی اللہ عنہ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا کہ تیرے منہ میں خاک نہ میں جھوٹا ہوں نہ میرا امام دروغگو ہے میری موت کی نسبت میرے امام برحق نے خبر دی ہے کہ تو مجھ سے کہیگا کہ میں ان حضرات پر (معاذاللہ) لعنت کروں، اور میں اسے قبول نہ کرونگا۔ پس تو میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیگا اس لعین نے کہا قسم بخدا میں تمہارے امام کو جھٹلاتا ہوں اور (معاذاللہ) ان کو دروغگو ثابت کرتا ہوں پس یہ کہکر اس نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں

کاٹ ڈالو مگر زبان نہ کاٹو پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور ان کے تڑپتے ہوئے جسم معطل کو ان کے گھر بھیجدیا۔ یہ واقعہ سنکر تمام بستی کے لوگ جوق جوق انکے پاس آئے اور ان کی موجودہ حالت پر افسوس کرنے لگے پس رشید ہجری لوگوں سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ارشادات بیان کرنے لگے اور واقعات حال و آئندہ بھی جو انکو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ذریعہ سے معلوم ہوئے تھے لوگوں کو سنانے لگے اس کی خبر بھی لوگوں نے ابن زیاد بدنہاد کو پہنچائی اور اور یہ بیان کیا کہ ان کے مواعظ سے قریب ہے کہ تمام شہر میں فتنہ اور برپا ہو جائے۔ تب اس ملعون اشقی نے جواب دیا کہ اس کے امام برحق نے جھوٹ نہیں کہا جاؤ اس کی زبان بھی کاٹ ڈالو پس انکی زبان بھی کاٹ ڈالی گئی اور وہ بزرگوار اسی بات کو برحمت الٰہی واصل ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو شیخ طوسیؒ کی اسناد سے لکھا ہے اور شیخ طوسیؒ نے ابوحسان عجلی کی اسناد سے رشید ہجری علیہ الرحمۃ کی خاص صاحبزادی امۃ اللہ کی زبانی نقل فرمایا ہے (دیکھو ترجمۂ جلاء العیون جلد دوم صفحہ) رشید ہجری جیسا میثم تمار رضی اللہ عنہ کا بھی پُر درد واقعہ ہے۔ میثم تمار اصل میں بنی اسد کے غلام تھے۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے خرید فرما کر ان کو راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا ان کا اصلی نام سالم تھا مگر جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق انکا نام میثم رکھا گیا انہوں نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں مثل رشید ہجری اور دیگر اکابر صحابہ کے سالہا سال تعلیم پائی تھی اور علم التفسیر اور حدیث میں بہت بڑی کامل دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ عبداللہ ابن عباس کو علم التفسیر کے متعلق اپنے اخیر زمانہ میں بہت کچھ بتلا گئے اور لکھوا گئے میثم تمار بھی اُن مخصوص بزرگواروں میں سے تھے جن کو واقعہ کربلا کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے بتلا دی تھی اور رشید ہجری کی طرح ان کو بھی ان کی موت کے حالات سے اطلاع فرما دی تھی چنانچہ جب آخر سال یہ مکہ میں حاضر ہونے کے قصد سے آئے تو حضرت ام المومنین اُم سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا امام عالیمقام باہر تشریف لے گئے تھے زیارت سے مشرف نہ ہو سکے مگر تاہم انہوں نے حضرت ام المومنین

جنابِ امام حسین علیہ السلام کے واقعات کی پیشینگوئی بیان کی حضرتِ ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے یہ سنکر اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ ان کی ریش کو معطر کر دے عرب میں یہ بہت بڑی تعظیم و تواضع کے اظہار کا عام دستور ہے۔ کنیز نے فوراً تعمیل حکم کی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے یہ اشفاق دیکھکر میثم تمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج تو آپ میری ریش کو معطر فرما رہی ہیں مگر وہ زمانہ بہت قریب آپہونچا ہے کہ اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی محبت میں میری ڈاڑھی خون سے رنگین کیجائیگی۔ بہرحال میثم حج سے فارغ ہوکر متوجہ کوفہ ہوئے تو معرّف کوفہ سے کہتے تھے (معرف اصطلاح عرب میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو بادشاہ یا امیر کے آگے آگے ناواقف لوگوں کے حسب و نسب سے اس کو آگاہ کرتا چلے) کہ بہت جلد ایک حرام زادہ بنی امیہ میں سے مجھے طلب کریگا اور تو اس سے مہلت چاہیگا۔ اور آخر الامر مجھے اسکے پاس بیجائیگا۔ یہاں تک کہ دروازۂ خانۂ عمرو ابن حریث پر مجھے سولی چڑھائیگا پس ابن زیاد ملعون جب کوفہ میں آیا اور معرّف کو بلاکر میثم کا حال پوچھا تو معرّف نے کہا کہ وہ حج کو گئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا قسم بخدا اگر انہیں نہ لاؤگے تو تمہیں قتل کرونگا۔ پس معرف نے مہلت مانگی اور مقام قادسیہ میں میثم کے استقبال کو گیا۔ اور وہاں قیام کیا تا اینکہ میثم وہاں پہونچے۔ پس میثم کو پکڑ کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب میثم رضی اللہ عنہ داخل مجلس ابن زیاد شقی ہوئے تو حاضرین مجلس نے کہا یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے نزدیک مقرب ترین مردم تھے۔ اس شقی نے کہا دائے ہو تم پر اس عجمی کا وہ اس قدر اعتبار فرماتے تھے۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ ابن زیاد نے کہا اے میثم پروردگار تمہارا کہاں ہے؟ میثم نے فرمایا کمین ظالمین میں اور تو انہیں ظالموں میں ہے۔ ابن زیاد نے کہا تم اس درجہ جری ہو کہ مجھ سے اس طرح کلام کرتے ہو۔ اب لازم ہے کہ ابو تراب عؑ پر لعنت کرو۔ میثم نے کہا میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔ ابن زیاد نے کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر۔ میثم نے کہا اگر میں ان پر لعنت نہ کروں تو تو کیا کرے گا؟ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں تمہیں قتل کر دونگا۔ میثم نے کہا کہ میرے مولا علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے سولی پر مع نو آدمیوں کے دروازۂ عمرو ابن حریث پر لٹکا دے گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں تمہارے امام کے قول کی مخالفت کرتا ہوں تاکہ ان کا دروغ ظاہر ہو۔ میثم نے کہا کہ میرے مولا نے کبھی دروغ نہیں کہا اور انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور جناب رسول خدا نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خداوند جلیل سے۔ پس تو ان کی مخالفت کیونکر کر سکیگا۔ اور میں جانتا ہوں تو جس طرح مجھے قتل کریگا اور وہ جگہ بھی جانتا ہوں جہاں تو مجھے سولی دیگا اور سب سے پہلے اسلام میں جس کے منہہ پر لگام چڑھائیں گے وہ میں ہی ہوں گا۔ پس ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم اور مختار ان دونوں کو قید کریں۔ قیدخانہ میں میثم نے مختار کو خبر دی کہ تم چھوٹ جاؤگے اور طلب خون جناب امام حسین علیہ السلام کروگے اور ابن زیاد کو قتل کروگے۔ جب مختار کو قتل کرنے چلے تو یزید کی طرف سے قاصد پہونچا اور ایک حکمنامہ پہنچا اس میں لکھا تھا کہ مختار کو چھوڑ دو۔ پس میثم تمار کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کو عمرو ابن حریث کے دروازہ پر سولی چڑھا دو۔ پس اس وقت عمرو ابن حریث نے جانا کہ وہ جو مجھ سے میثم نے کہا تھا کہ اپنے ہمسایہ کی رعایت کرنا اس کی مراد یہی وقت ہے پس اپنی کنیز کو حکم دیا کہ ان کی سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو روشن کرے۔ پس میثم نے احادیث فضائل اہلبیت علیہم السلام بیان کرنی شروع کر دیں اور بنی امیہ پر لعنت کی اور دیگر امور قتل و انقراض عہد بنی امیہ کے خبر دیتے رہے۔ تب لوگوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس شخص نے تمہیں بدنام کیا اس نے حکم دیا کہ ان کے منہہ پر لگام چڑھا کر سولی پر کھینچیں کہ آئندہ بات نہ کر سکیں جب ان کو سولی پر بیٹھے بیٹھے تین دن گزرے تو تیسرے دن ایک ملعون آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا۔ اس نے کہا کہ بخدا سوگند میں یہ حربہ تم پر ماروں گا۔ باوجودیکہ جانتا ہوں کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو عبادتِ الٰہی میں بسر کرتے تھے پس۔ حربہ اس شقی ترین مردم نے ایسا مارا کہ میثم کا پہلو قطع ہو گیا اور آخر روز خون ان کے سوراخہائے دماغ سے جاری ہوکر ریش و سینۂ میثم پر جاری ہوا اور ان کے مرغ روح نے باغہائے ریاضِ جناں کی طرف پرواز کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ عنہ وعن جمیع اشیاع وموالی ائمۃ المعصومین سلام اللہ علیہم اجمعین من یومنا ھذا الی یوم الدین۔

مکہ معظمہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کی روانگی

یہ تھے ائمہ معصومینؑ کے خالص الایمان فدائی اور یہ تھے اہلبیت طاہرینؑ کے سچے اور راسخ الاعتقاد شیدائی۔ انہی کے خلوص اور عقیدت پر اسلام اور ایمان کی جڑیں ہیں اور یہی اسلام کے سچے ہردلعزیز پیرو اور امت

سرور مجمع کے مشترک خطاب سے مخاطب ہونیکے لائق تھے۔ اب ہم ان بزرگوں کے حالات کو ختم کر کے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم اس سے پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے عراق کی طرف عزیمت اور حج سے عمرۂ مفردہ کے بدل دینے کی ناگزیر ضرورتوں کو لکھ چکے ہیں۔ بہرحال جس طرح مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت بہت سے لوگوں نے آپ کو مرقد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونیکے لئے اصرار کیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ مکۂ معظمہ سے نکلنے کے وقت لوگ سفر عراق کیلئے بھی مانع آئے۔ مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ آپ نے مدینۂ منورہ میں ہر شخص کو اس کے سوال اور اس کے فہم کے مطابق جواب دیا اسی طرح یہاں بھی آپ نے ان لوگوں کو اس کا باعث سمجھا دیا۔

حج کے ایام تھے مکۂ معظمہ میں اسلام کے خاص و عام کا مجمع تھا۔ عبداللہ ابن جعفر اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ ابن عمر مدینہ منورہ سے مکۂ معظمہ میں بقصد حج آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے عبداللہ ابن عمر اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی ہم وہ بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہئے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ انکے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے عام طور پر یزید سے بیعت کر لی ہے اور کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یا آپ کو شہید کر دیں گے آپ کے قتل ہو جانے سے تمام اہلبیت برباد ہو جائیں گے اس لئے آپ امن کی سے خدا کے گھر میں بیٹھے رہیں اور تمام جھگڑوں اور مخمصوں سے الگ تھلگ رہیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ مجھے خدا کے گھر میں بھی نہ بیٹھنے دیں گے مجھ سے خواہ مخواہ الجھینگے اور اگر میں کسی نامعلوم جگہ بھی چلا جاؤں گا تو بھی یہ ڈھونڈ نکالیں گے اور مجھ کو بیعت یزید کیلئے مجبور کریں گے۔ اگر میں انکار کرونگا تو مجھے قتل کریں گے۔ اے ابا عبدالرحمن! تم نے سنا ہوگا کہ بنی اسرائیل نے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک ستر پیغمبروں کو قتل کیا تھا اور اس کے بعد باطمینان تمام بازاروں میں جا بیٹھے تھے اور اپنے لین دین میں مصروف ہو گئے تھے۔ خدا نے ان کے ایسے بڑے گناہ کی سزا دینے میں توقف فرمایا تھا اور ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی تھی مگر انجام کار ان کو پکڑ لیا اور خدا ہی سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے (دیکھو ترجمۂ اعثم کوفی صفحہ ۳۵۳)

اسی طرح عمر ابن عبدالرحمن بھی آپ کے اس قصد سے مطلع ہو کر امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ایسے شہر و دیار کی طرف جاتے ہیں جہاں یزید کے عاملوں اور امیروں کا قبضہ ہے اور مال و زر کے خزانے انہی کے زیر تصرف ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں۔ پس مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی لوگ جنہوں نے آپ سے نصرت و متابعت کا عہد کیا ہے حکام وقت کے خوف یا طمع زر سے آپ سے لڑنیکو تیار نہ ہو جائیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھائی تمہیں خدا جزائے خیر دے۔ تم نے نہایت عاقلانہ بات کہی۔ میں عام اس سے کہ تمہارے مشورہ کے موافق عمل کروں یا نہ کروں مگر تم میرے نزدیک بہترین اہل مشورہ اور بہترین خیر خواہوں میں سے ہو۔ ایسا ہی واقعہ عبداللہ ابن زبیر سے بھی پیش آیا جب ان سے امام عالیمقام نے سفر عراق کا ذکر کیا تو اول تو انہوں نے تائید کی اور کہا کہ بلا تامل وہاں جانا بہتر ہے مگر پھر یہ خیال کر کے کہ مبادا جناب امام حسین علیہ السلام کچھ اور سمجھیں بیان کیا کہ حجاز میں بھی اگر آپ مکہ ہی میں قیام کریں تو کوئی آپ کے خلاف دم نہ مارسکے گا اور میں خود آپ کی نصرت اور بیعت کیلئے موجود ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا ہوں جس کے ذبح ہونے سے حرمت کعبہ میں فرق آئیگا (دیکھو صلاح النشأتین صفحہ ۲۲۳) ان کو جو جواب دیا گیا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام ان کے اخیر نتیجوں کی خبر ان کو دے رہے ہیں اور اپنا نتیجہ ان کے ایسا ہونا کسی طرح پسند نہیں فرماتے۔

طبری کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر کی استدعا کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

انی رایت رؤیا رائیت فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامرت فیہا بامر انا ماض لہ علی کان اولی فقالا لہ فما تلک الرؤیا قال ما حدثت احدا بہا وانا محدث بہا حتی القی ربی میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت نے ایک امر کے لئے (جسکی تعمیل ضروری ہے) مجھے مامور فرمایا ہے جس کو میں انجام دینے والا ہوں۔ عبداللہ نے پوچھا کہ وہ کون امر ہے جس پر آپ مامور فرمائے گئے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ جس امر پر میں مامور ہوں وہ نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کرونگا جب تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقی نہ ہوں۔

علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں اور علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن جعفر کے جواب میں صرف اتنا ہی فرمایا گیا: رأیت فی المنام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وامرنی بامر انا فاعل ما امرت۔ یعنی جناب رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے ایک امر خاص کی نسبت مجھے حکم دیا ہے پس جس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے میں اس کی تعمیل کرنیوالا ہوں۔

مگر ان تمام حضرات کے برخلاف حضرت محمدؐ حنفیہ کو یہ خواب بھی بتلا دیا گیا اور واقعات کربلا کے مصائب اور اپنے شہید ہونیکی پوری حالت جتلا دیگئی اس کا باعث یہ تھا کہ آپ نے چلتے وقت انہی کو اپنا قائم مقام اور وصی مقرر فرمایا تھا اور اپنا وصیت نامہ بھی انہی کے حوالہ کیا تھا۔ چنانچہ مقتل ابومخنف کی عبارت یہ ہے۔

ثم ان محمد ابن حنفیۃ سمع ان اخاہ الحسین رضی اللّٰہ عنہ یرید العراق فبکیٰ بکآءً شدیدا ثم قال لہ ان اھل الکوفۃ قد عرفت غدرھم بابیک واخیک فان قبلت قولی اقم بمکۃ فقال یا اخی انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی امیۃ فی مکۃ فاکون کالذی یستباح دمہ فی حرم اللّٰہ ثم قال یا اخی فسر الی الیمن فانک امنع الناس بہ فقال الحسین علیہ السلام یا اخی لو کنت فی بطن صخرۃ لاستخرجونی منہا فیقتلوننی ثم قال لہ الحسین یا اخی سانظر فیما قلت فلما کان وقت السحر عزم علی المسیر الی العراق فلخذ محمد ابن الحنفیۃ زمام ناقتہ وقال یا اخی ما سبب ذلک انک عجلت فقال جدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اتانی بعد ما فارقتک وانا نائم فضمنی الی صدرہ وقبّل بین عینی وقال لی یا حسین یا قرۃ عینی اخرج الی العراق فان اللّٰہ عزوجل قد شآء ان یراک قتیلا مخضبا بدمائک فبکی محمد ابن الحنفیۃ بکآء شدیدا فقال یا اخی اذا کان الحال ھکذا فلا معنی لحملک ھؤلاء النسوۃ فقال قال لی جدی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً ان اللّٰہ عزوجل قد شآء ان یراھن سبایا مھتکات یساقون فی اسر الذل وھن ایضا لا یفارقنی ما دمت حیاً فبکی محمد ابن الحنفیۃ بکآءً شدیداً ثم قال اودعتک اللّٰہ یا حسین فی دعۃ اللّٰہ یا اخی۔

یعنی جب محمدؐ ابن حنفیہ رضی اللّٰہ عنہ نے سنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسینؑ ملک عراق کی طرف تشریف لیجانیکا قصد رکھتے ہیں تو آپ زار و قطار روئے پس آپ نے عرض کی کہ اے بھائی آپ اہل کوفہ کے عذر کو اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقدار کیسا تھ خوب جانتے ہیں پس اگر آپ میری عرض پذیرا فرمائیں تو مکہ ہی میں قیام کریں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنی امیہ مجھ کو مکہ میں قتل نہ کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو۔ محمدؐ ابن حنفیہ نے کہا کہ آپ یمن کی طرف تشریف لیجائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دینگے۔ امامؑ عالیمقام نے جواب دیا کہ اے برادر عزیز! اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بے دین مجھ کو وہاں سے بھی نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالینگے پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس میں غور کروں گا۔ مگر جب صبح ہوئی تو حضرت نے سفر عراق کا قصد مصمم فرمالیا۔ یہ خبر پاکر محمدؐ ابن حنفیہ رضی اللّٰہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کی کہ اے بھائی! اتنی عجلت فرمانیکی کیا وجہ ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے رخصت ہو جانیکے بعد میں سو گیا تو میں نے عالم رؤیا میں جناب رسالت مآب صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور آپ نے مجھ کو اپنے سینۂ اقدس سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے حسین! علیہ السلام اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! عراق کی طرف روانہ ہو کیونکہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تو قتل ہو اور اپنے خون میں رنگین ہو۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت محمدؐ حنفیہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بھائی! جب آپ اس حال سے خود واقف ہیں تو پھر عورتوں کو ساتھ کیوں لئے جاتے ہیں؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے جد بزرگوار حضرت احمدؐ مختار صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہماری عورتیں بھی اسیر ہوں اور لوٹی جائیں اور زمرۂ اسرا میں داخل ہوں۔ اور تا وقتیکہ میں زندہ ہوں یہ مجھ سے جدا نہ ہوں گی۔ یہ سن کر پھر حضرت محمدؐ حنفیہ زار و قطار روئے اور فرمایا یا حسینؑ ابن علیؑ! میں تمکو وداع کرتا ہوں اور اے بھائی میں تمکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

روانگی کے وقت حضرت عبداللہ ابن عباس بھی موجود تھے۔ وہ فرمانے لگے قرّت عیناک یا ابن الزبیر ھٰذا حسین علیہ السلام یخرج الی العراق و علیک بالحجاز۔ اے ابن زبیر اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ دیکھو حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوتے ہیں اب حجاز میں تم ہی تم ہو۔ یہ کہکر ابن عباس نے یہ شعر پڑھے ؎

یا لکِ من قنبرۃٍ بمعمر	خلا لکِ الجوّ فبیضی و اصفری
	ونقری ما شئت ان تنقری

اے چنڈول خوشحال ہو کہ جائے آب و دانہ میں ہی تیرے لئے میدان خالی ہے شوق سے انڈے دے اور بچے نکال۔ اور انڈے دینے کی جگہ کو جس قدر چاہے نرم اور درست کرلے۔ (دیکھو بلاد المبین باشاد بلاذری صفحہ ۵) صاحب ناسخ التواریخ ذیل کے دو شعر اور لکھتے ہیں ؎

قد رحل الصیاد عنک فابشری	ورفع الفخ فما ذا تحذری
لا بدّ من صیدک یوماً فاصبری	ھٰذا الحسین خارج فاستبشری
	الی العراق راجیاً للظفر

اے چنڈول صیاد چلا گیا۔ تو خوش ہو۔ اور جال اٹھ گیا۔ اب تجھ کو اندیشہ کیا رہا۔ تاہم تو کبھی نہ کبھی شکار کیجائیگی جس کا انتظار کئے جا۔ دیکھو یہ امام علیہ السلام بامید کامیابی عراق کی طرف تشریف لیجا رہے ہیں سو تو خوش ہو جا۔ (صفحہ ۲۰۹)

مکہ سے روانگی کے وقت عمال بنی امیہ نے آپکے روکنے کیلئے کوشش ضرور کی تھی مگر اس میں ان کو مطلق کامیابی نہ ہوئی ان کی یہ جرأت اسی لئے تھی کہ یزید کا وہ بندوبست جسکی تعمیل کیلئے قافلہ حجاج میں پوشیدہ طور سے تیس آدمی مقرر کرکے روانہ کئے گئے تھے اور عمرو ابن سعید کو خاص اسی اہتمام کی درستی اور تعمیل کیلئے امیر حجاج بنایا گیا تھا خاطر خواہ انجام پاجائے۔ اسی وجہ سے جب عمرو ابن سعید ابن العاص حاکم مکہ کو امام عالیمقام جناب امام حسین علیہ السلام کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ آپ کو سفر سے باز رکھنے کیلئے روانہ کیا۔ ہم اس واقعہ کو ناسخ التواریخ کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

درین وقت عمرو ابن سعید ابن العاص کو عامل یزید بود نہ لپند یدکہ حسین علیہ السلام سفر عراق کند۔ مبادا امر دم اتفاق کنند و پس از آغاز قتل در ملک یزید پدید آرند لاجرم برادر خود یحییٰ ابن سعید ابن العاص را با تنے چند از ملازمان آنحضرت فرستاد ایشان پیوستہ ند۔ و لطرف ومانیدند کہ بکجا می شوی مراجعت فرما و در جائے خویش اقامت نما۔ در میانہ فریقین سخن بالا گرفت و کار بلطمہ افتاد و عوانان جانبین یک دیگر را بتازیانہ زحمت کردند و آسیب زدند حسین علیہ السلام آں جماعت را اجابت نفرمود و ایشان را باز فرستاد و طریق عراق پیش داد مردم عمرو ابن سعید بانگ در دادند و قالوا یا حسین الا تتقی اللّٰہ تخرج من الجماعۃ و تفرق بین ھٰذہ الامۃ گفتند اے حسین از خدا نمی ترسی یکسو می شوی از جماعت و متفرق می کنی امت را فقال لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل و انا بری مما تعملون۔ فرمود مرا کار لیست و شما را کردار لیست شما نکو ہیدہ دیدار یاد کار من بیزارم از کار گزاری شما این بگفت و رواں گشت

بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام مکۂ معظمہ سے عراق کی طرف تشریف لے چلے۔ شہر سے کچھ دور گئے تھے کہ حضرت عون و محمد علیہما السلام صاحبزادگان حضرت عبداللہ ابن جعفر اپنے والد بزرگوار کے فرستادہ معہ ان کے عقیدت نامہ کے حاضر ہوکر شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ عبداللہ ابن جعفر نے جو عریضہ اپنے خورد سال بچوں کے ہمراہ روانہ خدمت کیا تھا اس کی عبارت یہ تھی۔

اما بعد فانی اسئلک باللّٰہ ان تنصرف حین تنظر فی کتابی ھٰذا فانی مشفق علیک من ھٰذا الوجہ الذی توجھت لہ ان یکون فیہ ھلاکک و استیصال اھلبیتک و ان ھلکت الیوم طفی نور الارض فانک علم المھتدین و رجاء المؤمنین ولا تعجل فی السیر فانی فی اثر کتابی ھٰذا والسلام۔

میگوید ترا بخدا سوگند می دہم وگمان ہے کہ دریا ادمی کہ مکتوب مرا اندر سفر عراق فسخ عزیمت فرمائی مہما نا بر تو می ترسم کہ پیش داری تباہ بشوی و اہلبیت تو سرگشتہ و پریشاں حال بشوند و چوں تو نباشی نور خدا در زمین نا پدیدار بشود زیرا کہ تو رہنما ہستی و تو رہنمائی مسلمانان و امیدگاہ مومنان۔ اکنون در طے منازل عجلت مفرمائی کہ من ہم بر اثر مکتوب خویش می رسم۔

جب اس خط کا بھی کوئی اثر ہوتے نہیں دیکھا تو عبداللہ ابن جعفر منزل تنعیم میں جو مکہ سے آپ کی پہلی منزل تھی تشریف لائے اور انہی کلمات کا خدمت مبارک میں بار دگر اعادہ فرمایا جناب امام حسین علیہ السلام

علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تم سب سے کہہ چکا ہوں کہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک ایسے امر کی تعمیل کیلئے جا رہا ہوں جسکو میں کسی پر تاوقتیکہ زندہ ہوں ظاہر نہیں کر سکتا اور میں اس کو کبھی کسی سے نہ کہوں گا۔ تاوقتیکہ اپنے رب سے نہ جا ملوں۔

عبداللہ یہ سنکر خاموش ہو رہے اور آخرکار اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلاکر وصیت فرمائی کہ امام عالیمقام کی رکاب سے کسی وقت جدا نہ ہونا اسی منزل میں عبداللہ ابن عباس رضہ کے آنے اور ان کے ساتھ ہی امام علیہ السلام کی ایسی ہی گفتگو فرمانیکے حالات بھی بتلائے جاتے ہیں مگر امام عالیمقام نے ان سے صرف اسی قدر فرمایا کہ میں سفر عراق پر مامور ہو چکا ہوں لہٰذا قطعاً مجبور و معذور ہوں۔ اسی منزل میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے ساتھ ابو بکر ابن حارث ابن ہشام کی بھی گفتگو تاریخوں میں درج پائی جاتی ہے جنہوں نے اہل کوفہ کی بے وفائی اور عہد شکنی کی مثالیں جناب امیرالمومنین اور جناب امام حسن علیہ السلام کے عہد میں دکھلا کر آپ کو سفر عراق سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کی طول طویل استدعا کے جواب میں صرف اتنا فرمایا۔ جزاک اللہ خیرا یا ابن عم قد اجتهدت رایك ومهما يقض اللہ لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ تمہیں اس مشفقانہ مشورہ کیلئے جزائے خیر دے لیکن جو کچھ کہ خداوند عالم کا حکم ہو چکا ہے وہ ضرور ہوگا

بہرحال۔ اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے موجودہ سفرنامے کے متعلق مکہ معظمہ سے لیکر بلائے معلےٰ تک کی ہر ہر منزل کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔ اور داخلۂ کربلا کے متعلق جو آخر منزل ہے آپ کے اس سفر کا ایک نقشہ بھی بطور ضمیمہ کے لگا دیتے ہیں جو جغرافی ضروریات کی نسبت کافی اطلاع ناظرین کتاب کو پہنچا ئیگا۔

دوسری منزل ذات العرق۔ منزل تنعیم سے یہ مقام چار فرسخ کے قریب ہے۔ فی زمانہ بارہ میل کے قریب ہوا ذات العرق کی نسبت جغرافیہ عرب میں لکھا ہے۔ ذات عرق منهل اهل العراق وهو الحد بين تهامة ونجد وقيل عرق جبل بطريق مكة ومنه ذات عرق عرف اہل عراق کے پڑاؤ کی جگہ ہے اور وہ تہامہ اور نجد کی حد فاصل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی سبب سے اس منزل کا نام ذات عرق مشہور ہو گیا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی منزل میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس کی ملاقات کی کیفیت یوں ہے

کہ فرزدق کا اصلی نام ہمام ابن غالب ہے۔ وہ اپنی ماں کو حج کے قصد سے لئے آرہا تھا اور مکہ جا رہا تھا۔ ذات العرق کی منزل پر پہنچکر اس نے دور تک میدان میں خیمے نصب دیکھے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ فوراً آستان مقدس پر حاضر ہوا دیکھا کہ سراچۂ بیرونی میں آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں تسلیم بجالاکر فرزدق کھڑا رہا۔ امام عالیمقام نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب سلام عطا فرماکر اس کو اپنے پاس بٹھالیا۔ فیما بین گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو فرزدق نے عرض کی اعطاك اللہ سؤلك واملك فيما تحب بابي انت وامي يا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما اعجلك عن الحج ۔ یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو مستجاب کرے اور آپ کے مطالب و مقاصد دلی کو پورا کرے حضور نے ایام حج میں کیوں اتنی جلدی فرمائی کہ بغیر ادائے حج راہ سفر اختیار فرمائی۔ امام علیہ السلام نے حسرت بھری آواز سے ان مختصر الفاظ میں اس کو جواب دیا لولم اعجل لاخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کرلیا جاتا اتنا فرماکر آپ نے اس سے اپنی طرف سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور استفسار فرمایا اخبرني عن الناس خلفك قال الخبير سئلت قلوب الناس معك واسيافهم عليك والقضاء ينزل من السماء والله يفعل ما يشاء قال صدقت لله الامر من قبل ومن بعد وكل يوم ربنا هو في شان ان نزل القضاء بما نحب فنحمد الله على نعمائه وهو المستعان على اداء الشكر وان حال القضاء دون الرجاء فلم يبعد من كان الحق نيته ۔

اب تو مجھ کو بتلا اور اہل کوفہ کی خبر سنا۔ فرزدق نے عرض کی کہ آپ ان لوگوں کے حالات مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں جو دل سے تو آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنائے دلی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب لڑائی کا وقت آئیگا تو وہی لوگ آپ کے منہ پر تلواریں کھینچیں گے اور آپ کو قتل کریں گے۔ پس جو حکم مشیت ہوگا اور جو خدا چاہے گا۔ وہ ظاہر ہوگا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزدق! جو کچھ تو نے کہا وہ سب راست ہے اور حکم آئندہ و گزشتہ سب اسی قادر مطلق کے دست اختیار

میں ہے اور ہر روز اس کے لئے ایک نئی شان ہے۔ اگر اس کا حکم ہمارے مقصد کے مطابق ہو تو ہم اس کا شکریہ ادا کرینگے اور پھر بھی وہی ہم کو اس سپاس گزاری کی توفیق و قوت عطا فرمائیگا اور اگر ہمارے مقصد کے مطابق اس کا حکم جاری نہ ہوا۔ تاہم وہ اپنے سے کبھی ان لوگوں کو دور نہ کریگا جو راہ حق میں سالک اور طریق تقوی کے راہرو ہیں۔ امام علیہ السلام کا یہ بلیغ جواب سن کر فرزدق کے حواس گم ہو گئے۔ نہایت ادب سے خدمت مبارک میں عرض کی بلغک اللہ ما تحب وکفاک ما تحذر حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو آپ کی خواہشوں پر فائز المرام فرمائے اور جن امور کی طرف آپ کو اندیشہ ہے ان میں آپ کی اعانت فرمائے اس کے بعد فرزدق نے امام علیہ السلام سے حج کے متعلق چند ضروری مسائل پوچھے اور ان کا جواب پاکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ فرزدق کی ملاقات کے حالات تمام تاریخوں میں درج ہیں اور اس قدر مشہور ہیں کہ کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تیسری منزل ثعلبیہ

ذات العرق سے کوچ فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ منزل ثعلبیہ پر وارد ہوئے علمائے جغرافیہ ثعلبیہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں وھی منزل بطریق مکۃ تن کانت قریۃ فخربت وھی مشہورۃ وھی بفتح اوّل۔ یہ مکہ کی راہ میں ایک منزل ہے۔ یہ ایک قریہ تھا جو خراب اور ویران ہو گیا اور یہی مشہور ہے اور ثعلبیہ بفتح اوّل ہے اسی منزل میں ابو ہرہ کوفہ سے آکر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مراسم تسلیم و تعظیم بجالاکر پوچھنے لگا کہ حرم خدا اور حرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر حضور کے سفر فرمانیکا باعث کیا ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ویحک ابا ھرۃ ان بنی امیۃ اخذوا مالی فصبرت وشتموا عرضی فصبرت و طلبوا دمی فھربت وایم اللہ لتقتلنی الفئۃ الباغیۃ و لیلبسنھم اللہ ذلا شاملا و سیفا قاطعا ولیسلطن علیھم من یذلھم حتی یکونوا اذل من قوم سبا اذ ملکتھم امراۃ منھم فحکمت فی اموالھم ودمائھم۔ اے ابا ہرہ افسوس ہے تجھ پر بنی امیہ نے میرے حقوق کو غصب کر لیا اور میں صبر کرتا رہا۔ وہ مجھکو علانیہ سب و شتم سے یاد کرتے رہے ہیں۔ میں ان کی ان حرکات پر بھی صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ میرے قتل کے درپے ہوئے تو میں نے وہاں سے مجبور ہو کر نکل جانیکا قصد کیا۔ خدا کی قسم یہ فرقۂ گمراہ مجھے قتل کریگا اور خدا تعالیٰ ان پر اپنے قہر کو مسلط کریگا اور تلواروں کے نیچے رکھ لیگا اور ان لوگوں پر ایسے شخص کو حکمران کریگا جو ان لوگوں کو شہر سبا کے آدمیوں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار کردیگا جس وقت کہ ان پر ایک عورت (بلقیس) کو حاکم بنا دیا تھا کہ وہ ان کی جان و مال کا اختیار کلی رکھتی تھی۔

اسی منزل میں طرماح بن حکم بھی زیارت سے مشرف ہوئے کیفیت یہ ہے کہ طرماح اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کا غلہ اور خوراک وغیرہ تمام ضروریات ایک بار مہیا کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اس وقت اپنی ان تمام ضروریات کو فراہم کر کے گھر لئے جاتے تھے کہ منزل ثعلبیہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر سنکر آستان مقدس پر حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اذکر فی نفسک لا یغرنک اھل الکوفۃ فواللہ لئن دخلتھا لتقتلن وانی لاخاف ان لا تصل الیھا فان کنت مجمعا علی الحراب فانزل اجاء فانہ جبل منیع واللہ ما نالنا فیہ ذل قط و عشیرتی یرون جمیعا نصرک فھم یمنعونک ما اقمت فیھم میں آپکو آگاہ کئے دیتا ہوں تاکہ آپ پر اہل کوفہ کا فریب نہ چل سکے۔ خدا کی قسم اگر کوفہ میں آپ داخل ہو گئے تو آپ کو وہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پس مجھکو خوف ہے کہ آپ کوفہ تک بھی سلامت نہ پہنچ سکیں گے۔ اگر آپ نے جنگ کا ارادہ کیا ہے تو جبل اجا میں قیام فرمائیں کہ وہ نہایت محفوظ جگہ ہے۔ خدا کی قسم ہم لوگ آج تک کسی دشمن کے ہاتھ سے ذلیل و رسوا نہیں ہوئے ہیں جتنی مدت تک آپ وہاں قیام پذیر رہیں گے ہم اور ہمارے عشیرہ کے تمام لوگ آپ کی پوری نصرت کریں گے۔

جبل اجاء بوزن فعل مع ہمزہ یمن میں قبیلۂ بنی طے کے دو مشہور پہاڑوں میں سے ایک کا نام ہے اور اہل عرب اسکو بلا قید بروزن قفا بھی کہتے ہیں اور یہ پہاڑ مکہ سے کوفہ جانیوالی راہ میں واقع ہے۔ بہر حال طرماح کی یہ استدعا سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا ان بینی و بین القوم موعدا اکرہ ان اخلفھم فان یدفع اللہ عنا فقدیما انعم علینا وکفی وان یکن ما لا بد منہ ففوز و شھادۃ انشاء اللہ۔ مجھ میں اور اس قوم (اہل کوفہ) میں وعدہ ہو گیا ہے جس سے اختلاف کرنا میں بالکل مکروہ سمجھتا ہوں۔

اگر خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے اس امر میں مجھ سے میرے دشمنوں کو دفع کر دیا تو میں اس کی عنایت و کفایت کے شایان سمجھا جاؤنگا اور اگر اس کا حکم اس کے خلاف ہوا تو میں ماجور ہونگا اور سعادت شہادت پر انشاءاللہ تعالیٰ فائز ہونگا۔ غرض طرماح آپ کا یہ حکم سنکر مع اپنے اسباب اثقال کے اپنے گھر کیطرف روانہ ہوئے اور گھر کی تمام ضرورتوں کو مکمل کر کے امام علیہ السلام کی نصرت کے قصد سے گھر سے نکلے تو معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے اور بے نیل مرام واپس آئے۔

ثعلبیہ سے امام عالیمقام نے عبداللہ ابن یقطر کو کوفہ بھیجا تھا جن کا پورا واقعہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ ثعلبیہ سے امام علیہ السلام کو راہ مخدوش معلوم ہونے لگی اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسلم کے معاملات سے فارغ ہو کر ابن زیاد نے جناب امام حسین علیہ السلام کے سدّ راہ ہونیکی جلد جلد فکر کرنی شروع کر دی اور ان سامانوں سے اس کی اصلی غرض یہی تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کوفہ پہنچنے سے پہلے پہلے راہی میں گرفتار کر لئے جائیں یا کم سے کم سوائے اس راہ کے جسکو وہ اختیار فرما چکے ہیں اور کوئی دوسری راہ اختیار نہ کرنے پائیں اور کسی قوم اور قبیلہ کے لوگ بھی ان سے نہ مل سکیں۔ پس اپنی اس تجویز کیموافق اپنے تمام راستوں کا معقول اور مستحکم بندوبست کر لیا۔ اور حصین ابن نمیر کو ایک معتد بہ جماعت دیکر راستہ کی حفاظت و حراست کے تمام ضروری انتظام سپرد کر دیئے۔ حصین ابن نمیر نے قادسیہ کو اپنی لشکرگاہ بنایا اور وہیں سے تمام اندرونی و بیرونی راستوں کی ناکہ بندی کے لئے متفرق افسروں کی ماتحتی میں رسالے اور فوجیں روانہ کر دیں اور مخصوص کر کے **واقصیہ** (متعلق کوفہ) **شام** اور **بصرہ** جانیوالے راستوں کی نہایت سختی سے حفاظت کی گئی۔ **واقصیہ بکسر قاف والصاد منزل فی طریق مکۃ دون زبالۃ بمرحلتین** ۔ بکسر قاف مع الصاد مکہ سے کوفہ جانیوالے راستہ میں ایک منزل ہے جو منزل زبالہ سے دو منزل پیچھے ہے واقصیہ کی خاص حفاظت سے ابن زیاد کی خواہش یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کوفہ آرہے ہیں سوائے واقصیہ کے کوئی اور دوسری راہ نہیں ہے جس کی کامل حفاظت کر دی گئی اب وہ سوائے کوفہ آنے کے اور کسی طرف جا نہیں سکتے یعنی شہادت مسلم سے موثر ہو کر وہ براہ راست یزید کے پاس شام کو بھی نہیں جا سکتے کیونکہ کوفہ سے وہاں تک کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور کوفہ سے قادسیہ و قادسیہ سے شام تک بھی فوجیں بیٹھ چکی ہیں۔ بصرہ کی راہ بھی مسدود ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ کوفہ کے اخبار معلوم کر کے آپ بصرہ کا رُخ نہ کر دیں۔

ابن زیاد کے ان انتظامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس بدبخت ازلی کی خواہش دلی یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کسی نہ کسی طرح گھیر گھار کے کوفہ میں لائے جائیں کہ تمام ممالک میں اس کی قوت و اقتدار کی شہرت ہو جائے اور امام عالیمقام کی ذلت چنانچہ منزل ثعلبیہ سے آگے بڑھتے ہی جا بجا لوگوں کی مختلف جماعتیں آپ کو نظر آنے لگیں اور اکثر قبائل عرب راستہ میں آپ کو ملتے تھے اور آپ اُن سے راستوں کی کیفیت استفسار فرماتے تھے تو وہ لوگ سوائے اسکے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے کہ ہمکو کسی امر کی اطلاع نہیں ہے لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ آجکل تمام راہیں مسدود ہیں ان راہوں سے نہ کوئی شخص باہر جا سکتا ہے اور نہ باہر سے اندر آ سکتا ہے چنانچہ تاریخ طبری میں ابن زیاد کے ان انتظامات کے متعلق یہ لکھا ہے:-

ابن زیاد نے کوفہ کا پورا بندوبست کر کے حصین ابن نمیر کو کئی ہزار سوار دیکر بیرونی مقامات کی حفاظت اور راہیں مسدود کر دینے کیلئے متعین کیا حصین ابن نمیر نے قادسیہ میں اپنا کیمپ قائم کیا اور سوا اس راستہ کے جس پر جناب امام حسین علیہ السلام آ رہے تھے ہر طرف کی ناہموار سواروں کی چوکیاں بٹھا دیں کہ مشتبہ حالت میں کوئی شخص گزرنے نہ پائے یعنی کوئی شخص کسی طرف سے آ کر جناب امام حسین علیہ السلام کی جماعت میں شامل نہ ہونے پائے اور نہ امام عالیمقام کسی دوسری طرف جا سکیں (صلاح النشاتین صفحہ ۲۴)

چوتھی منزل واقصیہ ۔ اسی منزل میں زہیر ابن القین بجلی امام عالیمقام علیہ السلام کے قافلہ سے مل گئے ان کی پوری کیفیت یہ ہے کہ زہیر ابن القین البجلی قوم فزارہ اور قبیلہ بجیلہ کے رئیس اور شہر کوفہ کے ممتاز اور جلیل القدر باشندوں میں سے تھے۔ اتفاق سے وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہم سفر اور ہم طریق تھے مگر بنی امیہ کی مخالفت اور ظلم و تعدی کی وجہ سے منزل پر پہنچکر ایک جا خیمہ نہیں کرتے تھے منزل ثعلبیہ تک تو ایسا ہی ہوتا آیا مگر یہاں یعنی منزل واقصیہ پر پہنچکر زہیر ابن القین اپنے ہمراہیوں کیساتھ چاشت (ناشتہ) کیلئے دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ایک قاصد نے آ کر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف سے اُن کو طلبی کا حکم سنایا۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی طلبی کا مضمون

سُن کر بنی اُمیّہ کے خوف سے اُس تمام مجمع کو سخت انتشار واقع ہوگیا۔ اور وہ لیے شش و پنج میں گرفتار رہے کہ جماعت کی جماعت نے موجودہ غور و فکر میں زانوئے تشویش پر اپنے اپنے سر جھکا لیے اور کأنّ علیٰ رؤسہم الطّیر کے پورے پورے مصداق بن گئے ان کی اسی غور اور پس و پیش کی عین حالتوں میں دیلم بنت عمرو زوجۂ زہیر ابن القین کی بی بی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے شوہر کو مخاطب کرکے کہنے لگی کہ سبحان اللہ فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا خاص آدمی تیرے پاس بھیجیں اور تجھ کو شرفِ حضوری سے خود اعزاز بخشیں اور تو ان کی دعوت قبول نہ کرے استغفر اللّٰہ ربّی۔ اتنا سننا تھا کہ اس کی مردانہ غیرت نے اس کی عقیدت اور ارادت میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کردیا۔ اور زہیر ابن القین بے اختیار ہوکر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیر تک آپ سے باتیں کرکے جب پھر اپنے خیمہ میں آیا تو نہایت مطمئن۔ فرحناک اور مسرور الحال تھا۔ اس نے آتے ہی حکم دیا کہ ہمارے خیمے اور تمام باربرداری کے اسباب اسی وقت یہاں سے اٹھائے جائیں اور جناب امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے ساتھ قائم کئے جائیں اور یہ کہکر وہ اپنی خوش عقیدہ زوجہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور تجھ کو اجازت دی کہ تو اپنے میکے کو واپس چلی جائے یہ گوارا نہیں کرتا کہ تو قید ہونے اور لوٹے جانے کی مصیبتیں اٹھائے یہ کہکر تمام مال و متاع اپنے بنی اعمام کو مع اپنی زوجہ دیلم کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ اس عورت کو اس کے قبیلے تک پہنچا دیں بیچاری دیلم سکتے میں آگئی اور اپنے شوہر سے رخصت ہوتے وقت بہت روئی اور کہنے لگی کہ خار اللہ لک اسئلک ان تذکرنی فی القیمۃ عند جدّ الحسین علیہ السلام۔ پروردگار عالم خیر تیرے حصّہ میں عطا فرمائے۔ میری التجا تم سے یہی ہے کہ تم جناب امام حسین علیہ السلام کے جدِّ بزرگوار کی خدمت میں جاتا تو میرے ذکر سفارش کو نہ بھولنا خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ دیلم زوجۂ زہیر ابن القین رضی اللہ عنہما نے شوہر کی یہ تقریر سنکر جواب دیا کہ تم تو فرزند مرتضےٰ علیہ السلام کی رکاب میں حاضر رہکر اپنی جانبازی کے جوہر دکھاؤ تو پھر میں کیونکر دختر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں رہکر سعادت ابدی حاصل نہ کروں اپنی خالص الایمان اور کامل الاعتقادی بی بی کا ایسا پُر اثر جواب سنکر زہیر کو سوائے سکوت کے اور کچھ کہتے نہ بن پڑا وہاں سے اٹھکر چلنے پر آمادہ ہوگئے پاس آیا اور ان میں سے ہر ایک شخص کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ میں عام طور سے تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص چاہے وہ میری ہمراہی اختیار کرے اور جو چاہے وہ اپنی راہ لے میں خوشی و رغبت اسکو رخصت کرتا ہوں کہ یہ میرا آخری عہد ہے۔ مگر میں تم لوگوں سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا ایک تذکرہ بیان کرتا ہوں اسکو سن لو جس وقت کہ غزوۂ بحرین میں ہم لوگوں کا اور ان کا ساتھ ہوا اور خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے اس جنگ میں ہمیں فتح عنایت فرمائی اور غنیمت وافر ہمارے ہاتھ آئی تو سلمان نے ہم لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا افرحتم بما فتح اللّٰہ علیکم فقلنا نعم قال اذا ادرکتم سیّد شباب آل محمّد فکونوا اشدّ فرحا لقتالکم معہ ممّا اصبتم الیوم من الغنائم فامّا انا فاستودعکم اللّٰہ تعالیٰ۔ یعنی فتح موجودہ سے جو تم کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے تم خوش ہوئے یا نہیں؟ ہم لوگوں نے عرض کی کہ بیشک ہمکو خوشی حاصل ہوئی ہے جناب سلمانؓ نے فرمایا کہ جس وقت تم لوگ سیّد جوانان آل محمّد کی رکاب میں قتال کروگے تو تم کو واجب ہوجائیگا کہ تم کو اُس دن آج کی حصولِ نعمت سے زیادہ خوشی حاصل ہو کیونکہ اُس دن غنیمت جنّات عدن تمہاری قسمت کا حصہ ٹھہر چکی پس میں آج تم لوگوں سے وداع ہوتا ہوں کیونکہ میں اس وقت تک زندہ نہ رہونگا بہرحال۔ زہیر ابن القین بجلی اپنی باوفا اور خالص الاعتقادی بی بی کیساتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آپکے ہمراہ معرکۂ کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جیسا کہ معرکۂ کربلا کے تفصیلی واقعات میں عنقریب بیان ہوگا۔ خواجہ احمد اعثم کوفی کی یہی عبارت معتبر اور مستند بین الفریقین ہے اور علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم نے بھی اس مضمون پر اتفاق کیا ہے

پانچویں منزل خزیمیّہ۔ واقعیّہ کے بعد اس منزل پر قیام ہوا خزیمیّہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی آبادی مکہ کی راہ میں تریہ دل کے بعد ہے اسی آبادی میں ایک قصر خزیمیّہ کے نام سے مشہور تھا اور اسی محل کی مناسبت سے اس بستی کا نام خزیمیّہ مشہور ہوگیا بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام ایک شبانہ روز اسی منزل میں قیام فرما ہے اس منزل کا نام زرود بھی ہے اسی منزل پر اور امام طبری اور ابن اثیر کے نزدیک منزل ثعلبیّہ ہی میں آپکو حضرت مسلم و ہانی ابن عروہ اور عبد اللہ ابن یقطر کی مصیبتناک شہادت کی خبریں یکایک پہنچیں

انکی خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ عبداللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمٰعیل قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے مکہ ہی آپ کی ہمراہی اختیار کی تھی منزل زرود پہنچکر امام عالیمقام نے ایک سوار کو کوفہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا اور اس سے کوفہ کا حال دریافت فرمانا چاہا مگر وہ اپنی رو میں کچھ ملتفت نہ ہوا اور اپنی راہ چلا گیا عبداللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمٰعیل نے اُسکے پیچھے اپنے ناقے دوڑادے اور اُس سے جاملے اُس سے حال پوچھنے لگے تو اُس نے کہا کہ میرا نام بکر ہے اور میں قبیلۂ بنی اسد کا ایک آدمی ہوں ان دونوں نے کہا کہ ہم بھی اسی قبیلہ کے ہیں پھر اُس سے کوفہ کا حال پوچھا تو اُسنے کہا کہ میں نے حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ اُنکی لاشوں کو کوفہ کی گلیوں میں تشہیر ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ بکر سے یہ حال سُنکر اُن کے توحواس جاتے رہے اور صدمہ کے باعث جناب امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں فوراً خبر نہ کرسکے۔

چھٹی منزل ثعلبیہ - یہ منزل واقصیہ اور ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے عبداللہ اور منذر نے امام عالیمقام علیہ السّلام کی خدمت میں حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کا واقعہ عرض کردیا اور کہا کہ آپکا یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھنا کسیطرح قرین مصلحت نہیں ہی بہتر ہے کہ اب آپ واپس ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے انکی باتونکا تو کچھ جواب نہ دیا مگر فرزندان عقیل کی طرف آپنے دیکھا وہ مصیبت زدہ یکزبان ہوکر کہنے لگے لا واللہ لا نبرح حتی ندرک ثارنا او نذوق ماذاق اخونا۔ نہیں واللہ ہم نہ ٹلینگے جبتک کہ انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی مثل اپنے بھائی کے شہید نہ ہوجائیں یہ سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا لاخیر فی العیش بعد ھؤلاء یعنی ان جیسے عزیزوں کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں (صلاح النشاتین صفحہ ۲۶)

خواجہ احمد اعثم کوفی اس واقعہ میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت مسلم کی ایک صغیر سن لڑکی (رقیہ بنت مسلم) جو اُن سے بہت ہی مانوس تھی۔ آپ حضرت مسلم کی شہادت سُنکر انا للہ وانا الیہ راجعون فرماتے ہوئے عصمت سرا میں داخل ہوئے اور اُن صاحبزادی کو بلایا اور ان کے حال پر روز سے زیادہ شفقت وعنایت فرمانے لگے اُس معصومہ نے پوچھا کہ آج ان اشفاق کثیرہ کی کیا وجہ ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے باپ غربت کے سفر میں ہلاک کئے گئے اُس نادان کی اس تقریر کو سُنکر امام عالی مقام میں زیاد و تحمل کی تاب نہ رہی آپ بے اختیار رونے لگے پھر کیا تھا تمام اہلبیت میں خبر پہنچ گئی اور قیامت کا کہرام مچ گیا۔

مقتل ابومخنف میں حضرت مسلم علیہ السلام کے شہید ہونیکی خبر پہنچانا ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد کے متعلق لکہا ہے۔ انکی عبارت یہ ہے فبینا الحسین رضی اللہ عنہ فی المسیر اذجاء ھلال ابن نافع وعمر ابن خالد من الکوفۃ فسئل عنہما احوال الناس فقالا اما الاغنیاء فقلوبہم الی ابن زیاد واما باقی الناس فقلوبہم الیک وان مسلماً وھانیؓ وقیسؓ الذی کان رسولک فقتلوا فقال اللہم اجعل الجنۃ لنا ولاشیاعنا منزلا کریما انک علی کل شیئ قدیر ثم خطب وقال قد نزل بنا ما ترون وان الدنیا قد تغیرت وتنکرت وادبر معروفہا ولم یبق الاکصبابۃ الاناء لا یعمل الحق ولا ینتہی عن الباطل ولا یری المؤمن الموت الا سعادۃ والحیوۃ مع الظالمین الا خسارۃ۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت بابرکت سے راہ کوفہ میں ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد مشرف ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے پاس بُلاکر کوفہ کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ شہر کے امرا و اہل دول کے قلوب تو ابن زیاد کی طرف رجوع ہیں اور باقی آپکے مشتاق ہیں اور حضرت مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ اور قیس ابن مسہر قاصد بصرہ مارڈالے گئے اتنا سُنکر جناب امام حسین علیہ السّلام از حد محزون ہوئے اور فرمانے لگے یا اللہ! تو ہم کو اور ہمارے شیعوں کو جنت عطا فرما بیشک تو تمام چیزوں پر قادر ہے پس آپنے کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس ہم پر جو کچھ واقع ہوا وہ تم نے دیکھ لیا اب دنیا بدل گئی اور بُری طرح بدلی نیکیاں اسکی سب ختم ہوگئیں بس اتنی ہی باقی ہیں جتنی برتن میں سے گر جانیکے بعد پانی باقی رہجاتا ہے حق پر کوئی عمل نہیں کرتا اور باطل سے باز نہیں رہتا اس حال میں مومن موت کو سعادت جانتا ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو نقصان عظیم تصور کرتا ہے۔

صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ منزل زبالہ ہی میں جناب امام حسین

علیہ السلام کو عبداللہ ابن یقطر رحمۃ اللہ علیہ کی خبر شہادت پہنچی یہاں پہنچکر آپ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اکٹھا کرکے عام طور سے وہ حکم سنا دیا جو ہم مقتل ابی مخنف کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں ایہا الناس فمن کان یصبر علی حد السیف وطعن الاسنۃ فلیقم معنا والا فلینصرف عنا جو لوگ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کی بھالوں کا تحمل کر سکیں وہ تو ہمارے ساتھ رہیں اور جو ان مصائب کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے وہ ہم سے علیحدہ ہو جائیں صاحب ناسخ التواریخ خطبہ کی یہ عبارت درج فرماتے ہیں۔

اما بعد فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم ابن عقیل وھانی ابن عروہ وعبداللہ ابن یقطر قد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فلینصرف من غیر حرج ولیس علیہ ذمام۔

اے گروہ مردم خبر وحشت خیز و دہشت انگیز مشعر بہ قتل مسلم ابن عقیل و ہانی ابن عروہ و عبداللہ ابن یقطر مجھ کو پہنچی اور معلوم ہوا کہ ہمارے طرفداروں نے ہم کو چھوڑ دیا پس جس کا ہماری ہمراہی سے دست بردار ہونے اور چلے جانے کا قصد ہو وہ چلا جائے اس کے لئے کوئی مضایقہ نہیں ہے اور اسکے ذمہ کوئی ذمہ داری نہیں ہے (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۵)

حقیقت حال یہ ہے کہ عرب کے طماع اور حریص طبیعت کے لوگ جن کو جناب امام حسین علیہ السلام کے اس سفر کی اصلی اغراض کے متعلق خبر نہ تھی وہ یہ سمجھکر کہ فرزند رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام تسخیر ممالک کے ارادہ سے تشریف لیے جاتے ہیں حصول غنیمت و وصول دولت کی نیت سے آپکے ہمرکاب ہوگئے تھے اور مکہ سے یہاں تک آپکے ہمراہ چلے آئے تھے اور انکے علاوہ راستہ میں انکے ہمخیال اور ہم طبیعت قوم وقبیلہ کے لوگ بھی اس قافلہ کے ہمراہ ہوگئے تھے اس وجہ آپکی رکاب میں ایک معتدبہ جمعیت ہو گئی تھی جسکی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اس منزل پر پہنچکر جب جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اپنے اس سفر کی اصلی اغراض صاف صاف لفظوں میں بیان کردیں تو ایسے لوگوں کا ارادہ میں استقلال کہاں وہ تلواروں اور نیزوں کے مصائب کا نام سنتے ہی کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے فجعل القوم یتفرقون فلما بین الا اھل بیتہ وموالیہ وھی نیف وسبعون رجلا وھم الذین خرجوا معہ من مکۃ فنادبھم۔ یعنی یہ اعلان سنکر تمام لوگ متفرق ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ سوائے اہلبیت طاہرین

اور اصحاب مخصوصین کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور یہ حضرات وہی تھے جو مدینہ منورہ سے ہمراہ تشریف لارہے تھے اور انکی تعداد بہتر آدمی تھے اور یہی بزرگوار آپ کے ساتھ آگے بڑھے۔

اسلام کی بدنام کرنیوالی تحریریں جو واقعات کربلا کو معمولی ملک گیریوں سے تعبیر کرتی ہیں۔ وہ ان حالات کو پڑھکر اپنی غلط فہمی اور سوء ظنی کی کامل اصلاح فرمالیں کیا ایسے واضح اور روشن احوال پڑھکر بھی وہ اپنے غلط شبہوں پر اصرار کرتے رہینگے؟ کیا اب وہ نہ سمجھیں گے کہ اگر امام عالیمقام کے وہی ارادے ہوتے جیسا کہ وہ خیال فرماتے ہیں تو آپ کبھی ان لوگوں کو عمداً یوں رخصت نہ کر دیتے کیا کوئی ملک گیر اپنی فتوحات کی کوششوں میں اپنی ہمراہی جماعت کو بڑھانیکے عوض گھٹانے یا کم کرنے کا خیال کرسکتا ہے؟ اور کم کرنا بھی ایک ایسی مختصر تعداد تک جو فوج کشی یا ملک گیری کی ضرورتوں کو تو کہاں اپنی ضروری حفاظت کے لئے بھی پورے طور سے کافی نہ ہو ان واقعات کو پڑھکر ایسے مشتبہ حضرات کو یقین کر لینا چاہیے۔ کہ واقعات کربلا کی ضرورت کسی طرح دنیاوی تعلقات سے متعلق نہ تھی بلکہ اسکی بنا اس حکم الہی اور فرمان رسالت پناہی پر قائم تھی جسکی خبر پچاس برس پہلے جناب مخبر صادق صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی معلوم ہو چکی تھی اس راز خداوندی کو ایک مدت تک پوشیدہ رکھنا ضروریات سے تھا چونکہ دربار ایزدی سے اس مقدس اور عظیم الشان خدمات کی تعمیل جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص فرمائی گئی تھی اسلئے آپ نے اسکو مکہ سے یہاں تک علانیہ ظاہر نہ فرمایا اب چونکہ اس کا زمانہ بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور یہ بے ضرورت جمعیت جو ان شدائد و مصائب کے تحمل کی مطلق قوت نہ رکھتی تھی روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی لہذا ان کو خبردار کردینا اور ان کو اصلی نتیجہ تبلا دینا ضروری تھا اسی لئے آپنے انکو اب ظاہری طور پر اپنے موجودہ سفر کا صحیح اور حقیقی نتیجہ تبلا دیا اور وہ لوگ آپکے ارشاد کو اپنی موجودہ خواہش کے بالکل مخالف پاکر آپ سے علیحدہ ہوگئے۔

اب ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آگئے منزل زبالہ سے کوچ ہوا تو دوسرے دن جناب امام حسین علیہ السلام اپنے رفقاء کے ہمراہ جنکی تعداد بہتر تھی قصر مقاتل میں تشریف فرما ہوئے۔

ساتویں منزل قصر مقاتل

قصر مقاتل بین عین التمر والشام منسوب الی مقاتل بن حیان وھی قریب القطقطانیہ

عین التمر اور شام کے درمیان واقع ہے اور شہر قسطنطنیہ سے قریب ہے اور یہ قصر مقاتل ابن حبان کی طرف منسوب ہے۔ قصر بنی مقاتل میں پہنچکر دور تک اونچے اونچے خیمے نصب دیکھے گئے اور میدان کا میدان گھوڑوں اور سواروں اور ہتھیاروں سے بھرا ہوا دیکھا گیا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حُر ابن زیاد ریاحی اور اس کے ہمراہی فروکش ہیں اور یہ سب ابن زیاد ہی کا لشکر ہے تاریخ کبیر طبری میں قصر مقاتل کی جگہ اس منزل کا نام **منزل شراف** لکھا ہے۔ وہ حُر کی ملاقات کی کیفیت کا خلاصہ یوں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام منزل شراف سے آگے بڑھے تھے کہ لشکر یزید کے ہزار سواروں نے ان کو گھیر لیا حُر ابن یزید ان سواروں کا افسر تھا چونکہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور سوار دوپہر کی شدت سے بدحواس تھے اس لئے جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ پانی کی مشکیں جو ہمراہ ہیں لاؤ اور اس لشکر کو سیراب کرو۔ چنانچہ وہ لوگ دوڑے اور سب کو پانی پلایا۔

منزل شراف میں حُر کی ملاقات اور اس کے سیراب کرنیکے حالات

صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ انکی عبارت یہ ہے۔

حسین علیہ السلام خادمان خویش را فرمود تا سپاه حر را سیراب کنند۔ اقداح و اوانی ایشاں را پر از آب نمودند آنگاه نوبت بستقایت فرس و جمل رسید۔ اسپہا نیز کرّۃ بعد کرّۃ آب دادند تا نیک سیراب گشتند۔ علی ابن الطعان المحاربی گوید من باسپاه حر بودم از قفائے ہمگاں رسیدم چوں امام حسین علیہ السلام مرا دید و تشنگی مرا و اسپ مرا بدانست فرمود تا اشتر راویہ را بخوابانید۔ من ندانستم و مراد آنحضرت را ندانستم۔ آنگاه مرا فرمان داد کہ عطف راویہ بگیر تا نیک تر بر آب سیلان گیرد من را امتثال ایں امر دانا نبودم۔ آنحضرت علیہ السلام خود برخاستند و بدست مبارک آں خدمت کرد تا من سیراب شدم و اسپ خود را سیراب کردم (صفحہ ۲۱۹)

بہر حال فرزند ساقی کوثر کی اخلاقی فیض سانیوں سے حُر کا تمام لشکر سیراب ہوگیا اور پیاس سے ان کے جلتے ہوئے دلوں دھکتے ہوئے کلیجوں کی آگ بالکل ٹھنڈی پڑ گئی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خاص محاسن اخلاق کے اظہار بفیض نفیس جیسا کچھ اہتمام فرمایا وہ ابھی ابھی علی ابن الطعان المحاربی کی زبانی اوپر کے واقعات سے ظاہر ہوا لشکر حُر کی سیرابی میں یہاں تک عرصہ ہوگیا کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی جماعت میں سے حجاج ابن مسروق کو اذان کہنے کا حکم دیا اور خود خیمہ مطہر میں تشریف لے گئے، جب تک باہر اذان دی گئی آپ نے اندر کپڑے بدلے اور خیمہ مقدس سے باہر نماز جماعت کے لئے تشریف لائے۔ تمام تاریخوں کا یہ اتفاق ہے کہ اس جماعت میں حُر اور اس کے تمامی ہمراہی شریک ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام نے امامت نماز فرمانے سے پہلے حُر اور اس کے ہمراہیوں کو مخاطب فرما کر ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا جسکو ہم تاریخ طبری کی عبارت سے لکھتے ہیں

امّا بعد ایّها النّاس فانکم ان تتّقوا و تعرفوا الحقّ لاهله یکن ارضی للّه و نحن اهل البیت اولی بولایة هذا الامر علیکم من هؤلاء المدّعین ما لیس لهم والسّائرین فیکم بالجور والعدوان وان انتم کرهتمونا وجهلتم حقّنا وکان رایکم غیر ما اتتنی کتبکم وقدمت به علیّ رسلکم انصرفت عنکم۔

ایہا الناس خوشنودی خدا اسی میں ہے کہ پرہیزگاری اختیار کرو اور اہل حق کا حق پہچانو۔ ہم اہلبیت رسالت ہیں اور خلافت و امامت ہمارا حق ہے۔ ان جھوٹے مدعیوں کا جو تم پر بجور و عدوان حکمران بنے ہوئے ہیں، لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے انجان بنتے ہو اور جو کچھ تم نے خطوں اور سفیروں کے ذریعہ سے عہد کیا ہے اس کے برخلاف ہوگئے تو پھر میں واپس چلا جاؤں۔ یہ ارشاد سنکر امام طبری کا بیان ہے کہ حُر نے کہا کہ ہم آپ کے خطوں اور سفیروں کے معاملہ کو نہیں جانتے جناب امام حسین علیہ السلام نے عقبہ ابن سمعان کو حکم دیا اور وہ دو تھیلیاں خطوں سے بھری لائے اور حُر کے سامنے ان خطوں کو پھیلا دیا حُر نے کہا کہ ہم لوگ ان کاتبوں میں نہیں ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ ہم آپ کو لے جا کر امیر ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تمہاری موت اس سے نزدیک ہے

قریب ہے لہذا اس دو وقدح کے بعد یہ قرار پایا کہ ابن زیاد کو لکھا جائے اور تاوقتیکہ کوئی جواب نہ آئے واپسی کی راہوں کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف سفر کیا جائے۔

خواجہ اعثم کوفی اپنی تاریخ میں بھی قریب قریب یہی مضمون لکھتے ہیں ان تمام واقعات کو وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں جا بیٹھے، تھوڑی دیر میں حر بھی آپ کے قریب آ بیٹھا اور تمام آدمی اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے کھڑے تھے کہ راستے میں حر کے پاس کوفہ سے خط آیا کہ حاکم مدینہ مطلع ہوتے ہی حسین ابن علی علیہما السلام۔ اُن کے صحاب کو نظر بند کر لینا اور خود اُنکے ساتھ سے علیحدہ نہ ہونا یہاں تک کہ انھیں میرے پاس حاضر کرو اور میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہو کہ تیرے ساتھ ساتھ رہے جب تک کہ تو اس حکم کو پوری طرح انجام نہ دے لے۔ اور میری فرمانبرداری کا حق ادا کرے۔ ہمارے معزز اور محترم دوست عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ پریانواں ضلع پرتاب گڑھ اپنے رسالہ البلاد المبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام نے فرزدق شاعر کے بارے میں یہ کلمہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میں مکہ سے باہر نکلنے میں خود عجلت نہ کروں تو دشمن اسیر اور مجبور کر کے مجھ کو لیجائیں گے، چنانچہ حر کے ارادہ سے ظاہر ہو گیا کہ امام کی بات ظنی نہیں تھی بلکہ حضرت کا وہ کلمہ متعلق علم امامت اور شرح شہادت کے اعتبار پر تھا (دیکھو البلاد المبین صفحہ ۵۸) المختصر اعثم کوفی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ حر نے ابن زیاد کے مضمون خط سے مطلع ہو کر اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا یہ مردود و کمبخت ابن زیاد مجھے لکھتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کر کے حاضر کر اور جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل مجھے ایسی بات اور ایسے کام پر آمادہ نہیں ہونے دیتا، جس سے جناب امام حسین علیہ السلام رنجیدہ ہوں میں اس امر سے سخت پریشان ہوں حر کا ایک ہمراہی ابو الشعثا ابن زیاد کے قاصد سے کہنے لگا کہ تیری ماں تیری جدائی میں روئے تو کس کام کے لئے یہاں آیا ہے اس نے کہا کہ میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری کی اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔ لینے امیر کا حکم تم کو پہنچا دیا۔ ابو الشعثا نے کہا مجھے اپنے سر و جان کی قسم ہے تو اپنے امام کی فرمانبرداری کے سبب خدا کی درگاہ میں گنہگار ہو گیا تو نے اپنے آپ کو تباہ کر ڈالا اپنی دنیا و آخرت دونوں خراب کر دیں اور دوزخ کی آگ اپنے واسطے سلگا لی۔ تیرے امام کی تعریف میں حق سبحانہ و تعالے فرماتا ہے۔ وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیٰمۃ لا ینصرون۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نماز عصر کا وقت آگیا، جناب امام حسین علیہ السلام نے موذن سے فرمایا کہ اذان دے، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر ویسا ہی خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ ابھی ابھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔ (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۴۶)

تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب حر کی زبانی تحریر فرماتے ہیں پس ہمی گذارم ترا تا آنکہ برم ترا پیش ابن زیاد اور مقتل ابو مخنف میں بھی یہی مضمون درج ہو چکے الفاظ یہ ہیں۔ قال الحر لہ لا نفارقک حتی ادخلک علیٰ ابن زیاد۔ میں آپکی ہمراہی تاوقتیکہ آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس نہ لیجاؤں نہ چھوڑونگا جناب امام حسین علیہ السلام نے حر کے جواب میں فرمایا۔ الموت الذی ادنیٰ الیک من ذالک ثم قال لاصحابہ قوموا فارکبوا کہ تمہاری موت تمہارے اس ارادہ سے جلد آ جائیگی یعنی تاوقتیکہ ان کوششوں میں تم اپنی جانیں نہ کھپا لو ممکن نہیں کہ تم اپنے خیالات میں کامیاب ہو سکو یہ فرما کر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اوٹھو اور سوار ہو، حکم پاتے ہی تمام اصحاب سوار ہو گئے اور مخدرات علیہ کو محملوں میں سوار کر لیا، جب حر کے لشکر نے ہمراہیان جناب امام حسین علیہ السلام کی یہ تیاری دیکھی تو وہ بھی آراستہ ہو کر عین راستہ پر کھڑا ہو کر حائل ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے حر کی گستاخانہ مزاحمت دیکھ کر فرمایا ثکلتک امک ما تزید تیری ماں تیرے غم میں روئے تو نے یہ کیا ارادہ کیا ہی حر نے نہایت ادب سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔ اما لو غیرک من العرب یقولہا لی وھو علیٰ مثل ھذہ الحال التی علیہا ما ترکت ذکر امہ بالثکل کائنا من کان ولکن واللہ ما لی الیٰ ذکر امک من سبیل الا ما نقدر علیہ۔

اگر حضور کے سوا اہل عرب میں سے کسی دوسرے شخص نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی ضرور اُنکی ماں کو انہی الفاظ سے یاد کرتا، لیکن خدا کی قسم میں آپ کی مادر گرامی کو سوائے نیکی اور بہتری کے کسی لفظ کے

کیا وہ بھی نہیں کر سکتا اتنا سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا واللہ
لا اتبعك فقال اذا واللہ لا ادعک ۔ قسم خدا کی میں تو تیرا
کہنا نہیں مانوں گا حر نے عرض کیا قسم خدا کی میں آپکو جانے نہ دونگا
مورخین کا بیان ہے کہ تنہا مین تین بار انہی کلمات کی تکرار ہوئی آخرکار
امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا کہ جب تیرا قصد میرے ساتھ ایسا ہی ہے
تو تو بھی تنہا ہو کر اپنی فوج سے نکل آ اور ہم بھی یکہ و تنہا تیرے مقابلہ میں نکل آتے
ہیں ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر کے باہم سمجھ لیں اور قصہ چک جائے حر نے
یہ سنکر جواب دیا کہ مجھکو آپ کے ساتھ تیغ آزمائی اور معرکہ آرائی کی اجازت
نہیں ہے جو حکم مجھ کو ہوا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ آپکو جہاں پاؤں وہاں سے
کوفہ پہنچادوں اور اگر آپ نے میرے اس کلام کو قبول نہ فرمایا تو آپ اب
جو ایسی راہ اختیار فرمائیں جو نہ مدینہ کی طرف جاتی ہو اور نہ کوفہ کیجانب
اور یہی حالت اُس وقت تک قائم رہیگی جب تک کہ عبید اللہ ابن زیاد
کی طرف سے میرے اطلاعنامہ کا جواب نہ آئے چنانچہ ہمارے معتمد
ہمعصر صلاح النشاتین میں طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں ۔
چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے مقام عذیب سے جو قادسیہ سے ۳۸ میل
کے فاصلہ پر ہے وہ راستہ جس پر چلے آرہے تھے چھوڑ دیا اور ایک
روایت میں ہے کہ دمشق کی طرف چلے ۔

منزل آٹھویں ہجانۃ النعمان میں طرماح ابن عدی اور مجمع
ابن عبد اللہ جو کوفہ سے آرہے تھے جناب امام حسین علیہ السلام نے انسے
حالات کوفہ دریافت کیے مجمع نے بیان کیا کہ عموماً سرداروں کو بڑی بڑی رشوت
کی رقمیں دیکر ابن زیاد نے ملا لیا ہے اور ان سب نے آپکے خلاف اتفاق کر لیا
ہے باقی اہل کوفہ کے دل آپکی طرف مائل ہیں مگر اس سے کیا حاصل کل کو
انہی کی تلواریں آپ پر کھنچی ہونگی یعنی ابن زیاد اور وہ رشوت خوار لوگ
انکو ڈرا دھمکا کر یا دباؤ دکھلا کر آپکے مقابلے میں لا ینگے جناب امام حسین
علیہ السلام نے پوچھا ہمارے قاصد قیس ابن مسہر کا بھی کچھ حال معلوم ہے
مجمع نے کہا کہ وہ شہید کئے گئے یہ سنکر جناب امام حسین علیہ السلام
کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آیہ وافی ہدایہ فمنہم من قضی
نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ۔ پڑھکر یہ دعا
فرمائی اللھم اجعل لنا ولھم الجنۃ واجمع بیننا وبینھم
فی مستقر من رحمتک ورغائب مذخور ثوابک بعد ازاں
طرماح نے عرض کی میں دیکھتا ہوں تو آپکے ساتھ اتنی قلیل جماعت ہے
کہ اسکے لیے یہی لشکر حر جو آپکو گھیرے ہوئے ہے کافی ہے۔ اور ادھر کی یہ کیفیت
کہ میدان کوفہ میں اس قدر فوجوں کا جماؤ ہے کہ قبل ازیں میں نے کسی میدان
میں اس کثرت سے فوجوں کا مجمع نہیں دیکھا تھا وہاں دریافت کرنے سے
معلوم ہوا کہ جائزہ لینے کے بعد یہ تمام فوجیں آپکے مقابلہ میں بھیجی جائینگی
قصر بنی مقاتل سے کچھ دور آگے کوچ ہوا تھا تو جناب امام حسین علیہ السلام
نے اپنے صاحبزادے حضرت علی اکبر علیہ السلام سے اپنے ایک خواب کا یوں
ذکر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا وقت شہادت قریب ہے حضرت علی
اکبر نے عرض کی جبکہ ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کچھ پروا نہیں
ہم کشادہ دلی سے حق پر جان دینگے جناب امام حسین علیہ السلام نے
فرزند سعید کو دعا دیکر فرمایا جزاک اللہ من ولد خیر ما جزی ولدا عن والدہ

نویں منزل ذی حسم ۔ اس منزل پر پہنچکر جناب امام حسین علیہ السلام
نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ معاملہ نے جو صورت اختیار کی وہ تم سب
کے پیش نظر ہے ، دنیا کا رنگ بدل گیا ، نیکیاں مفقود ہو گئیں اور
کچھ یوں ہی سے آثار خیر باقی ہیں باطل کا دور دورہ ہے اور حق پر
عمل کرنیوالے نہیں رہے ، اب وہ وقت آگیا کہ اشرار و رذالت سے کنارہ
گزیں ہو کر مومن محض اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے مجھکو ظالموں
کے ساتھ جینا شاق ہے اور میں اپنی موت کو شہادت سمجھتا ہوں ۔
اس تقریر کو سنکر زہیر ابن القین نے تمام اصحاب کی طرف سے کہا
کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب نے آپکا ارشاد
سنا ۔ واللہ اگر یہ بھی ہو کہ ہم آپ کی نصرت و رفاقت سے دست
بردار ہو جائیں اور دنیا ہمارے لئے ویسی ہی بنجائے اور ہم ہمیشہ کے لئے
اس میں رہنے والے بھی ہوں تو بھی ہم دنیا میں رہنے پر آپ ہی کی
معیت کو اختیار کریں گے ۔ (دیکھو طبری وصلاح صفحہ ۲۹)
ناسخ التواریخ میں بھی یہی مضمون قریب قریب درج ہے ۔ مگر اتنا
اضافہ اُس میں ضرور ہے کہ زہیر ابن القین کے اظہار
رفاقت کے ساتھ حضرت حبیب ابن مظاہر کے خلوص و عقیدت
کو بھی ان کی زبانی قلمبند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ
ہلال ابن نافع ۔ زہیر ابن القین کی عقیدتمندانہ تقریر
کے ختم ہو جانے کے بعد فرمانے لگے واللہ ما کرھنا لقاء
ربنا وانا علی نیاتنا وبصائرنا نوالی من والاک ونعادی
من عاداک قسم خدا کی ہم اپنے پروردگار سے ملاقات کرنیکو مکروہ نہیں

وکل حیّ سالک سبیلی — ما اقرب الموعد من الرحیل
وانما الامر الی الجلیل — سبحان ربی ماله مثیل

(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۵) اور امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنی مقتل میں یہ تین اشعار زیادہ لکھے ہیں۔

اهل العراق هل لکم خلیل — ولکم الاشراف والاصیل
والامر فی ذلک للجلیل — وکل حیّ سالک سبیل
وما فوق النقلة والرحیل — وکل شی له دلیل

اے اہل عراق آیا تمہارا کوئی دوست ہے آیا تم کسی کو شریف اور صاحب فضیلت سمجھتے ہو اس حالہ میں انصاف اللہ کے ہاتھ ہے ہر ذی حیات ایک روز مریگا اور میں اب نہیاں نقل و حرکت کرتا ہوں اور نہ کہیں کوچ کرتا ہوں۔ خدا ابر ایک کا رہنما ہے۔ (اصل نسخہ عربی صفحہ ۲۶ ترجمہ مطبوعہ بنارس صفحہ ۷۶)

صاحب ناسخ التواریخ اور امام اسفرائنی باتفاق خود بالتحریر فرماتے ہیں کہ جناب علی ابن الحسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ان اشعار کو تکرار فرماتے تھے اور اپنی تلوار اور آلات حرب کو صاف کرتے جاتے تھے میری آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے لیکن میں نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا اور قطعی سکوت اختیار کیا لیکن جب میری والدہ نے یہ اشعار سُنے تو اُن سے ضبط نہ ہو سکا اپنے حزن و خوف کو ظاہر کیا اور وہ جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف چلیں کہ دامن زمین سے گھسٹتے جاتے تھے اور حضرت سے عرض کی کہ اے مولا! کاش موت آجاتی اے خلیفہ گزشتگان اور اے حامی درماندگان! یہ باتیں تو ایسی ہیں جیسے کسی کو اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے میرا دل آپکے یہ اشعار سُنکر کباب ہو گیا ہے اور انہوں نے میرے جگر کو جلا دیا ہے یہ کہکر سخت روئیں۔ اور انکے رونے سے سب رونے لگیں اور حضرت اُم کلثوم علیہا السلام نے فرمایا واحمداہ واعلیاہ وا اماماہ وا اسفاہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وائے ہو ہم پر کہ ہم تمہارے بعد زندہ رہیں آپنے سب مخدرات کو تسلی اور تشفی دیکر فرمایا کہ اے بہنو! تم مطابق تقرب خدا کے ماتم داری کرنا کہ آسمان کے رہنے والے بھی ایک روز فنا ہو جائینگے اور ساکنین زمین بھی مرجائینگے اور تمام مخلوق فنا ہونیوالی ہے۔ اے اُم کلثومؑ۔ اے فاطمہؑ۔ اے عاتکہؑ اے سکینہؑ۔ جس وقت کہ میں قتل کیا جاؤں میری لاش پر اپنے گریبان کو چاک نہ کرنا اور اپنے مُنہ کو زخمی نہ کرنا بجرخلد رات خیموں میں گئیں اور وہاں بآواز بلند چیخ چیخ کر روتے تھیں حتیٰ کہ اُنکی صدائے گریہ و زاری و نوحہ و بکا بہت بلند ہوئی تو پھر حضرت اُنکے پاس خیمہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے اہلبیت صبر کرو حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا کہ آپکے مرنے پر صبر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہم کو بعد آپ کے زندگی خوش آتی ہے جبکہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں تو ہم کیونکر نہ روئیں کیونکہ بھائی کیا ہیں آپ کو مقتول اور آپکے مال و اسباب کو دشمنوں کے ہاتھوں غارت ہوتا ہوا اور حرم محترم کو قید اور آپ کے جسم شریف پر راہوار چلتے ہوئے دیکھونگی اور وہ بے گور و کفن پڑا ہوگا یہ پیشین گوئیاں یاد کرکے ہم کیونکر نہ نوحہ کریں (نسخہ عربی صفحہ ۳۵ ترجمہ صفحہ ۷۸)

مقتل ابو مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی یہی لکھا ہے اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۳۲۸ میں بھی یہی مضمون قلمبند فرمایا ہے

المختصر پردگیان عصمت اور گرفتاران مصیبت کو اچھی طرح تسلی اور تشفی دیکر جناب امام حسین علیہ السلام عصمت سرا سے باہر تشریف لائے اور اپنے تمام اعوان و انصار کو قریب قریب اپنے خیموں کے نصب فرمانے کا حکم دیا فوراً جاں نثاروں نے تعمیل حکم کی اور اُس چٹیل میدان میں اس ترتیب سے اُن وفاداروں نے اپنے اپنے خیمے اور سراپردے لگا لیے کہ جناب اہلبیت کرام سے ملے ہوئے خیمے تو عزیز و اقارب جناب امام عالی مقام کے کھڑے ہوئے اور اُنکے بعد اصحاب جاں نثار نے اپنی اپنی فرودگاہیں درست کیں اُنکے بعد راحلے اور دوسری سفر کی ضرورتوں کے لئے خادموں اور غلاموں نے اپنے ڈیرے ڈال لیے مورخین کا بیان ہے کہ خیمے سب اس قرینہ سے یکے بعد دیگرے ملے جُلے لگائے تھے کہ ایک دوسرے سے اپنی ضرورت کے وقت نہایت آسانی سے ملاقات کر سکتا تھا۔ اور دوسری محرم سے دسویں محرم تک جب تک کہ ظلم و نفاق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے انکو خاک سیاہ نہ کر ڈالا اس وقت ان میں باہمی آمد و رفت اسی طرح قایم رہی اور تمام عزیز و اقارب اہلبیت کی زیارت سے مشرف ہوتی تھے اور اسی طرح انکے انصار کی عورتیں بھی مخدرات عظمےٰ کی زیارت سے باریاب ہوا کرتی تھیں

کوفہ کے حالات اور ابن زیاد کا عمر سعد کو امیر لشکر بنا کر کربلا کی طرف بھیجنا

جب ابن زیاد نے جناب امام حسین علیہ السلام کے نزول کربلا کی تحقیقی خبر پائی تو وہ بنہایت اطمینان سے قتل حسینؑ اور قوت سلطنت یزید کو بنذوابت کرنے لگا یہانتک کہ حُر ابن یزید الریاحی کی آخر رپورٹ دربار میں پہنچی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو معہ ان کے ہمراہیوں کے کوفہ کی راہ سے پھیر کر کربلا تک پہنچا چکا ہوں اور اب یہاں سے وہ کسی طرح آگے جانے نہیں پائیں گے۔ اس رپورٹ کے سنتے ہی اُس نے جناب امام حسینؑ علیہ السلام کا وہیں قتل کیا جانا کوفے میں لائے جانے سے بہتر سمجھا اور حسین ابن نمیر کو قادسیہ سے کربلا پہنچ جانے کے لئے سخت تاکید لکھ بھیجی۔ کوفہ سے بھی کربلا کی طرف فوجیں روانہ کرنے کا انتظام کرنے لگا پہلے اسکا خیال یہ تھا کہ مشکل سے کوئی جناب امام حسینؑ علیہ السلام پر ہاتھ اٹھانے کے لئے راضی ہوگا اس لئے وہ پس و پیش کرتا تھا مگر عمر ابن سعد نے اِس خون ناحق اور اس ذبح عظیم کے اقدام پر اپنی پوری آمادگی دکھا کر اس کی موجودہ تشویش کو بالکل رفع کر دیا چنانچہ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی اور خواجہ احمد اعثم کوفی عمر سعد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حُر ابن یزید الریاحی کا خط پا کر ابن زیاد نے کوفہ میں منادی کرا دی کہ جو شخص حسین علیہ السلام کا سر لائیگا اُس کو میں دس برس کے لئے ملک رے دے دونگا اور ایسی ہی عام منادی شہر بصرہ میں بھی ہوگئی عمر ابن سعد ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کا سر لاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ بہتر ہے۔ جا اور امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر اور اُنکا سر میرے پاس لا اُس نے کہا سمعناً و اطعناً۔ پس اُسی وقت اس نے ایک علم کھڑا کیا اور چھ ہزار آدمی اسکے نیچے دیکر اس کو کربلا کی روانگی کا حکم دیا پس عمر ابن سعد اپنے گھر آیا تو اسکے پاس مہاجرین و انصار ساکنان کوفہ کی اولاد آئی اور اُس سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر اے عمر تو ہرگز امام حسین علیہ السلام سے لڑنے نہ جا اُس نے کہا اچھا میں ایسا نہ کرونگا بعد اسکے ملک رے کی طمع اور سلطنت کی لالچ میں متفکر ہو کر سوچتا رہا جب اُس کے پس و پیش کی خبر ابن زیاد کو پہنچی اُس نے عمر ابن سعد کو بُلا کر سخت سرزنش کی چنانچہ صاحب صلاح النشاتین طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ عمر جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں جانا نہ چاہتا تھا۔ مگر جب اس کو یہ دھمکی دی گئی کہ فرمان حکومت رے جو اُسے مل چکا ہے واپس لے لیا جائیگا تو حرص دنیا اُسکی عقل پر غالب آگئی۔ امام اسفرائنی نے لکھا ہے کہ آخرکار اُس نے ملک رے کو اختیار کیا اور اپنی تشویش کے اظہار میں اُس نے یہ اشعار نظم کئے۔

فوالله ادری وانی لواقف ۔۔۔ افکر فی امری علی خطرین
أأترک ملک الری والری منیتی ۔۔۔ ام ارجع ماثوما بقتل حسینؑ
فان صدقوا فیما یقولوا فانّنی ۔۔۔ اتوب الی الرحمٰن توبة مبین
وان کذبوا افزنا بدنیا دنیّة ۔۔۔ وملک عقیم دائم الحجلین
الا انما الدنیا بخیر معجّل ۔۔۔ وما عاقل باع الوجود بدین
فان انا لم نفعل فحاز من تمدّ ۔۔۔ یقینا واعلموا عالم الجنتین
ولکن رب العرش یغفر زلتی ۔۔۔ ولو کنت فیها اظلم الثقلین

قسم خدا کی میں متفکر اور متامل ہوں اور کچھ نہیں جانتا ہوں دو بُرے امور میں آیا ملک رے کو ترک کر دوں اور اپنی تمنا کو چھوڑ دوں یا حسین علیہ السلام کے قتل کرنیکا گنہگار بنوں پس اگر انہوں نے سچ کہا جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ قبول ہوجاتی ہے تو توبہ میں تجھ ہی کرونگا خدا سے اگرچہ بڑی توبہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹے ہیں پس میں دنیائے دنی میں کامیاب رہا۔ اور ملک عقیم ہے وہ کسی کا پاس لحاظ کرتا ہی نہیں خبردار ہو کہ دنیا ایک خوبی معجل ہے یعنی نقد اور کوئی عاقل ایسا نہیں ہوتا جو موجود کو قرض عوض فروخت کر دے اگر میں اُس کو قتل بھی کر دونگا تو اپنے خیالات میں تو کامیاب ہو جاؤنگا اور دوسرے عالم میں کچھ سختیاں بھگت لونگا لیکن پھر پروردگار عرش میری اس خطا کو بخش دیگا اگرچہ میں کل جن و انس میں سب سے زیادہ خطاوار ہی کیوں نہ ہوں (ترجمہ مقتل ابو اسحٰق اسفرائنی مطبوعہ بنارس صفحہ ۸)

مقتل ابو مخنف اور صواعق محرقہ میں یہی مضمون درج ہے صواعق محرقہ

کی عبارت یہ ہے۔ ثم نادی ابن زیاد فی عسکرہ من یاتینی برأس الحسین علیہ السلام فلہ الجائزۃ العظمیٰ واعطیہ ولایۃ الری سبع سنین فقام الیہ عمر بن سعد بن ابی وقاص وقال انا فقال امض الیہ وامنعہ عن شرب الماء واتنی برأسہ فجعل علی عمر وکان والدہ جدیں والانصار قالوا یا ابن سعد تخرج الی حرب الحسین وابوک سادس الاسلام فقال لست افعل ذلک ثم جعل یفکر فی ملک الری وقتل الحسین علیہ السلام فامتلہ الشیطن واعمی قلبہ۔

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے تمام لشکر میں منادی کرا دی کہ جو شخص جناب امام حسین علیہ السلام کا سر میرے پاس لائے گا میں اسکو بہت بھاری انعام دونگا اور ملک رے کا محاصل بھی سات برس تک اسکے لئے اور اس کے بیٹے کے لئے کر دونگا۔ یہ سنکر ابن سعد کھڑا ہو گیا اور ابن زیاد کو [illegible] میں جاؤنگا۔ یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ اچھا جاؤ اور امام حسین علیہ السلام پر یک قلم پانی بند کر دو اور ان کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ چال [illegible] اجرین وانصار باشندگان کوفہ کی اولاد عمر سعد کے پاس آئی اور کہا کہ اسے عمر تو جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ لڑنے کا قصد ہرگز نہ کر کیونکہ تیرا باپ ان لوگوں میں سے چھٹا شخص ہے جو سب سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اونکا یہ کلام سنکر اس نے جواب دیا کہ اچھا میں یہ امر اب نہ کرونگا۔ یہ کہکر وہ ملک رے اور قتل جناب امام حسین علیہ السلام کے بارے میں سوچنے لگا پس شیطان نے اسکو گمراہ کیا اور اس کے قلب کو اندھا کر دیا۔

[illegible] عمر ابن سعد چھ ہزار اور بروسے نو ہزار جمعیت کے ساتھ [illegible] کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب ابن زیاد بد نہاد جامع مسجد کوفہ میں [illegible] اور تمام لوگوں کو جمع کر کے ذیل کا خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ ثم ایہا الناس [illegible] سفیان فوجدتموہم کما تحبون وہذا امیر المؤمنین [illegible] عرفتموہ حسن السیرۃ محمود الطریقۃ محسنا [illegible] ویعطی العطاء فی حقہ قد امنت السبیل [illegible] ابوہ معاویۃ فی عصرہ [illegible] من بعدہ یکرم العباد ویغنیہم بالاموال ویکرمہم وقد زادکم فی ارزاقکم مائۃ مائۃ وامرنی ان اوفرہا علیکم و [illegible] الی حرب عدوہ الحسین فاستمعوا لہ واطیعوہ۔

ایہا الناس! تم نے آل ابو سفیان کی پورے پورے طور سے آزمائش کر لی اور وہ تمہارے امتحانوں میں ٹھیک اترے اور تم نے اپنے امیر المومنین یزید کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ اسکی عادت شائستہ اور سیرت آراستہ ہے اور رعایا اور برایا کی ہدایات اور حسنات کے متعلق وہ عینیہ کوشاں اور سخی ہے اور اس کا دورہ سلطنت نہایت امن وامان کا ہے۔ وہ اپنی زیر حکومت رعایا کے ساتھ اسی طرح سلوک کر رہا ہے جس طرح اس کا باپ معاویہ تم لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتا تھا اب یزید اسی باپ کا بیٹا ہے جس نے عوام الناس کے ساتھ اچھے سلوک قائم رکھے ہیں اور لوگوں کو مختلف طور سے اموال عنایت فرما کر غنی اور مالدار بنا دیا اور تم لوگوں کے عطایائے مقررہ میں سو سو روپیہ سالانہ کا اضافہ فرمایا ہے اور مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ان عطایا مقررہ میں اور بھی اضافہ کر دوں اور تم کو حسین سے لڑنے کے لئے جو تمہارے زمانہ یزید کا دشمن جانی ہے روانہ کروں۔ پس تم ان احکام کو سنو اور دل و جان سے انکی تعمیل کرو۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے اتر آیا اور اہل کوفہ کے لئے خزانوں کا منہ کھولدیا پھر کیا تھا، دنیا پرست ایمان فروش لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق جائزہ پا پا کر امام علیہ السلام کے خون ناحق کا بیڑہ اٹھا اٹھا کر کربلا کی طرف روانگی پر مستعد ہو گیا ابن زیاد نے نہایت عجلت سے اپنے اس لشکر کو درست کیا۔ اس لشکر کی تعداد میں مورخین اور علماء نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے جس کی وجہ سے صحیح تعداد کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ علمائے اہلبیت میں سید ابن طاؤس ابن زیاد کے لشکر کی تعداد بیس ہزار بتلاتے ہیں اور ملا مجلسی نور اللہ مرقدہ بیس ہزار سے لیکر تیس ہزار تک لکھتے ہیں اور علمائے اہلسنت میں ابو اعثم کوفی بیس ہزار، علامہ ابن جوزی چھ ہزار، امام یافعی بائیس [22] ہزار، علامہ ابو الفراس پچاس ہزار اور ابن صباغ مالکی بائیس ہزار لکھتے ہیں۔ اور بعضوں کا قول تو دو لاکھ سے لیکر نو لاکھ تک پہنچا ہوا ہے۔ مگر ان تمام واقعات پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن زیاد کی فوج کربلا میں کم سے کم بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ اکیاون ہزار تھی اور اسی فیصلہ پر اکثر اسلامی مورخین کا اتفاق ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۳۲)

ابن زیاد نے اپنے اس کثیر التعداد لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ عمر ابن سعد کو چھ ہزار سوار دیکر سب سے پہلے روانہ کر دیا، پھر شبث ابن ربعی کو بلا کر

اس وقت کوفہ میں نہ تھا۔ اپنے گھر تھا۔ ابن زیاد کی طلبی پر پہلے تو اس علالت کا بہانہ لکھ بھیجا۔ مگر جب ابن زیاد نے اسکو حقوق بنی امیہ کی خبر دلائی تو وہ ایمان فروش بھی راضی ہو گیا اور اسکو کوفہ کے مجموع لشکر کا جو تعداد میں چوبیس ہزار تھا۔ افسر بنا کر عمر سعد کی ماتحتی میں دیا۔ شبث کو بعد انکے عروہ ابن قیس کو ایک نشان عطا کیا اور چار ہزار سوار دیکر اسکو بھی عمر کی ماتحتی میں روانہ کیا، عروہ کے بعد سنان ابن انس نخعی کو بھی ایک علم عطا کیا اور چار ہزار اور بروایتے دس ہزار سوار دیے۔ سنان بعد حصین ابن نمیر متعینہ قادسیہ کو چار ہزار سواروں کے جدید اضافہ کے ساتھ کربلا کی روانگی کا حکم دیا، حصین کے بعد شمر ذی الجوشن الضبابی کو بھی چار ہزار سوار دیے۔ شمر کے بعد مضائر ابن رہینۃ المازنی کو تین ہزار فوج دی اور یزید ابن رکاب الکلبی کو دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور اور نضر ابن خرشہ کو بھی دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور محمد ابن اشعث کو ہزار سوار ملے۔ عبد اللہ ابن الحصین کو بھی ہزار سوار دیے گئے اور خولی اصبحی کے لئے بھی ایک جداگانہ علم آراستہ کیا گیا اور اس کو بھی دس ہزار سواروں کی سرداری دی گئی۔ اور بحر ابن کعب ابن طلحہ کو تین ہزار سواروں کی سرداری دی گئی اور حجار ابن الحر کو بھی ہزار سوار ملے۔ ان کے علاوہ حر ابن یزید ریاحی تو تین ہزار سواروں کے ساتھ کربلا میں پہلے ہی سے مقیم تھا۔

بہر حال اس فوج جرار اور اس لشکر خونخوار کی تفصیل والترتیب تو یہی تھی جو اوپر لکھی گئی ان کا مجموعہ بہتر ہزار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس تعداد میں کچھ اختلاف واقع ہوا ہو اور علمائے متقدمین نے تعین تعداد میں کمی و بیشی کا خیال نہ رکھا ہو۔ بہر حال تعداد میں گو اختلاف ہو مگر ان افسران فوج کے تعین اور تفصیل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جو لشکر بھیجا گیا تھا اس کے افسر یہی تھے۔

عمر ابن سعد، شبث ابن ربعی، عروہ ابن قیس، سنان ابن انس، حصین ابن نمیر، شمر ذی الجوشن، مضائر ابن رہینۃ المازنی، یزید ابن رکاب الکلبی نضر ابن خرشہ، محمد ابن اشعث، عبد اللہ الحصین، خولی ابن یزید اصبحی بحر ابن کعب، ابن طلحہ۔ حجار ابن الحر، ابن یزید الریاحی۔

المختصر۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کی ماتحتی میں چھ ہزار سوار مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کئے گئے۔ اور محمد ابن سیرین کی روایت کے مطابق عمر ابن سعد کی نسبت پیشین گوئی صحیح طور سے ثابت ہوتی چنانچہ علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ:۔

ایک روز جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام عمر سعد را دید ہنگامے کہ او جوان نو رس بود گفت ویلک یا ابن سعد کیف بک اذا قمت یوما مقاما تخیر فیہ بین الجنۃ والنار تختار النار۔ فرمود اے پسر سعد چگونہ خواہی بود آنروز کہ متحیر باشی در اختیار بہشت و دوزخ پس اختیار خواہی کرد دوزخ را۔

القصہ مصداق انکہ من سعد سعد فی بطن امہ سچ ہے عمر ابن سعد اپنے چھ ہزار سواروں کے ساتھ داخل کربلا ہوا۔ اس کے بعد شبث خولی عروہ ابن قیس وغیرہ وغیرہ تمام سرداران لشکر باری باری سے آتے گئے اور بستے گئے۔ امام طبری کے مطابق ۳ محرم کو عمر ابن سعد کربلا میں داخل ہوا۔ اور ایک منزل کے فاصلہ پر جناب امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مطہر سے اپنے لشکر کے پڑاؤ ڈالدیے۔

واقعات کربلا کی ابتدائی چھیڑ چھاڑ

عمر ابن سعد کو جب فرودگاہ کے ضروری انتظام سے فراغت ہو چکی تو اس نے عروہ ابن قیس احمسی کو بلا کر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنا چاہا۔ مگر عروہ نے انکار کیا اور کہدیا کہ میرے عوض میں کسی دوسرے کو بھیجا جائے، چونکہ تمام اشراف کوفہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کو خط لکھکر بلایا تھا اس لئے جس کسی سے عمر ابن سعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے کہتا تھا وہی منہ چھپاتا تھا اور قطعی انکار کرتا تھا بہزار مشکل کثیر ابن عبد اللہ شعبی مستعد ہوا اور عمر ابن سعد سے کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں اور اگر تو حکم دے تو اسی وقت میں انکا سر بھی لے آؤں بہر حال۔ کثیر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلا جب خیمہ مطہرہ کے قریب پہنچا تو ابو ثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ نے اسکو آتے دیکھکر امام عالی مقام سے عرض کی اصلحک اللہ یا ابا عبد اللہ کثیر ابن عبد اللہ جو تمام کوفیوں میں سب سے زیادہ مایہ فساد اصل بیداد ہے آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہے یہ عرض کرکے ابو ثمامہ صیداوی باہر چلے آئے اور کثیر کو روک کر کہنے لگے کہ اگر تیرا ارادہ جناب امام حسین علیہ السلام کی حضور میں جانے کا ہے تو پہلے ہتیار کھول کر رکھدے۔ اس نے کہا میں

رکھو دونگا اگر امام عالی مقام سنیں گے تو میں خدمت رسالت اُن سے
عرض کر دونگا اور اگر وہ سنینگے تو میں واپس چلا جاونگا اور ثمامہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ میں تیری تلوار لیے رہتا ہوں تو خدمت امام میں جا کر اپنا معروضہ
پیش کر کیونکہ تو بدطبیعت کا آدمی ہے ہم خوب سمجھتے ہیں کثیر ابن عبد اللہ
کو یہ سنکر غصہ آگیا اور ابو ثمامہ صیداوی سے دیر تک کچھ بحث کرتا رہا مگر اُس
جاں نثار نے اس شریر کو بغیر ہتھیار رکھے ہوئے نہ دیا پر نہ جانے دیا
کثیر آخر کار مجبور ہو کر واپس گیا۔
کثیر کے واپس جانیکے بعد عمر ابن سعد نے قرہ ابن قیس الحنظلی کو بلایا اور جناب
امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ خیمہ مقدس کے قریب
پہنچا تو جناب امام حسین علیہ السلام کی نظر اُس پر پڑی اصحاب سے فرمایا کہ تم میں
کوئی شخص اسکو پہچانتا ہے۔ حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ نے عرض
کی یہ شخص قبیلہ بنی حنظلہ سے ہے اور قرابت میں میرا بھانجا ہوتا ہے اور
اس وقت تک ہمارے ساتھ خلوص اور حسن عقیدت کے ساتھ پیش
آتا ہے وہ جب بالکل قریب آگیا تو زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ نے اسکو
روک کر پوچھا کہ تیرے یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اُس نے نہایت ملائمت سے
جواب دیا کہ عمر ابن سعد کی طرف سے کچھ پیام لیکر جناب امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اگر حضوری کا شرف مجھکو عطا فرمایا جائیگا تو
عرض خدمت کر دونگا۔ زہیر ابن القین نے فرمایا کہ اچھا ہتھیار کھولکر رکھدو
قرہ نے اُسیوقت حُبًّا وَّکرامۃً کہکر اپنے تمام ہتھیار رکھدیے اور جناب
امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت عجز و انکسار سے آداب
بجالایا اور آستان اقدس کے بوسے لئے جناب امام حسین علیہ السلام
نے جواب سلام دیکر نہایت خلق سے اسکو اپنے قریب بٹھایا اُس نے آنے
کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہر کوفہ کے عمائد اور رئیسوں
نے مجھکو بلایا اور میں نے انکی دعوت قبول کی اب اگر میری نسبت اُنکی
رائے خلاف ہوگئی ہے۔ اور میرے آنے کو وہ اچھا نہیں سمجھتے تو بہتر ہے میں
جسطرف سے آیا ہوں اُسی طرف چلا جاؤں۔ قرہ نے عرض کی کہ جن لوگوں
نے حضور کو تکلیف دی خط لکھکر بلوایا اور اتنے دور دراز سفر کی زحمت
دی اب وہی لوگ آپ کو چھوڑ کر ابن زیاد کے حاشیہ بوسوں میں شامل ہوگیا
خدا اُن پر لعنت کرے یہ کہکر قرہ نے وہاں سے اٹھکر جانا چاہا تو حضرت
حبیب ابن مظاہر نے اُس سے کہا کہ قرہ نہایت افسوس کی بات ہے
اب تو کہاں جاتا ہے یہیں رہ جا اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
نصرت کر کیونکہ تو نے انہی کے بزرگوں کی توفیق سے اسلام کی دولت
حاصل کی ہے۔ قرہ نے کہا وہ کون بیوقوف ہوگا جو جہنم کو بہشت پر
ترجیح دیگا۔ مگر بات یہ ہے کہ میں قاصد ہوں میرا فرض ہے کہ میں عمر سعد کو
کے سوال کا جواب اُسکے پاس پہنچا آؤں تو اس کے بعد مجھے اپنے
معاملہ میں پورا اختیار ہوگا۔
ابو مخنف نے بھی یہ روایت درج کی ہے مگر پہلے قاصد کی جگہ کثیر ابن
شہاب کا نام درج ہے۔ اور ابو ثمامہ صیداوی کی جگہ زہیر ابن القین
لکھا ہے اور دوسرے قاصد کا نام قرہ ابن قیس کی جگہ خزیمہ لکھا ہے۔
ابو مخنف کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ خزیمہ امام عالی مقام کے
لشکر میں رہگیا اور شہید ہوگیا۔ مگر ایک محقق کے نزدیک ابو مخنف کا یہ بیان
بالکل تنہا ہے جس کا کسی دوسرے مورخ نے کہیں بھی ذکر نہیں کیا امام
طبری نے بھی ان رسالتوں کا ذکر کیا ہے اور قرہ ابن قیس کے پیغام لانیکی
تصریح کی ہے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں رہجانے
اُنکے ہمراہ مارے جانے کا ذکر کہیں نہیں کیا۔
المختصر قرہ ابن قیس جناب امام حسین علیہ سے رخصت ہوکر ابن سعد
کے پاس آیا اور امام عالیمقام کا جواب اُس سے کہدیا عمر ابن سعد نے
اسی وقت ابن زیاد کے پاس خط لکھا جسکی عبارت یہ تھی۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد فانی حیث نزلت بالحسین
بعثت الیہ رسولی فسئلتہ عما اقدمہ وماذا تطلب فقال کتب
الی اہل ہذا البلاد واتتنی رسلہم فسئلونی القدوم
فاما اذا کرہتمونی فبدا لہم غیر ما اتتنی بہ کتبہم فانا
منصرف عنہم میں جس وقت کربلا میں داخل ہوا میں نے جناب
امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور ان سے دریافت
کیا کہ آپ کیوں آئے ہیں۔ آپنے جواب میں کہلا بھیجا کہ کوفہ کے لوگوں نے
کثرت سے خطوط میرے نام لکھکر روانہ کئے اور یکے بعد دیگرے اپنے
قاصد میرے پاس بھیجے اور میرے آنیکے خواستگار ہوئے میں نے اُنکی
دعوت کو قبول کیا اب اگر وہ اپنے قول سے پھر گئے اور اُنکی رائے
دگرگوں ہوگئی ہے۔ تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔
حسان ابن قائد عبسی کہتا ہے۔ کہ میں ابن زیاد کے پاس اُسوقت
دربار میں حاضر تھا جسوقت ابن سعد کا یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا
اُس نے خط کا مضمون پڑھکر یہ شعر برجستہ پڑھا؎

الآن اذ علقت مخالبنا بہ | یرجو النجاۃ ولات حین مناص

اب ہمارے پنجہ میں پھنسکر جناب امام حسین علیہ السلام نکل جانا چاہتے ہیں حالانکہ اب رہائی معلوم۔ بعد ازاں عمر سعد کو جواب میں لکھ بھیجا اما بعد فقد بلغنی کتابک و فہمت ما ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید ابن معویۃ ہو و جمیع اصحابہ فاذا فعل ذلک رأینا تمہارا خط مجھے ملا اور میں نے اسکے مضمون کو سمجھا پس تم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ پیش کرو کہ وہ خود اور انکے اصحاب بیعت یزید کریں اور بیعت کرنیکے بعد ان لوگوں کے بارے میں جو ہماری رائے ہوگی دیکھا جائیگا۔ صلاح النشأتین باسناد طبری صفحہ ۳۰)

ابن زیاد کے متعلق حالات لکھکر اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے خاص حالات قلمبند کرتے ہیں جب قیام گاہ کے ضروری انتظام سے فراغت ہو چکی تو آپ نے سب سے پہلے حضرت محمدؐ حنفیہ کے نام خط لکھا چنانچہ جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

لما ورد حین ی الحسین علیہ السلام بکربلا کتب الی اخیہ محمد بن الحنفیۃ من الحسین ابن علی علیہما السلام الی محمد ابن علی والذین عندہ من بنی ہاشم اما بعد فانی قد ترکت الدنیا وما فیہا وانتظر الشہادۃ العظمیٰ علمت ان الدنیا کانہا لم تکن والاخرۃ کانہا لم تزل و اثرت الاخرۃ علی الدنیا والسلام۔

یہ خط ہے حسین ابن علی علیہما السلام کیطرف سے محمدؐ ابن علیؑ اور انکے نام جو فرزندان بنی ہاشم میں سے انکے پاس ہیں اور انکی حفاظت و حمایت میں سپرد کئے گئے ہیں۔ اما بعد واضح ہو کہ میں نے ترک زندگانی کی اور اب منتظر شہادت ہوں اور دنیا کو ایسا جانتا ہوں گویا تھی ہی نہیں اور آخرت کو ہمیشہ رہنے والی جانتا ہوں اور میں نے بمقابلہ دنیا کی آخرت اختیار کی ہے۔ والسلام۔

مروی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے تمام ارض کربلا یا اسکا ایک حصہ وہاں کے زمینداروں سے خرید فرما لیا چنانچہ بحر المصائب میں اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔

ان الحسین لما نزل بارض کربلا امر باحضار اہل القریٰ اہل نینویٰ وقال لہم انی ارید ان اقیم فی ارضکم ہذہ واحب ان اجعلہا مسکنی فان بعتمونیہا علیٰ کان فی ذلک رضاء فقالوا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد سمعنا من آبائنا الاولین ان آدم ونوحا وابراہیم وغیرہم من النبیین والوصیین لم یرد احد منہم علیٰ ہذہ الارض الا وقد اصابتہ بلیۃ عظیمۃ ومصیبۃ فجیعۃ فایاک وان تسکن فیہا فقال الحسین علیہ السلام کیف لا وقد جریٰ بہ القضاء من یوم خلقت السمٰوٰت والثریٰ فاشتری منہم التی احی التی فیہا البرکۃ والشفا الی اربعۃ امیال بستین الف درہم وفیہا قبر سید الانس والجان وقبور اصحابہ الی الان ثم تصدق بہا علیہم بشرطین احدہما ان لا یزارعوا فیہا قط وثانیہما ان یرشدوا الی قبرہ من جاء من شیعتہ لزیارتہ ویضیفوہ ثلاثۃ ایام فرضوا بہما ورجعوا الی منازلہم وکان ذلک فی الیوم الثانی من المحرم۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے ارض کربلا میں پہنچکر حکم فرمایا کہ باشندگان نینوا کو بلاؤ وہ حاضر ہوئے۔ اُن سے فرمایا کہ میں تمہاری اس زمین پر رہنا چاہتا ہوں اور مجھے پسند ہے کہ میں اس زمین کو اپنا مسکن قرار دوں اگر تم اس زمین کو میرے ہاتھ فروخت کرو تو اس میں میری خوشنودی ضرور ہوگی اُن لوگوں نے عرض کی کہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمنے آبا ؤ اجداد سے سُنا ہے کہ حضرت آدم و حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ وغیرہم علیہم علے نبینا السلام جو جو حضرات اس سرزمین پر گزرے ہیں وہ بلائے عظیم اور مصیبت شدید میں مُبتلا ہوئے ہیں آپ ہرگز اس زمین پر سکونت اختیار نہ فرمائیں حضرت نے جواب دیا میں کیونکر اس زمین پر نہ رہوں حالانکہ قضائے الٰہی اسیطرح جاری ہو چکی ہے جس دن خدائے عالم و عالمیان نے زمین آسمان کو پیدا کیا۔ یہ کہکر آپنے اُن لوگوں سے ساٹھ ہزار درہم دیکر ان مقامات کو خرید لیا جن میں خدائے سبحانہ و تعالےٰ نے برکت اور شفا رکھی ہے اور مساحت میں وہ زمین چار میل تک ہے اُسی متبرک زمین میں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام واقع ہے۔ جو سردار اولاد آدم و جن جان ہیں اور قبریں آپکے اصحاب کی بھی اُسی زمین پر آج تک بنی ہوئی ہیں بعد اُسکے اُس زمین کو پھر انہی لوگوں پر وقف کر دیا دو شرطوں پر۔ اُن میں ایک شرط یہ تھی کہ اتنی زمین جسکو آپنے خرید فرمایا ہے

کبھی کھیتی نہ کریں۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ جو ہمارے دوست ہماری قبور کی زیارت کے واسطے آئیں اُن کو نشان قبر بتلادیں اور تین روز تک ان کو اپنا مہمان رکھیں۔ اہل نینوے ان دونوں شرطوں پر راضی ہوگئے اور قیمت لے کر اپنے اپنے گھروں کو پلٹ آئے یہ معاملہ دوسری محرم کو واقع ہوا۔

اب واقعات کربلا کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب عمر ابن سعد کے نام ابن زیاد کا یہ تاکیدی حکمنامہ پہنچا کہ پہلے امام عالی مقام اور اُن کے اصحاب کرام سے یزید کی بیعت لی جائے تب ان کی نسبت جو کچھ مناسب ہوگا کیا جائیگا تو عمر سعد کو سخت انتشار ہوا۔ جیسا کہ امام طبری کا بیان ہے کہ ابن زیاد کا حکمنامہ پڑھکر اُس نے کہا کہ ابن زیاد عاقبت کا طالب نہیں ہے۔ عمر سعد کو جنگ چھیڑ دینے میں تامل رہا۔ ان ایام تعویق میں ایک مرتبہ اور بروایتے چند مرتبہ شب کے وقت اُس نے جناب امام حسین علیہ السلام سے مابین ہر دو لشکر کے تنہائی میں ملاقات کی اور دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی اور ہنوز کوئی امر فیما بین طے نہیں ہونے پایا تھا کہ خولی ابن یزید اصبحی جو شقاوت و عداوت خاندان رسالت میں سب سے آگے تھا۔ عمر سعد کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوا اور اُس نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھ بھیجا۔

امّا بعد ایّها الامیر انّ عمر ابن سعد یخرج کلّ لیلة و یبسط بساطا و یدعوا الحسین علیه السّلام و یتحدّث ثمان حتّی یمضی من اللّیل شطره وقد ادرکته علی الحسین الرّحمة و الرّأفة فامره ان ینزل عن حکمك و یصیر الحکم الی و اناا کفیك امره یا

اے امیر! عمر سعد تمام رات اپنے لشکر سے نکل کر کنار فرات فرش بچھا کر جناب امام حسین علیہ السلام سے انواع و اقسام کی باتیں کرتا ہے، یہاں تک کہ رات کا بہت حصہ ان امور میں اُسکو گزر جاتا ہے اور میں اُسکو ہمیشہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بملائمت و بہ شفقت پیش آتے دیکھتا ہوں۔ پس اسکو آپ لکھ بھیجیں کہ وہ اس خدمت سے علیحدہ ہو جائے اور اُسکی یہ خدمت میرے سپرد کر دی جائے کہ میں اسکو باحسن وجوہ انجام دوں۔

یہ خط جس وقت ابن زیاد کو پہنچا تو وہ عمر سعد سے سخت ناراض ہوا اور اسکو فوراً یہ خط لکھا۔ امّا بعد یا ابن سعد فقد بلغنی انّك تخرج فی کلّ لیلة و تبسط بساطا و تدعوا الحسین و تتحدّث معه حتّی یمضی اللّیل شطره فاذا قرات کتابی فاعرض علیه النزول علی حکمی فان اطاع او لی والّا فامنعه من شرب الماء فانی حللته علی الیهود و النصاری و حرّمته علیه و علی اهلبیته فحل بین الحسین علیه السّلام و اصحابه و بین الماء فلا یذوقوا منه قطرة کما صنع بالتقی النّقی عثمان امیر المؤمنین مظلوما۔

اے پسر سعد مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تو تمام رات اپنی لشکرگاہ سے برابر باہر رہتا ہے اور کنارہ فرات پر فرش بچھا کر خود بیٹھتا ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا کر بٹھلاتا ہے اور اُن سے ہر قسم کی گفتگو کرتا ہے اور اُن سے بملائمت پیش آتا ہے۔ پس جس وقت میری یہ کتابت تجھ کو ملے اور تو اسکو پڑھے تو انکو حکم دے کہ میرے حکم کو تسلیم کریں۔ اگر وہ مان لیں فبہا اور اگر نہ مانیں تو یک قلم آب فرات کو امام حسین پر بند کر دے اور تو اُن میں اور آب فرات کے درمیان حائل ہو جا۔ اور میں نے اس وقت سے آب فرات کو یہود و نصاریٰ پر حلال اور حسین اور اُن کے اہلبیتؑ اور اصحاب پر حرام کیا۔ پس تجھ کو مناسب ہے کہ تو نہر فرات کا پورا محافظ اور نگہبان رہ تاکہ وہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور اُس میں سے ایک قطرہ نہ لے جاسکیں۔ جیسا کہ مظلوم و متقی امیر المومنین عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا

بندشِ آب اور دریائے فرات کی حفاظت

ابن زیاد کا یہ حکمنامہ ساتویں محرم کو پہنچا اور اسی دن سے جناب امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہیوں پر پانی بند ہو گیا عمر سعد نے عمرو ابن الحجاج کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ گھاٹ کے ہر طرف پہرہ رکھنے کیلئے مقرر کر دیا اور اس امر کی پوری تاکید کر دی کہ فرات سے ایک قطرہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مطہر میں نہ جانے پائے، پھر کیا تھا حکم کی دیر تھی، فرات کے کنارے کنارے دور تک گھاٹ پر پہرے بیٹھ گئے اور وہ سنگدل خدا ناترس جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہیوں کو دکھلا دکھلا کر خود نہر سے پیٹ بھر بھر کر پانی پی لیتے تھے اور زمین پر بہا بہا دیتے تھے۔ چنانچہ انہی بیرحموں میں ایک بدبخت کا نام عبد اللہ ابن الازدی تھا یہ شقی دریا کے کنارے کھڑا ہوا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ یا حسین الا تنظرون الی الماء کانه کبد

السّماء واللہ لا تذوقون منہ قطرۃ واحدۃ حتّی تموتوا عطشا فقال الحسین علیہ السلام اللّٰھمّ اقتلہ عطشا ولا تغفرلہ ابدا۔ یعنی اس نے چلا کر کہا کہ اے حسین (علیہ السلام) دیکھو یہ آب فرات گویا زلال آب باراں اور جگر پارۂ آسمان ہے قسم خدا کی اگر تم پیاسے مر بھی جاؤ تو بھی اس پانی میں کا ایک قطرہ نہ پاسکو گے جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا اے پروردگار عالم تو اسکو پیاسا ماریو اور اسکو کبھی نہ بخشیو۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہے قسم خدا کی میں نے عبداللہ ابن الحصین کو دیکھا کہ فرط تشنگی سے وہ چاروں طرف فریاد کرتا پھرتا تھا۔ لوگ اسکو پانی پر پانی پلاتے تھے اور وہ پیٹ بھر بھر کر گلے تک پی پی لیتا تھا مگر فوراً قے کر دیتا تھا اور اسکی پیاس ویسی کی ویسی ہی رہتی تھی اور پھر وہ اسی طرح پیاس کی فریاد کرتا رہتا تھا پھر پانی پیتا تھا اور پھر استفراغ کرتا تھا یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا (کامل ابن اثیر)

علامہ ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو ابن حجاج نے بھی اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کو آواز دی اور کہا کہ یا حسین ھذا الماء یلغ فیہ الکلاب و تشرب منہ الخنازیر و اھل السواد و الحمیر واللہ ثابت ولا تذوق منہ واللہ قطرۃ حتّی تذوق الحمیم فی نار الجحیم۔ اے حسین! (علیہ السلام) یہ آب فرات ہے جسکو کتے تک پیتے ہیں اور تمام جانوران جنس صحرائی، مثل سور، گدھے اور بھیڑیے سب پیتے ہیں اور تم کو قسم بخدا اسکا ایک قطرہ تک نہیں مل سکتا، یہاں تک کہ تم خاک بر دہان او باد) تم دوزخ میں حمیم پیو۔

خیمہ مطہر میں پانی کا قحط پیاس کی شدت حضرت عباس علیہ السلام کی پہلی سقائی

جناب امام حسین علیہ السلام نے ان بے دینوں کی گستاخیوں کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ خاموشی کے ساتھ خیمہ مقدس کی طرف مراجعت فرمائی ساتویں تاریخ سے پانی بند ہو گیا اور آٹھویں کی شام ہوتے ہوتے، بوڑھوں جوانوں اور بچوں کی حالتیں پیاس کے مارے متغیر ہونے لگیں تو حضرت عباس علیہ السلام نے پے در پے دو کنوئیں کھودے مگر وہ دونوں پانی سے خالی نظر آئے اور پانی کی جگہ ان میں پتھر نکلے چنانچہ ابو مخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں۔

لمّا اشتدّ العطش قال الامام لاخیہ العبّاس اجمع اھل بیتک واحفر ابئرا ففعلوا ذلک فوجدوا فیھا صخرۃ ثم حفروا اخری فوجدوھا کذلک یعنی جب پیاس کی شدت ہوئی تو امام عالی مقام نے اپنے بھائی حضرت عباس سے فرمایا کہ اپنے اہلبیت علیہم السلام کو جمع کرکے کنوئیں کھودو، چنانچہ حضرت عباس نے اور سب نے ملکر دو کنوئیں کھودے لیکن ان میں پتھر ہی پتھر نکلے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی جان نثاری بہت قدر اور وقعت کے قابل ہے۔ کیونکہ ہندوستان کا سا ملک عرب نہیں ہے ان سنگلاخ میدانوں میں کنواں کھودنا کوئی آسان اور معمولی بات نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ عرب کی زمین میں بھی پانی نکلتا ہے مگر وہاں پانی نکالنے میں انسان کو اتنی محنت کرنی ہوتی ہے جو ہمارے وہم و قیاس سے باہر ہے۔

المختصر جب ان کوششوں میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ دکھائی دی اور پیاس کا غلبہ بڑھتا گیا اور ہر شخص ایک تو شدت عطش سے دوسرے اس محنت شاقہ میں ناکام رہنے کی وجہ سے چور چور ہو گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنے وفادار اور جان نثار بھائی سے کہا یا اخی امض الی الفرات واتنا الماء فقال سمعا و طاعۃ۔ اے بھائی! نہر فرات کی طرف جاؤ اور پانی لاؤ اس جان نثار نے عرض کی ابھی لایا، اب حضرت عباس علیہ السلام کے محاسن خدمات کی تفصیل یہ ہے۔

فلمّا اشتد العطش بالحسین علیہ السلام دعی باخیہ العبّاس فضمّ الیہ ثلاثین فارسا وعشرین رجلا وبعث معہ عشرین قربۃ فاقبلوا فی اللیل حتّی دنوا من الفرات قال عمرو ابن الحجاج من انتم فقال رجل من اصحاب الحسین یقال لہ ھلال ابن نافع البجلی ابن عمک جئت اشرب من ھذا الماء فقال عمرو اشرب ھنیئا فقال ویحک تامرنی ان اشرب والحسین ابن علی [illegible] من العطش فقال عمرو صدقت

ولکن امرنا بامر فلم ندن ان ننتھی الیہ فصاح ھلال باصحابہ فدخلوا الفرات قال فصاح عمرو بالناس فاقتتلوا اقتتالا شدیدا فکان قوم یقاتلون و قوم یملؤن حتی ملؤھا ولم یقتل من اصحاب الحسین احد ثم رجع القوم الی معسکرھم فشرب الحسین علیہ السلام ومن کان معہ فلذلک سمی العباس سقاء۔ جب پیاس کی شدت جناب امام حسین پر زیادہ ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا اور تیس سوار اور بیس پیدل انکے ہمراہ روانہ کئے اور بیس مشکیں آپ کے ہمراہ کر دیں یہ سعادتمند قریب نصف شب کے روانہ ہوئے تا آنکہ فرات کے قریب پہنچے عمرو ابن الحجاج (جو سب سے پہلے پانی روکنے پر مقرر ہوا تھا اور جس کی سخت کلامی ابھی اوپر کی روایت سے معلوم ہو چکی ہے اُس) نے پکار کر کہا کہ تم لوگ کون ہو جو فرات پر آئے ہو ایک شخص نے اصحاب حسین میں سے جس کا نام ہلال ابن نافع تھا جواب دیا کہ میں ہوں تیرا چچا زاد بھائی۔ پیاسا ہو کر فرات سے پانی پینے آیا ہوں۔ عمرو ابن حجاج نے کہا اچھا پانی پیو۔ گوارا ہو تم کو یہ پانی کا پینا۔ ہلال ابن نافع کہنے لگے وائے ہو تجھ پر اے شقی! مجھے تو تو پانی پینے کی اجازت دیتا ہے حالانکہ فرزند رسول جناب امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہی پیاس سے مرے جاتے ہیں۔ عمرو ابن حجاج نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے یہ میں بھی جانتا ہوں لیکن ہم لوگوں کو جو حکم ہوا ہے ضرور ہے کہ ہم اسکی تعمیل کریں اور اسے انتہا تک پہنچا دیں۔ پس ہلال ابن نافع اپنے ہمراہیوں کو پکار کر کہا کہ اس مردود کے روکنے سے نہ رکو پس وہ سعادتمند فرات میں داخل ہوئے ادھر عمرو نے بھی اپنے ہمراہیوں کو بلایا پس دونوں گروہوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور یہ لڑائی اس انداز سے واقع ہوئی کہ کچھ لوگ اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام میں سے لڑتے جاتے تھے اور کچھ لوگ مشکوں میں پانی بھرتے جاتے تھے یہاں تک کہ بیسوں مشکیں پانی سے بھر لیں اور ایک شخص بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے شہید نہ ہوا بعد پانی بھر لانے کے وہ پچاس کے پچاس دیندار و در خالص جانثار جناب عباس علیہ السلام کے ہمراہ پانی لیے اپنے لشکر کی طرف پلٹ آئے جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی پانی پیا اور آپکے کل ہمراہیوں نے بھی پانی پیا۔ اسی دن کے پانی پلانے کی جہت سے حضرت عباس علیہ السلام کا لقب سقا ہوا ہے۔ (دیکھو مائتین فاضل کنتوری مدظلہ صفحہ ۱۴۵ باسناد تاریخ محمد ابن ابی طالب)

بہرحال۔ عمرو ابن الحجاج حضرت عباس علیہ السلام کی اس دلیرانہ ہمت سے سخت نادم ہوا اور عمر ابن سعد نے صبح ہی سے پہرہ کا انتظام اور مستحکم کر دیا اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار اور دوسری روایت کے موافق آٹھ ہزار فوج کا پہرہ تمام گھاٹوں پر چاروں طرف پھیلا دیا جو ننگی تلواریں لئے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک دریا پر طلایہ پھرتے رہتے تھے خبر پہنچانیوالوں نے اسکی خبر بھی ابن زیاد کو پہنچا دی مگر چونکہ کاتب بھی پانی لیجانے دینے کے جرم میں ملزم ہو سکتا تھا اسلئے اس نے پانی لیجانیکے واقعہ کو تو نہ لکھا مگر کنوئیں کھودنیکی اطلاع اسکو لکھ بھیجی۔ ابن زیاد بدنہاد نے اس مضمون پر مطلع ہو کر سخت آزردگی کے ساتھ عمر سعد کو ذیل کی عبارت میں یہ خط لکھا۔

اما بعد بلغنی ان الحسین (علیہ السلام) یحفر الابار و یصیب الماء فیشرب ھو و اصحابہ فانظر فاذا ورد علیک کتابی فامنعھم من حفر الابار ما استطعت وضیق علیھم ولا تدعھم یذوقوا الماء وافعل بھم کما فعلوا بالزکی عثمان۔

مجھ کو خبر لگی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور انکے اصحاب کنوئیں کھود کر پانی نکالتے ہیں خود بھی پیتے ہیں اور اپنے اصحاب کو بھی پلاتے ہیں خوب ہوشیاری کر جس وقت میرا یہ خط تجھ کو ملے جہانتک تجھ میں قوت ہو ایسی فکر کر کہ یہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور پانی کا کوئی سامان بھی نہ کرنے پائیں اور انکے ساتھ وہی سختی کر جو عثمان کے ساتھ کی گئی تھی۔

اس حکم نامہ کو پڑھکر عمر ابن سعد نے اور سختی سے امتناع آب کا کامل انتظام کر دیا اصحاب امام عالی مقام نے پہرہ والوں کی یہ سختی دیکھکر یقین کر لیا کہ اب ہمارے لئے فرات سے ایک قطرہ پانا سخت دشوار ہے اس لئے ان میں سے ہر شخص اپنے فہم و شعور کے مطابق اپنے خلوص و عقیدت کے اظہار کے ساتھ پانی ہاتھ آنے کی جدا جدا فکریں سوچنے لگا ان بزرگوں میں سب سے پہلے یزید ابن حصین نے جناب امام حسین علیہ السلام سے استدعا کی کہ مجھ کو عمر سعد کے پاس بھیج دیجئے میں اسکو جا کر بطور خود فہمائش کروں۔ شاید کہ وہ قدیم تعارف اور اتحاد کی وجہ سے ہم کو پانی لینے کی اجازت دیدے امام عالیمقام نے یزید ابن حصین کو اجازت دی اور وہ عمر سعد کے پاس روانہ ہو گئے ہم اس واقعہ کو محمد ابن طلحۃ الشافعی کی کتاب مطالب السئول کے فارسی ترجمہ سے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں

یزید ابن حصین نزد عمر ابن سعد آمد و او را سلام نگفت۔ ابن سعد گفت یا اخا ہمدان چہ چیز تو را از سلام من مانع آمد مگر من مسلمان نیستم و خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را نمی شناسم، یزید گفت اے پسر سعد اگر تو چنانکہ گوئی اگر مسلمانی چگونہ بر عترت جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیرون شدی و مقاتلت او را تصمیم عزم دادی و اینک آب فرات است کہ کلاب و خنزیر از ان می آشامند و حسین ابن علی علیہما السلام و برادران و زنان و فرزندان او از تشنگی ہلاک می شوند و در میان ایشان حاجز و حائل می شوی و گمان می کنی کہ مسلمان ہستی و خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را می شناسی، عمر سعد خجل شد و لختے سر فرود داشت پس سر بر آورد و فقال یا اخا ھمدان ما اجد نفسی تجیبنی الی ترک الری لغیری لے برادر ہمدان چندانکہ با نفس خود کاوش کردم اجابت نفرمود کہ ولایت رے را دست باز دارم تا دیگرے بدست گیرد، پس یزید ابن حصین باز شتافت و عرض کرد یا ابن رسول اللہ پسر سعد رضا دادہ است کہ ترا عرصہ ہلاک و دمار در آرد تا از حکومت رے برخوردار گردد۔

تاریخ اعثم کوفی میں بھی بجنسہ یہی مضمون درج ہو۔ مقتل ابومخنف میں بھی ایسا ہی واقعہ انس ابن کاہل رضی اللہ عنہ کے متعلق مندرج ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

فانطلق انس فدخل علی ابن سعد لم یسلم علیہ فقال ابن سعد لم لا تسلم علیّ الست مسلماً قال واللہ لست انت مسلم لانک ترید ان تقتل ابن رسول اللہ فنکس اسہ فقال واللہ انی لاعلم ان قاتلہ فی النار ذلک لابد من انفاذ حکم الامیر عبید اللہ ابن زیاد فرجع انس الی الحسین علیہ السلام و اخبرہ بذلک

جب انس رضی اللہ عنہ عمر سعد کے پاس پہنچے تو اسے سلام نہ کیا عمر نے پوچھا کہ کیا تم مجھکو مسلمان نہیں سمجھتے ہو۔ انس نے کہا کہ میں تجھ کو کیونکر مسلمان سمجھوں کیونکہ میں تجھ کو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر بالکل آمادہ دیکھتا ہوں۔ یہ سنکر عمر سعد نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تامل کرکے کہا کہ حقیقت میں یہ امر مجھکو خود معلوم ہے کہ ان کا قاتل ضرور جہنمی ہے، لیکن امیر ابن زیاد کے حکم سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ سنکر انس خدمت امام میں واپس آئے اور جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔

ان دونوں رسالتوں سے عمر سعد پر کوئی اثر نہیں ہوا مگر تاانکہ جب آٹھویں تاریخ تمام ہو کر نویں محرم کی شب آئی تو وہ اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور ایک علیحدہ مقام میں جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ آپ تشریف لے گئے۔ گفتگو یوں ہوئی

امام عالی مقام اور عمر سعد کی گفتگو

عمر سعد نے امام عالی مقام سے پوچھا کہ اب تو آپ نے اہل کوفہ کی عہد شکنی اور بے وفائی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالی فوراً آپ نے فوراً جواب میں ارشاد فرمایا من خادعنا فی اللہ انخدعنا لہ جس نے خدا کے کاموں میں ہمارے ساتھ مکر کیا تو ہم اس کے مکر ہی پر اعتبار کرینگے۔ کیونکہ وہ بظاہر خدا کا طالب ہے، عمر سعد نے کہا اب تو جو معاملات ہونے والے ہیں وہ سب آپ کے پیش نظر ہیں۔ اب آپ کیا تجویز فرماتے ہیں؟ امام نے فرمایا دعونی ارجع فاقیم بمکۃ او المدینۃ او اذھب الی بعض الثغور فاقیم بہ کبعض اھلہ

مجھ کو چھوڑ دو کہ میں واپس ہو جاؤں اور مکہ معظمہ میں خواہ مدینہ منورہ میں قیام کروں اور نہیں تو بلاد اسلام کے کسی دور دراز سرحدی مقامات میں شامل اور اہل اسلام کے جا قیام کروں۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب سنکر عمر سعد کو ایک گونہ اطمینان سا ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ صحبت برخاست ہو گئی۔ جانبین کے لوگ اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے، عمر سعد نے آتے ہی ابن زیاد کے پاس ایک تیز رفتار قاصد کی معرفت اس مضمون کا خط لکھا۔

اما بعد فان اللہ قد اطفا النائرۃ وجمع الکلمۃ واصلح امر الامۃ ھذا الحسین (علیہ السلام) قد اعطانی عھدا ان یرجع الی المکان الذی منہ اتی او یسیر الی ثغر من الثغور فیکون رجلا من المسلمین لہ ما لھم وعلیہ ما علیہم او یاتی امیر المؤمنین یزید فیضع یدہ فی ید یزید فیری فیما بینہ وبینہ فیری رایہ وفی ھذا لک رضیٰ وللامۃ صلاح۔

یعنی خدائے سبحانہ وتعالےٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیا اور سخنان پراگندہ کو جمع کر دیا اور امور کو اصلاح کی طرف مائل کیا۔ ابھی ابھی جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ اقرار مستحکم کیا ہو کہ انکو ان شہروں کی طرف (مکہ یا مدینہ) واپس جانے کی اجازت دیدی جائے، جہاں سے وہ تشریف لائے ہیں۔ یا دور دراز بلاد اسلامی کی طرف نکل جانے دیا جائے کہ وہ وہاں مثل اور مسلمانوں کے اپنی زندگی اختیار کریں یا یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ بنفس نفیس خود جا کر اس سے بات چیت کر لیں۔ پھر انکے فیما بین

جو کچھ قرار پا جائے ہم اس کی تعمیل کریں ہیں میری دانست تیری خوشنودی اور صلاح امت کے لئے یہی امر بہتر ہے۔

عمر سعد کے خط میں تحریف۔ اس خط میں یہ ایک امر نہایت ضروری تنقیح طلب ہے وہ یہ کہ عمر کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر اپنی رضا مندی ظاہر کر دی اور یہ امر بالکل خلاف جمہور اور مخالف مشہور ہے بخلاف اس کے اسلام کے تمام فرقوں میں یہی اعتقاد مسلم ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کی نسبت کبھی کسی وقت اشارۃً یا کنایۃً بھی رضا مندی ظاہر نہیں فرمائی پھر ابن سعد نے آپ کی طرف سے اس شرط کا اضافہ کیسے کر دیا۔

اس واقعہ کی نسبت علمائے متقدمین اور متاخرین نے جو تحقیق فرمائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد نے صرف قتل حسین کے الزام سے کسی نہ کسی طرح بچنے کے لئے اپنی طرف سے ابن زیاد کو لکھ بھیجا تھا۔ ورنہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی شرط ہرگز نہیں کی۔ ہمارے معزز اور مستند معاصر سید غضنفر علی صاحب نے صلاح النشاتین میں جو کچھ اس واقعہ کی نسبت تحقیق فرمائی ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ انہی سے اس واقعہ کی پوری توضیح ہو جائے گی وہو ہذا۔ اس جگہ مناسب مقام یہ امر تنقیح طلب ہے کہ آیا جیسا عمر سعد نے اپنے خط میں ظاہر کیا جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی تھی یا نہیں۔ بعض روایتوں سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں ضرور یہ چرچا ہو گیا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام بیعت یزید پر راضی ہو گئے تھے۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے ابو مخنف سے ایک روایت نقل کی ہے جس کو اس نے ایک جماعت محدثین کی طرف منسوب کیا ہے اس میں صاف صاف لکھا ہے

قال (الحسین علیہ السلام) اختاروا منّی خصالاً ثلاثاً اما ان ارجع الی المکان الّذی اقبلت منه واما ان اضع یدی فی ید یزید ابن معٰویة فیری فیما بینی وبینه رایه واما ان تسیرونی الی ایّ ثغر من ثغور المسلمین شئتم فاکون رجلاً من اھله لی مالھم وعلیّ ما علیھم۔

یعنی جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک مان لو یا تو جس مقام سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا میں یزید ابن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں پھر میرے اس کے مابین جو کچھ اس کی رائے طے پا جائے اور یا مجھے حدود بلاد اسلام کی جس حد تک کی طرف تمہارا جی چاہے روانہ کر دو کہ میں شمل انہی باشندوں کے جا بسوں اور نفع و نقصان میں ان کا شریک رہوں

لیکن اسی روایت کے ساتھ ابن جریر طبری نے عقبہ ابن سمعان سے یہ روایت بھی نقل کر دی ہے۔

عن عقبہ ابن سمعان قال صحبت حسینا فخرجت معه من المدینة الی المکّة ومن المکّة الی العراق ولم افارقه حتّی قتل ولیس من مخاطبة النّاس کلمة بالمدینة ولا بالمکّة ولا فی الطریق ولا فی العسکر الی یوم مقتله الا وقد سمعتها الا والله ما اعطاھم ما یتذاکر النّاس وما یزعمون من ان یضع یدا فی ید یزید ابن معاویة ولا ان یسیروه الی ثغر من ثغور المسلمین ولکنّه قال دعونی لاذھب فی ھذه الارض العریضة حتّی ینظر الی ما یصیر امر النّاس۔

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر جناب امام حسین علیہ کے ساتھ رہا۔ اور تا وقت شہادت آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوا۔ امام عالی مقام نے مدینہ مکہ عراق یا کربلا میں قتل ہونے تک جو جو باتیں لوگوں سے کیں ان میں سے کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جو میں نے نہ سنا ہو، یہ جو لوگوں کا زعم ہے کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی بالکل غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ مثل دیگر اہل لشکر کے کسی سرحدی مہم پر بھیجا جانا منظور فرماتے تھے۔ البتہ امام علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ میری راہ نہ روکو کہ اس زمین وسیع میں کسی طرف چلا جاؤں اور دیکھوں کہ قوم کا معاملہ کیا صورت پکڑتا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اور علامہ ابن جوزی نے خواص الامہ میں اسی روایت کو معتبر سمجھا ہے اتنی کامل تحقیق فرما کر ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام واقعات سابقہ ولاحقہ پر غور کرنے کے بعد ہمارے نزدیک یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عقبہ ابن سمعان کی روایت معتبر ہے لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ اس حیثیت سے غلط نہیں کہا جا سکتا کہ عمر سعد کے خط میں یہ مضمون ضرور تھا اور بظاہر اس سے عمر کا مقصد یہ تھا کہ سردست جنگ ملتوی ہو جائے اور میں اس پیچ سے نکل جاؤں۔ لیکن اس کی یہ تدبیر نہ چلی (صلاح النشاتین صفحہ ۳۴)

اس واقعہ کی اصلی کیفیت یہی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اب وہ کون عقل سے خارج ہوگا جو اس کا سوتے جاگتے بھی خیال کریگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت پر اپنی مستعدی ظاہر کی ہو۔ بہرحال اب اس خط کا ملاحظہ ہو۔ عمر سعد کی اس جعلسازی اور انشاپردازی کی کیفیت امام طبری یوں لکھتے ہیں

کہ جب یہ خط ابن زیاد کی نظر سے گزرا تو پہلے تو اس نے بھی عمر سعد کی رائے کو پسند کیا اور کہا ھذا کتاب رجل ناصح لامیرہ مشفق علی قومہ یہ تحریر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اپنے امیر کے لئے ناصح ہے اور اپنی قوم کا مشفق ہے۔

شمر ذی الجوشن کا اغوا اور اُس کی کربلا کی طرف روانگی

شمر ذی الجوشن حاضر دربار تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام آپ کی حدود محروسہ سے اگر بغیر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے چلے گئے تو یہ امر انکی قوت اور آپ کے ضعف و عجز کی دلیل سمجھا جائیگا عمر کی رائے میرے نزدیک ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اس نے جناب امام حسین علیہ السلام سے سازش کر لی ہے اور رات رات بھر باہم مشورے اور صلاح ہوا کرتی ہے۔ ولوانہ را بوسے بس است ابن زیاد شمر کے اغوا میں آ گیا اور اسی وقت درشتی کے ساتھ عمر ابن سعد کو یہ جواب لکھا گیا۔

انّی لم ابعثک الی الحسین لتکفّ منہ ولا لتطا ولہٗ لتمنّیہ السّلامۃ والبقاء ولا لتعذر عنہ ولا لتکون لہ عندی شفیعا انظرٗ فان نزل حسین وا صحابہ علی حکمی واستسلموا فابعث بھم الیّ سلما وان ابوا فازحف الیھم حتّی تقتلھم وتمثّلھم فانّھم لذالک مستحقّون فان قتلت حسینا فاوطیٔ الخیل صدرہ وظھرہ فانّہ عات ظلوم ولست اری ان ھذا یضرّ بعد الموت شیئا ولکن علیّ قولٌ قد قلتہ فلو قتلتہ لفعلت ھذا بہ فان انت مضیت لامرنا فیہ جزیناک جزاء السامع المطیع وان ابیت فاعتزل عملنا وجندنا وخل بین شمر ابن ذی الجوشن وبین العسکر فانّا امرناہ بامرنا۔

اے پسر سعد میں نے تجھ کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ تو وہاں بیٹھکر لڑائی سے اپنی جان بچائے اور نہ اس لئے کہ تو سستی اور استمالت اختیار کرے اور نہ اس لئے کہ تو حسین کو بقاء سلامتی کی امید دلائے اور نہ اس کہ انکی نسبت مجھ سے عذر خواہ ہو اور نہ اس لئے کہ تو انکی سفارش مجھ سے کرے پس یہ سمجھ لے کہ اگر امام حسینؑ اور اُن کے ساتھی میرا حکم مانیں اور اطاعت اختیار کریں تو تو ان کو صحیح و سلامت میرے پاس بھیجدے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان پر پے در پے حملے کرتا انکو تو انکو قتل کر ڈالے، اور جب انکو قتل کر چکے تو انکی لاشوں کے ہاتھ پاؤں، ناک کان اور اعضائے تناسل کاٹ لینا کیونکہ یہ سب کے سب میرے نزدیک ان ہی آزاروں کی سزاوار ہیں اور جب امام حسین کو قتل کر چکے تو گھوڑوں کی سموں سے انکی لاش کو روند ڈالنا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد لاشوں کے ساتھ یہ باتیں کرنے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن چونکہ ایک بات میرے منہ سے نکل چکی ہے پس جب تو ان کو قتل کر چکے تو کچھ میری زبان سے نکلا ہے اس کی تعمیل کی جائے اگر تو نے اُن کے بارے میں ہمارے تمام احکام کی تعمیل کی تو ضرور ہم تجھ کو انعام سے سرفراز کرینگے اور اگر تجھے اس سے انکار ہے تو ہمارے کام سے علیحدگی اختیار کر اور فوج کے تمام امور شمر ذی الجوشن کے سپرد کر دے کہ ہم نے اپنے احکام مناسب اسکو دیدیے ہیں، قریب قریب یہی مضمون تاریخ طبری اور اعثم کوفی میں بھی درج ہے یہ خط لکھکر جب تیار ہو گیا تو حاضرین دربار سے ایک شخص جس کا نام جریر ابن عبداللہ ابن مخلد الکلابی تھا اٹھ کھڑا ہوا اور ابن زیاد سے کہنے لگا کہ ہماری چچا زاد بہن ام البنین کا عقد امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے ہوا تھا جس کے بطن سے چار فرزند موجود ہیں اور وہ چاروں میرے حقیقی بھانجے اس وقت اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں حاضر ہیں اگر تو مجھکو حکم دے تو میں اُن چاروں کے لئے تیری طرف سے خط امان لیکر کربلا میں بھیجدوں اور تیرا یہ حکم ہمارے سر پر بہت بڑا احسان ہوگا ابن زیاد نے جریر کی استدعا کو قبول کیا اور ان صاحبزادوں کے لئے خط امان لکھوا کر اپنے غلام عرفان کی معرفت کربلا میں بھجوا دیا۔ اعثم کوفی اور طبری میں بھی یہی مضمون مندرج ہے

کربلا میں شمر کا داخلہ

شمر ذی الجوشن علیہ اللعن والعذاب اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ مع عرفان کے جس کا حال ابھی لکھا گیا ہے بعجلت تمام کربلا میں داخل ہوا اور عمر سعد کو ابن زیاد کا خط دیا عمر نے ابن زیاد کا خط پڑھکر شمر کی طرف نظر کی اور کہا واللہ لقد ثنیتہ عمّا کان فی عزامہ واذعرتہ ولکنک شیئان فعلت ما فعلت قسم خدا کی تو نے اسکی رائے بدل دی اور اس کے قصد کو متغیر کر دیا اور اسکو تو نے سخت مواخذہ کی حالت میں ڈال دیا اور تو شیطان ہے۔ اب تو تو کر چکا جو تجھے کرنا تھا۔ اعثم کوفی اور طبری

بھی یہی بیان کرتے ہیں تھوڑی سی تلخ کلامی کے بعد شمر نے عمر سے پوچھا کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کریگا یا نہیں۔ اگر تجھ کو اسکے حکم کی تعمیل منظور ہے تو جناب امام حسین علیہ السلام سے کھل کر مقابلہ کر اور اگر نہیں تو اس کی ہدایت کے مطابق اپنا عہدہ میرے سپرد کردے عمر سعد نے کہا لا ولا کرامۃً لک۔ میں فوج کی سرداری نہیں چھوڑونگا تو جس طرح سے اپنی فوج پیادہ کا سردار بنکر آیا ہے اسی طرح اپنے منصب پر قائم رہ۔ میں جناب امام حسین سے جنگ کرنے کا پورا انتظام کئے لیتا ہوں۔ یہ کہکر عمر سعد نے جناب امام حسین علیہ السلام کے امور میں بہت سختی اور شدت سے کام لینا شروع کیا اور اسی وقت عمرو ابن الحجاج کو چار ہزار فوج کے ہمراہ غاضریہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا کیونکہ یہی ایک گھاٹ اس وقت تک چھوٹا ہوا تھا جس کی طرف سے لشکرگاہ حسینی میں پانی پہنچنے کی امید تھی اور جب حر ابن الحر کی طرف سے کچھ شبہ ہوا تو شبث ابن ربعی کو ہزار سوار دیکر حر کے معاملات کا نگراں بنایا اور اس جماعت کو بھی غاضریہ کی جانب روانہ کیا اور سخت تاکید کردی کہ پانی کی ایک بوند بھی اہلبیت علیہم السلام کے خیال میں نہ جانے پائے۔

جور وستم کے اس مستحکم انتظام کی کیفیت معلوم کرکے جان نثاران حسینی میں جو انتشار لاحق ہوا وہ ہرگز بیان کے قابل نہیں سمجھنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسی وقت سے ہر شخص معاملات کی یکسوئی کی امیدیں تو درکنار اپنی اور بال بچوں کی جانوں کے امان سے بھی قطعی مایوس ہوگیا۔ بعض اصحاب نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن زیاد کی اس تحریر کا خلاصہ بھی عرض کردیا جو شمر کی معرفت ابھی ابھی وصول ہوئی تھی جب آپ نے اس مایہ فساد کا بیعت یزید کے معاملہ میں یہ اصرار دیکھا تو فرمایا واللہ لا وضعت یدی فی ید ابن مرجانۃ ابداً۔ قسم خدا کی میں تو کبھی ابن مرجانہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ یہ فرما کر آپ نے یہ اشعار پڑھے

لا ذعرت السوام فی غسق اللیل	مغیراً ولا دعوت یزیداً
یوم اعطی من المھانۃ ضیماً	والمنایا ترصدنی ان احیدا

اس کے بعد آپ نے اپنے تمام اصحاب کو علیحدہ ہٹ جانے کا حکم دیا اور صرف حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر علیہما السلام کو ہمراہ لیکر ایک طرف آگئے آپ نے وہاں سے عمر سعد کو طلب فرمایا وہ بھی اسی طرح مجبوراً اپنے بیٹے حفص اور اپنے غلام کو لیکر آیا جناب امام حسین علیہ السلام نے اس کو مخاطب کرکے فرمایا۔ فقال لہ الحسینؑ علیہ السلام ویلک یابن سعد اما تتقی اللہ الذی الیہ معادک اتقاتلنی وانا ابن من علمت ذرھذا القوم وکن معی فانہ اقرب لک الی اللہ۔ تجھ پر افسوس ہے اے عمر ابن سعد۔ کیا تو اپنے اس خدا سے نہیں ڈرتا ہے جس کی طرف تیری بازگشت ہونے والی ہے اور تو میرے ساتھ مقابلہ کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کرتا حالانکہ تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں پس تجھ کو لازم ہے کہ تو میری ہمراہی اختیار کر اور میرے فرمان کو قبول کر اور اپنے خدا کو شاد و خوشنود رکھ آپ کا یہ ارشاد سنکر ابن سعد نے جواب دیا کہ یہ کام میں کیسے کرسکتا ہوں ابن زیاد میرا گھر کھدوا ڈالے گا آپ نے فرمایا اسکی کوئی پروا نہیں میں تیرے لئے اس سے بہتر گھر بنوا کر دے سکتا ہوں۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ میرے تمام مال و متاع اور جائداد کو ضبط کرلے گا آپ نے فرمایا اسکی بھی کچھ پرواہ نہیں میں تجھ کو یہ تمام چیزیں فراہم کردونگا ابن سعد نے کہا میں اہل و عیال کیلئے سخت خوفزدہ ہوں جناب امام حسین علیہ السلام اب اسکے ایسے مہمل و ضعیف عذرات سنتے سنتے عاجز آگئے تو آخر آپنے سمجھ لیا کہ یہ شقی ازلی اور بے نصیب ابدی ابن زیاد لعین کی متابعت میں ہمارا خون ناحق ضرور بہائیگا اور جور و ستم کے اظہار سے کبھی باز نہ آئیگا تو آخرکار آپنے یہ فرما کر اسکو رخصت کردیا مالک ذبحک اللہ علیٰ فراشک عاجلاً ولا غفر لک یوم حشرک فواللہ انی لارجو ان لا تاکل من برّ العراق الا یسیرا۔ یہ تجھ کو کیا سوجھی ہے۔ خدائے سبحانہ وتعالےٰ تجھ کو تیرے فرش راحت ہی پر جلد قتل کرائیگا اور تجھ کو روز قیامت وقت پرسش حساب کبھی نہ بخشیگا خدا کی قسم ہے مجھ کو امید ہے کہ تجھکو گندم عراق سے بہت ہی کم کھانا نصیب ہوگا یہ سنکر ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور بطور استہزا کہنے لگا فی الشعیر کفایۃ عن البر۔ یعنی اگر مجھے گیہوں نہ ملینگے تو میں جَو ہی پر قناعت کرونگا اسیوقت سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی اور فارسی میں بھی اسکا ترجمہ کرلیا گیا ہے کہ ع گندم اگر بہم نرسد جَو غنیمت است (طبری ابن اعثم کوفی وغیرہ)

بہرحال ابن سعد تو اپنے لشکر کیطرف واپس ہوا اور جناب امام حسین

علیہ السلام اپنے خیام کی جانب چلے آئے اور دیر تک اپنے آیندہ مصائب پر غور فرماتے رہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اصحاب جان نثار کی خوش عقیدگی اور حسن ولا

جناب امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ نے کسی طرح اس امر کی اجازت نہ دی کہ آپ کے جان نثار اور خالص الاعتقاد اصحاب آپ کی نصرت اور حمایت میں اپنی غریب جانیں قربان کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں کیونکہ کربلا کے معاملات انتہا تک پہنچ چکے تھے اور معاملے کے روبراہ ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی تھیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے عہدہ امامت کی مناسب ہدایات کو پورے طور سے وما علینا الا البلاغ کی انتہائی حد تک پہنچا دیا تھا۔ اور ایک بار نہیں کئی بار ایک موقعہ پر نہیں کئی موقعوں پر صحبت میں، خلوت میں جلوت میں عمر ابن سعد کو سمجھایا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کو فرزند رسول کے خون ناحق میں شریک ہونے سے بچائے مگر ان تمام ہدایات کے خلاف جب آپ نے یقین کر لیا کہ عمر سعد کے حالات لہم قلوب لا یفقہون بہا کی حد تک پہنچ چکے ہیں اور اب یہ سنگدل، خدا ناترس مجھکو ضرور قتل کریگا ایسی حالت میں آپ کے اخلاق اس کے مقتضی ہوئے کہ ایک اپنی جان کے لئے اپنے عزیز و اقارب اور جان نثار اصحاب کو بھی قتل کرا دیا جائے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ اعدائے دین کو صرف میری ذات سے مخالفت و خصومت ہے تو ایسی حالت میں ان قلیل وفاداروں کو اپنے ساتھ معرض ہلاکت میں ڈالنا خلق و مروت سے بعید ہے مناسب ہے کہ ان لوگوں پر صورت معاملہ صاف کھول دی جائے اور انکو اس محاصرہ سے نکل جانے کا پورا اختیار دیدیا جائے جناب امام حسین علیہ السلام دیر تک اس خیال میں مصروف رہے پھر اپنی تمام جمعیت کو جن میں آپ کے عزیز و اقارب بھی تھے جمع فرمایا اور نہایت اطمینان سے انکو یہ خطبہ سنایا۔

اثنی علی اللہ احسن الثناء واحمدہ علی السراء والضراء اللھم انی احمدک علی ان کرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا بالقرآن وفھمتنا فی الدین وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ فاجعلنا من الشاکرین اما بعد فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابر ولا اوصل من اھل بیتی فجزاکم اللہ عنی خیرا الا وانی لاظن یوما لنا من ھؤلاء الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعا فی حل لیس علیکم حرج منی ولا ذمام ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ولیاخذ کل رجل بید رجل من اھل بیتی تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم فان القوم انما یطلبوننی ولو قد اصابونی لھوا عن طلب غیری۔

آپ نے پہلے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد کی اور بعد حمد و ستائش خدا تمام اصحاب و عزیز و اقارب کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار عالم میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھ کو منصب امامت ممتاز فرمایا اور رموز و غوامض کلام ربانی مجھکو عنایت فرمائے اور ارکان دین کی تعلیم فرمائی اور مجھکو گوش حق نیوش، دیدہ بینا اور دل دانا مرحمت کیا۔ پس ہم کو شکر کرنے والوں کی جماعت میں شمار فرما لیں اے لوگو! اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنے اصحاب جیسے وفادار کسی اصحاب اور اپنے عزیز و اقارب سے اچھے کسی کے عزیز و اقارب نہیں دیکھے خدا سبحانہ و تعالیٰ تم کو اس کے بدلے جزائے خیر عطا فرمائے مجھکو اس وقت اس جماعت (اہل کوفہ و شام) کی طرف سے دوسرے خیال تھے یعنی میں اس سے طریق اطاعت اختیار کر لینے کی امید رکھتا تھا لیکن اب مجھکو انداز دگرگوں معلوم ہوتے ہیں اس لئے میں تم سے اپنے تمام عہد و پیمان اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو اپنی اطاعت کے بارے بالکل سبکبار کئے دیتا ہوں اور بکمال رغبت تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ یہ رات ہے چاروں طرف اطراف عالم میں تاریکی چھائی ہے تم لوگ اسے غنیمت جانو اور اپنے ناقے درست کر لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہلبیت سے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے لے اور اس اندھیری میں مختلف شہروں اور قصبوں میں چلا جا کیونکہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں جب مجھے پالیں گے تو پھر دوسروں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سنتے ہی آپ کے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کی رگ رگ میں سچے خلوص اور وفاداری کا جوش پیدا ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عقیدت کی سچی تصویریں ارادت کی اصلی مورتیں ابنائے

پختۂ اعتقاد کے تیار ہیں مگر جن کے چھوٹے بڑے ملا کر بہتر سے زیادہ نہ تھے اپنی جان نثاری اور وفاداری کے حقیقی جوش میں آکر اپنے آپے میں نہ رہے اس قلیل جماعت میں سب سے پہلے آپ کے صاحبزادوں نے اور صاحبزادوں کے بعد بھائیوں نے اور بھائیوں کے بعد بھتیجوں نے اور بھتیجوں کے بعد بھانجوں نے اور بھانجوں کے بعد اور اصحاب نے نہایت خلوص کے لہجوں میں یک زبان ہو کر عرض کیا لا ارانا اللہ ذلک ابدا خدا ہم کو یہ دن کبھی نہ دکھلائے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ہمارے اصحاب جیسے کسی دوسرے کے اصحاب نہیں ہیں اور ہمارے اعزہ جیسے اور کسی کے عزیز نہیں ہیں، حضرت کا یہ مقولہ کہاں تک صحیح ہو؟ یہ تو واقعات کربلا ہی سے ظاہر ہے، باقی رہا امر کہ ان جان نثاروں نے جیسا شفیق اور مہربان سردار اور آقا اپنی خوش قسمتی سے پایا تھا وہ بھی ویسا ہی عدیم المثال تھا، جیسا آج تک کسی جان نثار اور مطیع و فرمانبردار کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ امر آپ کے ان احکام سے خود بخود ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ کو اپنی موت کا ہر صورت سے یقین تھا اور ایسی بیکسی اور بے بسی کا عالم پیش نظر تھا جو کسی کے کبھی دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا تھا مگر تاہم یہ سمجھ کر کہ مخالفوں کو صرف آپ کی ذات سے غرض ہے اس لئے آپ کے اعلےٰ درجہ کے اخلاق جنکی مثال سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں ہرگز اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ آپ کی رفاقت کے جرم میں انکی جانیں تلف ہوں اس لئے آپ انکو اور اپنے تمام اہلبیت کو بکمال رغبت ترک رفاقت کی اجازت فرما رہے تھے اور اپنی تنہا ذات پر بیکسی و تنہائی کے تمام مصائب گوارا فرمانے کے لیے راضی تھے اور دوسروں کے خون ناحق پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ واقعات کربلا کو معمولی فوج کشی تصور کرنیوالے رسم پرست حضرات ذرا آنکھیں کھول کر اس خطبہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو غور سے پڑھیں کہ اس کے مضامین معاملات دنیاوی سے امام عالی مقام کی کیسی بے لوثی اور کتنی بے سروکاری ثابت کرتے ہیں، کیا کوئی عقل کا اندھا بھی خیال کرسکتا ہے کہ ایک ملک گیر جو فوجکشی کے ارادہ سے میدان جنگ تک پہنچ گیا ہو اور اسکو یہ امر بھی متیقن ہو چکا ہو کہ صبح شام میں جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنے اصحاب و انصار کو جنپر اسکی جمعیت کا دارمدار ہو اس طرح ترک رفاقت کی صلاح دیگا اور ایسے نازک وقت میں اُن کو اپنے پاس سے جدا کردیگا، کچھ اسی موقعہ پر منحصر نہیں ہے، شروع سفر سے لیکر اس وقت تک برابر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے مختلف خطبات سے دکھلاتے آئے ہیں کہ آپ ہرگز ہرگز ایسے ارادہ کے ساتھ مدینہ سے کربلا تک نہیں آئے تھے اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام اور اصحاب کرام نے اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں نہایت جوش سے جواب دئے۔ ہم ان میں سے چند کامل الایمان بزرگوں کے جوابات ذیل میں لکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے جو بزرگوار اٹھے مسلم ابن عوسجہ تھے وہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔

انحن نخلی عنک فبما نعتذر الی اللہ فی اداء حقک لا واللہ حتی اطعن فی صدورھم برمحی ھذا واضربھم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیک اما واللہ لو علمت انی اقتل ثم احیی ثم احرق حیا ثم اذری یفعل ذلک بی سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک فکیف لا افعل ذلک وانما ھی قتلۃ واحدۃ ثم ھی الکرامۃ التی لا انقضاء لھا ابدا۔

اے فرزند رسول! کیا میں اپنا ہاتھ آپکی نصرت و رفاقت سے اٹھالوں پس میں خدائے سبحانہ و تعالے کے آگے آپ کے ادائے حقوق کے ثبوت میں کیا حجت پیش کرونگا، خدا کی قسم مجھ سے ایسا نہ ہوگا میں تو آپ کے دشمنوں کے سینوں کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑونگا اور انکے جسم کو اپنی تلوار کا نیام بناؤنگا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہیگا۔ اور اگر میرے پاس جنگ کے لئے ہتیار نہ رہیں گے تو میں ان پر سنگ باران کرونگا۔ مگر بخدا کی قسم ہم آپ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوں گے تاکہ خدائے سبحانہ و تعالے پر یہ ثابت ہو جائے کہ غیبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم ان کے فرزند دلبند کے محافظ رہے اور ہم نے اپنی حفاظت کے فرض کو کماحقہ ادا کردیا۔ قسم خدا کی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں مارا جاؤنگا پھر جلایا جاؤں گا اور پھر زندہ جلایا اور جلا دیا جانے کے بعد میری خاک ہوا میں اڑادی جائے گی اور یہ امر ستر بار کیا جائیگا تو بھی میں آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مارا جاؤں اور یہ تو صرف ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی راحت ہے جو کبھی تمام

ہونے والی نہیں۔

مسلم ابن عوسجہ کی اس پُر جوش تقریر کے ختم ہونے پر زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمانے لگے واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل ھکذا الف مرۃ وان اللہ یدفع بذالک القتل عن نفسک وعن انفس ھؤلاء الفتیان من اھل بیتک قسم خدا کی مجھے یہ پسند ہے کہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تاہم مجھ کو اپنے یہ تمام مصائب قبول ہیں اگر اس کے عوض میں آپ کے اور آپکے اہلبیت علیہم السلام کے سر سے آئی ہوئی یہ بلائیں جائیں۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خالص جان نثاروں کے یہ عقیدے کچھ خالی زبانی ہی نہ تھے۔ ان کامل الایمان بزرگوں نے معرکہ کارزار میں دھوپ پیاس اور اضطراب کی حالت میں حریف سے مقابلہ کرکے ایک ایک نے دس دس بیس کو مار کر ثابت کر دیا کہ ہم ہیں سچے وفادار اور ہم ہیں اصلی بہادر معرکہ کارزار کے گرم ہوتے ہی شوق دغا میں انکی شجاعت بے مثل و بےنظیر ثابت ہوئی، مورخین کا بیان ہے کہ جنگ شروع ہوتے ہی ان میں وہ عجیب جوش پھیل گیا تھا کہ ایک دوسرے پر شہید ہونے کے واسطے گرا پڑتا تھا اور ایک دوسرے کو آگے جاتا ہوا دیکھ کر صف سے نکلا پڑتا یہ اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے کر دیتا تھا اور وہ اس سے آپ آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان سعادت مندوں میں سے **محمد ابن بشر الحضرمی** کا واقعہ ان کے کامل الوفا اور راسخ الاعتقاد ہونے کے سبب آج تک یادگار ہے۔

محمد کو عین اس وقت میں جبکہ جانبین سے صف آرائی ہو کر جنگ آغاز ہوا چاہتی تھی، خبر ملی کہ اس کا بیٹا مملکت رے کی سرحد میں گرفتار ہو گیا ہے اور وہاں کوئی آدمی اس کے قبیلہ کا ایسا نہیں ہے جو اس کی دیت دیکر اسکی مخلصی کی کوئی تدبیر کر سکے۔ اب تاوقتیکہ اسکی دیت ادا نہ کی جائے اسکی رہائی محال ہے۔ ایسی وحشت ناک خبر سنکر کیا کسی کا باپ کا دل اپنے آپے میں رہ سکتا ہے اور کیا وہ اسکو رہائی دلائے بغیر مطمئن ہو سکتا ہے۔ مگر محمدؒ کا تحمل و استقلال حقیقت میں اپنی آپ مثال تھا جس کی نظیر سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں۔ محمد ابن بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے پہنچنے پر کوئی اعتنا نہیں کی اور صاف کہدیا کہ اگر وہ اسیر ہو گیا تو میں بھی اب خود اس کے بعد زندہ نہ رہوں گا جو اسکی ذلت و خواری دیکھوں یا اس کے لئے مطعون کیا جاؤں۔ میں ایسے وقت میں آپکی نصرت کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یہ ہے سچا اعتقاد اور یہ ہے خالص جان نثاری۔ اگر محمد اس وقت چلے بھی جاتے تو دنیا میں کوئی شخص ان پر الزام نہ لگا سکتا اور معترض نہ ہو سکتا مگر ان کے حسن نفس نے خود اپنے بیٹے کی نصرت اور جناب رسول خدا کے بیٹے کی نصرت کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خبر کو اور محمد کے اس جواب کو سنا تو محمد کو پاس بلا کر خود فرمایا رحمک اللہ انت فی حل من بیعتی فاعمل فی فکاک ابنک فقال اکلتنی السباع حیا ان فارقتک قال فاعط ابنک ھذہ الاثواب البرود یستعین بھا فی فداء اخیہ فاعطاہ خمسۃ اثواب قیمتھا الف دینار۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ میں نے اپنی اطاعت کا بار تم سے اٹھا لیا اور تم کو اختیار دیا کہ تم جا کر اپنے بیٹے کو قید سے رہائی دلواؤ۔ محمدؒ نے عرض کی یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں آپ کو چھوڑ دوں تو جانوران درندہ مجھے پھاڑ ڈالیں، تب جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ برد اپنے دوسرے بیٹے کو دو اور اس سے کہدو کہ وہ اپنے بھائی کا فدیہ دیکر اسکو چھڑا لائے، غرض پانچ عدد برد اس کے بھائی کو دلوا دیں جنکی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔

ان جان نثاروں کے حالات میں سے ہم نے صرف انہی دو بزرگوار کے خلوص و عقیدت کا ذکر لکھا ہے جس سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ انکی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ کلام جو ابھی ابھی آپ کے خط میں لکھا جا چکا ہے کیسا صحیح اور واقعی ہے۔ اگر انکے حالات پر تحقیق کی نظر اور وسیع کی جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں کسی نبی کے اصحاب ایسے صادق الاقرار اور کامل الاعتقاد و ثابت نہیں ہوتے دور کیوں جاؤ۔ حضرت عیسے ابن مریم علی نبینا وعلیہما السلام اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہی کے حالات معتبر کتب میں پڑھ لو، حضرت عیسےٰ ابن مریم کو تو اپنے زمانہ نبوت میں کسی معرکہ جنگ کا سامنا ہوا نہیں مگر ہاں آپ کی گرفتاری کی رات البتہ بہت بڑے امتحان کا وقت تھی۔ اس رات کو آپ کے حواری (اصحاب بھی) آپ کے ساتھ پوشیدہ تھے اور حضرت نے انکے نفوس مختلفہ کو موازنہ کرکے بتلا دیا تھا کہ خدا سے دعا مانگو کہ امتحان میں نہ پڑو بلکہ اس وقت آپ نے اپنی اطاعت بھی (مثل جناب امام حسین کے)

اپنے حواریوں کے ذمہ سے اٹھالی تھی، لیکن آپ کے ان ظاہری جان نثاروں نے اپنے خلوص کو بہت بڑے جوش کے ساتھ ظاہر کیا تھا۔ از انجملہ **شمعون** نے تو بیان تک دعوی کیا تھا کہ میں آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرا دونگا۔ مگر جب **ہیرودس** کے ملازم اس مظلوم رسول کا سراغ لگا کر انکے چھپنے کی جگہ تک پہنچ گئے تو ان میں سے ہر ایک مست خواب کو اس پیغمبر شب زندہ دار نے جو شام ہی سے ان خونخواروں کا انتظار کر رہا تھا۔ جگایا اور ان کو ان کے بستر استراحت سے اٹھایا آنکھیں ملتے بستروں سے اٹھے اور سیدھے چلتے بنے **فطرس** مقدس تو کرے میں جھک کر فصیل قلعہ سے نیچے کود پڑے۔ شمعون نے باوجود اتنی دلیری اور شجاعت کے صرف اپنے ایک مخالف کا کان کاٹ لیا اور چلتے ہوئے **یہودا** نے تو وہ ایمان فروشی اختیار کی کہ العیاذ باللہ تیس روپیے کر **ہیرودس** کے سپاہیوں کو وہ جگہ بتلادی جہاں حضرت عیسی ابن مریم خود معہ اپنے اصحاب کے پوشیدہ تھے، پھر جائزہ سلطانی کے وقت جب یہ لوگ دربار عام میں اس امر کی تحقیق کے لئے کہ یہ لوگ شریعت عیسے کے حامی اور پیرو ہیں بلائے گئے تو انہی لوگوں نے صاف طور سے شریعت عیسے کی پیروی سے قطعی انکار کیا اور جناب عیسے ابن مریم کو معاذ اللہ گالیاں تک دے کر کہا کہ ہم تو انکو پہچانتے بھی نہیں۔ (دیکھو انجیل متی و کار ینتھینز باب المراسلات)

یہ تھے ایک پیغمبر اولی العزم و صاحب شریعت کے اصحاب وفادار اور یہ تھے جناب امام حسین علیہ السلام کے خالص جان نثار حضرت عیسے ابن مریم کے حواریوں کے احوال سے قطع نظر کرکے اب ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ ان حضرات میں بھی کثرت سے ایسے بزرگوار تھے جو مختلف غزوات میں اور ایسے خاص موقعوں میں بھی جن میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ آنحضرت کو معاندین اور دشمنان دین کے زغہ میں یکہ و تنہا چھوڑ کر بھاگ بھاگ گئے اور ایسا منہ پھیرا کہ پھر کر بھی نہ دیکھا کہ پیغمبر خدا کس حالت میں ہیں اور لشکر اسلام پر کیا گزری۔ دو دو تین تین روز تک روپوش رہے **جنگ احد** **جنگ حنین** کے واقعات عموماً تمام مسلمانوں کے پیش نظر ہیں۔ ان واقعات کو اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام کی وفاداری اور جان نثاری سے ملایا جائے تو ضرور ہے کہ انہی مظلوموں کی وفاداری کا پلہ بھاری

رہیگا۔ **شب نہم محرم** - آٹھویں کا دن بھی جوں توں کرکے تمام ہوگیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو معاملات کے طے ہونے کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی۔ اپنی اور اپنے تمام اعوان و انصار کی موت آپکی آنکھوں کے سامنے تھی اور ہر شخص انتشار و اضطرار کی حالت میں گرفتار نظر آتا تھا ہم نے ان حضرات کے انتشار و اضطرار کی خاص حالت کی نسبت تحقیق کیا ہے تو ہم کو یہی ثابت ہوا کہ ان خالص الایمان بزرگوں کو اپنی اپنی جان کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہ تھا اور نہ اپنے اہل وعیال کی بربادی و تباہی کا کوئی اندیشہ تھا وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے نتیجوں کی نسبت پہلے ہی سے فیصلہ کر چکے تھے کہ جو ہماری جانوں کا نتیجہ ہوگا وہی فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس جان کا جو انکے اہلبیت کی حالت ہوگی وہی ہمارے اہل وعیال کی۔ اب اگر وہ اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جناب امام حسین علیہ السلام کی جان اور انکے اہلبیت کی جان سے افضل و بہتر سمجھتے تو البتہ ان کو غم بھی ہوتا اور افسوس بھی، بخلاف اس کے وہ تو آیہ وافی ہدایہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم (نبی مومنین کے نزدیک انکی جانوں سے زیادہ عزیز ہے) کے مفہوم کو خوب سمجھے ہوئے تھے تو اب ان کو اپنے سید و آقا کی رکاب میں سوائے جان دیکر شرف سعادت اور درجہ شہادت حاصل کرنے کے اور کچھ اچھا ہی نہ معلوم ہوتا تھا اور وہ تمام بزرگوار اول سے لیکر آخر تک اسی مسلک پر قائم تھے ؎

من واقفم اتو در ہر نمازے | ہمیں است تا زندہ ام نیت من

یہ تو اصحاب جان نثار کے حالات تھے۔ اب اعزہ و اقارب کے خلوص کا نمونہ دیکھیے۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ حضرت عباس علیہ السلام کے ماموں نے اپنے غلام عرفان کو بھیجا تھا اس غرض سے کہ وہ ابن زیاد کا خط امان دکھلا کر حضرت ام البنین کے چاروں صاحبزادوں کو میدان جنگ سے واپس بلالے اور حضرت عباس کو اپنے خاص خط میں لکھ بھیجا تھا کہ زمانہ پُر آشوب ہو رہا ہے۔ حفاظت جان و اہل وعیال ضرور ہے، مناسب ہے کہ تم اس وقت اپنے بھائی کی نصرت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور پھر کسی وقت آگے چلکر اسکی تلافی کرلینا، تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے خط امان بھیجا جاتا ہے جو ایسے نازک وقت میں تمہارے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے

پس تم ابن زیاد کے فرمان اور میرے خط کی تعمیل میں تعجیل کرو۔ آٹھویں کا دن تمام ہو کر نویں تاریخ کی شب کو عرفان نے وہ خط بجنسہ حضرت عباس علیہ السلام کو دیا اور آپ نے پڑھکر فوراً وہ خط زمین پر پھینکدیا اور عرفان سے کہدیا کہ تو جاکے ہمارے ماموں سے کہدے کہ تمہارے بھانجے لیے تہیں ہیں جو فرزند رسول کو چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کریں ہم کو اس کی امان کی کوئی قدر نہیں ہے ہمارے لئے خدا قادر و توانا کی امان کافی ہے جو کچھ ہمارے لئے اس کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے وہی ہر حال میں بہتر اور مناسب ہے۔

عرفان تو یہ جواب سنکر شمر سے سارا ماجرا دہراتا ہوا اسیوقت کربلا سے کوفہ کو واپس ہوا شمر ذی الجوشن بھی قبیلۂ کلب تھا۔ اور بنی کلب قبیلۂ خضرمیہ کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا اس لئے شمر بن ذی الجوشن کو بھی حضرت عباس علیہ السلام کی تقریب سے ایک گونہ قرابت کا دعویٰ ضرور تھا۔ عرفان سے حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سنکر اس نے ظاہری طور پر تو اپنی قرابت کے حقوق کا اظہار کرنا چاہا مگر باطن میں اس کی ان کوششوں سے صرف حضرت عباس علیہ السلام کا جدا کر لینا منظور تھا اس لئے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت کا دلیری اس وقت زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی۔ جناب امام حسین علیہما السلام کی قوت توڑنے کے لئے اس نے اس امر میں پہلے ہی کوشش کی۔ وہ کچھ رات گئے اپنے لشکر سے خیام امام علیہ السلام کی طرف آیا اور قریب پہنچکر با آواز بلند پکارنے لگا۔ این بنو اختی عبداللہ و جعفر و عباس و عثمان کہاں ہیں میری بہن کے لڑکے عبداللہ۔ جعفر۔ عباسؑ اور عثمان۔ مجھ کو ان سے کچھ کہنا ہے اتفاق سے جناب امام حسین علیہ السلام نے خود اس کی آواز کو سنا اور فوراً حضرت عباس علیہ السلام کو بلا کر ارشاد کیا کہ اگرچہ شمر فاسق ترین مردم ہے مگر چونکہ قرابت میں وہ تمہارا ماموں ہے تو مناسب ہے کہ تم اس سوال کا جواب دو۔ امام عالی مقام کا حکم پاکر وہ چاروں بھائی خیمہ سے نکل کر وہاں پہنچے جہاں شمر علیہ اللعنۃ والعذاب ان کے انتظار میں کھڑا تھا حضرت عباس نے پوچھا تو نے ہم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ سنو! تم سب میری بہن کے لڑکے ہو تمہارے لئے پورے طور سے حکم امان ہے پس تم علیحدہ ہو جاؤ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شریک جنگ نہ ہو اور بیکار اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور یزید کی بیعت و اطاعت اختیار نہ کرو۔

اتنا سننا تھا کہ وہ چاروں وفادار اپنے آپے میں نہ رہے حضرت عباس علیہ السلام نے خشم آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھکر کہا تبت یداک و لعن ما جئت بہ من امانک یا عدو اللہ اتامرنا ان نترک اخانا و سیدنا الحسین ابن فاطمۃ علیہما السلام و ندخل فی طاعۃ اللعناء و اولاد اللعناء اتؤمننا و ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا امان لہ تیرے ہاتھ کاٹے جائیں تجھ پر اور تیری اس امان پر جو اپنے ہمراہ لایا ہے دونوں پر لعنت ہو۔ اے دشمن خدا تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ علیہما السلام کی رفاقت سے ہاتھ اٹھائیں اور اپنا سر ایک فاسق اور فاجر کی اطاعت میں جھکائیں تو ہم لوگوں کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول علیہما السلام کیلئے امان نہیں ہے۔ اتنا سننا تھا کہ شمر کے حواس باختہ ہو گئے اور وہاں سے وہ چلتا ہوا اور اپنے لشکر میں پہنچ گیا

(اعثم کوفی صفحہ ۳۴۸ و ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ارشاد کو کلمہ تبت یداک سے آغاز کیا ہے اس کو ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ شمر کی قرابت کو اس وقت ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابولہب کی قرابت تھی اسی بنا پر آپنے شمر کو انہی الفاظ سے خطاب فرمایا جن الفاظ سے ابولہب کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے مظالم اور گمراہی کی پاداش میں متنبہ فرمایا ہے۔ طبری۔ روضۃ الصفا اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ قصہ بتفصیل درج ہے امام طبری اور امام اسفرائنی وغیرہ نے عرفان کے واقعہ کو نہیں لکھا ہے صرف شمر کی گفتگو لکھی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کربلا جس طرح سے جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر۔ رضا تسلیم اور کمالات نفسانی کے لئے بے نظیر اور عدیم المثال تفصیلی دفاتر ہیں اسی طرح یہ واقعات آپ کے اعوان و انصار کی جانثاری وفاداری۔ خلوص و عقیدت کے خوشنما آئینے ہیں جن میں ان کے اخلاقی کمالات کے بیش بہا جواہر آفتاب عالمتاب کی طرح دکھائی دیتے ہیں ہمارے موجودہ سلسلہ بیان میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جس سے

امام عالی مقام کے صبر و رضا اور ان بزرگواروں کے صدق و صفا کے پورے ثبوت ملتے ہوں اب ہم آیندہ واقعات میں ان کے استقلال اور اطمینان کے پتے دیتے ہیں جو واقعات قلمبند کرتے ہیں جو ایسے انتشار و اضطرار کی حالت میں انسانی طبیعتوں کو قطعی دشوار اور محال ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ بزرگوار بجائے اس کے کہ شدید ترین مصیبتوں میں منتشر مضطرب غمگین اور محزون ہوں وہ اپنی مستقل مزاجی اور اطمینان قلبی کی وجہ سے نہایت خوش تھے اور بجد مسرور۔ چنانچہ محمد ابن ابیطالب اپنی تاریخ میں اور ملا مجلسی علیہ الرحمۃ بحار الانوار جلد عاشر اور جلاء العیون میں اور صاحب ناسخ التواریخ اپنی جلد ششم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی رات یعنی شب نہم محرم کو جب شمر حضرت عباس علیہ السلام کے دندان شکن جواب سنکر اپنی لشکر گاہ کو واپس گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خیمہ علیحدہ نصب کرا کے اپنے تمام اعوان و انصار کو حکم فرمایا کہ وہ خلوت میں جا کر آداب طہارت بجالائیں۔ پانی تو کہاں میسر تھا جو غسل کے لئے مہیا کیا جاتا مگر ہاں جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک پیالہ میں مشک۔ نورہ اور خوشبو کے تمام مصالحے رکھوا دیئے تھے حکم امام پا کر آپکے اعوان و انصار باری باری سے اس خیمہ میں گئے اور آداب طہارت بجالائے چنانچہ بریر ابن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمن ابن ربہ الانصاری بھی پہنچے جب اس خیمہ کے دروازے پر پہنچے تو بریر نے عبدالرحمن سے مزاح کی عبدالرحمن نے ان سے فرمایا کہ ایسے مصیبت خیز اور قیامت انگیز وقت باہم مزاح اور مطائبہ کا کون موقعہ ہے۔ ان کا کلام سنکر بریر نے نہایت اطمینان سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔

فقال بریر لقد علم قومی انّنی ما احببت الباطل کھلا وّلا شبابا ولٰکن انّما فعل ذلک استبشارا بما نصیر الیہ فواللہ ما ھو الّا ان نلقٰی ھٰؤلاء القوم باسیافنا نعالجہم ساعۃ ثمّ نعانق الحور العین۔

ہمارا تمام قبیلہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی نہ اپنی جوانی میں اور نہ پیری میں کسی امر باطل کو دوست نہیں رکھا اور نہ کبھی دنیا کے لہو ولعب میں مصروف ہوا۔ اور اس وقت جو مزاح تم مجھ سے معرض ظہور میں آتا ہوا دیکھتے ہو تو اس جاودانی بشارت کا تقاضا ہے جس کی طرف ہم لوگ بہت جلد پہنچنے والے ہیں۔ خدا کی قسم تھوڑی دیر میں ہم لوگ اس فرقہ مخالفت کے ساتھ لڑینگے اور ہم تیغ و سنان سے کام لینے کی نوبت پہنچیگی اور اس کے بعد ہمارے ہاتھ حوروں کی گردنوں میں حائل ہونگے۔ یہ تھے اپنے محاسن خدمات پر کامل اطمینان اور یہ تھے اپنے اعتقادات پر مستحکم استقلال۔ بہر حال جب شب نہم نصف سے زیادہ کٹ گئی اور آپکے اعوان و انصار اپنے خیموں میں بکمال خضوع وخشوع عبادت گزاری اور تحمید جناب باری عز اسمہ میں مصروف ہوئے اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام اپنے سرا پردۂ مطہر کے دروازے پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے کہ اتنے میں لشکر مخالفین سے چند بے دین خیام مقدس کی طرف آتے دکھائی دیے جب وہ اشقیا اصحاب باوفا کے خیموں کے قریب پہنچے تو ان میں سے عبداللہ ابن سخیر جو بہت بڑا دلیر اور دریدہ دہن مشہور تھا آگے بڑھا تو اس نے امام عالی مقام کو یہ آیہ تلاوت فرماتے ہوئے سنا ولا یحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لّانفسہم انّما نملی لھم لیزدادوا اثما وّلھم عذاب مّھین ما کان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطّیّب۔ جو لوگ کافر ہوگئے ہیں یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو انکو مہلت دیتے ہیں تو یہ کچھ ان کی ذات کی بہتری کے لئے ہے بلکہ اسلئے ان کو فرصت دیتے ہیں کہ وہ اور گنہگار ہوں اور ان کے لئے ذلت دینے والا عذاب مقرر ہے اور خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا کام یہ نہیں کہ مومنین کو جس حال میں کہ تم ہو اسی پر رہتے ہوئے اس کی مرضی ہے کہ وہ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے اس نے یہ آیہ مبارکہ سنی اور اس کے مفہوم کو سمجھا تو مصداق الحق مُرٌّ باواز بلند کہنے لگا قسم برب کعبہ کہ پاک لوگ ہم ہیں جو تم لوگوں سے علیحدہ نکالے گئے ہیں۔ امام عالی مقام نے تو اس کی مہمل تقریر کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی دریدہ دہنی پر صبر خاموشی سے کام لیا مگر بریر ابن خضیر ہمدانی جو ابھی خدمت مبارک سے رخصت ہو کر اپنے خیمہ میں گئے تھے عبداللہ ابن سخیر کے بیہودہ کلمات سنکر آپے میں نہ رہے اور اس کو اپنی بلند آواز سے مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تیرے ایسے فاسق کا یہ منہہ ہے کہ خدا تجھے گروہ طیبین میں شمار کریگا۔ ایسا کبھی نہیں

ہو سکتا یہ آواز سن کر اب تو عبد اللہ کے کان کھڑے ہو گئے کہنے لگا
کہ اے آواز دینے والے شخص بتلا تو کون ہے؟ بریر نے جواب دیا کہ
میں ہوں بریر ابن حضیر۔ عبد اللہ ابن عمیر اور بریر میں ابھی گفتگو
ہو ہی رہی تھی کہ شمر ذی الجوشن جو اس جماعت میں موجود تھا کہنے
لگا اے بریر! مجھکو تو پورا یقین ہے کہ ہم گروہ طیبین میں داخل ہیں
اور تم (معاذ اللہ) طائفہ خبیثین میں شامل ہو اس کی دریدہ دہنی
کے جواب میں بریر نے کہا کہ اے کافر تو اپنے آپکو طیبین میں فرزند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہیوں کو (معاذ اللہ)
خبیثین میں شامل بتلاتا ہے قریب ہے کہ تو اپنے کفر والحاد کی پاداش
کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے عقوبت دوزخ میں گرفتار رہیگا
جس سے تجھ کو پھر کبھی مخلصی نہ ہوگی۔ یہ سنکر شمر نے جواب دیا کہ
آج آج جو کچھ تمہارے دل میں آئے کہہ لو کل تو تمہاری گردنیں ہیں
اور ہماری تلواریں۔ بریر نے کہا اے دشمن خدا! تو ہمکو ہماری موت سے ڈراتا
ہے خدائے غالب اور قادر پر خوب روشن ہے کہ ہم امام عالیمقام
علیہ السلام کی رفاقت میں مر ینگے اور اگر اپنی موت سے نہ مرینگے تو مارے
جائینگے اور ہمارے لیے یہ اس بدرجہا بہتر ہوگا کہ ہم تم لوگوں کی نعمت دولت
وراحت سے بہرہ یاب ہوں اور زندہ رہیں۔ ہمارے بخلاف تمہاری قسم
خدا کی تم کو جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبھی نصیب
نہ ہوگی اور سوائے جہنم کے تم کو کہیں اور پناہ نہیں ملیگی۔

اپنے وفادار جان نثار کی پوری تقریر سنکر جناب امام حسین علیہ السلام
نے اس کو آئندہ زبانی مشاجرت سے روک دیا اور فرمایا کہ تمہاری
مثال ان لوگوں کیساتھ ان دونوں مومنوں کی سی ہے جو آل فرعون
کو موسی علی نبینا وعلیہ السلام کی تصدیق کے لیے بارہا ہدایت کرتے
تھے مگر ان کو مفید اور کارگر نہ ہوتی تھی اور وہ ان کی ہدایتوں کی
طرف مطلق متوجہ نہ ہوتے تھے۔ تم نے بھی اس وقت انہی دونوں بزرگواروں
کے طریقے پر اپنی طرف سے حق موعظت ادا کر دیا لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا
اب ہمکو اور تمکو خدا پیش آ کر رہنا چاہیئے رضینا بقضاء اللہ۔ جناب
امام حسین علیہ السلام کے سپرد رہنا اور آپ کے اعوان وانصار کی
صدق وصفا کے چند واقعات لکھ کر اب ہم ابن سعد کی شقاوت قلبی
کی ایک نقل ذیل میں درج کرتے ہیں
شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیر خدا کی ایک بیت سے عمر ابن سعد

سے پوچھا کہ تو نے باوجود دعوی اسلام فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے قتل کو کیسے گوارا کر لیا؟ اس نے جواب دیا۔ عضضت
بالجندل انك لو شهدت ما شهدنا لفعلت ما فعلنا ثارت
علينا عصابة ايديها في مقابض سيوفها كالاسود الضارية
تحطم الفرسان يمينا وشمالا وتلقي انفسها على الموت لا تقبل
الامان ولا ترغب في المال ولا يحول حائل بينها وبين الورود
على حياض المنية او الاستيلاء على الملك فلو كففنا عنهم
رويدا لاتت على نفوس العسكر بحذافيرها فما كنا فاعلين
لا ام لك۔ اگر تجھے ان باتوں کے کہنے کے بجائے پتھر چبایا ہوتا تو
بہتر تھا (اہل عرب کا خاص محاورہ ہے) اگر تو ان معاملات کو ایسا
ہی سمجھتا ہوتا جس طرح ہم نے سمجھا ہے تو یقین ہے کہ تو بھی وہی کرتا جو ہم
لوگ کر چکے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جماعت (جماعت امام)
ہم پر چڑھ آئی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے قبضے ہیں اور
وہ مانند شیران درندہ کے صفوف کو یمین وشمال سے توڑتے ہوئے ہیں
اور ملک ودولت کی طلبگاری میں اپنی جانوں کو موت کے منہ میں
ڈالے دیتے ہیں وہ ہرگز امان قبول نہیں کرتے نہ وہ مال پر
راغب ہیں ان کے اور ان کی موت کے درمیان کوئی شے مانع
نہیں ہے یا تو عروس فنا سے ہمکنار ہوں گے یا اپنی موت سے دوچار۔
اگر میں ان لوگوں سے نہ لڑوں یا انکے ساتھ رفق ومدارا کے سلوک
کروں تو یہ تمام لشکر کو اپنی تلوار سے قتل کر ڈالیں تیری ماں مر جائے
اب تو ہی انصاف کر کہ ہم کریں تو کیا کریں؟

بہرحال۔ اب تو عمر ابن سعد کی زبانی جو کہ اسکو جناب امام حسین
علیہ السلام سے خلوص تھا معلوم ہو گیا اس کی اس تقریر کو سنکر اور
پڑھکر کون خیال کر سکتا ہے کہ امام عالی مقام کے ہمراہیوں کے
کے خیالات تھے یا شروع سے لیکر آخر تک ان واقعات [illegible]
ہونے سے کراہت یا احتیاط کرتا تھا۔ [illegible]
یہ حاشیے ہیں جو کتابوں میں اصلی واقعات پر بڑھا دیئے گئے ہیں
اس زمانہ کے اکثر وہم پرست حضرات [illegible] واقعہ کربلا کو ملک گیری
امام فوج کشی میں شمار کرتے ہیں [illegible] ابن سعد کی اسی
بیان ہوئے اصول پر مبنی ہیں اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ خیال عمر
ابن سعد کا اصلی [illegible] بلکہ [illegible] ابن عمر سے

سر باندھا گیا ہے اور سب سے پہلے انہوں نے ہی بیعت یزید کی ہو جناب امام
حسین علیہ السلام کی انکار کو بغاوت ٹھیرا لیا ہے اور بخلاف امام علیہ السلام
کے خود اس کی بیعت کر لی اور دوسروں کو جو اس کی بیعت سے احتیاط کرتے تھے
انپر بھی بغاوت کا حکم لگایا المختصر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ پر آجاتے
ہیں اور اسی رات کے واقعات میں بعض مورخین نے حضرت
عباس علیہ السلام کے چھ کنوئیں کھودنے کا حال لکھا ہے جیسا کہ شب
ہشتم کے واقعات میں اوپر بیان کیا گیا غرضکہ ایسے ہی انتشار
و انتظار میں وہ رات بھی تمام ہوئی اور نویں شروع ہو گئی۔

روز نہم محرم کے واقعات

جناب امام حسین علیہ السلام نے بتجدید تیمم اپنے اصحاب انصار کیساتھ
نماز صبح ادا فرمائی۔ ذکر و اذکار معمولی سے ابھی فرصت نہ ہوئی تھی
اور زوال کا وقت بھی داخل نہیں ہوا تھا کہ شمر ذی الجوشن کی ہدایت کے
بموجب عمر ابن سعد نے تمام سپاہ شام کو کمربندی کا حکم دیدیا اور
لشکر میں چاروں طرف یا خیل اللہ ارکبی و ابشری بالجنۃ
کا غل مچ گیا۔ سواروں نے جلد جلد وردیاں پہنکے ہتھیار تھام لی
اور اسی طرح پیادوں نے بھی سلاح حربی سے آراستہ ہو کر جنگ
کی پوری تیاری کر لی۔ عمر ابن سعد شمر ذی الجوشن کو ساتھ لیکر مع
اپنی فوج کے خیام امام علیہ السلام کی طرف بڑھا یہاں تو یہ سامان
تھے وہاں جناب امام حسین علیہ السلام اپنی سوگوار بہن حضرت زینب
سلام اللہ علیہا سے اپنا ایک خواب جو ابھی ابھی آپ نے دیکھا تھا بیان
فرما رہے تھے اور وہ مصیبت زدہ بہن اپنے مظلوم بھائی کا خواب سنکر
مثل ابر نوبہار اشکبار ہو رہی تھیں بیقرار بہن کو امام عالی مقام
خاموش کر رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے لیس لک الویل
یا اختاہ اسکتی رحمک اللہ مہلاً لا تشمتی بنا القوم یعنی
اے بہن! تم کو مناسب نہیں ہے کہ اس طرح ہاے وائے مچاؤ۔ خدائے
سبحانہ و تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے نالہ و فریاد کی آوازیں
بلند نہ کرو اور مجھ پر دشمنوں کو شماتت کا موقعہ نہ دو کہ اس
اثنا میں گھوڑوں کی آوازیں سنتے یاروں کی صدائیں سنکر جناب امام حسین
علیہ السلام فوراً باہر تشریف لائے اور اپنے وفادار اور جانثار بھائی
حضرت عباس علیہ السلام کو فرمایا کہ سوار ہو اور انکے پاس جا کر دریافت کرو کہ تمکو

اتنی عجلت کرنے کی کیا ضرورت ہے حضرت عباس سمعاً و طاعۃً کہکر
حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن القین اور دو دیگر انصار مخصوصین
کی ہمراہی میں ان کی طرف بڑھے اور انکے قریب پہنچکر آواز بلند سے انکو
ٹھیرایا اور پوچھا کہ تم دفعتہً کیوں بڑھتے چلے آرہے ہو جواب ملا کہ عبید اللہ ابن
زیاد کا ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ
یزید کی بیعت اختیار کریں تو خیر ورنہ فوراً جنگ آغاز کر دی جائے حضرت
عباس نے جواب دیا کہ تم یہیں ٹھیرے رہو ہم تمہارا پیام کو امام علیہ السلام کی خدمت
میں عرض کر دیں۔ جو جواب ملیگا وہ واپس آکر ہم تمسے فوراً آکہدیں گے چنانچہ
وہ لوگ وہیں ٹھیر گئے اور حضرت عباس علیہ السلام بسرعت تمام امام عالیمقام
علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور صورت واقعہ بیان فرما دی جناب امام
حسین علیہ السلام نے تھوڑی دیر تامل فرمایا پھر حضرت عباس علیہ
السلام سے مخاطب ہو کر ذیل کے کلمات ارشاد فرمائے
ارجع الیہم فان استطعت ان تؤخرہم و تدفعہم عنا العشیۃ
لعلنا نصلی لربنا اللیلۃ وندعوہ و نستغفرہ فہو یعلم انی قد
احب الصلوۃ لہ و تلاوۃ کتابہ و کثرۃ الدعاء والاستغفار
اس جماعت سے پھر ملاقات کرو اور ایسی کوشش کرو کہ آج کا مقابلہ
کل تک موقوف ہو جائے اور آج کی رات پھر ہم عبادت و استغفار میں صرف
کر لیں کیونکہ ان لوگوں کو معلوم ہو کہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور دعاؤں کثرت
اور طلب استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ پس حضرت عباس علیہ السلام
نے جناب امام حسین علیہ السلام کا پیغام اہل شام کو پہنچایا۔ عمر ابن سعد شمر
ذی الجوشن سے پوچھنے لگا تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ سردار فوج
ہیں جو مصلحت وقت سمجھیں کریں اگر میں امیر لشکر ہوتا تو میں ذرا بھی ان
لوگوں کو مہلت نہ دیتا عمر نے کہا بہتر ہوتا کہ اس فوج کی سرداری تیرے سپرد نہ
کیجاتی اور میں اس مہلکۂ عظیم میں نہ پڑتا عمرو ابن الحجاج نے کہا اگر ترک و
دیلم کی قومیں بھی ایسے وقت میں ہم سے مہلت کی خواستگار ہوتیں تو قسم خدا کی
ان کی درخواست کو بھی ہم قبول کرتے یہ تو آخر آل محمد ہیں انکو
مہلت دینے میں پس و پیش اور تردد کیا ہے۔ یہ سنکر ابن سعد نے
حضرت عباس علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا انا قد اجلنا کم
الی غد فان استسلمتم سرحنا بکم الی عبید اللہ ابن زیاد
فان ابیتم فلسنا بتارکیکم یعنی آج شب بھر کی ہم نے تم لوگوں کو
مہلت دی صبح کو اگر تم لوگوں نے ابن زیاد کی اطاعت قبول کی تو ہم

تم لوگوں کو ابنِ زیاد کے پاس لے چلیں گے اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم تم سے دست بردار ہونے والے نہیں ہیں۔

یہ کلام سنکر فریقین کے لوگ اپنی اپنی خیمہ گاہ کو واپس گئے۔ یہ معاملہ نویں محرم کو بعد زوال تصفیہ پا گیا۔ پھر زوال کے بعد سے شام تک کا وقت اسی انتشار و اضطراب میں تمام ہو گیا۔ جوں جوں وقت گھٹتا جاتا تھا ان کی مصیبت کا انتشار و اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ اس انتشار و تردد کے علاوہ پانی کی قلت اور پیاس کی شدت نے ان تمام مصیبت زدوں میں ایسی قیامت مچا رکھی ہے جس کا بیان کیا اندازہ بھی اس وقت قطعی محال ہے۔ پیاس کی شدت سے بوڑھے جوان اور بچوں کی وہ حالتیں ہو رہی تھیں کہ دشمن سے بھی نہیں دیکھی جا سکتی تھیں گرمی کے دن دھوپ کی حدت۔ آفتاب کی تمازت۔ جلتا ہوا ریگستان۔ کوسوں کا میدان۔ جس کا ذرہ ذرہ تمازت میں آفتاب کا جواب ہو رہا تھا اُس میں اس آفت رسیدہ اور غم دیدہ قافلہ کو ساتویں سے پانی نہیں ملا تھا اور آئندہ ملنے کی کوئی اُمید تھی۔ اِن غریبوں کے قلبی اضطراب و انتشار کی حالت کو کس کی طاقت ہے جو بیان کر سکے۔ اگر ہم ان کی حالت کو کسی تفصیل سے بیان کریں تو ہمیں مصائب کی ایک جداگانہ کتاب تیار کرنی پڑیگی اس لئے ہم ان واقعات کی تفصیل سے چشم پوشی کر کے صرف اہلبیت علیہم السلام کی تشنگی کی بیقراری حضرت سکینہ علیہا السلام کی زبانی کتاب مثیر الاحزان کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

قالت سكينة عليها السّلام عزّ ماءنا في التّاسع من المحرّم حتّى كظّنا العطش حتّى نفد الماء كلّه وخلت الاواني وجفّت القرب الّتي فيها حتّى يبست من شدّة الحرّ فلمّا امسى المساء عطشت انا وبعض فتياتنا وقمت الى عمّتي زينب عليها السّلام واخبرتها بعطشنا لعلّها ادّخرت لنا ماء فوجدتها في خيمتها وفي حجرها اخي الرّضيع وهي تارة تقعد وهي تضطرب اضطراب السّمكة في الماء وتصرخ وهي تقول صبرا صبرا يابن اخي واني لك الصّبر وانت على هذه الحالة المشرفة يعزّ على عمّتك ان تسمع لك ولا تنفعك فلمّا سمعت انتحبت باكية فقالت سكينة قلت نعم قالت ما يبكيك فقال لها ما لاخي الرّضيع ولعلّها بعطشي خشية ان تزيد همّها ووجدها

ثمّ قلت لها يا عمّتاه لو ارسلت الى بعض عيالات الانصار فلربّما ان يكون عندهم ماء فقامت واخذت الطّفل بيدها ومرّت بخيم عمومتي فلم تجد عندهنّ ماء فرجعت ومعها بعض اطفالهم رجاء ان تسقيهم ثمّ جلست في خيم اولاد عمّي الحسن عليه السلام وارسلت الى خيام الاصحاب لعلّ عندهم ماء فلم تجد فلمّا أيست رجعت الى خيمتها وانا معها فاقترب من عشرين صبيّا وصبية فمرّ علينا رجل من اصحاب ابي وهو برير الهمداني وكان يقال له سيّد القرّاء فلمّا سمع بكاءنا وهى نفسه على الارض وحثّى التّراب ونادى باصحابه ما عندكم من الرّاي أيسرّكم ان تموت بنات فاطمة عليها السلام عطشا وفي ايدينا قوائم سيوفنا والله لا خير في الحيوة بعدهم بل نرد قبلهم حياض الموت اصحابي فليأخذ كلّ واحد منّا بيد فتاة من هذه الفتيات ونهجم بهم على مشرعة الغاضريّة قبل ان تهلكن من الظّماء فان قاتلنا القوم قاتلناهم فقال لهم يحيى المازني ان الحرسة يصطرون لامحالة على قتالنا فاذا اخذنا بايدي الفتيات ربّما ينال احدهنّ سهم او رمح فنكون السّبب لذلك ولكن الرّاي ان نحمل معنا قربة ونملاها لهم فان قاتلنا احد قاتلناه وان قتل منّا احد يكون فداء على بنات رسول الله صلّى الله عليه واله وسلّم فقال البرير شانك ثمّ اخذوا قربة وساروا قاصدين الى الفرات وكانوا اربعة نفر اقبلوا نحو المشرعة فحسّ بهم الحرّاس وقالوا من هؤلاء القوم فقال لهم انا برير ونفر من اصحابي وقد كظّنا العطش نريد ان نرد الفرات فقالوا الزموا مكانكم حتّى نخبر رئيسنا نخبركم وكان بين برير وبين رئيسهم (اسحٰق ابن حوثرة) قرابة فلمّا اخبروه قال لهم افرجوا لهم المشرعة حتّى يشربوا فلمّا نزلوا الى المشرعة واحسّوا ببرودة الماء انتحب برير واصحابه وقالوا لعن الله ابن سعد وهذا الماء يجري واكباد آل الرسول لا تنال منه قطرة فقال برير اصحابي اذكروا ما ورائكم واملئوا القربة وعجّلوا فقد ذابت قلوب اطفال الحسين عليه السّلام من الظّماء ولا تشربوا حتّى تروّى اكباد بنات فاطمة الزهراء

سلام اللہ علیہا فقالوا لا واللہ یا بریرؓ لا نشرب قبل ان تروی
قلوب اطفال الحسین علیہ السلام فسمعہم رجل من الحرسۃ
فقال لہم ما الکم الورود حتی تحملوا الی ہذا الخارجی واللہ
لا خبرن اسحٰق بخبرکم فان اغضی ادعبتکم بسیفی ہنا حتی
یصل خبرکم الی الامیر فقال بریرؓ یا ہذا اکتم علینا امرنا ثم
دنا منہ وہو یرید قبضۃ فولی منہزما واخبر اسحٰق بذٰلک
فقال اعترضوا طریقہم وائتونی بہم فان ابوا فاتلوہم فلما
اعترضوہم قالوا یا بریرؓ لا یرضی اسحٰق بحملکم الماء الی صاحبکم
فقال لہ بریرؓ ثم ماذا قالوا اراقۃ دماء اشہی الی من اراقۃ
الماء ویلکم ما ذاق منا احد طعم فراتکم وانما ہم تتنازی
اکباد اطفال الحسین علیہ السلام وعیالہ فواللہ لا ندعکم
حتی تراق دماءنا حول ہذہ القربۃ فقال احدہم ان ہؤلاء
قمیتون علی بیر ماء ولا تجدی لہم نفعا وقال بعضہم
لا تخالفوا حکم الامیر فحاطوا بہم حلقا فوضع بریرؓ واصحابہ
القربۃ علی الارض وجثوا دونہا و بریرؓ یبکی والہفا علی اکباد
البنات صلی اللہ رحمتہ عمن صدتا عنکن فحملہا رجل علی
عاتقہ فاحترسہم الحرسۃ واجعلوا یرشقون القربۃ
بالسہام فاصاب حمل القربۃ سہم حتی خالطہ الی عاتق
الرجل وسال الدم علی ثوبہ الی قدمیہ فلما نظر الدم یسیل
والقربۃ سالمۃ قال الحمد للہ الذی جعل قربتی وقاء لقربتی
فلما رای بریر ان القوم غیر تارکیہ صاح با علی صوتہ
ویلکم یا اعوان بنی سفیان لا تثیروا الفتنۃ ودعوا اشبال
بنی ہمدان فی مغامدہا وکان حول الحسین علیہ السلام
جماعۃ وقال رجل منہم انی اسمع صوت بریرؓ یندب ویعظ
القوم فقال الحسین علیہ السلام الحقوا بہ فرکب جماعۃ
الیہم فلما راوہم الحرسۃ رجعوا منہزمین فجاء بریرؓ بالماء
حتی دنا من الخیمۃ فی ہی القربۃ وقال اشربوا یا آل رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنیئا مریئا فتبادرت الاطفال
بالماء وصحن صیحۃ واحدۃ ہذا بریرؓ جاءنا بالماء ورمین
بانفسہن فمنہن من یحضنہا ومنہن من تضع خدہا علیہا
ومنہن من تلقی فؤادہا علیہا فلکثرۃ ازدحامہن علی القربۃ

انقلب الوکاء واریق الماء وتصارخت الفتیان وصحن اریق
الماء یا بریرؓ فجعل یلطم وجہہ ویقول والہفا علی اکباد
بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم سے قلت پانی
کی کمی ہم لوگوں پر ہو گئی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچا دی۔ پانی بالکل
نہ رہا اور سب برتن خالی ہو گئے مشکیں جن میں پانی رہتا تھا وہ بھی بالکل
سوکھ گئیں یہاں تک کہ جو رطوبت مشک میں چمڑے کے بھیگنے سے پیدا
ہو جاتی ہے گرمی کی شدت سے وہ بھی جاتی رہی۔ جب شام قریب پہنچی تو
مجھے پیاس زیادہ ہوئی اور میرے ساتھ چند اور بچے بھی پیاس سے بیتاب تھے
میں اپنی پھوپھی حضرت زینب علیہا السلام کے پاس گئی کہ ان کو اپنی پیاس
کی خبر دوں۔ شاید انہوں نے ہم بچوں کے واسطے کچھ پانی رکھ چھوڑا ہو۔
اس وقت اپنے خیمہ میں تھیں اور ان کی گود میں میرا چھوٹا بھائی (علی اصغر)
تھا۔ دیکھا میں نے کہ میری پھوپھی کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی
ہیں اور۔ اس بچہ کی یہ کیفیت ہے کہ چھوٹی مچھلی کی طرح تڑپتا ہے اور چلا چلا کر
روتا ہے اور پھوپھی کہتی جاتی ہیں کہ اے علی اصغر ٹھہر جا اور چپ ہو جا بھلا
تجھے کب ٹھہرا جائے۔ تجھ پر تو ایسی سخت حالت گزر رہی ہے جس میں تو
گرفتار ہو گیا ہے تیری پھوپھی پر یہ سخت ناگوار ہے کہ تیرا چلانا سنے اور
جس پانی کے واسطے تو تڑپ رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے جب میں نے
ان کی یہ آواز سنی تو میں بھی رونے لگی پھوپھی نے پوچھا کہ سکینہ تو
رہی ہے! میں نے کہا کہ جی ہاں میں ہی تو ہوں اور میں نے ان کی خدمت
میں اپنی پیاس کا اس وجہ سے اس وقت ذکر نہیں کیا کہ میری پیاس کا
حال سنکر ان کا ملال اور بیتابی اور زیادہ ہو گی پھر میں نے کہا پھوپھی
اماں! آپ کسی کو انصار کی عیال کے پاس بھیجیں تو شاید کسی کے پاس تھوڑا
سا پانی ضرور مل جانا۔ یہ سنکر پھوپھی اماں اٹھ کھڑی ہوئیں اور علی اصغر کو ہاتھ
پر لیا اور میری دوسری پھوپھیوں کے خیموں کی طرف گئیں ان خیموں میں
بھی پانی نہ ملا۔ وہاں سے پلٹیں تو اور بیاسے بچے بھی ان کے ساتھ ہو گئے
اس امید پر کہ شاید ہم کو بھی پانی پلا دیں بعد اس کے میری پھوپھی میرے چچا
جناب امام حسن علیہ السلام کی ذریت کے پاس بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد
کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ شاید ان لوگوں کے پاس سے کچھ پانی ملے
مگر وہاں بھی کہیں پانی نہیں تھا جب پانی ملنے سے مایوسی ہو گئی تو اپنے
خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اب اس وقت ان کے پاس بچوں کا ہجوم ہو گیا اور قریب

بیس لڑکیاں اور لڑکے ان کے پاس جمع ہو گئے جو سب پیاس سے بیتاب تھے۔
اس وقت ایک شخص میرے والد ماجد کے اصحاب میں سے اس خیمہ کی طرف سے گزرا جس میں ہم سب بچے چلا رہے تھے ان کا نام بُریر ہمدانی تھا اور وہ عرب میں سردارِ قاریان مشہور تھے جب ہمارے رونے کی آواز انہوں نے سنی پچھاڑیں کھا کر زمین پر گر پڑے اور خاک اڑانے لگے اور دیگر اصحاب کو پکار کر کہنے لگے۔ کیوں بھائیوں! اب تمہاری کیا رائے ہے یہ تمکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دخترانِ فاطمہ علیہا السلام پیاس سے مرجائیں اور ہمارے ہاتھوں میں تلواریں بیکار موجود رہیں اور ہم کچھ نہ کرسکیں قسم خدا کی ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان کے مرجانیکے بعد ہمارے لئے کچھ لطفِ زندگی نہیں ہے بلکہ ہم لوگ ان خود زادیوں سے پہلے مرجائیں تو ہماری ناموری ہوگی اے میرے ساتھیو! اب تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک ایک شخص ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑ لے اور ہم ان سب کو ایکبارگی غاضریہ کے گھاٹ پر لے جائیں قبل اس کے کہ یہ بچے پیاس کی شدت سے مرجائیں۔ اگر قوم جفاکار ہم سے لڑنے پر آمادہ ہوگی تو ہم بھی لڑیں گے یحییٰ مازنی کہنے لگے کہ محافظانِ فرات ضرور ہم سے لڑنے پر آمادہ ہوں گے اور مقابلہ و مقاتلہ پر اصرار کریں گے اگر ہم ان بچوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے فرات پر لیگئے اور لڑائی ہوئی تو ضرور ہے کہ کسی بچہ کو کسی تیر یا نیزہ کا زخم لگ جائے اور ہلاک ہوجائے تو ایسی حالت میں ہم ہی ان کے زخمی ہونیکے باعث ہوں گے۔ مناسب تجویز یہ ہے کہ ہم اپنے ساتھ ایک مشک لے چلیں اور فرات کے پانی سے اسکو ان کے واسطے بھر لائیں اگر پانی بھرنے پر کوئی ہم سے لڑے گا تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر ہم میں سے کوئی مارا جائیگا تو دختران جناب فاطمہ علیہم السلام پر نثار ہو جائیگا بُریر نے یحییٰ مازنی کا کلام سنکر کہا کہ تمہاری رائے درست ہے ایسا ہی کیا جائیگا اب باہم مشورہ کرکے ایک مشک ان لوگوں نے اٹھالی اور فرات کا قصد کرکے روانہ ہوگئے۔ یہ سب چار آدمی تھے جو گھاٹ کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو محافظانِ گھاٹ نے ان کی آہٹ معلوم کرکے پکارا کہ یہ کون لوگ ہیں جو گھاٹ کی طرف چلے آتے ہیں بُریر نے اپنا نام لے کر جواب دیا کہ میں ہوں بُریر اور یہ میرے مخصوص ہمراہی ہیں۔ پیاس نے ہم لوگوں کو بیتاب کر دیا ہے ہم فرات پر آنا چاہتے ہیں۔ محافظانِ فرات نے کہا کہ ابھی یہیں ٹھیرو

جہاں تک آئے ہو تاکہ ہم تمہاری آنکی خبر اپنے رئیس کو کریں جیسا وہ کہیگا ویسا کیا جائیگا۔ اتفاقِ امر یہ ہوا کہ ان کے افسر اسحاق اور بُریر ہمدانی میں کچھ سلسلہ قرابت کا تھا۔ جب محافظوں نے ان کی خبر اپنے سردار کو پہنچائی تو اس نے کہا کہ گھاٹ کی راہ چھوڑ دو اور راستے کھولدو کہ یہ لوگ آکر پانی لیں غرض جس وقت یہ لوگ گھاٹ پر پہنچے اور پانی میں اترے اور پانی کی خنکی محسوس ہوئی تو بُریر ان کے ہمراہی اٹھے اور کہنے لگے خدا کی لعنت ابنِ سعد پر۔ ایسا ٹھنڈا پانی یہ رہا ہے اور جگر پارہائے تشنۂ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاس بجھانے کو ایک قطرہ بھی اس میں سے نہیں دیا جاتا بُریر نے کہا بھائیو! یہ باتوں کا وقت نہیں ہے ان بچوں کو یاد کرو جن کو تم چھوڑ آئے ہو مشک بھر لو اور جلدی لوٹ چلو اس لئے کہ اطفالِ حسین علیہ السلام کے دل پیاس سے پھٹے جاتے ہیں تم میں سے کوئی پانی نہ پیئے جب تک کہ جگر گوشگانِ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اس سے سیراب نہ ہولیں ان سعادتمندوں نے جواب دیا کہ نہیں اے بُریر کبھی ایسا نہ ہوگا ہم کبھی یہ پانی نہ پیئنگے جب تک کہ اطفالِ حسین علیہ السلام سیراب نہ ہولیں۔ ان محافظوں میں سے ایک شخص نے ان کی باتیں سنلیں اور کہنے لگا کہ تم کو پانی میں اترنا اور پانی پینے کی اجازت ملنا کافی نہوا۔ اب تمہارا یہ حوصلہ ہوگیا کہ پانی کی مشکیں بھرکر (معاذ اللہ) اس خارجی کے پاس لیجاؤ گے جس کا نام تم نے لیا ہے قسم خدا کی میں تمہاری اس حرکت کی خبر اسحق کو کئے دیتا ہوں اگر اسحق نے بنظرِ پاس قرابت چشم پوشی کی اور تم سے معترض نہوا تو میں تمہیں اپنی تلوار سے دھمکاؤں گا۔ لڑائی کا شور ہوگا تو اس وقت آپ ہی آپ تمہاری حرکتوں کی خبر ابنِ سعد کو ہو جائیگی۔ بُریر نے کہا اے شخص ہمارے اس شوے کو پوشیدہ رکھ اور یہ کہکر بُریر اس شقی کے پاس گئے ان کا یہ ارادہ تھا کہ اس کو پکڑ لیں اور اس کو وہاں سے نکلنے نہ دیں تاکہ راز فاش نہ ہو مگر وہ ملعون ان کے مطلب کو سمجھ گیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اسحاق کے پاس جاکر اس خبر کو بیان کیا۔ اسحق نے کہا کہ تم لوگ ان کی راہ روک لو اور گھیر کر ان کو میرے پاس لے آؤ اگر آنے سے انکار کریں تو لڑو اور ان کو جانے نہ دو۔ پس جب یہ لوگ راہ روکے کھڑے ہوئے تو بُریر سے کہنے لگے کہ اسحاق کی اجازت نہیں ہے کہ تم یہ پانی اپنے رئیس کے پاس لیجاؤ بُریر نے کہا کہ اگر ہم پانی لیجائیں تو تم کیا کرو گے؟

ان اشقیانے کہا کہ تمہارا خون اسی جگہ گرا دیں گے۔ بریر نے کہا کہ یہ
خونریزی ہمکو زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم اپنی مشک کے پانی بہاویں
وائے ہو تم پر کہ تم میں سے کسی نے تمہاری فرات کے پانی کا مزا ابھی نہیں چکھا
ہے پیا کیا ہمارا ارادہ تو یہی ہے کہ اطفال حسین علیہ السلام کے
جگر کو اس پانی سے تر کریں اور ان کے اہل و عیال کو پانی پلائیں
قسم خدا کی ہم تمہیں اس مشک کو ہاتھ نہ لگانے دیں گے جب تک کہ ہمارے
خون اس مشک کے گرداگرد نہ بہہ جائیں۔ ایک شقی نے ان اشقیا
سے کہا کہ یہ لوگ اس تھوڑے پانی پر جان دینے کے لئے حاضر ہیں
اور یہ تھوڑا سا پانی بچوں کو سود مند نہیں ہو سکتا جانے بھی دو
دوسرا بولا کہ امیر کے حکم کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے پانی نہ جانے
پائے پس قلعہ باندھکر ان بہادروں کو گھیر لیا بریر اس وقت
متوجہ ہوگئے اور کہنے لگے افسوس ہے دختران فاطمہ علیہا السلام کی تباہ حالت
پر خدائے سبحانہ و تعالیٰ اپنی رحمت ان لوگوں سے باز رکھے جنہوں نے
ہمکو پانی لے جانے سے روکا اور منع کیا ہے ایک سعادت مند نے
اس مشک کو اپنے شانے پر اٹھا لیا پس ان اشقیا نے ان کو گھیر لیا
اور مشکیزہ پر تیروں کی بوچھار کرنے لگے ایک تیر مشکیزہ کے تسمہ پر آکر
لگا۔ وہ تیر تسمہ سے پار ہو کر اس بہادر کے شانہ میں پیوست ہوگیا
اور خون بہہ کر اس بہادر کے تمام کپڑوں میں بھر گیا اور اسکے
پاؤں تک بھی پہنچا جب اس وفادار نے دیکھا کہ اس کا خون بہہ رہا ہے مگر
مشک سے پانی نہیں گرا ہے وہ صحیح و سالم ہے تو کہنے لگا کہ میں خدا کا شکر ادا
کرتا ہوں جس نے میری گردن کو اس مشک کی سپر بنا دیا جب بریر نے
دیکھا کہ یہ لوگ پانی نہ لیجانے دیں گے یا ہمکو زندہ نہ چھوڑیں گے
تو باآواز بلند پکارنے لگے وائے ہو تم پر اے مددگاران بنی سفیان
کیوں فتنہ خوابیدہ کو جگاتے ہو ہماری تلوار جو قبیلہ بنی ہمدان کی
تلوار ہے اس کو نیام سے باہر نہ نکلنے دو (بریر کی مراد یہ تھی کہ اگر
ہم لڑیں گے تو بڑی خونریزی ہوگی) یہ بات بریر رضی اللہ عنہ نے اس زور
سے چلا کر کہی کہ ان کی آواز دور تک پہنچی اس وقت جناب امام حسین علیہ
السلام کے قریب اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی ان میں سے ایک شخص بولا کہ مجھے
تو بریر کی سی آواز معلوم ہوتی ہے جو وہی پکار رہے ہیں اور ہم لوگوں
کو بلا رہے ہیں اور کوفیوں کو نصیحت کر رہے ہیں جناب امام حسین علیہ السلام
نے فرمایا کہ فوراً ان کی کمک کو جاؤ ایک جماعت اصحاب –

سوار کر بریر کے پاس پہنچی۔ جب نگہبانانِ فرات نے ان
سواروں کو آتے دیکھا بھاگ کر اپنی فرودگاہ کو واپس گئے
پس بریر پانی لے کر صحیح و سالم آ پہنچے تا اینکہ وہیں آگئے جہاں
سب بچوں کو روتا چھوڑ گئے تھے۔ بھری ہوئی مشک کا منہ کھولے
اتار کر رکھدی اور کہنے لگے اے آلِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم لو یہ پانی پیا ہوا اور گوارا ہو تم کو اور نصیب ہو تمکو یہ پانی
پینا اور تمہارے حلق سے اتر جائے یہ سنتے ہی ان بچوں میں بے انداز
خوشی پیدا ہوگئی اور سب کے سب ایک بار چلا اٹھے کہ دیکھو بریر چچا جی اٹھو
یہ پانی لائے سب کے سب دوڑ پڑے اور بیتابی سے اپنے
آپ کو اس مشک پر گرا دیا۔ کوئی اس مشک کو اپنی گود میں لے لیتا
تھا اور کوئی اپنے رخسار اس پر رکھے دیتا تھا اور کوئی اپنے دل کو
مشک سے ملائے دیتا تھا (اس شدت کی پیاس تھی) جب ان کا ہجوم مشک
پر زیادہ ہوا تو یکایک دہانہ مشک کا الٹ گیا اور منہ کھل گیا اور وہ
سب پانی خاک پر بہہ گیا سینے پیٹ کر دفعتہً چلا چلا کر رونے لگے۔ اور
پکارنے لگے کہ اے بریر جو پانی تم لائے تھے وہ سب بہہ گیا۔ یہ سنکر
بریر اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگے اور کہتے تھے ہزار افسوس ہے میں اپنی
جان دیکر یہ پانی لایا تھا مگر قسمت میں نہ تھا کہ دختران رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلتے ہوئے جگر اس سے ٹھنڈے
ہوں۔

ہم کو یقین ہے کہ اس مفصل روئداد کو پڑھکر ان آفت رسیدوں کی پیاس
کی شدت پورے طور سے معلوم ہو سکتی ہے مظلوم بچوں کی حالت جو شدت
تشنگی سے ہو رہی تھی اس کے خیال ہی سے سوچنے والوں کے دل ہل جاتے ہیں
تو ان غریبوں کا کیا حال ہوگا جن پر یہ آفت گزر رہی تھی اور یہ
قیامت ٹوٹ رہی تھی ہم نے اس واقعہ کو ان مظلوموں کی پیاس کی
تفصیل اور ثبوت میں لکھا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ صرف ایک اسی واقعہ سے ہمارے
بیان کی کامل تصدیق ہو جائیگی۔ اس لئے ہم اور دوسرے واقعات
کے لکھنے کی ضرورت نہیں دیکھتے مگر ہاں اس واقعہ کی نسبت اتنا
ضرور اضافہ کرتے ہیں کہ اس روایت سے صرف اہلبیت علیہم السلام اور
ان کے ننھے ننھے بچوں کی شدید پیاس بیتابی اور بیقراری ہی کا اظہار
نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اور بہت سے امور کا بھی کافی ثبوت
ملتا ہے اول تو یہ ہے کہ حضرت بریر رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ درجہ کی جانفدائی

اُنکی سچی جاں نثاری اور وفاداری کا مخصوص ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان جاں نثاروں کے خلوص امام علیہ السلام ہی کی ذاتِ قدسی برکات تک منحصر نہ تھے بلکہ آپ کے بچوں اور تمام عزیز و اقارب کے ساتھ بھی اُنکے روحانی تعلقات ویسے ہی تھے۔ چنانچہ ان معصوموں کی مضطربانہ حالت دیکھکر وہ امامؑ عالی مقام کی اجازت کا بھی انتظار نہ کرسکے۔ دوسرے یہ کہ مازنی اعلی اللہ مقامہ کی تجویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جانباز کبھی اُس امر کے اقدام کی رائے نہیں دیتے تھے۔ جو ان بزرگوار کے ضرر یا اُن کے بچوں کی مضرت کا باعث ہو۔ اگرچہ وہ ازظاہر کتنے ہی نفع کا ہو اور یہ بھی اُن کی وفاداری اور خلوص کا کامل ثبوت ہے۔ تیسری بات اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ ان اشقیاء کو جو عداوت تھی وہ صرف فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ اور جو انکار تھا وہ صرف جنابِ امام حسین علیہ السلام کے استحقاق کا اور جو تکلیف آزار ستم اور مصیبت ڈہائی تھی۔ وہ تنہا جنابِ امام حسین علیہ السلام کی جان پر۔ وہ سبکو اور سب کی قرابتوں کو پہچانتے تھے۔ اور سب کی قرابتوں کی رعایت و مروت پر اس وقت تک آمادہ تھے۔ وہ نہ پہچانتے تھے تو ایک حسینؑ کو اور نہیں رعایت و مروت کرتے تھے تو ایک قرابتِ حسین علیہ السلام کی۔ چنانچہ ابھی ابھی اوپر بیان ہوچکا ہی کہ بریر نے محافظانِ دریا سے کہدیا کہ میں بریر ہوں اور میں تمہارے رئیس کا قرابتدار ہوں اُنہوں نے جب اُنکے آنیکی خبر اسحٰق کو کی تو اُسنے بریر کا نام سنتے ہی بلا تکلف اُنکو آپ پاسے سیراب ہونیکی اجازت دیدی۔ مگر جب اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ بریر خود پانی نہیں پیتے بلکہ مشک بھر کر خیمۂ حسین علیہ السلام میں لیجانا چاہتے ہیں تو فوراً امتناع کا حکم جاری کردیا گیا۔ اس سے تو ثابت ہوگیا کہ یہ بندش آب۔ یہ قتل و خون اور یہ مصیبت و آفت غرض جو کچھ تھی وہ حسین علیہ السلام کی ایک غریب جان کیلئے انکے سوا اور کسی کے لئے نہیں۔ نہ کسی اصحابِ حسین سے کوئی خصومت تھی اور نہ کسی انصار سے کوئی عداوت۔ چنانچہ اسی وجہ سے جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اُنکے اس دلی ارادہ کو اپنے اصحاب پر ظاہر کردیا تھا۔ اور اسی بنا پر رخصت ہونے اور چلے جانیکا انکو اختیار دیدیا تھا کیا قیامت ہے۔ اسحٰق بریر کے مقابلہ میں تو اپنی قرابت کا اتنا لحاظ کرتا ہے کہ نہ ابنِ زیاد کے حکم کے خلاف کرنیکا خوف ہے اور نہ اپنے سابق جاری کئے ہوئے فرمان سے انحراف کرنیکا اندیشہ۔ مگر افسوس ہے اسکو جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتِ قریبہ کا جسکو ابھی پہلی پشت سے دوسری پشت بھی نہیں گزری تھی کوئی خیال اور کوئی پاس نہیں رہا۔ اسحٰق ابنِ حشوہ وہ شخص ہے جس کو عمر ابنِ سعد نے عداوتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام میں سب سے زیادہ شدید سمجھکر دریا کا محافظ مقرر کیا تھا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب اُسکو دوسرے محافظینِ دریا کی نسبت یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ اپنی خدمات کی تعمیل میں نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم اسکی شقاوتِ قلبی کا ثبوت اُسی کی زبانی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ صاحبِ اسرار الشہادت لکھتے ہیں :۔ عن عبد اللہ الانبازی ان اسحٰق ابن حشوہ کان اشقی الاشقیاء فی ذلک منع الماء حتی انہ حین حکی ماجری علیہ فقال کنت انا ما ارقد الیوم والّلیلۃ لیکون حراستی ومنعی للماء اتم و کنت انا امرت للجالس الّذین امرت علیہم ان لا یتخذوا اناء للماء خشیۃ ان یاخذ احدھم نحو الحسین علیہ السلام فیسقیہ الماء۔ یعنی عبداللہ انبازی کہتے ہیں کہ اسحٰق ابن حشوہ کو امتناعِ آب کے بارے میں سب سے زیادہ شقاوت مدِنظر تھی۔ یہاں تک کہ جب اُس نے اپنی سرگزشت بیان کی تو خود کہا کہ میں رات کو اور دن کو کسی وقت بھی نہیں سوتا تھا۔ تاکہ میری حفاظت گھاٹ پر بخوبی رہے اور پانی کے بند ہونے کا انتظام پورا ہو۔ اور میں نے اُن محافظوں کو جو میرے ماتحت تھے قطعی حکم دے رکھا تھا کہ پانی کے برتن بھی اپنے پاس نہ رکھیں اس خوف سے کہ شاید کسی کا دل جنابِ امام حسین علیہ السلام کی پیاس پر دردمند ہوجائے اور وہ اس برتن میں پانی بھر کر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے جائے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی شقاوت زیادہ تصور کیجاسکتی ہے کہ نرمی اور ملائمت کے اتفاقی اور احتمالی وقوع کی بھی کس شدت سے احتیاط کی گئی ہے۔ تاریخ سے صحیح مذاق رکھنے والے حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ منع آب کا ایسا ہی معاملہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان میں بھی واقع ہوچکا تھا۔ جسکو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ آئے ہیں۔ عرب میں اپنے مخالف پر پانی بند کرنے کی بدعت بھی معاویہ کی اولیات سے ہے۔ صفین کے مقام پر جنابِ امیرالمومنین ع کے لشکر سے پہلے معاویہ کی فوج پہنچ گئی تھی۔ معاویہ نے میدانِ کارزار میں پہنچکر سب سے پہلی کارروائی جو کی وہ یہی تھی کہ دریائے فرات

پر قبضہ کرکے اہلِ عراق پر پانی کی بندش کردی جائے۔ مگر جنابِ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر نے پہنچکر فوراً دریا کو اُن کے قبضہ سے نکال لیا کامیاب ہونیکے بعد اصحابِ امیرالمومنین کا یہ ارادہ ضرور ہوا تھا کہ معاویہ کو اس کے مظالم کا کلہ بکلہ جواب دیا جائے اور دریا کو اپنے قبضہ میں لاکر اہلِ شام پر بھی بالکل پانی بند کردیا جائے۔ مگر جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُن کی اِن تجویزوں کو نا منظور فرمایا اور اپنے محاسن اخلاق کے تقاضوں سے جن الفاظ میں اُنکو جواب دیا وہ یہ تھے۔ لاخلوا بینہم وبینہ لا نفعل ما فعل الجٰھلون وسنعرض علیہم کتاب اللہ وندعوھم الی الھدی فان اجابوا اجابوا والا ففی حد السیف ما یغنی عن مثل ھذا انشاء اللہ۔ نہیں نہیں وہ فعل میں نہ کروں گا جو ان جاہلوں نے کیا۔ پانی کیلئے اُنکی راہیں کھولدو۔ ہم احکامِ خدا اُن پر عرض کرینگے اور ہدایت کی طرف اُنکی دعوت کرینگے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو خیر نہیں تو ہم اپنی تلواروں سے کام نکالیں گے۔ یہانتک ہمکو اطمینان ہوجائے انشاء اللہ۔ ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست۔ دُنیا کا معمول ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت کے اندازہ پر دوسروں کے مزاج کی افتاد کو بھی قیاس کرتا ہے۔ دریا کے چھین لئے جانے کے بعد معاویہ اور اُسکے ہمراہیوں کو یقین ہوگیا تھا کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام ہم سے اپنے مصائب کا پورا انتقام لینگے اور اب ہم کو دریا سے پانی نہ لینے دینگے۔ مگر چونکہ عمرو ابن العاص جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی عالی ہمتی اور وسعتِ دلی کو خوب جانتا تھا۔ اور معاویہ کی تنگ ظرفی سے بھی واقف تھا اسی مجمع میں بول اٹھا کہ خدا کی قسم تو شوق سے پانی لے اور جس کو چاہیے پلا پیو۔ واللہ علیؑ کا ظرف ایسا نہیں ہے جیسا تیرا۔ علیؑ سے ہرگز ایسے مظالم ظاہر نہیں ہوسکتے۔ وہ کبھی کسی متنفس کو اپنی فیض رسانی سے محروم نہ رکھیں گے معاویہ کو یہ تقریر سن کر گونہ تسکین تو ہوئی مگر جیسا خاطر خواہ اطمینان ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوا۔ آخر اُس نے مجبور ہوکر عرصہ تک غور کرنیکے بعد جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں عرضِ حال کی جراءت کی اور اپنی طرف سے بارہ[۱۲] آدمیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ اُسکی استدعا لیکر ساقیِ کوثر کی خدمت میں پہنچے اور حوشب ذی ظلیم جو اُن لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور گویا تھا۔ خدمتِ مبارک میں یوں عرض کرنے لگا یا امیرالمؤمنین ملکت فاسمح حبب علینا بالماء تا عف ما سلف من معاویۃ فتح ونصرت آپکے ہاتھ رہی۔ کرم کیجئے اور ہم کو پانی دیجئے اور جو کچھ معاویہ سے صادر ہوا ہے اسکو معاف فرمایئے جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُنہیں اخلاق کے تقاضوں سے جو آپ کی ذات مجمع الصفات کے لئے خدائے سبحانہ وتعالیٰ کیطرف سے مخصوص ودیعت فرمائے گئے تھے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جاؤ بشوق سے پانی پیو۔ ہم کبھی تمہیں پانی پینے سے منع نہیں کرتے عموماً دریا اور چشمے خدا کی نعمت ہیں۔ ان سے دوست دشمن سب کو سیراب و فیضیاب ہونا چاہیئے۔ میں ہرگز تمہارے ساتھ وہ نہ کرونگا جو ابھی ابھی تم میرے ساتھ کرچکے ہو۔ اب غور کرنے کے قابل یہاں صرف یہ امر ہے کہ منع آب کے متعلق کربلا اور صفین کے معاملات میں ایک خاص مشابہت ہے۔ اور جانبین میں وہی لوگ ہیں جن میں بیس[۲۰] برس پہلے ایسا ہی واقعہ گزر چکا تھا۔ اگر صفین میں معاویہ نے علیؑ پر پانی بند کیا تو کربلا میں یزید نے جنابِ امام حسین علیہ السلام پر پانی کی ممانعت کا حکم دیا۔ جو دریائے فرات صفین میں تھا وہی کربلا میں۔ مگر فرق یہ تھا کہ صفین کے معاملات میں معاویہ کے انتظام توڑ ڈالے گئے تھے اور اُسکو کامل شکست پہنچا کر دریا اپنے قبضہ میں لایا گیا تھا۔ اور یہ ثابت کردیا گیا تھا کہ ہماری ہمت اور دلیری تمہارے مظالم اور شقاوت سے دبنے والی نہیں ہے اس کے بعد اس کریم النفس نے یہ سمجھکر کہ دریا اور چشمے خدا کا فیض رواں ہیں ان سے تمام خلائق کو مستفید ہونا چاہیئے دریا کو چھوڑ دیا تھا۔ اور انکو پانی پینے کی صاف اجازت دیدی تھی۔ کربلا کے واقعات میں بھی اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ کے فرزند اور مبارک یادگار حضرت عباس علمبردار نے شبِ ہشتم محرم کو تمام مخالفین کی موجودگی اور کامل حراست وحفاظت کے مقابلہ میں پانی کی بیس مشکیں بھرکر خیمۂ مطہر میں پہنچا دی تھیں۔ اور مخالفین کو دکھلا دیا تھا کہ جس طرح صفین کے معرکہ میں تمہاری دلیری اور مظالم کی ہمنے کوئی پروا نہیں کی اسی طرح آج بھی ہم اُن ہی امور پر قادر ہیں۔ ہر شخص یقین کرسکتا ہے کہ اگر صفین کی طرح جنابِ امام حسین علیہ السلام فوجِ یزید کو شکست پہنچا کر دریائے فرات پر قبضہ کرلیتے۔ تاہم اپنے مخالفین کے ساتھ ویسے ہی محاسن سلوک قائم رکھتے جیسے آپکے پدرِ عالیمقدار نے جائز رکھے تھے۔ کیونکہ ابھی ابھی دو ہی چار روز پیشتر لشکرِ حر کی تشنگی اور قحطِ آب کی وجہ سے اُسکے ہمراہیوں کی پریشانی اور امامؑ عالی مقام کی فیض رسانی اور اُن کے ہر فرد واحد کو اپنے ہمراہیوں کا تمام پانی پلا دینے کی مفصل

کیفیت پہلے درج ہو چکی جس سے ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہوتی ہے یہ تھے اہلبیتِ طاہرین کے محاسن اخلاق اور یہ تھے ائمۂ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے مکارمِ اخلاق ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ مرزا دبیر مرحوم سے

کیا تھی تھا ساقیٔ تسنیم و کوثر کا پسر	غیر کو پانی پلایا آپ پیاسا رہ گیا

مگر افسوس کربلا کے واقعات میں اُس ظالم گروہ نے اِن بزرگواروں کی نہ ہمت و جرأت پر کوئی نظر کی اور نہ اُنکی غربت و صیبت پر کوئی توجّہ کی معاویہ نے علیؑ کے پاس تو صرف ایک ہی بار پانی لینے کی اجازت کے لئے اپنے آدمی بھیجے تھے تو فوراً اجازت مل گئی تھی۔ یہاں حسینؑ ابن علیؑ نے ایک بار نہیں کتنی کتنی بار اپنے متعدد جاں نثاروں کو پانی کی اجازت حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ خود بھی اتمام حجت فرمایا۔ غرض طرح طرح سے آپنے پانی پینے کی اجازت مانگی۔ اپنے مختلف خطبات میں بھی اسکی طرف اشارہ فرمایا اور متفرق طریقوں سے انکو پے در پے سمجھایا۔ مگر وہ سنگدل اور خدا ناترس نہ سمجھنے والے تھے اور نہ سمجھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علی علیہ السلام کی ذرّیت پھڑک پھڑک کر پیاس کی شدت سے جاں بحق تسلیم ہو ہو گئی۔ یہ ایسے شدید ترین واقعات ہیں جن کی مثال سے دنیا کے کارنامے بالکل خالی ہیں جن لوگوں نے تاریخ کی سیر کی ہے وہ دونوں مقام کے واقعات کا موازنہ کر کے صحیح طور سے بتلا سکتے ہیں کہ صفّین اور کربلا کے معاملات میں جانبین سے کون اسلام کے اخلاق اور ہمدردی کا حامل پایا جاتا ہے اور کس کی نسبت یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر ایسے مخصوص اور مخدوش اوقات میں اس طور سے قائم رہا ہے۔ جو عموماً امکانِ انسانی سے دشوار معلوم ہوتا ہے۔

شبِ عاشور کے مخصوص حالات

تمام مورخین و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ شبِ عاشور جناب امام حسین علیہ السلام نے شب بیداری اور عبادت گذاری میں کاٹی۔ یہی وہ رات تھی جسکی مہلت نہایت مشکل سے عمر ابن سعد نے امامؑ عالی مقام کو دی تھی۔ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی اپنی کتاب ضیاء العینین فی مقتل الحسین میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپکے تمام اصحاب نے یہ رات عبادت میں گزار دی۔ اُنکی تسبیح کی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں اڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ تمام شب کوئی قیام میں تھا کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں (دیکھو ترجمہ صفحہ ۸۴)

امام طبری بھی لکھتے ہیں کہ اس رات کو جناب امام حسین علیہ السلام اور آپکے اہلبیت و اصحاب تمام شب نماز و مناجات میں مشغول رہے (دیکھو صلاح النشاتین باسناد طبری صفحہ ۳۶) اور مقتل ابو مخنف میں ہے ثُمَّ فِی اللَّیْلَۃِ التَّاسِعَۃِ مِنَ الْمُحَرَّمِ کَانَ لِاَصْحَابِہٖ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالتِّلَاوَۃِ نویں محرم کی رات جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے ذکر عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف فرمائی ان کی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ صواعق محرقہ اور ینابیع المودہ میں بھی یہی عبارت درج ہے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین امام حسین علیہ السلام و اہلبیت و شیعہ و موالی او در شبے کہ در روز آں شربت شہادت چشیدند۔ بنماز و عبادت و توبہ و انابت اشتغال نمود۔ (دیکھو جلد سوم صفحہ ۴۵) ترجمۂ اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ امیر المؤمنین جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری رکوع و سجود کی مصروفیت میں مشغول رہے۔ اور گریہ و زاری کے ساتھ اپنی بخشش و نجات کی دعائیں مانگتے رہے اس طرح آپکے تمام بھائی بیٹے اور اہلبیت اور تمام انصار و اصحاب رات بھر مصروف عبادت رہے دم بھر کے لئے بھی کوئی نہ سویا سب اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔

المختصر ان واقعات سے جناب امام حسین علیہ السلام اور آپکے اہلبیت و انصار سلام اللہ علیہم اجمعین کی عبادت گزاری اور شب بیداری کے حالات معلوم ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رات آلِ محمدؐ کے لئے قیامت کی رات تھی۔ ہر شخص شام سے سمجھ چکا تھا کہ صبح کو خاتمہ ہے۔ گھر سے باہر تک ایک اضطرار و انتشار کا عالم تھا عصمت سرا میں پردہ نشینانِ عصمت کی حالت اور بچوں کی مرجھائی ہوئی صورت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جو عالم تھا اسے مدّاح اہلبیتؑ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے سے

حرم ہاتھ رکھ رکھکے دم دیکھتے تھے	بچھونوں پہ بیہوش بچے پڑے تھے

امامؑ عالی مقام کو عبادتِ الٰہی کے ساتھ اہلبیتؑ کی دلجوئی و تشفّی اور معصوم بچوں کی دلداری و تسکین کی لَو دل سے لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ

تاریخ طبری اور ابن واضح میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب عاشورا میں اپنے بستر بیماری پر تھا اور میری پھوپھی حضرت زینب خاتون علیہا السلام میری تیمارداری میں مصروف تھیں کہ میرے والد بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام مع چند رفقا خیمہ میں تشریف لائے اور بعض اشعار مایوسانہ کی تلاوت فرمائی جن کے مفہوم کو سمجھکر میں بیقرار ہوگیا۔ لیکن بمقتضائے مصلحت میں نے ضبط کیا اور اپنے آنسوؤں کو لوٹا دیا۔ البتہ میری پھوپھی زینبؑ کو تاب نہ رہی وہ بے اختیار ہوکر بدحواس ہوگئیں اور اپنے برادر عالی مقدار کے پاس پہنچیں اور رو رو کر کہنے لگیں وا ثکلاہ کاش آج ہی میری موت میرے نقش حیات کو مٹا ڈالتی۔ ہائے علیؑ۔ ہائے فاطمہؑ۔ ہائے حسنؑ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ اب میرے بھائی اُنکے جانشین اور پس ماندوں کی پناہ تم ہی باقی ہو حضرت زینبؑ کے یہ کلمات سُنکر امام عالی مقام نے انکی طرف نظر فرمائی اور کہا کہ اے بہن صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ وہ بولیں کہ اے ابا عبد اللہ! میری جان تم پر قربان ہو کیا تم مرگ پر آمادہ ہوگئے اب تو باوجود ضبط کے امام کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے۔ فرمایا کہ اے خواہر عزیز لو ترک القطا لنام کیا کروں چین بھی لینے پاؤں۔ یہ سُنکر حضرت زینبؑ سے نہ رہا گیا۔ رو کر کہنے لگیں ہائے اب آپ کی عزیز جان اس طرح کے ستم میں ہے۔ یہ کہکر اپنا منہ پیٹ لیا۔ گریبان چاک کر ڈالا اور فرط غم سے غش کھا کر گر پڑیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام اُن کے قریب آئے۔ جب وہ ہوش میں آئیں تو فرمایا کہ بہن! خدا خدا کرو اور سمجھو۔ تمام اہل زمین کو موت ضرور آئے گی۔ اور ہر چیز فنا ہونے والی ہے (البکاء المبین صفحہ ۶۱ باسناد طبری)

اہلبیتؑ کو اس طرح تسکین دیکر جناب امام حسین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور خیام اہلبیت کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دو چار خالص الایمان جان نثاروں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب خندق تیار ہوگئی تو اُسے لکڑیوں سے بھر کر اُس میں آگ جلادی گئی اس سے فراغت پاکر جناب امام حسین علیہ السلام پھر اُسی طرح خدا کی عبادت، گریہ و زاری اور مناجات جناب باری عزاسمہ میں مصروف ہوگئے۔ مگر باینہمہ اضطراب و انتشار کے امام عالی مقام علیہ السلام کو اپنے اصحاب باوفا کی نسبت اخلاق و اشفاق کا ویسا ہی خیال تھا۔ اور آپ برابر یہی سوچتے تھے کہ کسی طرح ان خالص الاعتقاد جاں نثاروں کی غریب جانیں معرض ہلاکت سے بچ جائیں اور جو مصیبتیں گزرنے والی ہوں وہ تنہا میری ہی ایک ذات پر گزر جائیں۔ اس لئے پھر آپ نے اپنے تمام اہلبیت و اصحاب انصار کو اپنے پاس اُسی طرح جمع فرمایا۔ جیسا اسکے قبل کئی بار جمع فرما چکے تھے۔ اس مرتبہ بھی ان تمام سعادتمندوں کو ترک رفاقت کی اُسی طرح اجازت دی بلکہ ابکی بار تو ہر شخص کو فرداً فرداً اسکے قتل ہونے اور مارے جانے سے آگاہ بھی فرمایا مگر اُن بزرگواروں کی راسخ الاعتقادی اور کامل الایمانی لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اپنے قتل ہونے کی خبر پاکر بھی کسی طرح متردد نہ ہوئے۔ بلکہ اُسی طرح اپنے خلوص اور اپنی عقیدت پر کمال استقلال سے قائم رہے۔ چنانچہ ابو حمزہ ثمالی جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں

قال علیہ السلام لما کان الیوم الذی استشھد فیہ ابی اجمع اھلہ واصحابہ فی لیلۃ ذلک الیوم فقال لھم یا اھلی وشیعتی اتخذوا ھذا اللیل جملاً لکم فانجوا بانفسکم فلیس مطلوب غیری ولو قتلونی ما فکروا فی غیری فانجوا رحمکم اللہ فانتم فی حل وسعۃ من بیعتی وعھدی الذی عاھدتمونی۔

سید الساجدین جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شب عاشورا جسکی صبح کو میرے والد ماجد جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے انہوں نے اپنے تمام اہلبیت و انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی سواری کے ناقے طیار کرلو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچا لیجاؤ۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے جب یہ مجکو قتل کرلینگے تو تمہارا خیال تک نہ کرینگے پس تم لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کرلو اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنوں سے اُٹھائے لیتا ہوں اور تمہارے اُس عہد و پیمان کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کیا ہے واپس لئے لیتا ہوں۔

امام عالی مقام کا یہ کلام سن کر تمام جاں نثاروں نے ایک زبان ہوکر یہی عرض کیا کہ اے سید و مولا ہمارے قسم خدا کی ہم کبھی آپ کے دامن کو نہ چھوڑینگے اور دوسروں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دینگے کہ ان لوگوں نے اپنے امام کا ساتھ چھوڑ دیا اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ان افعال کے لئے خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے اور اُسکے سامنے کیا منہ دکھلائینگے قسم خدا کی

آج ہم سے سوا اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپکی رفاقت میں اپنی جان دیدیں۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائینگے اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہیگا۔ یہ سن کر آن سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو آپکی نصرت وحمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمائے گا۔ اور اے آقا ہمارے! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن نہوں۔ خالص جان نثاروں کی یہ پرجوش تقریر سنکر امامؑ عالی مقام نے بیساختہ فرمایا کہ جزاکم اللہ خیرا ودعا لهم بخیر۔ اسی تقریر کے سلسلہ میں حضرت قاسم ابن الحسن علیہما السلام نے اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں عرض کی فانا فیمن یقتل فاشفق علیہ فقال لہ یا بنیّ کیف الموت عندک قال یا عمّ احلی من العسل فقال ای واللہ فداک عمّک انّک احد من یقتل من الرجال معی بعد ان تبلی ببلاء عظیم وابنی عبد اللہ فقال یا عمّ ویصلون الی النساء حتّی یقتل عبد اللہ وھو رضیع فقال فداک عمّک یقتل عبد اللہ اذا جفّت روحی عطشا وصرت الی خیمنا فطلبت ماء ولبنا فلا اجد قطّا اقول اناولونی ابنی لا شرب من فیّ فیأتونی بہ فیضعونہ علی یدی وحملہ لا دینہ من فیّ فیرمیہ فاسق لعنہ اللہ بسہم فنحرہ وھو یناغی فیفیض دمہ فی کفّی فارفعہ الی السّماء واقول اللّٰھم صبر واحتسابا فیک فتعجلنی الا سنة منھم فی اموفات فی الدّنیا فیکون مایرید اللہ فبکی وبکینا وارتفع البکاء والصراخ من ذراری رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم فی الخیم ویسئلہ زھیر ابن القین وحبیب بن مظاھر من علیؑ فیقولون یا سیّدنا فسیّدنا علیؑ فیشیرون الی ماذا یکون من حالہ فیقول مستعبرا ماکان اللہ لیقطع نسلی من الدّنیا فکیف یصلون الیہ وھو ابو ثمانیہ ائمّۃ۔ حضرت قاسم ابن حسن علیہما السلام نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عرض کی آیا میں بھی ان ہی مرنیوالوں میں ہوں؟ آپ نے پوچھا کہ اے جان عم! موت تمہارے نزدیک کیسی ہے؟ عرض کی کہ شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جان عم! تو بھی اس بلائے عظیم میں مبتلا ہونے والا ہے۔ اور کشتگان راہِ خدا میں تو بھی شامل ہے۔ تو بھی مارا جائیگا اور میرا پسر شیرخوار عبد اللہ بھی قتل ہوگا۔ حضرت قاسمؑ نے استعجاباً استفسار فرمایا۔ کہ کیا یہ لشکر عورتوں پر چڑھ آئے گا کہ عبد اللہ کو بھی قتل کر دے گا؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے چچا کی جان تجھ پر نثار ہو عبد اللہ کو یہ فرقہ ستمگار اسوقت قتل کرے گا جب یہ بچہ پیاس کی وجہ سے اپنی موت کے قریب پہنچیگا اور میں تمام خیموں میں اس کے لئے پانی اور دودھ تلاش کروں گا مگر کہیں کوئی چیز نہ پاؤں گا تو میں یہ کہوں گا کہ میرے بچے کو مجھے دو تاکہ میں اسکو اپنے لعاب دہن سے سیراب کر دوں۔ جب لوگ اسکو میرے پاس لائینگے تو میں چاہوں گا کہ اسکے منہ پر اپنا منہ رکھدوں۔ ایک خدانا ترس اسکو تیر سے قتل کرڈالے گا۔ یکایک میرے ہاتھ اسکے خون سے بھر جائینگے۔ پس میں اپنے خدا کی درگاہ میں عرض کرونگا کہ اے پروردگار! اسوقت تو میں ان بلاؤں پر صابر ہوں اور اسکا عوض تجھی سے چاہتا ہوں۔ اس کے بعد وہ گروہ اشقیا سب مجھ پر ایکبارگی حملے کرینگے اور یہ خندق جو خیمہ کی پشت پر کھدی ہوئی ہے اس میں آگ کے شعلے روشن ہونگے اور میں ایسے وقت میں جو میرے لئے دنیا کے تمام اوقات سے زیادہ تلخ ہوگا۔ اُن پر حملہ کروں گا۔ کیونکہ مشیت ایسی ہی جاری ہوئی ہے۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے پدر بزرگوار کا سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو زہیر ابن القین اور حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہما نے میری نسبت استفسار فرمایا۔ کہ آیا سید سجاد علیہ السلام بھی شریک و شہید ہونگے۔ جناب امام حسین علیہ السلام آنکھوں میں آنسو بھر کر بولے کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ میرے رشتۂ حیات کو منقطع کرے گا مگر میری نسل منقطع نہوگی وہ لوگ ان کے قتل پر کیونکر قادر ہوسکتے ہیں کہ اُن کی مبارک نسل سے آٹھ امام پیدا ہونگے۔ یہ فرما کر پھر آپ نے باقیماندہ خطبہ کو ذیل کے مضامین پر تمام فرمایا۔

فقال لھم فان کنتم قد وطّنتم انفسکم علی ما وطّنت نفسی علیہ فاعلموا ان اللہ تعالی انّما یھب المنازل الشّریفۃ لعبادہ باحتمال المکاره وان اللہ تعالی ان کان خصّنی مع من مضی من اھلی الّذین انا اخرھم بقاءً فی الدّنیا من الکرامات بما یسھل علیّ معھا احتمال المکروھات فان لکم

مشغلی ذلک من کرامات اللہ تعالیٰ واعلموا ان الدنیا حلوها ومرها حلم والانتباه فی الآخرة والفائز من فاز فیها والشقی من شقی فیها۔

اگر تم نے بھی ان ہی امور کی نسبت اپنی کمر باندھ لی ہے جن امور پر میں آمادہ ہوں تو یقین کر لو کہ خداوند عالم اپنے اُن مخصوص بندوں کو جو اظہار حوادثات اور وقوع بلیات پر صبر و شکر سے کام لیتے ہیں۔ مدارج جلیلہ اور مناسب رفیعہ عطا فرماتا ہے اور اگر خداوند تعالیٰ میرے اُن بزرگواروں میں سے جو گزر گئے اور جنکی آخری یادگار میں موجود ہوں۔ مجھ کو خاص کرامتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا کہ ان مکروہات کا تحمل میرے لئے آسان ہو جائے تو تم کو اُن میں سے ضرور حصہ ملیگا۔ یقین کر لو کہ اِس حیات دُنیا کی مثال تکلیف سے گزرے یا آرام سے خواب کی سی مثال ہے اور آخرت کی بیداری کی اور ابنائے جاودانی کی۔ جو شخص عاقبت کے دن چھوٹ گیا وہ تو ہمیشہ کے لئے نجات پا نے والا ہوا اور جو آخرت کے دن شقی ثابت ہو گیا اصلی شقی وہی ہوا۔

امام عالی مقام کی اس تقریر سے اُن جان نثاروں کے خلوص و عقیدت میں اور استقلال پیدا ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اعوان و انصار نے بقیہ رات رکوع و سجود۔ گریہ و زاری اور عبادت میں کاٹی اور تمام حضرات تسبیح و تہلیل و وعظ و نصائح میں معروف رہے۔ صح

صبح عاشورا محرم تھی قیامت کی سحر

جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صبح عاشورا کا سپیدہ جس وقت افق مشرقی پر ظاہر ہوا تو جناب امام حسینؑ نے نماز فجر پڑھکر درگاہ رب العزت میں یہ مناجات فرمائی۔

اللھم انت ثقتی فی کل کرب ورجائی فی کل شدة وانت لی فی کل امر نزل بی ثقة وعدة وکم من کرب یضعف منه الفؤاد وتقل فیه الحیلة ویخذل فیه الصدیق ویشمت به العدو انزلته بک وشکوته الیک رغبة منی الیک عمن سواک ففرجته وکشفته فانت ولی کل نعمة وصاحب کل حسنة ومنتهی کل رغبة

یا اللہ تو ہر مصیبت میں میری جائے پناہ اور ہر تکلیف میں میری اُمیدگاہ ہے اور ہر معاملہ کا کارساز تو ہی ہے اور ہر مصیبت جو مجھ پر پڑے اُس میں میرا بھروسا اور اعتماد تجھ ہی پر ہے اور بہت سی مصیبتیں ایسی پڑیں جن سے میرا دل بیٹھ بیٹھ گیا اور تدبیریں بیکار ہو ہو گئیں۔ دوستوں نے مجھے چھوڑ چھوڑ دیا اور دشمنوں نے زبانِ طعن دراز کیں اور جب میں نے تیری حضور میں رجوع کی اور تیری جناب میں شکایت کی اس لئے کہ میری طبیعت کو تیرے سوا کسی سے لگاؤ نہیں تو تو نے اپنی (رحمت کاملہ سے) میری مصیبت کو ٹال دیا اور مجھے اس غم سے نجات عنایت فرمائی۔ حقیقتاً تمام نعمتوں کا مالک تو ہی ہے اور تمام نیکیوں کا آقا بھی تو ہی ہے اور تمام رجوع کرنے والوں کا مرجع بھی تو ہی ہے۔

صبح عاشورا قیامت کا نمونہ تھی جس اندوہ و مصیبت میں امام حسین علیہ السلام اور آپکے ہمراہی گرفتار تھے وہ ہر شخص کو معلوم ہے مسلمانوں ہی پر منحصر نہیں غیر مذہب والے بھی کافی طور سے واقف ہو کر ان واقعات سے آجتک متاثر ہوتے ہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آٹھویں تاریخ کی صبح سے امام حسین علیہ السلام کے خیام میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ بوڑھے۔ جوان اور بچوں کے جگر شدتِ عطش سے کباب ہو رہے تھے اور کوئی بھی اُن کا پُرسانِ حال نہ تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے لہریں مار رہا تھا مگر ان کی بے بسی اور مجبوری کی یہ حالت تھی کہ وہ تین دن کے پیاسے اُس سے ایک قطرہ بھی نہ لے سکتے تھے۔ ہمارے معزز ہمعصر صاحب البلاء المبین نے اس قیامت خیز عالم کی مختصر مگر سچی تصویر کھینچی ہے۔ جو ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

آہ وہ ریگستانی میدان۔ وہ آفت کی گرمی۔ وہ بلا کی دھوپ و پانی کا بند ہونا۔ گویا کربلا کا میدان عرصۂ محشر کا نمونہ تھا بلکہ اُس سے زیادہ ہولناک کیونکہ قیامت کے دن لوگ جنکی بدولت سایۂ رحمت کے اُمیدوار ہونگے۔ اور جنکے تصدق میں ساقی کوثر سے پانی پینگے وہ خود کربلا کی تابستانی مصیبت و پیاس کی شدت اٹھا رہا تھا اور اہلبیت رسالت کا ہر چھوٹا بڑا تشنگی سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ خیمۂ مبارک میں ہر سمت العطش العطش کے نعرے بلند تھے۔ لوگ اشاروں سے مطلب ادا کرتے تھے۔ عابد بیمار اور صغیر شیر خوار کی بیتابانہ حالت کسی سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ عورتوں اور بچوں کا حالِ پُرملال دیکھکر امام حسین علیہ السلام کو نہ اپنی فکر تھی اور نہ اپنی مصیبت کا خیال تھا (البلاء المبین صفحہ ۶۰)

تحریر مصائب سے قطع نظر کر کے ہم اب اصلی واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ خیمۂ مطہر کے گرد جو خندق کھدی تھی اس میں آگ جلا دی گئی تھی۔ اس خیال سے کہ اگر گروہ اشقیا موقعہ پا کر مخدرات عصمت سے کوئی مزاحمت نہ کر سکے ابھی لشکر شام میں کامل طور پر صف بندی بھی نہیں ہوئی تھی کہ گروہ اشقیاء سے ابن جویریہ آگے بڑھا اور خیام مقدس کے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند دیکھ کر اپنا گھوڑا اچھالتا ہوا اس خندق کے قریب پہنچ گیا اور کھڑے ہو کر آواز بلند پکار کر کہنے لگا۔ یاحسین و یا اصحاب حسین ابشروا بالنار فقد تعجلتم الی النار (خاک بدہن اوباد) اے حسین علیہ السلام والے اصحاب حسینؑ تم کو نار دوزخ کی بشارت ہو اسلئے کہ تم نے خود ہی آگ کی طرف جلدی کی ہے۔ آپ نے اس دریدہ دہن کی گستاخی کے جواب میں فرمایا اتبشرنی بالنار و انا قادم علی ربٍّ کریم۔ تو مجھے آگ کا طعنہ دیتا ہے۔ حالانکہ میں تو اپنے رب کریم کی حضور میں جانیوالا ہوں یہ فرما کر آپ نے درگاہ رب العزت میں اس طرح دعا فرمائی اللّٰھم اذقہ عذاب النار فی الدنیا۔ پروردگار! دنیا ہی میں تو اس کو عذاب نار کا مزہ چکھا دے اسی اثنا میں اس کا گھوڑا بگڑا اور یہ اس کی پشت زین سے زمین پر آ رہا۔ اسکا پاؤں رکاب میں الجھا رہا گھوڑا اپنی رَو میں اسکو زمین پر گھسیٹتا ہوا خندق کے کنارے لایا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ اور وہ ملعون اسی آگ میں گر کر فی النار کا مصداق ہو گیا۔ (تاریخ طبری فارسی جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ مطبوعہ لکھنؤ اور تاریخ فتوحات اعظم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۷۶)

تاریخ روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ میں جویریہ کی طرح اور اشقیاء کی تقریریں بھی لکھی ہیں۔ اور ان میں تمیم اور محمد ابن اشعث اور شمر ذی الجوشن کے نام خصوصیت کے ساتھ لکھے ہیں۔

صاحب روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ ان بے دینوں کی تقریریں سنکر مسلم ابن عوسجہ خلوص اور عقیدت سے اپنے آپے میں نہ رہے۔ امامؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حکم ہو تو میں اس ملعون کو اپنے تیر سے ابھی ابھی چھید دوں۔ تاکہ پھر اس بدبخت کو آپ کی خدمت میں گستاخی کرنے کا یارا نہ رہے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا لا ترمہ فانی اکرہ ان ابدأھم بقتال۔ تم اس کو تیر نہ مارنا۔ کیونکہ میں اپنی طرف سے لڑائی شروع کرنے کو مکروہ جانتا ہوں۔

جنگِ کربلا کا آغاز

جانبین سے مقابلہ کی تیاری ہوئی۔ روضۃ الصفا و ایضاح الناصبین کے مؤلف تاریخ کبیر طبری کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ دسویں محرم جمعہ کے دن قبل زوال سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ عمر سعد نے فوج کو یوں ترتیب دیا کہ اپنے لشکر کا علم اپنے غلام درید کو دیا اور میمنۂ فوج پر عمرو ابن حجاج کو میسرۂ لشکر پر عروہ ابن قیس کو اور فوج پیادہ پر شبث ابن ربعی کو اور سواروں پر خولی اصبحی کو امیر مقرر کیا۔

ادھر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہتر اعوان و انصار کی جماعت کو یوں آراستہ فرمایا کہ علم فوج اپنے چھوٹے بھائی جناب عباسؑ کو سپرد کیا۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرۂ لشکر پر حضرت حبیب ابن مظاہر کو امیر مقرر فرمایا۔ ان مجاہدین کی صفیں خیمہائے مبارک کے سامنے تھیں اور ان کے پیچھے خندق تھی جس میں حفاظت کے خیال سے آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ جنگ ایک ہی سمت رہے۔ صفوں کو ترتیب دینے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الہی میں دعا کی اور پھر ناقہ پر سوار ہو کر لشکر عمرؔ کی طرف تشریف لے گئے (ایضاح الناصبین صفحہ ۳۴۴)

ناسخ التواریخ میں جلاء العیون کی اسناد سے لکھا ہے کہ بریر ابن خضیر ہمدانی آگے بڑھکر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک بار پھر ان اشقیاء کو وعظ و نصیحت کر آؤں۔ ارشاد ہوا جاؤ۔ بریر اپنے مقام سے بڑھکر اور عمر سعد کی فوج کو مخاطب کر کے آواز بلند کہنے لگے یا معشر الناس ان اللہ عزّ وجلّ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالحق بشیراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً و ھذا الفرات یلج فیہ خنازیر السواد وکلابھا وقد حیل بینہ و بین اھلبیتہ۔ اے گروہ مردم! خدائے تبارک تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری طرف عہدۂ رسالت پر فائز فرما کر بھیجا کہ تم کو اعمال حسنہ کے صلہ میں بہشت عنبر سرشت کی بشارت پہنچائیں۔ اور تمہارے اعمال قبیحہ کی پاداش میں صعوبات جہنم سے ڈرائیں۔ وہ حضرتؐ مثل آفتاب عالمتاب کے چمکنے والے اور خدا تعالیٰ کی طرف اسی کے حکم سے تم لوگوں کے بلانیوالے ہیں دیکھو یہ آب فرات ہے کہ جس سے موضع سواد کے سؤر اور کتے تک

سیراب ہو رہے ہیں۔ اور تم لوگ اہلبیتِ محمدؐ کو اس سے ایک قطرہ نہیں دیتے اور اُن کے اور اس نہر کے درمیان حائل ہو گئے ہو۔

بُریر کی یہ تقریر سُن کر اُن بے شرموں نے جواب دیا واللہ لیعطش الحسین کما عطش من کان قبلہ تم خدا کی حسینؑ بھی ویسے ہی پیاسے رکھے جائینگے جس طرح وہ پیاسا رکھا گیا جو اُن سے قبل تھا (ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۴۹)

بہرکیف بُریر کی تقریر کچھ بھی اثر پذیر نہ ہوئی تو اب امام حسین علیہ السّلام بنفسِ نفیس ان بے دینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بآوازِ بلند ارشاد فرمایا۔

میدانِ جنگ میں امامؑ کا پہلا خطبہ۔ وہ خطبہ مبارک یہ ہے۔

ایّھا النّاس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتّی اعظکم بما الحق لکم علیّ حتّی اعتذر الیکم من مقدمی علیکم فان قبلتم عذری وصدّقتم قولی واعطیتمونی النّصف کنتم بذٰلک اسعد ولم یکن لکم علیّ سبیل وان لم تقبلوا منّی العذر ولم تعطوا النّصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثمّ لا یکن امرکم علیکم غمّۃ ثمّ اقضوا الیّ ولا تنظرون انّ ولیّ اللّٰہ الّذی نزّل الکتاب وھو یتولّی الصّٰلحین اما بعد فانسبونی فانظروا من انا ثمّ ارجعوا الی انفسکم وعاتبوھا فانظروا ھل یحلّ لکم قتلی وانتھاک حرمتی الست ابن بنت نبیّکم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وابن وصیّہ وابن عمّہ واوّل المؤمنین باللّٰہ والمصدّق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربّہ اولیس حمزۃ سیّد الشّھداء عمّ ابی اولیس جعفر الشّھید الطّیّار ذو الجناحین عمّی اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم قال لی ولاخی ھذان سیّدا شباب اھل الجنّۃ

ایّھا النّاس! میری بات سنو اور میرے قتل میں جلدی نہ کرو تاکہ میں حقِ نصیحت جو مجھ پر واجب ہے ادا ہو جاؤں اور اپنے یہاں آنیکے عذرات تم سے بیان کر دوں اگر تمنے میرا عذر قبول کیا اور میرے قول کی تصدیق کی اور میرے معاملہ میں داد انصاف دی تو تم اسکے سبب سے نیک ہو جاؤگے اور مجھ پر ظلم کرنیکی راہ نہ پاؤگے۔ اور اگر تم نے میرے عذر کو قبول نہ کیا اور طریقِ انصاف اختیار نہ کیا تو تم اپنے کام کو درست اور اپنے شرکاء کو جمع کر لو تاکہ تم پر تمہارا وہ کام

اور اُسکی حقیقت پوشیدہ نہ رہ جائے پھر جو کچھ تمکو میرے ساتھ کرنا ہو کرنا اور مجھکو مہلت نہ دینا میرا ولی وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا اور جو صالحین ہی کو ولی بناتا ہے اتنا کہکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اتنی دیر تک اور انتظار کیا کہ عمر سعد کی فوج کے لوگ ایک جا جمع ہو کر مخاطب ہو جائیں جب وہ جمع ہو گئے تو پھر آپ نے سلسلۂ بیان کو یوں شروع فرمایا کہ ایّھا النّاس اے گروہ کوفہ و شام۔ تم لوگ میرے حسب و نسب پر لحاظ کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ بعدہ اپنے دل میں غور کرو اور اپنے نفوس کو ملامت کرو اور چشمِ انصاف سے دیکھو کہ آیا مجھے قتل کرنا اور میری ہتکِ حرمت کرنا تمہارے لئے حلال ہے کیا میں تمہارے نبی محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دختر کا فرزند نہیں ہوں اور کیا میں رسُولؐ کے اُس وصی کا فرزند نہیں ہوں جو آنحضرت کا ابن عم تھا اور جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُس امر کی تصدیق کی جسے وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ کیا حمزہؑ سیّد الشّہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں اور شہید ذو الجناحین جعفرِ طیّار میرے چچا نہیں ہیں اور کیا یہ قولِ رسولؐ جو بمنزلۂ خبرِ مستفیض کے ہے تم تک نہیں پہنچا جو آنحضرت نے میرے بھائی کے حق میں اور خود میرے حق میں فرمایا کہ یہ دونوں سردار ہیں جوانانِ اہلِ بہشت کے۔

ایک امام طبری ہی پر موقوف نہیں ہے اس پر تمام اسلامی مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا موجودہ خطبہ یہاں تک پہنچا تھا کہ سامعین پر کچھ ایسا عالم طاری ہوا کہ موافقین اور مخالفین، غرض کل حاضرین رونے اور حضرت کی بہنیں اور بیٹیاں تو ایسے بین جگر خراش سے روئیں کہ امامِ عالی مقام نے بیتاب ہو کر حضرت عباس علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا کہ بھائی خیمہ میں جاکر عورتوں کو سمجھا دو۔ فلمّا سکتن حمد اللّٰہ واثنی علیہ وذکر اللّٰہ بما ھو اھلہ وصلّی اللّٰہ علی محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم وعلی ملٰئکتہ وانبیاۂ فذکر فان صدّقتمونی بما اقول وھو الحقّ واللّٰہ ما تعمّدت کذبا منذ علمت انّ اللّٰہ یمقت علیہ اھلہ وان کذّبتمونی فانّ فیکم من ان سالتموہ عن ذٰلک اخبرکم اسئلوا جابر بن عبد اللّٰہ الانصاری وابا سعید الخدری وسھل بن سعد وزید بن ارقم وانس بن مالک یخبروکم انّھم سمعوا ھذہ المقالۃ من رسول اللّٰہ لی ولاخی اما فی ھذا حاجز لکم عن سفک دمی

جب مخدرات سرا پردۂ عصمت خاموش ہوگئیں تو جناب امام حسین علیہ السلام نے حمد و ثنائے ربّ العزت اس طرح ادا کی کہ شایانِ شانِ جناب کبریا تھی اور حضرت خاتم النبیینؐ اور ملائکۂ مقربین اور انبیائے مرسلین پر درود بھیجا۔ پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان کو قائم رکھنے کی غرض سے حدیث سید اشباب اھل الجنّۃ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر اس حدیث کے بیان کرنے میں تم مجھ کو سچا سمجھتے ہو تو بیشک تم نے ادائے حق کیا۔ کیونکہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ خدا جھوٹ بولنے والوں کو دشمن رکھتا ہے۔ اور اگر تم اس حدیث کے بیان کرنے میں مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو ابھی تم ہی لوگوں میں بہت سے ایسے لوگ زندہ ہیں جو میری راست بیانی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ پس تم لوگ جابر ابن عبداللہ الانصاری۔ ابوسعید خدری۔ سہل ابن سعد ساعدی۔ زید ابن ارقم۔ اور انس ابن مالک سے پوچھ لو وہ تم لوگوں کو بتلا دینگے کہ اُن لوگوں نے یہ حدیث جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی خود میرے اور میرے بھائی کے حق میں سنی ہے یا نہیں؟ کیا یہ بھی تمہارے لئے تم کو میری خونریزی سے روکنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ جب امام حسین علیہ السلام کا سلسلۂ ارشاد یہاں تک پہنچا تو شمر ذی الجوشن قطع سخن کر کے یکایک بول اٹھا انا عبد اللہ علی حرف ان کنت ادری ما تقول یعنی میں خدا کی عبادت برخلاف کروں اگر میں اس وقت تک یہ بھی سمجھا ہوں کہ آپ فرما کیا رہے ہیں۔

امام عالی مقام نے تو اُس مایۂ ضلالت کا کچھ جواب نہ دیا مگر حضرت حبیب ابن مظاہر نے کلمہ بکلمہ اُس کو ان الفاظ میں جواب دیا واللہ انی لا ریک تعبد اللہ علی سبعین حرف و انا اشھد انک صادق ما تدری ما یقول قد طبع اللہ علی قلبک۔ اے شمر! تو خدا کی ہزار شکوک و وساوس کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور میں خود تیری اس راست گفتاری کا شاہد ہوں۔ جیسا کہ تو نے بیان کیا کہ میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کی باتوں کو مطلق نہیں سمجھتا بیشک ایسا ہی ہے۔ تو ان کی باتوں کو مطلق نہیں سمجھ سکتا۔ خدائے سبحانہ وتعالےٰ نے تیرے قلب پر (جہالت وضلالت کی) مہر لگا دی ہے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام نے موجودہ نزاع لفظی سے قطع نظر فرما کر پھر اپنا سلسلۂ کلام آغاز کیا۔ فقال لہم فان کنتم فی شک من ھذا افتشکون انی ابن بنت نبیکم فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری فیکم ولا فی غیرکم ویحکم اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ او مال لکم استھلکتہ او بقصاص من جراحۃ تاخذون منی فسکتوا لا یکلمونہ فنادی یا شبث ابن ربعی یا حجار ابن الحر ویا قیس ابن الاشعث ویا یزید ابن الحارث الم تکتبوا الی قد اینعت الثمار واخضرت الجنان وانما تقدم علی جند لک مجند۔

اگر تم لوگوں کو میرے اس کلام میں شک ہے تو کیا میرے اس دعوے میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا بیٹا ہوں! واللہ قسم خدا کی پورب سے لیکر پچھم تک تمہارے رسول کا بیٹا۔ تم میں یا تمہارے سوا اور لوگوں میں سوا میرے اور کوئی نہیں ہے۔ افسوس ہے تم پر کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہارے کسی شخص کو مارا ہے جس کے خون کا بدلہ اس وقت تم مجھ سے لینا چاہتے ہو۔ یا میں نے تمہارا کوئی مال تلف کر دیا ہے یا میں نے تم لوگوں میں سے کسی کو زخمی کیا ہے یا کسی طرح کا اور آزار پہنچایا ہے جس کے لئے تم اس وقت مجھ سے قصاص کے طلبگار ہو؟

اتنا ارشاد فرما کر آپ چپ ہو گئے اور تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ کہ گروہ اشقیا میں سے شاید کوئی جواب دے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت کے کلامِ صداقت نظام کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب آپ نے باآوازِ بلند پکارا کہ اے شبث ابن ربعی۔ اے حجار ابن الحر۔ اے قیس ابن اشعث۔ اے یزید ابن الحارث! آیا تم وہ لوگ نہیں ہو جنہوں نے مجھکو متواتر ان لفظوں میں خط لکھے تھے۔ کہ بلوایا کہ ہمارے درختوں کے میوے پختہ ہو گئے ہیں اور ہمارے نخلستان سرسبز و شاداب ہو گئے ہیں۔ آپ بعجلت تمام ہمارے پاس تشریف لائیے ہم لوگوں نے لشکر تیار کر رکھے ہیں۔ سب تو خاموش رہے مگر شبث ابن ربعی نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہتے ہو۔ فی الحال آپ کو اپنے ابن عم یزید ابن معاویہ کی دعوت قبول کرنی ہوگی اور وہ آپکے ساتھ برفق ومدارا پیش آئے گا۔

اُس کی تقریر کے جواب میں امام عالی مقام نے جواب دیا۔ لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر لکم اقرار العبید ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون واعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب قسم خدا کی [illegible] کسی کے ہاتھ پر نہ دھرونگا اور نہ تم لوگونکے سامنے

غلاموں کا سا اقرار کرنے کی عار گوارا کرونگا۔ یقیناً میں نے تمہارے اور اپنے پروردگار سے پناہ مانگی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرسکو اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ایسے لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے جو اپنے غرور کی وجہ سے روز قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔ تاتمام فرماکر آپ نے پھر عقبہ ابن سمعان کو بلایا اور اُسکو ناقہ کی مہار دیکر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام ناسخ التواریخ کی تحقیق میں مرتجز تھا۔ مگر عام طور سے ذوالجناح مشہور ہے۔ اس کے بعد امام عالی مقام اپنے چند اصحاب باوفا کے ساتھ عمر سعد کے لشکر کے اور قریب آگئے تو بریر ابن خضیر ہمدانی نے آگے بڑھ کر مخصوص اہل کوفہ کو مخاطب کرکے آواز بلند پکارا اور کہا یقوم اتقوا اللہ فان ثقل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اصبح بین اظہرکم ھؤلاء ذریتہ وعترتہ وبناتہ وحرمہ فھاتوا ما عندکم وما الذی یریدون ان تصنعوا بھم۔ اے قوم خدا سے ڈرو اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت یاد کرو کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وہ ثقل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہے جو تمہارے سامنے موجود ہے اور اُسکی ہمراہی میں اُس کے لڑکے۔ لڑکیاں عترت اور اُسکے حرم محترم ہیں۔ اب تم کھُل کھُل کر بیان کرو کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ تم کس طرح پیش آنا چاہتے ہو؟ افلا تقبلون منہم ان یرجعوا الی المکان الذی جاؤ منہ ویلکم یا اھل الکوفۃ انسیتم کتبکم وعہودکم التی اعطیتموھا واشھدتم اللہ علیھا ویلکم ادعیتم اذعرفتم اھل بیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونھم حتی اذا اتوکم اسلمتموھم الی ابن زیاد ومنعتموھم عن ماء الفرات بئس ما خلفتم نبیکم فی ذریتہ مالکم لا سقاکم اللہ یوم القیامۃ۔

آیا تم لوگوں کو منظور نہیں ہے کہ یہ جماعت وہاں لوٹ جائے جہاں سے آئی ہے کیوں اہل کوفہ کیا تم نے اپنے لکھے ہوئے خطوط کو اور اُن وعدوں کو جن پر تم نے خدا کو درمیان دیا تھا اور جن میں تم نے واضح طور پر یہ لکھا تھا کہ اہلبیت پیغمبر تمہارے پاس آئیں۔ تو تم اُن کی نصرت ومتابعت میں اپنی جانیں نثار کردو گے بالکل فراموش کردیا۔ اب جب وہ لوگ تمہارے پاس آگئے تو تم اُن لوگوں کو ابن زیاد کے حوالے کئے دیتے ہو اور فرات کے پانی کو اُنپر بند کئے بیٹھے ہو

واقعی تم اپنے پیغمبر کے بدترین پیرو ہو کہ اُن کی ذریت طاہرہ کے ساتھ ایسے سلوک کرتے ہو۔ خدائے سبحانہ وتعالی بروز قیامت تم کو کبھی سیراب نہ فرمائے بریر کا یہ کلام سُن کر گروہ اشقیا نے پھر وہی اپنا معمولی جواب دیا کہ ہم نہیں سمجھتے تم کیا کہتے ہو؟ بریر نے کہا الحمد للہ الذی زادنی فیکم بصیرۃ اللھم انی ابرء الیک من افعال ھؤلاء القوم اللھم الق باسھم بینھم حتی یلقوک وانت علیھم غضبان۔ اُس خدائے سبحانہ وتعالی کا شکر ہے جس نے بمقابلہ تم لوگوں کے مجھ کو دیدۂ بصیرت عطا فرمایا۔ پروردگار! میں اس قوم کے افعال سے بالکل بیزار ہوں۔ پروردگار! اس جماعت شقاوت اثر کو آپس میں ٹکرا دیجیو۔ کہ ایسی حالت میں تیری حضوری میں پہنچیں کہ تو ان پر غضبناک ہو یہ کلام سُن کر کوفیوں نے بریر پر تیر چلائے۔ بریر جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس چلے آئے۔ اگرچہ صفوف مخالفین کے تیر آتے ملاحظہ فرماتے مگر وہ ہادی برحق اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ بلکہ کوفیوں کے تیر اندازوں کے سامنے پھر دوسرے خطبہ کا آغاز فرمایا۔

امام عالی مقام کا دوسرا خطبہ - انشدکم ھل تعرفونی قالوا نعم انت ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسبطہ قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان امی فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالوا نعم فقال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان ابی علی ابن ابیطالب قالوا نعم قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان جدتی خدیجۃ بنت خویلد اول نساء ھذہ الامۃ قالوا اللھم نعم قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان حمزۃ سید الشھداء عم ابی قالوا اللھم نعم فقال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان جعفر الطیار فی الجنۃ عمی قالوا اللھم نعم قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان ھذا سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا متقلدہ قالوا اللھم نعم قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان ھذہ عمامۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا لابسھا قالوا اللھم نعم قال انشدکم باللہ ھل تعلمون ان علیا کان اولھم اسلاما واعلمھم علما واعظمھم حلما وانہ ولی کل مؤمن ومؤمنۃ قالوا اللھم نعم فقال فبم تستحلون دمی وابی الذائد عن الحوض

بذ ودعنه رجالا کما یذاد البعیر الصّادر عن الماء ولو ناء الحمد فی یدی ابی یوم القیٰمۃ قالوا قد علمنا ذالک کلّہ ونحن غیر تارکیک حتّٰی یذوق الموت عطشا۔ یعنی میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں آیا تم مجھکو پہچانتے ہو؟ سب نے کہا ہم کیونکر آپکو نہ پہچانینگے آپ ہمارے رسولؐ کے فرزند ہیں اور نواسے۔ امام نے فرمایا تمکو خدا کی قسم آیا تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہؑ بنت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سب نے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تمکو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام میرے باپ ہیں؟ سبنے کہا ہاں۔ امام نے کہا تمکو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ جناب خدیجہ بنت خویلد میری دادی ہیں جو اس اُمت کی پہلی عورت ہیں سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ حمزہ سیّد الشہداء میرے باپ کے چچا تھے۔ سبنے کہا ہاں امامؑ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ جعفر جو ریاض جنت میں دو شہپروں کے ذریعہ سے پرواز کرتے ہیں۔ وہ میرے ہی چچا تھے سبنے کہا ہاں امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ شمشیر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ جو میں حمایل کئے ہوں۔ سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جو میں باندھے ہوں۔ سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار ایسے بزرگ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور جو بلحاظ علم و حلم کے تمام اہل اسلام سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور وہ تمام مومنین و مومنات کے مولا ہیں۔ سبنے کہا ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب تم کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر تم کیوں میرے خون کو مباح سمجھتے ہو۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ فردائے قیامت میں میرے ہی والد بزرگوار تمام تشنگان اُمت کو حوض کوثر پر آب پلانے لیجائینگے جس طرح شتربان اپنے اونٹوں کو مشرع آب پر پانی پلانے کی غرض سے لیجاتے ہیں اور بہت سوں کو وہاں سے اسطرح ہٹا دینگے جس طرح غیر اونٹوں کو ہٹا دیا کرتے ہیں۔ اور اُس دن لوائے حمد میرے ہی پدر بزرگوار کے ہاتھ میں ہوگا۔ اُن لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی تقریر سنکر جواب دیا کہ ہم لوگوں کو یہ سب باتیں معلوم تو ہیں مگر با اینہمہ ہم لوگ آپ سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ جب تک کہ آپ اسی تشنہ لبی کے عالم میں شربت مرگ کا جام نوش نہ فرمائیں۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۱ ۔ مقتل ابو اسحٰق صفحہ ۳۵)

جناب امام حسین علیہ السّلام کا یہ دوسرا خطبہ تھا۔ ابھی اور خطبات بھی باقی ہیں جو عنقریب اپنے اپنے مقام پر سلسلۂ بیان میں آتے جائینگے علّامہ ابو اسحٰق اور ناسخ التواریخ کے ذی قدر مولّف بیان کرتے ہیں کہ اس خطبہ کو تمام فرما کر امامؑ عالی مقام خیمۂ مطہر میں تشریف لائے۔ حضرت زینبؑ خاتون حاضر خدمت ہوئیں۔ ارشاد ہوا کہ سب اہلبیتؑ کو جمع کرو۔ سب حاضر خدمت ہوئے تو اُن گرفتاران مصیبت نے خود پوچھا کہ ہم کیوں طلب کئے گئے ہیں؟ امامؑ عالی مقام نے آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا حاجتی او صیکن اذا انا قتلت فلا تشققن علیّ جیبًا ولا تلطمن علیّ خدًا ولا تخدشن علیّ وجہا یعنی تم سے صرف اس وصیّت کی ضرورت ہے کہ میں جس وقت مارا جاؤں۔ میرے ماتم میں تم گریبان چاک نہ کرنا۔ اپنے منہ پر طمانچے نہ مارنا۔ اور اپنے رخساروں کو مجروح نہ کرنا۔ اس کے جواب میں جناب زینبؑ نے عرض کی کہ آپ تو اس وقت ایسی باتیں فرماتے ہیں۔ جیسے آپ کو اپنی موت کا بالکل یقین ہو چکا ہو۔ فرمایا ہاں۔ ایسا ہی ہے اتنا سننا تھا کہ جناب زینبؑ نے رو رو کر فرمایا واثکلاہ واامحناہ او علیاہ واحسناہ واضعفاہ واغربتاہ واقلّۃ ناصراہ فقال لہا الحسین علیہ السلام یا اختی تعزی بعزاء اللہ فکان سکّان السمٰوات یفنون واہل الارض یموتون ولا یبقی الا اللہ فلا تذہبن بحلمک الشیطان۔ اُن کے نالہ و فریاد کو سن کر امام عالی مقام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے بہن صبر کرو۔ ساکنین آسمان بھی فنا ہونے والے ہیں اور قاطنین ارض بھی مرنیوالے ہیں۔ خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ خبردار رہو۔ شیطان تمہارے حلم کو برباد نہ کرنے پائے۔

یہ ارشاد سنکر جناب زینب علیہا السّلام نے اپنے دیدۂ اشکبار سے آنسو پونچھ ڈالے۔ مگر عجیب مضطربانہ لہجہ میں اپنے غریب بھائی سے پوچھا کہ آپ ہمکو یہاں سے نکال کر اور کہیں لیجائیں تب تو آپکی جان سلامت بچیگی؟ جناب امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا لو ترک القطا لنام۔ یہ جملہ فرما کر آپنے اسی مقام پر ایک لمحہ استراحت فرمائی۔ اسی عرصہ میں کچھ غنودگی سی آپ پر چھا گئی۔ آنکھ کھلی تو جناب زینبؑ سے فرمایا رأیت الساعۃ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہو یقول یا بنیّ انک تصیر الساعۃ

تاتی الینا - میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جدِّ بزرگوار کو ابھی خواب میں دیکھا - آپ فرماتے تھے کہ اے فرزند تیرے تھوڑی دیر اور صبر کرلے اس کے بعد تو ہمارے پاس پہنچا چاہتا ہے -

اہل حرم میں تو امام علیہ السّلام کے اس خواب کو سن کر کہرام مچ گیا اور آپ ان کی تسکین و تشفی فرما کر باہر تشریف لائے زہیر ابن القین نے آپ ہی اثنا میں صف سے بڑھکر مخالفین کو مخاطب کیا اور کہا ایھا النّاس ان حق المسلم علی المسلم النصیحۃ ونحن وانتم علیٰ دین واحد وقد ابتلانا اللہ بذرّیۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لینظر ما نحن وانتم صانعون وانا ادعوکم الیٰ نصرتہ وخذلان الطّغاۃ - ایھا النّاس ! ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے چونکہ ہم اور تم ایک طریقہ پر اور ایک شریعت پر ہیں اسلئے ہم تمکو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اسوقت خدا تعالیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے رسُول کے فرزند کی نصرت کے متعلق ہمارا اور تمہارا امتحان لے رہا ہے اور یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ اُسکی نصرت و حمایت پر کون کون آمادہ و مستعد ہوتا ہے اور اس سے کون پہلوتہی کرتا ہے پس میں تمکو نصرت حسین علیہ السّلام کی طرف دعوت اور اہل ضلالت کی ترک رفاقت کی ہدایت کرتا ہوں - زہیرؓ کی یہ تقریر سُنکر کوفیوں نے جواب دیا کہ ہم تو تمہارے ہی جماعت کو ضرور قتل کرینگے تا وقتیکہ وہ بیعت یزید اختیار نہ فرمائیں - زہیرؓ ابن القین نے جواب دیا کہ یارو تمہیں خوف کر دیکھو جناب امام حسین علیہ السّلام تمہاری عقیدت اور حمایت کے زیادہ مستحق ہیں یا یزید اور ابن زیاد وغیرہ ؟ اگر تم اُن کی نصرت و حمایت نہیں کرتے ہو تو انکی دل آزاری بھی نہ کرو - اور اس سے ہاتھ اٹھالو - ہوسکتا ہے کہ بے قتل کئے خود یزید جناب امام حسین علیہ السّلام سے راضی ہو جائے اور ایسی حالتیں وہ تم سے بھی خوشنود رہیگا زہیرؓ کا سلسلۂ کلام جب یہاں تک پہنچا تو یکایک شمر نے زہیرؓ کو ایک تیر لگا کر یہ کہا کہ کہا تک ان طول کلامیوں سے اپنی زبان کو بیکار تھکاتا رہے گا - زہیرؓ نے جواب دیا کہ تو جانور لا یعقل ہے انسان نہیں ہے اور تیرا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہیں ہونیوالا نہیں ہے اور تو ہمیشہ عذاب الیم میں گرفتار رہیگا - شمر نے کہا کہ میں تجکو بھی ماروں گا اور تیرے آقا کو بھی قتل کرونگا - زہیرؓ نے جواب دیا کہ تو مجکو قتل سے ڈراتا ہے - مجکو تو رفاقت حسین میں مرنا اس جینے سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتا ہے اس تقریر کے بعد زہیرؓ ابن القین نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا معاشر المہاجرین والانصار لا یغرّنکم کلام ھذا الکلب الملعون واشباھہ فانّہ لا ینال شفاعۃ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انّ قوما قتلوا ذرّیّتہ وقتلوا من نصرھم فانھم فی جھنّم خالدون ابدا - اے گروہ مہاجرین وانصار کہیں اس سگِ ملعون کا کلام تم کو فریب نہ دے کیونکہ یہ وہ ہے جس کو جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبھی نصیب ہونیوالی نہیں ہے - کیونکہ یہ قوم شقاوت اثر وہی ہے جو ذرّیت رسُول کو اور اُن لوگوں کو جو اُسکی نصرت کرتے ہیں قتل کرے گی اور یہ قوم وہی ہے جو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہیگی -

یہ حال ملاحظہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک صحابی کی معرفت زہیرؓ ابن القین کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے انکی موعظت کا حق ادا کردیا اور انکو صلاح نیک بدی - یہ کہلا کر جناب امام حسین علیہ السّلام بنفسِ نفیس خود گروہ اشقیا کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمانے لگے -

یا ایّھا النّاس اعلموا انّ الدّنیا دار فناء وّ زوال متغیرۃ باھلھا من حال الیٰ حال معشر النّاس عرفتم شرائع الاسلام وقرأتم القرآن وعلمتم ان محمّدا رسول اللہ الملک الدّیان وثبتم علیٰ قتل ولدہ ظلما وّعدوانا معشر النّاس امّا ترون الیٰ ماء الفرات یلوح کانہ بطون الحیّات یشربہ الیھود والنّصاریٰ والکلاب والخنازیر وآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یموتون عطشا لوگو یقین کرلو کہ دنیا محلِ فنا و زوال ہے اور ساعت بساعت اسکے رہنے والے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیر ہوتے رہتے ہیں - تم اسلام کے طریقہ پر ہو اور کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہو اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا رسول جانتے ہو - باایں ہمہ اُس کی اولاد کو عداوت کی راہ سے قتل کرنے پر تُلے ہوئے ہو - کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ آب فرات جو سانپ کی طرح لہریں مار رہا ہے اُس سے یہود و نصاریٰ کیا سؤر اور کتّے تک تو سیراب ہو رہے ہیں مگر اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاس سے مرے جا رہے ہیں - امام عالی مقام کا یہ کلام سُن کر اُن اشقیا نے جواب دیا کہ باتیں کم کیجئے - آپ کو اور آپکے ہمراہیوں کو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا - یہاں تک کہ آپ اور آپکے تمام ہمراہی ایک کے بعد ایک پیاس کی تکلیفیں اٹھا کر جام مرگ نوش فرمائیں -

آن بے دینوں کے یہ گستاخانہ جواب سنکر امام علیہ السلام نے ذیل کا آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا اِنّ القوم استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکر اللّٰہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا اِنّ حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ٥ شیطان اس جماعت پر غالب آگیا ہے اور ذکر خدا کو اُس نے اُن لوگوں کے دل سے بھلا دیا ہے یہ جماعت شیطانی لشکر ہے اور شیطانی لشکر ضرور گھاٹا اٹھانیوالا ہے اس کے بعد آپ نے ذیل کے اشعار پڑھے

لعنتم یا شرّ قوم ببغیکم	ومخالفتم فینا النبی محمدا
اما کان خیر الخلق اوصٰکم بنا	اما کان جدّی خیرة اللّٰہ احمدا
اما کانت الزہراء امی ووالدی	علیّ اخا خیر الانام المسددا
لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم	ستصلون نارا حرّھا قد توقدا

اے بدترین قوم اتم پر تمہاری بغاوت کے جرم میں عذاب ہوگا کہ تم نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو ہمارے بارے میں فرماگئے تھے مخالفت کی کیا اُس بہترین خلق نے ہمارے لئے وصیت نہیں فرمائی تھی؟ کیا ہمارے جد بزرگوار احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برگزیدہ خدا نہیں ہیں؟ کیا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہماری مادر گرامی قدر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے والد بزرگوار علی مرتضےٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو جناب خیر الانام کے بھائی ہیں؟ پس لعنت اور ذلت ہو تم لوگوں پر کہ تم نے سب کچھ بھلا دیا۔ عنقریب تم نار دوزخ میں جاؤ گے جس کے شعلے ہمیشہ کے لئے مشتعل ہونگے۔ ان اشعار کے بعد آپ نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام عالی مقام کا تیسرا خطبہ فقال الحمد للّٰہ الذی خلق الدنیا فجعلھا دار فناء و زوال متصرفۃ باھلھا حالا بعد حال فالمغرور من غرّتہ والشقی من فتنتہ فلا تغرّنّکم ھٰذہ الدنیا فانّھا تقطع رجاء من رکن الیھا وتخیب من طمع فیھا وارٰکم قد اجتمعتم علی امر قد اسخطتم اللّٰہ فیہ علیکم واعرض بوجہہ الکریم عنکم واحل بکم نقمتہ وجنّبکم رحمتہ فنعم الرب ربنا وبئس العبید انتم اقررتم بالطاعۃ وآمنتم بالرسول محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ثم انکم زحفتم الی ذریتہ وعترتہ تریدون قتلھم لقد استحوذ علیکم الشیطٰن فانسٰکم ذکر اللّٰہ العظیم فتبا لکم

وما تریدون انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ھٰؤلاء قوم کفروا بعد ایمانھم فبعدا للقوم الظٰلمین۔

میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا اور اُس کو دار فنا و زوال پذیر قرار دیا اور اُس کے باشندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدل جانے والا پیدا کیا پس مغرور وہی شخص ہے جو دنیا پر مفتون ہو گئے اور شقی وہی شخص ہے جو دنیا کا عاشق ہو۔ ایھا الناس! دنیا کے مکر و فریب میں نہ آؤ کیونکہ دنیا اُس شخص کی تمام اُمیدوں کو قطع کرڈالتی ہے جو اُسکی طرف رغبت کرتا ہے اور جو اُس سے اُمید رکھتا ہے اُسی کو ناکام کردیتی ہے اور اب میں دیکھتا ہوں کہ جس امر پر تم لوگوں نے اتفاق کیا ہے وہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور وہ اس وجہ سے تم لوگوں سے اپنا منہ پھیر لیگا اور اپنا عذاب تم پر نازل فرمائیگا اور اپنی رحمت کو تم لوگوں سے دُور کردیگا۔ دیکھو خداوند عالم کیا اچھا پروردگار و مالک ہے اور تم لوگ اُس کے کیسے بُرے بندے ہو کہ تم نے اُسکی رسالت اور شریعت کی تصدیق کی اور اُسپر ایمان لائے اور اُس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اب اُسی کے اہلبیت پر فوج کشی کررہے ہو اور اُن کے قتل پر مستعد ہو اسی وجہ سے شیطان تم پر غالب آگیا ہے اور اُس نے تم کو ذکر خدا سے باز رکھا ہے پس تم کو ہلاکت نصیب ہے۔ یہ کیا ارادہ تم نے کیا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یہ وہی قوم ہے جو بعد ایمان لانے کے کافر ہوگئی پس اس قوم ظالمین پر لعنت ابدی ہو۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا ایسا موثر خطبہ سنکر عمر سعد کے کان کھڑے ہوئے سوچا کہ اگر آپ کے کلام صداقت التیام نے اس فوج پر اثر کیا تو بُرا ہو جائیگا۔ اُس نے فوراً فوج کو للکار کر آواز دی کہ تم جناب امام حسین علیہ السلام کے جواب دینے کی کوشش نہ کرو۔ یہ سمجھ لو کہ حسین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ آج پر موقوف نہیں اگر کل تک تم اُس سے یونہی گفتگو میں مصروف رہوگے تو وہ برابر ایسی ہی مسلسل تقریر کرتا رہیگا۔ اور اُسکی زبان تمہارے جوابوں سے ہرگز بند نہ ہوگی۔

اسکے بعد شمر ذی الجوشن جرأت کرکے آگے بڑھا اور کہنے لگا یا حسین (علیہ السلام) جو کچھ تعلیم کرتا ہو وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اقول اتّقوا اللّٰہ ربکم

ولا تقتلونی فانّه لا یحلّ لکم قتلی ولا انتهاک حرمتی فانّی انا ابن بنت نبیّکم وجدّتی خدیجۃ زوجۃ نبیّکم ولعلّہ بلغکم قول نبیّکم الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّۃ۔

یعنی میں تو یہی کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میرا قتل تم پر حلال نہیں ہے۔ اور میری حرمت ضائع کرنا تمہیں جائز نہیں۔ کیونکہ میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور جدّۂ ماجدہ میری جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں اور تم نے سُنا ہوگا کہ جنابِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین علیہما السّلام دونوں جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ تمام فوج یہ سُنکر دم بخود ہو رہا مگر ابنِ سعد نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ اب جناب امام حسین علیہ السّلام کو زیادہ تقریر کی فرصت نہ دو۔ چاروں طرف سے محاصرہ کرلو۔ حکم کی دیر تھی سارے لشکر نے چاروں طرف سے سمٹ کر امامؑ عالی مقام کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ مگر اس حجّۃ اللہ برحق اور اُس داعی الے کلمۃ المطلق کے استقلال کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ جس نے اپنے فرائضِ ہدایت کی ادائیگی کے مقابلہ میں ایسے شدید محاصرہ کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور اتمامِ حجّت کی ضرورت سے اُن بے دینوں کو ڈانٹ کر کہا ویلکم ما علیکم ان تنصتوا الیّ فتسمعوا قولی وانّما ادعوکم الی سبیل الرّشاد فمن اطاعنی کان من المرشدین ومن عصانی کان من المھلکین وکلّکم عاص لامری غیر مستمع قولی فقد ملئت بطونکم من الحرام وطبع علٰے قلوبکم ویلکم الا تنصتون الا تسمعون۔

تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے کہ تم میری بات تک نہیں سُنتے حالانکہ میں تم کو راہِ راست کی طرف بُلا رہا ہوں۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ جو شخص میری اطاعت کرے وہ سعادت وشادت حاصل کریگا اور جو شخص میرے مقابلہ میں معاصی کا مرتکب ہوگا وہ اپنی ہلاکت کا آپ باعث ہوگا پس تم لوگ میری باتیں نہ سُننے کی وجہ سے سخت معاصی میں گرفتار ہوتے ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے شکم مالِ حرام سے پُر ہیں اور تمہارے دلوں پر ظلمت کی سخت مُہر لگی ہوئی ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تم میری باتوں کو نہیں سُنتے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی یہ تقریر لشکرِ عمرِ سعد کی فوج میں ایک دوسرے کو خود امامؑ عالی مقام کی طرف مخاطب کرنے لگا۔ جب وہ سب امامؑ کی طرف مخاطب ہوگئے تو یہ دیکھکر جناب امام حسین علیہ السّلام نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا جو اپنی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے اپنا جواب آپ ہی ہے

تبّاً لکم ایّتھا الجماعۃ وترحاً حین استصرختمونا والھین مستجیرین فاصرخناکم موجفین سللتم علینا سیفاً فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن جناھا عدوّکم وعدوّنا فاصبحتم البا علی اولیائکم ویداً علیھم لاعدائکم بغیر عدل افشوہ فیکم ولا امل اصبح لکم فیھم الّا الحرام من الدّنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیہ من غیر حدث کان منّا ولا رأی تفیّل لنا فھلّا لکم الویلات اذ کرھتمونا وترکتمونا وتجھّزتموھا والسّیف لم یشھر والجاش طامن والرّای لم یستحصف ولکن اسرعتم الیھا کطیرۃ الدّبا وتداعیتم الیھا کتداعی الفراش فقبحاً لکم فانّما انتم من طواغیت الامّۃ وشذّاذ الاحزاب ونبذۃ الکتاب ونفثۃ الشّیطان وعصبۃ الاثام ومحرّفی الکتاب ومطفئ السّنن وقتلۃ اولاد الانبیاء ومبیری عترۃ الاوصیاء وملحقی العھار بالنّسب ومؤذی المؤمنین وصراخ ائمّۃ المستھزئین الّذین جعلوا القرآن عضین وانتم علی ابن حرب واشیاعہ تعتمدون وایّانا تخاذلون اجل واللہ الخذل فیکم معروف وشجت علیہ عروقکم وتوارثتہ اصولکم وفروعکم وثبتت علیہ قلوبکم وغشیت صدورکم فکنتم اخبث شیء سنخاً للنّاصب واکلۃ للغاصب الا لعنۃ اللہ علی النّاکثین الّذین ینقضون الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلاً فانتم واللہ ھم الا انّ الدّعیّ ابن الدّعیّ قد رکز بین اثنتین بین القلّۃ والذّلّۃ وھیھات ما آخذ الدّنیّۃ ابی اللہ ذلک ورسولہ وجدود طابت وحجور طھرت وانوف حمیّۃ ونفوس ابیّۃ لا تؤثر مصارع اللّئام علی مصارع الکرام الا قد اعذرت وانذرت الا انّی زاحف بھذہ الاسرۃ علی قلّۃ الاعوان وخذلۃ الاصحاب

اے جماعتِ شقاوت اثر تم لوگوں کو ہلاکت وذلت نصیب ہو۔ تم نے خود سرگشتہ و

حیران ہو کر ہم سے فریاد کی اور ہم تمہاری فریاد سننے کے لئے اور تم کو مدد دینے کے لئے آمادہ و مستعد ہوئے۔ اب تم نے ہمارے منہ پر تلواریں کھینچ لیں اور تم نے اس فتنہ کی آگ بھڑکائی جو ہمارے اور تمہارے دشمن نے پیدا کیا ہے پس تم لوگ اپنے دشمنوں کے اغوا سے اپنے دوستوں کی عداوت و مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ بغیر اس کے کہ اُن کا انصاف تم پر ظاہر ہوا ہو یا کوئی اُمید اُنہوں نے تم کو دلائی ہو سوائے اس کے کہ تم نے حرام دنیا کو حاصل کیا اور ذلیل ترین زندگانی دنیا کی آرزو کی۔ حالانکہ تمہارے لئے ہماری طرف سے کوئی برائی ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہم نے تمہارے ادائے حقوق میں کوئی خطا کی پس ایسی حالت میں تم کیونکر گرفتار عذاب نہ ہوگے کہ تم نے ہم سے نفرت کی۔ ہم کو چھوڑ دیا اور لشکر ہماری مخالفت میں جمع کر لئے حالانکہ ہماری تلواریں نیام کے اندر ہیں اور ہمارے دل ابھی تک تمہاری طرف سے مطمئن ہیں اور ہمارے خیالات خدشات سے بالکل خالی ہیں۔ مگر تم اُن مخالفانہ کارروائیوں میں جلدی کر رہے ہو اور جمع ہو کر اپنی متفق علیہ تجویزوں سے آتش فساد کو مشتعل کرتے ہو اور اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح اس آگ میں اوندھا سید ڈالے دیتے ہو اور مثل پروانوں کے جلے جاتے ہو معلوم ہوا کہ تم بقیۂ احزاب گمراہان اُمت، منکران کتاب، پیروان شیطان رجیم، گناہگار گروہ ہو۔ تم احکام الٰہی کی تحریف کرنے والے ہو۔ شریعت رسالت پناہی کے مٹانے والے! اور ذریت انبیاء کے قتل کر دینے والے اور عترت اوصیاء کا خون بہانے والے ہو۔ تم وہی قوم ہو جو حرامزادوں کو اپنے حسب و نسب میں داخل کرتے ہو۔ دینداران اُمت کو آزار پہنچاتے ہو اور خدا اور رسول کی ہنسی اُڑانے والے سرداروں کے مددگار ہو جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور تم حرب کے بیٹے اور اُس کے گروہ پر بھروسہ کرتے ہو اور ہماری مدد سے دست بردار ہو گئے ہو۔ ہاں! ہاں!! قسم بخدا پیمان شکنی اور بیوفائی تمہارے خاص اوصاف میں داخل ہو چکی ہے۔ اور یہ صفت تمہاری رگ و پے میں اثر کر چکی ہے اور اس نے تمہارے تمام اعضاء و جوارح پر حقوق توریث کی رُو سے قبضہ کر لیا ہے اور تمہارے دلوں نے اس صفت ذمیمہ کو نہایت استقلال و استحکام سے قبول کر لیا ہے پس تم ایسے بدترین قوم ہو کہ ناصبین بھی تم کو حقیر سمجھتے ہیں اور طائفۂ غاصبین تم کو اپنے ایک لقمہ سے کم جانتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ اُن لوگوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے ہیں اور جو حلف ایمان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حالانکہ تم خدائے سبحانہ و تعالیٰ کو ضامن دے چکے تھے۔ قسم بخدا وہ تم ہی ہو۔ آگاہ ہو کہ یہ زنا زادہ اور زنا زادہ کا بیٹا یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کی تہدید و تاکید سے جامۂ ذلت پہن لوں گا یا تو نہیں طریق جنگ اختیار کروں گا۔ میں ہرگز اپنی ذلت گوارا نہیں کروں گا اور نہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا اور نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ منشا ہے۔ ہمارے اجداد طیبین۔ ہماری جدات طاہرات۔ ہماری حمیت اور ہماری غیرت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ایسی ذلت کی موت کے مقابل منصب شہادت کو قبول فرمائیں۔ پس میں نے اپنی حجت تم پر تمام کر دی اور اپنے ہمراہیوں سے تمہارے ہمراہیوں کے ساتھ لڑوں گا۔ گو یہ تھوڑے سے ہیں اور بہت سے ہم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ فرما کر آپ نے چند اشعار ارشاد فرمائے۔ جن میں سے پہلا یہ ہے۔

فان تغلب فغلابون قدما وان نھزم فغیر مھزمینا

یہ اشعار پڑھ کر آپ نے خطبہ کے بقیہ مضامین کو تمام فرمایا اور کہا کہ۔

ثم ایم اللہ لا تلبثون بعدھا الا کریث ما یرکب الفرس حتی یدور بکم دور الرحی و تقلق بکم قلق المحور عھد عھدہ الی ابی عن جدی فاجمعوا امرکم و شرکاءکم ثم لم یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی و ربکم ما من دآبۃ الا ھو آخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم ۝

قسم خدا کی ہمارے بعد تم لوگ دنیا میں زیادہ نہ رہو گے۔ موت کی چکی تمہارے سروں پر گھومے گی۔ اور تم کو پامال و فنا کر ڈالے گی اور میرے پدر بزرگوار نے میرے جد عالی مقدار کی زبانی اس دن اور اس واقعہ کی پوری خبر پہنچائی ہے۔ پس تم لوگ اپنے کام شروع کرو اور اپنے ہمراہیوں کو اپنا ہمدست بنا لو کہ جو کچھ امر ظاہر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہو جائے گا۔ اب تم ہم پر حملہ کرو اور ہم کو مہلت نہ دو کیونکہ ہم نے اپنے تمام امور خدائے قادر و توانا کے سپرد کر دئے ہیں کہ کوئی مخلوق اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی یقیناً میرا پروردگار راہ مستقیم پر استوار ہے۔

یہ خطبہ تمام فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام نے عمر ابن سعد کو اپنے پاس طلب کیا۔ اگرچہ اُس وقت اُسکو آپکی خدمت میں جانا نہایت شاق گذرتا تھا لیکن تاہم وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اُسکی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا یا عمر انت تقتلنی تزعم ان یولیک الدعی ابن الدعی بلاد

الرّی و جرجان واللّٰہ لا تتھنّا بذٰلک ابداً عھداً معھود ا فاصنع ما انت صانع فانک لا تفرح بعدی بدنیا و لا آخرۃ و کانی براسک علیٰ قصبۃ قد نصب بالکوفۃ یتراماہ الصبیان و یتخذونہ غرضاً بینھم۔ اے عمر سعد! تو مجکو ان خواہشوں کی وجہ سے قتل کرتا ہے کہ یزید زادہ ابن زیاد تجھ کو ملک رَے اور جرجان کی حکومت عطا کریگا۔ قسم اُسی خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ سلطنت رَے تجھ کو نصیب نہیں ہوگی۔ تو اپنی اس بات پر قائم رہ اور تیرے جو جی میں آئے وہ کر۔ لیکن یہ یقین کرلے کہ بعد میرے تجکو دنیا و آخرت میں کوئی حصہ ملنے والا نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تیرا سر نیزہ پر نصب ہے اور لڑکے اُسپر پتھراؤ کرتے ہیں۔ یہ کلمات سن کر ابن سعد کو غصہ آیا جس کو وہ ایک منٹ بھی برداشت نہ کرسکا اور اپنے تمام لشکر والوں کو پکار کر کہا کہ اب ایک لمحہ کیلئے دیر نہ کرو اور حسین اور اصحاب حسین علیہ السّلام پر یکبارگی حملہ کرکے اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لو کہ وہ تمہارے لئے ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

فوج امامؑ پر لشکرِ شام کا حملہ اور حُرؑ کا حاضر ہو کر شرف اندوز خدمت ہونا

جناب امام حسین علیہ السلام کے ان خطبات کے متعلق عموماً اور خصوصاً خطبۂ اولیٰ کی نسبت اسلام کی تمام تاریخوں کا اتفاق ہے۔ کہ فصاحت و بلاغت میں پھر اس جیسا دوسرا خطبہ نہیں سُنا گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ کبیر طبری۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب اور روضۃ الصفا میں بہ تغیر الفاظ یہ خطبہ درج ہے۔ ابن جریر طبری تاریخ کبیر طبری میں لکھتے ہیں فذکر من ذٰلک ما اللّٰہ ما اللّٰہ اعلم ولا یحصی ذکرہ فواللّٰہ ما سمعت متکلما قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ فی منطق منہ یعنی جناب امام حسین علیہ السّلام نے اپنے اس خطبہ میں وہ معارف و نکات ارشاد فرمائے جنہیں خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جن کا ذکر دائرۂ حدود حصر سے خارج ہے۔ قسم خدا کی میں نے حسینؑ سے پہلے یا حسینؑ کے بعد کسی خطیب یا متکلم کو کبھی ایسی تقریر کرتے نہیں سُنا کہ جو حسینؑ سے زیادہ تقریر میں فصیح و بلیغ ہو۔

مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ دونوں صفوں کے درمیان میں جو خطبہ امام حسین علیہ السّلام نے پڑھا وہ بہت ہی پُراثر تھا۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کا صرف یہی قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو اپنا رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر لوگ اُن کے خون کے پیاسے کھڑے تھے۔ دنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُس پُراثر خطبہ نے بجز حُرؑ کے کسی دوسرے کے دل پر اثر نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن سعد کی یہ ہدایت پاکر تمام لشکر جنگ پر آمادہ ہو گیا مگر حُرؑ ابن یزید الریاحی اپنے ماتحتی لشکر سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہو گیا مؤرخین کا بیان ہے کہ حُرؑ ابن یزید اپنی صف سے علیحدہ ہو کر چلا تو قرہ ابن قیس کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ وہ ان سے پوچھنے لگے کہ کیا تم نے آج اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ حُرؑ نے کہا ابھی تک تو پانی نہیں پلایا ہے جب جی میں آئے گا پلاؤں گا۔

مہاجر ابن اوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حُرؑ کو عجیب حالت میں دیکھا کہ اُن کا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ میدان جنگ دیکھ کر شاید یہ ڈر گئے ہیں۔ اس لیے میں نے اُن سے پوچھا کہ میں آج خلاف معمول تمہاری یہ کیا حالت دیکھ رہا ہوں۔ تم تو شجاعان عرب کے سرمایۂ ناز اور دلیران عراق کے مایۂ اعزاز ہو۔ آج کے علاوہ بہت سے معرکوں میں مجھے تمہاری رفاقت کا اتفاق ہوچکا ہے۔ مگر کبھی کسی لڑائی میں میں نے تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی تھی۔ حُرؑ کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ اُدھر پلٹ کر [illegible] مجھ کو جواب دیا کہ میں تحصیل بہشت اور قبول دوزخ کا [illegible] کر رہا ہوں اسی وجہ سے میرے دل کی انتشار اور قلبی اضطرار کی یہ کیفیت ہو رہی ہے۔ مہاجر کا قول ہے کہ حُرؑ کا یہ جواب سُنکر مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ جناب امام حسین علیہ السّلام سے مل جانے کی خاطر جارہے ہیں۔ میں نے ابھی کسی کو اس امر سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ حُرؑ ابن یزید الریاحی اپنے مرکب تیز رفتار کو چابک لگا کر جناب امام حسین علیہ السّلام کے قریب پہنچ گئے۔ مہاجر کا بیان ہے کہ میں برابر افسوس کرتا رہا کہ اگر حُرؑ نے اسی وقت مجھ سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہوتا تو میں بھی ضرور اُن کے ہمراہ ہو جاتا۔ مہاجر کا یہ دعویٰ

محض زبانی بہتا اب کیا تھا۔ اتنی جمعیت میں حر کا کسی نے کیا کر لیا جو اس کا کوئی کچھ کر لیتا مگر نہیں۔ ان وجدانی تعلقات میں بھی بغیر توفیقاتِ الٰہی کے کسی کا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ع رہروان عاقبت را رہنما درکار نیست۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ حضرت حر کیساتھ ان کے صاحبزادے بھی آئے تھے اور مقتل امام اسفرائنی میں حر کے صاحبزادے بجر ابن حر کی مبارزت اور شہادت بھی تحریر ہے ابومخنف کی عبارت یہ ہے۔

فقال الحر لولده ان الحسین یستغیث فلا یغیث احدا فہل لک تقاتل بین یدیہ و نفدی بہ اروا حنا و لاصبر لنا علی النار ولا علی غضب الجبار ولا یکون خصمنا محمد المختار صلی اللہ علیہ من رب الکبار قال ولدہ واللہ انا مطیعک ثم حملا کانہما یقاتلان حتی جاء بین یدی الامام وقبلا الارض وقال یا مولای انا الذی منعک من الرجوع واللہ ما علمت ان القوم الملاعین یفعلون بک ما فعلوا وقد جئناک تائبا فحمل ولدہ علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل منہم اربعۃ وعشرین رجلا ثم قتل رضی اللہ عنہ فاستبشر ابوہ فرحا وقال الحمد للہ الذی استشہد ولدی بین یدی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

حضرت حر نے اپنے فرزند سے کہا کہ سن رہے ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام استغاثہ فرما رہے ہیں اور کوئی انکے استغاثہ کا جواب نہیں دیتا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ ان کا ساتھ دو گے اور ان پر اپنی جان فدا کر دو گے یا غضب خدائے جبار اور خصومت احمد مختار اور عذاب نار کو اختیار کرو گے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ میں بہرحال آپکا مطیع ہوں پس وہ دونوں صاحب حملہ کرکے لشکر کو شکست دیتے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی سے سرفراز ہوئے۔ حر نے عرض کی یا مولا! میں ہی ہوں جس نے آپ کو اس زمین (کربلا) سے کسی طرف نہیں جانے دیا قسم خدا کی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ملاعین آپ کے ساتھ اسطرح پیش آئیں گے جس طرح اس وقت یہ پیش آرہے ہیں اب ہم حضور سے معافی کے خواستگار ہیں اور اپنے افعال سے تائب ہوتے ہیں بس ان کے لڑکے نے فوجِ مخالف پر حملہ کیا اور وہ نہیں مارے گئے جب تک انہوں نے چوبیس آدمیوں کو لشکرِ اشقیا سے نہ مار لیا اس کے بعد حضرت حر کے صاحبزادے شہید ہوگئے۔ انکی شہادت کی خبر پاکر حضرت حر نہایت مسرور اور فرحناک ہوے اور فرمانے لگے خدا کا شکر ہے کہ میرا بیٹا فرزند رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قربان ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوا (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۸۵)

امام قندوزی۔ امام اسفرائنی اور ابن حجر نے بھی قریب قریب یہی مضمون لکھا ہے اور علامہ کنتوری مدظلہ نے بھی اپنی معتبر تالیف مائتین میں اس کی تصدیق فرمائی ہے تعجب ہے کہ شہید ثالث کے معتبر اور مستند مؤلف کی بالغ نظر ابومخنف کی عبارت تک نہ پہنچی۔ مصائب کی کتابوں میں حضرت حر کے ساتھ ان کے صاحبزادے ان کے بھائی اور ان کے غلام کا آنا اور یکے بعد دیگرے درجۂ شہادت پر فائز ہونا لکھا ہے اور عموماً یہی مشہور ہے مگر تاریخ سے اس کا صحیح پتہ نہیں معلوم ہوتا حضرت حر کے بیٹے تک کے تو حالات ملتے ہیں مگر بھائی اور غلام کے احوال پر پردے دیے، تاریخ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حر کے ساتھ دو آدمی اور آئے تھے جن میں ایک کا نام شعثا اور دوسرے کا نام یزید ابن زیاد لکھا ہے شاید انہی دونوں سے علما نے بھائی اور بیٹے مراد لئے ہوں مگر تاریخوں نے حضرت حر کے ساتھ ان دونوں کی قرابت کی کوئی تصریح نہیں کی ہے۔

مؤرخین نے حضرت حر کے آنیکے وقت میں بھی اختلاف کیا ہے۔ بعض تو خطبۂ اول کے تمام ہونے ہی بتلاتے ہیں اور بعض اتمامِ حجت اور خطبۂ رابعہ کے بعد جب صدائے استغاثہ بلند ہوئی اور بعض یہ لکھتے ہیں کہ تمام اعوان و انصار کی شہادت کے بعد جب جنابِ امام حسین علیہ السلام نے بارِ آخر صدائے استغاثہ بلند فرمائی تو حر کی عقیدت میں جوش آیا اور یہ اسی وقت فوجِ شام سے علیحدہ ہو کر خدمتِ امام میں حاضر ہوئے۔

ان اختلافات کی نسبت تحقیق سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کے اوّل خطبہ کو سن کر حضرت حر کے دل پر یقینی اثر ہو گیا جس کو یہ فوراً ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھے اور دل ہی دل میں

تصفیہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے امام عالیمقام کے تمام خطبات کو جو یکے بعد دیگرے متواتر ارشاد فرماتے رہے سُنا - اور اُن پر غور کیا - یہاں تک کہ آپ نے اپنے خطبہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اپنے تمام حقوق دکھلائے اور اُنکی ضلالت و گمراہی کے تمام دلی خیالات کا پورے طور سے استیصال فرما دیا اور ان پر اپنے منصبِ امامت کے متعلق ایک ایک کر کے تمام حجتیں ختم کر دیں تاہم وہ متنبہ نہیں ہوئے تو آپ نے صدائے استغاثہ یوں بلند فرمائی اما من مغیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ - آیا کوئی ایسا ہے جو خاصتہً لوجہ اللہ ہماری اعانت کرے آیا کوئی ہے جو اس جماعت کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے دفع کرے اس استغاثہ کو سنکر حُرّ ابن یزید ریاحی کے خلوص و عقیدت میں ایک فوری اور دلی جوش پیدا ہوا جس کو وہ پھر کسی طرح ضبط نہ کر سکے اور اسی وقت اس لشکر شقاوت اثر سے علیحدہ ہو کر خدمتِ امام میں حاضر ہو گئے صورتِ واقعہ یہ ہے جو معتبر تاریخوں اور مقتل کی مستند اور معتبر کتابوں سے ثابت ہوتی ہے - بعد شہادت اعوان و انصار اُن کا آنا اور لشکرِ امام سے ملنا بالکل خلافِ واقعہ ہے صرف استغاثہ کی وجہ سے راویوں کو شبہ ہوا ہے - ان لوگوں کو یہ خیال شاید اس سے ہوا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ استغاثہ اس وقت فرمایا ہے جبکہ آپ میدانِ کربلا میں بالکل یکہ و تنہا رہ گئے ہیں کیونکہ صدائے استغاثہ کو سُنکر حُرّ کا آنا مُسلّم ہو چکا ہے تو ان کا آنا عین تنہائی کے وقت میں ضرور ہوا ہوگا مگر راویوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ ایک ہی بار نہیں فرمایا بلکہ اتمامِ حجت کی غرض سے کئی بار استغاثہ فرمانا ثابت ہے ان میں سب سے اول بار اسی خطبۂ ابتدائی کے بعد جیسا کہ بیان ہوا - پھر اس کے بعد بھی کئی بار صدائے استغاثہ بلند فرمائی گئی ہے جیسا کہ سلسلۂ بیانِ آیندہ سے ظاہر ہوگا حضرت حُرّ اول استغاثہ کو سن کر اپنی صف سے جدا ہو گئے اور خدمتِ امام میں حاضر ہوئے بہرحال - یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا جو ہمارے سلسلۂ بیان میں آگیا تھا اب ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں -

صاحب ناسخ التواریخ نے نہایت تفصیل سے حضرتِ حُرّ کی تمام کیفیت لکھی ہے جو ذیل میں ترجمہ کر کے لکھی جاتی ہے -

جنابِ امام حسین علیہ السلام کا یہ پُر درد استغاثہ سُنکر حضرت حُرّ فوراً عمر ابن سعد کے پاس آئے اور پوچھنے لگے ای عمر اتقتل ھذا الرجل قال ای واللہ قتالا شدیدا ایسر ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی - اے عمر کیا تو واقعی اس شخص کو مار ڈالیگا؟ عمر نے جواب دیا بے شک - میں جنگِ عظیم واقع کروں گا یہاں تک کہ سر جسموں سے اڑ جائیں اور ہاتھ قلم ہو جائیں - حُرّ نے پوچھا کیا تو ان معاملات کو مسالمت کے ساتھ نہیں تمام کر سکتا ہے؟ قال عمر اما لو کان الامر الیّ لفعلت ولکن امیرک قد ابی - اگر اس امر کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور ایسا ہی کر دیتا جیسا تو کہتا ہے - لیکن تجھ کو معلوم ہے کہ تیرا امیر منع کرتا ہے عمر سعد کی یہ تقریر سُنکر حضرت حُرّ قرہ ابن قیس اور مہاجر ابن اوس سے ملتے ہوئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا امام حسین کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنے دل میں پروردگارِ عالم سے یہ دعا کرتے جاتے تھے اللھم الیک انبت فتب علیّ فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد نبیک پروردگارا! میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبر (علیہ السلام) کی اولاد کے دلوں میں خوف ڈال رکھا تھا جنابِ امام حسین علیہ السلام نے بکمال شفقت فرمایا من تکون ارفع راسک تو کون ہے اپنا سر تو اٹھا؟ حُرّ نے آستانِ مقدس کے بوسے لئے اور کہا میں ہوں - حُرّ جس نے آپ کی راہ روکی اور آپ کو ارضِ کربلا سے کسی اور طرف نہ جانے دیا قسم خدا کی مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اشقیا آپ کے ساتھ ایسے ظالمانہ سلوک کریں گے - اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا تو میں ہرگز ایسا نہ کرتا اور اب جو کچھ مجھ سے صادر ہوا ہے اس پر میں نہایت سخت نادم اور پشیمان ہوں - اب ان تمام جرائم کی معافی کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں - کیا میری یہ استدعا حضور میں قابلِ قبول سمجھی جائیگی؟ حُرّ کی یہ تقریر سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تیری الحاح و زاری کو قبول فرمائے اور تجھکو معاف کرے اب مناسب ہے کہ تو تھوڑی دیر کیلئے آرام کر حُرّ نے عرض کی کہ میں مخالفین سے لڑنے کو اپنے آرام سے بہتر سمجھتا ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جیسا مناسب

معلوم ہو۔ پس جناب امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے آگے بڑھکر اور اہل کوفہ کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔ یا اھل الکوفة لامّکم الھبل والعبر دعوتم ھذا العبد الصالح حتّی اذا جاءکم اسلمتموہ وزعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونہ ثم عدوتم علیہ لتقتلوہ امسکتم بنفسہ واخذتم بکلکلتہ واحطتم بہ من کل جانب لتمنعوہ التوجہ الیٰ بلاد اللّٰہ العریضة فصار کالاسیر فی ایدیکم لا یملک لنفسہ نفعاً ولا یدفع عنھا ضرّاً وحلّاءتموہ ونساءہ وصبیتہ واھلہ من ماء الفرات الجاری تشرب بہ الیھود والنصاری والمجوس وتمرغ فیہ خنازیر السواد وکلابھا وھاھم قد صرعھم العطش بئسما خلفتم فی ذریتہ لا سقاکم اللّٰہ یوم الظماء۔

اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اور تم پر روئیں اس مردِ صالح کو تم نے بلالیا جب اُسنے تمہاری دعوت کی درخواست کو منظور کرلیا اور وہ تمہارے پاس آگیا تو تم نے اس سے دست برداری کی اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا حالانکہ قبل اسکے تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اس کی راہ میں جہاد کروگے اور اپنی جانیں فدا کرنے میں بھی دریغ نہ کروگے پس تم نے اسی کے ساتھ غدر کیا اور اس کو قتل کرنے کے قریب پہنچا دیا اور اس کے گریبان گیر ہوئے اپنے مقاموں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے محاصرہ میں لیلیا اور اسکو ایسا تنگ کیا کہ وہ یہاں سے کسی اور ملک یا شہر میں بھی نہیں جانے پاتا۔ بس وہ گویا تمہارے ہاتھ میں اسیر ہوگیا ہے کہ نہ اپنے لئے کوئی منفعت کا راستہ بنا سکتا ہے اور نہ تمہاری مدافعت کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی کوشش کرسکتا ہے اور اس پر بھی تم نے بس نہیں کی اس کو اور اس کے تمام اہلبیت کو نہر فرات کے آب جاری سے منع کر دیا جس سے تمام یہود و نصاریٰ و مجوس سیراب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ کتے اور سوٗر بھی اس میں سے پانی پیتے ہیں اور ایک غریب آلِ محمدؐ ہیں کہ پیاس کے صدموں سے گرتے پڑتے ہیں حقیقت میں تم پیغمبرؐ کے بعد اس کی اولاد کے لئے کیسی بُری قوم ثابت ہوئے ہو۔ پروردگارِ عالم تم کو پیاس کے دن کبھی سیراب نہ کرے

حُر کی یہ تقریر سنکر کوفیوں نے اس کو تیروں سے جواب دیا مگر حُر ذانکی ان حرکتوں پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی اور وہاں سے لوٹ کر جناب جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پھر آکھڑے ہوئے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی فوج پر عمر سعد کا پہلا حملہ

حُر کی تقریر سُنکر عمرِ سعد نے اپنے لشکر کے علمدار کو آواز دی کہ یا درید ادنِ رایتک فادناھا ثم وضع سھماً فی کبد قوسہ ثم رمی فقال اشھدوا انی اوّل من رمی۔ اے درید! اپنا علم آگے لا۔ جب درید علم لیکر آگے آیا اس نے کمان میں تیر جوڑ کر ایک تیر مارا اور اپنے لشکر کو پکار کر کہا کہ گواہ رہنا میں ہی پہلا شخص ہوں جس نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر چلایا ہے۔

عمر سعد کی اسی تقریر کو تمام تاریخوں نے اعلانِ جنگ قرار دیا ہے اور جمہور علماء کا اسی پر اتفاق ہے کہ عمر سعد کی اسی حکم سے لڑائی شروع کی گئی۔ اور ایک بارگی دس ہزار تیر جنابِ امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکے گئے جس سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی فوج فوج کو سخت نقصان پہنچا بعض مؤرخین کا یہ قول ہے کہ اسی تیر بارانی میں آپکے پچاس اصحاب شہید ہوگئے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ زیادہ صحابی نہیں مارے گئے بلکہ ان کی سواریوں کے گھوڑے زیادہ ضائع ہوئے اور ان وفاداروں کو پیدل ہوکر مخالفین سے سامنا کرنا پڑا۔ مگر مشہور اور متواتر یہی ہے کہ اس تیر باری سے مخالفین کا کچھ ایسا کام نہیں نکلا۔ دوپہر دن چڑھتے چڑھتے میدانِ کارزار گرم ہوا جانبین سے متصل حملات ہونے لگے۔ افواجِ شام میں سب سے پہلا شخص جو میدان کارزار میں نکل کر مبارز طلب ہوا وہ یسار زیاد ابنِ ابیہ کا غلام تھا۔

عبداللہ ابنِ عمیر کی لڑائی۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں میں سے عبداللہ ابن عمیر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے ابن عمیر سے حسب و نسب دریافت کرکے یسار نے اپنے غرور و نخوت کا اظہار میں کہا کہ میں تم کو نہیں پہچانتا۔ تم چلے جاوٗ اور اپنی جگہ زہیر ابن القین یا حبیب ابن مظاہر کو بھیجو کہ وہ ہمارے ہمچشم اور ہمعصر ہیں۔

عبداللہ ابن عمیر نے کہا کہ او پسرِ زانیہ کے غلام اتری یہ جرأت ہوئی کہ تو جس کو چاہیگا وہی تیرے مقابلے کو آئیگا۔ یہ کہکر اپنا گھوڑا بڑھایا اور ایک ضربِ شمشیر لگا کر اس کو گھوڑے سے گرا دیا۔ عبیداللہ ابن زیاد کی

غلام سالم نے جب یہ حال دیکھا تو یسار کی کمک میں روانہ ہوا اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام نے سالم کو جاتے ہوئے دیکھ کر عبداللہ ابن عمیر کو آواز دی کہ حریف تیرے پیچھے سے آتا ہے ہوشیار ہو جا۔ عبداللہ ابن عمیر اپنے ہمراہیوں کی تقریر پر نشانہ مقابلہ میں مصروف ہوئے سالم اتنے میں ان کے قریب آپہنچا اور اپنی ایک ضرب لگائی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں سعبداللہ ابن عمیر کی تیز دستی بہت ہی قابل قدر تھی کہ انہوں نے مجروح ہو کر بھی اپنے استقلال کو قائم رکھا اور الٹ کر سالم پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ مقتول ہو کر زمین پر آرہا۔ اور اپنی ہمت و دلیری کے جوش میں ابن عمیرؓ یہ شعر پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن کلب — انی امرؤ ذو مرّۃ وعضب

ولست بالخوّار عند النکب

بہرحال عبداللہ ابن عمیر اس کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے عمرو ابن الحجاج نے سپاہ کوفہ کو ہمراہ لیکر لشکر جناب امام حسین علیہ السلام کے میمنہ پر حملہ کر دیا مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے جاں نثاروں نے اپنے نیزوں کی نوکوں سے ان کو روکا اور کسی طرح ان کو انکے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا آخر کوفیوں کی فوج مجبور ہو کر پسپا ہوئی تو ان شیر دل سرفروشوں نے ان پر تیر باران کرنے شروع کر دئیے جس کی وجہ سے اکثر ہمراہیانِ ابن سعد مارے گئے۔

حضرتِ حُرؑ کی شہادت

یہ عالم دیکھکر حُر ابن یزید الریاحی نے کوفیوں سے مقابلہ کا قصد کیا صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ حُرؑ اور ان کے صاحبزادے ایک ساتھ ہو کر میدانِ جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز کے طور پر پڑھنے لگے ؎

آلیت لا اقتل حتی اقتلا — اضربهم بالسیف ضربا معضلا

لا ناقلا عنهم ولا معللا — لا حاجزا عنهم ولا مبدلا

احمی الحسین الماجد المؤملا

پھر فوج کوفہ کی طرف خطاب کر کے یہ اشعار پڑھے ؎

انی انا الحُر ونجل الحُر — اشجع من ذی لبد هزبر

ولست بالجبان عند الکر — لکننی الوقاف عند الفر

اس کے آگے ہمارے معتبر مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حُرؑ نے اپنے فرزندِ ارجمند کو مقابلہ کفّار کے لئے بھیجا۔ وہ بہادر فوج حریف پر حملہ آور ہوا اور سخت خونریزی واقع ہوئی حُرؑ کے صاحبزادے نے چوبیس بے دینوں کو قتل کیا۔ پھر وہ خود بھی شہید ہو گئے۔ حضرت حُرؑ نے بیٹے کی خبر وفات پا کر رنج و ملال کی جگہ بہت بڑی فرحت دلی اور مسرت قلبی کا اظہار کیا جیسا کہ ابو مخنف کی اسنادات اوپر لکھا جا چکا ہے۔

حضرت حُرؑ کے بھائی مصعب ابن یزید کی شہادت

ہمارے ذی قدر مؤرخ حافظ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ بیٹے کے بعد حُرؑ ابن یزید نے خود جنگ کرنیکا ارادہ کیا تو ان کا بھائی مصعب ابن یزید جو اس وقت تک فوج شام میں تھا بھتیجے کا قتل اور بھائی کی مستعدی دیکھکر اپنے آپے میں نہ رہا گھوڑا جھکا کر صف سے آگے بڑھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ بھائی سے مقابلہ کرنیکے لئے جاتا ہے مگر جب بھائی کے قریب پہنچا تو بھائی کو پکار کر کہا کہ ہم کو بھی راہ ہدایت بتلا کر وادیٔ ضلالت سے نکال لو میں اپنے تمام افعال سے توبہ کر کے آیا ہوں حضرت حُرؑ اس کو اسی وقت جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ امام عالی مقام نے اس کے ساتھ بھی اپنے اخلاق و اشفاق کا اسی طرح اظہار کیا جس طرح اس کے بھائی حُرؑ ابن یزید کے ساتھ کیا تھا۔

بھائی کو امامؑ کی خدمت میں پہنچا کر حضرت حُرؑ پھر مخالفین سے مقابل ہوئے اور ذیل کا رجز پڑھتے تھے۔

انی انا الحُر ومأوی الضیف — اضرب فی اعناقکم بالسیف

عن خیر من حل بارض الخیف — اضربکم ولا اری من حیف

یہ رجز پڑھکر حُرؑ نے فوجِ مخالف سے اپنا مقابل طلب کیا عمر ابن سعد ان کو ادھر چلے آنے کو کب اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا جو اس رجز کو بھلائی کے کانوں سے سنتا ان کے اشعار رجز سنتے ہی غصہ کے مارے اس کا منہ لال ہو گیا۔ صفوان ابن حنظلہ جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا اور یہ وہ شخص تھا جو عراق میں طاقت اور طلاقت دونوں وصفوں سے موصوف تھا اس سے کہنے لگا کہ تو حُرؑ کے مقابلہ کیلئے جا

لیکن مقابلہ سے پہلے مواعظت سے کام لیا - جب وعظ و نصیحت سے کسی طرح کام نکلتے نہ دیکھا تو دست بہ قبضہ ہونا - بہرحال صفوان حُر کے مقابلہ میں آکر کہنے لگا کہ تو نے تو آج اپنی بات بالکل ہیٹی کر دی کہ اپنے خلیفۂ زمان یزید ابن معاویہ کی رفاقت ترک کی - حُر رض نے جواب دیا اے صفوان! تو مرد دانشمند ہو کر ایسے جاہلانہ کلام کرتا ہے - مجھے سخت تعجب ہے کہ تجھ کو یزید جیسے شرابخوار اور بدکار کی ترکِ رفاقت کرنے پر اور جنابِ امام حسین علیہ السلام کی نصرت اختیار کر لینے پر تعجب ہوتا ہے - صفوان حُر رض کا جواب سُنکر غصہ میں آگیا اور اپنے نیزہ سے حُر پر وار کیا - حُر نے اس کے جواب میں اپنے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ انی اُس کے سینہ کو توڑتی ہوئی پار نکل گئی اور وہ آناً فاناً گھوڑے سے زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہو گیا - صفوان کے تین بھائی اور تھے - تینوں باری باری سے اپنے بھائی کے معاوضہ میں حُر کے مقابل ہوئے - مگر تینوں کے تینوں مارے گئے - ان تینوں کا ایک حال کر کے حضرت حُر رض اسی طرح اپنی شجاعت کے جوش میں فوج مخالف سے مبارزطلبی کرتے رہے - یزید ابن ابوسفیان کہ قبیلۂ بنی تمیم کے مشہور پہلوانوں سے تھا کہنے لگا کہ میں اس سے مقابلہ کر کے اس کو مارتا ہوں - حضرت حُر رض نے قبل اس کے کہ یزید ابن ابوسفیان کو وہ اپنی طرف آتا ہوا دیکھیں یہ قصد کیا کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے اور مشرف ہو آئیں یہ ارادہ کر کے وہ امام کے لشکر کی طرف بڑھے جنھیں ابن نمیر دیکھ رہا تھا - اس نے یزید ابن ابو سفیان سے کہا کہ یہی موقع ہے - اُس کے کہنے سے یزید چھپا ہوا حُر رض کے پیچھے آیا - مگر حُر رض نے دیکھ لیا - پھر کیا تھا - پلٹ کر اس پر وار کیا - اور اُس کو اتنی بھی مہلت دی کہ وہ سنبھل کر اپنے لئے کوئی قابو پیدا کر سکے - اور اسی ایک وار میں حُر رض کی تلوار نے یزید ابن ابو سفیان کو بیجان کر دیا - اُس کو مار کر حضرت حُر رض پھر تو اپنے گھوڑے پر سنبھل بیٹھے اور ذیل کے اشعار پڑھنے لگے ؎

اکون امیراً غادراً وابن غادر ... اذا کنت قاتلت الحسین ابن فاطمۃ
نفسی علی خذلانہ واعتزالہ ... و بیعتہ ھذا الناکث العھد لائمۃ
فیاندمی ان لا اکون نصرتہ ... الا کل نفس لا تواسیہ نادمۃ
اھم مرادًا ان اسیر بجحفل ... الی فئۃ زاغت عن الحق ظالمۃ
فکفوا والا زرتکم بکتائب ... اشد علیکم من زحوف الدیالمۃ

سقی اللہ ارواح الذین تآزروا ... علی نصرہ سقیا من الغیث دائمۃ
وقفت علی اجسادھم وقبورھم ... فکاد الحشا ینفت والعین ساجمۃ
لعمری لقد کانوا مصالیت فی الوغی ... سراعًا الی الھیجا لیوث ضراغمۃ
فواسوا علی نصر ابن بنت نبیھم ... باسیافھم اسادخیل قشاعمۃ

یہ رجز پڑھکر ابنِ سعد کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اُن میں سے اکثروں کو مار کر پھر صفوں میں سے نکل آئے اور یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

ھو الموت فاصنع ویلک ما انت صانع ... فانت بکاس الموت لا شک جارع
وحام عن ابن المصطفیٰ وحریمہ ... لعلک تلقی حصد ما انت زارع
لقد خاب قوم خالفوا اللہ ربھم ... یریدون ھدم الدین والدین شارع
یریدون عمدًا قتل آل محمد ... وجدھم یوم القیامۃ شافع

یہ رجز پڑھکر پھر فوجِ مخالفین پر حملہ آور ہوئے اور انھیں سے اکثروں کو اسی طرح مار کر اپنی جگہ واپس آئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

اضرب فی اعراضکم بالسیف ... ضرب غلام لم یخف من حیف
انصر من حل بارض الخیف ... نسل علی الطاھر فی الضیف

یہ رجز پڑھ کر فوجِ مخالف پر ایسا گراں بار حملہ کیا کہ پہلوانوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ پڑیں اور میدانِ کارزار ان پر تنگ ہو ہو گیا - یہاں تک کہ اُن کی جماعت میں سے بیالیس آدمی مار ڈالے - یہ خونین منظر دیکھکر عمر سعد کے ہوش اڑ گئے - فوراً کمانداروں کے دستے کو آواز دی - وہ خطا کار پرا باندھ کر حضرت حُر رض پر تیر چلانے لگے - اور اس تیز دستی سے تیر لگائے کہ حضرت حُر رض کا تمام جوشن سیاہی کی جلد کے مانند ہو گیا - اتفاق سے ایک تیر اُن کے گھوڑے کے ایسا لگا کہ اُس بے زبان نے فوراً جان دیدی - آخر یہ بہادر پیدل ہو کر فوجِ مخالف سے مقابلہ کیلئے مجبور ہو گیا اور اس مجبوری کی حالت میں بھی حضرت حُر رض نے اکثر اعدائے دین کو ٹھنڈا کر دیا - آخرکار وہ زخموں سے سراپا چور ہو کر گر پڑے - جنابِ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب یہ حالت دیکھکر دوڑ پڑے اور ان کو اٹھا کر امام عالی مقام کی خدمت میں اٹھا لائے - ابھی ان میں رمقِ جان باقی تھی کہ امام عالی مقام نے اپنے رومال سے ان کے چہرۂ خاک و خون آلودہ کو پاک و صاف کیا اور فرمایا وَاللہِ مَآ اَخْطَاَتْ اُمُّكَ حیث سَمَّتْكَ حُرًّا وَاللہِ اَنْتَ حُرٌّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ - قسم خدا کی تیری ماں نے تیرا نام رکھنے میں غلطی نہیں کی

قسم خدا کی وہ دنیا و آخرت دونوں میں حُر رہا۔ یہ فرما کر آپؑ نے اور حُرؑ کے لئے خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ سے طلبِ مغفرت فرمائی اور حُرؑ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے ؎

فنعم الحرّ حرّ بنی ریاح	صبور عند مشتبک الرّماح
ونعم الحرّ فی رہج المنایا	اذا الابطال تخطر بالصّفاح
ونعم الحرّ اذ واسا حسیناً	وفاز بالھدایۃ والفلاح
ونعم الحرّ اذ نادیٰ حسیناً	فجاد بنفسہ عند الصّیاح
فیاربّی اضفہ فی جنان	وزوّجہ مع الحور الملاح

حُر ابن یزید ریاحی بہت ہی اچھا حُر ہے جو تیروں سے مصائب ہونے کی حالت میں بڑا صبر کرنیوالا ثابت ہوا اور کیا اچھا شخص ہے حُر جو موت کے زلزلے میں اس طرح جا پڑا جیسے بہادر اپنے آپ کو خطرہ میں جھونک دیا کرتے ہیں اور کیا اچھا شخص ہے حُر جس نے حسینؑ کی ہمدردی کر کے ہدایت و کامیابی حاصل کر لی اور کیا اچھا شخص ہے حُر کہ جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو وہ اپنی ذات سے آوارہ پر جانثار ہو گیا۔ پس اے میرے پروردگار! تو جنت میں اس کو مہمان کیجیو اور اس کی شادی حوران ملیح کے ساتھ کر دیجیو۔

حضرت حُر کا خاتمہ بخیر ہونیکے بعد ان کے بھائی مصعب ابن زبیر نے فوجِ شقاوت موج سے مبارزت کر کے خوب دادِ شجاعت دی اور اکثر مخالفین کو مار مار کر شربتِ شہادت نوش کیا۔

کہا جاتا ہے کہ حُرؑ کا ایک غلام عروہ نامی تھا جو اس وقت تک عمر سعد کے لشکر میں تھا اور وہ اپنے مالک۔ اس کے بیٹے اور اس کے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر فوجِ شام سے نکل کر حملہ آور ہوا اور اکثر مخالفین کو قتل کر کے خدمتِ امام عالی مقام میں حاضر ہوا اور کہنے لگا معاف فرمائیے کہ میں نے بے آپ کی اجازت کے اس لشکرِ ستم اثر سے جنگ آغاز کر دی کیونکہ میں اپنے آقا حُر اور ان کے صاحبزادے اور ان کے بھائی کے خون کو بہتا ہوا دیکھ کر صبر نہ کر سکا اب حضور کی خدمت میں حاضر ہوں کہ مجھ کو باقاعدہ اذنِ جہاد فرمایا جائے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور وہ آپ سے رخصت ہو کر پھر عمر سعد کی فوج سے دست و گریباں ہو گیا یہاں تک کہ شہید ہوا۔

اس وقت پورے طور سے عرصۂ قتال گرم تھا۔ فوجِ شام تو اپنی کثرت کے نشہ میں سرشار ہی تھی۔ مگر جاں نثارانِ جناب امام حسین علیہ السلام جو اپنی تعداد میں مخالف کے سامنے بہت ہی کم یہاں تک کہ ان کی ایک صف کی نصف تعداد کو بھی پورا نہ کر سکتے تھے اس وقت اپنی پوری شجاعت اور دلیری کے جوش میں بھرے ہوئے تھے پورے اطمینان کے ساتھ جان دینے پر تُلے ہوئے تھے وہ فوجِ مخالف کی کثرت کا ذرا بھی خیال نہ کرتے تھے اور نہ انکی قوت و طاقت کو دھیان میں لاتے تھے ہر شخص حصولِ سعادت کے لئے اور شوقِ شہادت میں ایسا بے چین ہو رہا تھا کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھا چلا جاتا تھا۔ اسی عالم میں متعلقینِ حُر کے پورے خاتمہ کے بعد بُریر ابنِ حضیر ہمدانی جن کی خدمات اوپر بیان ہو چکی ہیں خدمتِ امام میں آ کر رخصت طلب ہوئے۔

بُریرؑ ابن خضیر ہمدانی کی شہادت

حضرت بُریر رضی اللہ عنہ نے اذن وغا چاہا جواب ارشاد ہوا چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اور ذیل کا آیۂ قرآنی تلاوت فرمایا فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر

یعنی ان میں سے کوئی (کوئی) ایسا ہے جو انتقال کر گیا اور کوئی ایسا بھی ہے جو انتظار کرتا ہے۔

المختصر حضرت بُریر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں تشریف لا کر ذیل کا رجز پڑھنے لگے۔

انا بریر و ابی خضیر	لیث یروع الاسد عند الزئیر
یعرف فینا الخیر اھل الخیر	اضربکم ولا اری من ضیر

کذالک فعل الخیر من بریر

رجز خوانی کے بعد بُریرؓ نے فوجِ کفار پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور پکار پکار کر کہنے لگے۔

اقتربوا منّی یا قتلۃ المؤمنین اقتربوا منّی یا قتلۃ اولاد البدریین اقتربوا منّی یا قتلۃ اولاد رسول ربّ العٰلمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) و ذرّیتہ الباقین اے مومنوں کے قتل کرنیوالو! اور اے اولادِ غازیانِ بدر کے قتل کرنیوالو!! اور بقیۂ اولاد رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے قتل کرنیوالو!!! میرے قریب آؤ اور مجھ سے جنگ کرو

کروکہ میں تمہاری بے ایمانی کا مزہ تم کو چکھاؤں۔
مؤرخین کا بیان ہے کہ اس وقت بریر ابن خضیر کا یہ حال تھا کہ فوج اشرار سے یہ خطاب کرتے جاتے تھے اور پورے جوش و خروش سے حملہ پر حملہ کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ انہی متفرق حملوں میں فوج مخالفین سے تیس نبرد آزما نوجوانوں کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ رنگ دیکھکر یزید ابن معقل نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور بریرؓ کو مخاطب کرکے کہا کہ اے گمراہ تجھ کو میں فرقۂ ضالین میں شمار کرتا ہوں بریر نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو آ ہم اور تو دونوں مل کر خدا کی درگاہ میں دُعا کریں جو ناحق پر ہوگا وہ حق کے ہاتھ سے مارا جائیگا یہ کہکر بریرؓ نے اس پر حملہ کیا تھوڑی دیر تک جانبین سے ردّ و بدل ہوتا رہا یزید نے فرصت پاکر بریر پر اپنی تلوار کا وار کیا مگر وہ کارگر نہ ہوا اس کے جواب میں بریر نے یزید پر اپنی تیغ آبدار اس زور سے لگائی کہ اس کے مغز کو کاٹتی ہوئی اس کے قعر دماغ تک اتر آئی اور وہ اسی زخم کے صدمہ سے ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد یحییٰ ابن اوس الضبی بریرؓ سے مبارز طلب ہوا اور حضرت بریرؓ رضی اللہ عنہ اسی شریر کے ہاتھ سے شہید ہوئے یحییٰ نے بریرؓ کو مار کر بہت بڑے فخر و مباہات سے چند اشعار بھی پڑھے جس پر اس کے بھتیجے نے اسے لڑک کر کہا ان بریرا کان من عباد الله الصلحین تو نے بریرؓ کو قتل کیا اور اب اس پر مفاخرت کرتا ہے خدا کو کیا منہ دکھلائیگا مورخین کا قول ہے کہ اس کلام سے یحییٰ کو ندامت ضرور ہوئی مگر اب وہ کیا مفید ہوسکتی تھی۔

وہب ابن عبداللہ الکلبی کی شہادت

بریر ابن خضیر ہمدانی کے بعد وہب ابن عبداللہ الکلبی عازم میدان ہوئے واضح ہو کہ مؤرخین نے تعداد شہدا میں دو بزرگواروں کے نام جدا جدا وہب لکھے ہیں ایک بزرگ کا نام وہب ابن ابی وہب ہے جو قوم کا نصرانی تھا اور میدان کربلا میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف باسلام و ایمان ہو کر شہید ہوا اور دوسرا وہب ابن عبداللہ الکلبی یہ وہب عبداللہ الکلبی وہ تھے جو بریر کے بعد فوج مقابل سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ ان وہب ابن عبداللہ الکلبی کی ماں کا نام قمری تھا جو جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ولا اور عقیدت کے لیے خصوصیت کے ساتھ یاد کی جاتی ہیں اور ان کے متعلق کثرت سے اخبار و آثار علمائے کرام کی مختلف تالیفات میں پائے جاتے ہیں۔

ان حضرت وہب کی شہادت کا حال بھی دنیا کے عجیب و غریب واقعات میں سے ہے جس کی مثال مشکل سے دنیا کے کارناموں میں ملیگی۔ المختصر حضرت وہب میدان کارزار میں آکر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن الکلب	سوف ترونی وترون ضربی
وحملتی وصولتی فی الحرب	ادرک ثاری بعد ثار صحبی
وادفع الکرب امام الکرب	لیس جهادی فی الوغا باللعب

رجز کے ختم ہونیکے بعد وہب نے اپنی تلوار سے فوج پر حملہ کیا اور اکثر ملاعین کو مارا۔ پھر اپنی مادر گرامی قدر کی خدمت میں واپس آئے اور کہنے لگے کہ میری خدمتوں سے آپ خوشنود ہوئیں؟ اس خوش عقیدہ نے جواب میں کہا ما رضیت او تقتل بین یدی الحسین علیہ السلام میں تو اس وقت تجھ سے خوش ہونگی جس وقت تو اپنے آقا جناب امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کر دے گا۔ وہب کی شادی کو دو ہفتہ سے زائد نہیں ہوئے تھے۔ اس کی بی بی بھی ہمراہ تھی ماں بیٹے کی گفتگو سنکر وہ اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر بولی کہ ماں کے کہنے پر نہ جا اور اپنے آپ کو اژدھے کے منہ میں نہ ڈال۔ اپنی جان پر رحم کر اور مجھ کو بیوہ نہ بنا۔ بی بی کی یہ تقریر سنکر ماں نے کہا بیٹا خبردار عورت کی باتوں کا اعتبار نہ کرنا اور نصرت امام سے دست بردار نہ ہونا یقین جان کر بغیر رضائے جناب امام حسین علیہ السلام اور خوشنودی والدین تجھ کو شفاعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہونیوالی نہیں ہے وہب کی بی بی نے اپنے شوہر کا عزم بالجزم دیکھکر کہا مجھ کو یقین ہے کہ تو نصرت امام علیہ السلام میں شہید ہو کر داخل جنت ہوگا اور حوران جنت سے ہم آغوش ہو کر مجھکو بالکل فراموش کر دیگا پس تجھ کو مناسب ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی

خدمت میں چل کر ان کے سامنے مجھ سے یہ وعدہ واثق کرلے کہ بہشت میں بھی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔ ان باتوں کے بعد وہ دونوں جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہب کی بی بی نے عرض کی مجھ کو حضور سے دو امروں کی نسبت استفسار کی ضرورت ہے اول تو یہ ہے کہ یہ جوان عازم سیر جنان ہے اور میرا کوئی فریادرس دنیا میں موجود نہیں ہے مجھ کو حضور اسی وقت سے اپنے اہلبیت کے سپرد فرما دیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ یہ میدان جنگ میں مقتول ہو کر ضرور داخل بہشت ہوگا اور حور العین سے ہم آغوش ہو کر مجھ کو بھول جائیگا۔ پس اس سے یہ اقرار لیا جائے کہ یہ بہشت میں داخل اور وصال حور العین سے محفوظ ہو کر مجھے نہ بھولے جناب امام حسین علیہ السلام اس بی بی کی یہ عقیدتمندانہ تقریر سنکر آبدیدہ ہوئے اور اس کی استدعا کو قبول فرمایا۔ وہب رضی اللہ عنہ اپنی بی بی کو قول و اقرار کر کے داخل میدان ہو گئے اور کمال استقلال سے یہ رجز پڑھنے لگے ؎

اني زعيم لك ام وهب	بالطعن فيهم تارة والضرب
ضرب غلام مؤمن بالرب	حتى يذيق القوم مر الحرب
اني امرؤ ذو مرة وغضب	ولست بالخوار عند النكب

حسبي الٰهي من عليم حسبي

رجز پڑھکر دشمن دلیر پر حملات کرانا شروع کرنے میں مصروف ہو گئے اور دم کے دم میں بارہ پیادوں اور تیس سواروں کو بیدم کر دیا اسی اثناء میں اہل کوفہ سے ایک شخص نے وہب کا سیدھا ہاتھ قلم کر ڈالا وہب نے الٹے ہاتھ میں تلوار لی اور اسی طرح بالاستقلال داد شجاعت دیتے رہے قبیلہ کندہ میں سے ایک شخص نے الٹا ہاتھ بھی قطع کر ڈالا۔ وہب کی بی بی جو اس خونیں منظر کو دیکھ رہی تھی شوہر کی یہ حالت دیکھکر اس کی محبت کے جوش میں نکل پڑی اور عمود خیمے ایک عمود کو ہاتھ میں لے کر شوہر کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ نصرت جناب امام حسین علیہ السلام میں جتنی کوشش ہو سکے کئے جاؤ اور دشمنوں کو اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ آنے دو وہب نے جواب دیا سخت تعجب ہے تو وہی عورت ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھکو نصرت جناب امام حسین علیہ السلام سے باز رکھنے کی کوشش کرتی تھی اب تجھکو کیا ہو گیا کہ اب لڑائی کے لئے مجھے خود بھی تحریص کر رہی ہے بی بی نے کہا حقیقت یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی صدائے استغاثہ سنکر میں اپنے آپے میں نہ رہی اور میں نے اسی وقت سے اپنے دل میں یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلف ہو جانیکے بعد میرا جینا محض بیکار ہے بہتر ہے کہ میں بھی تیری ہی طرح لڑ کر فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان نثار کر دوں یہ سنکر وہب نے کہا کہ تو خیمہ کو واپس جا تجھ کو لڑائی کے لئے اجازت نہیں ہے۔ بی بی نے جواب دیا کہ اب نہ جاؤنگی اور ہم تم دونوں اسی خاک وخون میں لوٹیں گے اور ایک ساتھ اپنی زندگی ختم کر دیں گے چونکہ وہب کو اپنی بی بی کے روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں معلوم ہوا تو اس نے اپنے دانتوں سے بی بی کا دامن پکڑ لیا اور اصحاب جناب امام علیہ السلام کو پکار کر اس واقعہ کی اطلاع دی جناب امام حسین علیہ السلام نے صورت واقعہ معلوم کر کے وہب کی بی بی کو آواز دی جزیتم من اهل بيت خيرا الجزاء ارجعي الى النساء بارك الله فيك فانه ليس عليكن قتال۔ تجھ کو اہلبیت کیطرف سے جزائے خیر حاصل ہو اور خدائے سبحانہ وتعالی تجھ کو اپنی برکت عطا فرمائے اب تو زنان اہلبیت کی طرف لوٹ جا کیونکہ عورتوں کو حکم قتال نہیں ہے اس خوش عقیدہ نے آواز دی کہ یا مولا! مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے کیونکہ میں اپنے قتل ہو جانے کو بنی امیہ کے ہاتھوں میں اسیر ہو جانے سے بہتر سمجھتی ہوں۔ آخر کار جناب امام حسین علیہ السلام نے سمجھا کر اور لوگوں کو بھیجکر اور بہت وعظ وپند فرما کر اس کو میدان جنگ سے واپس بلا لیا اُدھر مخالفین نے وہب کا بالکل خاتمہ کر دیا اب اس کا قتل اس کی بی بی سے نہ دیکھا گیا پھر وہ اپنے سراپردہ سے بیتاب ہو کر شوہر کی لاش پر پہنچ گئی اور اس کے چہرۂ گلگوں سے خاک وخون چھڑانے لگی شمر نے یہ دیکھکر اپنے غلام کو اشارہ کیا اس نے اشارہ پاتے ہی اپنے گرز آہنی سے اس کو شہید کر ڈالا۔ رحمهما الله تعالیٰ۔

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ پہلی عورت ہے جو نصرت جناب امام حسین

علیہ السلام میں قتل کی گئی۔ جب وہبؓ کا سر عمر ابن سعد کے پاس لے گئے تو اُس نے کہا کہ اس کے حملات ہماری فوج پر بہت سخت تھے۔ کوفیوں نے وہبؓ کا سر لے کے اصحابِ جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکدیا۔ وہب کی آفت رسیدہ ماں وہاں سے قریب ہی کھڑی تھی۔ دوڑ کر بیٹے کے سر پر گر پڑی اور اُس کے بوسے لئے اور کہنے لگی۔

الحمد للہ الذی بیض وجہی بشہادتک بین یدی ابی عبد اللہ علیہ السلام ثم قالت الحکم للہ یا امۃ السوء اشھد ان النصاری فی بیعھا والمجوس فی کنایسھا خیر منکم۔ خدا کا شکر ہے کہ تیری شہادت کی وجہ سے میں امام عالی مقام علیہ السلام کے دربار میں سرخرو ہوئی {عرب میں منہ کا سفید ہونا محاورہ ہے اور باعزت و کامیاب ہونے کا اشارہ ہے چنانچہ آیۂ قرآنی تبیض وجوہ و تسود وجوہ (جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے) اسکی شاہد ہے} یہ کہہ کر اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی اے قومِ بدکردار! میں شہادت دیتی ہوں کہ قومِ نصاریٰ اپنے کلیساہیں اور قومِ مجوس اپنے کنیسہ میں تم سے بہتر ہیں۔ یہ کہہ کر وہ بھی ایک عمودِ خیمہ لیکر فوجِ مخالف پر جا پڑی اور اُس کی ضرب سے دو دشمنانِ دین کو اسفل السافلین تک پہنچایا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس کو بمشکل واپس بُلوایا اور فرمایا ۔

امۃ اللہ اجلسی فقد منع الجھاد من النساء فانک وابنک مع جدی محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الجنۃ۔ اے کنیزِ خدا گھر میں بیٹھ رہ۔ کیونکہ عورتوں کے لئے حکمِ جہاد نہیں ہے۔ اور تو اور تیرا فرزند میرے جدِ بزرگوار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہشت میں رہو گے۔ مادرِ وہب نے یہ سُنکر کہا اللھم لا تقطع رجائی۔ پروردگارا! تو میری اُمیدوں کو منقطع نہ فرما۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ لا یقطع رجائک یا امّ وھب۔ اے مادرِ وہب! حق سبحانہ وتعالیٰ تیری اُمیدوں کو کبھی قطع نہیں کریگا۔

عمر ابنِ خالد الازدی کی شہادت۔ وہبؓ کے بعد عمر ابنِ خالد الازدی لشکرِ جنابِ امام حسین علیہ السلام سے عازمِ جنگگاہ ہوئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

الیک یا نفس الی الرحمٰن	فابشری بالروح والریحان
الیوم تجزین علی الاحسان	قد کان منک غابر الزمان
ما خط فی اللوح لدی الدیان	لا تجزعی فکل حیّ فان
والصبر احظی لک بالامان	یا معشر الازد بنی قحطان

یہ رجز پڑھکر لشکرِ شقاوت اثر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے ملاعینِ کوفی القتل کر کے شہید ہو گئے۔

خالدؒ ابنِ عمر کی شہادت

عمر کے شہید ہو جانیکے بعد ان کے صاحبزادے خالدؓ ابنِ عمر میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی کی ؎

صبرا علی الموت بنی قحطان	کما تکونوا فی رضا الرحمٰن
ذی المجد العزۃ والبرھان	وذی العلی والطول والاحسان
یا ابتا قد صرت فی الجنان	فی قصر ربّ حسن البنیان

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اکثر مخالفین کو مار کر خود بھی مقتول ہو گئے۔

سعد ابنِ حنظلہ تمیمی کی شہادت

ان کے بعد سعد ابنِ حنظلہ تمیمی میدانِ وغا میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

صبرا علی الاسیاف والاسنۃ	صبرا علیھا لدخول الجنۃ
وحور العین ناعمات ھنۃ	لمن یرید الفوز لا بالظنۃ
یا نفس للراحۃ فاجھدنہ	وفی طلاب الخیر فارغبنہ

رجز خوانی کے بعد نہایت خونریزی ہوئی اور سعدؓ نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی۔ آخرکار شہید ہوئے۔

عمیرؓ ابنِ عبد اللہ مذحجی کی شہادت

یہ بزرگ میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی شروع کی ؎

قد علمت سعد وحی مذحج	انی لدی الھیجاء غیر محرج

اعلوا بسقی هامة المدجج	واترك القرآن لدف التفرج
	فی بیتة الضبع الاذل الاعرج

یہ رجز پڑھکر فوج عمر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے اعدائے دین کو مارکر شہادت پائی۔

حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ کی شہادت

حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ نے عقدہ سے بڑھکر لشکر مخالف کا مقابلہ کیا اور یہ اشعار اپنی شجاعت کے جوش میں ورد لب فرمائے۔

ان تسئلوا عنی فانی ذولبد	من فرع قوم من ذری بنی اسد
فمن بغانا حائد عن الرشد	وکافر بدین جبار صمد

رجز کے بعد ہی لشکر شقاوت پیکر پر حملہ آور ہوئے مسلم کی دلیری و شجاعت کو کون ایسا تھا جو حجاز سے لیکر عراق تک نہیں جانتا تھا اور اُن کی ذاتی جاہ و جلالت عراق میں کس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ نہایت تیزی سے تلواریں چلنے لگیں اور بہت سختی سے موت کا بازار گرم ہوا۔ عمر ابن سعد کی فوج سے ایک نبرد آزما میدان جنگ کا آزمودہ کار شخص برآمد ہوا۔ اور دیر تک مسلم کے ساتھ مقاتلہ اور مقابلہ کی کوششوں میں الجھا رہا۔ آخرکار مسلم نے ایک نیزہ اُس کے پہلوئے راست میں مارکر پشت فرس سے اس کو گرا دیا۔ اُس کے بعد ایک دوسرا شخص مسلمؓ کے مقابلہ میں آیا اور اس کی بھی یہی حالت ہوئی۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں مسلم ابن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے فوج مخالف کے پچاس سر برآوردہ پہلوانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ آخرکار تیر اندازان شام کے زبردست دستوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو متصل تیروں کی بوچھار سے بالکل چکنا چور کر دیا اور لڑنے سے مجبور ہوکر آخرکار زخمی شیر کی طرح گر پڑے۔

جناب امام حسین علیہ السلام شروع سے لیکر آخر تک ان کے محاسن خدمات کو برائے العین مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کو گرتا ہوا دیکھ کر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کو ساتھ لے کر ان کی لاش پر تشریف لائے اور کہنے لگے یرحمک اللہ یا مسلم فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ حضرت حبیبؓ ابن مظاہر بالین سر تشریف لائے اور آبدیدہ ہوکر کہنے لگے۔ اے بھائی مسلم! تم کو اس حالت میں دیکھکر میرے دل پر جو کچھ گذر رہی ہے وہ میں تم کو کیونکر دکھلاؤں۔ مگر البتہ میں تم کو اس امر کی بشارت دیتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں تم بہشت عنبر سرشت میں پہنچے ہو۔ مسلمؓ ابن عوسجہ میں رمق جان باقی تھی۔ اپنے ہموطن بھائی اور رفیق کی آواز پہچان کر بالکل ضعیف آواز سے کہنے لگے کہ خدا تم کو بھی اپنی رضا اور خیر کی بشارت عطا فرمائے۔ پھر حبیبؓ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ میں بھی تمہارے بعد فوراً دنیا سے جانیوالا ہوں تو ضرور تم سے کہتا کہ تم مجھ سے کچھ وصیت کرلو۔ مگر مجھ کو یقین ہے کہ میں خود بہت جلد تم سے آکر ملنے والا ہوں۔ پھر ایسی حالت میں تم سے کیا پوچھوں۔ مسلمؓ ابن عوسجہ نے نحرانی ہوئی نیم جان آواز سے کہا یا حبیب اوصیک بہذا الرجل میں تم کو اس مرد کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ جب تک تمہاری جان میں جان باقی ہے ان کی نصرت و حمایت سے ہاتھ نہ اٹھانا۔ حبیبؓ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ انشاء اللہ المستعان اے مسلم! جیسا تم کہہ رہے ہو ویسی ہی تعمیل کرونگا۔ یہ سنکر حضرت مسلمؓ نے اپنی آنکھیں کھولکر جناب امام حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر نظر فرمائی اور عرض کی۔ یا مولا! میں آپ کے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کی خدمات میں آپکی تشریف آوری کی بشارت دینے جاتا ہوں۔ یہ کہا اور داخل بہشت ہوئے۔ سلام اللہ علیہ مسلمؓ ابن عوسجہ کے اہل و عیال بھی ساتھ تھے۔ آقا کی یہ کیفیت دیکھ کر اُن کی ایک لونڈی نالہ و فریاد کرنے لگی۔ بے غیرت کوفی اُس کی آہ و فغاں پر ہنسنے لگے۔ شبث ابن ربعی اور دیگر عمائد کوفہ کو مسلمؓ کے مارے جانے کا خیال ضرور ہوا تھا۔ وہ اس بے حیا گروہ کو ہنستا ہوا دیکھ کر نہایت آزردہ ہوئے۔

صاحب روضۃ الصفا بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں۔ تم اپنے ہی قوم و قبیلہ کے عمائد اور سرداروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرتے ہو۔

اور ایسے بے شرم ہوگئے ہو کہ پھر انہی پر ہنستے ہو اور اپنی اِن حرکتوں سے اپنے دوسرے عزیزوں اور ہموطنوں کو تمام آدمیوں میں ذلیل و خوار کرتے ہو۔ قسم خدا کی مسلم رضؓ ابن عوسجہ کو اسلام میں ایک منصب رفیع اور محل وسیع حاصل تھا اور غزوۂ آذربائجان میں ہم اُن کے رفیق تھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اُن کو دیکھا کہ قتل اس کے کہ جانبین سے صفیں درست ہوں یہ شیر کی طرح مخالف کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے اور اُن پر متواتر حملے کرنے لگے تھے اور دم کے دم میں چھ آدمیوں کو ہلاک کرکے پھر اپنے مقام پر واپس آگئے تھے۔

مسلم ابنِ عوسجہ کے صاحبزادے کی شہادت

حافظ جمال الدین محدث اہلسنت روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مسلم ابنِ عوسجہ کے ایک صاحبزادے تھے جو اپنے باپ کے قصاص پر خاص کر آمادہ ہوتے۔ اور نصرتِ امام علیہ السلام کی غرض سے عازمِ میدان دغا ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اخلاق کریمانہ کے تقاضے سے فرمایا کہ تمہارے باپ ابھی مارے جا چکے ہیں۔ اگر تم بھی شہید ہوگئے تو پھر تمہاری غریب ماں کس مپرسی کی ہوکر رہے گی۔ یہ سُن کر وہ اپنی ماں کی مصیبتوں پر متاثر ہوئے اور ماں کے پاس لوٹنے ہی کو تھے کہ اُن کی راسخ العقیدہ اور عقیدتمند ماں نے آواز دی کہ بیٹا مجھے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی جان کی سلامتی کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت و حمایت سے بہتر سمجھتا ہے۔ پس اس امر میں تجھ سے کبھی راضی اور خوشنود نہ ہوں گی۔ ماں کا یہ سخن سُن کر وہ پھر میدان جنگ کی طرف واپس ہوئے اور اُن کی ماں بھی فرطِ محبت سے اُن کے پیچھے پیچھے چلی۔ دلبر بیٹا تو فرزند ... ماں بھی پشت سے تحریص و ترغیب کے کلمات کہہ کہہ کر اسکو نصرتِ امام پر مستعد اور آمادہ کر رہی کہتی جاتی تھی کہ بشارت ہو تجھ کو کہ تھوڑی ہی دیر میں تو ساقیٔ کوثر کے ہاتھ

سیراب ہوگا۔ اسی گیر و دار کے عالم میں اس نے تیس[۲۴] نامردوں کو اپنی شمشیر آبدار سے مار گرایا اور پوری دادِ شجاعت دینے کے بعد خود بھی شہید ہوگیا۔ آن شریروں نے اس کا سر بھی کاٹ کر اس کی ماں کے آگے پھینکدیا۔ آفت رسیدہ ماں نے اپنے پارۂ جگر کے خون آلود سر کو اپنی آغوش میں لے کر بوسے لئے اور اپنے منہ کو اس کے منہ پر رکھ کر ایسے درد سے روئی کہ اس کے رونے پر ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ہلال رضؓ ابن نافع بجلی کی شہادت

اس سعید ازلی کی شہادت کے بعد صاحبِ روضۃ الشہدا کا بیان ہے کہ ہلال رضؓ ابن نافع بجلی نے میدان جنگ کا قصد کیا ہلال رضؓ نہایت حسین۔ خوش جمال اور اسم بامسمیٰ بزرگ تھے۔ اور تیراندازی کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ ہلال ابنِ نافع رضی اللہ عنہ نے اپنا عقد کیا تھا۔ اور زوجہ ساتھ تھی۔ شوہر کو آمادۂ پیکار دیکھ کر اُن کی زوجہ نے اُن کا دامن تھام لیا اور کہنے لگی کہ تم تو جاتے ہو مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ عفیفہ تو رونے لگی اس کی خبر جناب امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو ہلال رضؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ تیرے اہل و عیال کی حسرت کا علاج سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو اُن کے سامنے موجود رہے۔ پس میں تجھ کو پورا اختیار دیتا ہوں کہ اگر تیرا جی چاہے تو طریق قتال اختیار کر نہیں تو اپنے اہل و عیال کو رضامند کر۔ ہلال رضؓ ابن نافع نے عرض کی کہ اگر میں آپ کی نصرت سے ہاتھ اٹھاؤں تو فرمایئے روز قیامت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا جواب دوں گا یہ کہہ کر اس خوش عقیدہ بہادر نے اپنی بی بی کو وداع کیا اور میدان کارزار میں آکر ذیل کا رجز پڑھا۔

ارمی بہا معلمۃ افواقہا	والنفس لا ینفعہا اشفاقہا
مسمومۃ تجری بہا اخفاقہا	لیملأن ارضہا رشاقہا

رجز پڑھکر اپنی تیغ آبدار سے فوج مخالف پر حملہ کرکے گرانا کرنے لگا اور پھر اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگا۔

دینی علیٰ دین حسین و علی	انا الغلام الیمنی البجلی
فذاك رأیی و ألاقی عملی	ان اقتل الیوم فهذا املی

ان کا رجز سن کر عمر سعد کے لشکر میں قیس باہر نکلا۔ ہلال رض نے اُس کو مار ڈالا۔ اس کے مرتے ہی بڑی خونریزی ہونے لگی اور ہلال رض بھی جھپک جھپک کر فوج مخالف کے گھسنے اور تاریک دلوں میں اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھانے لگے اور تیرہ اعدائے دین کو مار گرایا۔ اِسی اثنار میں دشمنوں نے چاروں طرف سے اُن پر حملے شروع کر دئے اور اُن کے دونوں ہاتھ قطع کر ڈالے ہلال رض اپنا کمال دکھلا کر اب لڑائی سے مجبور ہو گئے۔ ان بے دینوں نے ان کو گرفتار کر کے شمر کے پاس حاضر کیا۔ اس نے انکا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی ایک شقی القلب نے ان کا سر کاٹ لیا۔

نافع رض ابن ہلال کی شہادت

باپ کے شہید ہو جانے پران کے صاحبزادے نافع رض ابن ہلال رض بجلی متوجہ کارزار ہوئے اور فوج مخالف کے مقابل پہنچکر رجز میں یہ اشعار پڑھے ؎

انا علی دین علی	انا ابن هلال البجلی
ودینه دین النبی	

سب سے پہلے مزاحم ابن حریث قبیلہ بنی قطیعہ کا ایک آدمی اُن سے مزاحم ہوا۔ نافع رض نے ایک ہی وار میں اسکو مار گرایا۔ عمرو ابن حجاج جو فوج عمر سعد میں ایک آزمودہ کار اور جرّار مشہور تھا اور دریائے فرات کی حفاظت اُس کے حوالہ تھی چلا کر اپنی ماتحت فوج سے کہنے لگا کہ تم لوگ حقیقت میں عقل سے بالکل خالی ہو۔ تم ان بہادرو شیر شجاعت اور آب شمشیر سے پرورش پائے ہوئے ہیں اور اس وقت اپنی ہمت و دلیری کے جوش میں اپنا سر اپنے ہاتھوں پر دھرے ہوئے ہیں تم کبھی اس طریقہ پر لڑ کر اِن سے سر بر نہیں ہو سکتے۔ اب تمہاری کامیابی کے لئے مصلحتِ وقت یہی ہے کہ تمام لشکر سے ایک بار حملہ کیا جائے اور ان کی جماعت کو چاروں طرف سے ایک حلقہ میں لے لیا۔

فوج حسینی پر لشکر شام کا حملہ عمر سعد نے عمرو ابن حجاج کی یہ تجویز سنکر کہا کہ بیشک مصلحتِ وقت یہی ہے۔ سب سے پہلے عمرو ابن حجاج اپنی ماتحت فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور جنابِ امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ اور فوج حسینی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے قوم کوفہ! جماعتِ اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو اور شک نہ کرو اور اُس شخص سے لڑنے میں ذرا بھی تامل نہ کرو جو (معاذ اللہ) دین سے باہر ہو گیا اور یزید کی اطاعت سے جو (معاذ اللہ) امام زمانہ ہے مخالفت نہ کرو۔ اس دریدہ دہن کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! ابن الحجاج علی تحرض الناس انحن مرقنا من الدین وانتم ثبتم علیه والله لتعلمن ایّنا المارق من الدین ومن هو اولی بصلی النار۔ اے پسر حجاج! میرے برخلاف تو تمام لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ (معاذ اللہ) میں دین سے باہر ہو گیا ہوں۔ اور تم دین پر قائم ہو۔ قسم خدا کی تو خوب جان لیگا کہ ہم میں سے دین سے کون نکل گیا اور آتشِ دوزخ میں جانیکا زیادہ سزاوار کون ہے۔

یہ کلام سُنکر عمرو نے میسرۂ جنابِ امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا اور اُسی کے ساتھ شمر ذی الجوشن نے اپنی ہمراہی فوج کے پیچھے آکر اُن کو اپنی زد پر رکھ لیا۔ عمر سعد بے حیا نے بھی اپنی جمعیت کے ساتھ خیمۂ مقدس کی طرف دست برد کا قصد کیا۔ مگر چونکہ خیامِ مطہرہ کے چاروں طرف خندق میں آگ روشن تھی اور سر بفلک شعلے اُن میں سے مشتعل ہو رہے تھے۔ اسلئے عمر ابن سعد اپنے اس خیال میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پھر شبث ابن ربعی نے بھی اُس نامرد کو اس بزدلانہ حرکت سے کسی قدر منع کر دیا۔ الغرض یہ تمام فوج اکٹھی ہو کر ایک ہی طرف سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی قلیل جماعت پر جا پڑی اور جاں نثارانِ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے بھی جس دلاوری اور جس جگر ی سے فوج مخالف کا مقابلہ کیا اُس کی نظیر دنیا کے کسی واقعہ میں نہیں ملتی۔ جانبین سے سخت تلواریں چلنے لگیں اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی اور وہ گھمسان کا رن پڑا کہ بڑے بڑے پہلوانوں کے چھکے پانی ہو ہو گئے اور لڑائی کا موجودہ ہولناک

اور خونیں منظر دیکھکر اچھے اچھے جیوٹوں کے جی چھوٹ چھوٹ گئے۔ بجلیوں کی طرح اہلِ شام کی گھنی صفوں میں تلواروں کا گرنا۔ مقتولین کے خون کا دریا کی طرح بہنا۔ پہلوانان نبرد آزما کے سروں کا حبابِ دریا کی طرح اُبھرنا اور بیٹھ جانا کچھ ایسا خوفناک عالم تھا جس کو دیکھکر بڑے بڑے قوی لوگوں کے دلوں میں کنفرتھری پڑی ہوئی تھی۔ عمر سعد کی کثیر فوج کے مقابلہ میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کی قلیل اور مختصر جماعت نے بھی اپنی شجاعت اور دلیری کے جوش میں بیتاب ہو ہو کر اپنے مخالفوں کے نیزوں اور تیروں کی بوچھاروں کے سامنے آڑ کر دیے اور اپنی قوت و یکجگی کے ثبوت میں اُنکے مظالم اور اپنے مصائب کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور اُن کی کثرت و شقاوت کا بھی ذرا خوف نہ کیا۔ چنانچہ امام طبری اپنی تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ جب عمر سعد کو ناکامیابی ہوئی تو اُس نے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کو حملہ کرنے کا حکم دیا جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے بتیس[۳۲] سواروں نے جب ان ہزاروں کو بھی پے در پے پراگندہ کر دیا اور عزوہ ابنِ قیس جو سواروں کا افسر تھا بدحواس ہو کر خموش ہوگیا تو عمر نے شبث ابنِ ربعی سے کہا کہ تو پلٹنوں اور تیراندازوں کو لیکر بڑھ۔ لیکن شبث نے ٹال دیا اور کہا کہ مجھ سے سردارِ فوج اور شیخ لشکر کو تیراندازوں کے ساتھ بھیجنا شایانِ شان نہیں ہے۔ آخر عمر نے حصین ابنِ نمیر کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ پیادوں کے غول اور پانچسو تیراندازوں کو ساتھ لے کر بڑھا اور کمانداروں کی صفوں نے مقابل میں پہنچکر تیر برسانے شروع کر دیے۔ انصارِ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے جہاں تک ہوسکا اپنے جسموں کو تو بچایا لیکن اپنے گھوڑوں کو نہ بچا سکے اور یک قلم ان کے سب گھوڑے زخموں سے چور چور ہو ہو کر گر گئے۔ پھر بھی ظہر کے وقت تک شدت کے ساتھ معرکۂ قتال گرم رہا۔ لیکن افسوس کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی جماعت قلیل کی تعداد بتدریج بہت کم ہوتی گئی۔ اور لشکرِ عمر کو بوجہ اپنی کثرت کے اپنی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابو عذرہ ضبابی جو شمر ذی الجوشن کے مخصوصین میں سے تھا اسی ہنگامہ میں زہیر ابن القین کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا جسکی وجہ سے فوجِ شام میں سخت اضطراب لاحق ہوگیا۔

اس معرکہ میں خاص سپاہِ شام میں سے سینکڑوں کیا ہزاروں آدمی مارے گئے اور اصحاب جنابِ امام حسین علیہ السلام میں سے تیس[۳۰] آدمی جن میں پندرہ سوار تھے اور پندرہ پیدل تھے۔ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اُن بزرگواروں کے نام نامی اور اسمائے گرامی یہ ہیں۔

نعیم[۱] ابن عجلان الانصاری۔ عمر[۲] ابن الکعب ابن حارث الاشجعی۔ حنظلہ[۳] ابن عمرو الشیبانی۔ قاسط[۴] ابن ظہیر۔ کرش[۵] ابن ظہیر۔ کنانہ[۶] ابن عتیق۔ عمرو[۷] ابنِ ضبیعۃ الضبعی۔ ضرغامہ[۸] ابنِ مالک۔ عامر[۹] ابن مسلم۔ سیف[۱۰] ابنِ مالک النمیری۔ عبدالرحمٰن[۱۱] ابن عبداللہ الکدری الارحبی۔ مجمع[۱۲] ابنِ عبداللہ العائذی۔ حبان[۱۳] ابن حارث السلمانی الازدی۔ عمرو[۱۴] الخندعی۔ حلاس[۱۵] ابنِ عمر الراسبی۔ سوار[۱۶] ابنِ ابی عمیر الفہمی الہمدانی۔ زاہر[۱۷] ابنِ عمرو۔ غلام[۱۸] عمرو بن الحمق الخزاعی۔ جبلہ[۱۹] ابن علی الشیبانی۔ ابی عمارہ[۲۰] ابن ابی سلامۃ الدولابی۔ نعمان[۲۱] ابنِ عمر الراسبی۔ مسعود[۲۲] ابن الحجاج۔ خود حجاج[۲۳]۔ زہیر[۲۴] ابن بشر الخثعمی۔ عمار[۲۵] ابنِ حسان ابنِ شریح الطائی۔ عبداللہ[۲۶] ابن عمیر۔ اسلم[۲۷] ابنِ کثیر الازدی الاعرج۔ زہیر[۲۸] ابنِ مسلم الازدی۔ عبداللہ[۲۹] ابن یزید ابنِ ثبیت القیسی۔ عبداللہ[۳۰] ابنِ عروہ غفاری۔

علاوہ ان کے جنابِ امام حسین علیہ السلام کے دس غلام اور

جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے دو غلام اسی حملہ میں کام آ گئے جناب امام حسین علیہ السلام کے بے بہا در جاں نثار میدان جنگ میں اپنی شجاعت و دلیری کی پوری داد دے کر کھیت رہے۔ ان کے مارے جانے سے جناب امام حسین علیہ السلام کی موجودہ جماعت اگر بالکل تمام نہیں ہوئی تو قریب الاختتام تو ضرور پہنچ گئی۔ کیونکہ ان بہتر دلاوروں کا مجموعہ نصف کے قریب کام آ چکا۔ جو باقی بچ گئے وہ بیس بائیس ۲۲ سے ہرگز زائد نہیں تھے۔ یوں تو دنیا کے بڑے بڑے کارناموں میں اہل عرب کی شجاعت واضح اور موٹے حرفوں میں لکھی ہوئی ہے اور ہزاروں واقعات اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر جب ہم جاں نثاران جناب امام حسین علیہ السلام کی عدیم المثال اور بےنظیر دلیری اور شجاعت کے واقعات پر جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ غور کرتے ہیں تو اور سب حالات ہماری نگاہوں میں دفتر پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور ان کو ان سے کسی طرح مناسبت یا مماثلت نہیں دی جا سکتی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے یہ جاں نثار جن کی تعداد ہم ابھی ابھی مقتولین میں بتلا چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مارے تو گئے مگر اس طرح کہ ان کی عزیز جانوں کے ساتھ عرب کی شجاعت اور دلیری کا بھی خاتمہ ہی ہو گیا اس وقت ان شیر دلوں نے عمر سعد سے اس کی اس تجویز کا کہ اسی وقت جنگ مغلوبہ کر کے جناب امام حسین علیہ السلام کا خاتمہ کر دیا جائے ان کے اعوان و انصار بھی کاٹ ڈالے جائیں۔ اور گھر بھی لوٹ لیا جائے۔ تین دن کی بھوک اور پیاس کی ناقابل برداشت مصیبت میں ان دلیروں نے پورے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس کو کسی طرح اپنی تجویز میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ عرب کی پرانی تاریخوں کے اوراق الٹنے والے کیا کوئی ایسا خاص واقعہ دکھلا سکتے ہیں؟ اگر ہم ان تمام وفاداروں کے تفصیلی جذبات اور ان کی دلیری و شجاعت کے واقعات کامل طور سے لکھنا چاہیں تو ہمارے موجودہ سلسلہ بیان میں ایک غیر ضروری طوالت ضرور واقع ہو جائے گی جس کو ہم کسی طرح پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہم ان سعادتمندان ازلی میں سے صرف ایک بزرگ کے واقعات ذیل میں ابو مخنف کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

عبداللہ ابن عروہ غفاری - ان بزرگ کے حالات ابو مخنف میں لکھتے ہیں۔ وکان شیخاً کبیراً شهد بدراً وحنیناً وصفین وقال له الحسين عليه السلام شكر الله لك فعالك يا شيخ فانشد ؎

قد علمت بنو غفار	وخندف ثم بنی نزار
بنصرتی لاحمد المختار	وآله السادات والابرار
صلی علیہم خالق الاشجار	رب البرایا خالق الاطیار

یعنی بنی غفار - بنی خندف اور بنی نزار کے قبیلہ والے جانتے ہیں کہ میں احمد مختار اور ان کی اولاد ابرار کی نصرت کرنے والا ہوں۔ خالق اشجار اور پیدا کنندۂ زمین و جانوران اپنا درود ان پر بھیجے۔

ان مقدس بزرگ کے احوال میں لکھا ہے کہ یہ نہایت سن رسیدہ تھے اور معرکۂ بدر سے لیکر حنین و صفین کے معارک تک میں شریک رہ چکے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کو آمادۂ کارزار دیکھ کر فرمایا کہ یا شیخ میں تمہارے ان محاسن خدمات کے متعلق خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ المختصر وہ رجز جو اوپر لکھا گیا پڑھ کر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور پچیس اعدائے دین کو مار کر مشرف بدرجۂ شہادت ہوئے۔ اب اسی سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب ایسے سن رسیدہ اور معمر شخص نے تنہا پچیس سواروں کو قتل کر ڈالا تو اس جماعت کے شیر دل اور دلیر جوانوں نے کتنے کتنے معاندین کو مار گرایا ہوگا۔

بہرحال - انصار حسینی کی اظہار شجاعت کی تفصیل سے قطع نظر کر کے اب پھر ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔ عمر ابن سعد کی فوج ان دلیروں کو اپنے ایک حملہ سے کسی طرح پسپا نہ کر سکی اور کسی طرح خیام مقدس تک نہ پہنچ سکی۔ جس کے لئے وہ اتنے جوش سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ آخرکار وہ مجبور ہو کر پیچھے کسی قدر دور ہٹ گئے۔ مگر ان کی اس فوج کا وہ دستہ جو حصین ابن نمیر کے زیر کمان تھا۔ امام علیہ السلام کے خاص غلاموں کے ساتھ ایک حالت پر اکھڑا رہا جو صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں بیس آدمی تھے۔ ان میں دس تو جناب امام حسین

علیہ السلام کے خاص غلام تھے۔ اور دس وہ بزرگوار تھے جن کو امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں غلامی کا شرف حاصل تھا ان وفاداروں نے ابتدا سے لیکر انتہا تک فوج مخالف سے پورا پورا مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب اپنے آقا کے حق نمک سے ادا ہوگئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ابو ثمامہ رضؓ صیداوی کی بے نظیر دلیری اور شہادت

موت کی عین گرم بازاری میں حضرت عمر ابن عبداللہ الانصاری جو اپنی کنیت ابو ثمامۃ الصیداوی سے زیادہ مشہور ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے یا ابا عبد اللہ نفسی لنفسک فداء ھؤلاء اقتربوا منک لا واللہ لا تقتل حتی اقتل دونک واحب ان القی اللہ ربی وقد صلیت ھذہ الصلوٰۃ۔ یا مولا! جان میری آپ پر فدا ہو۔ آپ یقین کرلیں کہ یہ تنور جنگ خواہ کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو مگر جب تک میں اپنے خون میں آلودہ نہ ہولونگا آپ کے جسم مبارک پر آنچ نہ آنے پائے گی لیکن اس وقت میری آرزو یہ ہے کہ میں ایک بار نماز اور آپ کے ہمراہ پڑھ لیتا تو اپنے پروردگار عالم سے جا ملتا۔

اُن کی یہ استدعا سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا تو دیکھا کہ ٹھیک نماز ظہر کا وقت ہے۔ تو ابو ثمامہ رضؓ صیداوی کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین نعم ھذا اول وقتھا۔ تم نے نماز کی یاد دلائی۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تمہیں نماز گذاروں میں شامل فرمادے۔ ہاں یہی تو نماز ظہر کا اول وقت ہے۔ اس جماعت سے کہو کہ اتنی دیر تک لڑائی موقوف کریں کہ ہم نماز ظہر ادا کرلیں۔ حصین ابن تمیم نے یہ تقریر سُن کر چلّا کر کہا کہ تم لوگوں کی نماز کب قبول ہے۔ اس دریدہ دہن کے یہ گستاخانہ کلام حضرت حبیبؓ ابن مظاہر سے نہ سُنے گئے اسکو ڈانٹ کر کہنے لگے لا تقبل الصلوٰۃ من ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقبل منک یا ختار۔ فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہے۔ کیوں اے غدار؟

اتنا سننا تھا کہ حصین ابن نمیر تلوار لیکر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کی طرف جھپٹا۔ وہ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے آگے حفاظت کے خیال سے کھڑے تھے۔ اور نماز ظہر کے تہیہ میں تھے۔ حصین ابن نمیر کو اس عجلت سے قریب آتے ہوئے دیکھ کر جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمانے لگے کہ یا مولا! اب تو میں اس نماز کو فردوس معلی ہی میں پڑھونگا۔ میں تو جاتا ہوں اور آپ کی طرف سے آپ کے جدّ بزرگوار اور پدر عالی مقدار اور برادر نامدار کو سلام وتحیت پہنچاتا ہوں۔ یہ کہکر حصین ابن نمیر کے برابر پہنچ گئے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے۔

انا حبیب وابی مظاھر ۔۔۔ وفارس الھیجاء ولیث قسور
وانتم عند العدید اکثر ۔۔۔ ونحن اوفی منکم واصبر
ابضا وفی کل الامور اقدر ۔۔۔ وانتم عند الوفاء اغدر
ونحن اعلی حجۃ واظھر ۔۔۔ حقا وانمی فیکم واعذر
وفی یمین آدم مذکر ۔۔۔ وفیکم نار الجحیم تسعر

رجز پڑھ کر حبیبؓ نے حصین کے جواب میں اپنی زبان تیغ سے کام لینا شروع کیا۔ انکی ضربت ... اسکی ناک پر کچھ ایسا زخم لگا وہ لودا اتنے او چھے زخم کا بھی تحمل نہ ہوسکا اور میدان جنگ سے ہٹ گیا۔ حضرت حبیبؓ نے چاہا تھا کہ اس بانیٔ فساد کا خاتمہ ہی کردیا جائے مگر اس کے ہمراہیوں نے حبیبؓ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن تاہم اس کہن مشق اور تازہ ہمت بہادر نے چاروں طرف مار کرنے شروع کردئے۔ جو سامنے آیا مارا گیا۔ جو بچ گیا وہ بھاگ گیا۔ حبیبؓ نے اپنی شجاعت ودلیری کے اظہار میں یہ اشعار مفاخرت پڑھے ؎

اقسم لو کنا لکم اعداد ۔۔۔ او شطرکم ولیتم الا کتادا
یا شر قوم حسبا وادا ۔۔۔ وشرھم قد علموا انداداً

یہ اشعار پڑھکر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر نے اسی طرح فوج مخالف پر اپنی تیغ آبدار سے پے در پے حملے کرتے کرتے بروایت محمد ابن ابیطالب باسٹھ بہادروں کو قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں بنی تمیم میں سے ایک شخص نے کمین میں آکر حضرت حبیبؓ کی پشت سے ایک نیزہ ایسا مارا کہ اُس کی ضرب سے وہ زمین پر آرہے۔ قاتل نے جلدی کرکے اُن کا سر اُتار لینا چاہا۔ مگر حصین ابن نمیر ان کی ضرب

کے قصاص کے لئے فوراً آپہنچا اور اپنی تلوار سے انکا سر کاٹ لیگیا۔
جناب امام حسین علیہ السلام اپنے قدیم رفیق کے قتل کی خبر پاکر فوراً اس کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا عند اللہ احتسب ونفسی حماۃ اصحابی وقال للہ درّك یاحبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ خدا سبحانہ وتعالیٰ تمہیں برکت دے۔ رات بھر میں تم پورے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔
حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کے سر کی نسبت مشہور ہے کہ بدیل ابن خریم ران کا فرقِ مبارک لیکر بعض کے نزدیک کوفہ میں اور بعض کے نزدیک مکّہ میں آیا۔ حبیبؓ کے صاحبزادے نے اپنے باپ کے سر کو پہچانکر بدیل کو مار ڈالا اور اپنے پدرِ بزرگوار کا سر اس سے چھین کر مدفون کر دیا۔ سلام اللہ علیہ۔

کربلا کے میدان جنگ میں ظہر کی نماز

حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کے واقعہ کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے سعید ابن عبد اللہ اور زہیر ابن القین کو حکم دیا۔ کہ تم لوگ آگے کھڑے ہوجاؤ تو نماز ظہر ادا کی جائے۔ حکم پاتے ہی وہ با وفا جاں نثار آگے کھڑے ہوگئے۔ اور امام عالی مقام نے باقیماندہ لوگوں کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ بے دین اہلِ کوفہ وشام نے اس حالت میں بھی ظلم وستم سے ہاتھ نہ اٹھایا اور نماز گزاروں کی اس چھوٹی سی جماعت پر برابر تیروں کا مینہ برساتے رہے۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ نماز تمام ہوتے ہوتے سعیدؓ ابن عبد اللہ تمام ہوگئے۔ اور وہ شہیدِ راہِ خدا زخموں سے چور چور ہوکر زمین پر یہ کہتا ہوا گر پڑا اللّٰھمّ ابلغ نبیك عنّی السّلام وابلغہ ما لقیت من الم الجراح فانّی اردت نصرۃ ذرّیۃ نبیّك۔ پروردگار! اس قومِ اشقیا پر مثل قومِ عاد وثمود کے اپنی لعنت بھیج اور میرا سلام اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اُن کی ذرّیت طاہرہ کی نصرت کی وجہ سے جو مصائب مجھ پر گذر رہے ہیں اُن سے بھی آنحضرتؐ کو مطلع فرمادے۔
جناب امام حسین علیہ السلام نے نماز ظہر سے فراغت فرماکر باقیماندہ اعوان وانصار کی جماعت درست فرمائی اور اُن لوگوں سے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔
قال یا اصحابی ان ھذہ الجنۃ قد فتحت ابوابھا واتّصلت انھارھا واینعت اثمارھا وزیّنت قصورھا وتؤلّفت ولدانھا وحورھا وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والشھداء الّذین قتلوا معہ وابی واُمّی یتوقّعون قدومکم ویتباشرون بکم وھم مشتاقون الیکم فحاموا عن دین اللہ وذبّوا عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔
اے ہمارے جانثارو! نظر اٹھاکر دیکھو یہ بہشت کے دروازے کشادہ اور حورانِ جناں آراستہ وقصورِ بہشت پیراستہ ہیں اور قدسیانِ ملاءِ اعلیٰ اور غلمانِ بہشت منتظر ہیں۔ اور خود جناب رسالتمآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چشم براہ ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے جتنے اصحاب وانصار شہید ہوچکے ہیں وہ سب آپ صاحبوں کے مشتاق ہیں۔ نیز ہماری مادرِ گرامی منزلت اور ہمارے پدرِ عالیقدر بھی تم لوگوں کے مشتاق ہیں۔ پس تم کو مناسب ہے کہ اپنے دین کی حمایت میں اپنی کوششوں کو وسیع کرو اور اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم سے ان دشمنانِ دین کے مظالم وجور وستم کو دفع کرو۔
حقیقت تو یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام اس وقت عجیب اضطرار وانتشار میں مُبتلا تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سُنتے ہی حرم محترم سے گریہ وزاری اور فغان واشکباری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ بے وارث عورتوں اور معصوم بچوں کی صدا ہائے استغاثہ اس طرح بلند ہوئیں۔
یامعشر المسلمین یاعصبۃ المؤمنین حاموا عن دین اللہ وذبّوا عن حرم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وعن امامکم ابن بنت نبیّکم فقد امتحنکم اللہ تعالیٰ بنا فانتم جیراننا فی جوار جدّنا والکرام علینا واھل مودّتنا فدافعوا بارك اللہ فیکم عنّا۔
اے گروہِ مسلمانان! اے ناصرِ مؤمنان! دین خدا کی حمایت کرو۔ اور رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم سے دشمنوں

کو دور کرو اور ان ظالموں کو اپنے امام سے جو تمہارے رسول کی بیٹی کا فرزند ہے دفع کرو۔ اور یہ یقین کرلو کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ اس وقت ہماری نصرت کے متعلق تمہارا امتحان لے رہا ہے تم ہمارے جدّ امجد کے مکانات میں ہمارے ہمسایہ ہوگے۔ ہمارے نزدیک معزز ہوگے۔ اور ہمارے دوستوں میں شمار کئے جاؤگے۔ پس ان دشمنوں کو ہمارے سر سے دُور کردو۔ اللہ تم کو ہماری طرف سے برکت عطا فرمائے۔

ان باقیماندہ جاں نثاروں نے جب پردگیانِ عصمت سرا کی یہ مایوسانہ صدائیں سُنیں جو انکی انتہا درجہ کی حسرت اور مایوسی کی خبر دے رہی تھیں تو سب ملکر ایک بار رونے لگے۔ اور کہنے لگے نفوسنا دون انفسکم ودماءنا دون دمائکم وارواحنا لکم الفداء واللہ لا یصل الیکم احد بمکروہ وفینا الحیوٰۃ وقد وھبنا للسیوف نفوسنا وللطیر ابداننا فلعلنا نقیکم زلف الصفوف ونشرب دونکم الحتوف فقد فاز من کسب الیوم خیرا وکان لکم من المنون مجیرا۔ اے اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم ہماری جانیں آپ کی جانوں پر تصدق اور ہمارے خون آپ کے خون پر نثار اور ہماری روحیں آپ حضرات کی روحوں پر فدا ہوجائیں۔ خدا کی قسم کوئی شخص آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب کہ ہماری جان جسموں میں باقی ہے۔ یہ یقین کرلیں کہ ہم اپنی جانیں آپ لوگوں کی راہ میں ہبہ کرچکے ہیں اور وہ تلواروں اور تیروں کے لئے وقف ہوگئی ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے جسموں کو بلائے مصیبت کی نذر کردیا ہے کہ ہم آپکی حفاظت و حراست میں کوشش کریں گے تا آنکہ شربتِ مرگ نوش کریں۔ آج کے روز خیر و فلاح اسی شخص کے لئے ہے جو اپنا سر آپ کی راہ میں قربان کردے۔ اور موت سے آپ حضرات کو بچائے۔

حضرت زہیرؓ ابن القین کی شہادت

ان کلمات کو کہہ کر پہلا شخص جس نے امام علیہ السلام سے میدانِ جنگ کی اجازت حاصل کی وہ حضرت زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ میدانِ جنگ میں تشریف لاکر اس طرح رجز خواں ہوئے۔

انا زھیر وانا ابن القین ۔۔۔ وفی یمینی مرھف الحدین
اذودکم بالسیف عن حسین ۔۔۔ ان حسینا احد السبطین
ابن علیؑ طاھر الجدین ۔۔۔ من عترۃ البر التقی الزین
ذلک رسول اللہ غیر المین ۔۔۔ یالیت نفسی قسمت قسمین
وعن امام صادق الیقین ۔۔۔ اضربکم محامیا عن دین
اضربکم ضرب غلام زین ۔۔۔ اضربکم ولا اری من شین
بالبیض والسمر الردینی

پھر اپنی تیغ شعلہ بار سے فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی خدا داد شجاعت اور دلیری سے عمر سعد کے لشکر کے میمنہ و میسرہ کو ابتر کردیا اور دم کے دم میں بروایتِ محمد ابنِ ابیطالب ایک سو بیس دشمنوں کو اور بروایت ابو مخنف سَتّر کفار کو مار گرایا۔ اسی اثنا میں کثیر ابنِ عبداللہ شعبی اور مہاجر ابنِ اوس التمیمی نے ملکر اُن کو نیزوں اور تلواروں کی پے در پے ضربوں سے قتل کیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے وفا دار جاں نثار کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا لا یبعدک اللہ یا زھیر ولعن اللہ قاتلک لعن الذین مسخھم قردۃ وخنازیر۔ خدائے سبحانہ وتعالےٰ تجھ کو اپنی حضوری سے دور نہ کرے اور تیرے قاتلوں پر لعنت کرے اور اُن کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرے۔

حضرت ابو ثمامہ صیداوی کی شہادت

زہیر کے بعد ابو ثمامہؓ صیداوی نے جنگ کی اجازت حاصل کرکے لشکر کوفہ سے مقابلہ کیا اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

عزاء لآل المصطفیٰ وبناتہ ۔۔۔ علی حبس خیر الناس سبط محمدؐ
عزاء الزھراء النبی وزوجھا ۔۔۔ خزانۃ علم اللہ من بعد احمد
عزاء لاھل الشرق والغرب کلھم ۔۔۔ وحزنا علی حبس الحسین مسدد
فمن مبلغ عنی النبی وبنتہ ۔۔۔ بان ابنکم فی مجہد ای مجہد

سخت خونریزی واقع ہوئی۔ حضرت ابو ثمامہؓ نے ایک معتدبہ جماعت بے دینوں کی قتل کر ڈالی اور پھر خود بھی شہید ہوگئے۔

حضرت حجاج ابنِ مسروق موذنِ امامؑ کی شہادت

اسکے بعد حجاج ابنِ مسروق جن کو اکثر مؤرخین نے جنابِ امام حسین

علیہ السّلام کا مؤذّن اور بعض نے رکاب دار بتلایا ہے۔ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یہ اشعار رجز پڑھے۔

اقدم حسین ہادیاً مہدیّا	الیوم نلقی جدّک النّبیّا
ثمّ اباک ذالنّدی علیّا	ذالک الّذی نعرفہ وصیّا
والحسن الخیر الرّضی الولیّا	واسد اللّٰہ الشّہید الحیّا
وذا الجناحین الفتی الکمیّا	وفاطم والطّاہر الزّکیّا
ومن مضی من قبلہ تقیّا	فاللّٰہ قد صیّرنی ولیّا
فی حبّکم قاتل السّاعیّا	واشہد اللّٰہ الشّہید الحیّا
لتبشروا یا عترۃ النّبیّا	بجنّۃٍ شرابہا مریّا
	والحوض حوض المرتضیٰ علیّا

رجز کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور پندرہ معاندین کو ان کے مرکزِ اصلی تک پہنچایا۔ پھر خود درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

مبارکؒ غلامِ حجّاجؒ کی شہادت

شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ مسروق میدانِ جنگ میں اپنے غلام مبارکؒ کے ساتھ آئے تھے۔ اور یہ دونوں بزرگوار باتفاق خود با مخالفین سے مقابلہ کرتے رہے اور ڈیڑھ سَو (۱۵۰) نامردوں کو قتل کرکے شہادت کے مدارجِ علیا پر فائز ہوئے رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین۔

یحییٰؒ ابنِ کثیر کی شہادت

یحییٰؒ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجزخواں ہوئے ؎

ضاق الخناق یا ابن سعد انّہ	یلقاہم الفوارس الانصار
ومہاجرین مخضّبین رماحہم	تحت العجاجۃ من دم الکفّار
خضبت علی عہد النّبیّ محمّدٍ	والیوم تخضب من دم الفجّار
خانوا حسینا والحوادث جمّۃ	ورضوا یزیدا والرّضا فی النّار
والیوم نشعلہا بحدّ سیوفنا	بالمشرفیّۃ والقنا الخطّار
ہذا علی ابن الادس فرضٌ واجب	والخزرجیّۃ وفتیۃ النّجّار

رجزخوانی کے بعد یحییٰؒ نے ایسے حملے کئے کہ ان کی شجاعت و دلیری کی یادگار ہمیشہ کے لئے قائم ہوگئی۔ ابو مخنف کی اسناد سے پچاس آدمیوں کو اور محمد ابنِ ابیطالب کی اسناد سے چالیس آدمیوں کو قتل فرمایا۔ اس کے بعد خود بھی شہید ہوگئے سلام اللّٰہ علیہ۔

یحییٰؒ ابنِ سلیم مازنی کی شہادت

ان کے بعد یحییٰؒ مازنی میدانِ جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے ؎

لاضربنّ القوم ضرباً فیصلا	ضرباً شدیداً فی العداۃ معجلا
لاعاجزاً فیہا ولا مولولا	ولا اخاف الیوم موتاً مقبلا
	لکنّنی کاللّیث احمی اشبلا

رجز کے بعد سخت معرکہ پڑا جس میں یحییٰؒ مازنی بہت سے کوفیوں کو مار ڈالا۔ ان کے محاسن خدمات کا ذکر حضرت ابنِ خفیرؒ ہمدانی کے احوال کے ساتھ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ آخرکار یہ سعادتمند بھی مقتول ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

حنظلہؒ ابنِ سعد الشّامی کی شہادت

ان کے بعد حنظلہؒ ابنِ سعد الشّامی صف سے نکل کر جنابِ امام حسین علیہ السلام کے سامنے آکھڑے ہوئے اور زخمِ تیر و سنان سے آپ کے جسمِ مبارک کی حفاظت فرمانے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ جو تیر امام علیہ السّلام کی طرف آتا تھا۔ یہ اسے اپنے سینہ پر لے لیتے تھے۔ اور تیغ و سنان کے جو وار فرزندِ رسول صلّے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم پر کئے جاتے تھے۔ یہ آگے بڑھکر اُنہیں اپنے بدن پر روک لیتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔

یا قوم انّی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوحٍ وّعادٍ وّثمود والّذین من بعدہم وما اللّٰہ یرید ظلما للعباد و یا قوم انّی اخاف علیکم یوم التّناد یوم تولّون مدبرین مالکم من اللّٰہ من عاصم یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللّٰہ بعذاب وقد خاب من افترٰی۔

اے میری قوم! مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر پچھلی اُمتوں کے سے دن نہ آپڑیں (یعنی) قوم نوحؑ۔ قومِ عاد اور ثمود اور اُنکے بعد والوں

کی سی حالت نہ گزرے۔ حالانکہ خداتعالے بندوں کے حق میں ظلم نہیں چاہتا۔ اے میری قوم! مجھے تمہارے بارے میں قیامت کے دن کا بھی اندیشہ ہے جس دن تم روگرداں ہوکر چلو گے تو اُس دن اللہ کی طرف سے تمہارا بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

اے میری قوم! جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل نہ کرو۔ ورنہ خدا دند عالم کسی آفت سے تمہاری بیخکنی کر دیگا۔ اور جس نے جھوٹ باندھا وہ کبھی مراد کو نہیں پہنچیگا۔

اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام کی وفاداری اور خلوص کی نسبت تحقیق سے برابر یہی ثابت ہوتا چلا آتا ہے کہ ان بزرگوار دل پر جیسے جیسے مصائب کی شدت ہوتی جاتی تھی۔ ویسے ویسے ان کی ہمتیں وسیع حیثیت اور مستقل ہوتی جاتی تھیں جیسی جیسی خوف اور دہشت بڑھتی جاتی تھی ویسی ویسی انکی راسخ الاعتقادی اور ان کے خلوص میں کمال استقلال پیدا ہوتا جاتا تھا جناب امام حسین علیہ السلام ان کے خلوص اور ان کی عقیدت کے جوش کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمانے لگے۔

یا ابن سعد رحمك الله انهم قد استوجبوا العذاب حين ردوا عليك ما دعوتهم اليه من الحق ونهضوا اليك ليشتمونك واصحابك فكيف بهم الان وقد قتلوا اخوانك الصالحين۔

اے حنظلہؓ ابن سعد! خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو یقین کرلو کہ یہ قوم کی قوم عذاب الٰہی کی سزاوار ہے۔ کیونکہ تم نے انکو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایا لیکن انہوں نے تمہاری ہدایت سے سرتابی کی۔ اور تم پر حملہ آور ہوئے اور تم کو کلمات سخت سے یاد کیا اور تم کو اور تمہارے اصحاب وانصار کو سخت گالیاں دیں۔ جب ان لوگوں نے تمہارے نیکوکار بھائیوں کو قتل کرڈالا تو تم کو ان لوگوں سے کیا اُمید رکھنی چاہیئے یہ ارشاد سن کر حنظلہؓ نے عرض کی۔ کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ میں اپنے پروردگار کے نزدیک جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوجاؤں۔ امامؑ عالی مقام نے جواب دیا ضرور جاؤ۔ اور جلد اُس شے کی طرف بڑھو۔ جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور وہ ایسی سلطنت ہے جو نہ کبھی کہنہ ہونے والی ہے اور نہ اُس کو کبھی زوال ہوگا۔ یہ سُنکر حنظلہ رضی اللہ عنہ تسلیم امامؑ کے لئے خم ہوئے اور کہنے لگے السلام عليك يا ابن رسول الله صلى الله عليك وعلى اهل بيتك واجمع بيننا وبينك في الجنة۔

یا ابن رسول اللہ! آپ پر اور آپ کے اہلبیتؑ پر سلام ہو اور پروردگار رحم کرے اور آپ کو بہشت میں یکجائی عطا فرمائے۔ یہ کہکر رخصت ہوئے اور فوج مخالف میں سے اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔

عبدالرحمٰنؓ ابن عبداللہ الیزنی کی شہادت

اب یہ میدان جنگ میں آئے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے ؎

انا ابن عبدالله من آل یزن	دینی علی دین حسین وحسن
اضربکم ضرب فتی من الیمن	ارجو بذالك الفوز عند المؤتمن

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور چند مخالفین کو قتل کرکے خود بھی شہید ہوگئے۔

عمرو ابن قرظۃ الانصاری کی شہادت

یہ وہ بزرگوار تھے جو اس وقت امام علیہ السلام کی رکاب میں حاضر رہ کر آپ کے جسم مبارک کو معاندین کے حربات متصل سے بچاتے تھے اور حنظلہؓ ابن سعد کے بعد یہ خدمت انہوں نے اپنے ذمّہ لی تھی۔ اور جو زخم ان کے بدن پر لگتا تھا امام علیہ السلام سے عرض کرتے تھے۔ یا ابن رسول الله عليه السلام اوفيت قال نعم انت امامي في الجنة فاقرأ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مني السلام واعلمه اني في الاثر۔ یا ابن رسول اللہ! میں شرط جانبازی بجالایا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ تم جنّت میں مجھ سے آگے پہنچو گے۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچنا تو میرا سلام عرض کردینا اور یہ اطلاع دیدینا کہ میں بھی عقب سے آتا ہوں۔

المختصر عمرو ابن قرظۃ الانصاری خدمت امامؑ سے رخصت ہوکر

میدانِ جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور ذیل کے اشعار رجز میں پڑھنے لگے ؎

قد علمت کتیبۃ الانصار ۔۔۔ انی سوف احمی حوزۃ الذمار
ضرب غلام غیر نکس شاری ۔۔۔ دون حسین مہجتی ودارے

رجز خوانی کے بعد اس شیر بیشۂ شجاعت نے اپنی تیغ صاعقہ کردار سے فوجِ مخالف پر شعلہ باری شروع کردی اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ آخر خود بھی شہید ہوگئے۔ سلام اللہ علیہ

جونؑ غلام ابی ذر غفاری کی شہادت

ان کے بعد جونؑ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام خدمتِ امام علیہ السلام میں داخل ہوئے۔ اور میدانِ کارزار کی اجازت چاہی اس ضعیف اور سن رسیدہ و قدیم جاں نثار کو دیکھکر آپ نے ارشاد فرمایا انت فی اذن منّی فانما تبعتنا طلبا للعافیۃ فلا تبتل بطریقنا۔ اے جون! تو نے اس سن میں اپنی عافیت کی غرض سے میری رفاقت اختیار کی تھی۔ پس اب تو مبتلائے رنج و مصیبت نہ ہو۔ میں تجھکو پوری اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے کسی طرف نکل جا۔ اس قدیم نمک خوار نے یہ سنکر وہ کلمات عرض کئے جو اس کی عدیم المثال وفاداری اور جاں نثاری کا کامل ثبوت تھے۔ فقال یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا فی الرخاء الحس قصاعکم وفی الشدۃ لا اخذلکم واللہ ان ریحی لمنتن وان حسبی للئیم ولونی لاسود فتنفس علیّ بالجنۃ فتطیب ریحی ویشرف حسبی ویبیض وجہی لا واللہ لا افارقکم حتی یختلط ھذا الدم الاسود مع دماءکم۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے راحت و نعمت کے وقتوں میں تو تمام عمر آپ کی کاسہ لیسی اور خدمت گذاری میں صرف کی اور آج کہ روزِ سختی و شدت ہے میں آپ کی رفاقت ترک کردوں میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میرے بدن سے بدبو آتی ہے اور حسب و نسب بھی میرا مجہول اور غیر معروف ہے اور میرا رنگ بھی سیاہ ہے کیا حضور انہی وجوہ سے نہیں چاہتے کہ میں بہشت میں داخل ہوں کہ میری بدبو خوشبو سے مبدل ہوجائے اور میری کم نسلی شرافت سے مشرف ہوجائے۔ اور میرا سیاہ رنگ سفید ہوجائے؟ خدا کی قسم میں آپ کی خدمت سے کبھی جدا نہ ہونگا۔ جب تک کہ اپنے سیاہ خون کو آپ کے خونِ مبارک سے نہ ملادوں۔

اس کے ایسے پُرجوش اور وفادارانہ کلام سن کر جناب امام حسین علیہ السلام نے آخر اس کو میدانِ جنگ کی اجازت عنایت فرمائی اور وہ میدانِ کارزار میں یہ اشعارِ رجز پڑھنے لگا۔

کیف یری الفجار ضرب الاسود ۔۔۔ بالمشرفی القاطع المہنّد
بالسیف صلتا عن بنی محمد ۔۔۔ اذب عنہم باللسان والید
ارجو بذاک الفوز عند المورد ۔۔۔ من الالٰہ الواحد الموحّد
اذ لا شفیع عندہ کاحمد

رجز خوانی کے بعد جونؑ نے فوجِ مخالف پر حملات کرانبار کئے اور بہت سے دشمنوں کو فی النار کر کے شہید ہوگئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام اسکی شہادت کی خبر سن کر اس کی لاش پر تشریف لائے اور بالینِ سر پر کھڑے ہو کر فرمایا اللّٰھم بیّض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار وعرّف بینہ وبین محمد وآل محمد پروردگارا! اسکے چہرہ کو روشن کر اور اس کے بدن کو خوشبودار کر اور اس کو گروہِ ابرار کے ساتھ محشور کر اور درمیان اس کے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے پوری معرفت کرادے۔

جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب دس دن کے بعد دفنِ شہدائے کربلا کا انتظام کیا گیا تو جونؑ کی لاش سے برابر بوئے مشک چلی آتی تھی ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

حضرت عمروؓ ابنِ خالد صیداوی کی شہادت

جونؑ کا خاتمہ بالخیر ہونیکے بعد عمرو ابنِ خالد صیداوی عازمِ جنگ ہو کر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا ابا عبد اللہ قد ھممت ان الحق اصحابی

وکرھت ان اتخلف وابالک وحیداً من اھلک قتیلا

یا ابا عبد اللہ علیہ السلام میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ اپنے دوستوں سے جا ملوں اور اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ آن سے پیچھے رہ جاؤں اور آپ کو یکہ و تنہا مقتول ہوتے دیکھوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں بھی تم سے بہت جلد آکر ملتا ہوں تقدم فانا لاحقون بلک عن ساعۃ۔ یہ سن کر وہ سچا جاں نثار فوج اشرار سے مصروف کارزار ہوا۔ اور پوری داد شجاعت دیکر اور بہت سے دشمنوں کو فی النار کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ علیہ السلام۔

حضرت سوید ابن عمرو ابن ابی المطاع کی شہادت

ان کے بعد سوید ابن عمرو ابن ابی المطاع نے اجازت حرب حاصل کی یہ بزرگوار اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد عارف باللہ۔ کثیر الصلوٰۃ اور شریف النسل مشہور تھے۔ اور عرب میں ہر شخص ان کے ذاتی اوصاف سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ لشکر شقاوت اثر سے مقابل ہوئے اور اپنی جرأت و دلیری کے جوہر خوب خوب دکھلائے اور دشمنوں کی ایک معتدبہ جماعت کا کامل استیصال فرمایا۔ مگر اپنی اس کوشش میں اس درجہ زخمی ہو گئے کہ آخر گر پڑے اور دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ یہ بالکل ختم ہو گئے۔ پھر ان سے کسی نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ یہ اسی حالت میں اس وقت تک پڑے رہے جب تک کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی۔ ان کے موزے میں ایک چھرا تھا اُسے نکال لیا اور پھر اُن بے دینوں پر حملہ کیا آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

یہی وہ واقعات ہیں جو انصار جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن خدمات کو اپنی آپ مثال اور قطعی لاجواب ثابت کرتے ہیں اور یہی اسباب ہیں جن کو آپ نے روحانی علوم سے معلوم کر کے قبل از شیوع جنگ اپنے اصحاب کی نسبت کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے باوفا اصحاب جیسے وفادار اور جاں نثار نہ کسی انبیا کے رفقا پاتے ہیں اور نہ کسی اولیا کے انصار۔

حضرت قرۃ ابن قرہ انصاری کی شہادت

سوید کے بعد قرۃ اجازت لیکر میدان جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقا بنو الغفار ۔۔۔ وخندف بعد بنی نزار
بانی اللیث لدی الغبار ۔۔۔ لاضربن معشر الفجار
بکل عضب ذکر بتار ۔۔۔ ضرباً وجیعاً عن بنی الاخیار
رھط النبی سادۃ الابرار

رجز خوانی کے بعد حملہ آور ہوئے اور بہت سے لعینوں کو دار البوار تک پہنچا کر شہید ہو گئے۔

حضرت مالک ابن انس المالکی کی شہادت

ان کے بعد مالک میدان قتال میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

قد علمت مالک والدودان ۔۔۔ والخندف ثم قیس عیلان
بان قومی آفۃ الاقران ۔۔۔ لدی الوغا وسادۃ الفرسان
مباشر والموت بطعن آن ۔۔۔ لسنا نری العجز عن الطعان
آل علی شیعۃ الرحمان ۔۔۔ آل زیاد شیعۃ الشیطان

اس رجز کے بعد حملہ آور ہوئے اور بہتوں کو مار کر مارے گئے۔ علامہ ابن نما صاحب مثیر الاحزان فرماتے ہیں کہ اس مقدس مجاہد کا نام مالک ابن انس نہیں ہے بلکہ انس ابن حارث الکاہلی ہے۔

عمرو ابن مطاع الجعفی کی شہادت

عمرو ابن مطاع امام علیہ السلام سے اجازت لیکر میدان نبرد میں تشریف لاکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا ابن جعف وابی مطاع ۔۔۔ وفی یمینی مرھف قطاع
واسمر فی راسہ لماع ۔۔۔ یری لہ من ضوئہ شعاع
الیوم قد طاب لنا القراع ۔۔۔ دون حسین الضرب والسطاع
یرجی بذالک الفوز والدفاع ۔۔۔ عن حر نار حین لا انتفاع
صلی علیہ الملک المطاع

رجز کے بعد حملات شروع ہوئے اکثر کوفیوں کو مار کر شہید ہوئے۔

ایک تازہ جوان شیعیم کی شہادت

انکے بعد ایک ایسے سعادتمند نے اجازتِ حرب حاصل کی جسکا باپ ابھی ابھی اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہوچکا تھا۔ اسکی خوش عقیدہ ماں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرکے کہا اخرج یا بنی وقاتل بین یدی ابن رسول اللہ علیہ السلام۔ اے میرے فرزند! نکلکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کے سامنے قتل ہوجا۔ وہ مطیع اور بہادر جوان امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوکر عازم جنگ ہوا تو جناب امام حسینؑ نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا ھٰذا شابٌ قتل ابوہ ولعلّ اُمّہ تکرہ خروجہ۔ یہ ابھی جوان ہے اور ابھی اس کا باپ مارا گیا ہے شاید اس وجہ سے اِس کی ماں کو اسکا روانہ ہونا گوارا نہ ہو۔ اُس کامل الولا نے جواب دیا یا ابن رسول اللہ علیہ السلام میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ میری ماں ہی نے یہ تلوار اپنے ہاتھ سے میری کمر میں باندھی ہے۔ کہ میں آپ کی نصرت کے فرائض ادا کروں۔ یہ سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اُسے رخصت کیا اور وہ صفِ جنگاہ میں آکر یوں رجز خواں ہوا ؎

امیری حسینٌ ونعم الامیر	سرور فؤاد البشیر النذیر
لہ طلعۃٌ مثل شمس الضحٰی	لہٗ غرۃٌ مثل بدر منیر

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے بیش بہا اور قابلِ قدر جوہر دکھلا کر شہید ہوگئے۔ ان بے دینوں نے اُن کے سر کو بھی حضرت عبداللہ ابن وہب کلبی کے سر کی طرح لشکر جنابِ امام حسینؑ میں پھینکدیا۔ اُسکی غم رسیدہ ماں نے اُس کا سر اپنی گود میں اُٹھالیا اور پے در پے اُسکے بوسے لئے اور کہنے لگی۔ اے میرے بیٹے! اے میرے دل کے سرور! اے میری آنکھوں کے نور! پھر اُس سر کو سپاہِ دشمن کی طرف پھینک مارا اور اپنے قلق واضطراب کی حالت میں فوجِ مخالف پر دوڑ پڑی اور یوں رجز خواں ہوئی ؎

انا عجوز سیدی ضعیفۃ	خالیۃ بالیۃ نحیفۃ
اضربکم بضربۃ عنیفۃ	دون بنی فاطمۃ الشریفۃ

فوجِ کفار سے دو بے دینوں کو مار گرایا۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی تو اُس کو فوراً واپس بُلا لیا۔

حضرت جنادہؓ ابن حارث الانصاری کی شہادت

پھر حضرت جنادہؓ جناب امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہوکر صفِ جنگاہ میں آئے اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

انا جنادۃ انا ابن الحارث	لست بخوّار ولا بناکث
عن بیعتی حتّٰی یرثنی وارث	الیوم شلوی فی الصّعید ماکث

فوجِ شام پر حملہ آور ہوئے اور ۱۲ بے دینوں کو مار کر خود بھی شہید ہوئے۔

حضرت عمروؓ ابن جنادہ کی شہادت

اِن کے بعد ان کے صاحبزادے عمروؓ ابن جنادہ داخل جنگاہ ہوکر ذیل کا رجز پڑھنے لگے ؎

اضق الخناق من ابن ھند وارمہ	من عامہ بفوارس الانصار
ومہاجرین مخضبین رماحھم	تحت العجاجۃ من دم الکفار
خضبت علٰی عہد النبی محمّد	فالیوم تخضب من دم الفجار
والیوم تخضب من دماء اراذل	رفضوا القرآن لنصرۃ الاشرار
طلبوا بثارھم ببدرٍ اذ اتوا	بالمرھفات وبالقنا الخطار
واللہ ربّی لا ازال مضارباً	فی الفاسقین بمرھفٍ بتار
ھٰذا علیّ الازدیّ حقٌّ واجب	فی کلّ یوم تعانقٍ وکرار

اس رجز کے بہت سے اشعار یحییٰ ابن کثیر انصاری کے رجز میں اوپر لکھے جاچکے ہیں۔ ممکن ہے کہ توارد ہوگیا ہو۔ یا ناقلین اخبار نے لکھنے میں تکرار کی ہو۔ بہرحال۔ جو کچھ بھی ہو۔ عمروؓ ابن جنادہ نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور بہت سوں کو فی النار کرکے خود بھی شہید ہوگئے۔

حضرت عابسؓ ابن شبیب شاکری کی شہادت

ان کے بعد حضرت عابسؓ عازمِ نبرد ہوئے۔ یہ بزرگ جناب امام حسین علیہ السلام کے مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ انکی وفاداری اور جان نثاری بھی ایسی ہی لاجواب اور بے نظیر تھی۔ جو خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں درج ہے جسکو ہم تاریخ روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں کہ ایسے مصیبت ناک وقت میں عابسؓ نے اپنے غلام شوذب کو جو اُسکے باپ کا خریدا ہوا غلام تھا اور اس وقت تک اپنی وفاداری پر قائم تھا بُلا کر کہا کہ اے شوذب! اس مصیبتِ عظیم

اور اس بلائے شدید میں تیری راستے کیا ہے اور تو نے کیا قصد کیا ہے؟ شوذب نے کہا میں تو جناب امام حسین علیہ السلام کی معیت کا دلمیں عزم مصمم کر چکا ہوں۔ اور میں اپنے لئے فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب میں مارا جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ عابس نے جواب دیا کہ تیری نسبت میرا خیال پہلے سے ایسا ہی تھا۔ چلو اب ہم تم دونوں امامؑ عالی مقام کی خدمت میں چلیں کہ وہ حضرتؑ ہم لوگوں کو بھی اور شہیدوں کی طرح شمار کر لیں اور یہ بھی یقین کر لو کہ آج کے بعد پھر کوئی ایسا دن آنیوالا نہیں ہے کیونکہ آج ہی کا وہ دن ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو تحت الثریٰ سے فوق عرش تک عروج پا سکتا ہے اور اپنی جہالت کی گندی ہوئی حالت سے عزّ و جلالت کے مدارج تک پہنچ سکتا ہے پس مصلحت وقت یہی ہے کہ اس موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔

پس شوذب کو لئے ہوئے عابس ابن شبیب رضی اللہ عنہما جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا اباعبداللہ اما واللہ ما امسیٰ علیٰ وجہ الارض قریب ولا بعید اعزّ علیّ ولا احبّ الیّ منک ولو قدرت علیٰ ان ادفع عنکم الضیم او القتل بشئ اعزّ علیّ من نفسی ودمی لفعلت السلام علیک یا ابا عبداللہ اشھد انی علیٰ ھداک وھدیٰ ابیک۔

یا اباعبداللہ (علیہ السلام) کوئی مخلوق عام اس سے کہ وہ نزدیک ہو یا دور۔ اپنا ہو یا بیگانہ اسوقت دنیا میں ایسی نہیں ہے جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو اور اگر اسوقت مجکو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ اس ظلم و ستم اور اس جفا و بیداد کو آپ سے دور کر دوں تو قسم خدا کی میں اپنے خون اور اپنی جان کو آپ پر اسی لئے فدا کر دیتا۔ پس آپ پر میرا سلام ہو۔ آپ گواہ رہیں کہ میں آپکی اور آپکے والد ماجد کی شریعت پر دنیا سے انتقال کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اور اجازت حرب لیکر داخل جنگاہ ہوئے اور الا رجل الا رجل (یعنی میرا ہم نبرد کون ہے آئے) کے نعرے بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ ربیع ابن تمیم جو فوج مخالف کے آزمودہ کار دلیروں میں تھا اپنی فوج کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور اس کی شجاعت و دلیری کو بھی جانتا ہوں۔ اور آج سے پہلے بھی اسے اکثر معرکوں میں دیکھ چکا ہوں۔ ایھا الناس ھذا اسد الاسود ھذا ابن شبیب۔ اے گروہ مردم! یہ شیروں کا شیر ہے اور پسر شبیب ہے قسم خدا کی جو شخص اس کے مقابلہ کو نکلے گا وہ ضرور اسکی تیغ سے مارا جائیگا۔ ربیع کی یہ تقریر سنکر فوج شام میں ہر شخص عابسؓ کی شجاعت و دلیری سے خوف زدہ ہو کر اپنے اپنے مقام پر خموش ہو بیٹھا اور کسی شخص میں اتنا حوصلہ باقی نہ رہا جو عابسؓ سے رو در رو مقابلہ کرتا۔ پس عابسؓ نے دیکھ لیا کہ فوج مخالف سے میرا مقابل نہیں آتا۔ تو انہوں نے پھر ویسی ہی الا رجلٌ الا رجلٌ اکوئی مرد ہے جو میرے مقابلہ کو نکلے کے نعرے بلند کرنے شروع کر دئے۔ عمر سعد تعان کی بڑھتی ہوئی شجاعت اور اپنی فوج کی گھٹتی ہوئی ہمت کو دیکھکر کٹ کٹ گیا۔ آخر کار اس نے یہ صلاح دی کہ عابسؓ پر دور سے پتھر پھینکے جائیں۔ اس بے غیرت سپہ سالار فوج کے حکم سے اسکے بے غیرت ہمراہیوں نے عابسؓ پر دور سے سنگ بارانی شروع کر دی۔ جب اس باہمت حقیقی بہادر کو اپنے بزدل مقابل والوں کی یہ کارروائی معلوم ہوئی تو اسنے ان کی بزدلی کے ثبوت اور اپنی دلیری کے اظہار میں اپنے بدن سے سلاح جنگ اتار ڈالے اور پھینک کر ڈالے اور سینہ تان کر اُن کی پتھروں کی بوچھاڑ کے سامنے آ کھڑے ہوئے ایک عرصہ تک اُن پر پتھر برستے رہے اور وہ بیگناہ سنگسار ہوتے رہے مگر اُن کے استقلال اور اُنکی بیجگری میں سر مو فرق نہیں آیا۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے اور میدان جنگ سے ایک قدم کبھی جنبش نہ کی۔ پھر زخمی ہو کر اُنہوں نے تلوار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ پر متواتر حملے کئے۔ ربیع ابن تمیم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تھا کہ عابسؓ جدھر جاتے تھے صفوں کی صفیں۔ پیروں کے پیروں اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگتے نظر آتے تھے۔ اُنکے انتشار و اضطرار کی بجنسہ وہی حالت ہو گئی تھی جیسی ایک بھیڑوں کے ریوڑ میں شیر کے یکا یک آ جانے سے ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس شیر بیشۂ شجاعت نے دیر تک اُن گرفتاران دام قضا کا شکار کھیلا۔ اور قریب قریب پچاس نامردوں کو تو تیغ بے دریغ کیا۔ بعدہٗ خود بھی جام شہادت نوش فرما کر درجۂ عالیۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اُن ہی کے ساتھ وہ باوفا غلام بھی جان بحق تسلیم ہوا۔ سلام اللہ علیہما۔

حضرات عبداللہؓ و عبدالرحمٰنؓ کی شہادت

یہ دونوں حضرات عروہ ابن حراق انصاری کے صاحبزادے تھے اور قبیلۂ غفار کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رونے لگے امام عالی مقام علیہ السلام نے انکی یہ حالت دیکھکر

استعبار رفیا یا ابنی اخی ما یبکیکما فواللہ انی لا رجوان تکونا بعد ساعتی قریری العین - اے میرے بھتیجو! تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے۔ خدا کی قسم ایک ساعت میں تمہاری آنکھیں روشن ہونیوالی ہیں۔ اور تم ہمیشہ کے لئے کامیاب ہوجاؤ گے۔ ان دونوں سعادتمندوں نے جواب دیا کہ یا مولا! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ ہم اپنے لئے نہیں روتے۔ بلکہ خاصکر اس لئے روتے ہیں کہ اپنی آنکھوں سے آپکو ان مصائب عظیمہ میں گرفتار دیکھ رہے ہیں اور اس بلا کو آپ سے دفع نہیں کرسکتے۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ ان مصائب پر تمہارے صبر و ضبط اختیار کرنے سے خداوند تعالیٰ تم کو گروہ پرہیزگاران میں شمار فرمائے گا۔ اتنی تقریر کے بعد وہ دونوں بہادر میدانِ کارزار میں آئے اور بہت سے ملاعنہ کو فی النار کرکے شہید ہوگئے۔

غلام جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

اِن کے بعد جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام نے جس کو صاحبِ بحر اللئالی کی تحقیق میں خود جنابِ امام حسین علیہ السلام نے خرید فرمایا تھا میدانِ جنگ کی اجازت چاہی لیکن حافظ جمال الدین محدث جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں۔ تاریخ روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی ملکیت تھا اور جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اسے خرید فرماکر اپنے صاحبزادے کو ہبہ کردیا تھا چنانچہ اسکی اذن طلبی پر امام عالی مقام نے اس سے یہی فرمایا کہ میں تیری اجازت دینے کا مجاز نہیں۔ مُناسب ہے کہ تو اپنے مالک آقا سے اجازت حاصل کر۔ وہ مطیع و باوفا غلام جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر داخل جنگاہ ہوا اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

البحر من طعنی وضربی یصطلی	والجو من سهمی ونبلی یمتلی
اذا حسامی فی یمینی ینجلی	ینشق قلب الحاسد المبخل

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوا اور ستر ملاعنہ کو قتل کرکے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ آپ میری خدمت سے راضی ہوئے؟ اِس طرح دوبارہ شرفِ زیارت سے مشرف ہوکر پھر مخالف کی فوج سے مقابل ہوا اور دیر تک مصروف کارزار رہا۔

اور انتہائے حرب و ضرب میں شہید ہوا جنابِ امام حسین علیہ السلام اُس کی لاش پر تشریف لائے۔ اُس باوفا کے جسم میں ذرا سی جان باقی تھی۔ امام عالی مقام نے اُس کا سر اپنی گود میں لیلیا اور رومال سے اُسکے چہرہ سے خاک و خون پونچھنے لگے۔ اُس باوفا نے آنکھ کھول کر اور اپنے سر کو امام علیہ السلام کی آغوش میں دیکھکر ایک تبسم زیر لب کیا اور راہیِ جنت ہوا۔

حضرت یزید ابنِ زیاد ابنِ شعثا کی شہادت

اس مقدس مجاہد کے ترکش میں کل آٹھ تیر تھے۔ جن کو اُنہوں نے یکے بعد دیگرے فوجِ مخالف پر پھینکا جس میں سے تین تو خالی گئے اور بقیہ پانچ تیر سے پانچ شریروں کا خاتمہ کیا گیا۔ اِس کے بعد مخالفین نے گھیر کر اِن کو شہید کرڈالا۔

حضرت ابو عمرو نہشلی کی شہادت

حضرت ابو عمرو نہشلی۔ جن کو بعض مؤرخین نے خثعمی بھی لکھا ہے۔ مخالفین سے مقابل ہوئے اور اپنے پے در پے حملاتِ گرانبار سے فوجِ مخالف کو منتشر کردیا۔ مہران۔ غلام نبی کاہل جو معرکہ کارزار میں حاضر تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں فوجِ عمر پر مثل شیرِ زخم خوردہ کے ٹوٹ پڑا ہے۔ اور ایک جماعتِ کثیر کو اپنی تلوار کے نیچے رکھ لیا ہے۔ جدھر جاتا ہے پرے کے پرے اور صفیں کی صفیں صاف ہوتی چلی جاتی ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابو عمرو نہشلی ہیں۔ اس طرح دادِ شجاعت دیکر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ؎

ابشر هديت الرشد تلقى احمد	فی جنة الفردوس تعلو صعدا

امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے اور قبیلہ ثعلبیہ کے ایک شخص کے ہاتھ سے جسکا نام عامر بن نہشل تھا شہید ہوئے۔

حضرت یزید ابنِ مہاجر کی شہادت

اِن کے بعد یزید ابنِ مہاجر میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا یزید و ابی المہاجر	کا نتی لیث بغیل خادر
یارب انی للحسین ناصر	ولابن سعد تارک وہاجر

رجز کے بعد تیغ رانی میں مصروف ہوئے اور پانچ دشمنوں کو مار کر مقتول ہوئے۔

حضرت سیفؓ ابن ابی الحارث ابن سریع و مالکؓ ابن عبداللہ ابن سریع کی شہادت

ان کے بعد سیفؓ ابن ابی الحارث اور مالکؓ ابن عبداللہ ابن سریع میدان میں تشریف لائے۔ یہ قبیلۂ بنی ہمدان کی ممتاز شاخ بنی حائر سے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت مبارزت حاصل کر کے فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور یہ دونوں بزرگوار اپنی متفقہ قوت سے جماعت منافقین پر حملہ آور ہوئے اور اُن میں سے اکثر کو مار کر خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

یہاں تک تو ہم نے اُن بزرگواروں کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جو بحار الانوار۔ ناسخ التواریخ۔ کتاب اللہوف۔ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا اور مقتل ابومخنف وغیرہم۔ کتب فریقین میں مندرج ہیں۔ مگر دوسری مستند اور معتبر کتابوں میں اور حضرات کو بھی شہدائے کربلا کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جس شخص نے فریقین کے مقتل اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے پڑھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں کی تعداد میں اختلاف ضرور ہے۔ ہم شیوع جنگ کے حالات میں دکھلا آئے ہیں۔ اگر ان کی تحریر پر کوئی اعتنا نہ کی جائے تو زیارت امام منتظر عجل اللہ ظہورہٗ کی عبارت سے تغافل کیسے کیا جاسکتا ہے جس میں سب کتابوں سے زیادہ تعداد مندرج ہے۔ لہٰذا ہمکو سمجھ لینا چاہیئے کہ شہدائے کربلا کی تعداد بہتر سے کم اور ایک سو بیس ۱۲۰ سے زائد نہیں تھی۔

بہر حال ہم اب اُن حضرات کا ذکر کرتے ہیں جنکو ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ علی ابن حر ابن یزید الریاحی۔ مصعب ابن یزید الریاحی۔ مسلم ابن عوسجہ کے صاحبزادے یحییٰ ابن کثیر عبدالرحمٰن ابن عروہ اصحاب میں تو یہ حضرات ہیں۔ بنی فاطمہ میں جناب

علامہ المعین نے ابراہیمؑ ابن الحسینؑ کی شہادت بھی تحریر کی ہے آپ کے احوال میں یہ لکھا ہے کہ ابراہیم جناب امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے اپنے پدر عالی مقدار سے رخصت ہو کر میدانِ قتال میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے

اقدم حسین الیوم تلقی احمد	ثم اباک الطاھر المؤیدا
والحسن المسموم ذاک الاسعدا	فذا الجناحین حلیف الشہدا
وحمزۃ اللیث الکمی السیدا	فی جنۃ الفردوس فازوا سعدا

رجز کے بعد مصروف کارزار ہوئے۔ ایک روایت کے اعتبار پر پچاس اور دوسری روایت کے مطابق چوراسی منافقین کو مار کر خود بھی درجۂ شہادت پر ممتاز ہوئے۔ ابومخنف نے علیؑ ابن مظاہر الاسدی کی شہادت بھی تحریر کی ہے اور شرح شافیہ میں بھی ان کے حالات مندرج ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں داخل ہوئے۔

اشمت لو کنتا لکم اعدادا	او شطر کرو لیتم اکتادا
یا شر قوم حسبا و زادا	لا حفظ اللہ لکم اولادا

پھر فوجِ اشقیاء پر حملہ آور ہوئے اور ستر دشمنوں کو مار کر شہید ہوئے شرح شافیہ میں آپکے بعد معلّٰی ابنِ معلّٰی کی شہادت تحریر ہے ابومخنف کا بیان ہے کہ معلّٰی کی شجاعت اُس زمانہ میں ایسی زبان زدِ خاص و عام تھی کہ مشکل سے کوئی شخص ان کے مقابلہ کی جرأت کرتا تھا۔ میدانِ کارزار میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا المعلّٰی حافظ لا اجلی	دینی علی دین محمدؐ و دین علیؑ
ادبّ حتی ینقضی اجلی	ضرب غلام لا یخاف اوجل
ارجو ثواب الخالق الازلی	لیختم اللہ بخیر عملی

سخت معرکہ پڑا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ معلّٰی نے چونسٹھ منافقین کو مار گرایا۔ مشہور ہے کہ ان کی بے نظیر شجاعت دیکھکر عمرِ سعد کو ایسی حیرت ہوئی کہ اُس نے حکم دیا کہ مجروح ہونے کے بعد یہ فوراً قتل نہ کئے جائیں۔ بلکہ زندہ گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ حد سے زیادہ مجروح ہو گئے تو چار بے دین انکو اٹھا کر عمرِ سعد کے پاس لے آئے۔ اُس ناقدر نے ان کی شجاعت کی بڑی تعریف کر کے پوچھا کہ تم نے تو اطاعت و نصرت جناب امام حسین علیہ السلام کے تمام حقوق ادا کئے۔ اب تمہارا قتل ضرور [illegible] فوراً قتل کی گئی۔

رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بعد طرماحؓ ابن عدی شیر درندہ کی صورت فوج منافقین پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگے۔

انی طرماح شدید الضرب　وقد وثقت بالالہ الرب
اذا انضیت فی الھیاج غضبی　یخشی فتھیتی فی القتال غلبی

علی الطغاۃ کی بذالک صلبی

رجز خوانی کے بعد ان کی تیغ شرربار کی شعلہ افشانی شروع ہوئی۔ سخت لڑائی ہوئی۔ نشتر منافقین کو درکِ اسفل میں پہنچا کر طرماحؓ بھی درجۂ عظیمۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان کے بعد محمدؓ ابن مطاع لڑائی پر آمادہ ہو کر فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے اور بیس ۲۰ نامردوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گئے۔

ابو مخنف اور شرح شافیہ میں تحریر ہے کہ محمدؓ کے بعد جابر ابن عروۃ انصاری میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ یہ مقدس بزرگوار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم اصحاب اخیار میں شمار ہوتے تھے۔ اور ابتداء سے لیکر انتہا تک تمام غزوات النبیؐ میں شریک رہ چکے تھے۔ کہن سالی کی وجہ سے اس وقت ان کی حالت یہ ہو رہی تھی کہ بھوؤں کے اوپر کی جلد لٹک کر آنکھوں پر پردے کی طرح گر پڑی تھی۔ اسی وجہ سے یہ ہمیشہ اپنی پیشانی پر ایک عصابہ باندھے رہتے تھے۔

المختصر یہ کہن سال مگر جواں ہمت جاں نثار آمادۂ پیکار ہو کر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا شکر اللہ سعیک یا شیخ۔ جابرؓ مخالفین سے مقابل ہو کر ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقا بنو غفار　وخندف ثم بنی نزار
بنصرنا لاحمد المختار　یا قوم حاموا عن بنی الاطہار
الطیبین السادۃ الاخیار　صلی علیہم خالق الابرار

لڑائی آغاز ہوئی۔ اور اس معمر مجاہد فی سبیل اللہ نے اسی (۸۰) منافقین کو مار گرایا اور اس کے بعد خود بھی شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

جابرؓ کے بعد مالکؓ ابن داؤد داخل جنگاہ ہو کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

الیکم من مالک الضرغام　ضرب فتی یحمی عن الکرام
یرجو ثواب اللہ ذو الانعام　سبحانہ من ملک علام

اس جاں نثار حسینی نے اپنی تیغ آبدار سے ساٹھ دشمنوں کو مار گرایا اور خود بھی شہید ہو گئے۔

مالکؓ کے بعد عبد الرحمٰنؓ ابن الکدری اور ان کے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر فوج اعدا پر حملہ آور ہوئے اور اکثر بے دینوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گئے۔

خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کے بعد مالکؓ ابن اوس المالکی اجازت لے کر داخل جنگاہ ہوئے۔ اور اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گئے۔

مالکؓ کے بعد انیسؓ ابن معقل الاصبحی نے اجازت لے کر عرصۂ قتال کا رخ کیا اور یہ رجز پڑھا ؎

انا انیس وانا ابن معقل　وفی یمینی نصل سیف مصقل
اعلو بہا الہامات وسط القسطل　عن الحسین الماجد المفضل

ابن رسول اللہ خیر مرسل

بیس آدمیوں کو مار کر یہ خود بھی شہید ہوئے۔

یہاں تک تو ان شہدائے کربلا علیہم السلام کے نام لکھے گئے ہیں۔ جو مقتل۔ تاریخ اور سیر کی مختلف کتابوں میں مندرج ہیں۔

اب ذیل میں ان بزرگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جنکو سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب لہوف میں حضرت صاحب العصر عجل اللہ ظہورہ کے ارشاد ہدایت بنیاد کے مطابق زیارت ناحیۂ مقدسہ کی اسناد سے نقل کیا ہے۔ سلیمان غلام جناب امام حسین علیہ السلام۔ قاربؓ غلام جناب امام حسین علیہ السلام منجح غلام حضرت امام حسین علیہ السلام۔ سعدؓ ابن بشر ابن عمرو الحضرمی۔ یزیدؓ ابن الحصین الہمدانی المشرقی القاری۔ عمرؓ ابن کعب الانصاری۔ عبد اللہؓ ابن عمیر الکلبی۔ انسؓ ابن کاہل الاسدی۔ شبیبؓ ابن عبد اللہ النہشلی۔ حجاجؓ ابن زید السعدی۔ حویؓ ابن مالک الضبعی۔ یزیدؓ ابن تثبیت القیسی۔ قعنبؓ ابن عمرو التمیمی۔ سالمؓ غلام عامر ابن مسلم۔ زیدؓ ابن معقل الجعفی۔ جندبؓ ابن حجر الخولانی۔ سعیدؓ غلام عمرو ابن خالد الصیداوی۔

سالم[18] غلام بنی المدینۃ الکلبی۔ قاسم[19] ابن حبیب الازدی۔ عمر[20] ابن جندب الحضرمی۔ شبیب[21] ابن حارث ابن سریع رضی اللہ عنہم وعن جمیع اشیاعہ وموالیہ اجمعین۔

شہدائے بنی فاطمہ و بنی ہاشم علیہم السّلام

ان حضرات علیہم السّلام کی تعیینِ تعداد میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔ مگر تمام اختلاف کو جمع کرکے ان بزرگواروں کی تعداد باستثنائے جنابِ علی اصغر و عبداللہ رضیع و عبداللہ ابن حسن علیہم السّلام جو فوجِ مخالف سے مقابل ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں اٹھارہ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابنِ مسلم درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مگر مقتل الطالبین میں علامہ ابو الفرج اصفہانی جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں۔ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ شہیدِ اوّل حضرت علی اوسط المشہور بہ حضرت علی اکبر علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ عن الباقر علیہ السّلام انّ اوّل قتیل من ولد ابی طالب مع الحسین علیہ السّلام علی ابنہ۔ ملّا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی جلدِ عاشر بحار الانوار میں اس روایت کو لکھا ہے۔ اور زیارتِ ناحیۂ مقدسہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بھی اسی بنا پر اس روایت کو درج فرمایا ہے۔

اکثر علمائے علّام نے حضرت علی اکبر علیہ السّلام کے شہید اوّل ہونے کے سبب کو امامِ عالی مقام کے محاسنِ اخلاق کے عظیم ترین ثبوت میں لکھا ہے۔ حقیقت میں تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد یہ قیاس صحیح اور قرینِ واقع بھی معلوم ہوتا ہے۔ صاحبِ ناسخ التواریخ نے اپنی رائے جو قائم کی ہے وہ بھی قابلِ ذکر ضرور ہے اور اس سے بھی امامِ عالیمقام کے محاسنِ اخلاق اور ہمدردی کا سچا ثبوت ملتا ہے۔ وہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ جوانانِ بنی ہاشم اپنی شجاعت و دلیری کے تقاضے سے اس امر کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ اصحاب و انصار اپنی نصرت و رفاقت کے اظہار میں اُن پر سبقت لیجا سکیں۔ اس طرح خود جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو بھی بنفسِ نفیس اپنی جان کی حفاظت میں اپنے عزیز و اقارب اور اولاد و اعوان کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمانا کسی طرح گوارا نہ تھا۔ اب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تاخیر امامِ عالی مقام کی آسانی و استمالت پر معاذاللہ مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس میں دو مصلحتیں تھیں۔ اول تو یہ کہ جب جناب امام حسین علیہ السّلام اپنی آنکھوں سے اپنے عزیز و اقارب اور اعوان و انصار پر یہ جور و ظلم ہوتے ہوئے اور اُن کو اس مصیبت او شدت میں جان دیتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کے اس صبر و استقلال کا درجہ آپ کو عین الکمال تک پہنچا دے اور آپ کے لئے افزونی ثواب شہادت کا ذریعہ او حصولِ قربت جناب احدیت کا بڑا وسیلہ ثابت ہو اور یہ مصیبت تن تنہا اپنی جان دیدینے سے بہت بڑھکر ہے۔

دوسری مصلحت یہ ہے کہ سائر انبیا اور خاصانِ خدا کے امتحان سے عالم کی ہدایت مقصود ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ان برگزیدگانِ بارگاہ الٰہی کو اپنی اُمت کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب اور خویش و فرزند سے بھی زیادہ شفقت ہر وقت مدِ نظر رہتی ہے جیسا کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے واقعات بتلا رہے ہیں۔ انہی مصالح پر نظر کرکے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے مقابل اور مخالفتِ امت کے مقابلہ میں اس ترتیب سے پہلے اپنے اصحاب کو بھیجا اور یہ سمجھ لیا کہ اگر ان ہی تک اُنکی شقاوت و عداوت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ راہ راست پر آگئے تو وہ ہمارے عزیز و اقارب کے خونِ ناحق کے گناہوں سے ضرور بچ جائیں گے۔ جو اپنی ذاتی فضیلتوں کے اعتبار سے ان بزرگواروں سے ضرور افضل تھے۔ اصحاب و انصار کے تمام ہو جانے کے بعد اپنے عزیز و اقارب کو انکے مقابل کیا یہ سوچکر کہ ان بیگناہوں کے خون ہمارے خونِ ناحق کے برابر نہیں ہوسکتے۔ اگر ان بیدینوں نے انہی کے قتل تک بس کردی تو یہ فرقۂ گمراہ کم سے کم معصوم کے خونِ ناحق کے عذاب سے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ بچ جائے گا۔

بہر حال۔ ہمارے لائق مؤرخ کی یہ خاص رائے تھی جو ہمنے قلمبند کردی ہم کیا کوئی بھی شہداء کی تقدیم و تاخیر کا اصلی سبب نہیں بتلا سکتا۔ مگر ہاں

چونکہ روزِ عاشورا فریقین کے نزدیک ایک ایسے امتحان کا دن تھا ہے جسکی نظیر نہ دنیا کے اخبارِ قدیمہ میں ملتی ہے نہ آثار جدیدہ میں۔ اسلئے ضرور تھا کہ امتحان دینے والا (روحی لہ الفداء) اپنے موجودہ امتحان کے تمام مدارج و منازل کو جو مستحق حقیقی کی درگاہ سے اسکے لئے مقدر اور مقرر ہو چکے تھے طے کرے اور اُن تمام اعظم ترین مصائب کو ایک ایک کرکے شروع سے لیکر آخر تک اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور ان پر بکمال استقلال صبر کرے۔ جب یہ امر تسلیم شدہ ہے تو ترتیب شہادت میں کسی شبہ کی مطلق گنجایش نہیں ہو سکتی۔

بہرحال۔ اتنا لکھ کر اب ہم حضرات بنی ہاشم اور بنی فاطمہ کی شہادت اپنے سلسلہ میں اُسی ترتیب سے مندرج کرتے ہیں جس ترتیب سے تاریخ اور مقاتل میں مندرج ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسلم کی شہادت

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلا شخص جو معرکہ کارزار میں آیا وہ حضرت عبداللہ ابن مسلم تھے۔ امام ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ انکی والدۂ مقدسہ کا نام رقیہ بنت امیرالمومنین علیہ السلام تھا۔ یہ معظمہ حضرت ام البنینؑ کے بطن سے تھیں۔ اور حضرت عباس علیہ السلام کی حقیقی بہن تھیں۔ انکی شہادت کی تفصیل میں لکھا ہے کہ یہ مبارزت کے قصد سے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور اجازت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے باپ کی شہادت کو کتنا عرصہ گذرا ہے۔ اُن کا ماتم ابھی میرے دل سے بھولا بھی نہیں ہے بہتر ہے کہ تم لوٹ جاؤ اور اپنی ماں کا ہاتھ تھامو کہ اُس ستم رسیدہ کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ اپنی غم دیدہ ماں کو ہمراہ لے کر بہت جلد اس پر آشوب مکان سے کہیں اور نکل جاؤ۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہماری جان آپ پر فدا ہو ہم دل کے ایسے بودے نہیں ہیں کہ اس دار فانی کی زندگانی کو حیات جاودانی پر ترجیح دیں۔ ہم کو کامل اُمید ہے کہ آپ ہماری ناچیز جان کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے آبدیدہ ہو کر سر جھکا لیا اور وہ شیر بیشۂ شجاعت فوجِ مخالف کی طرف یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا ؎

اليوم القى مسلما وهو ابى	وفتية بادوا على دين النبي
ليسوا بقوم عرفوا بالكذب	لكن خيار وكرام النسب

من هاشم السادات اهل الحسب

یہ رجز پڑھکر حضرت عبداللہ ابن مسلم نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور اُن کی گھنی صفوں میں سخت انتشار پیدا کیا۔ آخر کار عمرو ابن صبیح الصیداوی اور اسد ابن مالک نے اپنی متفقہ قوت سے ان کو شہید کیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ نے عین مصروفیتِ حرب و ضرب میں اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اتفاقاً ایک تیر انداز کا نشانہ ایسا کامل بیٹھا کہ اس تیر کے ذریعہ سے انکا ہاتھ ان کی پیشانی سے وصل ہو گیا۔ اور یہی سبب اوّل انکے مجروح ہونے کا اور آخر میں انکی شہادت کا باعث ہوا۔ زیارتِ ناحیۂ مقدسہ سے بھی یہی مستفید ہوتا ہے۔

حضرت محمد ابن مسلم کی شہادت

حضرت عبداللہ کے بعد حضرت محمد ابن مسلم تشریف لائے اور مبارزت اشقیا میں تھوڑی دیر تک مشغول رہ کر ابو جرہم الازدی اور لقیط ابن ایاس الجہنی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

حضرت جعفر ابن عقیل کی شہادت

ان کے بعد حضرت جعفر ابن عقیل فوجِ مخالف کے مقابل ہوئے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

انا الغلام الابطحي الطالبي	من معشر في هاشم وغالب
ونحن حقا سادة الذوائب	هذا حسين اطيب الاطائب

من عترة البر التقي العاقب

رجز کے بعد مصروفِ کارزار ہوئے اور پندرہ اشقیاء کو مار کر بشر ابن حوط الہمدانی کے ہاتھ سے مقتول ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور حمید ابن مسلم کی اسناد سے عروہ ابن عبداللہ خثعمی انکا قاتل ہے۔

حضرت عبدالرحمن ابن عقیل کی شہادت

حضرت جعفر کے بعد حضرت عبدالرحمن داخلِ رزمگاہ ہوتے۔ اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

ابی عقیل فاعرفوا مکانی ۔۔۔ من ھاشم و ھاشم اخوانی
کھول صدق سادة الاقران ۔۔۔ ھذا حسین شامخ البنیان

وسید الشیب مع الشبان

پھر فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور ۱۷ بیدینوں کو مار کر عثمان ابن خالد الجہنی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن عقیلؑ کی شہادت

حضرت عبدالرحمنؑ کے بعد حضرت عبداللہؑ داخلِ جنگاہ ہوئے اور سخت تیغ زنی کے بعد عثمان ابن اشیم الجہنی اور بشر ابن حوط القانصی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اور بروایت حمید ابن مسلم سلیمان ابن راشد کے ہاتھ سے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہؑ الاکبر فوجِ مخالف سے مقابل ہو کر دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے۔ ان کو بھی بروایت مدائنی عثمان ابن خالد الجہنی نے شہید کیا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کی شہادت ایک مردِ ہمدانی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

حضرت موسےٰ ابن عقیلؑ کی شہادت

ان کے بعد بروایت ابومخنف حضرت موسیٰ ابن عقیلؑ متوجہ حرب و ضرب ہوئے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

یا معشر الکھول والشبان ۔۔۔ اضربکم بالسیف والسنان
احمی عن الفتیة والنسوان ۔۔۔ وعن امام الانس والجان
ارضی بذاک خالق الانسان ۔۔۔ ثم رسول الملک المنان

اسکے بعد تیغ شعلہ بار سے اُس فوجِ دریا موج پر حملہ کیا اور ستر آدمیوں کو مار گرایا۔ ازاں بعد خود بھی شہید ہوئے۔

علامہ ابوالفرج اصفہانی نے حضرت عقیلؑ کے ایک صاحبزادے کا نام حضرت عونؑ ابن عقیلؑ بھی لکھا ہے اور اُن کو بھی شہدائے کربلا میں داخل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسلمؑ کے علاوہ حضرت عقیل کی نو اولادیں کربلا میں شہید کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱ جعفرؑ ابن عقیلؑ ۔ ۲ عبدالرحمنؑ ابن عقیلؑ ۔ ۳ عبداللہ ابن عقیلؑ ۴ موسےٰ ابن عقیلؑ ۔ ۵ عونؑ ابن عقیلؑ ۔ ۶ علی ابن عقیلؑ ۔ ۷ محمد ابن سعید ابن عقیلؑ ۔ ۸ جعفرؑ ابن محمد ابن عقیلؑ ۔ ۹ احمد ابن محمد ابن عقیل علیہ السلام۔

چنانچہ اس تعداد کی تصدیق اُس مرثیہ سے بھی ہوتی ہے جس کو سراقہ باہلی نے مصائب کربلا کے متعلق لکھا ہے۔

تسعة منھم لصلب علیؑ ۔۔۔ قد اُبیدوا و تسعة لعقیل

تاریخ مسعودی میں یہ شعر مسلم ابن قتیبہ غلام بنی ہاشم کی طرف منسوب ہے۔

حضرت جعفر ابن ابیطالبؑ کی اولاد کی شہادت

محمدؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفرؑ طیار کا قتل ہونا

ان بزرگواروں میں سب سے پہلے محمدؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفرؑ نے قصدِ مبارزت کیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے۔

نشکوا الی اللہ من العدوان ۔۔۔ فعال قوم فی الردیٰ عمیان
قد ترکوا معالم القرآن ۔۔۔ ومحکم التنزیل والتبیان

واظھروا الکفر مع الطغیان

سخت معرکہ پڑا اور اس شیر بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں دس بیدینوں کو مار گرایا۔ بعد اس کے عامر ابن نہشل التیمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

حضرت عونؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفر کی شہادت

ان کے بعد حضرت عونؑ ابن عبداللہ ابن جعفرؑ میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے۔

ان تنکرونی فانا ابن جعفر ۔۔۔ شھید صدق فی الجنان الازھر
یطیر فیھا بجناح اخضر ۔۔۔ کفیٰ بھذا شرفاً فی المحشر

ان سے بھی سخت معرکہ پیش آیا اور اس بہادر نے تین سوار اور

آٹھ پیادوں کو مار گرایا۔ پھر عبداللہ ابن بطۃ الطائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اکثر مؤرخین نے حضرت جعفر طیار کی اولاد میں عبید اللہؓ کو بھی شہداء میں شمار کیا ہے۔ مگر ان کے حالات مفصّل معلوم نہیں ہوئے۔

اولادِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت قاسمؑ ابنِ حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت جعفرؓ ابنِ ابیطالب علیہ السلام کی اولاد کے بعد فرزندانِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کی باری آئی۔ آپ کے بیسؔ بیٹوں میں سے سات بیٹے معرکۂ کربلا میں شریک تھے۔ از آنجملہ پانچ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اُن شہداء میں سے پہلے حضرت قاسمؑ ابن الحسن علیہ السلام نے میدانِ حرب کا قصد کیا اور رخصت طلبی کی غرض سے اپنے عمّ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے ان کی طرف نگاہِ یاس سے دیکھا۔ اور بے اختیار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اُن کی گردن میں ڈالدیئے۔ اور یہ دونوں حضرات ایسا روئے کہ دیکھنے والے ان کی بے تابی کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔

حضرت قاسمؑ کو جب رونے سے فراغت ہوئی تو پھر اجازتِ حرب کے لئے استدعا فرمائی اور امامِ عالی مقام نے پھر انکار کر دیا۔ تاریخین بیان کرتی ہیں کہ وہ جوانِ نورس آپ کا انکاری جواب سُن کر اس قدر رویا۔ اور پائے اقدسِ امام علیہ السلام کے اتنے بوسے لئے اور اتنی لجاجت و سماجت کی کہ آخر جنابِ امام حسین علیہ السلام کو رخصت کرنا پڑا۔

المختصر۔ وہ بہادر جوان یہ رجز پڑھتا ہوا جنگگاہ میں داخل ہوا ؎

ان تنکرونی فانا ابن الحسن ۔ سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن
ھذا حسین کالاسیر المرتھن ۔ بین اناس لا سقوا صوب المزن

حضرت قاسم ابنِ حسن علیہما السلام کی شجاعت و دلیری کو دیکھکر فوجِ مخالف پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ کسی کو مقابلے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ عمر ابنِ سعد جس کو ہزار آدمی کی برابر سمجھتا تھا اُسکو ان کے مقابلے کیلئے بھیجتا تھا۔ اور وہ اِنکی تیغ شرر بار سے مقتول ہو کر زمین پر آ رہتا تھا۔ غرض اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت قاسم ابنِ حسن علیہ السلام نے ستّر آدمیوں کو اپنی تیغ بیدریغ سے مار گرایا۔ انہی لوگوں میں ازرقِ شامی اور اُسکے چاروں بیٹوں کی لڑائی نہایت مشہور ہے۔ حمید ابنِ مسلم کا بیان ہے کہ میں عمر سعد کی فوج میں تھا کہ سعد ابنِ عروہ ابنِ نفیل نے مجھ سے کہا کہ تم دیکھتے رہو میں اس جوانِ رعنا پر حملہ کر کے اسکو مار گراتا ہوں۔ میں نے کہا یہ تو کیا کہتا ہے اگر یہ جوان تو خواستہ اپنی تلوار کا وار بھی کرے تاہم میں تو اس کے حسن و جمال کے لحاظ سے کبھی اس پر ہاتھ نہ اُٹھاؤں۔ تجھ کو اس سے ایسی کیا عداوت ہے کہ اس جوانِ رعنا کے قتل میں تو تنہا کوشش کرنے کو آمادہ ہے۔ اُس نے میری یہ سفارشانہ تقریر سُن کر کہا کہ میں تو ہرگز تیری بات نہ مانوں گا۔ یہ کہکر وہ شقیِ ازلی حضرت قاسمؑ کی کمین گاہ میں جا لگا اور موقعہ پا کر اپنی تلوار کی ضرب سے حضرت قاسمؑ کے فرقِ مبارک کو دو پارہ کر دیا۔ وہ اس زخم کاری سے بیتاب ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اپنے عمّ نامدار کو یوں پکارے کہ یا عمّاہ ادرکنی۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام اپنے پیارے بھتیجے کی صدائے استغاثہ سُن کر فائت درجہ کی بیتابانہ حالت میں دوڑے اور اُس کے قریب پہنچے اور فوجِ اشقیا کے اُس گروہ پر حملہ آور ہوئے جو لاشِ قاسمؑ کو گھیرے کھڑے تھے۔ عمر ازدی جوان کا قاتل تھا اُس پر امامؑ عالی مقام نے لپک کر ایسا وار کیا کہ اُسکا سیدھا ہاتھ شانہ سے علیحدہ ہو گیا۔ اُس کے ہمراہی اُس کو لیکر اپنی فوج میں چلے گئے۔ اور جب وہ میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا تو آپ نے حضرت قاسمؑ ابن حسن علیہما السلام کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے بالکل چور چور پایا۔ پیارا بھتیجا اس حالت میں نظر آیا کہ اُس کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے یہ قیامت کا عالم آپ کی آنکھوں سے نہ دیکھا گیا۔ بے اختیار ہو کر فرمایا یعز واللہ علی عمّک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا یغنیک او یغنیک فلا یغنی عنک۔ قسم بخدا تیرے چچا پر یہ بات بہت گراں ہے کہ تو مدد کے لئے پکارے اور میں نہ پہنچوں۔

اور تیری مدد نہ کرسکوں پہنچوں تو تیری کوئی اعانت نہ کرسکوں اور اعانت بھی کروں تو وہ مفید اور کارگر نہ ہو

خدا اُس قوم کو اپنی رحمت سے دور کرے جس نے بچہ کو قتل کیا۔ اس کے بعد آپ جوان اور پُر ارمان بھتیجے کی لاش خیمہ اقدس میں اٹھا لائے اور فرمانے لگے۔ صبرا یا بنی عمومتی صبرا یا اھلبیتی لا رئیتم ھوانا بعد ذٰلک الیوم ابدا - اے اہلبیت ہمارے اور اے بنی اعمام ہمارے صبر کرو کیونکہ آج کے بعد سے پھر ہمیشہ تک تم کو کوئی رسوائی اس سے زیادہ پیش آنے والی نہیں ہے پھر اُس لاش کو صفِ ماتم میں رکھکر جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔ اللّٰھم ان کنت حبست عنا النصر فی دار الدنیا فاجعل ذٰلک ذخوالنا فی الاخرۃ وانتقم لنا من القوم الظٰلمین پروردگار عالم! اگر تو نے دنیا میں ہماری اعانت و نصرت مناسب نہ جانی تو آخرت میں تو ہمارے لئے ان اعانتوں کو ذخیرہ فرمائیو اور ان ظالموں سے بدلہ لیجیو۔

حضرت عبداللہ الاکبر ابن حسن کی شہادت

حضرت قاسمؑ کے بعد حضرت عبداللہ میدان کارزار میں تشریف لاکر یہ رجز پڑھنے لگے

ان تنکرونی فانا ابن حیدرۃ	ضرغام آجام ولیث قسورۃ
علی الاعادی مثل ریح صرصرۃ	اکیلکم بالسیف کیل السندرۃ

رجز خوانی کے بعد جانبین سے گرانبار حملے ہوئے۔ اس شیر میدان وغا نے چودہ[۱۴] سواروں کو ٹکڑے ٹکڑے میدان جنگ میں اپنی نوک شمشیر سے چن لیا اور پھر خود بھی ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ علامہ ابوالفرج اصفہانی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی اسناد سے حرملہ ابن کاہل اسدی کو انکا قاتل بتلایا ہے۔ جناب امام حسن علیہ السلام کے یہی صاحبزادے عبداللہ اکبر مشہور تھے اور انہی کی کنیت ابوبکر تھی اور یہ جناب قاسمؑ سے سن میں بڑے تھے۔ مگر زیارت ناحیہ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ انکی کنیت ابوبکر نہیں تھی بلکہ وہ ایک علیحدہ بزرگ تھے اور انکو عبداللہ ابن عقبۃ الغنوی نے تیر سے شہید کیا۔ انکی مادر گرامی قدر کو بعض محدثین نے اُم ولد لکھا ہے اور بعض نے ان کا نام نفیلہ لکھا ہے۔ ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی بیان کی تصدیق فرمائی ہے اور ابومخنف نے بھی مقتل میں اسی کی تائید کی ہے۔

حضرت احمد ابن حسن کی شہادت

ابومخنف نے مقتل میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ کے بعد حضرت احمد ابن حسن علیہ السلام میدان کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے ؎

انی انا نجل الامام ابن علیؑ	اضربکم بالسیف حتّٰی یفللی
نحن بیت اللہ اولی بالنبیؐ	اطعنکم بالرمح وسط القسطل

رجز خوانی کے بعد معرکہ آرائی شروع ہوئی اور اس شہسوار میدان شجاعت نے اپنے حملات گرانبار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ میں سخت انتشار پیدا کردیا۔ اور بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر پیاس کی سخت بیتابی میں اپنے عمِّ نامدار کی خدمت میں واپس آکر عرض کی یاعماہ ھل شربۃ من الماء ابرد بھا کبدی واتقوٰی بھا علیٰ اعداء اللہ ورسولہ چچا جان! کیا آپ تھوڑا سا پانی مجھے نہیں پلا سکتے کہ میرے کلیجہ میں ٹھنڈک پہنچے۔ اور جس کی وجہ سے مجکو ان دشمنان خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف تقویت حاصل ہو۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے عجیب یاس سے جواب دیا یا ابن الاخ اصبر قلیلا حتّٰی تلقی جدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیسقیک شربۃ من الماء لا تظمأ بعدھا ابدا۔ اے بھتیجے تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ اسکے بعد تمہارے جدِّ بزرگوار ایسا سیراب کرینگے کہ پھر تم کو اس کے بعد کبھی پانی کی خواہش ہو گی۔ پسر ساقی کوثر کی یہ تقریر سنکر احمد ابن حسنؑ کو کافی اطمینان ہوگیا۔ اور وہ پھر ذیل کا رجز پڑھتے ہوئے فوج مخالف کی طرف واپس آئے۔

اصبر قلیلا فالمنی بعد العطش	فان روحی فی الجھاد ذنکمش
لا ارھب الموت اذا الموت وحش	ولم اکن عند اللقاء ذات رعش

یہ ارشاد فرماکر پھر قوم اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تیغ شرربار سے پچاس سواروں کو مار گرایا اور اپنی شجاعت و دلیری کی مفاخرت میں یہ اشعار پڑھے۔

الیکم من بنی مختار ضربا	یشیب لھولہ راس الرضیع
یبید معاشر الکفار جمعا	بکل مھند عضب قطیع

پھر فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اب کی بار بھی ساٹھ سواروں کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ حملہ اکیسویں[۱۱] بید بینوں کو مار کر خود بھی

درجۂ علیۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

فرزندانِ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت

پسرانِ جناب امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوجانیکے بعد جناب امیر المومنین علی ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا خاتمہ ہونے کی نوبت آئی اور ان میں سب سے پہلے عبد اللہ ابن علی علیہما السلام تشریف لائے۔

حضرت عبد اللہؑ ابن علی علیہ السلام کی شہادت

سب سے پہلے حضرت عبد اللہ ابن علی علیہما السلام تشریف لائے ان کی والدہ ماجدہ کا نام اُمّ البنین تھا۔ اور یہ بزرگوار حضرت عباس علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ انکی کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت عباس نے پہلے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے انہی کو میدانِ جنگ کی رخصت دلوائی۔ اور یہ اشعار رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف کی طرف متوجہ ہوئے ۔

انا ابن ذی النجدۃ والافضال	ذالک علی الخیر ذوالفعال
سیف رسول اللہ ذوالنکال	فی کل قائم ظاهر الاهوال

دیر تک اپنے حملات گرانبہا سے فوجِ اعدا کو منتشر کرتے رہے اور آخر کار ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے فرصت پاکر اُن کو قتل کیا۔

حضرت جعفرؑ الاکبر ابن علی علیہ السلام کی شہادت

اب کی بار یہ فوجِ اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے۔

انی انا جعفر ذوالمعالی	ابن علیؑ الخیر ذی النوال
حسبی لعمی شرف فادّ خالی	اخی حسینا ذالندی المفضال

رجز خوانی کے بعد تیغ آبدار کی شعلہ افشانی ہونے لگی۔ ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے انکو بھی شہید کرڈالا۔

حضرت عثمانؑ ابن علی علیہ السلام کی شہادت

ان کے بعد حضرت عثمان ابن علی علیہما السلام تشریف لائے اور یہ رجز پڑھنے لگے۔

انی انا عثمان ذوالمفاخر	شیخی علیّ ذوالفعال الطاهر
وابن عم النبیّ الطاهر	اخی حسینؑ خیرۃ الاخائر
وسیّد الکبار والاصاغر	بعد الرسول والوصی الناصر

ان کو خولی بن یزید الاصبحی نے شہید کیا۔

حضرت محمدؑ الاصغر کی شہادت

حضرت عثمان کے بعد حضرت محمدؑ الاصغر میدان جنگ میں تشریف لائے یہ بزرگوار حضرت اُم ولد کے بطن سے تھے۔ انہوں نے اپنی شجاعت فطرتی سے ایک معتدبہ دشمنوں کی جماعت کا خاتمہ کردیا۔ اس کے بعد قبیلۂ بنی تمیم کے ایک ظالم نے ان کو شہید کردیا

حضرت عونؑ ابن علی کی شہادت

حضرت محمدؑ الاصغر کے ایسا حضرت عونؑ ابن علی کا بھی حال ہے۔ فریقین میں سے کسی نے انکو شہدائے کربلا میں شمار نہیں کیا ہے اور نہ انکی شہادت کے حالات کو قلمبند کیا ہے۔ مگر حافظ جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب نے جو اعظم ترین علمائے اہلسنت سے ہیں۔ انکی شہادت کو بڑی تفصیل کیساتھ درج کیا ہے۔ چونکہ صاحب ناسخ التواریخ نے انکی اسناد پر اعتبار کرکے یہ واقعات اپنی تاریخ میں درج کئے ہیں۔ اس لئے ہم ان دونوں جلیل القدر مورخین کی اقتدار کو اپنے لئے مناسب سمجھکر ان کی شہادت کے تفصیلی حالات کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حضرت عونؑ ابن علی علیہ السلام اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے اور حضرت محمد حنفیہ کے بعد اور بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور شجاعت و دلاوری کے اوصاف میں اپنے والد بزرگوار کی یادگار تھے معرکۂ کربلا میں شریک تھے۔ اپنے جوشِ شجاعت کے تقاضے سے بیتاب ہوکر اپنے برادر بزرگوار کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو میں تنہا اس فوج کثیر میں گھس جاؤں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ بلکہ بہتر ہے کہ مثل اور دلیرانِ سرفروش کے اپنا مبارز اور مقابل طلب کرو۔ اور اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھلاؤ۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے جواب پر اس شیر دل بہادر نے عرض کی کہ جس کے سر میں ہوائے سرفروشی و جانبازی سمائی ہوئی ہو وہ فوج کی کمی بیشی کی طرف [illegible] فرماکر متوجہ قتال ہوئے۔ اور اپنی تیغ شرربار سے میمنہ و میسرہ فوج

کو منتشر کر دیا۔ اور بہت سے بے دینوں کو دم کے دم میں بیدم کر دیا۔ دو ہزار آدمیوں نے مل کر آن کا محاصرہ کر لیا مگر وہ شیر بیشہ شجاعت ان آہنی دیواروں کو توڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ اور امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہو کر رکاب مبارک پر بوسے دیئے اور پائے اقدس کو آنکھوں سے لگایا۔ آپ نے اُن کی اس دلیری و ہمت کی بڑی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ بھائی تم اب مجروح ہو گئے ہو۔ مناسب ہے کہ تھوڑی دیر پھر آرام لے لو۔ اس جانباز او سرفروش ازلی نے عرض کی کہ میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر ایکبار اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہو لوں۔ مناسب نہیں ہے کہ اب لڑائی سے منہ موڑوں اور سرفروشی و جانبازی کے خیالات کو چھوڑ دوں۔ اس پھر پیاس کا سخت صدمہ بڑھتا جاتا ہے مجکو جلد رخصت فرمایئے کہ میں آپکے حقوق سے جلد ادا ہو جاؤں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تمہاری سواری کا گھوڑا بہت خستہ ہو گیا ہے دوسرا گھوڑا بدل لو۔ المختصر دوسرا گھوڑا بدلکر حضرت عونؑ ابن علی علیہ السلام پھر عرصہ کارزار میں تشریف لائے اور پھر ویسے ہی گرانبار حملات فوج اشقیا پر کرنے لگے۔ اور اسی بار بھی بہت سے کوفیوں کو تہ تیغ کر ڈالا ان میں سب سے زیادہ صالح بن سیار کا مقابلہ ذکر کے قابل ہے۔ صالح ابن سیار نے جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کے زمانہ خلافت میں شراب پینے کے جرم میں حد شرب خمر کی سزا پائی تھی۔ اور اتفاق سے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عونؑ ہی کو اسکی سزا دہی پر معین فرمایا تھا۔ صالح کو وہ دن اب تک یاد تھا۔ حضرت عونؑ سے مقابل ہو کر معاوضہ طلب کرنے لگے۔ اور آتے ہی حضرت عونؑ کے روبرو بیہودہ گوئی شروع کر دی جسے سنکر آپ اپنے آپے میں نہ رہے اور ایسی تیز دستی سے کام لیا کہ پھر وہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکا اور گھوڑے سے زمین پر گر کر اپنے خون میں آپ ہی لوٹنے لگا۔ صالح کا بھائی بدر ابن سیار بھائی کا بہتا ہوا خون نہ دیکھ سکا۔ اپنے بھائی کے قصاص میں حضرت عونؑ پر حملہ آور ہوا مگر اُس بہادر نے اسکو بھی اُسکے بھائی کے پاس پہنچا دیا۔ اسی اثنا میں خالد ابن طلحہ کو موقع مل گیا۔ اُس نے حضرت عونؑ علیہ السلام کے فرق مبارک پر اپنی تلوار سے ایسی گہری ضرب لگائی کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ تیورا تا ہوا گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اور بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین جنت کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت عباس علمبردار کی شہادت

حضرت عونؑ کے مارے جانیکے بعد حضرت عباس علیہ السلام میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ ہم ان کے حالات کسی قدر تفصیل سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ علامہ کمال الدین علی ابن طلحہ الشافعی کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آلِ ابیطالب میں تحریر کرتے ہیں۔

العباس ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام یکنیٰ بابی الفضل و یلقب بالسقاء لانہ استسقی الماء لاخیہ الحسین یوم الطف وقتل دون ان یبلغہ ایاہ وقبرہ قریب من الشریعۃ حیث استشہد وکان صاحب رایۃ الحسین علیہ السلام اخیہ فی ذلک الیوم الی ان قال وقتل ولہ اربع وثلثون سنۃ وامہ وام اخوتہ عثمان وجعفر وعبداللہ ام البنین بنت حزام ابن خالد بن ربیعہ وان امیر المؤمنین علیاً قال لاخیہ عقیل وکان نسابۃ عالما بانساب العرب واخبارھم انظر الی امرأۃ قد ولدتھا الفحولۃ من العرب لاتزوجھا فتلد لی غلاما فارسا فقال لہ فتزوج ام البنین الکلابیۃ فانہ لیس اشجع من آبائھا فتزوجھا۔

کتاب عمدۃ المطالب میں جو نسبِ اولادِ ابیطالب میں لکھی گئی ہے تحریر ہے کہ ان کا نام عباسؑ تھا اور کنیت ابو الفضل تھی۔ اور لقب سقاء تھا اسلئے کہ یہ اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السلام کے واسطے بروز عاشورا پانی لائے تھے۔ اور شہید ہو گئے۔ بدون اس کے کہ وہ پانی اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچا سکیں۔ قبر آن کی دریائے فرات کے اس گھاٹ سے قریب ہے جہاں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السلام کے علمبردار تھے اور اُس دن تک ان کا سن چونتیس ۳۴ برس کا تھا۔ اور آن کی مادر گرامی اور آن کے بھائی عثمانؑ جعفرؑ اور عبداللہ علیہ السلام کی ماں امّ البنینؑ بنت حزام ابن خالد ابن ربیعہ تھیں۔ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے بھائی عقیلؑ سے جو بڑے نسابہ تھے اور اہل عرب کے انساب کو خوب جانتے تھے اور انکے اخبار کو خوب جانتے تھے فرمایا تھا کہ بھائی عقیل ایک ایسی عورت تلاش کرو جسکے باپ دادا اور سب لوگ بہادرانِ عرب سے ہوں کہ میں اُس سے نکاح کروں تاکہ اُس عورت سے میرا ایک ایسا لڑکا پیدا ہو جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا بہادر ہو۔ حضرت عقیل نے فرمایا کہ

آپ اُمّ البنین کلابیہ سے نکاح کریں۔ اُن کے آباؤ اجداد سے زیادہ عرب میں کوئی شجاع نہیں ہے۔

پھر ذیقدر مصنف اپنی معتبر تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں روی الشیخ ابو نصر البخاری عن المفضل ابن عمر انّہ قال قال الصادق جعفرؑ ابن محمدؑ کان عمّنا العبّاس ابن علی علیہما السّلام نافذ البصیرة صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہ وابلی بلآءً حسنا ومضی شھیدا۔ شیخ ابو نصر بخاری نے مفضل ابن عمرو سے روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہمارے چچا عباس ابن علی علیہما السّلام معرفتِ الٰہی میں کامل تھے اور حق و باطل کی پوری تمیز رکھنے والے تھے اور ایمان میں بڑے پکّے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السّلام کے ہمراہ اُنہوں نے جہاد کیا اور امتحانِ الٰہی میں پورے اُترے اور درجہ شہادت پر فائز ہو کر شہید ہوئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام اور حضرت عباسؑ کے فیما بین ابتداء سے لیکر اسوقت تک جو سلوک و محبت کے اصول قائم تھے وہ ایسے عدیم النظیر ہیں جن کو ہم موجودہ زمانہ کی مثالوں میں نہیں دکھلا سکتے۔ اگر جناب امام حسین علیہ السّلام کی اپنے اس چھوٹے بھائی پر شفقت و عنایت لاجواب تھی تو حضرت عبّاس علیہ السّلام کی اطاعت و رفاقت بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ اگر امامؑ عالی مقام کی دلجوئی اور دلداری قابلِ تعریف ہے تو اس مطیع اور فرمانبردار بھائی کی جان نثاری اور فرمانبرداری بھی لائق یادگار رہے۔ مشہور ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام نے نی عمرہ امامؑ عالی مقام کو کبھی بھائی کہکر نہ پکارا۔ جب پکارا تو سید۔ آقا اور مولا کے تعظیمی اور تخصیصی القاب سے یاد کیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام کا یہ خلوص اپنے پدر بزرگوار جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السّلام کی اُس عقیدت سے بالکل مطابق ہے جو اُنکو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاصل تھی۔ اور وہ بھی یہ فرمایا کرتے تھے۔ اِنّی عبدٌ من عبید رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امام حسین علیہ السّلام بھی اِن کو اُسی نظر سے دیکھتے تھے جس نگاہ سے جنابِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیّة والثّنا کو دیکھتے تھے۔ جس طرح جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنارِ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ اُسی طرح حضرت عباسؑ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آغوشِ شفقت میں پلے تھے۔ جن لوگوں نے اسلامی سیرتوں کے مخزن دیکھے ہیں وہ کثرت سے ایسے واقعات حضرت عباسؑ کے حالات میں پاتے ہیں۔ اُنہیں سے چند واقعات ہم بھی لکھدیتے تو بیجا نہوتا۔ مگر افسوس ہے کہ خوفِ طوالت مانع ہے بہرحال حضرت عباس علیہ السّلام کی شجاعت مانی ہوئی بات ہے۔ جسکو تمام اہلِ عرب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ ذاتی وجاہت کی یہ صورت تھی کہ عرب کے تمام لوگ ان کو **قمرِ بنی ہاشم** کے ممتاز خطاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر جسیم اور کشیدہ قامت تھے کہ سواری کے وقت اگر رکابیں نکال دی جاتیں تو پائے اقدس زمین سے ملتے ہوئے جاتے۔ آپ کی شادی حضرت عباسؓ ابنِ عبدالمطلب کے صاحبزادے عبید اللہ کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ بعضوں نے آپکی زوجہ محترمہ کا اسمِ گرامی ذکیہ لکھا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادوں میں ایک کا نام **فضل** تھا اور دوسرے کا نام **عبید اللہ**۔

اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اِس وقت جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی اولاد میں سے سوائے حضرت عبّاس اور جناب امام حسین علیہ السّلام کے دوسرا فرزند باقی نہ تھا۔ حضرت عباس علیہ السّلام اپنے برادر عالی مقدار کی یہ بیکسی اور مجبوری دیکھ کر زیادہ صبر کی برداشت نہ لاسکے۔ امام عالیمقام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب رخصت ہوئے جناب امام حسین علیہ السّلام نے عجیب حسرت کی نظر سے انکی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو۔ یاد رکھو جب تم نہیں تو ہم بھی نہیں۔ حضرت عبّاس علیہ السّلام اصرار پر اصرار کرنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں لڑنے کے لئے تمکو نہیں بھیجتا مگر ہاں اس فوج ستم پیشہ کو وعظ و پند کر کے تھوڑا سا پانی طلب کرتے تو شاید پیاس سے مرتے ہوئے بچے ہلاکت سے بچ جاتے۔ یا کم از کم اُن کو ڈھارس ہوجاتی۔

المختصر وہ جان نثار اور وفادار فدائی یہ سُنکر رخصت ہوا اور سپاہ شام کے مقابل آکر پانی کا طلبگار ہوا اور انکے سمجھانے اور راہ راست پر لانیکے لئے جیسا کہ تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر وہ ناخداترس مطلق مشتعل نہوئے اور یہ مجبور ہو کر امام عالی مقام کی خدمت میں واپس آئے اور صورت حال ظاہر کردی۔ جب بچوں کو انکے ناکامیاب واپس آنیکی خبر ہوئی تو وہ اور بھی مایوس ہوئے اور پھوٹ پھوٹ کر

روئے لگے۔ اب حضرت عباس علیہ السّلام نے ان معصوموں کا اضطراب
اصان کی بیتابی نہ دیکھی گئی۔ ایک چھوٹی سی مشک اٹھا کر اس قصد سے
نکلے کہ پانی لانے کی کوئی سبیل کریں اور ان کی پھڑکتی ہوئی جانوں
کو بچالیں۔
بہرحال اس قصد سے حضرت عباس علیہ السّلام فوجِ مخالف کے مقابل
ہو کر ذیل کے اشعار رجز کے طور پر پڑھنے لگے ؎

لا ارهب الموت اذا الموت رقا	حتی اواری فی المصالیت اللقا
نفسی لنفس المصطفی الطہر وقا	ولا اخاف طارقا ان طرقا
بل اضرب الہام افری المفرقا	انی انا العباس اغدو بالسقا
ولا اخاف الشر عند الملتقی	

رجز کے بعد طرفین سے حملات گرانبار شروع ہوگئے اور قیامت کی خونریزی
ہونے لگی اس وقت مقتل اور تاریخوں کی مختلف کتابیں ہمارے پیش نظر
ہیں۔ مگر ان سب میں جیسی تفصیل اور تشریح سے امام الحرمین مولانا
ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنی کتاب نور العین فی مقتل الحسین
میں حضرت عباس علیہ السّلام کی لڑائی کے تفصیلی حالات قلمبند کئے
ہیں۔ ویسا کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ اسلئے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان
میں اس کے ترجمہ سے کام لیتے ہیں۔ وہو ہذا۔
جناب امام حسین علیہ السّلام نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السّلام
کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اے بھائی فرات کی طرف جاؤ۔ شاید
کچھ پانی ملے۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے عرض و سمعاً و طاعۃً
یعنی جو ارشاد ہو بجا لاتا ہوں۔ حضرت عباس روانہ ہوئے۔ یہانتک
کہ فرات کے قریب پہنچے۔ لشکر عمر سعد کے لوگ چلائے اور آپکو منع کیا۔
اور آپ پر بڑے بڑے شجاعوں نے حملہ کیا۔ حضرت عباسؑ نے اسوقت
صبر کو کام فرمایا اور ان پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے شجاعوں
اور بڑے بڑے دلیروں کو مغلوب کیا کہ وہ سب متفرق ہو کر بھاگ گئے
تب حضرت عباس علیہ السّلام نہر میں اترے اور اپنی مشک بھر لی۔
پھر فوج امنڈ کر آئی اور آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے تلوار سے ان کا
مقابلہ کیا۔ تمام فوجِ شقاوت موج نے دریا کے گھاٹ کو روک لیا۔
اور حضرت عباس علیہ السّلام اور جناب امام حسین علیہ السّلام کے
درمیان حائل ہوگئی۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے بھی ان پر سخت
حملہ کیا اور اپنی زبان پر یہ اشعار جاری فرمائے ؎

نحن الفوارس نسل الہاشمیات	لسفک دمائکم بحد المشرفیات
یا آل اللئام وابناء الراعیات	یلحقنا الوتری هذی المرزیات
یا خیر عصبة قد جادت بانفسها	حتی بارض الغاضریات
الموت تحت ذباب السیف مکرمة	اذا کان من بعده اسکان جنات
لا تاسفن علی الدنیا و لذتها	فعند جدی تغفر کل زلات

ہم نسل ہاشمی کی تلواریں ہیں جن کی تیز باڑھیں تمہارا خون بہانے کیواسطے
ہیں اے کمینوں کی اولاد اور اے بکریاں چرانیوالوں کے بیٹو! کاش کہ
ہمارے جد ہماری مصیبت کو دیکھتے کہ جو انکی ذریت پر اس وقت پڑی ہے
اے بہترین برادران! جنہوں نے زمین غاضریات میں اپنے نفسوں کو
قربان کیا۔ تلواروں کی باڑھوں کے نیچے مرجانا ایک جلیل عظمت ہے۔
جبکہ اس کے بعد بہشت میں جانا ہو۔ دنیا پر اور اس کی لذت پر افسوس
نہ کرنا کہ ہمارے جد کی حضور میں سب گناہ بخشدئے جائیں گے۔
اس رجز کو سنکر لشکر ابن زیاد نے چاروں طرف سے حضرت عباس علیہ السّلام
پر حملہ کیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے ان کو اس زور سے للکارا اور ایسا
سخت حملہ کیا کہ ایک ہلچل مچگئی بڑے بڑے دلیروں کو تہ تیغ کر ڈالا جب ایک
ابن صدیف نے حضرت عباس علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی اور انکی
ایسی شجاعت و دلیری کو مشاہدہ کیا اور معلوم کیا کہ یہ بڑے بڑے شجاعوں کو
تہ تیغ کر چکے ہیں تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنی فوج کی طرف
مخاطب ہو کر بولا وائے ہو تم پر باوجودیکہ تم تعداد میں اتنے ہو کہ
اگر ایک ایک مٹھی خاک ہی اس پر پھینک دو تو یہ مرجائے اور پھر
باواز بلند کہا کہ ایہا الناس! جس کے گلے میں یزید کی بیعت ہے اور
جو اسکا مطیع ہے وہ اس صف جنگ سے علیحدہ ہوجائے کہ میں اس نوجوان
کو جس نے بڑے بڑے شجاعوں کو قتل کیا ہے کافی ہوں۔ شمر ذی الجوشن نے
کہا اچھا ہم ہٹے جاتے ہیں اور لڑائی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یزید کے
پاس خط بھیجے دیتے ہیں کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں سے لڑے اور اپنے
لشکر سے اس نے اشارہ کیا کہ سب ایک طرف ہوجائیں۔ پس سب
ایک طرف ہوگئے اور یہ حضرت عباس کی طرف تنہا چلا۔ اس کے بدن
پر زرہ تھی اور اس پر خود تھا اور اسپ اشقر پر سوار تھا اور اس کے
ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے جب اسکو
اپنی طرف آتے دیکھا کہ وہ تنہا آتا ہے تو آپ اس کی طرف بڑھے
اور قریب پہنچ گئے تو فرمایا کہ اے نوجوان! اپنی تلوار پھینکدے اور

اپنے علوم کو ظاہر کر کیونکہ جو لوگ تجھسے لڑے وہ سُست تھے اور تیرے ساتھ نرمی کرتے تھے اور میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری خلقت میں رحم کو نکال دیا ہے اور بعوض اُسکے انتقام اور عداوت رکھدی ہے۔ اور میری یہ حقیقت ہے کہ جب اپنے بڑے پر حملہ کرتا ہوں تو اسکو حقیر کر دیتا ہوں اب تیری نوجوانی کو جو دیکھتا ہوں اور ملاحت کو تو میرا دل نرم ہوتا ہے تو واپس چلا اور اپنے نفس کو ضائع نہ کر اور عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ اگرچہ میں نے سوائے تیرے آجتک اور کسی پر کرم و رحم نہیں کیا ہے اور یہ اشعار پڑھے۔

نصحتک ان قبلت نصیحتی — خی فاعلیک من الحسام القاطع

مارق قلبی فی الزمان علی فتیٰ — الا علیک فکن لقولی سامع

واعطا القیاد تعیش ارغد عیش — والا اذوقک من عذاب واقع

نصیحت کی ہے میں نے تجھکو اگر تو اسکو قبول کرے سبب یہ ہے کہ مجھکو تیرے باب میں تلواروں سے بہت خوف ہے۔ میرا دل کسی پر سوائے تیرے نرم نہیں ہوا ہے پس تو میرے اس کلام کو مان لے اور میں اطاعت کی نصیحت کرتا ہوں کہ تو اچھے آرام سے دُنیا میں زندگی بسر کرے۔ ورنہ سخت مصیبت کا مزہ تجھے چکھا دوں گا۔

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا اے دشمنِ خدا! میں سمجھتا ہوں کہ تو نے اچھی بات کہی بجز اسکے کہ تیری محبت کسی شے پر جاری نہیں ہوئی یا اسی واسطے زمین تیری ویران ہوگئی ہے اور یہ امر بعید ہے کہ تیری احتیاط آفتاب پر جاری ہو جاوے یا تو دریا کو اپنی سختی اور چلانے سے پھاڑ دے اور یہ بات کہ میں تیری فرمانبرداری کروں اور تیرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دوں بہت بعید ہے اور نہایت صعبِ شدید ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ میں ملیح الشکل ہوں اور حداثتِ سن کا بھی ذکر کیا ہے یہ مجھکو کچھ بھی ضرر دینے والی نہیں ہے۔ اسواسطے کہ میں اپنی شرافتِ نسل اور اپنی ذکاوتِ عقل کو جانتا ہوں اور جو کچھ تو نے میرے دین اور میری ریاضتِ نفس کا اور معرفتِ دشمن و صبر کا تذکرہ کیا ہے سو مردوں کا امتحان بہادروں اور شجاعوں سے مقابلہ کرنے اور تلوار و نیزہ بازی میں اور سواروں کے بھگانے میں اور قتل کرنے میں اور بلا کے وقت صبر کرنے میں اور نعمتِ خدا پر شکر کرنے میں اور اللہ پر توکل کرنے میں ہوتا ہے پس جس میں یہ اوصاف ہوں وہ ہرگز کسی امر سے نہیں ڈرتا۔ اور اے دشمنِ خدا! تو فضائل و خصائل و آداب سے بالکل خالی ہے۔ اور اے دشمنِ خدا! تو میری قرابت کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جان گیا ہے کہ میں گویا اُس درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں اور جو شخص کہ اُس درخت کی ایک شاخ ہو اُس کا توکل اللہ پر ہے وہ کیونکر بُرائیوں میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور تلواروں کے ڈر سے کیونکر کسی کی اطاعت کر سکتا ہے اور جبکہ میرے پدرِ بزرگوار جنابِ علی ابنِ ابیطالب علیہما السّلام ہیں تو میں اپنے مقام سے کبھی نہیں ہٹ سکتا اور کسی لڑنے والے سے نہیں ڈر سکتا اور میں کسی کافر اور غادر سے خوف نہیں کھاتا اور نہ میں کبھی اللہ کے کام سے ناراض ہو سکتا ہوں اور میں اسی شجر کا ایک رگ ہوں اگر تجکو یہ خیال ہے کہ میں تیری اطاعت کرلوں گا تو تیرا یہ گمان فضول ہے اور تیری کوشش ضائع ہے۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں جو اس زندگی کا افسوس کرے اور اپنے مرنے سے بھاگے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جنت اس دُنیا سے کہیں بہتر ہے اور بہت سے چھوٹی عمر کے لڑکے خُدا کے نزدیک شیخ کبیر سے افضل ہیں۔

جب مارد نے اِس کلام کو سُنا تو وہ مثل عقابِ شکستہ بازو کے حضرت عبّاس علیہ السّلام کی طرف جھپٹا اور اُس نے گمان کیا تھا کہ حضرت عبّاس علیہ السلام کا قتل کر دینا بہت آسان امر ہے۔ حضرت عبّاسؑ نے اُسکو نہ روکا بلکہ اپنی طرف آنے دیا یہاں تک کہ مارد حضرت عباس علیہ السّلام کی ہمی سنان کے قریب ہوگیا۔ حضرت عبّاس علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے نیزے کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ اُسکے جھٹکے سے قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ مارد نے نیزے کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور حضرت عباس علیہ السّلام نے اُسکے نیزے کو چھین لیا۔ مارد اس سے بہت شرمندہ ہوا پھر حضرت عباس علیہ السّلام نے وہی نیزہ اُس کے مارا اور فرمایا کہ اے دشمنِ خدا و رسول (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم)! میں اُمید کرتا ہوں کہ میں تیرے ہی نیزے سے تجھے ہلاک کروں گا۔ مارد پر خوف غالب ہوگیا حضرت عبّاس علیہ السلام نے بھی اُسکے انتشار کو تاڑ لیا۔ اور وہی نیزہ پھر اُسکے گھوڑے کی ساق پر لگایا۔ گھوڑا الف ہوگیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اب مارد کو طاقت نہ رہی کہ حضرت عباس علیہ السلام سے پیدل لڑے کیونکہ وہ بہت موٹا تھا۔ اُسکے پیر بھاری ہو گئے۔ اور صفوفِ لشکر میں اس واقعہ کو دیکھکر کھلبلی پڑ گئی اور وہ درہم و برہم ہو گئیں۔ شمر نے فوراً

ماروکے رسالہ کو پکارا کہ اپنے سردار کے پاس دوسرا گھوڑا لے جاؤ۔ اُس کا ایک حبشی غلام اُس کی طرف فوراً ایک گھوڑا لیکر چلا کہ اُس کا نام صوادقہ تھا اور گھوڑے کا نام طاویہ تھا اور وہ ایک چالاک گھوڑا تھا۔ کہ ہوا کی برابر جاتا تھا۔ جب مارو کی نگاہ اُس گھوڑے پر پڑی تو بہت زور سے ایسا چلایا جیسا کہ اونٹ غل مچاتے ہیں۔ کہ اے غلام بہت جلد طاویہ کو لا۔ قبل اس کے کہ میری موت آئے۔ غلام گھوڑا لے کر اُسکی طرف دوڑا۔ حضرت عباس علیہ السّلام اُس سے تیز تر ہو کر گھوڑے کی طرف چلے اور شیر کی طرح جھپٹتے ہوئے اُس کے پاس جا پہنچے۔ اور اُس غلام کے پاس پہنچکر اُسکی گردن پر نیزہ مارا۔ اور اُس کو زمین پر پھینک دیا کہ وہ اپنے خون میں لوٹتا تھا۔ اور اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر طاویہ پر سوار ہو گئے۔ اور تمام صفوف لشکر کو چیر کر اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں پہونچے۔ جب مارد نے حضرت عباس علیہ السّلام کی شجاعت و دلیری کا یہ حال دیکھا۔ کہ وہ اسپ طاویہ کو چھین کر اور سوار ہو کر گئے تو اُس کی عقل مختل ہو گئی۔ اب اپنی ہلالت اِس کو ثابت ہو گئی۔ رنگ زرد ہو گیا اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اور پکارا کہ ہائے میرے ہی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اب میرے ہی نیزے سے مجھے ماریگا۔ افسوس ہے میری اس ننگ و عار پر۔ جب شمر نے اُس کا یہ کلام سُنا تو اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اُس کے عقب میں سنان ابن انس نخعی اور خولی ابنِ یزید اصبحی اور جمیل ابنِ مالک حجازی چلے اور پھر اُن کے پیچھے سب لشکر چلا۔ سب نے بڑھ کر اپنے گھوڑوں کی چھوڑ دیں اور تلواریں برہنہ کر لیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے اپنے بھائی کو آواز دی کہ اے بھائی! کیا آپ ان دشمنانِ خدا کو دیکھتے ہیں کہ اِن لعینوں نے آپ پر حملہ کا ارادہ کیا ہے۔ اور آپ کے پاس آپہنچے ہیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے دیکھا کہ وہ فوج کسی قدر تیزی سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے پاس پہنچا چاہتی ہے۔ اِس لئے آپ اُن سے زیادہ تیز مارد کے پاس پہنچے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اُس جنیر کا مزہ چکھ لے۔ جو تجھ کو جہنم میں لے جائے گی۔ اور اُس کو ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ کٹ گیا۔ اور اُسکے نیزے کو چھین لیا۔ مارد نے کہا یا عباس (علیہ السّلام) مجھکو چھوڑ دو میں آپ کا غلام ہوں

حضرت عباس علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تیرے ایسے غلام کو لے کر کیا کرونگا پھر اُس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ اُس کے اِس کان سے اُس کان تک پار ہو گیا۔ پھر اور لشکر اشقیاء پر حملہ کیا اور صفوں کے درمیان میں اسپ طاویہ کو کاوا دیا۔ جس پر وہ سوار تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اِس حملہ میں ڈھائی سو۲۵۰ سواروں کو مارا اور اس سے پہلے پانچ سو تیس کو قتل کر چکے تھے۔ پس وہ صفیں اور فوجیں درہم و برہم ہو گئیں۔ اور سب بھاگ گئے۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا بھائی ذرا ٹھہر جاؤ کہ اب تمہارے عوض میں لڑوں۔ اور تم آرام لے لو۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے فرمایا کہ حکم الٰہی سے مفر اور گریز نہیں ہے یہ کہہ کر پھر لڑنے لگے تا اینکہ فوج یزید ان سے کچھ دور ہو گئی۔ پھر اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی تلاش میں واپس ہوئے اور شمر پکارا کہ یا ابن علیؑ مارد کے طاویہ کو تم نے واپس لے لیا۔ اے عباس! (علیہ السّلام) یہ وہی گھوڑا ہے جو تمہارے بھائی جنابِ امام حسن علیہ السّلام سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عباس علیہ السّلام اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے پاس اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر پہنچے تو شمر کے کلام کو نقل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی طاویہ ہے جو ملک رَے کے حاکم کا گھوڑا تھا۔ جس کو تمہارے پدر بزرگوار نے تمہارے بڑے بھائی کو دیا تھا۔ اور یہی گھوڑا اُن کے زمانہ میں مخالفین نے قیامِ مدائن کے وقت چرا لیا تھا۔ جب وہ گھوڑا جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے قریب آیا تو وہ اپنے سر کو حضرت امام حسینؑ کے کپڑوں سے ملتا تھا اور ایسی محبت ظاہر کرتا تھا گویا وہ گھوڑا ایک دن کے لئے بھی حضرتؑ سے جدا نہ ہوا تھا۔ پھر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت عباس علیہ السّلام سے فرمایا کہ اب خیمہ میں آخری بار وداع کے لئے ہوتے جاؤ اور عورتوں کو یوں وداع کر لو کہ گویا پھر نہ واپس آؤ گے۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السّلام کے زوجۂ مطہرہ اور آپکے ۲ صغیر السن بچے آپسے لپٹ گئے اور اُنہوں نے عرض کی کہ ہم پیاس کے مارے بیتاب ہیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے اُنسے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو۔ اِسی عرصہ میں حضرت عباس علیہ السّلام کو اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آواز آئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے بھائی میری خبر لو۔ حضرت عباس علیہ السّلام خیمہ سے

نکلے تو دیکھا کہ اُن کے برادر عالیقدر بنفسِ نفیس مخالفین سے لڑ رہے ہیں اور فوج ابن زیاد نے اُن کو گھیر لیا ہے اور آپ اُن کو اپنے پاس سے دفع کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی آپ نے ۲۸ آدمیوں کو گھیر کر قتل کیا۔

پس حضرت عباس علیہ السلام نے اُن پر حملہ کیا اور فوج کو اپنے بھائی کے گرد سے ہٹا دیا۔ اور فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا و رسول! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ہمارے ساتھ تم سے آدھے آدمی بھی ہوتے تو ہم تم سب کو قتل کر ڈالتے۔ جب حضرت عباس علیہ السلام لڑ رہے تھے ایک شخص زرارہ ابن محارب نام کمین گاہ میں آ بیٹھا اور جب حضرت عباس علمبردار (علیہ السلام) اُس کی طرف ہو کر گذرے تو وہ نکلا اور اُس نے اپنے سیدھے ہاتھ پر تلوار ماری اور آپکے ہاتھ کو مثل قلم کے اڑا دیا۔ حالانکہ اس حملے میں حضرت عباس علیہ السلام چار سو پچاس لعینوں کو قتل کر چکے تھے۔ آپ نے دستِ چپ میں تلوار لے لی اور اپنا رخ اپنے برادر عالی قدر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور اشعارِ آبدار زیرِ لب فرمائے۔ وھو ھذا۔

واللہ لو قطعتم یمینی	انی احامی ابدًا عن دینی
وعن امام صادق الیقین	سبط النبی الطاہر الامین

قسم خدا کی اگرچہ تم نے میرا سیدھا ہاتھ قطع کیا ہے لیکن میں اپنے دین کی حمایت میں ضرور جہاد کرونگا اور اپنے امام صادق وامین کی حمایت کرونگا جو سبطِ نبیؐ طاہر وامین ہے۔ یہ اشعار پڑھ کر آپ نے پھر فوج پر حملہ کیا اور پچاس سواروں کو اُسی دستِ چپ سے قتل کیا اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام اُلٹے ہی ہاتھ سے لڑ رہے تھے۔ کہ عبد اللہ ابن شہاب کلینی نے آپ پر حملہ کیا۔ اور آپ کے دستِ چپ کو بھی قطع کر دیا۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام نے مایوس ہو کر اپنے کٹے ہاتھ سے اپنی تلوار کو سہارا دے کر دلیا اور پھر سینۂ مبارک سے اُسے لگا کر یہ اشعار پڑھے ؎

یا نفس لا تخشی من الکفار	وابشری برحمۃ الغفار
مع النبی سید الاطہار	قد قطعوا ببغیہم یساری
وقد طغوا اہل البغی الکفار	فاصلہم یا رب حر النار

یعنی اے نفس خوف نہ کر کفار سے بلکہ تجھ کو رحمتِ غفار کی بشارت ہو تو اپنے سید اطہار کے ہمراہ ہے۔ باغیانِ خدا ورسولؐ نے میرے دستِ چپ کو بھی قلم کیا۔ کیا ان اہلِ بغاوت وکفر نے دین و ایمان کو چھوڑ دیا۔ خداوندا!

تو ان کو آتشِ جہنم میں داخل کر۔

اسی حالت میں حضرت عباس علیہ السلام نے کفار پر پھر حملہ کیا۔ آپ کے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے خون جاری تھا۔ بسبب تمام لہو بہ جانیکے عاجز ہوئے اور ضعف طاری ہوا۔ اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جدِّ بزرگوار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے پدرِ عالی قدر جناب علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے ملاقات کرونگا۔ ایسی حالت میں بھی حضرت عباس علیہ السلام نے پینتیس ۳۵ شخصوں کو قتل کیا۔ ناگاہ ایک ملعون نے انکے سر پر لوہے کا گرز چلایا جسکی ضرب سے وہ حضرت گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور آواز دی اے بھائی! اے حسین! (علیہ السلام) آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ یہ سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے کفار پر حملہ کیا اور سخت جنگ کی یہانتک کہ آٹھ سو سواروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کے پاس پہنچے اور سب شہدا کی لاشوں کے پاس انکا لاشہ رکھدیا۔ اور شدت سے آپ پر گریہ طاری ہوا۔ یہ حال دیکھ کر خیمہ سے بیبیاں نکل آئیں اور روتی تھیں با آواز بلند نوحہ کرتی تھیں۔ وہ بیبیاں اس ہیبت سے روتی تھیں کہ اُن کے رونے سے ملائکہ ہفت آسمان روتے تھے جناب امام حسین علیہ السلام نے سب کو خیمہ میں داخل کیا۔ یہاں تک تو وہ کیفیت تھی جو امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے لکھی ہے۔ اب ہم انکی شہادت کے متعلق ترجمۂ ناسخ التواریخ ذیل کے واقعات نوٹ کرتے ہیں۔

مؤرخ ممدوح آپ کی حرب وضرب کی کیفیت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام کو اس ہمت وشجاعت سے پہلے کے گھاٹ پر آتا دیکھ کر عمر ابن سعد نے فوج کو ایک بار حکم دیا کہ سب مل کر گھاٹ کا راستہ روک لو۔ عمر کا یہ حکم سنتے ہی چاروں طرف سے سمٹ کر تمام فوج موجِ دریا کی طرح نہر فرات کے کنارے کنارے پھیل گئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی لوہا لوہے سے بجنے لگا اور لاش پر لاش گرنے لگی۔ اس شیر بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں اسی سواروں کو مار گرایا۔ گھاٹ والوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور اُنکی امدادی فوج میں بھی سخت انتشار پیدا ہوگیا۔ اور ہر شخص مقابلے سے جی چرانے لگا اور علیحدہ ہونے لگا۔ اُن کے اضطراب کی یہ حالت دیکھکر جناب عباس علیہ السلام نے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

اقاتل القوم بقلب مہتد	اذب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المہند	حتی تحیدوا عن قتال سیدی

انّی انا العبّاس ذو التّسوّدِ	نجلُ علیِّ المرتضی المؤیّدِ

بہرحال فوج تو بھاگ گئی اور دریا کے کنارے صاف نظر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السّلام نے اپنا گھوڑا بڑھا کر دریائے فرات میں ڈال دیا۔ چونکہ بہت پیاس تھی۔ چلّو میں پانی لیکر چاہتے تھے کہ مُنہ سے لگائیں۔ مگر اپنے برادرِ عالیمقدار کی پیاس یاد کر کے فوراً چلّو کا پانی دریا میں ڈال دیا اور پیاسوں کی امانت یعنی مشک جو گلے میں پڑا تھا اتاری اور مشک میں پانی بھر لیا اور گھاٹ سے نکل آئے اور چاہا کہ پانی لے کر فوراً خیمۂ مطہر میں پہنچا دیں تاکہ پیاس سے دم توڑتے ہوئے بچے پیاس کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور پھر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

یا نفسُ من بعدِ الحسینؑ ھونی	فبعدہٗ لا کنتِ ان تکونی
ھذا حسینؑ شاربُ المنونِ	وتشربین باردَ المعینِ
ھیھات ما ھذا افعالُ دینی	ولا فعالُ صادقِ الیقینِ

اسی اثناء میں کمانداران فوج نے حضرت عبّاس علیہ السّلام کو اپنے حلقہ میں لیلیا مگر اس بہادر نے اس محاصرہ کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مخالفین کے گروہ پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی لاش پر لاش گرنے لگی۔ اتنے میں نوفل ابن الازرق اور بروایتے زید ابن ورقاء ایک درخت کی کمین گاہ سے نکلا اور حکیم ابن طفیل سنبسی الطائی نے اُسکی تائید کی اور ان دونوں نے متفق ہو کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ شانہ سے سیدھا ہاتھ قلم ہو گیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے الٹے ہاتھ میں تلوار سنبھال لی اور ویسے ہی متواتر حملے کرتے رہے اور یہ شعر پڑھنے لگے (وہی شعر جو مقتلِ اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اسی اثنا میں حکیم ابن طفیل نے اور باسنادِ دیگر نوافل ابن الازرق نے پھر اسی درخت کی آڑ سے نکلکر آپ کے بائیں ہاتھ پر بھی وار کیا۔ اور وہ الٹا ہاتھ بھی قلم ہو گیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے مشک کو دانتوں میں دبا لیا اور یہ اشعار پڑھے (جو ابھی ابھی مقتلِ اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اور نہایت تیزی سے خیمۂ مطہر کی طرف بڑھے۔ صرف اس حسرت میں کہ اتنا پانی کسی طرح معصوم بچوں تک پہنچ جائے۔ اسی اثنا میں پھر حکیم ابن طفیل لعین نے سر مبارک یا آپ کے فرقِ مبارک پر اپنے عمودِ آہنی کی ایک ضرب ایسی لگائی کہ آپ گھوڑے سے تیورا کر زمین پر آ رہے۔ اور گرتے ہی فرمایا "یا مولا یا اخا ادرکنی" جنابِ امام حسین علیہ السّلام یہ صدا سنتے ہی کنارِ دریا تشریف لا کر اپنے جاں نثار بھائی کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور اپنے مجروح بھائی کو ایسی افسوسناک حالت میں دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ پھر فرمایا

الآن انکسر ظھری وقلّت حیلتی۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تمام اُمیدیں منقطع ہو گئیں۔ پھر یہ اشعار زیر لب فرمائے ؎

تعدّیتم یا شرّ قومٍ ببغیکم	وخالفتم دینَ النّبیِّ محمّدٍ
اما کان خیرُ الرُّسلِ وصّاکم بنا	اما نحن من نجلِ النّبیِّ المسدّدِ
اما کانت الزّھراءُ امّی دونکم	اما کان من خیرِ البریّۃِ احمدِ
لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم	فسوف تلاقوا حرّ نارٍ توقّدِ

اور کتاب جلاء العیون کے مطابق آپ نے اُس وقت یہ اشعار پڑھے ؎

احقُّ النّاس ان یبکی علیہ	فتیً ابکی الحسین بکربلاءِ
اخوہ وابنُ والدہٖ علیٌّ	ابو الفضلِ المضرّجُ بالدّماءِ
ومن واساہ لا یثنیہ شیءٌ	وجادلہ علی عطشٍ بماءِ

حضرت عبّاس علمبردار علیہ السّلام کے مرتے ہی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آس سی ٹوٹ گئی اور حقیقت تو یہ ہے کہ معرکۂ کربلا کا خاتمہ انہی کے دم کے ساتھ ہو گیا۔ چنانچہ جنابِ امام زین العابدین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے عمّ نامدار کے محامد و اوصاف میں بیان فرماتے ہیں۔

رحم اللّٰہ العبّاس علیہ السّلام لقد اثر و ابلی وفدا اخاہ بنفسہ حتّی قطعت یداہ فابدلہ اللّٰہ بہما جناحین یطیر بہما مع الملائکۃ فی الجنّۃ کالجعفر ابن ابی طالب للعبّاس عند اللّٰہ عزّ وجلّ منزلۃ یغبطہ بہا جمیع الشّھداء یوم القیٰمۃ

کہ حضرت عبّاس علیہ السّلام پر خدا تعالیٰ اپنی رحمت کرے۔ اُنہوں نے بڑا ایثار فرمایا اور سخت کڑی جھیلی۔ اپنی جان شیریں اپنے بھائی پر فدا کی اور اپنے دونوں ہاتھ آنحضرتؑ پر نثار کر دیئے۔ اسی کے بدلے میں اُن کو خدائے سبحانہ وتعالیٰ وتبارک نے دو پر عنایت فرمائے ہیں اور اب وہ مثل حضرت جعفر طیّار ابنِ ابیطالب علیہ السّلام اپنے چچا کے فرشتوں کے ساتھ جنّت میں پرواز کرتے ہیں اور بروز قیامت درگاہِ ربّ العزّت میں اُن کے لئے وہ درجہ ہوگا جسے دیکھکر تمام شہدا سخت غبطہ کریں گے۔ حضرت عباس علیہ السّلام کا سِن مبارک شہادت کے وقت چونتیس ۳۴ برس کا تھا۔

تمام تاریخوں میں درج ہے کہ حضرت ام البنین علیہا السّلام اپنے ایسے عدیم المثال نونہال کے ماتم میں بقیع غرقد میں معتکف ہوئیں اور اُن کے بھائیوں کو یاد کر کے ایسا پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتی تھیں کہ سُننے والوں کے دل کے سو سو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ آپکی

گریہ و زاری کی یہ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ مروان ابن الحکم جو بنی ہاشم کی عداوت کے لئے مخصوص مشہور ہے ایک بار جنت البقیع کی طرف گزرا۔ اور ان کے نالۂ و شیون کی جگر خراش آواز سنکر بے اختیار ہو گیا اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت

حضرت عباس علیہ السلام کے قتل ہو جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں سوائے ایک فرزند دلبر کے جو علیؑ اکبر کے نام سے مشہور ہیں اور کوئی متنفس باقی نہیں رہا تھا۔ اب یہ عازم جنگاہ ہو کر قریب تھا کہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے احوال میں علامہ کنتوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

المشہور من القابه علی الاکبر وهو الاوسط من ابناء الحسین علیه السلام ویکنی بابی الحسن وامّه تسمّی بامّ لیلا بنت میمونة بنت ابوسفیان وعمره فی ذلک الیوم علی ما رواه محمد ابن ابی طالب ثمانیة عشر سنتین وهو المشهور و فی نور العین سماها سهیرانه ولهانه وکیف ما کان فامة لیست بشهیر باتوثیکا علیه الاتفاق وا تفقت اعلیٰ انّه علیه السّلام کان اشبه النّاس خلقاً وخلقاً ومنطقاً برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکان یاتی فی دماء الحسین علیه السّلام حین اذن له الی میدان الحرب وکانت قد ربّته زینب بنت علی علیه السلام کما هو المشهور ولعل السبب فی تربیته لزینب علیها السّلام اعظاما لمشاکلة جدّها۔

مشہور لقب انکا حضرت علی اکبر (علیہ السلام) ہے اور وہ منجھلے بیٹے تھے۔ جناب امام حسین کے کنیت انکی ابوالحسن تھی۔ مادر گرامی انکی امّ لیلیٰ تھیں اور وہ میمونہ بنت ابوسفیان کی بیٹی تھیں اس راہ سے آپ یزید کے بھانجے تھے یعنی پھوپی زاد بہن کے بیٹے تھے اور سن شریف آپ کا اُس روز تک بروایت محمد ابن ابیطالب کے اٹھارہ برس کا تھا۔ اور مادر گرامی آپکی امّ لیلیٰ تھیں اور یہی مشہور بھی ہے ملّا ابواسحٰق نے کتاب نور العین میں آپ کی مادر گرامی کا نام سہیرانہ اور لہانہ بھی لکھا ہے شاید یہ نام اصلی ہوں۔ اور امّ لیلیٰ کنیت ہو۔ بہر کیف آپ کی مادر گرامی کا کوئی نام کیوں نہ ہو مگر حضرت شہر بانو علیہا السلام آپکی والدہ نہیں تھیں۔ چنانچہ اسی پر علمائے انساب کا اتفاق ہے

اور اس پر بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام خلقت۔ اخلاق اور گویائی میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت مشابہ تھے۔ چنانچہ وہ دعا جو جناب امام حسین علیہ السلام نے بروقت روانگی حضرت علی اکبر علیہ السلام کے واسطے بغرض جہاد درگاہ خدا میں کی ہے اس میں یہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور جناب زینبؑ بنت امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ان کی پرورش فرمائی تھی جیسا کہ مشہور ہے اور شاید ان کی مخصوص پرورش فرمانے کا سبب یہ ہو کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اپنے نانا کی شبیہ کی تعظیم کی رعایت سے آپکی کفیل ہوئی ہوں۔ علامہ ابن شہر آشوب بذیل ذکر جناب علی اکبر علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

وکان مطیعاً لابیه متدیناً عارفاً بالاحکام والسّنّة بطلا ضرغاماً واتقاً علی الله سبحانه کیّساً وجیهاً نبیهاً لا یظرله فی الحسن والبهاء

حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے بہت بڑے فرمانبردار تھے بڑے دیندار تھے احکام قرآن و حدیث کو خوب جانتے تھے بہادر تھے اپنے جملہ امور میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ پر تکیہ کرتے تھے بڑے عقیل۔ بڑے خوبصورت بڑے دانا تھے حسن و خوبی میں انکا نظیر کوئی نہ تھا۔ علامہ کنتوری مدظلہ جناب میرن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی مختصر الانساب علی ما نقله الاستاذ فی المجالس المفجعات اهل الشّام اعطوه اماناً من القتل لانه کان ابن بنت البنت لابی سفیان فلم یقبله وقال وجاهة جدّی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اعظم من وجاهة آل مروان۔ مختصر الانساب کی اسناد سے میرے اُستاد علیّین مکان جناب میرن صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے مجالس مفجعہ میں نقل کیا ہے کہ اہل شام حضرت علی اکبر علیہ السلام کے واسطے امان لائے تھے اسلئے کہ وہ ابوسفیان کی نواسی کے بیٹے تھے لیکن آپ نے اسکو منظور نہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے جدّ بزرگوار احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت آل مروان کی وجاہت سے کہیں زیادہ ہے۔

حقیقت میں یہ امان ویسی ہی تھی۔ جیسی حضرت عباس علیہ السلام اور انکے بھائیوں کو شمر ملعون اپنی قرابت کی وجہ سے دینا چاہتا تھا۔

اور انہوں نے بھی منظور نہ فرمائی تھی جیسا کہ اوپر تفصیل بیان کیا گیا۔ (کتاب مائتین علامہ کنتوری صفحہ ۳۱۴)

اسی قرابت کا خیال کرکے معاویہ نے ان کو اپنے زمان سلطنت میں بڑا کر ان کے مستحق خلافت ہونے کا اپنی زبان سے اقرار کیا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک روز معاویہ نے خلوت کی صحبت میں تذکرۃً اپنے خاص غلام سے پوچھا کہ من احق الناس بھذا الامر یعنی زمانہ امر خلافت کے لئے کون سب سے زیادہ مستحق ہے۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ معاویہ نے سر انکار ہلایا اور کہا۔ لا۔ اولی الناس بھذا الامر علیّ ابن الحسینؑ جدہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وفیہ شجاعۃ بنی ھاشم وسخاء بنی اُمیّہ وزھو ثقیف۔ کوئی شخص حضرت علی اکبر علیہ السلام سے زیادہ مستحق خلافت نہیں کہ ان کے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انہیں بنی ہاشم کی شجاعت۔ بنی امیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کا حسن سیرت ہے۔

معاویہ کے اقوال پر غور کرو تو بنی ہاشم کی شجاعت کی نسبت تو فکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے ذاتی اوصاف میں بنی ہاشم کے سرمایہ ناز ضرور تسلیم کئے جائیں گے باقی بنی اُمیّہ اور بنی ثقیف سے جو مخصوص تعلق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی اصلی غرض یہ تھی کہ میمونہ انکی بہن کی نواسی تھی اسلئے بنی اُمیّہ کی جھوٹی سخاوت سے بھی متصف بتلائے گئے۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ اس واقعہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں۔ مادر او (علی اکبر سلام اللہ علیہ) اُمّ لیلےٰ (دختر ابی مرہ ابن عروہ ابن مسعود ابن موسیٰ القطان الثقفی است (ناسخ التواریخ جلد ششم ص۲۹۱)

اب ان کی شہادت کے تفصیلی حالات یہ ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد جب اعوان انصار میں سے کوئی متنفس بھی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہا تو اپنے پدر بزرگوار کی یہ حالت دیکھکر یہ بھی عازم جنگاہ ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام ان کا منہ دیکھکر رو دئے اور اپنی اسی مضطربانہ کیفیت میں کمال صبر و استقلال سے اپنے پارۂ جگر کو رخصت فرمایا۔

تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی آخری رخصت قیامت کا نمونہ تھی خصوصاً اس وقت جبکہ وہ اٹھارہ برس کا نوجوان عصمت سرا میں مخدرات اہلبیتؑ سے رخصت ہونے کیلئے آیا حرم سرا میں ایک کہرام مچا ہوا تھا اور صدائے واعلیاہ واعلیاہ وافاطماہ چاروں طرف سے بلند تھی۔ حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو سلاح جنگ پہنائی اور ایک زرہ پر دوسری زرہ زیب تن فرمائی اور خود اپنے پیارے فرزند کے سر پر رکھا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا چرمی کمر بند آپکی کمر میں کس کر باندھ دیا اور عقاب نامی گھوڑے پر سوار کرکے اپنے مجاہد بیٹے کی شان دیکھکر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھکر فرمانے لگے۔ اللّٰھم اشھد علی ھٰؤلاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خَلقاً وخُلقاً ومنطقاً برسولک وکنا اذا اشتقنا الیٰ نبیک نظرنا الیٰ وجھہ پروردگار! تو گواہ رہیو کہ میں اب ایسے جوان کو فوج مخالف سے جہاد کے لئے بھیجتا ہوں جو مکارم اخلاق اور حسن وصورت اور طلاقت میں تیرے رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے پروردگار مجھکو جس وقت تیرے نبی کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اسکی صورت کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ یہ فرما کر آپنے اپنے نوجوان بیٹے کو رخصت کیا اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر باواز بلند ارشاد فرمایا مالک قطع اللّٰہ رحمک ولا بارک اللّٰہ لک فی امرک وسلط علیک من یذبحک بعدی علی فراشک کما قطعت رحمی ولم تحفظ قرابتی من رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) اے عمر! یہ تونے کیا کیا خدا تیرے رحم کو قطع کردے اور دنیا میں کوئی امر تیرے لئے مبارک نہ فرمائے اور تجھپر ایک شخص کو مسلط کرے جو تجھکو تیرے خاص فرش پر قتل کر ڈالے۔ جیسا کہ تونے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور اس قرابت کا جو مجھکو جناب رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی کوئی خیال نہیں کیا اتنا فرما کر آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ان اللّٰہ اصطفےٰ ادم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علے العٰلمین ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع العلیم۔

امام حسین علیہ السلام تو یہ آیہ تلاوت فرما کر اپنے مقام پر خاموش ہو بیٹھے اور حضرت علی اکبر علیہ السلام ذیل کے اشعار رجز پڑھکر فوج مخالف سے مقابل ہوئے

انا علی ابن الحسین ابن علیؑ	من عصبۃ جد ابیھم النبیؐ

واللہ لایحکم فینا ابن الدعی ... اطعنکم بالرمح حتی ینثنی

اضربکم بالسیف احمی عن ابی ... ضرب غلام ھاشمی علوی

میں علیؑ فرزند حسینؑ ابن علیؑ ہوں۔ ہم اس گروہ سے ہیں جن کے باپ کے جائز امجد نبی ہیں خدا کی قسم ولد الزنا کا فرزند ہمارا حاکم نہیں بن سکتا میں تم لوگوں پر تلوار و نیزہ چلاؤنگا اور اپنے والد بزرگوار کی حمایت میں ایسی تیغ زنی کرونگا جو جوانان ہاشمی ”دلیران علوی کی شایان شان ہے“

رجز خوانی کے بعد جانبین سے حملات گرانبار شروع ہوئے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی تیز دستیوں نے پیاس بھوک اور فرقت اعزاؤ احباب کی حالت میں بھی فوج مخالف پر ایسے شیرانہ حملے کئے کہ بڑے بڑے شجاعان عرب کے چھکے چھوٹ گئے۔ جس پرے پر جھپٹے صاف۔ اور جس غول پر جا پڑے غائب۔

صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں ایک سو بیس سواروں کو اور ابو اسحاق اسفرائنی کی دانست میں پانچسو سواروں کو اور راوی ابو مخنف کے چشم دید بیان کے مطابق بیاسی آدمیوں کو ایک حملہ میں مار گرایا۔ اتنی جد و جہد کے بعد پیاس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے اور فرمانے لگے یا ابتاہ العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجھدنی فھل الی شربۃ من الماء سبیل اتقوی بھا علی الاعداء اے والد بزرگوار! پیاس نے مجھے مار ڈالا۔ آہنی ہتھیاروں کی گرانی نے مجھ پر مصیبت عظیم ڈالی۔ آیا تھوڑے پانی کا انتظام ہو سکتا ہے کہ میں اور قوی ہو کر اپنے دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسی حملہ میں حضرت علی اکبر علیہ السلام شدت سے مجروح بھی ہو چکے تھے۔ خون آپ کے جسم سے بہہ رہا تھا اور بدن کے کپڑے سرخ ہو رہے تھے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے پیارے فرزند کو اس حالت میں دیکھ کر اور اس حسرت سے پانی کے لئے التجا کرتے ہوئے سن کر جواب میں فرمایا۔ یابنیّ یعزّ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابیطالب علیہما السلام وعلیّ ان تدعوھم فلا یجیبوک وتستغیث بھم فلا یغیثوک یابنیّ ھات لسانک فمصّہ اے بیٹا مجھ پر اور میرے جد بزرگوار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے پدر عالی مقدار جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام پر نہایت شاق گزرتا ہے کہ استغاثہ کرے اور وہ جواب نہ دیں اور تو مدد کیلئے پکارے اور کوئی تیری مدد کو نہ پہنچے۔ اے میرے پیارے بیٹے اپنی زبان لا۔ پھر آپ نے اپنے فرزند کی زبان اپنے منہ میں لے لی حضرت علی اکبر علیہ السلام فرمانے لگے۔ اے پدر بزرگوار! میری زبان سے تو آپکی زبان زیادہ خشک ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے پھر ایک انگوٹھی ان کے منہ میں دی اور فرمایا کہ اسے اپنے منہ میں رکھے رہو کہ تشنگی میں کسی قدر سکون ہوگا۔ وقال امسکہ فی فیک وارجع الی قتال عدوک فانی ارجو انک لا تمسی حتی یسقیک جدک بکاسہ الاوفی شربۃ لا تظما بعدھا ابدا۔ اس (انگوٹھی) کو منہ میں لئے رہو اور پھر جہاد اعدا میں مصروف ہو جاؤ۔ اور یقین کامل رکھو کہ تمہارے جد بزرگوار بہت جلد تمہیں ایک ایسا ساغر سرشار پلائیں گے جس کے بعد پھر تم کبھی پانی کی خواہش نہ کرو گے۔ اب حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان جنگ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے تشریف لائے ؎

الحرب قد بانت لنا الحقائق ... وظھرت من بعدھا مصادق

واللہ رب العرش لا نفارق ... جموعکم او تغمد البوارق

اس رجز کے بعد جانبین سے تلوار چلنے لگی اور لاش پر لاش گرنے لگی۔

ناسخ التواریخ و نور العین کے مؤلفین لکھتے ہیں کہ اب کی بار بھی جناب علی اکبر علیہ السلام نے اکیاسی آدمیوں کو تن تنہا قتل کیا۔ یہ حالت دیکھ کر فوج شام و کوفہ ہجوم کر کے چاروں طرف سے اس تن تنہا پر ٹوٹ پڑی اور اس مظلوم کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔

چنانچہ معصوم علیہ السلام زیارت میں فرماتے ہیں فقطعوک باسیافھم اربا اربا یعنی سب ملاعنہ نے ملکر اس مظلوم کو اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جب زخموں سے بالکل چور چور ہو گئے اور جسمانی قوت نے جواب دیا۔ یا اور گھوڑے سے گرنے لگے تو باواز بلند فرمایا یا ابتاہ ھذا جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد سقانی بکاسہ الاوفی شربۃ لا اظما بعدھا ابدا وھو یقول العجل فان لک کاسا مذخورۃ حتی تشربھا الساعۃ اے والد بزرگوار! میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر مجھے ایک ایسے ساغر سے سیراب فرمایا جس کے بعد مجھے اب پھر پانی پینے کی خواہش نہیں ہو گی اور آپ فرما رہے ہیں کہ اے حسین (علیہ السلام) جلد آؤ جلد آؤ کہ یہ دوسرا جام تمہارے لئے تیار رہے جونہی یہ آواز جناب امام حسین علیہ السلام نے سنی بے اختیار ہو کر فرمایا واولداہ واثمرۃ فؤاداہ واقرۃ عیناہ یابنی علی الدنیا بعدک العفا

میرے بیٹے! اے میرے پارۂ جگر! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک!!!
اے بیٹا تیرے بعد دنیا پر حیف ہے۔ قتل اللہ قوما قتلوک ما اجرأھم علی الرحمٰن وعلیٰ رسولہ وعلی انتہاک حرمۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خدا سبحانہ وتعالیٰ اس قوم جفاکار کو قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا اور جنہوں نے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف اتنی بڑی جراءت کی اور اپنے رسول کی ہتک حرمت کی۔
اتنا فرما کر عجیب عالمِ اضطراب میں آپ نے فوج مخالف کی طرف رخ کیا اور نہایت عجلت سے رزمگاہ میں تشریف لائے۔ ان بے دینوں کو اپنے فرزند کی لاش سے ہٹایا جو سر کاٹ لینے کی غرض سے آپ کی لاش کے چوگرد ہجوم کئے ہوئے تھے۔
مصائب کی اکثر کتابوں میں جناب امام حسین علیہ السلام کے اس انتشار و اضطرار کا یہ عالم لکھا ہے کہ آپ اس صدمۂ جانکاہ سے ایسے مضطرب الحال ہوئے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام کی لاش پر پہنچکر آپکو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ پاؤں سے رکاب اتار کر اتریں ایکبار گھوڑے سے جست کر کے رکاب سمیت اپنے جوان بیٹے کی لاش کے پاس آ پڑے اور اس کے جسم پارہ پارہ کو اپنے آغوش میں لیکر خاک و خون پاک کرنے لگے اور بار بار اپنے سینہ سے لگاتے جاتے تھے حضرت علی اکبر علیہ السلام میں رمق جان باقی تھی۔ آنکھ کھول کر پدر بزرگوار کے روئے منور پر نظر کی اور عرض کرنے لگے کہ رحمت الٰہی اور نعمت لامتناہی کے دروازے میرے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور جام سرشار میرے لئے تیار ہیں حوران جناں منتظر ہیں میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے مرجانیکے بعد پردگیان عصمت سرا کو تاکید کر دیجیئگا کہ وہ میرے ماتم میں اپنے چہروں کو طمانچوں سے نیلگوں نہ کریں۔ اتنا کہکر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ صابر باپ تھے باوجود اس کے کہ اس واقعہ سے اتنا متاثر ہو چکے تھے کہ آنجناب کی محاسن مقدس کے بال صبح تک سیاہ تھے اور ایکبارگی بیٹے کے مرنے سے سفید ہو گئے کلیجہ پانی ہو گیا تھا، آنکھیں گویا بے نور ہو گئی تھیں۔ کمر خمیدہ اور دل داغدار ہو گیا تھا۔ تاہم کمال استقلال اور صبر و ضبط کو اختیار فرما کر اس نوجوان کا لاشہ اٹھایا اور شکر کرتے ہوئے سراپردہ مطہر میں لے گئے ؎

حضرت کے جوان بیٹے کو مرتے دیکھا	اور شکر کا سجدہ انہیں کرتے ہوئے دیکھا

ایک صغیر السن بچہ کی شہادت

اسی ہولناک منظر میں جیسا کہ بعض معتبر کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے ایک کمسن بچہ خیمۂ مطہر سے گھبرا کر باہر نکل آیا اس کے کانوں میں دُرگوشوارے تھے وہ بچہ اس ہولناک عالم سے اس قدر متاثر ہو رہا تھا کہ اس کا تمام بدن بید کی طرح لرزاں تھا۔ وہ کمال دہشت زدہ اور حواس باختہ ہو کر قریب کی قنات سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ہانی ابن ثبیت نے جھپٹ کر اس کو ایک حملہ میں قتل کر ڈالا۔ محدثین نے اس لڑکے کا نام نہیں لکھا ہے بعضوں نے اس کا نام عبداللہ ابن الحسین علیہ السلام لکھا ہے۔ اور اکثر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ایک صغیر السن بچہ کا نام عبداللہ تھا۔ بعض کا یہ قیاس ہے کہ حضرت علی اصغر ہی کا نام عبداللہ تھا۔ ظاہرا یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔
بعض روایات سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ جس وقت یہ صغیر السن بچہ شہید ہوا تو جناب شہربانو علیہا السلام بے اختیار ہو کر خیمہ سے نکل پڑیں اور پھر مایوسانہ اسکی طرف دیکھنے لگیں اور پھر دنیا میں غرق ہو گئیں۔ یہ قول بھی صحت سے خالی ہے کیونکہ حضرت شہربانو علیہا السلام جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہی راہی ملک بقا ہو گئی تھیں اور واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہی نہ تھیں۔

جناب امام حسین کی تنہائی اور بیکسی کے حالات

اب جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس کوئی ایسا شخص باقی نہ بچا تھا جو آمادۂ کارزار ہو کر فوج مخالف سے مقابل ہوتا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ان واقعات کی تمہید میں جو عبارت لکھی ہے وہ ایسی دلچسپ اور مناسب حال ہے کہ ہم اسکی اصلی عبارت کو بلفظہ ذیل میں قلمبند کرتے ہیں:—

"بالآخر جناب امام حسین علیہ السلام فریداً وحیداً ابلیدان آمد وچوں طیر شامخ وطود باذخ عنان بکشید و بایستاد نہ ہیچ گونہ آلالش تزلزل درساخت وجودش راہ نداشت چہ اگر تزلزل درحقیقت او ربط حکرے ارکان عالم امکان متزلزل شدے اگرچہ عالم لاہوت را آہنگ مسافرت داشت تربیت عالم ناسوت را مہمل و معطل نمی گذاشت

آں مصائب وآلام واسقام کہ بردے فرود آمدے
اگر سایہ بر جبل بوقبیس وکوہ حرّے افگندے بپراگندے
وحفر تش پنیر دے حلم آں بارگراں رانمودے ومقام خویش
راخالی نہ فرمودے چہ خداوند قوام آفرینش رابمقام
او معلق ومربوط داشتہ دلواے ہستی عالم اتحاد بدست
بقائے او افراشتہ - تبارک اللہ احسن الخالقین -

المختصر ایسے عدیم المثال استقلال، صبر اور شکیبائی کیساتھ امام عالیمقام علیہ السّلام بیکسی اور تنہائی کی حالت میں فوج مخالف کے سامنے آکھڑے ہوئے چونکہ امام تھے منصب امامت کے لحاظ سے بغرض اتمام حجت کے یوں مستغیث ہوئے -

هل من ذابٍّ يذبّ عن حرم رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم هل من موحّد يخاف الله فينا هل من مغيث يرجو الله في اعانتنا یا کوئی ہمارا معین و ناصر ہے جو دشمنوں کے شر کو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کرے - آیا کوئی ایسا دیندار ہے کہ جو ہمارے استغاثہ کو قبول کرے اور خدائے سبحانہ وتعالےٰ سے ہماری اعانت کے لئے ماجور ہو؟

آپ کی صدائے استغاثہ سنکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی باوجود اس ضعف، اضمحلال اور عارضۂ اسہال کے اپنی تیغ آبدار لیکر خیمۂ مقدس سے نکل کھڑے ہوئے - حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے پیچھے سے آکر تھام لیا - آپنے دیکھکر فرمایا یا عمتاہ ذروني اقاتل بين يدي ابن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم - پھوپی اماں مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے درجہ شہادت پر فائز ہوں - جناب امام حسین علیہ السلام نے خیمہ مطہر کی طرف نظر کی اور یہ سامان ملاحظہ فرماکر حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کو آواز دی یا اُم كلثوم خذيه لئلا يبقى الارض خالية من نسل آل محمّد اے اُم کلثوم ان کو روک لو - ایسا نہ ہو کہ دنیا نسل آل محمدؐ سے خالی ہو جائے پھر آپ نے چلاکر کہا یا سكينةؑ يا فاطمةؑ يا زينب يا اُم كلثوم عليكن منّي السّلام اے سکینہؑ، اے فاطمہ، اے زینب، اے اُم کلثومؑ ہمارا سلام آخری لو - اس صدا کا آنا تھا کہ اہلبیت میں کہرام مچ گیا - چاروں طرف سے صدائے الوداع الوداع اور ندائے

الفراق الفراق بلند ہوگئی جناب امام حسین علیہ السلام ان مصیبت رسیدگان کی بیقراری کو نہ دیکھ سکے فوراً میدان جنگ سے آخر خیمۂ مطہر میں داخل ہوئے - جناب سکینہؑ نے عرض کی يا ابة استسلمت للموت فالى من اتكلتنا - اے پدر بزرگوار آپ تو مرنے جاتے ہیں ہمیں کس کے حوالے کئے جاتے ہیں - یہ سنکر امام عالیمقام بے اختیار ہوکر رونے لگے - فرمایا يا نور عيني كيف لا يستسلم للموت من لا ناصر له ولا معين له ورحمة الله ونصرته لا يفارقكم في الدنيا ولا في الآخرة فاصبري على قضاء الله ولا تشكي فان الدنيا فانية والآخرة باقية اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! میں اپنی موت پر کیونکر آمادہ نہ ہوں کیونکہ نہ کوئی میرا معین باقی رہا ہے نہ مددگار یقین رکھ کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت دنیا وآخرت میں کبھی تم سے جدا نہ ہوگی پس قضائے خدا پر صبر کرو - شکیبائی اختیار کرو اور زبان پر شکوہ نہ لاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونیوالی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے یہ فرماکر آپنے اپنی پیاری بیٹی کو چھاتی سے لگا لیا اور بکمال مایوسی سے یہ اشعار پڑھے - ؎

سيطول بعدي يا سكينة فاعلمي　　منك البكاء اذا الحمام دهاني
لا تحرقي قلبي بدمعك حسرة　　مادام منّي الرّوح في جثماني
واذا قتلت فانت اولى بالذي　　تاتينه يا خيرة النسوان

قریب ہے کہ بعد میرے اے سکینہ تیرا رونا طول کھینچے گا جبکہ موت مجھے آئیگی - تو میرے قلب کو اپنے رونے سے نہ جلا جب تک، میرے جسم میں جان باقی ہے، ہاں جس وقت میں مقتول ہو جاؤں پس تو اے بہترین دختران تجھے سب سے زیادہ رونیکا حق ہوگا - صاحب ناسخ التواریخ نے کل تین شعر ہی لکھے ہیں - مگر ملّا ابو اسحاق اسفرائنی نے آٹھ شعر اور زیادہ لکھے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

ابكي ولا تقولي بهدم ركني بعدي　　كانت تزعزع ركنه الاركان
قد كنت أومّل ان اعيش بظلّه　　ابدا مدى الايام مرعاني
ادتي الي يا سكينة عاجلا　　حتّى اودّعك وداع الفاني
اوصيك بالولد الصغير وبعدي　　بالآل والايتام والجيران

فاذا قتلت فلا تشقی معجزا   ایضاً ولا تدعی ثبورهن انی
لکن صبرا سکینۃ فی القضاء   ھا نحن اھل الصبر والاحسان
لی اسوۃ بابی وجدی واخوتی   قصد طحقوقھم بنوالطغیان

جب تم رو ؤ تو اپنے نوحہ میں یہ بیان کہ اے قتل ہونے والے تو پیاسا شط فرات پہ ذبح ہوا اور اپنے بین میں یہ کہنا کہ میرا رکن امید منہدم ہوگیا بعد اس کے کہ اس کے رکن رکین کو تزلزل ہو چکا تھا اور اگر تو یہ امید کرتی ہے کہ تو ہمیشہ میرے سایہ میں زندہ رہے تو یہ امر نا ممکن ہے۔ اے سکینہؑ تو بہت جلد میرے پاس آ تاکہ میں تجھکو اس طرح وداع کرلوں جیسے مرنے والا وداع کیا کرتا ہے۔ میں تجھکو وصیت کرتا ہوں۔ اس فرزند صغیر کے بارہ میں اور بعد اس کے عیال، یتیموں اور ہمسایوں کے باب میں کہ سب کے ساتھ سلوک کرنا اور جبکہ میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان کو مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کرکے نہ رونا بلکہ اے سکینہؑ حکم الٰہی پہ صبر کرنا کیونکہ ہم لوگ صاحبانِ صبر اور اہل احسان ہیں تجھے اپنے باپ۔ دادا اور بھائی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ جبکہ ان کے حقوق کو اہل طغیان وغضب نے غارت کیا (ابو اسحاق اسفرائنی صفحہ ۱۱۷)

یہ ارشاد سنکر جناب سکینہؑ سلام اللہ علیہا نے عرض کی کہ ہم سب کو ہمارے جدّ بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پہ پہنچا دیجیے جناب امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ؎

لقد وکان القطاء یارض نجد   قریر العین لم یحد العزاما
تولتہ البزاۃ فھیمتہ   ولو ترک القطا لغفاو ناما

اگر طائر قطا کو ارض نجد میں اطمینان ہوتا اور لوگ اس سے دست بردار ہو جاتے تو وہ اپنے آشیانہ میں ضرور عافیت سے بسر کرتا اور سو جاتا

اہلبیت علیہم السلام سے جناب امام حسینؑ کی رُخصت

چونکہ جناب امام حسین علیہ السّلام اب شہادت کیلئے بالکل آمادہ ہو چکے تھے اس لئے آپ وہاں سے اٹھکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں تشریف لائے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جدِ بزرگوار نے میرے پدر عالیمقدار کو شدت مرض میں بیہوش پاکر میری پھوپی جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کو اپنے پاس بلایا فاودع عندھا صحیفۃ ملفوفۃ ووصیۃ ظاھرۃ کان علی ابن الحسینؑ کان فیہ مرض الاسھال وکان الناس لا یظنون بہ الصحۃ فی مرضہ فلما شوفی من مرضہ اسلمتہ اختہ الی ھیئۃ والصحیفۃ ھی الان عندنا یعنی آپ نے ان کو ایک لپٹی ہوئی تحریر عطا فرمائی اور کہدیا کہ میرے پدر بزرگوار کو دیدیں کیونکہ علی بن الحسین علیہما السلام اس وقت ایسے مریض تھے کہ کسی شخص کو آپ کی صحت کی امید نہیں تھی جب آپ نے شفا پائی تو حضرت فاطمہ کبریٰ نے وہ وصیت نامہ میرے پدر بزرگوار کو حوالہ فرمایا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ صحیفۂ ملفوفہ اس وقت تک ہمارے پاس ہے

اس کے علاوہ ودائع انبیاء اوصیاء جو منصب امامت سے مخصوص تعلق رکھتے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے چلتے وقت ان کو حضرت اُمّ سلمہؓ کے سپرد فرما گئے تھے اور ان سے کہہ گئے تھے کہ جب جناب امام زین العابدین علیہ السلام واپس آئیں تو ان کے حوالے کر دئے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بہر حال اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت زینب سے جامۂ کہنہ طلب فرمایا اور پھر تاکید کر دی کہ یہ کپڑے ایسے پھٹے ہونے چاہئیں جن کو لینے کی کوئی بھی خواہش نہ کر سکے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک پرانا ملبوس حاضر کیا آپ نے اسے یہ کہکر واپس کیا کہ یہ چھوٹا ہے۔ غرض ایک دوسرا جوڑا کپڑے کا جو طول وعرض میں پہلے سے وسیع تھا۔ لایا گیا آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اور پارہ پارہ کیا تاکہ وہ پہلے سے زیادہ بیکار ہو جائے۔ اسی پیراہن کو پہنکر آپ نے اوپر سے سلاح جنگ زیب تن فرمائے۔ اہلبیت کرام علیہم السلام میں جو کہرام مچا وہ کسکی زبان ہے جو بیان کرسکے۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت

اسی اثنا میں حضرت علی اصغر علیہ السلام کی حالت پہلے سے زیادہ مخدوش پائی گئی کیونکہ یہ بھوک اور پیاس کی مصیبت سے قریب بہلاکت ہو رہے

تھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ کی مادر گرامی کا دودھ بھی بالکل خشک ہو چکا تھا اور یہ چھ مہینے کا بچہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ علیؑ اصغر کو لاؤ میں اسکو بھی وداع کر لوں - یہ فرما کر آپنے ارشاد کیا ویل لھٰؤلاء القوم اذا کان جدک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خصمھم یعنی اس قوم شقاوت اثر کا برا ہو کہ جس وقت تمہارے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے برخلاف مدعی ہوں گے پس اس بچہ کو ہاتھوں پر اٹھا کر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فوج مخالف کے مقابل کھڑے ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پروردگارا میرے خزانہ میں اس لعل کے سوا کوئی دوسرا موتی نہیں ہے - میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اسکو بھی تیری راہ میں تصدق کروں - یہ کہکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اس قوم جفا کار کو مخاطب کرکے کہا - اے کوفیان بے حیا اور اے دوستداران آلِ معاویہ تم نے مجکو تو گنہگار اور قصوروار بنا رکھا ہے بھلا اس نادان بچہ کی نسبت تم کیا تہمت لگاتے ہو - اسکو تو پانی دو کہ شدتِ عطش سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اس وجہ سے اسکی زندگی کی امید نہیں کی جا سکتی - کسی نے جواب نہ دیا - الا حرملہ ابن کاہل اسدی نے ایکسا تیر مارا جو حلقِ علیؑ اصغر پر آ لگا اور وہ نادان بچہ پھڑک کر مر گیا - خون جاری ہوا امام عالی مقام علیہ السلام نے چلو میں اس خون ناحق کو لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور کمال صبر و استقلال سے فرمایا۔

ھوّن علی ما نزل بی انہ بعین اللہ لا یکون اھون علیک من فصیل اللھم ان حبست عنا النصر فاجعل ذالک لما ھو خیر لنا خدائے سبحانہ و تعالیٰ ہمارے ان مصائب کو دیکھ رہا ہے یہ تو تمام شدائد ہم پر آسان ہیں - پروردگارا تیرے نزدیک میرے بچہ کا خون ناحق ناقۂ صالح علیہ السلام کے قتل سے تو کم نہیں ہے اگر آج کے روز کسی وجہ سے تو نے اپنی فتح و نصرت ہم سے روک لی ہے تو اس کا نعم البدل ہمیں عنایت فرمائیو - علامہ سبط ابن جوزی جو سواد اعظم اہلسنت میں اکابر علماء سے شمار ہوتے ہیں اپنی کتاب تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے یہ دعا فرمانیکے بعد ہاتف نے ندا دی دعہ یا حسین (علیہ السلام) فان لہ مرضعۃ فی الجنّۃ یا حسینؑ اس بچہ کو رخصت کرو اس کیلئے ایک دایہ بہشت عنبر سرشت میں مقرر کر دی گئی ہے - شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ اسکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اترے اس بچہ پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اسکی قبر کھود کر اس کو مدفون کر دیا -

مکالمہ با فوجِ شام

علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اسکے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے عمر ابن سعد کو بلایا - وہ آیا تو آپنے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھ سے جس طرح ابتدائے جنگ کے وقت تین باتوں میں سے ایک بات کے قبول کرنے کیلئے کہا تھا اسی طرح اختتام جنگ پر بھی تین باتوں کے ماننے کیلئے کہتا ہوں - میں گنواتا ہوں تو ہر ایک کی نسبت ہاں یا نہیں کا قطعی جواب دیتا جا - اس نے کہا فرمائیے - فرمایا - پہلے یہ کہ مجھکو مدینہ واپس جانے دے کہ میں پھر اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر جا بیٹھوں - اس نے کہا ایسا تو نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ اچھا تھوڑا سا پانی دیدے کہ میں اپنے کلیجہ کی آگ کو بجھا لوں - اس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا - جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک میرا قتل ہی مناسب ہے تو تمکو یہ معلوم ہے کہ سوائے میرے اب اور کوئی باقی نہیں - تم میں سے ایک ایک آدمی نکل کر میرا مقابلہ کرتا جائے - عمر سعد نے کہا - ہاں یہ امر مجھے قبول ہے -

امام علیہ السلام کا فوجِ شام سے مقابلہ

مقتل ابو مخنف میں ہے کہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے بددعا فرمائی کہ اللھم انک شاھد علی ھٰؤلاء القوم الملاعین انھم قد عمدوا ان لا یبقون من ذریۃ رسولک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار تو گواہ رہیو اس پر جو کچھ کہ اس قوم ملعون نے کیا ہے - انکا قصد ہے کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں سے کوئی متنفس باقی نہ رہے - اس دعا کے بعد - آپ آمادۂ قتال ہو کر صفوف دشمن کے برابر آکھڑے ہوئے اور ذیل کے اشعار رجز ارشاد فرمائے ؎

انا ابن علیؑ المطہر من آل ھاشم	کفانی بھذا مفخرا حین افخر

وجدّی رسول اللہ اکرم من مشیٰ ۔۔۔ ونحن سراج اللہ فی الارض یزهر
وفاطمۃ اُمّی من سلالۃ احمد ۔۔۔ وفینا الهدیٰ والوحی بالخیر یذکر
ونحن امان اللہ للنّاس کلّهم ۔۔۔ نسرّ بهذا فی الانام ونجهر
ونحن ولاۃ الحوض نسقی محبّنا ۔۔۔ بکاس رسول اللہ من لیس ینکر
اذا ما اتی یوم القیمۃ ظامئاً ۔۔۔ الی الحوض یسقیہ بکفّیہ حیدر
امام مطاع وجب اللہ حقّہ ۔۔۔ علی النّاس حمیاً والّذی کان ینظر
وشیعتنا فی النّاس اکرم شیعۃ ۔۔۔ ومبغضنا یوم القیمۃ یخسر
فطوبیٰ لعبد زارنا بعد موتنا ۔۔۔ بجنّۃ عدن صفوها لا یکدّر

میں ابن علیؑ مطہر ہوں جو آل ہاشم ہیں اور جب میں فخر کرنے لگوں تو مجھکو یہی فخر کافی ہے اور ہمارے جد بزرگوار جناب رسول اکرم ہیں اور ہم خدا کے چراغ روشن ہیں دنیا میں اور حضرت فاطمۂ بنت احمدؐ ہماری مادر گرامی ہیں اور جناب جعفرؑ جنکا لقب ذوالجناحین ہے ہمارے چچا ہیں اور کتاب خدا ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے جسمیں احکام الٰہی اور فرمان ارشاد و ہدایت کے تمام ذکر ہیں اور ہم ظاہری اور باطنی طور پر جمیع خلائق کیلئے امان الٰہی ہیں اور ہم ہی مالکان حوض و کوثر ہیں اور ہماری ہی محبت کی وجہ سے لوگوں کو ساغر کوثر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے نصیب ہوگا جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر کوئی ایسا پیاسا نہیں آئیگا جو جناب حیدر کرار علیہ السّلام کے ہاتھ سے کوثر کا سرشار ساغر نہ پائے۔ وہ ایسے مفترض الطاعت امام ہیں جنکی محبت کو خدا سے سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر واجب گردانا ہے اور ہر اس شخص پر بھی جو دیکھ رہا تھا یا جو نہ دیکھے اور ہمارے دوست تمام لوگوں سے افضل ہیں اور ہمارے دشمن قیامت کے دن سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ پس قیامت میں سایۂ طوبےٰ صرف ان لوگوں کے واسطے مخصوص ہے جو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے مزار کی زیارت کرینگے اور وہ جنات عدن میں ایسی راحت میں ہونگے جو کبھی مبدل بہ رنج نہ ہوگی جناب امام حسین علیہ السّلام اس وقت اپنے (۱) گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام مرتجز تھا۔ محدثین و مورخین نے اس گھوڑے کے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ اکثر نے ذوالجناح بتلایا ہے اور بعض نے دُلدُل۔ امام اسفرائنی اس گھوڑے کا نام میمون کہتے ہیں اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے اشعار بھی اس نام کے شاہد ہیں جنکو ہم انکے مقام پر لکھیں گے۔ مگر صاحب ناسخ التواریخ کی خاص تحقیق یہ ہے کہ ذوالجناح نامی گھوڑا جناب امام حسین علیہ السلام کی سواری میں اس وقت نہ تھا اور یہ خلاف مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

اتنے مصائب اٹھا کر بھی ان اشقیا کی ہدایت کی طرف سے جناب امام حسین علیہ السلام نے عدم توجہی نہیں فرمائی بلکہ جس طرح آغاز جنگ کے وقت ان کے ارشاد و ہدایت اور تنبیہ کے متعلق ایک فصیح و بلیغ اور معنی خیز خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُسی طرح اختتام جنگ کے موقع پر بھی ویسا ہی موثر خطبہ ارشاد فرمایا گیا جو گمراہان ضلالت کیلئے خضر ہدایت کا کام دیتا۔

اگر اس ناشنوا قوم کو سعادت در شادت کا کچھ بھی حصہ ملا ہوتا تو وہ ضرور اس کے مضامین سے متنبہ ہوتے۔ ہم اس خطبہ کو تاریخ طبری جلد ۲ مطبوعۂ لکھنؤ۔ روضۃ الصفا اور تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ایہا الناس تم میں سے جو جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جان لے اور جو جانتا ہو وہ پہچان لے کہ میں تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا ہوں۔ وصیّ رسولؐ زوج بتول امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا فرزند اور جناب سیدۃ النساء العالمین بضعۃ حضرت سید المرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کا پارۂ جگر ہوں پہلے پہل جو دائرۂ اسلام میں آیا وہ میرے والد ماجد علیؑ مرتضےٰ ہیں اور میرے چچا جعفر طیارؑ ہیں۔ اتنے لوگوں میں کسی کو اپنے باپ پر اتنا فخر نہیں ہے جتنا مجھکو اور تم لوگوں کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم ہی دونوں بھائیوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے الحسن والحسین (علیہما السّلام) سیدا شباب اهل الجنّۃ۔ حضرات حسن و حسین علیہما السلام سردار جوانان اہل بہشت ہیں۔ اور اگر تم اس وقت میرے اس کہنے کو سچ سمجھو تو جان لو کہ میں اس پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ خدائے عزوجل کے نزدیک جھوٹ بولنا حرام ہے۔ میں نے آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی سے وعدہ خلافی کی نہ کسی مومن کو آج تک ناراض کیا نہ کوئی نماز قضا کی۔ اگر تم میرے کہنے پر اعتبار نہ کرو تو بہت سے صحابی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہاری جماعت میں موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو کہ انہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے ایسا سنا ہے یا نہیں۔ قسم خدا کی اگر عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا گدھا مل جاتا تو وہ اس گدھے کو قیامت تک پالتے اور اس کی کامل حفاظت و قدر کرتے اور کبھی اسکی تعظیم کے بارے میں اختلاف نہ کرتے ایسا ہی اگر یہودیوں کو کوئی چیز حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی یادگار مل جاتی تو وہ بھی اسکی ویسی ہی وقعت اور قدر کرتے مگر میں تمہاری حالت پر افسوس کرتا ہوں کہ تم کیسی قوم ہو اور کیسی امت ہو کہ اپنے رسولؐ، اپنے نبیؐ اور اپنے پیغمبرؐ کی ذرّیت اور انکے نواسے کو گھیرے ہوئے ہو۔ اس کے خون ناحق پر آمادہ ہو نہ تم کو خدائے عزّوجل کا کوئی خوف ہے نہ اپنے پیغمبر سے کچھ شرم۔ میں نے اپنی تمام عمر میں کسی شخص کا خون نہیں کیا اور نہ کسی شخص کی کوئی چیز لی۔ تم کو مجھ سے کسی کا قصاص بھی لینا نہیں ہے پس تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو اور میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو۔ دیکھو میں وہ آدمی ہوں جو دنیا کی تمام خواہشوں سے منہ موڑ کر اپنے نانا کے مقدس مزار پر بیٹھا ہوا تھا۔ تم نے مجھکو وہاں بھی نہ ٹھہرنے دیا۔ وہاں سے ہٹا یا تو میں خانۂ خدا میں (مکہ) آیا اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ وہاں بھی تم لوگوں نے مجھکو خطوط لکھے اور یہ دکھلایا کہ تمام اہل اسلام میں اس وقت آپ سے زیادہ کسی کو استحقاق امامت نہیں ہے اور مجھکو لکھا کہ میں آؤں تو تم میری بیعت کروگے جب میں آیا تو تم نے مجھسے عناد کیا اور اختلاف اختیار کیا میں تمہاری اس خطا اور بے وفائی کے لئے اور کچھ نہیں کہوں گا مگر وہی جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے قوم بد کار کے خطاب میں خدائے پاک سے عرض کیا۔ آپنے یہ آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا۔ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون۔ اگر تم لوگ میری اعانت کرو اور مجھے نہ مارو اور مجھسے علیحدہ ہو جاؤ اور مجھکو چھوڑ دو کہ میں پھر خانہ کعبہ کیطرف چلا جاؤں یا پھر اپنے نانا کی قبر مطہر پر جا بیٹھوں یہاں تک کہ میں اپنی زندگی کو تمام کردوں اور دوسرے عالم کا میرے لئے آغاز ہو جاوے (تو میں اس پر راضی ہوں اور تم بہت بڑی جوابدہی سے بچ جاؤگے)۔

مورخین کا بیان ہے کہ یہاں تک پہنچکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ کو تمام فرمایا اور خاموش ہوکر ان کے جواب کے منتظر ہے مگر اہل شام کی چالیس ہزار جمعیت میں سے کسی شخص نے آپکے ارشاد کا کچھ جواب نہ دیا۔ انتظار کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ جو میرا منصب تھا وہ میں ادا کر چکا اور جو کچھ خدا کی حجت تھی وہ تم لوگوں پر تمام کر چکا اور خدا کا ہزار شکر کہ تمہاری کوئی حجت مجھ پر باقی نہیں یہی یہ فرما کر آپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف اٹھا کر یہ دعا فرمائی اللّٰھم انت ثقتی فی کربۃ وعدّتی فی شدّۃ وقوّتی فی شامۃ ورجائی فی کل حالۃ انت ولیّ وولیّ ما انعمت علی ومنتھی کل غایۃ فاکفنی یا ارحم الرّاحمین پروردگارا! تو ہر مصیبت میں میرا سہارا ہے اور ہر شدت میں میرا مددگار ہے اور ہر آفت میں میری تقویت ہے اور ہر حالت میں میرا امید ہے۔ تو میرا ہی اور میری اُن تمام نعمتوں کا بھی جو تو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں مالک ہے اور میری آرزوؤں کا منتہیٰ ہے۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنیوالے۔ میرے لئے تو ہی کافی ہو جا۔

اس دعا سے فراغت فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس مشغول قتال ہوئے سب سے پہلا شخص جو حضرت کے مقابل ہوا تمیم ابن قحطبہ تھا۔ وہ نہایت پھرتی سے آکر امام پر حملہ آور ہوا۔ مگر آپ کی تیزدستی نے اسکی پھرتی کا پورا جواب دیا اور وہ دم کے دم میں مقتول ہوکر زمین پر لوٹنے لگا۔ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مقابلہ کو نکلا وہ بھی قتل کیا گیا۔ پھر دوسرے کے بعد تیسرا نکلا وہ بھی مارا گیا اسیطرح ایک کے بعد دوسرا آتا گیا اور قتل ہوتا گیا یہاں تک کہ فوج شام کی ایک معتدبہ جمعیت اپنی کوششوں میں ناکامیاب ہوکر میدان جنگ میں کام آگئی۔ اسپر عمر ابن سعد نے رنگ بےرنگ دیکھکر اپنی فوج کو جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ سے روک لیا اور چلا کر کہا ویل لکم اتدرون لمن تقاتلون هذا ابن الانزع البطین هذا ابن قتال العرب فاحملوا علیه من کل جانب تم لوگوں پر لعنت افسوس ہے ارے یہ شخص نزاع البطین فاتح لب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا بیٹا ہے جسنے قوم عرب کے شجاعوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا اور سب کو اپنی تلوار کے گھاٹ اتار دیا یہ کہکر اسنے جناب امام حسین علیہ السلام کے نفس واحد پر چاروں طرف سے ایکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ پھر کیا تھا حکم پاتے ہی رسالے کے رسالے۔ فوجوں کی فوجیں۔ پرے کے پرے اس مظلوم کی ایک جان پر تلواریں نکالے۔ نیزے سنبھالے۔ تیر جوڑے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام کا استقلال دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہی تھا۔ ایسے انتہائی اضطرار کی حالت میں بھی آپنے اپنے استقلال اور اپنی ہمت و دلاوری میں سرِمو فرق نہ آنے دیا اس ہجوم کثیر کو دیکھکر گھوڑے پر اور جم کر بیٹھ گئے اور تمام بے دینوں کو مخاطب کرکے ذیل کے اشعار بطور رجز پڑھنے لگے۔

كفر القوم وقدما رغبوا	عن ثواب الله رب الثقلين

قتل القوم علیا وابنہ ... حسین الخیر کریم الطرفین

حنقا منھم وقالوا اجمعوا ... حشر الناس الی حرب الحسین

یالقوم من اناس رذل ... جمعوا الجمع لاھل الحرمین

ثم ساروا وتواصوا کلھم ... باجتیاحی لرضاء الملحدین

لم یخافوا اللہ فی سفک دمی ... لعبید اللہ نسل الکافرین

وابن سعد قد رمانی عنوۃ ... بجنود کوکوف الھاطلین

بعلی الخیر من بعد النبی ... والنبی القرشی الوالدین

خیرۃ اللہ من الخلق ابی ... ثم امی فانا ابن الخیرتین

فضۃ قد خلصت من ذھب ... فانا الفضۃ وابن الذھبین

من لہ جد کجدی فی الوریٰ ... او کشیخی فانا ابن العلمین

فاطم الزھراء امی وابی ... قاصم الکفر ببدر وحنین

عبد اللہ غلاما یافعا ... وقریش یعبدون الوثنین

یعبدون اللات والعزیٰ معا ... وعلی کان صلی القبلتین

فابی شمس وامی قمر ... وانا الکوکب وابن القمرین

ولہ فی یوم احد وقعۃ ... شفت الغل بفض العسکرین

ثم فی الاحزاب والفتح معا ... کان فیھا حتف اھل الفیلقین

فی سبیل اللہ ماذا صنعت ... امۃ السوء معا بالعترتین

عترۃ البر النبی المصطفیٰ ... وعلی الورد یوم الجحفلین

یعنی ہماری قوم نے کفر اختیار کیا اور اب وہ جہاں کی راہ ثواب سے متنفر ہو گئے اس قوم نے جناب علی مرتضٰے علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے جناب حسن مجتبٰے علیہ التحیۃ والثنا کو جو جانبین سے نیک اور کریم تھے قتل کیا۔ اپنے کینوں کی وجہ سے اب تم لوگوں نے تمام آدمیوں کو حسینؑ سے لڑنے کے لئے جمع کیا۔ فریاد اس قوم کے برخلاف جس نے رذیل ترین آدمیوں کو اہلِ حرمین پر حملہ کرنے کے لئے اکھٹا کیا پس تم لوگ گئے اور تم سے ایک نے دوسرے کو میرے ہلاک کرنے کی وصیّت کی۔ صرف دو ملحد شخصوں کی خوشنودی کے لئے تم کافر النسل عبید اللہ ابن زیاد کی رضا جوئی کے لئے میرا خون گرانے میں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں کرتے۔ عمر ابن سعد نے بروئے عداوت میری طرف تیر چلایا۔ پھر فوج نے سخت تیروں کی بارش سے مجھ پر غلبہ کیا بلا اس کے کہ پہلے سے میرا کوئی قصور ہو سوائے اس فخر و مباہات کے جو دو بزرگوں کے سبب مجھے حاصل ہے۔ میں علیؑ کی نسل سے ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں اور نبی وہ جن کے ماں باپ دونوں خدا کے نزدیک برگزیدگانِ خلق ہیں۔ اس رو سے میں دو برگزیدوں کا فرزند ہوں میں ایسی چاندی ہوں جو سونے سے برآمد ہوئی ہے۔ پس میں ہوں تو چاندی مگر سونے کی اولاد ہوں کسی کا جد دنیا میں میرے جد کے برابر نہیں ہے اور میرے بزرگ جیسا کس کا بزرگ ہے پس میں تو دنیا میں دو افضل ترین دنیا کی یادگار ہوں۔ فاطمۃ الزہرا تو میری مادر گرامی ہیں اور پدر عالی مقدار میرے وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے کافروں کو بدر و حنین کے معرکوں میں سخت شکست پہنچائی ہے۔ جنہوں نے قبل از بلوغ خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کی جبکہ کل قریش بتوں کو پوجا کر رہے تھے۔ قریش تو اس وقت لات و عزّے کی پرستش کر رہے تھے اور علی علیہ السلام نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ میرے والد سورج ہیں اور میری والدہ چاند ہیں۔ میں ستارہ ہوں۔ مگر ایسا ستارہ کہ دونوں نیّروں کا بیٹا۔ میرے پدر بزرگوار کے حملات گراں بار کی وجہ سے احد کی لڑائی والے دن لشکروں میں پراگندگی اور شکستگی پڑ گئی تھی۔ اسی طرح غزوۂ خندق اور فتح مکّہ کے دن بھی وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں موجود تھے۔ جنہوں نے قریش کو جو اس وقت تک آنحضرتؐ سے اختلاف کر رہے تھے موت کے گھاٹ اتارا۔ افسوس اب اس امّت بد افعال نے خدا کی راہ میں ان دونوں بزرگواروں کی ذرّیت سے کیا کیا۔ وہ ذرّیت جو جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہے اور جناب علی مرتضٰے علیہ التحیۃ والثنا کی بھی عترت ہے۔

ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے ضیاء العین فی مقتل الحسین میں اور علامہ طبرسی اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ اور ابومخنف نے ان اشعار میں اکثر اشعار کا اضافہ کیا ہے جو طوالت کی وجہ سے نہیں لکھا جاتا۔ فمن شاء فلیرجع الیھا۔

المختصر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں یہ رجز کے اشعار بکمالِ بلاغت و فصاحت پڑھ کر جن کی نسبت تاریخوں نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آج تک کسی دوسرے نے پھر ایسا پُر اثر رجز نہیں پڑھا

جناب امام حسین علیہ السلام نے تیغ آبدار سے قوم اشرار کے اس بڑھتے ہوئے ہجوم کو تنبیہہ فرمائی جو نہایت گستاخانہ دلیری سے قدم بڑھاتے ہوئے آپ کے منہ پر چڑھے آتے تھے اور یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا۔ جو آپ کی شجاعت و ہمت کے ثبوت کیلئے کافی و وافی ہے ؎

القتل اولی من رکوب العار	والعار اولی من دخول النار

رسوا ہو جانے سے قتل ہو جانا بدرجہا بہتر ہے اور دوزخ میں جانے سے رسوا ہونا بہتر ہے۔

بہر حال آپ کی تیغ صاعقہ بار نے میمنہ سے میسرہ تک اور میسرہ سے میمنہ تک فوج مخالف پر وہ ہلچل ڈال دی کہ ہر شخص اپنی شجاعت و دلیری کے دعوے بھول گیا۔ اور باوجودیکہ جناب امام حسین علیہ السلام تشنگی کی عین شدت۔ احباب و اصحاب کے غم اور عزیز و اقارب کے ماتم میں مبتلا تھے۔ مگر تاہم آپ کے استقلال۔ ثبات اور کمال شجاعت میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔ ان تمام حالتوں کے ساتھ آپ کی تیغ شرربار فوج کفار کے ساتھ وہی کام کر رہی تھی جو برق خرمن کے ساتھ کیا کرتی ہے۔ یا باد صرصر چمن کے ساتھ۔ تلوار پر تلوار اور پیادوں پر سوار گر رہے تھے۔ اور جناب امام حسینؑ اپنے جوش شجاعت میں یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

انا الحسین ابن علیؑ	آلیت ان لا انثنی
احمی عیالات ابی	امضی علی دین النبیؐ

میں حسین ابن علی علیہ السلام ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ایک ہی بات پر قائم رہونگا۔ میں اپنے والد بزرگوار کے کنبہ کی حمایت کرتا ہوں۔ اور میں شریعت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم ہوں عبیداللہ ابن عمار جو عمر سعد کے لشکر میں شامل تھا بیان کرتا ہے واللہ ما رأیت مکسوراً قط قد قتل ولدہ واھلبیتہ واصحابہ اربط جاشا منہ ہم نے کسی ایسے شخص کو جس کا دل ٹوٹ چکا ہو اور جسکا جسم چور چور ہو اور جس کے تمام فرزند و اعوان و انصار مقتول اور جس کے اہلبیت محصور ہو چکے ہوں۔ ایسا قوی دل قائم رہنے والا نہیں دیکھا۔

تاریخ کبیر طبری میں آپ کے کارزار کے متعلق یوں لکھا ہے فشدّ علیہ رجالۃ ممن عن یمینہ وشمالہ فحمل علی من عن یمینہ حتی ابذعرّوا وعلی من عن شمالہ حتی ابذعرّوا وعلیہ قمیص لہ من خزّ وھو معتمّ قال فواللہ ما رأیت مکسوراً قط قد قتل ولدہ واھلبیتہ واصحابہ اربط جاشاً ولا امضی جناناً منہ ولا اجرأ مقدماً واللہ ما رأیت قبلہ ولا بعدہ مثلہ ان کانت الرجالۃ لتنکشف من عن یمینہ وشمالہ انکشاف المعزی اذا شدّ فیھا الذئب..... وھو یقاتل علی رجلیہ قتال الفارس الشجاع یتقی الرمیۃ ویفترص العورۃ ویشد علی الخیل۔

فوجوں نے راست و چپ سے جناب امام حسین علیہ السلام پر ایکبارگی حملہ کیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے پہلے ان صفوں کو پراگندہ کیا۔ جو داہنی طرف سے حملہ آور ہوئی تھیں۔ پھر ان پلٹنوں کو درہم و برہم کیا جنہوں نے بائیں طرف سے یورش کی تھی۔ اس وقت حضرتؑ خز کا کرتہ پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ راوی جو اس معرکہ جنگ کے حاضرین میں سے تھا کہتا ہے کہ میں نے کسی ایسے مجروح دل شکستہ و تنہا شخص کو جس کے بیٹے اور عزیز اور اصحاب سب قتل ہو چکے ہوں حسینؑ سے پہلے یا حسین علیہ السلام کے بعد مثل حسینؑ کے دل کو سنبھالنے والا بے دھڑک شجاعانہ پیش قدمی کرنے والا نہیں دیکھا پیادوں کی صفیں جب ان پر ٹوٹ پڑتی تھیں تو حسین علیہ السلام ان سے اس انداز سے لڑتے تھے کہ وہ دائیں طرف حملہ کرتے یا بائیں طرف صفیں اس طرح چھٹ جاتی تھیں جس طرح بھیڑ بکریوں کا ریوڑ بھیڑیے کے آنے سے چھٹ جاتا ہے اور پیدل لڑنے کی حالت میں بھی یہ معلوم ہوتا تھا گویا آپ سوار ہیں اور بڑے بہادر سوار ہیں کہ تیروں کی زد سے اپنے کو بچا جاتے تھے۔ جہاں سواروں کے پردں میں ذرا بھی گنجائش پاتے تھے فوراً ادھر حملہ کر دیتے تھے (دیکھو تاریخ طبری) صاحب صلاح الفشاتین اپنی کتاب میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرتؑ اس حملہ کے وقت یہ بھی فرماتے تھے کہ آیا تم میرے قتل پر مجتمع ہوئے ہو؟ خدا کی قسم مجھے قتل کر دگے اور تم لوگ بندگان خدا میں کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو گے کہ اس کی یاداش میں میرے قتل سے زیادہ مستوجب عذاب ہو میں خدا سے امیدوار ہوں کہ وہ تمہیں خوار کر کے میرے اکرام کو ظاہر فرمائیگا اور اسطرح تم سے میرا انتقام لیگا کہ تم ہکا بکا ہو کر رہ جاؤ گے اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا تمہاری قوتوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا کر دیگا۔ تم میں سخت خونریزیاں ہونگی اور اس تعزیر کے سوا خدا سبحانہ و تعالیٰ تمہیں عذاب دردناک میں مبتلا کرے گا۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی جناب امام حسینؑ کے اظہار شجاعت میں بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے اس قوم پر حملہ کیا اصحاب کے

قلب میں پہنچکر صدا دی اور نعرہ لگایا اور گھوڑے کو کاوہ دیا۔ اور حضرت اپنی تلوار سے اُن کے بدن کو اس طرح کاٹتے تھے جس طرح گھاس کاٹتے ہیں۔ حضرتؑ ہر طرف جاتے تھے تلواریں لگاتے تھے کبھی چپ کبھی راست کبھی طولاً کبھی عرضاً اور گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے دشمنوں کے جسم پسے جاتے تھے۔ اور خون کی ندیاں جاری تھیں پس جناب امام حسین علیہ السلام اپنے خیمۂ مطہر میں واپس آئے اور حضرتؑ کے زخموں سے خون جاری تھا۔ لشکر یزید نے اپنے مقتولین کا حساب کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے ایک ہزار پانچ سو بیس سواروں کو قتل کیا۔ اور اُن کے دلمیں رعب خوف سما گیا۔

علامہ ابن شہر آشوب اور محمد ابن ابیطالب نے فوج شام کے مقتولین کی تعداد ایکہزار نوسو اکیاون لکھی ہے۔ بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام کی شجاعت ایسی اظہر من الشمس ہے جسکے لئے نہ کسی تشریح کی احتیاج ہے نہ کسی تصریح کی ضرورت۔ لڑائی کا رنگ بیرنگ دیکھکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ جناب امام حسین علیہ السلام ان مقابلوں سے کبھی زیر ہونے والے نہیں ہیں۔ تاوقتیکہ کسی خاص حیلہ سے کام نہ لیا جائے امام عالیمقام علیہ السلام اسوقت قابو میں آئیں گے جب چاروں طرف سے اُن پر حملہ کرکے وہ پورے محاصرہ میں لے لئے جائیں گے۔ اسلئے شمر ذی الجوشن نے چار ہزار تیر اندازوں کو جمع کرکے جناب امام حسین علیہ السلام کے اور خیمۂ مطہر کے درمیان حائل کردیا اور باقی ماندہ فوجیں تین طرف سے سیاہ بادل کی طرح ہجوم بہجوم کر جناب امام حسین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑیں جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی موجودہ حالت سے قطع نظر کرکے اپنے ناموس کی محصوری ایک منٹ کے لئے بھی گوارا نہ فرمائی۔ اور فوراً اُن بے دینوں کو مخاطب کرکے کہنے لگے یاشیعۃ آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین ولا تخافون المعاد فکونوا احرارا فی دنیاکم وارجعوا الی احسابکم اذ کنتم اعرابا۔ اے دوستداران آل ابوسفیان اگر تم اپنے دین و ملت کو کھو بیٹھے ہو اور خدا اور روز جزا سے کچھ خوف نہیں کرتے تو تم لوگ اپنی دنیا میں تو آدمی بنے رہو اور اگر تم اپنے تئیں اہل عرب کی نسل میں شمار کرتے ہو تو کچھ تو شرافت کا لحاظ و پاس کرو۔ ان کا یہ کلام سنکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ آپ کا مطلب کیا ہے جناب امام حسینؑ نے فرمایا اقول انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی والنساء لیس علیہن جناح فامنعوا عتاتکم عن التعرض لحرمی ما دمت حیا میں تمہارے ساتھ لڑتا ہوں اور تم میرے ساتھ لڑتے ہو اس میں عورتوں کا کیا قصور ہے کہ تم نے انسے متعرض ہونیکا قصد کیا ہے تاوقتیکہ میں زندہ ہوں اُدھر سے اپنی باگ روکو۔ جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام سنکر شمر کے جیسے بے حیا کو بھی حیا آگئی۔ اُس نے تمامی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا۔

اکثر تاریخیں یہ بتلاتی ہیں کہ یہ ترکیب ابن سعد کی تجویز تھی۔ اور شمر نے اُسے شرم دلاکر باز رکھا۔ طبری اور روضۃ الصفا کا یہی بیان ہے اور بعض اس کے خلاف بتلاتے ہیں۔

بہرحال وہ بیدین پردگیان عصمت سرا کی مزاحمت اور ایذا رسانی سے باز رہے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام بھی فی الجملہ مطمئن ہوکر پھر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور فرمانے لگے علی م تقاتلونی فی علی حق ترکتہ ام علی سنۃ غیرتہا ام علی شریعۃ بدلتہا افسوس ہے تم لوگوں پر کس بنا پر تم لوگ میرے ساتھ لڑائی کرتے ہو۔ آیا میں نے تمہارا کوئی حق مار لیا ہے یا میں نے کسی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کردیا ہے یا کسی امر شریعت کو متغیر کردیا ہے۔ اُن تمام بے دینوں نے یکزبان ہوکر کہا بل نقاتلک بغضا منا لابیک وما فعل باشیاخنا یوم بدر وحنین۔ آپکے پدر عالیقدار علیہ السلام نے بدر و حنین کی لڑائی کے دن ہمارے بزرگوں اور سرداران قبائل کو جو قتل کیا ہے۔ آج ہم اسی کی خصومت اور عداوت میں آپکو قتل کرتے ہیں۔ اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام نے بنگاہ حسرت چاروں طرف نگراں ہوکر اپنی تنہائی اور بیکسی کا خیال کرکے فرمایا یا مسلم ابن عقیل یا ہانی ابن عروہؓ و حبیب ابن مظاہرؓ و زہیر ابن القینؓ و بریر ابن مظاہرؓ و یحیی ابن کثیرؓ و ہلال ابن نافعؓ و ابراہیم ابن الحصینؓ و عمیر ابن المطاعؓ و اسد الکلبیؓ یا عبداللہ ابن عقیلؓ و مسلم ابن عوسجہ یا داؤد ابن طرماحؓ یا حر ریاحیؓ یا علی ابن الحسینؑ و یا ابطال الصفا و یا فرسان الہیجاء مالی اناد یکم فلا تجیبونی وادعوکم فلا تسمعونی انتم نیام ارجو کم تنتبہون ام حالت مودتکم عن امامکم فلا تنصرونہ فہذہ نساء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفقدکم قد علاہن النحول فقوموا من نومتکم ایہا الکرام وادفعوا عن حرام الرسول الطغاۃ اللئام ولکن صرعکم واللہ ریب المنون وغدر بکم الدہر الخئون والا لما کنتم عن دعوتی تقصرون ولا عن نصرتی تحتجبون فہا نحن علیکم مفتجعون وبکم لاحقون فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے مسلم ابن عقیل! (علیہ السلام) اے ہانی ابن عروہ۔ اے حبیب ابن مظاہر! اے زہیر ابن القین! اے بریر ابن مظاہر! اے یحیی ابن

کثیر! اے ہلالؑ ابن نافع! اے ابراہیمؑ بن الحصین! اے عمیر اے اسد الکلبی! اے عبداللہ ابن عقیلؑ! اے مسلم ابن عوسجہ! اے داؤدؑ ابن طرماح! اے حرؑ الریاحی! اے علیؑ ابن الحسینؑ! (علیہما السلام) اے میرے دلاور شجاعو! اے میرے تیز رفتار سوارو! کیا ہو گیا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں اور تم مجھے جواب تک نہیں دیتے۔ میں تم سے استدعا کرتا ہوں اور تم منظور نہیں کرتے۔ تم سوتے ہو تو اب امید ہے کہ تم میرا جواب دینے کے لئے اٹھو گے۔ کیا اپنے امام سے تمہاری مودت و محبت بدل گئی کہ اب تم اس کی مدد سے ہاتھ اٹھاتے ہو۔ دیکھو یہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس ہیں جو تمہاری نصرت و اعانت نہ ہونے کی وجہ سے پیٹ رہے ہیں۔ اے شریف خیال بزرگو! اب تم اپنی نیند سے اٹھ بیٹھو اور ان کمینے سرکش بے دینوں کو اپنے رسول کے حرم پاک سے دور کر دو۔ افسوس تم لوگوں کو موت آ گئی اور خائن زمانہ نے تمہارے ساتھ بیوفائی کی اسی سبب سے تم میں سے ہر شخص مجبور ہو گیا ورنہ تم لوگ میری استدعا کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے اور ہماری نصرت و اعانت سے ہاتھ نہ اٹھاتے میں خود تمہارے فراق میں آزردہ دل ہوں اور میں بھی تمہارے پیچھے آنے والا ہوں ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم سب کی بازگشت اسی کی حضور میں ہو گی پھر یہ اشعار پڑھے ؎

قوم اذا نودوا الدفع ملمۃ	والقوم بین مدعّس و مکردس
لبسوا القلوب علی الدروع واقبلوا	یتہافتون علی ذہاب الانفس
نصروا الحسینؑ فیالہا من فتیۃ	عافوا الحیاۃ و البسوا من سندس

ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

یا رب لا تترکنی وحیدا	فقد تری الکفار و الجحود
قد صیّروا بیننا عبیدا	یرضون فی فعالہم یزیدا
اما اخی فقد مضیٰ شہیدا	معفّر بدمہ وحیدا
فی وسط قاع مُقفر و بعیدا	وانت بالمرصاد لن تحیدا

خداوندا تو مجھ کو ان لوگوں میں تنہا نہ چھوڑیو۔ تو دیکھتا ہے کہ ان لوگوں نے دیدہ و دانستہ میرا انکار کیا ہے۔ انہوں نے ہم کو ہر طرف سے محصور کر کے قید کر لیا ہے اور اپنے ہر کام میں یزید کو خوشنود کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی شہید ہو گیا۔ اور وہ اپنے خون میں آغشتہ پڑا ہوا ہے۔ وہ اکیلا تنہا۔ پیاسا تھا نہیں۔ مگر تو انکی گھات میں ہے۔ تیری زد سے نکلکر کہاں جائیں گے؟ جناب امام حسینؑ علیہ السلام یہ اشعار پڑھتے تھے کہ عمر سعد کی فوج نے چاروں طرف سے آپ پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور اس یکہ و تنہا فرزند رسولؐ اور جگر بند بتول علیہما السلام پر تیروں کی بوچھاڑ نیزوں کی اور تلواروں کی بھرمار ہونے لگی۔ جب یہ زخم تلے پر تھے۔ اور ان کو وار کرنے کا موقعہ نہ ملتا تھا۔ انہوں نے اپنے سردار کی رضامندی یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی کے لئے پتھر بھی پھینکنے شروع کر دئے مگر اس مجبوری اور محصوری کی حالت میں بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے استقلال میں سر مو فرق نہ آیا۔ آپ نے ان کے اس ہجوم اور چاروں طرف کی یورش پر ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے دریا کی راہ لی۔ اس وقت دریا کی متعینہ فوجیں بھی ان فوجوں کے ساتھ اکٹھا ہو گئی تھیں۔ اس لئے دریا کی راہ کسی قدر کشادہ ہو گئی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو دریا کی طرف جاتا ہوا دیکھکر اعور اسلمی اور عمرو ابن حجاج نے اپنے چار ہزار کمانداروں کو جو دریا کی طرف نگہبانی کے لئے مقرر تھے آواز دی کہ حسینؑ کو دریا کی طرف نہ جانے دینا۔ حکم پاتے ہی ان لوگوں نے بیچ میں حائل ہو جانے کی بہت کوشش کی مگر امام عالی مقام علیہ السلام نے ان کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور دریا کے قریب پہنچکر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال ہی دیا۔

اب اس مقام پر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے متعلق ایک نہایت موثر اور معتبر واقعہ درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپ انسانوں کے علاوہ حیوانوں کے ساتھ بھی لطف و مدارا و ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ تمام تاریخوں کا اتفاق ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے گھوڑے کو دریا میں ڈال کر اپنے وفادار رہوار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ انت عطشان وانا عطشان واللہ لا ذقت الماء حتیٰ تشرب تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں قسم خدا کی جب تک تو پانی نہ پی لے گا میں کبھی پانی نہ پیوں گا۔ اس وفادار نے فوراً اپنا منھ پانی سے اٹھا لیا جناب امام حسین علیہ السلام اس کے وفادارانہ انکار کو سمجھ گئے جھکے اور چلو میں پانی لیکر ارشاد فرمایا کہ میں بھی پانی پیتا ہوں اب تو بھی پانی پی لے۔ یہ دیکھکر حصین ابن نمیر نے ایک تیر مارا جو آ کر ٹھیک آپ کے ہونٹوں پر بیٹھا اور وہ چلو پانی کا گر گیا۔ اتنے میں ایک بے دین نے زور سے چلا کر کہا کہ دیکھو حسینؑ تم تو اس طرف مصروف ہو اور اس طرف سپاہ شام تمہارے ناموس کی غارت میں مشغول ہے۔ یہ سنتے ہی آپ خیمہ کی طرف مڑے تو دیکھا کہ یہ صرف اس کا حیلہ تھا۔

اور کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ابومخنف لکھتے ہیں واقبل الی الخیمۃ فوجدھا سالمۃ فعلم انھا مکیدۃ من القوم۔ آپ نے مڑکر خیمۂ اقدس کی طرف دیکھا کہ سب صحیح وسالم ہیں۔ سمجھ گئے کہ یہ ان لوگوں کی صرف حیلہ سازی ہے۔ آپ خیمۂ اقدس پر ٹھہر گئے اور پردگیانِ عصمت سرا کو پھر آخری بار وداع فرمانے لگے۔ تمام اہلبیت علیہم السّلام نے روتے پیٹتے حضرت کو چاروں طرف سے آگھیرا۔ کس کے قلم میں اتنی قدرت اور کس کی زبان میں اتنی طاقت ہے جو ان گرفتارانِ مصیبت کی بیقراری اور آہ وزاری کی کیفیت کچھ بھی لکھ سکے۔ بہرحال آپ نے پردگیانِ عصمت کو شدائد وبلا پر صبر وضبط اختیار کرنے کی وصیّت فرمائی۔ اورارشاد فرمایا کہ استعدوا للبلاء واعلموا ان اللہ حافظکم وحامیکم وسینجیکم من شر الاعداء ویجعل عاقبۃ امرکم الی خیر ویعذب اعادیکم بانواع البلاء ویعوضکم اللہ عن ھذہ البلیۃ بانواع النعم والکرامۃ فلا تشکوا ولا تقولوا بالسنتکم ماینقص قدرکم

نزولِ بلا کے واسطے مستعد ہو۔ خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیگا اور وہی ہر حال میں تمہارا معین ومددگار ہوگا اور تم کو دشمنوں کے آزار سے بچائے گا اور عاقبت تمہاری بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو تمہاری اس مصیبت کے عوض انواع واقسام کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور تم کو اپنی ہر قسم کی نعمتوں سے محفوظ فرمائیگا پس تم لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی زبان شکایت میں نہ کھولو۔ اور ایسا نہ کرو کہ تمہاری قدر ومنزلت میں کوئی فرق آئے۔ یہ فرماکر آپ خیمۂ مطہرہ سے باہر نکل آئے۔ اہلِ بیتِ کرام میں ایک کہرام مچ گیا۔ اُن مصیبت زدگان کی انتہا درجہ کی مجبوری۔ بچوں کی بیقراری وآہ وزاری ایک ایک کی مایوسی اور حسرت قیامت کا ایک عالم تھا اور محشر کا ایک ہنگامہ۔ اہلِ حرم انتہا درجہ کی مایوسی میں آپ کے دامانِ مبارک سے لپٹے ہوئے تھے۔ خوش عقیدہ بیبیاں آپ کے پائے مبارک پر ایک کے بعد دوسری سر دے دے پٹکتی تھیں۔ غریب بچے اپنی بھوک اور پیاس کو بالکل بھولے ہوئے عجیب اضطراب کے عالم میں کونہ نگاہ سے امامِ عالی مقام کو کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام مشکل سے اپنے غمزدہ اور آفت رسیدہ اہل وعیال سے دامن چھڑا کر ایسے قیامت خیز عالم میں باہر نکلے جس کی سچی تصویر میرانیس صاحب مرحوم نے اس شعر میں کھینچی ہے ؎

شبّیر برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے	جس طرح نکلتا ہے جنازہ بھرے گھر سے

جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا باہر آنا تھا کہ فوجِ شام کا پھر وہی ہجوم ہونے لگا اور چاروں طرف سے آپ کے جسمِ ناتواں پر ہتھیار پڑنے لگے۔ آپ نے باآوازِ بلند فرمایا۔

یاامۃ السوء بئس ماخلفتم محمداً صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما انکم لن تقتلوا بعدی عبداً من عباداللہ فتھابوا من قتلہ بل یھون علیکم عند قتلکم ایای وایم اللہ انی لارجوان یکرمنی ربی بھوانکم ثم ینتقم لی منکم من حیث لا تشعرون اے قومِ بدکار! تم نے جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کی حرمت کے بارے میں آن کی وصیّت کو کیسا ضائع کیا ہے بس مجھے قتل کرنے اور میرا خون گرانے کے بعد بندگانِ خدا کا قتل تمہارے نزدیک آسان ہوجائیگا۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ حضرت رب العزت ان مصائب کے عوض اور اس ذلت کے بدلے میں جو تم مجھے پہنچا رہے ہو کرامت عطا فرمائیگا پھر تم لوگوں سے میرے قتل اور میری ذات کی پاداش میں ایسا انتقام لیگا جسکی طرف کبھی تمہارا خیال بھی نہ گیا ہوگا۔

یہ فرماکر آپ اُن کی مدافعت میں پھر مصروف ہوگئے اور حتی الامکان اُن خونخواروں کو اپنے پاس سے ہٹاتے رہے مگر وہاں تو اُن بے رحموں کی وہ کثرت تھی کہ ایک ہٹتا تھا تو اُس کی جگہ پر دس آپڑتے تھے اور دو الگ ہٹتے تھے تو بیس ٹوٹ پڑتے تھے۔ اسی کشمکش میں جنابِ امام حسین علیہ السّلام بکثرت زخمی ہوگئے۔ تیروں کی بوچھاڑ سے تمام سینۂ مطہر مشبک ہوگیا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تیر کے زخم میں متعدد تیروں کی نوکیں چھپی ہوئی پائی جاتی تھیں۔ مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ کے مطابق جسمِ اقدس پر صرف تلواروں کے ستر گہرے زخم لگے تھے۔ اب جو اوچھے تھے اُن کا شمار نہیں ہے۔ ابومخنف اپنے مقتل میں نیزوں کے زخم تینتیس ۳۳ اور تلواروں کے چونتیس بتلاتے ہیں جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام جو اپنے جدِ بزرگوار علیہ السّلام کے ساتھ واقعاتِ کربلا میں شریک تھے بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے جسمِ مبارک پر کل ۳۲۰ گہرے زخم لگے تھے اور ایک دوسری روایت کے بموجب تین سو ساٹھ زخم لگے تھے۔ تیسری روایت سے ۱۹۰۰ سب چھوٹے اور بڑے زخم لگے تھے بعض روایتوں میں ان سے بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مشہور تیسری روایت ہے۔ بہرحال جنابِ امام حسین علیہ السّلام زخموں سے چور ہوکر ابھی تک پشتِ رہوار سے جدا

نہ ہوئے تھے کہ یکایک ابوالحتوف جعفی نے آڑا پکڑ کر آپ کی پیشانی مبارک پر ایسا تیر لگایا کہ آپ کا روئے مبارک سب کا سب خون سے رنگین ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے خون بھرے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے ارشاد فرمایا اللھم انک تری ما انا فیہ من عبادک ھؤلاء العصاۃ۔ پروردگار! تو دیکھتا ہے۔ جو اس قوم گناہگار کے ہاتھوں مجھ پر گذر رہی ہے۔ یہ دعا فرما کر امام عالی مقام نے دامن زرہ اٹھا کر اپنے روئے مبارک سے خون پونچھا۔ ابھی روئے مبارک صاف نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک تازہ تیر سہ پہلو سینۂ اطہر کے عین وسط میں آکر پیوست ہوا۔ بعض مورخین نے اس تیر کے مارنے والے کا نام حملہ الاصبحی اور بعضوں نے ابو قدامہ العامری لکھا ہے۔ اس تیر جفا کے لگتے ہی امام عالیمقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پشت توسن پر زیادہ بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ تیر کھاتے ہی آپنے فرمایا بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہکر آپنے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰھی انت تعلم انھم یقتلون رجلا لیس علی وجہ الارض ابن بنی غیرہ پروردگا۔ تو گواہ رہیو یہ لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں۔ کہ جو زمین پر میرے سوا کوئی دوسرا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند نہیں ہے۔ یہ فرما کر آپنے اس تیر کو سینۂ اقدس سے کھینچا تو خون کا پرنالا چھاتی سے بہ گیا۔ آپ نے اپنا وہ خون چلو میں لے کر اپنے روئے انور پر مل لیا۔ اور فرمایا ھکذا اکون حتّٰی القی جدّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا مخضوب بدمی واقول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتلنی فلان وفلان۔ میں اپنے چہرہ پر خون اس وجہ سے ملتا ہوں۔ کہ اسی صورت سے اپنے جد بزرگوار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا۔ اور عرض کرونگا کہ نانا جان! مجھکو آپ کی امت میں سے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام میں اب کوئی حالت باقی نہ رہی تھی سے

نہ دوالجناح دگر تاب استقامت داشت	نہ خود حسین علیہ السلام طاقت داشت

ضعف کی شدت سے آپ بیہوش ہو گئے تھے کہ صالح ابن وہب مری نے جو تاک میں لگا ہوا تھا آپ کے قریب آکر پہلوئے مبارک پر اس زور سے تلوار لگائی کہ وہ رسول اللہ کے کاندھے کا سوار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی آغوش کا پالا فاش زمین سے فرش زمین پر آرہا سے

بلند رتبہ شاہے ز صدر زین افتاد	اگر غلط نہ کنم عرش بر زمین افتاد

ہندوستان کے فردوسی امیر انیس صاحب مرحوم نے اس مضمون کو اپنے شعر میں ادا دیکھا کر دکھایا ہے وہ فرماتے ہیں سے

قرآن رحل زین سے سوئے فرش گر پڑا	دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

حضرت زینب علیہا السلام جو بحال پریشانی اپنے برادر عالی مقدار کی اخیر حالت کو در خیمہ سے بہزار حسرت دیکھ رہی تھیں اس خونین منظر کو دیکھ کر صحن خیمہ کی طرف یہ کہہ کر روتی ہوئی دوڑیں وا اخاہ واسیداہ وا اھل بیتاہ لیت السماء طبقت علی الارض ولیت الجبال تدکدکت علی السھل۔ ہائے بھائی! ہائے سید! ہائے اہلبیت! اب آسمان زمین پر کیوں نہیں گرتا اور پہاڑ ٹکڑے کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔ یہ فرما کر اس معصومہ نے ابن سعد کو مخاطب کر کے عجب مایوسانہ لہجہ میں فرمایا ای عمر بن سعد یقتل ابو عبداللہ وانت تنظر الیہ اے عمر ابن سعد! ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام قتل ہو رہے ہیں اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ کلام کچھ ایسا حسرت بھرا تھا کہ اسے سنکر عمر سعد جیسا سنگدل بھی آخر کار رو دیا۔

حضرت عبداللہ ابن حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت عبداللہ ابن جناب امام حسن علیہ السلام جو اس وقت تک سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ در خیمہ پر مضطرب سراسیمہ کھڑے تھے کہ یکایک وہ اپنے عم بزرگوار کو ایسے قیامت کے عالم میں دیکھکر برداشت نہ کر سکے۔ اور خیمۂ مقدس سے فوراً نکل کر دوڑے۔ حضرت زینب علیہا السلام نے پردہ در سے ہاتھ نکال کر پکڑ لیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی اس کیفیت کو ملاحظ فرمایا تو اپنی مصیبت زدہ بہن کو آواز دی اور فرمایا یا اختاہ احبسہ اے بہن اس کو پکڑ لو اور میدان بلا میں نہ آنے دینا۔ حضرت زینبؑ نے اس کے روکنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر وہ صاحبزادہ یہ کہتا ہوا قتل گاہ کی طرف دوڑ گیا کہ لا واللہ لا افارق عمی۔ نہیں۔ نہیں خدا کی قسم میں اپنے عم نامدار سے ایسی حالت میں کبھی الگ نہ ہوں گا۔ وہ صاحبزادہ قتلگاہ کے میدان میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ ابجر ابن کعب اپنی تلوار کا وار آپ کے فرق مبارک پر لگایا ہی چاہتا ہے۔ یہ دیکھکر حضرت عبداللہ ابن الحسن نے کہا ویلک یا ابن

الخبیثة تقتل عمی۔ اے پسر زانیہ و اسے ہو تجھ پر کیا تو میرے چچا کو مار ہی ڈالے گا۔ یہ کہکر اُس معصوم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُس کی تلوار کا وار اپنے ہاتھ پر روک لیا۔ ابجر نے تلوار کا وار اس زور سے لگایا تھا کہ اُس معصوم کا داہنا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے اُس بچے کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا۔ یا ابن اخی اصبر ما نزل بک و احتسب فی ذٰلک الخیر فان اللہ تعالیٰ یلحقک بآبائک الصّٰلحین۔ بھتیجے! جو کچھ تجھ پر گذری صبر سے برداشت کر اور اس مصیبت کو اپنے لئے خیر و برکت کا باعث سمجھ۔ اب خدائے سبحانہ و تعالیٰ بہت جلد تجھ کو تیرے آبائے صالحین سے ملائے دیتا ہے۔ امام علیہ السلام کے یہ کلام ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہ حرملۃ ابن کاہل الاسدی نے ایک تیر مار کر جناب امام حسین علیہ السّلام کی گود میں اُس معصوم کو شہید کر ڈالا۔

جناب امام حسین علیہ السلام یہ قیامت دیکھکر بیہوش ہو گئے۔ عمر ابن سعد نے امامؑ عالی مقام کو زمین پر بیہوش پاکر حکم دیا کہ شمع امامت فوراً گل کر دی جائے اور معاذ اللہ جو اس خونِ ناحق کا مرتکب ہوگا وہ بہت بڑے انعام کا مستحق سمجھا جائے گا یہ سنتے ہی فوجوں کی فوجیں اور رسالوں کے رسالے اُس بے کس و تنہا پر ٹوٹ پڑے جو کمال ناطاقتی سے نیم دم ہو کے نمازِ عصر کو ختم کر کے سجدۂ شکر کے تہیّہ میں خم ہو چکا تھا۔

جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت

باوجود اس حالت کے اتنی کثیر فوج میں سے کسی کو بھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے قریب جاکر عمر سعد کے حکم کی تعمیل کرے۔ مگر ان میں سب سے پہلے مالک ابن بشیر الکندی آپ کے قریب آیا اور معاذ اللہ کلمات ناستودہ آپ کی شان میں کہے اور اپنی شمشیر سے ایک تازہ زخم لگایا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے آنکھیں کھول کر اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ لا اکلت بیمینک ولا شربت بہا وحشرک اللہ مع القوم الظّٰلمین تجھے تیرے داہنے ہاتھ سے کھانا پینا کبھی نصیب نہ ہو اور خداوند عالم تجھ کو ظالموں کے گروہ میں محشور فرمائے (اس بد دعا کے اثر سے مالک ابن بشیر الکندی کی جو حالت ہوئی وہ اس سلسلہ کے چوتھے نمبر میں ملے گی۔)

اُس وقت شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب ایسے مجبور شخص کے قتل میں کیا دیر ہے یہ سن کر زرعہ ابن شریک سب سے پہلے آگے بڑھا اور جناب امام حسین علیہ السّلام پر اپنی تلوار کا وار کیا۔ امام عالی مقام نے بایں حالت اُس پر اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگایا اور اُس کو مار گرایا۔ پھر اپنے دستِ مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر ارشاد فرمایا صبراً علٰی قضائک یا ربّ لا الٰہ سواک۔ پروردگار! تیرے فرمان پر صبر۔ سوا تیرے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔

زرعہ ابن شریک کے مارے جانے سے۔ ظالموں کا وہ قریب آنے والا گروہ بہت کچھ خوف زدہ ہو کر جدا ہو گیا۔ شمر ذی الجوشن نے یہ حال دیکھکر اپنے ایک دوسرے حیلہ سے کام لیا۔ اُس نے جناب امام حسین علیہ السّلام کو سُنا کر اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اس سراپا مجروح شخص سے ہو کیا سکتا ہے۔ تھوڑی سی آگ لے کر چلو اور اس کے تمام خیموں کو مع اہل بیت کے جلا کر خاک سیاہ کر ڈالو۔ یہ سُن کر جناب امام حسین علیہ السّلام نے شمر کو جواب دیا یا ابن ذی الجوشن انت الداعی بالنار لتحرق علٰی اھلی احرقک اللہ بالنّار۔ اے ذی الجوشن کے بیٹے تو اہلِ بیتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلانے کے لئے آگ منگاتا ہے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ تجھکو جلد آتشِ دوزخ سے جلائے

اُس وقت شمر کی ترغیب سے چالیس سواروں نے آکر امام عالی مقام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور آپ کے اوپر یکے بعد دیگرے حملے کرنے لگے۔ سب سے پہلے حصین ابن نمیر نے آپ کے دہانِ مبارک پر ایک تیر لگایا۔ پھر ابو ایوب غنوی نے دوسرے تیر سے آپ کے حلقوم کو مجروح کیا۔ پھر نصر ابن خرشہ نے تلوار لگائی اور عمر ابن الخلیفہ الجعفی نے شانے پر دوسری تلوار لگائی۔ صالح ابن وہب مزنی نے نیزہ سے زخم لگایا۔ سنان ابن انس نے نیزہ کا دوسرا زخم لگایا اور نیزہ کے بعد اُس شقی ترین ازلی نے آپ کے حلقومِ مبارک پر اپنے تیر بیداد کا ایک ایسا گھاؤ لگایا کہ پھر آپ کو بیٹھنے کی بھی تاب نہ رہی۔

یہ کیفیت دیکھ کر عمر ابن سعد نے تمام فوج کو حکم دیا کہ بہت جلد امام علیہ السلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے متعلق ابو مخنف اپنے مقتل میں ذیل کی عبارت لکھتے ہیں۔

فدنی منہ شبث ابن ربعی فرمق الحسین علیہ السلام بعینہ فرمی السیف من یدہ وولی هاربا ویقول معاذ اللہ ان القی اللہ بدمک یا حسینؑ فاقبل الی شبث سنان ابن انس النخعی وکان کوسج اللحیۃ قصیرا ابرص شبہ الخلق بالشمر اللعین فقال لہ ما قتلتہ ثکلتک امک قال شبث یا سنان انہ قد فتح عینیہ فی وجہی فشبہتہا بعینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم دنی منہ سنان ففتح عینیہ فی وجہہ فارتعدت یدہ وسقط السیف منہا وولی هاربا فاقبل الی سنان الشمر اللعین وقال ثکلتک امک مالک رجعت عن قتلہ فقال یا شمر انہ فتح عینہ فی وجہی فذکرت هیبۃ ابیہ علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام ففزعت فلم اقدر علی قتلہ فقال لہ الشمر الملعون انک جبان فی الحرب واللہ ما کان احد غیری احق منی بقتل الحسین علیہ السلام ثم انہ رکب علی صدرہ الشریف ووضع السیف فی نحرہ وہم ان یذبحہ ففتح عینیہ فی وجہہ وقال لہ الحسینؑ یا ویلک من انت فقد ارتقیت مرتقا عظیما فقال لہ الشمر الذی رکبک هو الشمر ابن ذی الجوشن الضبابی فقال لہ الحسینؑ اتعرفنی یا شمر قال نعم انت الحسین ابن علی علیہما السلام وجدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامک فاطمۃ الزہراؑ واخوک الحسن علیہ السلام فقال ویلک فاذا علمت ذلک فلم تقتلنی قال ارید بذلک الجائزۃ من یزید فقال لہ یا ویلک انما احب الیک الجائزۃ من یزید ام شفاعۃ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ الشمر الملعون دانق من جائزۃ یزید احب الی من شفاعۃ جدک فقال لہ الحسین صلوات اللہ علیہ وبلغہ اللہ الی غایۃ برکاتہ ومنتہی رضوانہ سئلتک باللہ ان تکشف لی بطنک فکشف بطنہ فاذا بطنہ ابرص کبطن الکلاب وشعرہ کشعر الخنازیر فقال الحسینؑ اللہ اکبر لقد صدق جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہ لابی یا علیؑ ان ولدک الحسین یقتل بارض یقال لہا کربلا یقتلہ رجل ابرص اشبہ بالکلاب الخنازیر فقال لہ الشمر اللعین تشبہنی بالکلاب الخنازیر فواللہ لاذبحنک من القفاء ثم ان الملعون قطع راسہ الشریف المبارک وکلما قطع منہ عضوا یقول یا جداہ یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابا القاسماہ ویا ابتاہ ویا علیاہ ویا اماہ ویا فاطماہ اقتل مظلوما واذبح عطشانا واموت غریبا فلما جزہ وعلاہ علی القناۃ کبر وکبر العسکر ثلاث تکبیرات وتزلزلت الارض واظلمت الدنیا وامطرت السماء دما عبیطا ونادی فی السماء قتل واللہ الحسین بن علی ابن ابیطالب علیہما السلام قتل واللہ الامام ابن الامام قتل الاسد الباسل وکہف الارامل وکان یوم قتلہ یوم الجمعۃ عاشور المحرم الحرام سنۃ احدی وستین۔

ان لوگوں میں سب سے پہلے شبث ابن ربعی جناب امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا اور آپکی نظر اسکی نظر سے ملی تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور کہنے لگا معاذ اللہ خدا حسین علیہ السلام کے خون سے بچائے۔ اتنے میں سنان ابن انس نخعی شبث کی طرف بڑھا اس شخص کی ڈاڑھی چھوٹی تھی اور اسکے بدن پر سفید داغ بھی تھے۔ اور یہ شخص شمر سے بہت مشابہ تھا۔ سنان نے کہا کہ اے شبث تیری ماں تیرے سوگ میں روئے تو نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کیا شبث نے کہا کہ اے سنان جونہی میں نے حضرتؑ کی طرف دیکھا تو میں نے آنکی آنکھوں کو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے بالکل مشابہ پایا۔ یہ سنکر سنان امام عالی مقام کی طرف بڑھا تو حضرتؑ نے اس کی طرف بھی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سنان کا ہاتھ کانپنے لگا اور اسکے ہاتھ سے بھی تلوار چھوٹ پڑی اور وہ بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہ حال دیکھکر شمر سنان کی طرف بڑھا اور پوچھنے لگا کہ تو نے ان کو قتل کیوں نہ کیا اور کیوں واپس آ گیا۔ سنان نے کہا جب میری آنکھ ان کی آنکھ سے دوچار ہوئی تو مجھکو جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کی ہیبت یاد آ گئی۔ پس میں نے چھوڑ دیا۔ اور پھر مجھکو ان کے قتل پر جرأت نہ ہو سکی۔ یہ سنکر شمر ملعون نے کہا کہ تم سب حالات جنگ میں بزدل ہو قسم خدا کی میرے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کرے۔ بہر کیف اب وہ لعین آکر آپ کے سینۂ مطہر پر چڑھ گیا اور تلوار کھینچ کر آپ کے گلوئے مبارک سے ملا دی وہ قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ امام مظلوم نے آنکھیں کھول کر اسکی طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے جو بڑے بلند مقام پر چڑھ گیا ہے اس لعین نے کہا کہ میں ہوں شمر ابن ذی الجوشن الضبابی

یہ سُنکر آپ نے پوچھا آیا تو مجکو پہچانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں؟ کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ حسین ابنِ علی علیہما السّلام ہیں۔ آپ کے جدِّ بزرگوار جناب محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور آپ کی مادرِ گرامی جناب سیّدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور آپ کے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے جب تو ان باتوں کو جانتا ہے تو پھر مجکو کیوں قتل کرتا ہے اُس نے کہا صرف اس لئے کہ یزید سے انعام ملنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجکو میرے جدِّ بزرگوار جنابِ احمد مختار صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پسند ہے یا یزید کا انعام؟ اُس نے بکمالِ بیحیائی جواب دیا کہ یزید کے انعام کی ایک کوڑی مجھے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے۔ پھر اُس سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے (اُن پر خدا تعالیٰ کا ورود ہو اور اپنی انتہا درجہ کی رضامندی اور برکات اُن پر نازل فرمائے) فرمایا تجکو قسم خدا کی ذرا اپنا سینہ تو کھولدے پس اُس نے اپنا پیٹ کھول دیا۔ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اُسکے پیٹ پر ابلق کتّے کے پیٹ کی طرح سپید داغ ہیں۔ اور اُسکے بال سوّر کے سے بال ہیں اور یہ مشاہدہ فرما کر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا۔ اللہ اکبر! میرے جدِّ بزرگوار صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ یا علیؑ! تیرا فرزند حسینؑ اُس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جسکو کربلا کہتے ہیں اسکو ایک ایسا شخص قتل کرے گا جو مثل کتّے کے مبروص ہوگا اور اُسکے بال سوّر کے سے ہونگے۔ یہ سُنکر شمرِ لعین نے کہا آپ کے جد نے مجھے کتّے اور سوّر سے تشبیہ دی ہے تو میں اُس کے عوض میں قسم بخدا آپ کو پسِ گردن سے ذبح کروں گا۔ یہ کہکر اُس ملعون نے فرقِ مُبارک کو جُدا کیا ایسی حالت میں کہ آپ کے حلقوم سے برابر یہ آواز آرہی تھی کہ اے جدِّ بزرگوار۔ محمد مصطفےٰ۔ اے ابا القاسم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے علی علیہ السّلام۔ اے مادرِ گرامی۔ اے فاطمۃ زہرا علیہا السّلام میں مظلوم قتل کیا جارہا ہوں۔ میں پیاسا ذبح کیا جا رہا ہوں اور میں تنہا و غریب مارا جاتا ہوں پس جب قتل سے اُس نے فراغت پائی تو بلند آواز سے تکبیر کہی جسکو سُنکر تمام لشکر والوں نے تین تکبیریں کہیں۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی زمین میں زلزلۂ عظیم محسوس ہوا اور تمام دنیا میں تیرگی چھا گئی آسمان سے خون برسنے لگا۔ اور آسمان سے یہ آواز آنے لگی قسم خدا کی امام ابنِ امام حسین ابنِ علی ابن ابیطالب علیہم السّلام مارے گئے۔ شبیر جوانمرد مارا گیا۔ پشت و پناہِ بیوگان قتل کیا گیا۔ آپ جمعہ کے دن دسویں محرم سنہ ۶۱ ہجری کو شہید کئے گئے۔

بقول مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم یہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی کہ اگر سچ پوچھو تو دُنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے انا للہ و انّا الیہ راجعون وسیعلم الّذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون ○

چوں خوں زحلقِ تشنۂ او بر زمیں رسید　　جوش از زمیں بذروۂ عرشِ بریں رسید
نخلِ بلند او چو خساں بر زمیں زدند　　طوفاں بر آسماں زغبارِ زمیں رسید
باد آں غبار چوں بمزارِ نبیؐ رساند　　گرد از مدینہ بر فلکِ ہفتمیں رسید
یکبار جامہ در خُمِ گردوں بہ نیل زد　　چوں ایں خبر بہ عیسیٰؑ گردوں نشیں رسید
پُر شد فلک زغلغلہ چوں نوبتِ خروش　　از انبیا بحضرتِ روح الامیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کارکاں غبار　　تا دامنِ جلالِ جہاں آفریں رسید

ہست از ملال گرچہ بری ذاتِ ذوالجلال
او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنے مقتل میں بھی بالکل یہی واقعات درج کئے ہیں جو ابھی ابھی ابو مخنف کی عبارت سے اوپر لکھے گئے۔ مگر اتنا اضافہ ضرور ہے کہ شمرِ لعین سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر میرا قتل کرنا ہی تجھ کو ضرور ہے تو مجھ کو ایک گھونٹ پانی تو پلادے۔ اُس شقی نے کہا کہ یہ بہت بعید ہے کہ آپ کو پانی پلادوں اب تو آپ چار و ناچار شربتِ مرگ پئیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خیر تو اپنے کپڑے کو تو ہٹا اور اپنا سینہ کو مجھے کھول کر دکھا دے۔ کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ مبروص ہے اور مثل کتّے کے داغدار ہے اور بال اس کے خنزیر کے سے ہیں۔ یہ دیکھکر امام عالی مقام نے فرمایا۔ اللہ اکبر! سچ ہے ہمارے جدِّ بزرگوار صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے شمر نے پوچھا کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اونہوں نے ارشاد کیا تھا۔ کہ اے حسینؑ تجھے ایک ایسا شخص قتل کرے گا۔ جس کے اوصاف کتّے اور سوّر کے سے ہونگے۔ شمر نے کہا آپ مجھے سگ و خوک سے تشبیہ دیتے ہیں قسم خدا کی اے حسینؑ! میں تمہیں اب بُری طرح قتل کرونگا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ رسُول اُس کی شفاعت بروزِ قیامت نہ کرے سوائے میرے۔ بعد اس کے اُس ملعون نے آپ کے گلوئے مُبارک پر چند بار (بنا بر بعض روایات بارہ ۱۲) ضربیں

اور بنا بر بعض (۲۰ بار) اپنی تلوار کے رکھڑے دئے مگر گلوئے مبارک نہ کٹا نہ کٹا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم خدا کی تیری تلوار اس جگہ کو قطع نہیں کر سکتی کہ جس پر تسبیح خدا کی جاری ہے۔ پس اس ملعون نے آپ کو اُلٹے دیا۔ اور جب وہ شقی حضرت کے سرِ مبارک کو جدا کرتا تھا تو یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

أقتلك اليوم ونفسی تعلم ... علماً يقيناً ما به توهّما
انّ اباك خير من تكلّما ... وهو صهر النبيّ المكرّما
أقتلك اليوم وسوف اندم ... وسوف اصلی به نار جهنّما

آج میں آپ کو قتل کرتا ہوں حالانکہ نفس میرا یقین کے ساتھ خوب آگاہ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سب انسانوں سے فضل تھے۔ اور وہ نبیِ مکرم کے داماد ہیں۔ تاہم میں آج آپ کو قتل کرتا ہوں۔ اگرچہ فوراً اُس کے بعد میں نادم ہونگا اور بیشک اسی کے سبب میں جہنّم میں جاؤں گا (مقتل ابو اسحٰق صفحہ ۱۲۷)

امام اسفرائنی آگے لکھتے ہیں کہ اُس شقی نے آپ کے فرقِ مبارک کو جدا کر کے نیزے پر چڑھا کر خولی ابنِ یزید الاصبحی کو دیا۔ اُس شقی نے اور تمام لشکرِ شام نے تین بار تکبیر کہی۔ اُس وقت زمین میں زلزلہ ہو گیا۔ اور مشرق و مغرب میں تیرگی چھا گئی اور آدمیوں کے روبرو بجلیاں کوندنے لگیں اور منادی آسمان سے ندا کرتا تھا کہ امامؑ ابنِ امامؑ اور ابوالائمہ قتل ہو گیا۔

حافظ جمال الدین محدّث روضۃ الاحباب میں یہ تمام واقعات لکھکر اپنے سلسلۂ بیان کو ذیل کے اشعار پر ختم کرتے ہیں۔

اندریں غم نے ہمیں ارض و سما گریستند ... کاہل عالم از ثریا تا ثریٰ بگریستند
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم ... در غمِ شاہِ شہیدِ کربلا بگریستند
در ہوائے آں لبِ محروم از آبِ فرات ... ماہی اندر آب و مرغ اندر ہوا بگریستند
اولیا گشتہ بہر مرتضیٰ زاری کناں ... انبیا برِ اتفاقِ مصطفیٰ بگریستند

در قصورِ جنّت الفردوس حوراں سر برہنہ
از برائے خاطرِ خیر النساء بگریستند

لاشِ مطہر کے ساتھ بے ادبی اور ظلم بالائے ظلم

امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ اِن بے غیرت ظالموں نے اِن مظالم پر بس نہیں کی۔ لاشِ مطہر کے ساتھ جو جو بے ادبیاں کی گئیں اُنکی تفصیل یہ ہے کہ جب کچھ تاریکی دفع ہوئی۔ تو اُن لوگوں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی لاش کو لوٹا۔ عمر ابنِ یزید آپ کا عمامہ لے گیا۔ یزید ابنِ سہل نے آپ کی ردا لیلی۔ سنان ابنِ انس نخعی نے آپکی انگوٹھی اور زرہ اُتار لی۔ محمد ابنِ اشعث نے جو کچھ کپڑے بچے تھے۔ وہ اُتار لئے اور جسمِ مقدّس کو یونہی چھوڑ دیا۔

صاحب ناسخ التواریخ نے اِن حریص ظالموں کے دوسرے دوسرے نام لکھے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ آپ کا عمامہ مالک ابنِ انفلس ابنِ مرثد ابنِ علقمہ نے لیلیا اور کلاہِ مبارک ابجر ابنِ کعب نے اُتار لی۔ رداۓ مطہر کو محمد ابنِ اشعث نے لے لیا اور آپ کی قمیص کو اسحٰق ابنِ حویہ الحضرمی نے لے لیا۔ پیراہن کو جعونہ ابنِ حویہ الجعفی نے لے لیا۔ اسود ابنِ خالد الازدی نے نعلینِ مبارک اُتار لیں۔ ان تمام چیزوں میں سے فقط ایک انگوٹھی باقی تھی۔ اُس کو بجدل ابنِ سلیم کلبی نے اِن بے رحمیوں سے اُتارا کہ جب وہ کسی طرح نہ اُتری تو العیاذ باللہ اُنگلی کاٹ لی۔ آپکی تلوار کو جمیع ابنِ الخلق الازدی لے گیا۔ بعض اسود ابنِ حنظلہ اور بعض فلافس نہشلی کو بتلاتے ہیں۔ محمد ابنِ زکریا کا بیان ہے کہ میں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی اُس تلوار کو حبیب ابنِ بدیل کے پاس دیکھا تھا۔ مگر یہ تلوار دوسری تھی۔ ذوالفقار نہ تھی کیونکہ ذوالفقار آثارِ مقدسہ و مخصوصہ میں داخل ہے۔

علامہ ابنِ شہر آشوب و قمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان لوگوں کے علاوہ جمیل ابنِ خشمۃ الجعفی۔ ہانی ابنِ ثبیت الحضرمی۔ جریر بن مسعود الحضرمی اور ثعلبۃ الاسود الادسی کو بھی ان ہی لوٹنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور اُن کی کتاب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام اُس دن دو زرہیں پہنے تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام بترا تھا اور وہ نہایت مستحکم اور بیش قیمت زرہ تھی۔ عمر ابنِ سعد نے اُس کو اپنے لئے پسند کیا تھا اور لے بھی لیا تھا۔ اور مختار کی لڑائی کے دن تک وہ اُسکے پاس تھی۔ جب وہ مارا گیا تو مختار نے اُس کو عمر ابنِ سعد کے قاتل ابو عمرہ کو بخشدیا تھا اور دوسری جو جنابِ امام حسین علیہ السلام کے جسمِ مبارک پر تھی اُس کو مالک ابنِ بشیر الکندی نے لے لیا تھا۔ اِن مظالم پر بھی بس نہیں کی گئی۔ اس کے بعد جنابِ امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک عمر سعد کے پاس لایا گیا۔ ہلال ابنِ نافع بیان کرتا ہے کہ میں اُس وقت عمر ابنِ سعد کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ ایک شخص پکارا۔ بشارت ہو

سجھ لو اے امیر کہ حسین علیہ السلام قتل ہو گئے۔ پس قسم خدا کی نہیں دیکھا میں نے کوئی قتیل آغشتہ بخون مثل حسین علیہ السلام کے اس صورت اور ہیئت میں کہ اُن کے چہرۂ مبارک سے ایسا نور ساطع تھا اور اُن کے جمالِ مبارک کی ہیبت ایسی طاری تھی کہ اُنکے قتل کا خیال بھی مجکو نہ رہا اور میں آپ کے رُخِ باجمال کی طرف دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر میں نے اُنکے زخموں کو شمار کیا تو ایک سو بیس زخم تھے (نور العین صفحہ ۱۳۰)

اس کے بعد عمر نے اپنے لشکر میں آوازِ بلند پکار کر کہا من ینتدب للحسین فیوطئ الخیل ظھرہٖ یعنی کون شخص ایسا ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کر ڈالے۔

تاریخ طبری فارسی میں یہ لکھا ہے:۔ دہ سوار بفرستاد وتا اسپاں را بر تن امام حسینؑ براند وتا اندامہائے او از یکدیگر جدا شد و پہلو ہاشش بر یکدیگر بشکست و مغز برعلی آمد۔ انیں دہ سوار یکے اسحٰق ابن جوبہ الحضرمی بود (تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۳۲)

طبری نے تو ایک ہی کا نام لکھا ہے مگر ناسخ التواریخ نے ایک ایک کر کے سب کا نام بتلا دیا ہے۔ اُن اشقیا کے نام یہ ہیں:۔

اسحٰق ابنِ جویہ۔ اخنس ابنِ مرثد۔ حکیم ابن الطفیل السنبسی۔ عمر ابنِ صبیح الصیداوی۔ رجاء ابنِ منقذ العبدی۔ سالم ابنِ خثیمہ الجعفی۔ صالح ابنِ وہب الجعفی۔ واعظ ابنِ ناعم۔ ہانی ابنِ ثبیت الحضرمی۔ اسید ابنِ مالک۔

ان بے رحموں کی جماعت امامِ مظلوم کی لاشِ مطہر کو اس بیدردی سے پامال کر کے عمر ابنِ سعد کے پاس واپس آئی۔ ان میں سے اسید ابنِ مالک آگے بڑھا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎

نحن رضضنا الصدر بعد الظہر	بکل یعسوب شدید الاسر

ہم لوگوں نے پشت و سینہ کو اس کے مثل مکھیوں کی چھاتی کے چھلنی کر دیا۔

ہمارے معتبر مؤرخ کا بیان ہے کہ یہ لوگ جب ابنِ زیاد کے پاس لائے گئے تو ان لوگوں نے ایسا ہی اس کے سامنے بھی تفاخر بیان کیا کہ ہم وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے لاشِ حسین علیہ السلام پر اپنے گھوڑے دوڑائے اور اُن کے جسمِ مجروح کو ایسا چور چور کر دیا جیسے سنگِ آسیا دانوں کو پیس ڈالتا ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۳۰۹)

غارتِ خیامِ اہلبیت علیہم السّلام

لاشِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی پامالی کے بعد اُن اشقیائے بے دین نے غارتِ خیامِ اہلبیت علیہم السّلام شروع کی۔ افسوس! صد افسوس!! وہ افسوسناک عالم۔ وہ مصیبتناک اور عبرت خیز منظر کس کی زبان میں اتنی قوت اور کس کے دل میں اتنا تحمل جو اِن کی ذات ستم رسیدہ پاشکستہ اور مجبور مخدراتِ عصمت و طہارت کے موجودہ اضطرابِ بیقراری کی حالت لکھ سکے۔ غریب عورتوں کی بچوں کی آہ و فزاری کی انکی انتہا درجہ کی حسرت۔ غربت میں باپ بھائی اور تمام عزیز و اقارب کی مفارقت اُس پر اِن مصیبتوں کی کثرت اور اُن ظالموں کے ظلم و ایذا کی شدت انسان کا دل نہیں جو سنبھالے اور آدمی کا کلیجہ نہیں جو برداشت کرے سمجھ لینے کو اتنا ہی کافی ہے کہ جن مخدراتِ عُلیا نے اور جن پردگیانِ عصمت سرا نے آج تک اپنے گھروں کے دروازوں سے باہر قدم نہ نکالا تھا جن کی پاک و پاکیزہ نگاہیں نامحرم کی نگاہوں سے اس وقت تک بالکل محفوظ تھیں۔ آج وہ ہیں اور بے پردگی۔ آج وہ ہیں اور برہنہ سری۔ ان کے عصمت سرا میں عمر سعد کی فوج بھر گئی ہے اور چاروں طرف سے لوٹ مچ رہی ہے۔ ہم اِن تمام واقعات کی تحریر سے قطع نظر کر کے جس کو لکھتے ہوئے دل قابو سے نکلا جاتا ہے۔ صرف ایک واقعہ کو ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ جو ان مصائب کی تفصیل کے لئے کافی ہے۔

مثلاً ابو اسحٰق اسفرائنی حضرت زینب علیہا السّلام کی زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے از انجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا۔ اُس نے خیمہ کا کل اسباب لے لیا اور پھر اُس نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام کو دیکھا کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہیں۔ وہ چمڑا بھی اُس نے اُنکے نیچے سے نکال کر ان کو زمین پر ڈال دیا۔ بعد اُس کے میرے سر سے اُسنے مقنع لے لیا۔ اور پھر اُسنے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا وہ بھی اُتار لئے کہ میرا کان بھی کسی قدر پھٹ گیا کیونکہ اُس نے اُن کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا۔ پھر اس نے اُس خلخال کی طرف نظر کی جو فاطمہ صغرا کے دونوں پیروں میں تھیں اُس کو بھی اُتارنے لگا جب نہ اُتریں تو اُس نے اُن دونوں خلخالوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے نکال لیا۔ پس میں نے اس سے پوچھا کہ تو ہمکو لوٹتا بھی

ہے تو روتا کیوں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں جو تم اہلبیت علیہم السلام پر نازل ہوئی ہے۔ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے کان کے درد سے اور حضرت فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگی اور میں نے کہا کہ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کردے (دیکھو نور العین صفحہ ۱۲۳) بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرت زینب علیہا السلام نے اُس کا جواب سُنکر اُس سے کہا کہ جب تجکو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے تو پھر یہ زیور کیوں لئے لیتا ہے؟ اُس نے کہا کہ اس وجہ سے یہ زیور لئے لیتا ہوں کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو کوئی دوسرا انہیں ضرور لے لیگا۔ اس لئے اس سے بہتر یہی ہے کہ میں ہی لیلوں۔ بہرحال ہمارے معزز مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جسکا ذکر اوپر ہوا وہ خولی ابن یزید الاصبحی تھا۔ پھر وہ قوم جنابِ علیؑ ابن الحسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ حالانکہ وہ ضعیف اور سخت بیمار تھے۔ اُس جماعتِ اشقیا نے اُن کے قتل کا بھی ارادہ کیا جب یہ حال جنابِ امّ کلثوم سلام اللہ علیہا نے دیکھا تو وہ سر پیٹتی ہوئی دوڑیں اور اپنے آپ کو اُس مریض پر گرا دیا اور چلّا کر پکاریں واقلّة ناصراہ۔ اگر اس کا قتل ضروری ہے تو اول تم ہم سب کو قتل کر ڈالو۔ پس اُن میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ لڑکا بیمار ہے۔ اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

بعد اس کے حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابنِ سعد تو ہم کو قید کیوں کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اب میں تم لوگوں کو عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس بھیجوں گا۔ زینبؑ نے کہا تجھ کو خدا کی قسم ہے اگر تو ہم کو لے چلتا ہے تو اُس طرف سے لے چل جہاں میرے بھائی کی لاش پڑی ہے تاکہ میں اُن کو وداع کرلوں۔ عمر سعد نے اسے قبول کیا اور ان لوگوں کو مقتلِ حسین علیہ السلام کے راستے سے لے گیا۔ جب ان مخدّرات نے اُس جسدِ شریف کو بغیر سر کے دیکھا۔ تو چیخیں مار کر روتی اور چلّاتی تھیں اور یہ اشعار فرماتی تھیں۔

لقد حطّ فينا الزمان نوائبه　　وفرقنا بنيابه ومخالبه
واهجم علينا الدهر في غربة　　ووردت علينا بما يخشى عقاربه
ارادوا اخي وقتلوه عمدا　　ولم يخلفني الا اخي ونوائبه
وجاد الحسنا البين مع الردى　　وظلت رزايا وجلت مصائبه

حبيبنا قد اسى محيت كلا　　واظلم في دين الله مذاهبه
فلم يبق لي ركن الود يظلّه　　واذا تغالب الدهر منا تغالبه
وفرّقنا الزمان بعد جمعنا　　وادخى علينا الدهر منّا نوائبه

یعنی زمانہ نے ہم پر مصیبتیں نازل کی ہیں اور اُسکے مکروحیلوں نے ہم کو متفرق کردیا۔ زمانہ نے ہم پر غربت میں ہجوم کیا اور اُس کے بچھوؤں نے آہستہ آہستہ چل کر کاٹا۔ میرے بھائی کو اُن لوگوں نے عمداً قتل کیا۔ غم اور مصائب ان کے بعد باقی ہیں۔ جدائی نے بلا کے ساتھ ہم پر ظلم کیا اور ہمارے اوپر مصائب بالائے مصائب نازل ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام سر بریدہ زمین پر پڑے ہیں اور دین خدا کے طریقے اندھیرے ہوگئے۔ اب میرا کوئی رُکن ایسا باقی نہیں رہا جس کے سایہ میں میں پناہ لوں اور جس وقت زمانہ ظلم کرے تو میں اُس ظلم کو روک سکوں۔ ہم سب جمع تھے۔ مگر زمانہ نے ہم کو متفرق کردیا اور ہم پر کیسی کیسی مصیبت اور نکبت اس زمانہ نے ڈال دی۔

حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کی زبانی یہ اشعار مندرج ہیں۔

الا يا اخي تلك سبتنا الاعادى　　مثل سبي العبيد بين البوادي
قد سبوا مهجتي بقتل حسينؑ　　وهو سؤلي ومعنى ومرادي
يا وحيد الزمان وقرة عيني　　قد مضوا منك ما لهم من مراد
ابن بنت الرسولؐ وابن عليؑ　　فهو هادي الورى بطريق الرشاد
ثم علوا راسه فوق رمح　　ولها نور كمصباح الزناد
وبني احمد يقادون جهرا　　بطعن الاعادي على الاجياد
وكذا المحن بعد كم هتكونا　　ورمونا بمقتم والعناد
ما رعوا حرمة المسجد احمد　　سيد فاق بالهدى والرشاد
ظلموا فاطمة البتول وحواها　　وجدّنا منهم بكل عناد
وعليّ المرتضى لقد فجعوه　　بحسينؑ قد هطل في الجلاد
يا ابن سعد قتلا وتكبيت ذلا　　ونار امّن الله يوم المعاد
يحكم الله بيننا وبينكم　　لدى الحشر بين جميع البلاد

اے بھائی آپکو معلوم ہو کہ ہم کو دشمنوں نے قید کیا ہے جس طرح کہ قیدیوں کو جنگ میں قید کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو قتل کرکے میری جان کو قید کرلیا ہے حالانکہ

جناب امام حسین علیہ السّلام میری پناہ اور میری مراد تھے۔ اے حیدرِ زماں اے میری خنکیِ چشم۔ جو اُن کی مراد تھی وہ تیرے قتل سے حاصل ہو گئی جناب امام حسین علیہ السّلام فرزندِ جناب علی علیہ السّلام و دختر فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جس نے طریق ہدایت کی تعلیم کی۔ مگر اُس کے سر کو نیزے پر چڑھا کر بلند کیا اور اُس سر سے ایسا نور ساطع ہوتا ہے جیسے کہ چقماق سے روشنی نکلتی ہے۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مثل قیدیوں کے کھینچی جاتی ہے اور دشمن اُن کے اجسام کو نیزے لگاتے ہیں۔ بعد تمہارے ان لوگوں نے ہماری ایسی ہتک کی کہ اُنہوں نے اپنی دشمنی اور کینہ کے سبب ہم کو نیزے لگائے۔ بزرگیِ احمد علیہ السّلام اور اپنے پیغمبرؐ کی رعایت کو ہمارے باب میں ملحوظ نہیں رکھا۔ کہ وہ سیدِ آفاق تھے۔ ہدایت اور ارشاد میں اُن لوگوں نے فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا پر ظلم کیا۔ ان کا دل جلایا اور اُن کو اپنے سے بیزار کیا۔ اور ہمارے جدِّ امجد کے ساتھ ہر طرح کا کینہ برتا۔ علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو دردناک کیا کہ حسین علیہ السّلام اور اُن کے اصحاب کو قتل کر ڈالا۔ اے ابنِ سعد تو بڑی ذلّت کا مرتکب ہوا۔ اور اللہ کی جانب سے بروزِ قیامت جہنّم کا مستحق ہو گیا۔ ہمارا اور تیرا انصاف خدا تعالیٰ بروزِ حشر کرے گا جب کہ سب بندے جمع ہوں گے۔

مرکبِ امام علیہ السّلام کا حال

جناب امام حسین علیہ السّلام کے مصیبت زدہ اہل و عیال اسی رنج و ملال میں تھے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کا گھوڑا آپ کی لاش پر پہنچا۔ دیکھا کہ آپ کا جسم بغیر سر کے ہے تو حضرتؑ کے لاشہ کے گرداگرد پھرنے لگا اور اپنی پیشانی کو حضرتؑ کے خون میں بھرتا تھا۔ جب عمر ابنِ سعد نے گھوڑے کو دیکھا حکم دیا وائے ہو تم پر اُس گھوڑے کو میرے پاس لاؤ۔ پس وہ لوگ اُس کے پیچھے دوڑے کہ وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں سب سے اچھا تھا۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ اس گھوڑے کا نام میمون تھا۔ جب گھوڑے کو یہ خبر ہوئی کہ یہ لوگ میرے پکڑنے کو آرہے ہیں تو وہ اپنے پاس کسی کو نہ آنے دیتا تھا۔ جو قریب آتے تھے۔ اُن کو اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا اور ٹاپوں سے مارتا تھا۔ یہاں تک کہ چالیس سوار اور ٹو پیادے اُس نے ہلاک کر دیئے تو عمر سعد چلایا۔ وائے ہو تم پر اسکو چھوڑ دو میں دیکھوں یہ کیا کرتا ہے۔ پس لوگ دور ہو گئے۔ تو وہ پھر حضرتؑ کی لاش پہ گیا اور اپنے منہ کو ملتا تھا۔ آنکھوں سے چومتا تھا اور چلاتا تھا کہ تمام جنگل اُس کی آواز سے پُر ہو گیا تھا پھر اُس گھوڑے نے خیمہ کی طرف رُخ کیا اور حرم محترم کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب اسکی آواز کو عورتوں نے سنا تو جناب زینب سلام اللہ علیہا حضرت سکینہ علیہا السّلام کے پاس گئیں۔ اور کہا دیکھو پانی آیا۔ وہ باہر نکلیں اس غرض سے کہ پانی پییں تو دیکھا کہ زین سوار سے خالی ہے اور گھوڑا ہنہناتا ہے اور اپنے سوار کے مرنے کی خبر دیتا ہے۔ یہ دیکھکر وہ پکار پکار کر کہنے لگیں واقتیلاہ واغربتاہ واحسیناہ ہائے اے حسین علیہ السّلام۔ یہی حسین علیہ السّلام ہیں۔ جو دشمنوں کے درمیان پڑے ہیں جن کے سر پر نہ عمامہ ہے اور نہ بدن پر ردا سر اُنکا علیحدہ ہے۔ آج اُن کا مال اور عیال دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ افسوس ہے شورش بلا سے اے حسین علیہ السّلام غریب تم ایسے مسافر ہو جن کے پھر آنے کی مطلق اُمید نہیں۔ اور ایسے مجروح و زخمی ہو جن کی دوا نہیں ہو سکتی۔ یہ کہتی تھیں اور گھوڑے کی طرف نگاہ کر کر کے روتی تھیں اور گھوڑا ابھی ہنہناتا تھا۔ اور یہ اشعار دردناک پڑھتی تھیں ؎

ویلک یا میمون ارجع ولا تصل　　واخبرنا فی الفتہاء کیف اتزلا
واین ترکت السلب میمون قل لنا　　واین الذی قد کان للخطب مجملا
امیمون تغدر بالحسینؑ وھولنا　　کفیل للحمل الثقیل محملا
امیمون صحب الحسینؑ وجلینا　　نجوم فی خیباتنا تم تصھلا
امیمون اسقیت الحسینؑ حمامنا　　بین الاعادی ماء محبتلا
امیمون کنت فداء غدت نفسک دونہ　　واذنبت حبک الحسین من الولا
امیمون اشفیت العدی من لبینا　　والقیتہ بین الاعاری مجدلا
امیمون ارجع ولا تطل خطابنا　　فمن عدت ترجوا عندنا دتحملا
اخی من یکون لی بعد فقدک یا اخی　　محامی بنصرنا الی بین ذالملا
اخی من یکن لی حامیا وناصرا　　لقد ھذا الیوم عن حمی عطلا

افسوس ہی تجھپر اے میمون واپس جا اور ہمارے پاس نہ آ ہم کو خبر دے کہ

قضائے الہٰی کیسے نازل ہوئی۔ اے میمون بیان کر تو نے سیدانیوں علیہا السلام کو کہاں چھوڑا اور وہ بزرگوار کہاں ہیں جو مصیبت پر صابر و شاکر تھے۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام سے بیوفائی کی حالانکہ وہ ہمارے کفیل اور ہمارے بار کا اٹھانیوالا تھا۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام کو کہاں چھوڑا اور اب تو ہمارے پاس کیوں آیا ہے اور ہمارے خیمہ میں پھر کر صدا دیتا ہے۔ اے میمون تو نے امام حسین علیہ السلام کو ساغر موت پینے دیا۔ دشمنوں کے درمیان کہ وہ بے سر اپنے خون میں غلطاں ہے۔ اے میمون تو نے دشمن کے قلب کو اپنے دوست سے شفا دی اور تو نے اُن کو دشمنوں میں بے سر چھوڑ دیا۔ اے میمون واپس جا اور ہم سے زیادہ باتیں نہ کر ہم کو تجھ سے کیا اُمید ہے۔ اے بھائی میں آپکے قتل ہونیسے ذلیل ہوگئی۔ اے پروردگار بعد عزت و وقار کے یہ ذلت و خواری کیسی نصیب ہوئی۔ اے بھائی تیرے قتل ہونے کے بعد کون میرا حامی و مددگار ہوگا اور تمام دُنیا میں کون میری حمایت کریگا اے بھائی میرا کون حامی و ناصر ہے اس روز سیاہ نے مجھ کو بالکل ذلیل و معطل کر دیا ہے۔

یہ شعر تمام ہونے پائے تھے کہ سب بیبیاں خیمہ سے نکل پڑیں اور سخت نوحہ و بکا کرتی تھیں اور فاطمہ کبریٰ علیہا السلام بنت امام حسینؑ یہ اشعار دردانگیز پڑھتی تھیں ؎

مات الفخار و مات الجود والکرم	واغبرّت الارض والآفاق والحرم
واغلق الله ابواب السماء فلا	ترقی لنا دعوة تجلی الغمم
غاب الحسینؑ فوالهفی لغیبته	وصار یعلو العدی من بعده الظلم
یا قوم هل من فداء یا قوم هل من عوض	هل یقبل الموت منی فدیتی الامم

آج فخر جود و کرم مرگیا۔ تمام زمین و آفاق و حرم گرد آلود ہوگئے اللہ تعالیٰ نے دروازے آسمان کے بند کر دیئے اس واسطے ہماری دعائیں آسمان تک نہ پہنچیں تاکہ اُن پر کوئی عذاب نازل ہو۔ امام حسینؑ ہم سے غائب ہوگئے۔ افسوس ہے اُن کی غیبت پر اور بعد اُن کے بہت سے ظالم ہوگئے۔ اے قوم! آیا کوئی فدیہ اس کا ہے اور آیا موت مجھے ان لوگوں کا فدیہ قبول کر سکتی ہے۔

عبداللہ ابن قیس کا بیان ہے کہ میں نے اُس گھوڑے کو دیکھا کہ حرم محترم کے خیموں سے لشکر یزید کی طرف پھر واپس آیا۔ اور حملہ کرتا ہوا لاشۂ مبارک جناب امام حسین علیہ السلام تک پہنچا اور اس طرح کی حرکتیں کرتا تھا گویا وداع ہوتا ہے۔ یعنی حضرتؑ کے قدموں اپنی پیشانی کو رگڑتا تھا ہنہناتا تھا اور روتا تھا۔ پھر وہ فرات طرف دوڑ گیا اور اُس میں ڈوب گیا۔ اور پھر کسی کو نہ معلوم وہ گھوڑا کہاں گیا (نور العین صفحہ ۱۳۶)

یہی حالات بجنسہٖ مقتل ابومخنف۔ ناسخ التواریخ جلد ششم میں درج ہیں اور تاریخ اعثم کوفی میں بھی اس باوفا جانور کے لکھے ہیں (صفحہ ۳۸۱) اور روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی صفحہ جلد ۳ میں بھی لکھا ہے۔

اسکے بعد اس شقی ترین قوم نے خیام اہلبیت کرام علیہم السلام آگ لگا دی۔ آگ لگتے ہی اس غم رسیدہ اور مصیبت زدہ قافلے ایک کہرام مچ گیا اور صدائے واذلاہ واحمداہ وا علیاہ حسناہ واحسیناہ بلند ہوئی حمید ابن مسلم کا بیان ہے بکر ابن وائل کی بی بی جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر ابن سعد میں یہ قیامت خیز منظر دیکھتے ہی تلوار کھینچکر اپنے خیمہ سے نکل پڑی چلا چلا کر کہنے لگی یا آل بکر بن وائل اتسلب بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا حکم الا للہ یا لثارات رسول اے قبیلہ بکر ابن وائل اے انتقام گیرندگان آل محمد علیہ السلام دیکھو یہ قوم تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو برہنہ سر کرکے دکھلا رہی ہے اور ان کے مال و متاع کو بتمام و کمال غارت کر چکی ہے۔ سوائے خدا کے اور کسی کا حکم نہیں ہو تم لوگ خواہان انتقام کیوں نہیں ہوتے۔ یہ سنتے ہی اُس کے شوہر نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اپنے خیمہ میں لیجا کر اُس کو بند کر دیا۔

بہرحال خیمہ مقدس میں آگ لگتے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصیبت زدہ اہلبیت علیہم السلام پریشان و مضطرب اور سراسیمہ ہو کر وہاں سے نکلے اور قتلگاہ میں آگئے۔

لاش جناب امام علیہ السلام پر اہلبیتؑ کی گریہ و زاری

اُن آفت رسیدگان کی نظر جونہی اپنے فرزندوں و اقارب کی لاشوں پر پڑی تو اُنکے دلوں کے گویا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور وہ تمام عزیزہ اپنے عزیزوں کی لاشوں سے دوڑ دوڑ کر چمٹ گئیں حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک جگر خراش آہ کی اور سخت مضطرب ہو کر فرمایا

واحمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلّی علیک ملائکۃ السماء
ھٰذا حسین مرمّل بالدماء مقطع الاعضاء وبناتک سبایا
الی اللہ المشتکی والی محمد ن المصطفیٰ والی علیّ ن المرتضیٰ
والی حمزۃ سید الشھداء واحمداہ ھٰذا حسین بالعراء
یسفی علیہ الصبا قتیل اولاد البغایا حزناہ یا کرباہ الیوم
مات جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھٰؤلاء ذریۃ المصطفیٰ
یساقون سوق السبایا یا محمداہ ھٰذا بناتک السبایا وذریتک
مقتلۃ تسفی علیھم ریح الصبا وھٰذا حسین علیہ السلام
محزوز الراس من القفاء مسلوب العمامۃ والرداء بابی
من عسکرہ فی یوم الاثنین نھبا بابی من فسطاطہ مقطع
العری بابی من لا ھو غائب فیرتجیٰ ولا جریح فیداویٰ بابی
من نفسی لہ الفداء بابی من لہ المھموم حتیٰ قضیٰ بابی من
ھو العطشان حتیٰ مضیٰ بابی من شیبۃ تقطر بالدماء
بابی من جدہ رسول الہ السماء بابی من ھو سبط نبیّ
الھدیٰ بابی محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی
خدیجۃ الکبریٰ بابی علیّ ن المرتضیٰ بابی فاطمۃ الزھراء
سیدۃ نساء العٰلمین بابی من ردت لہ الشمس حتیٰ صلّیٰ۔
یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے آفرینندہ تم پر اپنی رحمت
نازل فرمائے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حسین علیہ السلام ہیں جن کے
اعضاء پارہ پارہ کر دیئے گئے ہیں۔ جو اپنے خون میں آغشتہ ہیں۔ یہ تمہاری
صاحبزادیاں ہیں جو مثل اسیروں کے مقید کی گئی ہیں۔ ہم اپنی شکایت
خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام اور حضرت حمزہ سید الشہداء
علیہ السلام کی جناب میں کرتے ہیں۔ یہ حسین علیہ السلام ہیں جن کو
زنازادگانِ امت نے قتل کیا ہے۔ اور جن کے ماتم میں بادِ صبا بھی
تاسف کرتی ہے۔ ہمارے جدِّ بزرگوار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی وفات آج ہی واقع ہوئی۔ اے اصحابِ رسولِ خدا! (صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم) یہ تمہارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں
جنکو یہ قومِ شقاوت شعار مثل اسیروں کے لئے جاتی ہے یا محمد صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ یہ آپکی صاحبزادیاں ہیں جو مقید کی گئی ہیں۔ اور یہ
تمہارے فرزند ہیں جو مقتول ہو کر پڑے ہیں۔ جن پر بادِ صبا بھی ٹھنڈی
سانسیں بھرتی ہے۔ یہ آپ کا پیارا حسین علیہ السلام ہے۔ جس کے سر
کو پسِ پشت سے کاٹا ہے۔ اور جس کے عمامہ اور ردا تک کو لوٹ لیا ہے
میرے باپ اُس پر فدا ہوں جس کو لشکر اعداء نے دوشنبہ کے دن
قتل کیا۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس کے خیمہ کو گرا دیا۔ میرے
ماں باپ اُس مسافر کے قربان جس کے پھر لوٹنے کی اُمید نہیں۔ میرے
ماں باپ اُس پر فدا جس مجروح کے لئے کوئی امداد و سامان نہیں کیا
گیا۔ میری جان اُس پر فدا ہو جو بالبِ تشنہ جہان سے اُٹھ گیا۔ میرے
ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس کا خون بہ بہ کر اُسکے تمام چہرے پر بھر گیا۔
میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں۔ جس کا نانا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور جو فرزندِ نبیؐ ہے۔ میری جان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم اور خدیجۂ کبریٰ و علی مرتضیٰ و سیدۂ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا
علیہم السلام پر فدا ہو۔ میری جان اُس بزرگوار پر تصدق ہو جس کے
لئے آفتاب نے رجعت اختیار کی کہ وہ نماز ادا کر لے۔

امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ نہیں بھولتے ہیں
حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے اُس حالِ زار کو جب وہ اپنے سر پر
ہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھیں واحمداہ۔ یہ حسین علیہ السلام تمہارا فرزند
ہے جو خون آلودہ زمینِ کربلا پر پڑا ہے۔ اِس کے اعضاء کو قطع کر ڈالا
ہے اور تمہاری بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں۔ ہم کس سے شکوہ و شکایت
کریں سوائے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضےٰ علیہ السلام
کے اور حضرت حمزہ سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا کے۔ پھر حضرت زینب
علیہا السلام روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا گواہ
اور حاضر ہے اور سچا ہے۔ لہذا اس کے حضرت زینب علیہا السلام نے
حضرت فاطمہ صغرا علیہا السلام دختر جناب امام حسین علیہ السلام
کا ہاتھ پکڑا کہ امام حسین علیہ السلام اسکو بہت پیار کرتے تھے اور وہ
لڑکی اپنے بالوں کو اور رخساروں کو اپنے باپ کی گردن سے رگڑتی
تھی اور پکارتی تھی۔ اے بابا! بہت دشوار ہے میرے اوپر کہ میں تم کو
پکاروں اور تم کچھ جواب نہ دو۔ اس کے بعد عمر سعد نے حکم کیا کہ ان
عورتوں کو جناب امام حسین علیہ السلام کے جسم شریف سے جبراً کھینچکر
علیحدہ کرو۔ پس ایسا ہی کیا گیا۔ اور اُن بیبیوں کو اونٹوں پر بغیر پردہ
اور بغیر رکاب کے سر کھلے ہوئے دشمنوں کے درمیان سوار کر دیا اور

اُسی طرح سے اُن کو لے چلے جس طرح روم کے قیدیوں کو مصیبت اور بُری حالت سے لیجاتے ہیں۔ اور مقتولین کی لاشوں کو اُسی طرح زمین کربلا پر پڑا ہوا چھوڑ دیا۔ (نور العین صفحہ ۱۴۴)

کتاب کامل الزیارت میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت ہم مصیبت زدوں کا قافلہ مقتل شہداء میں پہنچا تو حضرت زینب علیہا السلام نے سخت بیقرار و بیتاب ہوکر مجھ سے ارشاد فرمایا مالی اراك تجودين بنفسك يا بقية جدي وابي واخوتي فقلت وكيف لا اجزع واهلع وقد ارى سيدي واخوتي وعمومتي وولد عمي واهلي مصرعين بدمائهم مرملين بالعراء مسلبين لا يكفنون ولا يوارون ولا يعرج عليهم احد ولا يقربهم بشر كانهم اهل بيت من الديلم والخزر۔ اے میرے نانا، میرے باپ اور بھائی علیہم السلام کی یادگار۔ یہ کیا حالت ہے جسے میں دیکھتی ہوں۔ تمہاری رُوح پرواز کرنا چاہتی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں کیونکر نہ روؤں اور کیونکر ان مصائب پر مجھ سے صبر ہوسکے۔ حالانکہ میں اپنے آقا۔ اپنے پدر بزرگوار۔ اپنے بھائی، چچا، چچا زاد بھائی اور اپنے تمام عزیز و اقارب اور قبائل و عشیرہ کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سب کے سب اِس میدان لق و دق میں اپنے خون میں آلودہ۔ بے کفن اور برہنہ پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی شخص اُن پر مہربان اور نگراں نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب قبائل دیلم اور خزر کے لوگ ہیں۔

المختصر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو مع اہلبیت علیہم السلام کے شتران بے کجاوہ پر بے چادر و مقنع کے سوار کرکے کوفہ کی طرف لے گئے اور اپنی فتح و ظفر وزی کی خوشی میں اپنے لشکر شقاوت اثر کو اس طرح آراستہ کیا کہ قبیلہ قبیلہ کا سردار علیحدہ علیحدہ مقرر کرکے ہر ہر سردار کو ایک ایک شہید کا سر دیا جو اپنے نیزہ پر علم کرکے اپنے رسالے کے آگے آگے چلتا تھا۔ اور اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں مفاخرت کے اشعار پڑھتا جاتا تھا منجملہ اُن بیدینوں کے جناب امام حسین علیہ السلام کا سر خولی ابن یزید الاصبحی کو دیا گیا قیس ابن اشعث کندی کو جو بہت سے قبیلوں کا سردار تھا۔ تیرہ[۱۳] شہیدوں کے سر دیئے گئے اور شمر ذی الجوشن کو جو قوم ہوازن وغیرہ کا سردار تھا بارہ[۱۲] شہیدوں کے سر دیئے گئے۔ اور قبیلۂ بنی تمیم کو سترہ[۱۷] شہیدوں کے سر اور قبیلۂ بنی اسد کو سولہ[۱۶] شہیدوں کے سر اور قبیلۂ مذحج کو سات سر اور باقی تیرہ[۱۳] شہیدوں کے سر باقی قبیلہ کے لوگوں کو تقسیم کئے۔

گیارہویں محرم سنہ ۶۱ ہجری کو اس لشکر کا کوچ ہوا۔ بارہویں تاریخ کو فرقۂ غاضریہ کے لوگ جو قبیلۂ بنی اسد کے متعلق تھے۔ یہ معلوم کرکے کہ عمر سعد کا لشکر یہاں سے چلا گیا قتل گاہ کربلا میں آئے اور ان مظلوم اور بے گناہ شہیدوں کی لاشوں کو دفن کیا۔

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی اسناد معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی دفن شہداء میں ضرور شریک تھے۔ یہاں تک لکھکر اب ہم جناب خامس آل عبا، شہید کربلا ارواحنا لہ الفداء کے حالات کو تمام کرتے ہیں اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور شام سے مدینۂ منورہ کی مراجعت کے حالات کو جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی کتاب میں (جو ہمارے موجودہ سلسلہ کا چوتھا نمبر ہوگا) بالتفصیل بیان کریں گے۔ انشاء اللہ الرحمٰن و علیہ التکلان۔ اس لئے ہم ان تمام مضامین کو وہی رباعی لکھکر یہاں ختم کرتے ہیں۔ جو صاحب روضۃ الصفا نے اِن واقعات کے خاتمہ پر تحریر فرمائی ہے۔ وہو ہذا

باچنین سنگدلیہا کہ ازآں قوم آمد　　ازہوا سنگ نبارید زہی سست نگر
اینچنین واقعۂ حادثہ وانگاہ عجب　　چرخ گرداں و فلک وشن وخورشید انور

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵

جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو سزا

عقلِ انسانی نظامِ ربانی کے سمجھنے کے لئے ہر وقت کافی نہیں ہوسکتی۔ انسان کی معمول پسند طبعتیں اپنے خاص انداز پر نظامِ قدرت کو بھی سمجھنا چاہتی ہیں اور یہ غلطی ہے واللہ یعلم وانتم لا تعلمون سے ہمارے فہم و ادراک کی پوری ناقابلیت ثابت ہے۔ واقعات کربلا کو معمولی اتفاقات سمجھنے والا گروہ اپنی لاعلمی اور بے خبری سے اکثر یہ کہدیتا ہے کہ قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السلام کو کیا سزا ملی۔ اور ان پر کونسا عذاب نازل ہوا۔ مختار کے معرکوں کو بھی عام حادثات میں شامل کرکے مطمئن نہیں ہوتے۔ اُن کے سمجھانے کے لئے ہم کو ضرور ہوا کہ ہم تھوڑے سے ایسے واقعات اُن کے سامنے پیش کردیں۔ جن کو دیکھ کر وہ اپنی غلط فہمیوں کی آپ اصلاح کرلیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کتب تواریخ و احادیث پر کم اطلاع ان تمام بیجا اعتراضات کا اصلی باعث ہے۔ اور اگر کچھ توجہ کسی کی ہوتی بھی تو موجودہ زمانہ کی حالت کے مطابق جہالت سدّ راہ ہو کر انکو ہر طرف سے مجبور رہنا دیتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس تیرہ و تاریک حالت میں وہ پڑے ہیں۔ پڑے رہتے ہیں۔ اور کہیں راستہ نہیں پاتے۔ عموماً تاریخ و حدیث کی کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ جن کے ترجمے ابھی تک اردو میں بہت کم ہوئے ہیں۔ افسوس۔ ہماری غفلت اور جہالت نے ہمارے ان انمول ذخیروں کو دفتر پارینہ سمجھ کر بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے۔ اور کبھی اُلٹ کر بھی اُنکی طرف نہیں دیکھتے اور صاف صاف تو یوں ہے کہ دیکھیں بھی تو کیسے۔ دیکھنے کی صلاحیت اور لیاقت نہیں پھر ان حالات پر اطلاع ہو تو کیسے اور ان واقعات کی انکو خبر ہو تو کیونکر۔ جن کو مبداءِ فیض سے علم تاریخ کا مذاق سلیم حاصل ہے اُن کو معلوم ہے کہ منتقمِ حقیقی کے دربار سے جس قدر اس قومِ جفاکار کی سزا جلد ہوتی۔ ویسی کسی دوسری ظالم اور بے رحم قوم کو نہیں ملی۔ تو یہ امر مسلّم ہے کہ دنیا میں ظالم و مظلوم بہت ہو گذرے ہیں اور خاصکر خاصانِ خدا کے وسیع دائرہ میں کوئی مقدس بندہ ایسا نہیں گذرا جس نے دنیاوی مصائب کے سخت امتحانوں میں خاص طور پر حصہ نہ لیا ہو اور اپنی ہمعصر آزاردہ اور ظالم قوم کے ہاتھوں سے بے قصور۔ بے گناہ اور ناحق تکلیفِ صدمہ اور مصیبت نہ اٹھائی ہو۔

اس میں شک نہیں کہ خدائے قہار کی جانب سے ضرور اُن پر عذاب نازل ہوا اور اُن کی سزا بھی ظاہر ہوئی۔ مگر اُس میں عرصہ۔ توقف اور دیر ضرور ہوئی۔ انبیا علیہم السلام کے واقعات پر غور کرو اور صرف حضرت نوح علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کے حالات پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہو جائیگا کہ اس قوم کے عذاب کیلئے نو سو برس تک توقف کیا گیا۔ اصحابِ سبت کے حالات پڑھے جائیں تو معلوم ہو جائیگا کہ عرصہ دراز تک یہ لوگ بداعمالی اور زبوں افعالی پر اصرار کرتے رہے اور ایک خاص میعاد تک ارحم الراحمین نے اُن پر عذاب و عقاب کا اظہار نہ کیا۔

مگر انکے برخلاف جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا خونِ ناحق اُن کے بچوں اور عزیزوں کا خونِ ناحق۔ بیگناہ قتل۔ اُن کے مصائب۔ اُن کے آلام اُنکی ہتکِ حرمت اور اُنکی تین شبانہ روز پیاسے رہنے کی ناقابلِ برداشت مصیبت ایسے قیامت خیز واقعات تھے۔ جن کے وقوع پر منتقمِ حقیقی نے اِن جفاکاروں کے انتقام کے لئے کسی وقفہ کی ضرورت نہیں دیکھی اور اس خونِ ناحق کے وقوع ہونے کے وقت ہی اپنے عتاب اور قہر کے آثار عام طور پر دکھلا دئے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر صواعقِ محرقہ میں علامہ سبطِ ابنِ جوزی کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

قال السبط ابن جوزی حکمۃ ان غضبنا یؤثر حمرۃ الوجہ والحق تنزہ عن الجسمیۃ فاثر غضبہ علی من قتل الحسین علیہ السّلام حمرۃ الافق۔

سبطِ ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ اس سرخی کے نمودار ہونے میں یہ حکمت ہے کہ غصہ منہ کو سرخ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے منزّہ ہے پس اُس کا غضب اُن لوگوں پر جن کے ہاتھ سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے سُرخیِ افق کے پیرایہ میں ظاہر ہوا۔

اب امورِ معمولات کی کورانہ تقلید کرنیوالے حضرات علّامہ ابنِ حجر اور سبطِ ابنِ جوزی کے ایسے کامل اور فاضل محققین کی نسبت یہ کہکر قہقہہ اڑائیں کہ کیا جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی شہادت سے پہلے سچ مچ شفق آسمان پر نہیں پھولتی تھی۔ کیا اُس وقت زمین اور آسمان دو تھے۔ کیا اُس وقت نظامِ فلکی کوئی دوسرا تھا۔

ایسے مہمل خیال والوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ اُس وقت معاذ اللہ کوئی دوسرا خدا تھا اور نہ اُس کے پیدا کئے ہوئے آسمان و زمین دوسرے تھے اور نہ اُسکے کسی نظام میں کوئی تغیر واقع ہوا تھا۔ یہ صرف ہماری ہی کج فہمی اور سوءِ عقلی کا باعث ہے۔ گمراہانہ کاوشیں اس درجے تک پہنچ گئی ہیں کہ ذرا سے معمول کے اختلاف دیکھنے پر بھی ہماری قیاس پسند طبیعتیں نہ اپنے علمائے کرام پر دیدہ اعتراض نکالنے سے باز آتی ہیں اور نہ خدائے قادر و توانا کی قدرت میں شک کرنے سے چوکتی ہیں۔ استغفر اللہ ربّی و اتوب الیہ۔

شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام پر قدرتی آثار

ہم اپنے تاریخی مضامین میں امورِ متفق علیہ اور مسلّمہ کی نسبت کوئی فلاسوفیکل بحث کرنا نہیں چاہتے اور نہ اجرامِ فلکی کی تحقیقات کی نسبت کوئی عقلی بحث اُٹھا کر اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کی

لطافت اور دلچسپی کو ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہاں تاریخی تحقیقات اور ثبوت کے دائرہ تک جہاں تک ہم کو اس کے واقعات بقصد یقین ملے ہیں اُن کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور اُن سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ علم تاریخ وحدیث کے تمام علمائے کرام متقدمین سے لیکر متاخرین تک اپنی تمام معتبر اور مستند تالیفات میں بیک قلم۔ بیک زبان اور بیک سخن ہوکر لکھتے ہیں کہ حمرۃ مشرقی جزیرہ نمائے عرب کے افق میں اُسی وقت سے ظاہر ہوئی جس وقت سے جناب امام حسین علیہ السلام کا خونِ ناحق زمینِ کربلا پر گرایا گیا۔

ان حضرات میں سب سے پہلے علامہ ابن سعد ہیں جو سوادِ اعظم اہلسنّت والجماعت میں وہ جلیل القدر اور عدیم النظیر بزرگ ہیں جنکی لاجواب تصنیفات وتالیفات کو اس وقت تک تمام اہلسنت اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اوّل تو اُن کی تالیفات فی زماننا عنقا کی طرح نایاب ہیں کسی کے پاس اگر طبقات کبریٰ وغیرہ کے دو چار جزو کہیں ہیں تو ان کو وہ اپنی جان سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہے جن لوگوں نے کتب رجال کی سیر کی ہے وہ علامۂ موصوف کی قدر ومنزلت سے خوب واقف ہیں۔ اگر کتب رجال کی سیر بھی نصیب نہ ہوسکے تو صرف رسالۂ اصلاح اور الندوہ کے پرچے ملاحظہ فرمالئے جائیں۔

بہرحال علامۂ موصوف حمرۂ مشرقیہ کی نسبت صاف صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ ان ھذہ الحمرۃ لم تر فی السمآء قبل قتلہ یہ سُرخی آسمان پر جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔ امام سیرین جو علامہ ابن سعد سے جاہ وجلالت میں کسی طرح کم نہیں تحریر فرماتے ہیں۔ ان حمرۃ الّتی مع شفق لم تکن حتّیٰ قتل الحسین علیہ السّلام۔ یہ سُرخی جو شفق کیساتھ ہے جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ سفیان ثوری جو خیر التابعین وغیرہ کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ایسا ہی لکھتے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی انکا قول اس طرح نقل کرتے ہیں۔ قال ابو سفیان ثوری قالت جدّتی کنت ایّام قتل الحسین علیہ السّلام جاریۃ شبّابۃ فکانت السّمآء ایّاما تبکی لہ۔ ابو سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میری دادی بیان کرتی ہیں کہ میں شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں جوان عورت تھی۔ آسمان کئی دن تک اُن پر روتا رہا۔

اب ہمارے وہم پرست حضرات آسمان کے رونے کی ماہیت دریافت کرینگے تو ضرورت ہے کہ ہم آسمان کا رونا بھی انکو بتلا دیں۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں ان السمآء بکت وبکائھا حمرتھا۔ یعنی آسمان رویا اور اسکا رونا اُس کی سُرخی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اخرج عثمان ابن ابی شیبۃ ان السّمآء بکت سبعۃ ایّام فصارت حمرا وترٰی علی الحیطان کانّھا ملاحف مصفّرۃ من شدّۃ حمرۃ السّمآء وانّ الدّنیا اظلمت ثلاثۃ ایّام ثم ظھرت الحمرۃ فی السّمآء۔ ابن شیبہ کا بیان ہے کہ سات دن تک آسمان روتا رہا۔ دیواریں ایسی سُرخ دکھائی دیتی تھیں جیسے کسم کی رنگی ہوئی چادریں اور تحقیق دنیا میں تین دن تک اندھیرا چھا گیا۔ پھر آسمان پر سُرخی نمودار ہوگئی۔

اب اور علامات وآثار ملاحظہ کئے جائیں۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ عن ابی سعد قال ما رفع حجر من الدّنیا الّا وجد تحتہ دم عبیط ولقد امطرت السّمآء دما بقی اثرہ فی الثّیاب مدّۃ حتّیٰ انقطعت۔ ابو سعید کا بیان ہے اُس دن کوئی دنیا کا پتھر ایسا نہیں اُٹھایا گیا کہ اُس کے نیچے تازہ خون نہ ہو۔ اور آسمان سے خون برستا رہا اور اُس کا اثر ایک مدّت تک کپڑوں میں رہا یہاں تک کہ وہ کپڑے پھٹ گئے۔

امام بیہقی اور حافظ ابونعیم اور امام طبرانی تحریر فرماتے ہیں۔ عن الزّھری قال بلغنی انّہ یوم قتل الحسین علیہ السّلام لم یقلّب حجر من احجار بیت المقدس الّا وجد تحتہ دم عبیط۔ زہری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے روز بیت المقدس کا کوئی پتھر اٹھایا نہیں گیا کہ اُسکے نیچے تازہ خون نہ پایا گیا ہو۔ امام بیہقی لکھتے ہیں۔ عن امّ حبّان قالت یوم قتل الحسین اظلمت علینا ثلاثا ولم یمسّ منّا احد من زعفرانھم شیئا فجعلہ علیٰ وجھہ الّا احترق ولم یقلّب حجر البیت المقدّس الّا وجد تحتہ دم عبیط۔ امّ حبان کہتی ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے دن سے تین دن تک ہم پر اندھیرا چھایا رہا۔ اور زعفران کو ہم میں سے کسی نے نہیں چھوا کہ اسکو مُنہ پر ملا اور وہ نہ جل گیا اور بیت المقدس کا پتھر نہیں اُٹھایا گیا کہ اُس کے نیچے خون تازہ

نہ پایا گیا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں لمّا جیٔ برأس الحسین علیہ السّلام الی دار زیاد سالت حیطانہا دما جناب امام حسین علیہ السّلام کا سرِ اقدس دارِ زیاد میں لائے تو دیواروں میں خون جاری ہوگیا۔

حافظ ابو نعیم تحریر کرتے ہیں عن جمیل بن مرّۃ قال اصابوا ابلا یوم قتل الحسین علیہ السّلام فنحروها وطبخوها فصارت مثل العلقم فما استطاعوا ان یسیغوا منها شیئًا جمیل ابن مرہ کہتے ہیں کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے دن ان لوگوں نے اونٹ پایا اور اُسے ذبح کرکے پکایا۔ وہ مثل حنظل کے کڑوا ہوگیا ایسا کہ کوئی اُسے کھا نہ سکا۔

ان ہی آثار میں حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خواب اور خاکِ شفا کا خون ہوجانا ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔

اخرج الترمذی ان ام سلمۃ رأت النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باکیًا وبرأسہ ولحیتہ التراب فسألتہ فقال قتل الحسین علیہ السّلام آنفا وکذلک رآہ ابن عباس نصف النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم یلتقطہ فسألہ فقال دم الحسین واصحابہ لم ازل اتتبعہ منذ الیوم فنظر فوجدہ قد قتل فی ذلک الیوم فاستشہد الحسین کما قال بکربلاء من ارض العراق بناحیۃ الکوفۃ ویعرف الموضع ایضًا بالطف قتلہ سنان ابن انس النخعی وقیل غیرہ یوم الجمعۃ عاشر المحرم سنۃ احدی وستین ولہ ست وخمسون سنۃ واشہر ولما قتلوہ بعثوا برأسہ الی یزید ونزلوا اول مرحلۃ فجعلوا یشربون حول الرأس فبینا ہم کذلک اذ خرجت علیہم من الحائط ید معہا قلم فکتبت سطرًا بدم

اترجو امۃ قتلت حسینا	شفاعۃ جدہ یوم الحساب

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہ سلام اللہ علیہا نے بیان فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ روتے ہیں اور آپ کے سر اور داڑھی پر خاک پڑی ہے تو میں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ ابھی حسین (علیہ السّلام) قتل ہوا ہے اور ایسا ہی خواب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپ غبار آلود ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے کہ اُسے آپ اُٹھائے ہوئے ہیں تو ابنِ عباس نے دریافت کیا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ امام حسین (علیہ السّلام) اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں دن بھر اسکے پیچھے رہا (یعنی یہی خون جمع کرتا رہا) پس لوگوں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ اُسی روز جنابِ امام حسین علیہ السّلام قتل ہوئے تھے پس جنابِ امام حسین علیہ السّلام شہید کیے گئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کربلا میں جو ملکِ عراق میں کوفہ کے پاس ہے اور وہ مقام طف کے نام سے بھی مشہور ہے۔ جناب امام حسین علیہ السّلام کو سنان ابن انس نخعی نے قتل کیا اور بعضوں نے اس شخص کے علاوہ اور دوسرے کو بھی بتلایا ہے۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور دسویں محرم ۶۱ ہجری تھی اور آپ کا سن چھپّن ۵۶ برس کچھ مہینے کا تھا۔ جب آپ کو قتل کرچکے تو سر آپ کا یزید کے پاس بھیجدیا گیا۔ جب پہلی منزل پر اُترے تو شراب خواری میں مصروف ہوئے اس اثنا میں ان کے سامنے دیوار سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک قلم تھا اور جس نے ایک سطر خون سے لکھدی وہ شعر یہ تھا جس کے معنی یہ ہیں۔ کیا وہ اُمّت جس نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا اُمید کرتی ہے کہ اُس کے نانا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قیامت میں اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔

حافظ ابو نعیم امام شعبی۔ امام زہری اور ابو قتادہ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ اذا قتل الحسین علیہ السّلام انکسفت الشمس حتی بدت الکواکب۔ یعنی جب جنابِ امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو سورج میں گہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ ستارے آشکار ہوگئے۔

ایسے ایسے بہت سے واقعات ہمارے پیشِ نظر ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔ اب ہم اُن آثارِ قدرتی کے واقعات کو ختم کرکے حسبِ وعدہ قاتلانِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی سزا کے چند واقعات ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اتنے کثیر التعداد ستمگاروں میں سے سب کی سزائیں ایک بار تو نہیں ہوگئیں بلکہ باری باری سے ہر ایک بزبون افعال اپنی شامتِ اعمال تک پہنچتا گیا۔ اُن کی سزا اُس کی صورتیں بھی مختلف تھیں چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی امام زہری کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

عن الزهری لم یبق ممن قتله الا من عوقب فی الدنیا اما بقتل او عمی او سواد الوجه او زوال الملک فی مدة یسیرة
یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو دُنیا سے اِن حالتوں میں نہ اٹھا ہو یا تو وہ قتل ہوگیا یا اندھا ہوگیا۔ یا اُس کا مُنہ کالا ہوگیا۔ یا تھوڑے دنوں میں اُس کے ملک و دولت پر زوال آ گیا۔
یہ تو اجمالی کیفیت تھی۔ اب تفصیلی حالات ملاحظہ ہوں۔ حافظ ابو نعیم اور علامہ منصور ابن عمار تحریر کرتے ہیں۔ عن سفیان ثوری عن جدته قالت شهد رجلان قتل الحسین علیه السلام فاما احدهما طال ذکره حتی کان یلفه علی عنقه و اما الاٰخر یستقبل الراویة بفیه حتی یاتی علی اٰخرها فما یروی۔ سفیان ثوری اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام سے دو شخصوں میں سے ایک کا عضو اس قدر طویل ہوگیا کہ وہ اس کو اپنی گردن میں لپیٹا تھا اور دوسرے کا یہ حال تھا کہ مشک کو مُنہ سے لگا کر ختم کر دیتا تھا تاہم اُس کی پیاس نہیں بجھتی تھی۔
علامہ سبط ابنِ جوزی لکھتے ہیں عن السدی انه اضافه رجل بکربلاء فتذکروا انه ما شرک احد فی دم الحسین علیه السلام الا مات باقبح الموت فکذب به المضیف وقال انه ممن حضر فقام اٰخر اللیل لیصلح السراج فی ثبت النار فی جسده فاحرقته قال السدی و انا والله رأیته کانه حممة۔
یعنی سدی کا بیان ہے کہ میں ایک بار کربلا سے گزر گیا۔ یہ ذکر نکلا کہ کوئی شخص قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السلام سے ایسا نہیں بچا جو بدترین صورت سے نہ مرا ہو۔ پس میرا میزبان جو تھا وہ کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا کہ تمہارا یہ کلام جھوٹ ہے۔ ایک تو میں ہی ہوں جو اس موقعہ پر حاضر تھا۔ بات رفت و گزشت ہوگئی وہ شخص رات کو چراغ میں اشتعال دینے کی ضرورت سے اٹھا۔ اور اشتعال دیتے دیتے اُس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ اور اُس کا تمام جسم جل گیا۔ سدی کا بیان ہے کہ قسم خدا کی میں نے اُس حالت میں اسکو دیکھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ میں جھلسا ہوا کوئلہ ہے۔

دوسرا واقعہ علامۂ موصوف یہ لکھتے ہیں:۔
ان رجلا منهم علق فی لبیب فرسه راس الحسین علیه السلام فرای وجهه اشد سوادا من القیر فقیل له انك کنت احسن العرب وجها فقال ما مرت علیّ لیلة من حین حملت راس الحسین علیه السلام الا و اثنان یاخذان بعضدی ثم ینتهیان بی الی النار المتاجج فیدفعانی فیها و انا انکص فتشفعنی کما تری ثم مات علی اقبح حاله
ایک شخص نے جناب امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس اپنے گھوڑے کی رسی سے باندھ لیا تھا۔ بعد چند روز کے دیکھا کہ اُس کا مُنہ کالا ہوگیا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تو عرب کے حسین لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا یہ کیا ہوگیا؟ وہ کہنے لگا کہ جب سے میں نے سرِ اقدس جناب امام حسین علیہ السلام کو اٹھایا تو مجھ پر ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی کہ میں دیکھتا ہوں کہ دو آدمی میری گردن پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں دھکیلے دیتے ہیں اور میں پیچھے ہٹتا ہوں۔ پس اُس آگ نے میرا مُنہ جھلسا دیا۔ ایسا کہ جیسا کہ تو فی الحال دیکھتا ہے۔ پھر وہ بُرے حال سے مرگیا۔
تیسرا واقعہ۔ ان شخصا حضر قتله فقط عمی فسئل عن سببه فقال انه رای النبی صلی الله علیه و اٰله وسلم حاسرا عن ذراعیه و بیده سیف و عشرة من قاتلی الحسین علیه السلام مذبوحین بیده ثم لعنه وسبه بتکثیر سوادهم ثم اکحله بمرود من دم الحسین علیه السلام فاصبح اعمی۔
ایک شخص جو جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت فقط حاضر تھا اور اندھا ہوگیا تھا اُس سے اُس کے اندھے ہوجانے کا سبب دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ بعد اس واقعہ کے میں نے ایک شب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آستینیں الٹی ہوئی ہیں اور آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السلام سے دس آدمیوں کو آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل فرمایا ہے جو سامنے پڑے ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی اور اسکو برا کہا اس وجہ سے کہ یہ انکی تعداد بڑھانے کیوں آیا تھا پھر آپ نے خونِ جناب

امام حسین علیہ السلام نے کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا۔ صبح کو جو اُٹھا تو اندھا تھا۔

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں ان شیخا قال قتل اللہ بامتناعہ عن بیعتہ بزید فرماہ اللہ بکوکبین فی عینیہ۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو (معاذ اللہ) خدا نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے جرم میں قتل کیا۔ پس خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے دو ستارے آسمان سے اسپر گرائے کہ اُسکی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں

ان اشقیا کے علاوہ (۱) اخنس ابن مرثد ابن علقمہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کا عمامہ لے لیا۔ اُس کو سر پر باندھتے ہی دیوانہ ہو گیا۔

(۲) ابجر ابن کعب تیمی جس نے عبائے مبارک جسم مطہر سے اُتاری تھی وہ پیروں سے شل ہو گیا اور ایک بالشت بھی اپنے مقام سے نہ چل سکتا تھا اور بعض روایتوں سے اس کے عذاب وعقاب کی یہ صورت ہوئی کہ اس کے پاؤں گرمی میں تو شل رہتے تھے۔ مگر جب جاڑا آتا تھا تو اُس سے خون وریم جاری ہو جاتا تھا۔ غرضکہ اسی طرح وہ گھلتے گھلتے مر گیا۔

(۳) قیس ابن اشعث جس نے آپکا قطیفہ لیا تھا وہ مبروص ہو گیا تھا اور طراز المحدثین امام خوارزمی کا قول ہے کہ وہ مجذوم ہو گیا تھا اور تمام بدن اُسکا ایسا ٹپکنے لگا تھا کہ اُسکے گھر کے تمام لوگ اس سے دُوری اختیار کرنے لگے تھے۔ اور مایوس ہو کر آخر اس کو ایک مزبلہ پر ڈال دیا۔ ابھی وہ زندہ ہی تھا کہ کتّوں نے اُسے نوچ کھایا۔

(۴) اسحٰق ابن حویہ الحضرمی نے قمیص مقدس لیکر پہن لی۔ جس میں نیزے۔ تیر اور تلوار کے سوراخ موجود تھے۔ وہ بھی مبروص ہو گیا تھا۔ اور اُس کے سر اور داڑھی کے سب بال گر گئے تھے اور اُس کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا۔

ہم نے یہاں صرف اُن لوگوں میں سے چند ظالموں کے نام لکھدیے ہیں جو فوراً عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنی سزا کو پہنچ گئے اور جو بچ گئے وہ آیہ وافی ہدایہ کے تحت میں آگئے افریت ان متّعناھم سنین ثم جاء ھم ما کانوا یوعدون وما اغنی عنھم ما کانوا یمتّعون (پس اے اہل ایمان! اگر تم ان منافقین کو سالہا سال خوشحال اور کامیاب بھی دیکھو تو یہ سمجھ رکھو کہ آخر میں یہ وہی دن دیکھنے والے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور اُن کو یہ خوش حالی کوئی نفع پہنچانے والی نہیں ہے)

المختصر یہ تمام اشقیا اپنے اپنے مقررہ اوقات پر اپنے کرتوت بھگت کر اور انواع واقسام کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر دُنیا اور اہل دُنیا کے لئے سخت ترین عبرت کا نمونہ بنتے رہے۔ اب ہم ان چند واقعات کو لکھکر اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ زمانۂ حال کے وہم پرست حضرات جن کو آئے دن خدا کی اور اسلام کی سچی اور پاک بشارتوں میں غیر معمولی طور پر شکوک۔ مغالطے اور وسوسے پیدا ہوا کرتے ہیں وہ ان واقعات کو پڑھکر اپنی پوری تشفی کر لیں گے اور یقین کر لیں گے کہ خاصانِ خدا کے وسیع دائرہ میں جس طرح جناب امام حسین علیہ السلام شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا کے مصائب سب سے زیادہ سخت اور شدید ہیں۔ اُسی طرح ان حضرتؑ پر ظلم کرنیوالوں کے عذاب بھی نہایت سختی سے اور بہت جلد نازل فرمائے گئے۔

انہی اعتراضات کے ساتھ ہم کو اس امر کا یقین بھی کامل طور سے کر لینا چاہئے کہ جس طرح خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے پیارے نواسے کی شہادت کی خبر دی تھی۔ اُسی طرح اُن بیدینوں کی سزا پانے اور سخت ترین عذاب میں گرفتار ہونے کی بھی خبر پہلے ہی سے پہنچا دی تھی۔ چنانچہ امام حاکم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الیّ انی قتلت بیحیی ابن زکریا سبعین الفا وانی قاتل بابن بنتک سبعین سبعین الفا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے مجھکو یہ وحی بھیجی ہے کہ میں نے حضرت یحییٰ ابن زکریا علےٰ نبینا وعلیہما السلام کے خون کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا تھا۔ اور اب تمہارے نواسے کے خون کے معاوضہ میں ستر ہزار در ستر ہزار آدمیوں کو قتل کراؤں گا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

ہم اپنا یہ مضمون تمام کرتے ہوئے اتنا اور لکھے دیتے ہیں کہ یہ قدرتی آثار جو امام مظلوم علیہ السلام کی شہادت پر ظاہر ہوئے۔ ان کے متعلق امام قندوزی بلخی نقشبندی اپنی کتاب ینابیع المودہ میں لکھتے ہیں عن منصور ابن عمار فی شعر ہ

اترجوا امۃ قتلت حسینا	شفاعۃ جدّہ یوم الحساب

ان هذا البیت وجدا الحجر مکتوب فیه هذا البیت قبل مبعثه صلی الله علیه وآله وسلم بثلثمائة سنة وان هذا البیت مکتوب فی کنیسة بارض الروم لا ادری من کتبه۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو[300] برس پہلے یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا پایا گیا اور یہی شعر کلیسائے روم میں بھی لکھا ہوا دیکھا گیا۔ اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کس نے لکھا ہے۔ (ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۲۴)

تاریخی پیمانہ پر جانچنے سے یہ واقعہ کچھ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہم اس کے اخبار اور اطلاع کو تین سو برس کیا جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ہزاروں برس پہلے سے ثابت کر آئے ہیں۔

شہادتِ جناب امام حسین علیہ السّلام کے مرثیے

یہ امر تمام دُنیا کے لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ کسی واقعہ کی نسبت اتنا اظہار تاسّف نہیں کیا گیا۔ جتنا کہ حادثۂ کربلائے معلّٰی کے متعلق۔ ہزاروں واقعات یادگار اور اظہار تاسُّف وملال کے طور پر ہو چکے اور آج تک ہوتے رہتے ہیں۔ دُنیا میں روزانہ واقعات ہوتے ہیں۔ مگر کیا معمولی طور پر کچھ دنوں تک دُنیا اور اہل دُنیا کے دلوں پر اُن کا اثر باقی رہتا ہے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ نسیاً منسیّاً ہو کر دلوں سے ایسے مٹ جاتے ہیں۔ گویا اُن کا وقوع کبھی ہوا ہی نہ تھا ہزاروں کیا۔ لاکھوں واقعات صفحاتِ تاریخ میں بھرے پڑے ہیں جن کا کوئی اثر اس وقت دُنیا میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اُن کی نسبت کس مپرسی اور عدم توجہی کی یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ اُسے جانتے بھی نہیں۔ بخلاف اُن کے جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ دُنیا کے ضخیم کارنامہ میں بالکل تنہا بے نظیر وعدیم المثال ہے جو قریب قریب تیرہ سَو[1300] برس گذر جانے کے بعد بھی آج تک دلوں میں تازہ ہے۔ اتنی مدّت کے بعد اُس کا اثر ویسا ہی باقی ہے اور اسکے روحانی اثرات زیادہ تر اس باعث سے حیرت انگیز ہیں کہ وہ قومیں جن کو جناب امام حسین علیہ السّلام سے عقیدت، خلوص یا معرفت حاصل ہے وہ تو اپنے مقام پر متاثر ہوتی ہی ہیں ان کے علاوہ وہ غیر قومیں بھی جنکو جناب امام حسین علیہ السلام سے کوئی علاقہ۔ کوئی واسطہ اور کوئی نسبت نہیں بھی آپ کی شہادت کے واقعہ سے اُتنی متاثر پائی جاتی ہیں جیسی عقیدتمند اور مخلص قومیں۔ صرف اسی ایک امر پر غور کرکے ہر شخص اسکی رُوحانی تاثیرات کا پورے طور سے معتقد کہا جاسکتا ہے۔ اس کے ہمیشہ برقرار رہنے کا بہت بڑا باعث یہی روحانی تاثیر ہے۔ تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کہ جس قدر مرثیے جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت پر لکھے گئے ہیں اور جتنی کتابیں آپ کے مصائب کے بیان میں لکھی گئی ہیں اُتنی کسی اور واقعہ کے متعلق نہیں لکھی گئیں اور یہ سلسلہ اُس وقت سے لیکر اس وقت تک تمام ہی نہیں ہوا۔ تیرہ سَو[1300] برس گذر جانے کے بعد بھی آجتک ہزاروں کتابیں مصائب کی لکھی اور لکھوکھا مرثیے لکھے جاتے ہیں اور اطرافِ عالم میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ امر اس واقعۂ عظیمہ کی حقانیت اور روحانیت کا پورا اشاہد اور کافی دلیل ہے۔ جب ہم ان واقعات پر غور کرتے ہوئے اسکے انتہائی پہلو پر اپنی نظر پہنچاتے ہیں اور دُنیا کے کارنامے میں امارتِ مروانیہ اور سلطنتِ عباسیہ کے وہ ظالمانہ اور جابرانہ فرامین پڑھتے ہیں جو خصوصاً عزائے جناب امام حسین علیہ السّلام کی ممانعت اور آپ کی قبرِ مطہّر کی زیارت کی ممانعت اور مدفنِ مقدس کے نام ونشان مٹا دیئے جانے کے متعلق جاری ہوئے تھے تو ہم کو حد درجہ کے تعجب کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ باوجود ان کوششوں کے اتنی جابر اور قوی سلطنتیں ان امور کے اجرار کی تعمیل پر قادر نہ ہو سکیں اور ان کے متعلق ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اُس خدائے غالب و توانا کی مشیّت اور قدرت ایسے آثارِ عظیمہ کے برپا اور قائم رکھنے کے لئے ابد الآباد تک ذمہ دار ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء اور اُس کے خلاف انسان کی کوئی کوشش کبھی پیش نہیں چل سکتی۔

اب ہم اپنے سلسلۂ بیان کے قائم رکھنے کے لئے عرب کے اُن چند حضرات کے نام ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ جنہوں نے شہادتِ جناب امام حسین علیہ السّلام میں مرثیے لکھے ہیں اور وہ اس وقت تک تمام لوگوں میں ذائع وشائع ہیں۔

محقق طوسی و شیخ مفید رضوان اللہ علیہما کی تحقیق ہے کہ جس شخص نے

سب سے پہلے شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ لکھا ہے۔ وہ عُقبہ ابنِ غالب قبیلۂ بنی سہم کا شاعر تھا۔ اسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

اذا العین قرّت فی الحیاۃ دانتم ۔۔۔ تخافون فی الدّنیا فاظلم نورھا

علّامہ ابنِ نما جو علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے اُستاد تھے۔ اپنی کتاب مثیر الاحزان میں لکھتے ہیں کہ سلیمان ابنِ قتیبہ العدوی جو قبیلۂ بنی تیم کا غلام تھا۔ تین روز کے بعد کسی ضرورت سے میدانِ کربلا میں پہنچا تو اُس نے یہ مرثیہ لکھا ؎

مررت علی ابیات آلِ محمدؐ ۔۔۔ فلم ارھا امثالھا یوم حلّت

بحار الانوار اور عوالم الورائے میں لکھا ہے کہ ابو الرمح خزاعی نے یہ مرثیہ لکھا ؎

اجالت علی عینی سحائب عبرتی ۔۔۔ فلم تقع بعد الدّمع حتی دملت

حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں ؎

تمسّک بالکتاب من تلاہ ۔۔۔ فاھل البیت ھم اھل الکتاب

بیس شعر سے زاید ہیں۔ یہ اشعار بھی حضرت زینب علیہا السلام کے ہیں

اما شجاک یا سکن ۔۔۔ قتل الحسینؑ والحسنؑ

یہ نظم قریب چالیس اشعار کے ہے۔ جناب امام ضامن ثامن حضرت علی ابنِ موسی الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یا فاطم الطّہر قومی غیر قائمۃ ۔۔۔ فی جحفل من نساء ھاشمیات

جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

الا یا حبّذا الاعداء فینا ۔۔۔ تحکّموا ونالوا اینا والله کلّ منالٍ

نور العین صفحہ ۱۹۷۔ دعبل خزاعی کا مشہور مرثیہ ہے جسکو اس نے جنابِ امام علی ابنِ موسیٰ الرّضا علیہ السلام کی فرمائش سے لکھا اور پھر آپ ہی کی حضور میں پڑھا تھا ؎

افاطم لو خلت الحسین مجدّلا ۔۔۔ وقد مات عطشانا بشط فرات

امام شافعی کے اشعار بھی جنابِ امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں بہت مشہور ہیں اُن میں سب سے زیادہ مشہور وہ مرثیہ ہے جس کے آغاز میں یہ شعر ہے ؎

تَاَوَّہَ قلبی وَالفُؤادُ کَئِیبٌ ۔۔۔ وَاَرَّقَ نَومی وَالسُّھَادُ عَجِیبٌ

علامہ ابو الفرج جوزی کا مشہور مرثیہ یہ ہے ؎

احسین والمبعوث جدّک بالھدی ۔۔۔ قسماً یکون الحقّ فیہ مسائلی

ولہ ایضاً

یا مصطفیٰ یا الحبیب الحشا ۔۔۔ انھد رکنی یا اخی وا لقوا

علامہ سوستی کے مرثیے کثرت سے کتابوں میں نقل پائے جاتے ہیں جن میں نہایت مشہور یہ ہے ؎

جودی علی الحسین یا عین بانفراد ۔۔۔ جی دعلی الغریب اخی البحار لابجاد

ملک الشعرا خلیعی نے بھی بہت سے مرثیے لکھے ہیں اُن کا مشہور ترین اور طویل مرثیہ یہ ہے ؎

لَمْ اَبْكِ رَبْعًا لِلْاَحِبَّۃِ قَدْ خَلَا ۔۔۔ وَعَفَا غَبَرَۃُ الْجَدِیْدَیْنِ وَاَمْحَلَا

ابن حجاد عرب کے مشہور و معروف شاعر کے بہت سے مرثیے ہیں۔ اُن کا یہ مرثیہ بہت مشہور ہے ؎

اَتَجِیْتَ یَا ذَاتَ الْجَمَالِ وَلَالًا ۔۔۔ وَجَعَلْتَ جِسْمِی لِلصَّنَی خَیَالًا

ابو العلائے معرّی کا طولانی مرثیہ یہ ہے ؎

راس ابن بنت محمدؐ و وصیّھا ۔۔۔ للمسلمین علیٰ قناۃ یرفع

صاحب یعنی اسمٰعیل ابنِ عباد کا یہ مرثیہ ہے ؎

سقطوا علی روح الحسین ۔۔۔ واھل جمّ الجماح

عقبہ ابنِ عمر السہمی نے یہ مرثیہ لکھا ہے ؎

اذا غبرت الآفاق واحمرّت السّماء ۔۔۔ زعمت الدّنیا فاظلم نورھا

بسری الرقا کا یہ مرثیہ ہے ؎

اقام روح و ریحان علی جدث
ثوی الحسینُ بہ ظمآنَ آمینا

کشاجم کا یہ مرثیہ ہے ؎

اِذَا تَفَکَّرتُ فِی مُصَابِھِمْ ۔۔۔ اُثقِبَ زَندُ الھُمُومِ قَادِحَہٗ

ناشی شاعر کا یہ مرثیہ ہے ؎

مَصَائِبُ نَسلِ فَاطِمَۃَ البَتُولِ
نَکَت حَسَرَاتُھَا کَبِدَ الرَّسُولِ

محمود طریحی ۔ عرب کا مشہور و معروف طلیق اللسان اور فصیح البیان شاعر لکھتا ہے ؎

هیجی تلذ اذی علیّ محرّم	اذا هلّ فی دور الشهور محرّم

جوہری شاعر بھی مرثیہ میں بہت مستعد ہے اسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

عاشوراء اذا الا لهفی علی الدین
خذوا احدادکم یا آل یٰسین

ابوالحسن علی ابن احمد جرجانی کا یہ مرثیہ ہے ؎

وجدی بکوفان ما وجدی بکوفان
تهمی علیه ضلوعی قتیل احیف فی

علی ابن الحسین ازدی لکھتے ہیں ؎

بنو حسین لا المخصوص بالله درجات
من الله والخلق اصن فی الغمرات

خالد ابن معدان کا مرثیہ یہ ہے ؎

جاؤا براسک یا ابن بنت محمدٍ
مترملا بدمائه ترمیلا

جناب سید رضی عطر اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے بھی بہت سے طولانی مرثیے مشہور ہیں جن میں سے یہ مرثیہ بہت مشہور ہے ۔

کربلا لا زلت کربا و بلا	مالقی عندک آل المصطفیٰ

آقا سید محمد مہدی طباطبائی الملقب بہ بحر العلوم نور اللہ تربتہ کے بھی بہت سے مرثیے ہیں جن میں سے یہ مرثیہ بہت شہرت رکھتا ہے ۔

هذا مصاب الذی جبرئیل خادمه
ناقاله فی المهد اذ بنطت تمائمه

ہم نے عربی شعراء کے کثیر التعداد گروہ میں سے صرف چند بزرگواروں کے نام اور اُن کے مراثی میں سے منتخب مرثیہ کا ایک ایک شعر بطور نمونہ یہاں لکھدیا ہے۔ ورنہ اگر ہم ان تمام حضرات کے نام اور انکا کل کلام لکھنے کا قصد کرتے جن کے مراثی مصائب کی کتابوں میں عموماً درج پائے جاتے ہیں تو شاید ہماری تالیف کا یہ حصہ شعرائے عرب کا ایک مکمل تذکرہ ہو جاتا۔ عربی زبان سے زیادہ فارسی کے شعرا نے مرثیے لکھے ہیں اور فارسی کے بعد اردو میں ہزارہا مرثیے لکھے گئے ہیں وہ کون ہے جو ملکِ ایران کا رہنے والا ہو اور ملا محتشم مقبل و قآنی جودی اور مرزا وصال شیرازی رحمہم اللہ علیہم کے نام نامی سے واقف نہ ہو اور وہ کون ہے جو جزیرہ نمائے ہندوستان کا باشندہ و زبانِ اردو سے پورا واقف ہو وہ میر خلیق ۔ میر ضمیر ۔ میر انیس ۔ میر دبیر ۔ میر نفیس اور مرزا اوج رحمہم اللہ کے مرثیوں کی فصاحت و بلاغت کو سنکر ایکبار نہیں ہزار بار داد نہ دے چکا ہو۔

جناب امام حسین علیہ السّلام کے محاسنِ اخلاق

اب ہم آپکی مقدس سیرت کے متعلق تمام حالات کو بتفصیل بیان کر کے جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی طرف رجوع کرتے ہیں جناب خامس آل عبا شہید کربلا روحنا لہ الفدا کے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق اسی پیمانے پر تھے جس پیمانے پر جناب امیر المؤمنین علی مرتضےٰ علیہ السلام اور جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حالات میں لکھے گئے ہیں اس سے قبل کہ ہم آپکے اخلاقی حالات کی ابتدا کریں ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ع ۔ ایں خانہ تمام آفتاب است۔ کیوں نہ ہو جس نفس قدسی نے آغوش رسالت میں پرورش اور دامان امامت و ولایت میں تربیت پائی ہو جس کے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جسکے باپ ولی اللہ علیہ السلام جسکی ماں سیدۃ نساء العٰلمین سلام اللہ علیہا من رب العٰلمین ہو اُس کے اخلاق و آداب کی درستی اور شائستگی کا کیا پوچھنا اور اُس کی مثال دُنیا کی معمولی تہذیب و تربیت میں کیسے مل سکتی ہے چنانچہ ہم سب سے پہلے آپ کے اخلاقی محاسن کے متعلق ایک ایسا واقعہ درج کرتے ہیں جسمیں آپ نے اپنے محاسن اخلاق کے لاجواب اور عدیم المثال ہونیکا خود دعویٰ فرمایا ہے انس ابن مالک جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمتگار اور بڑے حاضر باش صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن جناب امام حسین

علیہ السّلام کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں آپکی کنیزوں میں سے ایک کنیز آئی اور اس نے ایک پھول آپکی خدمت میں ہدیہ کے طور پر نذر گزرانا آپ نے تبسم فرماکر وہ پھول لے لیا۔ اُسے سونگھا اور اسکی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا اَنْتِ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللهِ جا تجھ کو میں نے خدا کے نام پر آزاد کر دیا۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا مولا! آپ نے ایک کنیز کو جس کی خریداری میں آپ نے معتدبہ رقم صرف فرمائی ہوگی۔ ایک پھول کے معاوضہ میں جسکی قیمت کچھ بھی نہیں آزاد کر دیا۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے انس کی طرف غور کی نظر ڈال کر فرمایا۔ كَذَا اَدَّبَنَا اللهُ قَالَ اللهُ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا وَكَانَ اَحْسَنُ مِنْهَا عِتْقَهَا یعنی خدا کا قانون یہی ہے۔ چنانچہ خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص تم کو کوئی تحفہ دے تو تم اُسے یا اس سے بہتر تحفہ دو یا اُس کا تحفہ اُسے واپس کر دو۔ پس اس کنیز کے لئے اس کی آزادی سے بڑھکر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہ آزاد کر دی گئی۔ اس واقعہ سے کافی طور پر معلوم ہوگیا کہ انس ابنِ مالک جیسا جلیل القدر صحابی جو ہر وقت صحبتِ بابرکت جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے والا ہے اور مدّتِ مدید تک آنحضرت کے فیضانِ صحبت سے فیض اُٹھا چکا تھا۔ امامؑ کے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اشفاق کی غایت تک نہ پہنچ سکا اور آپ کے محاسنِ اخلاق کو معاذ اللہ افراط پر محمول کرکے آخر پوچھ ہی بیٹھا تو بھلا کوئی اور کیا سمجھیگا حقیقتِ امر یہ ہے کہ انسان کی ظاہر پسند طبیعت ہر شے کو اپنے معمولی انداز پر قیاس کیا کرتی ہے۔ حالانکہ اِن امور کو معمولی ہونے سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ دُنیا میں جو اُمور روزانہ معمول کے خلاف پائے جاتے ہیں وہی نادر۔ یکتا اور عدیم النظیر کہلاتے ہیں۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا یہ سلوک انس ابنِ مالک کو ضرور خلافِ معمول معلوم ہوا۔ مگر اُنہوں نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ ایسے مقدّس و عالی مقام امام کے محاسنِ سلوک کا عام عادات کا خلاف ہونا ہی اُسکے نادر اور بے نظیر ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

اِسی کنیز کا سا واقعہ ایک دوسری کنیز کا بھی ہے۔ جو عام طور سے فریقین کی کتابوں میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک بار آپ اپنی ایک کنیز پر خفا ہوئے۔ اُسکی سزا کا حکم فرمایا۔ مزاج دان کنیز آگے بڑھی اور عرض کرنے لگی۔ یا مولائی اَلْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ اے مولا! خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ غصہ کے ضبط کرنیوالوں کی تعریف کرتا ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ نے بارِ ثانی حکم فرمایا خَلُّوْهَا اعتقها یعنی اس کی سزا سے باز رہو۔ اس کے بعد اس خادمہ نے پھر عرض کی وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ اے مولا! خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ انسان سے عفوِ تقصیر کو بہت اچھا شمار کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنْكِ۔ میں نے تجھے معاف بھی کر دیا۔ پھر کنیز نے عرض کی وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اے مولا! خدائے عزوجل احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یہ سُنکر آپ نے فوراً ارشاد فرمایا اَنْتِ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللهِ تعالیٰ وَلَكِ ضِعْفُ مَاكُنْتُ اُعْطِيْكِ۔ جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا اور جو کچھ تجھے اب تک ملا کرتا تھا۔ آیندہ سے اُس کا دوچند ملا کرے گا۔

اِسی طرح حضرت اسامہ ابنِ زید کے ساتھ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے محاسنِ سلوک کا قصہ نہایت معتبر اور بہت مشہور ہے۔ وہ یہ کہ اسامہ کے سخت بیمار ہونے کی خبر پاکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ جب حضرت اسامہ کے قریب پہنچے تو انکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وَا غَمَّاهُ وَا غَمَّاهُ۔ آپ نے دریافت فرمایا وَمَا غَمُّكَ يَا اَخِيْ۔ تم کو اے بھائی کیا غم ہے؟ حضرت اسامہ نے خدمتِ مبارک میں عرض کی کہ ساٹھ ہزار درہم کا قرضدار ہوں اور موت سر پر آ پہنچی۔ اس کے ادا نہ ہونے کا صدمہ موت کی تکلیف سے کم نہیں ہے۔ آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ تم مضطرب نہ ہو۔ تمہارا قرض میرے ذمّہ رہا۔ حضرت اسامہ نے پھر عرض کی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کی ادا کاری ہونے سے قبل نہ مر جاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى اَقْضِيَهَا عَنْكَ قبل اس کے کہ تم کو موت آئے میں خود تمہارا قرض ادا کر دونگا۔ چنانچہ جب آپ بیت الشرف تشریف لائے تو حضرت اسامہ کا کل قرضہ اُنکے قرضخواہوں کو بلاکر ادا فرما دیا۔ سُبحان اللہ۔

مروان حکومتِ مدینہ کے زمانہ میں فرزدق سے ایسا ناراض ہوا کہ اُس کے شہر بدر کیے جانے کا حکم صادر کر دیا۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ فرزدق نہایت مضطرب ہوکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرتؑ نے اسکو چار ہزار دینار دلوا دیئے۔ حاضرینِ خدمت نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرزدق ایک مرد لا اُبالی

شاعر پیشہ کو حضور نے اتنی بڑی رقم حوالہ فرما دی۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ ان خیر مالک ما وقیت بہ عرضک وقد اتاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب ابن زھیر وقال فی عباس ابن مرداس اقطعوا لسانہ عنی یعنی سب سے بہتر مال وہ ہے جس سے تم اپنی عزت بچاؤ۔ دیکھو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب ابن زہیر کے ساتھ بھی سلوک فرمایا تھا۔ اور عباس ابن مرداس کی نسبت بھی یہ فرمایا۔ کہ میرے لئے اسکی زبان کو قطع کر ڈالو۔ ابن مرداس کے حالات غزوۂ طائف میں لکھے چکے ہیں۔ فی الحقیقت اس کی زبان کاٹے جانیکا حکم نہیں سمجھا بلکہ یہ ہدایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو کی گئی تھی کہ سب لوگوں سے زیادہ غنیمت کا حصہ اسکو دیا جائے تاکہ پھر اس کو شکایت کا موقعہ نہ رہے اور وہ بھی دوسروں کے حصہ میں سے نہیں بلکہ خود آنحضرت کے حصہ میں سے
ایک مرد اعرابی مدینہ آیا اور پوچھنے لگا کہ سخی ترین مردم اس وقت مدینہ میں کون ہے؟ لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو بتلا دیا۔ وہ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ عبادتِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ اُسنے حضرت کو مصروفِ عبادت پاکر یہ اشعار پڑھے ؎

لم یخب الان من رجاک ومن — حرک من دون بابک الحلقہ
انت جواد وانت معتمد — ابوک قد کان قاتل الفسقہ
لولا الذی کان من اوائلکم — کانت علینا الجحیم منطبقہ

جنابِ امام حسین علیہ السلام نماز پڑھ چکے تو سلام ختم کرکے خادم کیطرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے ھل بقی من مال الحجاز شئ قال نعم اربعتہ الاف دینار فقال ھاتھا قد جاءنا من ھو احق بھا منا۔ حجاز کے مال میں سے کچھ تیرے پاس باقی ہے۔ اُسنے عرض کی جی ہاں چار ہزار دینار باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا جو ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق ہے وہ آگیا۔ پس وہ سب اسکو دیدو۔ پس آپ نے وہ تمام رقم ایک رومال میں لپیٹی اور اندر تشریف لے گئے۔ خادم کو بلاکر حکم دیا کہ اس صاحبِ احتیاج کو دروازہ پر بلالاؤ۔ وہ شخص سائل حاضر ہوا تو آپ نے اندر پوشیدہ ہوکر کواڑ کی آڑ سے اُس کو وہ رقم عنایت فرمادی اور یہ اشعار ارشاد فرمائے ؎

خذھا وانی الیک معتذر — واعلم انی علیک ذو شفقہ
لو کان فی سیرنا الغداۃ عصا — امست سمانا علیک مندفقہ
لکن ریب الزمان ذو غیر — والکف منی قلیلۃ النفقہ

یعنی اسکو لے لے اور میں تجھ سے اس رقم قلیل کے لئے عذرخواہ ہوں۔ مگر یہ یقین کر کہ مجکو تیرے اوپر شفقت کا خیال ضرور ہے۔ اگر عصائے حکمرانی آج ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو تو دیکھ لیتا کہ ہماری بخشش و جود کا آسمان تجھ پر ضرور زرافشانی کرتا۔ مگر حالات زمانہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور میرا ہاتھ اس وقت تنگ ہے۔ اعرابی آپ کا یہ کلام سنکر رونے لگا آپ نے ارشاد فرمایا لعلک استقللت ما اعطیناک قال ولا ولکن کیف یاکل التراب جودک شاید تو ہماری قلت عطا پر گریاں ہے اُس نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ میں اس لئے روتا ہوں کہ ایسے کریم النفس وجود کو خاک کیونکر کھا جائے گی۔
عبدالرحمٰن السلمی آپکے بعض فرزندوں کے معلم تھے اُنہوں نے آپکے ایک صاحبزادے کو سورۂ حمد زبانی یاد کرادیا تھا۔ اور جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لیجاکر صاحبزادہ سے وہ تمام سورت سنوادی تھی۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور عبدالرحمٰن کو ہزار دینار اور ہزار حلّے عنایت فرمائے اور اُن کا مُنہ موتیوں سے بھروادیا۔
بعض تنگ دل حضرات نے اس عطائے کثیر کی نسبت استفسار کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا و این یقع ھذا من عطائہ یعنی تعلیمہ۔ یعنی میری یہ عطائے کثیر اُس عطا کی برابر ہوزن نہیں ہوسکتی اور یہ شعر پڑھے ؎

اذا جادت الدنیا علیک فجد بھا — علی الناس طرا قبل ان تتفلت
فلا الجود یفنیھا اذا ھی اقبلت — ولا البخل یبقیھا اذا ما تولت

ایک مرتبہ آپ نے اپنے محاسنِ اخلاق اور مکارمِ اشفاق کے متعلق ایک نہایت پُر اثر نقل بیان فرمائی وہ یہ ہے۔ ارشاد فرمایا صح عندی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الاعمال بعد الصلوٰۃ ادخال السرور فی قلوب المؤمنین بما لا اثم فیہ مجھ کو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ بعد نماز کے بہترین اعمال یہ ہے کہ قلوبِ مومنین کو خوش کیا جائے مگر ایسی چیز سے جس میں کوئی گناہ نہ ہو نہایت صحیح ثابت ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ فانی رایت غلاما یواکل کلبا فقلت لہ فی ذلک فقال یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انی مغموم اطلب سرورا بسرورہ لان صاحبی یھودی ارید افارقہ۔ میں نے ایک غلام کو دیکھا جو ایک کتّے کو اپنے ساتھ کھانا کھلا رہا تھا۔ میں نے اُس سے اسکا باعث

دریافت کیا تو اُس نے عرض کی یا ابنِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مغموم ہوں۔ اس لئے کہ خوش کرکے میں خوشی کا طالب ہوں میرا مالک ایک مردِ یہودی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اُس سے آزادی حاصل کروں۔ اسکی غایت درجہ کی تمنا سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام ازحد متاثر ہوئے۔ فوراً اُس مردِ یہودی کے پاس آئے اور دو سَو اشرفیاں قیمتِ غلام دیکر اُس کو لے لیا۔ پھر اُسے آزاد کردیا۔ یہودی یہ دیکھکر حیران ہوا۔ فقال الیہودی الغلام فدا آ لعطا ئك و هذا البستان له و رددت علیك المال فقال و انا قد وهبت لك المال قال قبلت المال و وهبت للغلام فقال الحسین علیه السّلام عتقت الغلام و وهبت له جمیعا۔

یہودی نے عرض کی کہ میں نے اس غلام کو آپ کے عطیہ کے سبب آپکے حوالے کیا اور اپنا وہ باغ بھی اس کی ملک میں دیا اور یہ دینار بھی آپ کی نذر کئے آپ نے فرمایا۔ کہ یہ روپیہ میں نے تجھ کو ہبہ کردیا۔ یہودی نے کہا کہ میں نے اس رقم کو قبول کیا۔ اور یہ تمام رقم اس غلام کو بخشدی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس غلام کو ان تمام اموال کے ساتھ راہِ خدا میں آزاد کردیا۔ یہودی کی بی بی پردہ سے یہ تمام واقعات دیکھکر بیساختہ بول اٹھی کہ میں نے اپنا تمام مہر اپنے شوہر کو معاف کردیا اور میں اسلام قبول کرتی ہوں۔ یہودی بی بی کی وفاداری دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں بھی اسلام لاتا ہوں اور اپنا مکان اپنی بی بی کے نام ہبہ کرتا ہوں چنانچہ وہ سب کے سب آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

شعیب ابن عبدالرحمٰن خزاعی بیان کرتے ہیں کہ یوم عاشورا جب ظالمانِ کوفہ و شام نے آپ کی لاش مقدس کے تمام کپڑے اُتار لئے تو آپ کی پشتِ مطہر پر گٹھوں کے نشان پائے گئے جناب امام زین العابدین علیہ السّلام سے اُن کی نسبت پوچھا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا هذا مما کان ینقل الجراب علی ظهره الی منازل الارامل والیتامی والمساکین۔ آپ اپنی پشت مبارک پر بیوگان، یتیمان اور مساکین مدینہ کے گھروں پر کھانے کی چیزیں لیجایا کرتے تھے۔ یہ اُسی بارکشی کے نشان ہیں۔

ایک روز فقیروں کے ایک گروہ کی طرف سے ہو کر نکلے۔ وہ سب بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ اُن لوگوں نے آپکو دعوت کی۔ اور بلایا۔ آپ فوراً اُنکے مجمع میں جاکر بیٹھ گئے۔ اور ایک پارۂ نان اُن کے دسترخوان سے اٹھاکر کھالیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ان اللہ لا یحب المستکبرین ثم قال قد اجبتکم فاجیبونی یعنی خدا تعالےٰ مغروروں کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کی۔ اب تم میری دعوت قبول کرو۔ چنانچہ آپ اُن فقرا کو ساتھ لئے دولت سرا میں تشریف لائے اور اپنی خادمہ سے ارشاد فرمایا اخرجی مما کنت تدخرین۔ جو کچھ ہو وہ لے آ۔ وہ خادمہ انواع و اقسام کے کھانے لائی۔ آپ نے وہ تمام کھانے اُن فقرا کو کھلا دئے۔

اسی طرح ایک بار اور اتفاق ہوا کہ آپ نے چند فقرا کو دیکھا کہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے اپنی عبائیں بچھائے ہوئے کھا رہے ہیں۔ اُن فقیروں نے پہچان کر حضرت کو سلام کیا اور حضرت کی دعوت کی جنابِ امام حسین علیہ السّلام فوراً اُن کے مجمع میں بیٹھ گئے۔ مگر فرمایا کہ اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ یہ کھانا جو تم کھا رہے ہو صدقہ ہے تو میں ضرور تمہارے ساتھ شرکتِ طعام بھی کرتا مگر تم جانتے ہو کہ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ اسلئے میں مجبور ہوں۔ پھر اُن فقرا کو بھی دولت سرا پر لائے اور اُن کو طرح طرح کے کھانے بھی کھلائے اور کپڑے بھی پہنائے اور درہم و دینار بھی عطا فرمائے۔ پھر رخصت فرما دیا۔

حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے کچھ ناراض ہوگئے تھے۔ محمد حنفیہ کے بعض احباب نے کہا کہ اب جنابِ امام حسین علیہ السلام کبھی تمہارے پاس نہ آئیں گے۔ محمدؓ ابنِ حنفیہ نے فرمایا کہ دیکھو میں ابھی بھائی کو اپنے پاس بلائے لیتا ہوں۔ یہ کہکر آپ نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں اس عبارت کا خط لکھا۔

اما بعد یا اخی فان ابی و اباك علیؑ علیه السّلام لا تفضلنی فیه ولا افضلك وامك فاطمة بنت رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم ولو کان ملأ الارض ذهبا ملك امی ما وفت بامك فاذا قرات کتابی هذا فصر الی حتّی ترضانی فانك احق بالفضل منّی والسّلام علیك ورحمة الله وبرکاته

اے برادرِ بزرگوار! ہمارے اور آپ کے دونوں کے والد بزرگوار جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام ہیں پس باپ کے اعتبار سے نہ مجھ کو آپ پر افتخار ہے اور نہ آپ کو مجھ پر لیکن ہاں آپ کی مادرِ گرامی جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سیّدۃ نساء العٰلمین

سلام اللہ علیہا ہیں۔ اگر تمام دنیا کی سونا چاندی میری ماں کی ملک ہو جائے تاہم میری ماں آپ کی ماں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس التجا کرتا ہوں کہ اس خط کے ملاحظہ فرماتے ہی آپ میرے پاس تشریف لا کر مجھے سرفراز فرمائیں کیونکہ فضیلت میں آپ مجھ سے بڑھکر ہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ س

یہ خط پڑھکر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی کے پاس تشریف لے آئے کسی شخص نے جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف متکبر ہونیکا گمان کیا اور کہا ان فیک کبرا۔ آپ نے اسکے توہمات کے جواب میں ارشاد فرمایا فقال کل الکبر للہ وحدہ ولا یکون فی غیرہٖ قال اللہ تعالیٰ فللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ہر قسم کا تکبر ذات احدیت کے لئے مخصوص ہے کسی دوسرے میں ہو نہیں سکتا اور ہمارا خیال حفظ عزت ہے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام عزتیں خدا کو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے واسطے ہیں

فصاحت و بلاغت

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے زمانہ میں بڑے فصیح اللسان تھے۔ عرب کی زباندانی کی خوبیوں کا انحصار اس زمانہ میں آپ ہی پر تھا۔ آپکی تقریر کی فصاحت اور حسن بلاغت اور بیان کی سلاست کا یہ عالم تھا کہ عرب کے بڑے بڑے ادیب مقرر اور گویا آپکے خطبات کے سننے کے لئے دور دور سے مدینے آتے تھے اور آپکے کمال لطافت بیان اور فصاحت زبان کو سنکر آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ چنانچہ محمد ابن طلحۃ الشافعی کتاب مطالب السؤل میں جناب امام حسن علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ذیل میں درج کرتے ہیں

نقل ان اعرابیا دخل المسجد الحرام فوقف علی الحسین علیہ السلام وحولہ حلقۃ فقال بعض جلساء الحسن علیہ السلام من ھذا الرجل فقال لہ الحسن ابن علی بن ابیطالب علیہما السلام فقال الاعرابی ایاہ اردت فقال لہ وما تصنع بہ یا اعرابی فقال بلغنی انہم یتکلمون فیعربون فی کلامہم وانی قطعت بوادیا وقفارا واودیۃ وجبالا وجئت لاطارحہ الکلام واسئلہ عن عویص العربیۃ فقال لہ جلیس الحسن علیہ السلام ان کنت جئت ھذا فابدأ بذلک الشاب واومی الی الحسین علیہ السلام فوقف علیہ وسلم علیہ السلام ثم قال وما حاجتک یا اعرابی فقال انی جئتک من الھرقل والجلل والایتم والھیمم فتبسم الحسین علیہ السلام وقال یا اعرابی لقد تکلمت بکلام ما یعقلہ الا العالمون فقال الاعرابی واقول اکثر من ھذا فھل تجیبنی علی قدر کلامی فقال لہ الحسین علیہ السلام قل ما شئت فانی مجیبک عنہ فقال الاعرابی انی بدوی واکثر مقالی الشعر وھو دیوان العرب فقال لہ الحسین علیہ السلام قل ما شئت فانی مجیبک علیہ فانشأ یقول شعر ؎

هفا قلبی الی اللهو　　وقد ودع شرخیه
وقد کان انیقاً　　عصر تجرار ذیلیه
علالات ولذات　　فیا سقیا لعصریه
فلما عمم الشیب　　من الراس نطانیه
وامسی قد عنانی　　منه تجدید خضابیه
تسلیت عن اللهو　　والقیت قناعیه
وفی الدهر اعاجیب　　لمن یلبس حالیه
فلو یعمل ذو رأی　　اصیل فیه رأییه
لالفی عبرة منه　　له فی کل عصریه

فقال لہ الحسین علیہ السلام یا اعرابی قد قلت فاسمع منی فذکر انہ قال ابیاتا سیاتی ذکرھا فی الباب المختص بہ المعقود لمناقبہ ان شاء اللہ تعالیٰ فقال الاعرابی لما سمعہا ما رأیت کالیوم قط مثل ھذا الغلام اعرب منہ کلاما وادرب لسانا ولا افصح منہ منطقا فقال لہ الحسن علیہ السلام یا اعرابی ھذا ؎

غلام کرم الرحمن بالتطہیر جدیه　　کساه القمر القمقام من نور سناییه
ولو عدد طماح نعجنا عن عدادیه　　وقد ارضیت من شعری وقومت عروضیه

فلما سمع الاعرابی قول الحسن علیہ السلام قال بارک اللہ علیکما مثلکما تعقلہ الرجال وعن مثلکما قامت النساء فواللہ لقد انصرفت وانا محب لکما راض عنکما ما جزاکما اللہ بالخیر خیرا ثم انصرف۔

یعنی ایک اعرابی مسجد الحرام میں داخل ہوا اور حضور میں جناب امام حسن

علیہ السّلام کی آکر کھڑا ہوا ۔ حضرتؑ کے گرد اصحاب کا ایک حلقہ تھا اُس اعرابی نے آپ کے ہمنشینوں میں سے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اُسنے جواب دیا کہ یہ جنابِ امام حسن علیہ السّلام ہیں ۔ اعرابی نے کہا کہ انہی کی ملاقات کے لئے میں آیا ہوں ۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجکو ان سے کیا کام ہے؟ اعرابی نے کہا کہ مجکو خبر ملی ہے کہ وہ کلام فرماتے ہیں اور نہایت فصیح کلام فرماتے ہیں ۔ میں نے اسی شوق میں جنگلوں بیابانوں اور پہاڑوں کی مسافت طے کی ہے کہ اُن سے کلامِ عربی کے متعلق گفتگو کروں اور زبان عربی کے مسائل دریافت کروں ۔ اُنکی یہ باتیں سُنکر جنابِ امام حسن علیہ السّلام کے ہمنشین نے کہا کہ اگر تو اسی غرض سے آیا ہے تو اس جوان سے پوچھنا شروع کر اور اشارہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی طرف کیا ۔ پس وہ اعرابی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آکر کھڑا ہوا اور سلام کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ آ ۔ تیری حاجت کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں آپ کے پاس ہُرقُل مُخْبَلٍ ۔ اَیْنَمْ اور ہمیم سے ۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السّلام متبسّم ہوئے اور فرمایا کہ اے اعرابی البتہ تونے ایسا کلام کیا جس کو عالم ہی سمجھتے ہیں ۔ پھر اعرابی نے کہا کہ اس سے زیادہ بھی عرض کروں گا ۔ کیا آپ جواب دینگے بقدر میرے کلام کے؟ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا جو تیرا جی چاہے وہ بیان کر میں ضرور اُسکا جواب دونگا ۔ اعرابی نے کہا میں بدوی ہوں اور میرا اکثر کلام شعر ہے ۔ اور وہ دیوانِ عرب ہے پس جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو منظور ہو بیان کر کہ میں اسکا جواب دونگا ۔ پس اُس نے شعر پڑھے جنکا ترجمہ صحیح ذیل ہے ۔ مائل ہوا دل میرا طرف لہو کے حالانکہ اُس نے وداع کر دیا تھا ۔ شبابِ زمانہ کے دونوں زمانوں کو اور تھا شباب نہایت خوشنما جبکہ میں اُسکی دامن کشی کرتا تھا لہو اور لذّتیں تھیں پس اچھا! سیراب کر شباب کے دونوں زمانوں کو پس جبکہ پیری نے سر کے دونوں جانب گھیر لئے اور اُس پیری کی وجہ سے خضاب مکرّر کی تجدید نے مجکو غم میں ڈالا بھولگیا میں لہو کو اور اُتار دیں میں نے دونوں چادریں اُسکی ۔ زمانہ میں بہت سی عجائبات ہیں واسطے اُس شخص کے جو متلبّس ہو زمانہ کی دونوں حالتوں سے ۔ پس اگر عمل میں لائے صاحب رائے شریف اپنی رائے مکرّر کو اُس میں تو ضرور پائیگا اپنے لئے عبرت بھر دو وقتوں میں اُسی زمانہ کی ۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اعرابی تو تو کہہ چکا ۔ اب ہم سے سُن ۔ پھر آپ نے وہ شعر پڑھے جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں ۔

فما رسم شجانی انمحا آیة رسمه	سفور درج الذیلین فی بوغاء قاعیه
ومورّ حرجف نتری علی تلبید نوبیه	ودلاح من المزن دفا نوء سماکیه
اتی مثعنجر الودق یجود من خلالیه	وقد حمد برقاه فلاذم لبرقیه
وقد جلّل رعداه فلاذم لرعدیه	ثجیج الرعد ثجاج اذا ارخی نطاقیه

جب حضرتؑ یہ شعر پڑھ چکے اور اعرابی نے یہ اشعار آبدار سُنے تو کہنے لگا کہ میں نے مثل آج کے دن کے نہیں دیکھا اور نہ مثل اس نوعمر صاحبزادے کے کہ کوئی شخص ان سے افصح ہو کلام میں اور تیز ہو زبان میں اور افصح ہو گویائی میں ۔ پس جنابِ امام حسن علیہ السّلام نے اُس سے فرمایا کہ اے اعرابی! یہ وہ صاحبزادے ہیں جن کے جدّ و جدّہ کا وصف اکرام آیۂ تطہیر سے جنابِ باری عزّ اسمہ نے کیا ہے اور قمر کے چاند نے انکو اپنی روشنی بطور لباس پہنائی ہے ۔ اگر کوئی بیجا حرص کرنے والا اپنے مفاخر شمار کرے تو اُسکے دفعیہ کے لئے ہم اُس سے دو چند پیش کر دیں گے اور تحقیق کہ میں نے پسندیدہ شعر کہے اور میں نے اُن کے عروض وغیرہ کو خوب درست کیا ہے ۔ مراد یہ ہے کہ میرے شعر بہت پسندیدہ مقبول عیب اور درست ہیں ۔ پس جس وقت اعرابی نے جنابِ امام حسن علیہ السّلام کا یہ ارشاد سُنا تو کہا بارک اللہ علیکما آپ ہی جیسے شخص ہونے چاہئیں جنکو مرد پیدا کریں اور عورتیں جن کر آٹھ کھڑی ہوں پس خدا کی قسم میں جاتا ہوں اس حالت میں کہ البتہ دوستدار ہوں آپ دونوں صاحبوں کا اور راضی ہوں دونوں سے فجزاکم اللہ خیرا ۔ یہ کہکر وہ اعرابی آپکی خدمتِ مُبارک سے رخصت ہو کر چلا گیا ۔

جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی فصاحت و بلاغت کے ثبوت میں صرف وہی خطبے کافی ہیں جو ہم واقعات کربلا میں اوپر لکھ چکے ہیں ۔ مگر اپنا سلسلہ بیان قائم رکھنے کے لئے ہم پھر ایک خطبہ اور ذیل میں لکھے دیتے ہیں ۔ وہو ہذا ۔

ایک مرتبہ عمرو ابن عاص نے معاویہ سے فرمایش کی کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام سے خطبہ پڑھوانا چاہئے ۔ معاویہ نے اسکو منع کیا اور یہ کہا کہ تم امام حسن (علیہ السّلام) کی نسبت بھی ایسا ہی خیال کرتے تھے ۔ حالانکہ تمہاری اُمید کے خلاف امام حسن (علیہ السّلام) نے اپنے حسنِ تقریر سے تمہاری گردنوں کو نیچا اور تمہارے دلوں کو پاش پاش کر دیا تھا ۔ عمرو عاص نے مانا اور معاویہ سے اصرار پر اصرار کیا تو مجبور ہو کر اُس نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام سے

استدعا کی اور آپ نے نہایت رغبت سے قبول فرما کر تمام اہلِ اسلام کے مجمع عام میں یہ خطبہ پڑھا:۔

تعالیٰ نحن حزب اللہ الغالبون و عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاقربون واھل بیتہ الطیبون واحد الثقلین الذین جعلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثانی کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ الذی فیہ تفصیل کل شیء لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ والمعول علینا فی تفسیرہ ولا نتظنی تاویلہ بل نتبع حقائقہ فاطیعونا فان طاعتنا مفروضۃ قال اللہ عز وجل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول وقال لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا واحذرکم الاصغاء الی ھتفات الشیطان منکم وانہ لکم عدو مبین فتکونوا اولیاءہ الذین قال لھم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریء منکم فتلقون للسیوف ضربا وللرماح وردا وللعمد حطما وللسھام غرضا ثم لا یقبل من نفس ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا۔

یعنی ہم خدائے سبحانہ وتعالیٰ کے لشکر ہائے غالب ہیں اور ہم عترتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم ہی آنحضرتؐ کے اہلبیتِ طاہرین (علیہم السلام) ہیں۔ اور ہم دو ثقلِ عظیم میں سے ایک ثقل ہیں۔ اور ہم ہی کو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ردیفِ قرآن بنایا ہے۔ جس میں تمام اشیاء کی تفصیل ہے۔ اور جو تمام نقائص سے بالکل صاف ہے۔ اُسکی تفسیر ہمارے پاس ہے اور اُسکا اصل مطلب سمجھنے میں ہمکو کوئی شک عارض نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم اُس کی حقیقت کا سُراغ لگانا جانتے ہیں پس تم لوگ ہماری اطاعت اختیار کرو کہ خداوندِ عزّوجل نے ہماری اطاعت تم لوگوں پر فرض کی ہے جیسا کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن لوگوں کی جو صاحبانِ امر تم ہی میں سے ہیں۔ پھر جن امور تصفیہ طلب میں تم میں مناقشہ ہو تو اُن کو خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف رجوع کر دو۔ نیز فرمایا کہ اگر رجوع کر دینگے وہ رسول کی طرف اور اُن صاحبانِ امر کی طرف جو اُن ہی میں سے ہیں تو وہ لوگ جو تاویل و تفسیر قرآنی سے آگاہ ہیں سمجھ لیں گے۔ اور اگر فضلِ خدا اور رحمتِ خدا تمہارے شاملِ حال ہوتی تو تم عموماً شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ بہت ہی کم بچتے۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اغوائے شیطانی کی طرف کان نہ دھرو جو تم ہی میں سے ہے اور وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جب یہاں تک آپ کا خطبہ پہنچا تو معاویہ آپ کے ان مضامین سے از حد متاثر ہو کر کہنے لگا حسبک شیا ابا عبد اللہ علیہ السلام فقد ابلغت یعنی جو کچھ شرائط ابلاغ تھے بجالائے آپ زیادہ کی حاجت نہیں۔ یہ سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام منبر سے نیچے اتر آئے۔

اسکے ایسا ایک اور خطبہ جو عرب کی فصاحت وبلاغت کا عدیم المثال نمونہ ہے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ بیعتِ یزید کی مکارانہ ترکیبوں کے بعد جب معاویہ نے مکہ سے شام کی طرف مراجعت کی تو جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے تمام اہلِ اسلام کو جمع کر کے جن میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سائر بنی ہاشم بھی ضرور تھے یہ خطبہ پڑھا اور ایک کثیر التعداد مجمع ہو گیا تھا۔ حضرتِ امام حسین علیہ السّلام تمام اہلِ اسلام کو دیکھکر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور تمام حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

اما بعد فان ھذہ الطاغیۃ قد صنع بنا وبشیعتنا ما قد علمتم وشھدتم وبلغکم وانی ارید ان اسئلکم عن اشیاء فان صدقت فصدقونی وان کذبت فکذبونی اسمعوا مقالتی واکتموا قولی ثم ارجعوا الی امصارکم وقبائلکم من امنتموہ وثقتم بہ فادعوھم الی ما تعلمون فانی اخاف ان یندرس ھذا الحق ویذھب واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

خدا کی حمد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ باغی معاویہ نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے ساتھ کیا وہ تم لوگوں پر بخوبی روشن ہے۔ اُن تمام واقعات میں تم خود

حاضر تھے اور جو جو کچھ گذرا وہ تم نے دیکھا اور سنا ہے اب میں اس وقت تم سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں۔ اگر سچ کہتا ہوں تو میری تصدیق کرو اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو تم رد کرو میری تکذیب کرو۔ اور مجھ کو جھٹلاؤ۔ غور سے سنو جو کچھ کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں اور میری باتوں کو یاد رکھو اور جس وقت یہاں سے اپنے گھروں کو واپس جاؤ تو اپنی قوم و قبیلہ اور اپنے دیار و امصار میں ہمارے کلام کو مشتہر کرو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ دین الٰہی و شریعت رسالت پناہی دنیا سے مٹی جا رہی ہے اور حق اٹھتا جا رہا ہے حالانکہ خدا کا نور ہرگز مٹنے والا نہیں ہے۔ اگرچہ کافر لوگ اس سے کتنا ہی انکار کریں۔

لب

وذکرھم اللہ الی ان کان قال انشدکم اتعلمون ان علیّ ابیطالب علیہ السّلام کان اخا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حین آخی بین اصحابہ فآخی بینہ وبین نفسہ وقال انت اخی وانا اخوک فی الدّنیا والاخرۃ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال انشدکم اللہ ھل تعلمون انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اشتری موضع مسجدہ ومنازلہ فابتناہ ثمّ ابتنا فیہ عشرۃ منازل تسعۃ لہ وجعل عاشرھا فی وسطھا لابی ثمّ سدّ کلّ باب شارع الی المسجد غیر بابہ فتکلّم فی ذلک من تکلّم فقال ما انا سددت ولا فتحت ولکن اللہ امرنی بسدّ ابوابکم وفتح بابہ ثمّ نھی النّاس ان ینام فی المسجد غیرہ وکان یجنب فی المسجد ومنزلہ فی منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وفیہ اولادہ قالوا اللّھمّ نعم قال افتعلمون ان عمر ابن خطّاب حرص علی کوّۃ قدر عینہ یدعھا من منزلہ الی المسجد فابی علیہ ثمّ خطب فقال ان اللہ امرنی ان ابنی مسجداً طاھراً لا یسکنہ غیری وغیر اخی وابنیہ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون ان رسول اللہ نصبہ یوم غدیر خمّ فنادی لہ بالولایۃ وقال فلیبلغ الشّاھد الغائب۔ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال لہ فی غزوۃ تبوک انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وانت ولیّ کلّ مؤمن بعدی منہ۔ قالوا اللّھمّ نعم قال۔ انشدکم اللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حین دعا النّصاریٰ من اھل نجران الی المباھلۃ لم یات الّا بہ وبصاحبتہ وابنیہ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون انہ دفع الیہ اللّواء یوم خیبر۔ ثمّ قال لادفعھا الی رجل یحبّہ اللہ ورسولہ ویحبّ اللہ ورسولہ وبعثہ ببرآئۃ وقال لا یبلغ عنّی الّا انا او رجل منّی قالوا اللّھمّ نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تضنی بینہ وبین جعفر علیہ السّلام وزید فقال یا علی (علیہ السّلام) انت منّی وانا منک وانت ولیّ کلّ مؤمن بعدی قالوا اللّھمّ نعم قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لم ینزل بہ شدیدۃ قطّ الّا قدّمہ لھا ثقۃ بہ ولم یدعہ باسمہ قطّ الا یقول یا اخی وادعوا الی اخی قالوا اللّھمّ نعم۔ قال۔ اتعلمون انّہ کان لہ من رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کلّ یوم خلوۃ وکلّ لیلۃ دخلۃ اذا سئلہ اعطاہ واذا سکت ابتداہ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فضّلہ (علیہ السّلام) علی جعفرؓ وحمزہؓ علیھما السّلام حین قال لفاطمۃ علیھا السّلام زوّجتک خیر اھل بیتی اقدمھم سلماً واعظمھم حلماً واکثرھم علماً۔ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال انا سیّد ولد آدم علیہ السّلام واخی علی علیہ السّلام سیّد العرب وفاطمۃ علیھا السّلام سیّدۃ نسآء العٰلمین واھل الجنّۃ والحسن والحسین علیھما السّلام ابنای سیّدا شباب اھل الجنّۃ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امرہ بغسلہ واخبرہ ان جبریل علیہ السّلام یعینہ قالوا اللّھمّ نعم۔ قال اتعلمون انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال فی آخر خطبۃ خطبھا انّی قد ترکت فیکم الثّقلین کتاب اللہ واھلبیتی فتمسّکوا بھما لن تضلّوا قالوا اللّھمّ نعم۔

پس اتنی تمہید کے بعد فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ میرے والد بزرگوار جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام کو جناب رسالتمآب

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بھائی بنایا تھا۔ ایسی حالت میں جب کہ تمام صحابہ میں صیغۂ مواخات تازہ کیا گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی شان میں فرمایا۔ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں دنیا و آخرت میں۔ یہ سُنکر تمام حاضرین نے کہا خدا کی قسم۔ ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم۔ آیا تم نہیں جانتے کہ جس وقت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکان اور مسجد کے لئے مدینے میں زمین خریدی پھر مسجد بنائی۔ پھر مکان بنائے۔ تو اُس پر نو قطعات مکان اپنے لئے بنوائے اور ایک قطعہ مکان میرے والد کے واسطے تعمیر کیا جو ان تمام مکانات کے بیچ میں تھا۔ پھر مسجد کی طرف سے سب لوگوں کے دروازے بند کرا دئے۔ سوائے میرے پدرِ بزرگوار کے دروازے کے۔ اس میں بعض لوگوں نے کلام کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ حکم میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ خدائے سبحانہ و تعالٰے نے ایسا ہی حکم نازل فرمایا ہے کہ تمہارے دروازے بند کر دیے جائیں۔ اور ان کا دروازہ کھلا رہے۔ پس پھر آپ نے تمام لوگوں کو مسجد میں سونے سے قطعی طور پر منع فرمایا سوائے میرے پدرِ عالی مقدار کے کہ وہ حالتِ جنب میں بھی داخلۂ مسجد کے مجاز تھے اور اُن کی منزل منزلِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔ کیونکہ سلسلۂ اعقابِ جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن ہی کی اولاد سے شروع ہوا ہے۔ پس اُن لوگوں نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ عمر ابنِ خطاب نے بقدر حدقۂ چشم کے مسجد کی طرف اپنے دروازہ میں سوراخ رکھنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے اسکا انکار کیا اور جس پر آپ نے یہ خطبہ پڑھا تھا کہ خدائے سبحانہ و تعالٰی نے مجھ کو ایک مسجد طاہر بنانے کا حکم دیا ہے جس میں سوائے میرے یا میرے بھائی اور اُس کے بیٹوں کے، اور کوئی دوسرا اسکونت نہیں کر سکتا۔ سب نے کہا۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم۔ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم والے دن اپنے امرِ ولایت کے لئے قائم کیا اور یہ تاکید کر دی کہ یہ خبر حاضر لوگ غائب کو پہنچا دیں۔ سب نے

کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمکو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی شان میں غزوۂ تبوک کے مقام پر فرمایا ہے کہ تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وآلہ وعلیہ السّلام کے نزدیک تھے اور تم تمام مؤمنین و مومنات کے سردار ہو۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارائے نجران سے مباہلہ کی شرط فرمائی تو آپ کے ہمراہ وہی بزرگوار۔ اُنکی بی بی اور اُن کے دونوں بیٹے تھے۔ اور کوئی نہ تھا۔ سب نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب غزوۂ خیبر کے روز رایتِ لشکر اُنکو عنایت فرمایا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے جس کو خدا و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے کرّارِ غیر فرّار ہے۔ اور خدائے تعالٰی اس کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائیگا۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ جب آپ نے سورۂ برات کی تبلیغ ان کے سپرد کی تو ارشاد فرمایا کہ خدا کے اس فرمان کی تعمیل یا میں کر سکتا ہوں یا وہ شخص جو مجھ سے ہو اور سوائے اِن دو کے دوسرا نہیں۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمکو خدا کی قسم تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی سختی ایسی نہیں آئی جس کے دفع کرنے کے لئے آنحضرتؐ نے بوجہ اُس اعتماد کے جو میرے پدرِ بزرگوار پر تھا اُنہی کو مقدم نہ کیا ہو۔ اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا نام لیکر نہیں پکارا۔ اور نہ بلایا۔ جب کبھی موجودگی کی حالت میں پکارا تو یا اخی فرمایا اور غیر موجودگی کی حالت میں اُن کے بلانے کی ضرورت ہوئی تو ارشاد فرمایا ادعوالی اخی میرے لئے بھائی کو بلا لاؤ۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے کہا تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرے والدِ بزرگوار۔ حضرت جعفر طیار علیہ السّلام اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مابین بحث ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم نے میرے پدر بزرگوارؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور
میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد تمام مومنین و مومنات کے
مالک ہو۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے
فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خلوت و جلوت میں دن رات میرے والد کے لئے
داخل ہونے کی اجازت تھی۔ جب وہ چاہتے چلے جاتے۔ اور جب وہ
کچھ پوچھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بتا دیتے۔ اور جب
یہ خاموش بیٹھے رہتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی طرف
سے ابتدا فرماتے۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے
ارشاد فرمایا خدا کی قسم کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے میرے پدر بزرگوارؑ کو حضرت جعفرؑ اور حمزہؑ علیہما السلام
پر شرافت و فضیلت کے دینے میں میری مادرِ گرامی قدر سے یہ خطاب
فرمایا ہے کہ اے فاطمہ زہرا (علیہا السلام) تیرا شوہر میرے تمام اہلبیتؑ
سے افضل ہے۔ وہ اسلام لانے میں ان سب سے مقدم۔ حلم میں ان سب سے
اعظم اور علم میں ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی
ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں
اور میرا بھائی تمام عرب کا سردار ہے اور میری مادر گرامی قدر جناب سیدۃ
نساء العالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تمام جنت کی عورتوں کی سردار
ہیں اور حسن و حسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم
ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگوں کو معلوم نہیں
ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں جو
تمام اہل اسلام کے سامنے پڑھا تھا بتاکیدِ تمام فرما دیا تھا کہ میں تم لوگوں
کے درمیان دو امرِ عظیم چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن مجید۔ دوسری
عترت پس تم ان ہی دونوں امر سے تمسک اختیار کرنا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔
سب نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

اب ہم اس کے بعد ایک دوسرا خطبہ آپکا جو اسی مقام حج میں ارشاد
فرمایا گیا ہے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جو حج کو عمرہ مفردہ سے بدلنے اور
مکہ سے کوفہ کی تشریف لیجانے کے وقت آپنے ارشاد فرمایا تھا۔

الحمد للہ وما شاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ علی
رسولہ وسلّم خُطّ الموت علی ولد آدم مخطّ القلادۃ علی
جید الفتاۃ وما اولھنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب
الی یوسف وخُیّر لی مصرع انا لاقیہ کانّی باوصالی
یتقطعھا عسلانُ الفلوات بین النواویس وکربلا فیملأن
منّی اکراشاً جوفاً واجربۃً سغباً لا محیص عن یوم خُطّ
بالقلم رضی اللہ رضانا اھل البیت نصبر علی بلائہ
ویوفینا اجور الصابرین لن تشذّ عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم لحمۃٌ وھی مجموعۃ لہ فی خطیرۃ القدس
تقرّ بھم عینہ۔

سب تعریفیں خدا کیلئے ہیں۔ اور وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے اور نہیں
ہے حول اور قوت مگر اللہ کے لئے۔ اور خدا اپنی رحمت اور سلامتی
نازل کرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اولادِ آدم علیہ السلام
پر موت اسی طرح معین ہے جیسے جوان عورت کی گردن میں قلادہ اور
میں کس قدر مشتاق ہوں اپنے اسلاف کا جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام
حضرت یوسف علیہ السلام کے مشتاق تھے اور منتخب کیا گیا ہے میرے
لئے ایک قتل گاہ جس سے میں ملاقی ہونے والا ہوں۔ گویا میں دیکھ رہا
ہوں کہ میرے جسم کے جوڑوں کو جنگل کے بھیڑیے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں۔
درمیان نواویس و کربلا کے اور بھرتے ہیں مجھ سے اپنے پیٹوں کو اور بھوکے
توشہ دانوں کو۔ نہیں چھٹکارا ہے اس دن سے۔ جو قلم سے لکھا گیا ہے۔ ہم
اہلبیت علیہم السلام کی رضا پر پروردگار راضی ہے۔ ہم اسکی بلا پر صبر
کرتے ہیں اور اس میں اجر صابرین عنایت فرمائیگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت جدا نہیں ہے اور ہم اہلبیت علیہم السلام
خطیرۃ القدس میں۔ اُن کے پاس جمع ہونگے۔ اُن کی وجہ سے جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک ضرور ٹھنڈی ہوگی۔
علامہ ابن شہر آشوب نے ذیل کے فقرات کا اس خطبہ میں اضافہ
فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

وینجز لھم وعدہ ومن کان فینا باذلاً مھجتہ موطناً
علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا فانی راحل مصبحاً
ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور خداوند تعالیٰ ان سے اپنا وعدہ پورا کریگا اور جو کوئی ہمارے لئے جان
کو راہ خدا میں صرف کرے گا۔ اور لقائے خدا پر اپنے نفس کو مستعد
کرنیوالا ہوگا۔ اسکو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ سفر کرے کیونکہ صبح ہوتے ہی میں کوچ

کرنے والا ہوں انشاء اللہ۔

اب ہم کو ضرور ہوا کہ اسی خطبہ کے ساتھ آپ کی بینظیر فصاحت و بلاغت کے ثبوت میں آپ کا وہ خطبہ بھی نقل کردیں۔ جو آپ نے بروز عاشورا اشیوع جنگ کے وقت ارشاد فرمایا تھا۔

تبّاً لکم ایتها الجماعة وترحاً أحین استصرختمونا والهین متحیرین فاصرخناکم مؤدّین مستعدّین سللتم علینا سیفاً فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن خباها عدوّکم وعدوّنا فاصبحتم الباً علی اولیاءکم ویداً علیهم لاعدائکم بغیر عدل افشوه فیکم ولا امل اصبح لکم فیهم الا الحرام من الدنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیه من غیر حدث کان منّا ولا رای تفیّل لنا فهلا لکم الویلات اذ کرهتمونا وترکتمونا وتجهّزتموها والسیف لم یشهر والجاش طامن والرای لم یستحصف ولکن اسرعتم الیها کطیرة الدباء وتداعیتم الیها کتداعی الفراش فقبحاً لکم فانّما انتم من طواغیت الامّة وشذاذ الاحزاب ونبذة الکتاب ونفثة الشیطان وعصبة الآثام ومحرّفی الکتاب ومطفئی السنن وقتلة الاوصیاء والملحقی العهار بالنسب ومؤذی المؤمنین وصراخ ائمّة المستهزئین الذین جعلوا القرآن عضین وانتم ابن حرب واشیاعه تعتمدون وایانا تخاذلون اجل والله الخذل فیکم معروف وشجت علیه عروقکم وتوارثته اصولکم وفروعکم وثبتت علیه قلوبکم وغشیت صدورکم فکنتم اخبث شیء سنخاً للناصب واکلة للغاصب الا لعنة الله علی الناکثین الذین ینقضون الایمان بعد توکیدها وقد جعلتم الله علیکم کفیلاً وانتم والله هم الا ان الدعی ابن الدعی قد رکزنی بین اثنتین بین القلة والذلة وهیهات ما آخذ الدنیة ابی الله ذلک ورسوله وجدود طابت وحجور طهرت وانوف حمیة ونفوس ابیة لا تؤثر مصارع اللئام علی مصارع الکرام الا قد اعذرت وانذرت الا انی زاحف بهذه الاسرة علی قلة العدد وخذلة الاصحاب فانشد فان نغلب ؎

فان تغلب فغلابون قدماً	وان نهزم فغیر مغلبینا
وما ان طبنا جبن ولکن	منایانا ودولة آخرینا
اذا الموت رفع عن اناس	کلاکله اناخ بآخرینا
فافنی ذالکم سروات قومی	کما افنی القرون الاولینا
فلو خلد الملوک اذاً خلدنا	وان بقی الکرام اذاً بقینا
فقل للشامتین بنا افیقوا	سیلقی الشامتون کما لقینا

ثم ایم الله لا تلبثون بعدها الا کریث ما یرکب الفرس حتی تدور بکم دور الرحی وتقلق بکم قلق المحور عهد عهده الیّ ابی عن جدّی صلی الله علیه وآله وسلم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون انی توکلت علی الله ربی وربکم ما من دابة الا هو آخذ بناصیتها ان ربی علی صراط المستقیم اللهم احبس عنهم قطر السماء وابعث علیهم سنین کسنی یوسف علی نبینا وعلیه السلام وسلّط علیهم غلام ثقیف یسقیهم کاساً مصبرة ولا یدع فیهم احداً الا قتله بقتلة وضربة بضربة ینتقم لی وللاولیاء واهل بیتی واشیاعی منهم فانهم غرّونا وکذّبونا وانت ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔

ہلاکت ہو تمہارے لئے اے جماعت اور غم و الم ہو جس وقت تم نے ہم سے استغاثہ کیا بحالت ولولہ و حسرت اور ہم نے تمہاری فریاد رسی کی باداۓ حقوق و آمادگی۔ تو تم نے ہماری گردنوں پر تلوار کھینچی اور فتنہ کی آگ بھڑکائی جسے ہمارے اور تمہارے دشمن نے جمع کیا تھا۔ پس تم مجتمع ہونے اساقی پر اپنے دوستوں کی حالانکہ انہوں نے تم میں عدل ظاہر کیا ہے اور نہ سوائے حرام دنیا کے تم کو ان سے کچھ امید ہے جسے انہوں نے دینے کا وعدہ کیا ہے اور سوائے ذلیل زندگی کے جن کی بابت تم ان سے طمع رکھتے ہو بغیر کسی بات کے جو تم سے ظاہر ہوئی اور بغیر کسی ایسی راہ کے جس میں تم نے غلطی کی ہو ضرور تمہارے لئے ویل ہے۔ جبکہ تم نے ہمیں مکروہ سمجھا اور ہمیں چھوڑ دیا۔ تم نے ہم پر فوج کشی کی حالانکہ میری تلوار غلاف میں اور میرا دل مطمئن تھا اور رائے مستحکم نہیں کی گئی تھی۔ لیکن تم نے سرعت سے جنگ کی طرف مثل ٹڈی دل کے اڑے اور ایک پر ایک ٹوٹ پڑے مثل پروانہ کے محض تم لوگ شیاطین امت اور کم نشان والے گروہ سے ہو اور کتاب خدا کے پھینک دینے والے ہو اور شیطان نے تمہارے کانوں میں پھونک دیا ہے اور تم خاطی گروہ ہوئے اور قرآن کی تحریف کرنے والے ہو اور سنت پائے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مٹانے والے ہو۔ اور اولادِ انبیا علیہم السلام کے قتل کرنے والے ہو اور عترت اوصیاء علیہم التحیتہ والثنا کے ہلاک کرنے والے ہو اور پیشوایانِ دین کے ٹھٹھا کرنے والے کے معین ہو۔ جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور تم معاویہ اور اس کے تابعین پر اعتماد کرتے ہو اور ہمیں چھوڑتے ہو ہاں ترک نصرت تو تم میں مشہور و معروف ہے۔ اسی پر تمہاری نسلیں اور قرابتیں مشتمل ہیں اور تمہارے سینے تاریک ہیں پس تم نہایت ہی خبیث اور بخیل ہو تم فرقۂ راضی میں داخل اور گروہ عاصی میں شامل ہو۔ آگاہ ہو لعنت خدا کی اُن ناکثین پر جو اپنے عہد و پیمان کو بعد تحکیم کرنے کے بھی پورا نہیں کرتے اور توڑتے ڈالتے ہیں۔ تم نے خدا کو اپنا دشمن بنایا ہے پس تم واللہ وہی ہو۔ آگاہ ہو تحقیق کہ دعی ابن دعی نے دو باتوں کے درمیان قدم جمایا ہے۔ ایک جنگ کرنے۔ دوسری ذلت بیعت۔ اور بہت دور ہے کہ میں بیعت کرنے کی ذلت کو گوارا کروں۔ خدا اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے انکار کیا ہے اور آباء طاہرین اور امہات طیبین اور تمام حمیت والے جو ذلت کو نہیں پسند کرنے والے نفوس ہیں۔ مقاتل لئام کو مقاتل کرام پر ترجیح نہیں دیتے۔ آگاہ ہو کہ میں نے اپنا عذر پورا کر دیا اور تمکو ڈرا چکا آگاہ ہو کہ میں اب چلتا ہوں اپنے گروہ عزیز و اقارب کے ساتھ باوجود قلت مددگار اور نہ یاری کرنے اصحاب کے۔ پھر آپ نے یہ اشعار آبدار پڑھے ؎ اگر ہم غالب آئے تو کیا عجب ہے۔ اس لئے کہ ہم ہمیشہ سے غالب آنیوالے ہیں اور اگر ہم نے تم سے شکست کھائی تو ہم مغلوب نہیں کہے جائیں گے۔ ہماری عادت میں خیانت اور بزدلی نہیں لیکن ہماری موتیں دوسروں کا اقبال ہیں جبکہ موت اپنے سینہ کو کچھ لوگوں سے اٹھا لیتی ہے تو جا کے دوسروں پر بٹھا دیتی ہے۔ انہی باتوں نے ہمارے سردارانِ قوم کو فنا کر دیا۔ پس اگر اگلے بادشاہ ہمیشہ باقی رہے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ باقی رہتے اور اگر کوئی شرفا زندہ رہے ہوتے تو ہم بھی زندہ رہتے رشماتت کرنیوالوں سے کہو کہ ہوش میں آجاؤ عنقریب یہ شماتت کرنے والے بھی بھگتیں گے جو ہم پر پڑی۔ خدا کی قسم اس کے بعد تم بہت تھوڑی سی دیر دنیا میں رہو گے (جتنی دیر میں گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں) یہاں تک کہ دُنیا تم سے پھر جائیگی جیسا جلد ایک چکی کا پاٹ گھوم جاتا ہے اور پریشاں کر دیگی تم کو جیسے جھگڑا کی کیرا (؟) کا منہ ہو جاتی ہے۔

میرے پدر بزرگوار علیہ السلام اور میرے جد بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجکو خبر ملی ہے۔ پس تم اور تمہارے شرکا اپنے کاموں کو پختہ کر لو۔ تاکہ تمہارا امر تم پر مشتبہ اور مخفی نہ رہے پھر میرا قصد کرو اور مہلت نہ دو اور میں نے تمہارے اور اپنے رب کریم پر توکل اختیار کیا۔ کوئی زمین پر چلنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بالضرور میرا پروردگار عادل ہے۔ اے خدا ان سے بارانِ رحمت کو روک لے۔ اور ایسے قحط میں انکو مبتلا کر جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا اور مسلط کر اُن پر قبیلہ ثقیف کے نوجوان کو جو پیالے زہر آگیں پہنا دے اور کسی کو نہ چھوڑے مگر یہ کہ عوض میں قتل کے قتل اور عوض میں ضرب کے ضرب ہو اور میرے دوستوں اور اہلبیت علیہم السلام اور میرے گروہ کا بدلا لیوے۔ کیونکہ ان لوگوں نے مجھے دھوکا دیا اور مجھے جھٹلایا اور تو ہمارا پروردگار ہے۔ تیرا ہی بھروسہ اور تیری ہی طرف ہماری امانت اور تیری ہی طرف بازگشت ہے۔

ہم نے طوالت کے خوف سے صرف انہی چند خطبوں کو لکھکر جناب امام حسین علیہ السلام کی کمال فصاحت و بلاغت دکھلا دی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جس کو زبانِ عربی سے کچھ بھی بہرہ ہے وہ ان خطبات کی لطافت کو خوب سمجھتا ہے۔ اسی ضمن میں ہم آپ کے منظوم کلام بھی یہیں درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائیگا کہ آپکو اس قابل قدر فن میں کس قدر قدرت حاصل تھی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے اشعار

دُنیا کے مصائب اور خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پر توکل اور قناعت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ؎

اذا ما عضک الدھر فلا تجنح الی الخلق	ولا تسئل سوی اللہ تعالیٰ قاسم الرزق
فلو عشت و طوفت من الغرب الی الشرق	لما صادفت من یقدر ان یسعد و یشقی

یعنی جبکہ زمانہ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اپنی احتیاج اہلِ زمانہ کے سامنے پیش نہ کرو۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو روزی کا تقسیم کرنے والا ہے اور کسی سے سوال نہ کرو کیونکہ اگر تم زندہ بھی رہو اور مشرق سے مغرب تک پھر بھی آؤ تب بھی تم کسی کو ایسا نہ پاؤ گے جس کو کسی کے نیکبخت یا بدبخت بنانے کی قدرت حاصل ہو

خوفِ خدا اور عام موعظت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ؎

ما یحفظ اللہ یصن ما یضع اللہ یہن ۔ من یسعد اللہ یکن لہ الزمان ان خشن
اخی اعتبر لا تغتر رکیف یری صرف الزمن ۔ یجزی بما اوتی من فعل قبیح او حسن
افلح عبد کشف الغطاء عنہ ففطن ۔ وقر عینا من رأی ان البلاء فی اللسن
فماز من الفاظہ فی کل وقت ووزن ۔ وخاف من لسانہ عذباً حدیداً فخزن
ومن یکن معتصماً باللہ ذی العرش فلن ۔ یضرہ شیء ومن یعدی علی اللہ ومن
من یامن اللہ یخف وخائف اللہ امن ۔ وما لما یثمرہ الخوف من اللہ ثمن
یا عالم السر کما یعلم حقاً ما علن ۔ صل علی جدی ابی القاسم ذی النور المنن
اکرم من حی ومن لفف میتاً فی کفن ۔ وامنن علینا بالرضا فانت اہل المنن
واعفنا فی دیننا من کل عیب وعنن ۔ ما خاب من خاب یکن یوما الی الدنیا یکن
طوبی لعبد کشفت عنہ غیابات الدرن ۔ والموعد اللہ وما یقضہ اللہ یکن

جس چیز کا حافظ پروردگارِ عالم ہوتا ہے وہ انہی چیزوں کے ذریعے سے جو خداوند عالم نے مقرر فرمادی ہیں محفوظ رہتی ہے ۔ جسے خدا تعالےٰ نیکبخت بنانا چاہتا ہے اسکے لئے زمانہ گو کیسا ہی سخت ہو موافق ہو جاتا ہے اے برادر عبرت حاصل کر دھوکا نہ کھا ۔ گردشِ زمانہ کو دیکھ فعل بد کا بدلا بدا ور فعل نیک کا نیک علی العموم دیتا رہتا ہے جسکی آنکھوں کے سامنے سے پردے اٹھا دیئے گئے اور اس نے ہوش سے کام لیا تو یقین کر کہ اسی نے فلاح بھی پائی اور جس نے اس بات کو سمجھ لیا ۔ کہ زیادہ گوئی ایک بلا ہے بس اسی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں (یعنی وہ بلا سے زباں سے محفوظ رہا) پس جب وہ کلام کریگا تو لامحالہ اپنے الفاظ کی خوبی اور خرابی کو جانچ لیگا اور اپنی زبان کی تیزدھار سے ڈرتا رہیگا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے جو مالک عرش ہے معتصم ہوگا اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی ۔ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے سرکشی کر سکے ۔ جو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے نڈر ہوا وہی خوف میں ہے ۔ اور جو اس سے ڈرا ۔ وہی امن میں ہے ۔ اے ظاہر و مخفی کو ایک ہی طور سے جاننے والے ہمارے جدِ بزرگوار ابو القاسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ نور پر رحمت نازل کر ۔ جو کریم ترین خلعت اور سلف ہے اور اپنی رضامندی کا ہم پر احسان کر کیونکہ تو ہی منان ہے اور ہر عیب نقصان دینے سے ہمیں بچا جس نے دنیا پر بھروسہ کیا وہ جیسا محروم ہوا دنیا کوئی بھی محروم نہیں ہوا خوشحال اس کا جسکی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے اٹھا دیئے گئے سب کی وعدہ گاہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ ہے اور جو کچھ کہ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ۔ مخالفت ابنائے زمانہ میں محاسنِ اخلاق کی خوبیوں کا اظہار ارشاد فرماتے ہیں ؎

ذھب الذین احبھم وبقیت فیمن لا احبہ
فیمن اراہ یسبنی ظھر المغیب ولا اسبہ
یبغی فسادی ما استطاع وامرہ عما اربہ
حنقاً یدب الی الضراء وذاک مما لا ادبہ
ویری ذباب الشر من حولی یطن ولا یذبہ
واذا خبا وغر الصدور فلا یزال بہ یشبہ

گزر گئے وہ لوگ جن سے مجھے محبت تھی اور اب میں ان لوگوں میں رہ گیا ہوں جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ غائبانہ مجھے برا کہتے ہیں اور میں انہیں برا نہیں کہتا ۔ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے میرے بگاڑنے کا قصد کرتے ہیں اور میں ان کی باتوں کو بناتا ہوں ۔ وہ کینہ و عداوت سے میری ضرر رسانی چاہتے ہیں اور میں ایسا نہیں کرتا ۔ وہ دیکھتا ہے کہ گلش ہائے سبز میرے چاروں طرف لہلہا رہے ہیں اور تاہم انہیں دور نہیں کرتا ؎

افلا یصیح بعقلہ ۔ افلا یؤب الیہ لبہ
افلا یری ان فعلہ ۔ مما یسور الیہ غبہ
حسبی برنی کافیا ۔ ما اختشی والبغی حسبہ
ولقل من یبغی علیہ ۔ فما کفاہ اللہ ربہ

جب اس کے سینہ کی آتشِ کینہ بجھ جاتی ہے تو وہ پھر برابر اسے بھڑکاتا ہے ۔ کیوں وہ اپنی عقل سے منتفع نہیں ہوتا ۔ اور کیا اسکی عقل اسکی طرف نہیں لوٹتی ۔ کیا وہ اس بات کو نہیں جانتا کہ یہ فعل اسکا ایسا ہے کہ اس کا انجام بد اس پر غلبہ کرے گا ۔ میرے لئے میرا خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ کافی ہے جب تک میں اس سے ڈرتا ہونگا ۔ اور اس کو (دشمن کو) بغاوت کافی ہے (اس کی ضرر رسانی میں) اور بہت کم ایسا ہے کہ کسی پر بغاوت کی گئی ہو اور اس کی مدد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نہ کی ہو اثباتِ حقوق میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

اذا استبھم المرء امرا لا ابدا لہ ۔ فناصرہ والخاذلون سواء
انا ابن الذی لا تعلمون مکانہ ۔ ولیس علی الحق المبین طخاء
الیس رسول اللہ جدی ووالدی ۔ انا البدر ان خال النجوم خفاء
الم ینزل القرآن وسطبیوتنا ۔ صباحا ومن بعد الصباح مساء

بنازعنی واللہ بینی وبینہ … یزید ولیس الامر حیث یشاء
فیا نصحاء اللہ انتم ولاتہ … وانتم علی ادیانہ امناء
بای کتاب ام بایۃ سنۃ … تناولھا عن اھلھا البعداء

جس وقت طلب نصرت کرے کوئی شخص ایسے آدمی سے جسے اقتدار نہیں ہے تو اُس کا وہ ناصر اور اُس کے چھوڑنے والے اور نصرت کرنیوالے دونوں برابر ہونگے۔ میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جس کے مرتبے کو تم نہیں جانتے۔ حالانکہ اُس کے حقوق روشن اور واضح طور پر کوئی امر کا پردا نہیں پڑا ہے۔ کیا جدّ و پدر میرے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں۔ میں بدرِ کامل ہوں۔ مجھ سے کوئی شئے مخفی نہیں کرسکتے۔ اگرچہ نجوم بھی مخفی ہوجائیں۔ کیا صبح و شام میرے گھر میں قرآن نہیں اُترا۔ یزید مجھ سے منازعت کرتا ہے اور خدا کی قسم جیسا وہ چاہتا ہے ویسا نہیں ہے۔ پس اے مخلصینِ خدا تمہیں دوستانِ خدا ہو اور تم ہی دینِ خدا کے امین ہو کس کتاب کے ذریعہ سے کس آیت کی تاویل سے اس امرِ خلافت کو دور والوں نے لے لیا ہے۔

پھر اپنی مضامین میں یزید کی خاص موعظت کے لئے تحریر فرماتے ہیں ؎

اللہ یعلم ان ما بیدی یزید بغیرہ
و باللہ یکسبہ بعیرہ و مسیرہ
لو انصفت النفس الخون لقصرت من سیرہ
ولکان ذالک منہ ادنیٰ شرہ من خیرہ

یعنی خدا جانتا ہے کہ جو کچھ یزید کر رہا ہے اور وہ اُسکے غیر کے لئے ہے (یعنی وہ خود اس سے منتفع نہیں ہوگا) اور نیز یہ کہ اس نے اُسے اپنی قوت و ذریعہ سے حاصل نہیں کیا ہے۔ اگر نفسِ خیانت کار انصاف سے کام لے تو ضرور اپنی اس رفتار میں کمی پیدا کرے گا۔ اور البتہ یہ بات اُس کی نسبت شر کے خیر سے قریب ہوگی۔

پھر قریب قریب اسی مضمون میں نصیحت اور حسنِ معرفت کے انمول موتی کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ابی علیٌ وجدّی خاتم الرسلٌ … والمرتضون لدین اللہ من قبلی
واللہ یعلم والقرآن ینطقہ … ان الذی بیکمن لیس یحملہ لی
ما یرتجی بامتئک اعن لا … ولا یزیغ الی قول ولا عمل
ولا یزع حاعقا فی سرہ وجلا … ولا یحاذر من ھفوۃ ولا زلل
یاویح نفسی ممن لیس یرحمھا … اما لہ فی کتاب اللہ من مثل

اما لہ فی حدیث اللہ معتبر … من العمالقۃ العادیۃ الاول
یا ایھا الرجل مغبون شیمتہ … انی ورثت رسول اللہ عن رسل
ءانت اولی بہ من آلہ فیما … تری اعتللت وما فی الدین من علل

یعنی میرے پدرِ عالیقدر علی علیہ السلام اور میرے جدِّ بزرگوار احمدِ مختار خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دینِ خدا کے پسند کرنیوالے میری جانب سے ہیں (یا تو یہ اشارہ اولادِ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہے یا یہ مراد ہے کہ جتنے دیندار ہیں وہ میرے ہی طرفدار ہیں) اور خدا جانتا ہے اور قرآن ناطق ہے کہ جو چیز اُس شخص کے قبضہ میں ہے جو اُسکا مالک نہیں ہوسکتا وہ میرے لئے ہے (یعنی خلافت) ایسے شخص سے کیا اُمید کی جاسکتی ہے جو ملامت تو قبول کرے مگر نہ کسی قول (نصیحت) کی طرف توجہ کرے۔ اور نہ کسی عمل نیک کی طرف مائل ہوتا ہو اور خدائے سبحانہٗ تعالیٰ سے تنہائی میں نہ ڈرتا ہو اور بیہودہ باتوں اور لغزشوں سے پرہیز کرتا ہو قابلِ رحم ہے نفس میرا بلحاظ اس کے جو اُس پر رحم نہیں کھاتا کیا کتابِ خدا میں اُس کی مثال مذکور نہیں ہے۔ کیا شاہانِ عمالقہ عادیہ سابقین کی باتوں میں اُس کے لئے قابلِ عبرت حاصل کرنے کے کوئی بات نہیں ہے؟ اے وہ شخص جس کے اخلاق میں نقصان ہے سمجھ لے کہ میں سلسلہ وار جملہ انبیائے سابقین سے لیتا ہوا آنحضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث ہوں۔ کیا تو بہ نسبت آلِ رسول سلام اللہ علیہم اجمعین کے زیادہ استحقاق امرِ خلافت میں رکھتا ہے؟ پس کیا عذر تیرے پاس ہے یقین کر کہ امورِ دین میں کوئی عذر و اعتلال نہیں چلتا۔ ناساعدت زمانہ کی شکایت اور خدائے یگانہ پر توکّل و قناعت کرنے کی ہدایت میں ارشاد ہوتا ہے ؎

یا نکبات الدھر دولی دولی … واقصری ان شئت او اطیلی
رمیتنی رمیۃ لا مقیل … بکل خطب فادح جلیل
وکل عب ایسد ثقیل … اول ما رزئت بالرسول
وبعد بالطاھرۃ البتول … والوالد البرّ بنا الوصول
والشقیق الحسن الجلیل … والبیت ذی التاویل والتنزیل
وزورنا المعروف من جبرئیل … فما لہ فی الرزء من عدیل
ما لک عنی الیوم من عدیل … وحسبی الرحمان من منیل

اے زمانہ کے نکبات تم پر اپنی دوری کے جاذبہ چاہو کمی کرو چاہو زیادتی

کرو تونے ایسی سخت مصیبت سر پر ڈالی ہے جس کا دفعیہ ممکن نہیں ہر عظیم مصیبت کا پتھر تو نے مجھے مارا اور ہر گراں اور ثقیل بار مصیبت تو نے مجھ پر ڈالا۔ سب سے پہلی مصیبت جو مجھ پر پڑی وہ یہ تھی کہ میرے نانا کا سایہ میرے سر سے اُٹھ گیا۔ بعد ان کے حضرت بتول طیبہ و طاہرہ سلام اللہ علیہا جو میری ماں تھیں انہوں نے مجھ سے مفارقت کی۔ بعد اس کے محسن اور شفیق باپ کا فراق مجھ سے ہوا۔ پھر میرے بھائی جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ السلام نے جو خانۂ کعبہ کی قسم جلیل المراتب اور صاحب تنزیل و تاویل تھے مجھے چھوڑ کر رحلت کی اور ہماری مصیبت تو ایسی بے نظیر ہے جس کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی ہے اور اے گردش زمانہ میں تجھے ملامت نہیں کرتا۔ میرا خدا عطا کرنے والا میرے لئے کافی ہے۔

منجملہ ان اشعار کے ہم آپ کے رجز کا ایک حصہ اور ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو آپ نے یوم عاشورا مذمت دنیا کے پیرائے میں اہل اسلام کی عام موعظت اور ہدایت کے لئے ارشاد فرمایا تھا ؎

فان تکن الدنیا تعد نفیسہ	فان ثواب اللہ اعلیٰ و اجزل
وان یکن الارزاق قسما مقدرا	فقلۃ حرص المرء فی الکسب اجمل
وان تکن الاموال للترک جمعہا	فما بال متروک بہ المرء یبخل
وان تکن الاجساد للموت انشئت	فقتل الفتی بالسیف فی اللہ اجمل
علیکم سلام اللہ یا آل احمد	فانی ارانی عنکم الیوم ارحل
اریٰ کل ملعون ظلوم منافق	یروم فنانا جہرۃ ثم یعمل
لقد غرہم حلم الالٰہ لانہ	حلیم کریم لم یکن قط العجل

اگر دنیا نفیس سمجھی جاتی ہے تو ثواب خدا کہیں اس سے زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر رزق معین ہو چکا ہے خدا کی طرف سے تو پھر انسان کا طلب رزق میں کم حرص کرنا بہت اچھا ہے اور اگر اموال دُنیا فقط اس لئے جمع کئے جاتے ہیں کہ آخر میں اُن کو چھوڑ کر چلے جاویں پس کیا حال اُس چیز کا ہے جسے چھوڑتا ہے کہ انسان اُس میں بخل کرتا ہے اگر تمام اجسام مرنے کے لئے پیدا کئے گئے تو قتل ہونا جوانمرد کا راہ خدا میں سب سے زیادہ اچھا ہے۔ اے آل محمد سلام اللہ علیکم اجمعین سلام خدا تم پر نازل ہو کیونکہ میں آج تمہارے پاس سے رحلت کروں گا۔ میں ہر ملعون۔ ظالم اور منافق کو دیکھتا ہوں کہ ہمیں فنا کر دینے کا قصد کرتا ہے اور پھر عملی طور سے اسکو ظاہر کرتا ہے۔ خدا کے حلم نے انہیں مغرور کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ حلیم و کریم ہے اور کبھی کسی امر میں جلدی نہیں کرتا۔

حاضر جوابی وجودت ذہنی

ایک مرتبہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کے مکان میں ہو کر نکلے۔ عبداللہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور خوشامدانہ لہجہ میں کہنے لگا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احبّ ان ینظر الی احبّ اھل الارض الی اھل السمآء فلینظر الی ھٰذا المجتاز۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اہل زمین میں سے اسے دیکھے جو اہل آسمان کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ اس جانے والے (یعنی جناب امام حسین علیہ السلام) کی طرف دیکھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ سُن کر اس کو فوراً ابو سعید خدری کی معرفت جو مشہور صحابی ہیں اپنے پاس بلایا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو اُس نے استفسار فرمایا۔ کہ جب تو مجھکو تمام مخلوقات ارضی و سماوی سے زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ تو پھر کیوں تو نے میرے ساتھ اور میرے باپ کے ساتھ جنگ صفین میں مخالفت اور مقاتلت پر کمر باندھی۔ حالانکہ تجھکو معلوم ہے کہ میرے والد بزرگوار علیہ السلام من ربّ الکبار مجھ سے فضیلت میں زیادہ تھے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں اُس وقت اطاعت پدری کی وجہ سے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عین حکم تھا مجبور ہو گیا۔ اور میرے باپ عمرو عاص نے مجھکو اس امر کا حکم دیا تھا۔ آپ نے فوراً اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تو حکم خدائے سبحانہ و تعالیٰ اور فرمان جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے امر میں جانتا بھی ہے یا صرف اپنے ظاہری قیاس سے کام لے رہا ہے۔ کیا تو نے قرآن مجید میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا۔ جو خاص والدین گمراہ کنندگان کے بارے میں صادر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما۔ اگر تیرے والدین تجکو میرے بارے میں شرک اختیار کرنیکا حکم دیں تو تو اُن دونوں کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کر۔ اور ایسا ہی میرے جد بزرگوار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے انما الطاعۃ الطاعۃ فی المعروف اطاعت والدین امور مجوزۂ شرعیہ میں منحصر ہے نہ کہ امور ممنوعۂ شرعیہ ہیں۔ اور پھر بار دیگر اسی ضمن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ لا طاعۃ

للمخلوق فی المعصیة الخالق بندوں کی اطاعت جس میں پروردگار عالم کی معصیت ہو نہیں ہونی چاہئے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ عمرو ابن عاص نے جناب امام حسین علیہ السلام سے مزاحاً پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ کی اولاد کم ہے اور میری اولاد زیادہ ہے۔ آپ نے فی البدیہہ جواب میں ارشاد فرمایا ؎

بغاث الطیر اکثرھا فراخا	وام الصقر مقلاۃ نزور

یعنی تمام پرندوں میں صید نہ کرنے والے جانوروں کے بچے بہت ہوتے ہیں اور شکاری جانوروں کی ماں ہمیشہ پسر مردہ اور کم بچوں والی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک مرد اعرابی مدینہ میں ایک مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کی غرض سے آیا اور اپنے مسائل کو عبد اللہ ابن زبیر اور عمر ابن عثمان سے پوچھا اُن لوگوں نے جواب دیا کہ تیرے سوال کا جواب جناب امام حسین علیہ السلام دیں گے اس نے کہا سبحان اللہ میں تو ایک مسئلہ کو آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں اور آپ دوسروں کی جامعیت و قابلیت کے بھروسے پر ٹالتے ہیں۔ یہ کہکر وہ اعرابی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا مسئلہ پیش کیا اور خاطر خواہ جواب پایا۔ وہاں سے اٹھکر پھر وہ انہی لوگوں کے پاس آیا اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

جعل اللہ حرو جھیکما	نعلین نبینا بطاھما الحسان

یعنی خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمہارے رخساروں کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نعلین بنایا ہے۔

ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ میرا فلاں کام خاطر خواہ ہو جائیگا۔ تو سرداران قریش میں سے جو شخص سب سے افضل ہو گا۔ میں اُس کے پاؤں پر تیل لگاؤں گا (عرب میں یہ رسم قدیم سے جاری تھی) چنانچہ جب اُس شخص کو اپنے معاملہ میں کامیابی ہوئی تو اُس کو اپنے ایفائے وعدہ کا خیال آیا۔ اُس نے اکثر لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ قریش میں باعتبار سن کے مخرمہ سب سے بڑا ہے۔ وہ شخص ایفائے نذر کی غرض سے آیا اور مخرمہ سے اپنا پورا حال کہدیا۔ مخرمہ نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دئے تھے کہ مخرمہ کا بیٹا آیا اور اُس کو بھی حقیقت حال سے اطلاع ہوئی تو اُس نے اُس عرب سے کہا کہ تو بھی مرد عجیب ہے۔ میرے باپ میں سوائے کبر سنی کے اور فضیلت کونسی ہے

اس میں شک نہیں کہ ایام جاہلیت میں یہ مشرکین قریش کے اعلیٰ درجہ پر مامور ہو چکے ہیں۔ اس وقت جس بزرگوار کی تجھکو تلاش ہے اور جس کی خدمت میں تجھکو جانا چاہئے۔ اور ایفائے نذر کرنا چاہئے وہ تو جناب امام حسین علیہ السلام ہیں وہ حسن بھما ادجابما فھما افضل الناس واکرمھم الیام یعنی اُن دونوں بزرگواروں (جناب امام حسن علیہ السلام و جناب امام حسین علیہ السلام) کے پائے مبارک کی تم ہین کر۔ کیونکہ فی زمانہ یہی حضرات افضل الناس ہیں اور یہی بزرگوار قابل تعظیم و تکریم ہیں۔

جب جناب امام حسین علیہ السلام سفر کربلا کی غرض سے تشریف لیجانے لگے تو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب مقدس تھام کر آپ کو سوار کیا۔ مدرک ابن زیاد نے یہ دیکھکر حضرت عبد اللہ سے پوچھا کہ آپ تو جناب امام حسینؑ سے سن میں بھی بڑے ہیں۔ اور رشتہ میں بھی بزرگ ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اُن کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ فقال یا لکع اما تدری من ھذا ھذا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او لیس مما انعم اللہ بہ علی ان امسک لھما و اسوی علیھما فرمایا اے پست خیال۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ یہ جناب پسر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کی رکاب تھام کر ان کو گھوڑے پر سوار کرانا کیا میرے لئے خدا کی نعمتوں سے تھوڑی نعمت ہے؟

زہد اور خدا ترسی

جناب امام حسین علیہ السلام کے زہد کے بیان میں صرف یہی جملہ کافی ہے جو کسی شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے جبکہ اُسنے آپ سے سوال کیا ما اعظم خوفك من ربك آپ اپنے پروردگار سے کس قدر ڈرتے ہیں تو آپنے جواب میں ارشاد فرمایا لا یومن یوم القیمۃ الا من خاف اللہ فی الدنیا۔ قیامت کے دن چین سے وہی ہوگا جو دُنیا میں خدائے تعالیٰ سے ڈرتا رہا۔

عبادت کے خاص حالات

آپکی عبادت کی کوئی تفصیل بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانا اور آفتاب جہانتاب

پر سونا چڑھاتا ہے۔ کیونکہ آپ اُس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے ہیں جن کی کثرت عبادت کی وجہ سے پروردگار عالم کو اس بابت زیادہ مشقت اٹھانے کی ممانعت کرنی پڑی کہ ارشاد ہوا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی نیز فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك واللہ یقدر اللیل والنهار علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القرآن علم ان سیکون منکم مرضیٰ اے پاک و پاکیزہ نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تم پر اس لئے قرآن نازل نہیں کیا ہے کہ تم اتنی مشقت اٹھاؤ۔ بالضرور تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم قریب دو حصے شب اور کبھی نصف شب اور کبھی ایک تہائی شب نماز پڑھتے رہتے ہو اور کچھ لوگ بھی تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور اللہ شب و روز کا اندازہ کرتا ہے۔ جانا اُس نے کہ تم اس کا احصا نہیں کر سکتے پس اُس نے تمہیں معاف کیا۔ پس جسقدر ہو سکے قرآن کو پڑھ لیا کرو جانا اُس نے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہو جائیں گے۔

اور یہ اس بزرگوار علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جن کی نسبت صحیح روایتیں اس بات کو بتلاتی ہیں کہ ہمیشہ لوگ ہر شب میں پانچسو تکبیرۃ الاحرام کی آواز آپ سے سنتے تھے اور خود جس کی ذاتی شوق عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ صغرسنی میں (جبکہ کسی بچے کو عبادت شرعیہ کی تکلیف نہیں ہوتی) جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے۔ جیسا کہ حفص ابن غیاث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور آنحضرت نے تکبیر کہی جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی تکبیر کہی مگر حروف تکبیر اچھی طرح ادا نہ ہو سکے (اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کا سن مبارک کیا ہوگا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ تکبیر کہی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے تکبیر کہی مگر اب بھی حروف تکبیر اچھی طرح ادا نہ ہوئے سہ بارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر کہا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات بار تکبیر کہنی پڑی جب ساتویں بار قاعدہ تجوید کے مطابق صاحبزادے نے تکبیر کے الفاظ صحیح ادا کرلئے تب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف نماز ہوئے۔

اُسی وقت سے تکبیرۃ الاحرام سے قبل سات تکبیریں کہنا مستحب ہوگیا کسی نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کے والد ماجد کی اولاد اس قدر کم کیوں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا سبب یہ ہے کہ وہ حضرت ہر شب کو ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

ایک روز آپ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ سلام اللہ علیہا کے روضے پر تشریف لے گئے انس ابن مالک ساتھ تھے جب قبر مطہر پر پہنچے تو آپ نے انس کو رخصت کردیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آگے جا کر کھڑا ہوگیا کہ دیکھوں حضرت کیا کرتے ہیں اور کیوں مجھے ساتھ سے علیحدہ کردیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہوگئے اور بہت دیر تک خضوع و خشوع میں مصروف رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سُنا کہ جناب امام حسین علیہ السلام یہ اشعار پڑھ رہے ہیں ؎

یا رب یا رب انت مولاہ — فارحم عبیداً الیک ملجاہ
یا ذا المعالی علیک معتمدی — طوبیٰ لمن کنت انت مولاہ
طوبیٰ لمن کان خائفاً ارقاً — یشکو الی ذی الجلال بلواہ
ما بہ علۃ ولا سقم — اکثر من حبہ لمولاہ
اذا اشتکی بثہ وغصتہ — اجابہ اللہ ثم لباہ
اذا خلا بالظلام مبتہلاً — اکرمہ اللہ ثم ادناہ

اے پروردگار تو ہی اُس کا مولا ہے پس رحم کر اُس بندے پر جس کی پناہ تجھ تک ہی ہے اے بڑے مرتبہ والے تجھی پر میرا بھروسہ ہے خوشحال اُس کا جس کا مالک تو ہے۔ خوشحال اُسکا جو اپنے گناہوں پر نادم ہو اور تیری یاد میں جاگتا رہے اور رب ذوالجلال سے اپنی بلا کی شکایت کرتا ہو۔ اُس کو نہ کوئی مرض ہو اور نہ بیماری ہو اور اُسکی زیادہ محبت اپنے مولا کے ساتھ ہو جب اپنے حزن و غم کی شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو لبیک کہے جواب دے جبکہ وہ تاریک شبوں میں تضرع و زاری میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکا اکرام کرے اور اُسے اپنا قرب عطا فرمائے۔

یہ بات تو علی العموم مشہور ہے کہ آپ نے اپنی تمام عمر میں پچیس حج ادا کئے اور سب پیدل معجم میں امام طبرانی کہ اہلسنت والجماعت کے علمائے اعظم سے ہیں لکھتے ہیں۔

قال عبید اللہ ابن عبید حج الحسین ابن علی علیہ السلام

خمسۃ وعشرین حجۃ ماشیًا وان النجائب لتقاد معہ

عبیداللہ ابن عبد سے منقول ہے کہ جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام نے پچیس حج پیادہ پا ادا کئے حالانکہ اعلیٰ درجہ کے گھوڑے آپکی اردلی میں ہوتے تھے۔ آپکی عبادت کی انتہا یہ تھی کہ شب عاشورا آپ نے فقط عبادت کے واسطے کس مشکل سے ابن سعد (یزید کے کمانڈر فوج) سے اجازت لی ہے۔ حالانکہ شب عاشورا وہ وقت تھا کہ تمام دنیا کے مصائب ایک نفس ذکیہ جناب امام حسین علیہ السلام پر مجتمعاً متوجہ ہوچکے تھے اور وہ سب جناب امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر تھے ایسے وقت میں عبادت کا خیال اگر فطرت انسانی کے لئے نرالا نہیں ہے تو کیا ہے کیونکہ ابن سعد لعین نے نویں محرم کو حکم دیدیا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو جلد قتل کردو اور مستحق حسنات ہوجاؤ۔ آپ نے فوج کی آمد معلوم کرکے حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ ان سے دریافت کرو کہ اس قدر تعجیل کا کیا سبب ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام بیس سوار ہمراہ لیکر لشکر یزید کی طرف روانہ ہوئے اور ان کو روک کر دریافت کیا کہ اس وقت کی فوج کشی کا مطلب کیا ہے؟ اس طرف سے جواب آیا کہ امیر کا حکم آیا ہے کہ اسی وقت جناب امام حسین علیہ السلام سے لڑو یا بیعت لو۔ جب حضرت عباس علیہ السلام واپس آئے اور جناب امام حسین علیہ السلام کو صورت جواب سے مطلع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ارجع الیھم فان استطعت ان تؤخرھم وتدفعھم عنا العشیۃ لعلنا نصلی اللیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فھو یعلم انی قد احب الصلوٰۃ وتلاوۃ کتابہ وکثرۃ الدعاء والاستغفار۔

ان کے پاس پھر جاؤ اور اگر تم سے ممکن ہو تو آج شب بھر کے لئے ان کو ہٹادو تاکہ ہم اس شب میں نماز پڑھ لیں اور خدا سے توبہ و استغفار کرلیں۔ کیونکہ پروردگار عالم خوب جانتا ہے کہ میں اس کی نماز کو اس کی کتاب کی تلاوت کو اور زیادہ دعا و استغفار کرنے کو بہت پسند کرتا ہے۔ جناب عباس علیہ السلام نے یہ پیغام بعینہٖ ابن سعد کو پہنچایا۔ اول تو شمر نے مہلت دینے سے انکار کیا لیکن عمرو ابن حجاج زبیدی کے اصرار اور غیرت دلانے سے ایک شب کی مہلت دی۔ اس مقام پر ابومخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں بات الحسین علیہ السلام واصحابہ بین راکع وساجد وقائم وقاعد ولھم دوی کدوی النحل من

شب کو جناب امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی یہ حالت تھی کہ کوئی رکوع میں تھا کوئی سجود میں۔ کوئی قیام میں تھا کوئی قعود میں یاد خدا میں ان کی آوازیں ایسی بلند ہو رہی تھیں جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ناظرین کتاب عبادت جناب امام حسین علیہ السلام پر نظر غور فرمائیں۔

اس سے زیادہ سخت وقت یہ ہے کہ جانبین سے لشکر مستعد جنگ میں سینکڑوں آدمی اس طرف اور اس طرف سے مارے جاچکے ہیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نصف سے زیادہ شہید ہوچکے ہیں جو باقی ہیں وہ زخموں سے چور چور ہیں۔ کل تیس ۳۰ چالیس آدمی باقی رہ گئے ہیں جو اس عظیم الشان لشکر کے سامنے جوانمردانہ داد مردانگی دے رہے ہیں اور حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں اپنی جانیں لڑا رہے ہیں۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آجاتا ہے۔ ابو ثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور عرض کرتے ہیں یا ابن رسول اللہ! (علیہما السلام) یہ تو ٹھیک نماز ظہر کا وقت ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم سب آپکے ساتھ یہ آخری نماز بجماعت پڑھ لیتے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں یا ابا ثمامۃ لقد ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین نعم ھذا اول وقتھا یعنی اے ابو ثمامہ تم نے ٹھیک وقت پر نماز کو یاد کیا۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تم کو نمازگزاروں میں محشور فرمائے۔ بے شک یہی اول وقت نماز ظہر کا ہے۔ پھر فرمایا لشکر مخالف سے کہو کہ تھوڑی دیر ہاتھ روک لیں۔ اس کے بعد خود اذان دیتے ہیں اور عمر ابن سعد سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں یا ویلک یا عمر ابن سعد انسیت شرائع الاسلام الا تقف عن الحرب حتی نصلی وانتم تصلون ونعود الی الحرب وائے ہو تجھ پر اے عمر ابن سعد کیا تو اسلامی شریعتوں کو بھی بھول گیا۔ تو اتنی دیر کیا نہ ٹھہرے گا کہ ہم لوگ نمازیں پڑھ لیں اور تم بھی نماز پڑھ لو پھر جنگ شروع ہوجائے (ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں)

خوف خدا

شوق عبادت کیا تھا خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ادائے صلوٰۃ کے مخصوص اوقات میں جیسا کہ علمائے فریقین اپنی اپنی کتابوں میں بتصریح لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام برابر تجدید وضو فرماتے تھے اور

نماز کو جب کھڑے ہوتے تھے تو رخسار مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جسم مطہر کے تمام جوڑوں میں خوف الٰہی کی وجہ سے رعشہ پڑ جاتا تھا اور آپ زور زور سے کانپنے لگتے تھے۔ اکثر لوگوں نے جب کبھی آپ کی ایسی حالت کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا لا یامن یوم القیٰمۃ الا من خاف اللہ فی الدنیا۔ جس شخص کو دنیا میں خوف خدا ہوتا ہے وہی قیامت میں چین سے رہیگا (شہید الاسلام صفحہ ۹۷)

استقرار علی الحق

جناب امام حسین علیہ السلام کی مقدس حیات پر اگر غور کیا جائے تو آپ کی ذات مجمع الصفات اس صفت مخصوصہ سے خاص طور پر موصوف پائی جاتی ہے۔ بیعت یزید کے طول طویل واقعات میں آپ کا باستقلال و باصرار انکار۔ واقعات کربلا میں سخت ترین مصائب پر آپ کا بے نظیر و عدیم المثال صبر و ضبط ایسے صحیح اور واضح واقعات ہیں جن سے دنیا میں کوئی انکار ہی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے کبھی دنیاوی سلطنت و سطوت کا خیال مطلق کیا ہی نہیں اور اپنے حقوق مخصوصہ کی طلبی کے مقابلہ میں کسی لوث دنیاوی اور علائق کو اپنے پاس آنے ہی نہ دیا اور یہی آپ کے تمام مقاصد کی حقانیت کا کافی ثبوت ہے۔

ہم ابھی ابھی واقعات کربلا میں دکھلا آئے ہیں کہ شروع جنگ سے لیکر ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ ابن سعد نے صرف اس امر کی کوشش کی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کسی نہ کسی طرح بیعت یزید پر اپنی رضا مندی ظاہر کر دیں۔ مگر آپ نے اس کی تمام کوششوں کیخلاف اس کی ان تجویزوں کی نسبت قطعی انکار کیا اور اس کی خوشامدانہ مقاصد کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے کئی بار اپنا یہ معروضہ امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اپنے پسر عم یزید کی بیعت قبول کرلیں۔ آپ نے ہر بار آزادی سے اس کے جواب میں فوراً ارشاد فرمایا۔ واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید خدا کی قسم میں کبھی ذلت کے ساتھ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دونگا اور نہ کبھی اس کے مقابلہ سے مثل غلاموں کے بھاگوں گا یاعباد اللہ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب وقال موت فی عز خیر من حیات فی ذل اے بندگان خدا! میں ان تمام لوگوں سے جو غرور و نخوت کو اپنا شعار بناتے ہیں اور قیامت کے دن کا یقین نہیں کرتے پناہ لے جانے والا ہوں۔ کیونکہ رسوائی کی حیات سے باعزت موت بدرجہا بہتر ہے۔ یہ فرماکر آپ نے ذیل کے اشعار آبدار فرمائے ؎

الموت خیر من رکوب العار والعار اولی من دخول النار
واللہ ماھذا وھذا جاری

ذلت و رسوائی سے موت زیادہ بہتر ہے اور ذلت و رسوائی دوزخ میں جانے سے کہیں اچھی ہے انہی امور کی خصوصیات کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کی مقدس سیرت کے متعلق عربی مورخوں نے سونے کے حرفوں سے ابن نباتہ کا یہ قول لکھدیا ہے۔

الحسین علیہ السلام الذی رای القتل فی العز حیاۃ والعیش فی الذل قتلاً یعنی جناب امام حسین علیہ السلام ہی مقدس بزرگوار تھے جو عزت سے مرجانے کو اپنی حیات سمجھتے تھے اور ذلت کے ساتھ جینے کو موت سے بدتر جانتے تھے۔

معاویہ نے مروان کو لکھا تھا جبکہ وہ عراق کا گورنر تھا کہ ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر علیہما السلام کی شادی کی درخواست یزید کے ساتھ کروہ حضرت عبداللہ ابن جعفر کے پاس آیا۔ اور ام کلثوم کی شادی کی درخواست کی۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے اس کی بابت کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس کا اختیار جناب امام حسین علیہ السلام کو ہے پھر جناب امام حسین علیہ السلام کو عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام نے اس امر کی اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا اچھا میں خدا سے استخارہ کرونگا۔ مروان الحکم جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت آپ کے پاس کچھ سردار کے لوگ بیٹھے تھے) اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یزید کا عقد ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر سے کردیا جائے اور معاویہ نے لکھا ہے کہ ام کلثوم کے والد جس قدر مہر مقرر کریں میں دینے کو راضی ہوں اور ان دونوں خاندانوں میں صلح بھی قایم رکھوں گا اور ان کے باپ کا قرض بھی ادا کردوں گا۔ اور اے جناب امام حسین علیہ السلام آپ کو یہ معلوم ہو کہ یزید کی بہ نسبت آپکو اچھا سمجھنے والے کم ہیں اور یزید کو آپ کی بہ نسبت اچھا سمجھنے والے بہت زیادہ ہیں اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ یزید سے مہر طلب

کیا جائے حالانکہ وہ ایسا شخص ہے جس کا مثل فی زمانتا موجود نہیں ہے
اور اُس کے روئے روشن کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔
اُس کی یہ تقریر سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا الحمد للہ
الذی اختارنا لنفسہ وارتضانا لدینہ واصطفانا علی خلقہ
یعنی اُس پروردگار تعالیٰ شانہٗ کا شکر ہے اور اُسی کی حمد کرتا ہوں جسنے
ہم لوگوں کو برگزیدہ کیا اور ہم کو دین کی خدمت کیلئے پسند فرمایا۔ اور
ہمکو تمام خلقت پر ممتاز کیا۔ اسے مروان یہ جو تو نے کہا کہ مہر حضرت اُمّ کلثوم
کا جس قدر اُن کے باپ مانگیں وہ میں دونگا۔ تو قسم خدا کی میرا منشا تو یہ
ہے کہ میں وہی طریقہ جاری رکھوں جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی بیٹیوں اور بیبیوں اور نیز دیگر اہلبیت علیہم السلام کی عورتوں
کا مہر ہوا ہے یعنی بارہ[۱۲] اوقیہ جس کے چار سو اسّی درہم ہوتے ہیں اور یہ
جو تو نے کہا کہ اُس کے باپ کا قرض بھی ادا کر دونگا۔ تو تو یہ تو بتا کہ ہمارے
خاندان کی بیبیوں نے کب کب ہمارے قرض ادا کئے ہیں اور صلح کی
بابت جو تو نے کہا تو یہ سمجھ لے کہ ہم جو تم لوگوں سے مخالفت رکھتے ہیں وہ
محض خوشنودی خدا کے لئے لہذا ہم کبھی دُنیا کے واسطے تم سے صلح نہیں
کرینگے۔ جب نسبی قرابت نے کچھ فائدہ نہیں دیا تو یہ سببی قرابت اور شادی
کب مصالحت کرا سکتی ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ یزید سے
مہر کیوں لیا جائیگا تو اس کی تو کیا ہستی ہے اُس سے اور اُس کے باپ اور
دادا سے جو لوگ افضل تھے اُن لوگوں نے مہر دیا ہے اور اُن سے مہر لیا
گیا ہے۔ پھر یزید کیا چیز ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ آپکو اچھا سمجھنے والے
کم ہیں تو کچھ پروا نہیں۔ یزید کو اچھا سمجھنے والے جاہل ہیں اور مجھکو
اچھا جاننے والے عاقل۔

یہ فرما کر آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ سب لوگ
گواہ رہیں کہ میں نے اُمّ کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام کا عقد
اُن کے چچازاد بھائی قسم ابن محمد ابن جعفر سے چار سو اسّی[۴۸۰] درہم پر کر دیا اور
انہیں اپنی مدینہ والی زمین جس کا محاصل آٹھ ہزار اشرفیاں ہوتی ہیں دیدی
کہ یہ اُن دونوں کی بسر اوقات کیلئے کافی ہے۔ مروان اس بات سے
جل گیا اور کہنے لگا کہ بنی ہاشم اپنی عداوت نہیں چھوڑتے۔ آپ نے
فرمایا وہ واقعہ تمہیں یاد ہے کہ ہمارے بھائی جناب امام حسن علیہ السلام نے
جب عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی تو تم نے کہا تھا کہ نہیں ہم تو
اس کا عقد عبداللہ ابن زبیر سے کریں گے۔ ۔ ۔ ان نے آپکا کلام سنکر

یہ شعر پڑھے ؎

اردنا صهركم لنجد ودا	قد اخلقه به حادث الزمان
فلما جئتكم جبهتموني	وبحتم في الضمير من الشنان

ہمنے یہ قصد کیا تھا کہ آپ کی اُس محبت کو جو حادثات زمانہ کی وجہ سے
پیچھے چھوٹ گئی ہے پھر تازہ کر دیں۔ ہمنے تو رسم محبت پیدا کرنے کی
کوشش کی مگر تم لوگوں کے دل میں دشمنی پوشیدہ ہے۔
مروان کے یہ اشعار سُنکر ذکوان جو بنی ہاشم کے مخصوص غلاموں میں تھا
اُس کے جواب میں یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

اماط الله عنهم كل رجس	وطهرهم بذلك في المثاني
فما لهم سواهم من نظير	ولا كفو هناك ولا مداني
اتجعل كل جبار عنيد	الى الاخيار من اهل الجنان

خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے اُن لوگوں کو تمام آلائشوں سے پاک وصاف
کیا ہے اور اُن لوگوں کو سراپا طاہر کیا ہے۔ سوائے اُن کے نہ دنیا میں کوئی
اُن کا نظیر ہے اور نہ کوئی اُن کا کفو۔ کیا بادشاہ جو رہبترین اہل جنت
کے مقابل اور ہمسر ہو سکتے ہیں۔
اسی بحث کے ضمن میں ہم بیعت یزید کی غرض سے ولید کی طلبی کا معاملہ فریقین
کی کتابوں سے درج کرتے ہیں۔ وھو ہذا۔
جناب امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس پہنچے تو ولید نے سلسلۂ سخن یوں اُٹھایا
کہ چونکہ بلادِ اسلامی کی تمام رعایا نے خلافت یزید کو تسلیم کر لیا ہے اور اُسکی بیعت
اختیار کر لی ہے تو مناسب ہے کہ آپ بھی اُسکی بیعت کی طرف اپنی رضامندی
ظاہر فرمائیں اور کچھ نزاع درمیان میں نہ لائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔
ایها الامیر ان البیعة لا یکون سرا ولکن اذا دعوت الناس
غدا فادعنا معهم۔ امر بیعت ایسا نہیں ہے کہ پوشیدہ طور پر خاص
خلوت میں انجام دیا جائے۔ مناسب ہے کہ اس امر کے لئے ایک خاص
انجمن کی جائے اور اُس میں تمام لوگ بلائے جائیں۔ اُس وقت ہمیں
بھی یاد کر لیجیو۔ ولید نے کہا انصرف علی اسم اللہ حتی تاتینا مع
جماعة الناس۔ بہتر ہے آپ خدا کا نام لیکر تشریف لیجائیں اور پھر لوگوں
کے ہمراہ تشریف لائیں۔ مروان وہیں موجود تھا۔ ولید کا یہ کلام سُنتے ہی
کہنے لگا۔ ایها الامیر ان فارقک الثعلب لم تر الا غباره۔ یعنی جب
لومڑی نکل جائے گی تو پھر غبار راہ کے سوا اور کچھ نظر نہ آئیگا احبس الرجل
ولا یخرج من عندک حتی یبایع او تضرب عنقه آپ کو قید میں رکھ

تاوقتیکہ بیعت نہ کرلیں اور نہیں تو گردن اڑادے۔ مروان کی زبان سے یہ کلام سنکر جناب امام حسین علیہ السّلام اپنے آپے میں نہ رہے۔ فرمایا۔ یابن الزرقاء انت تقتلنی امھوا کذبت یابن الحنّاء وبیت اللہ لقد ھیّجت علیہ وعلی صاحبک منی حربا طویلا۔ اے زنازادے۔ اے زرقار کے جنے تو مجھے مار سکتا ہے یا یہ؟ بربّ کعبہ۔ جو کچھ تونے کہا بالکل جھوٹ ہے۔ تو اس کے برخلاف اور اس کے آقا کے برخلاف پہلے بھی طویل جنگ برپا کرچکا ہے۔ یہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السّلام نے نہایت آزادی سے ولید کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

ایھا الامیر انا اھل البیت النبوّۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ بنا فتح اللہ وبنا ختم اللہ ویزید رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحرمۃ معلن بالفسق ومثلی لایبایع ولکن نصبح وتصبحون وننظر وتنظرون اینا احق بالبیعۃ والخلافۃ

ہم اہلبیت نبوت اور معدن رسالت ہیں اور فرشتوں کے نزول کا محل ہیں۔ عالم آفرینش کا آغاز و اختتام ہم ہی پر ہے۔ یزید بدکار شراب خوار ناحق قتل کرنے والا کھلم کھلا بدکاری و نافرمانی کرنے والا ہے۔ مجھ جیسا شخص اسکی بیعت کبھی نہیں کرے گا۔ لیکن ہاں آج کی رات تم بھی تمام کرو ہم بھی تمام کریں ہم بھی غور کریں۔ تم بھی غور کرو کہ اس امر خلافت کیلئے شائستہ اور سزاوار تر کون ہے۔

شجاعتِ جناب امام حسین علیہ السّلام

ہم کو اپنے اس مضمون کے متعلق کسی تفصیل اور تصدیق کی ضرورت نہیں ہے واقعاتِ کربلا کے ضمن میں ایک ایک واقعہ اور روز عاشورا کا ایک ایک حادثہ آپ کی شجاعت و دلیری کا بطورِ خود ایک مستقل کارنامہ ہے اور ایسا مرقع ہے جو ہزار برس سے زیادہ سے تمام دنیا کی پیش نظر ہے اور ہر شخص اس پر پورے غور کے بعد اسکی صداقت کا قائل ہوچکا ہے لیکن اس پر بھی وہ واقعات ایسے پُر اثر اور پُر معنی ہیں کہ اتنی کثیر التعداد تشریح او تفصیل ہوجانے کے بعد بھی تمام نہیں ہوئے اور انکی تشریح و تفصیل لکھنے والا بھی آخر میں یہی لکھنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ ہم اپنی اپنی تشریح و تفصیل کو کبھی کامل نہیں کہہ سکتے۔

اس میں شک نہیں کہ ان تمام تفصیلی فقروں میں نفس واقعہ ایک ہی ہے مگر آپ کی شجاعت و دلیری کا واقعہ اپنی حقانیت کے اعتبار سے کچھ ایسا روحانی اثر رکھتا ہے کہ جس رنگ سے اُسے دکھلایا جائے وہ دُنیا کے قلوب پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اس میں ذرا بھی تامّل نہیں کہ دنیا میں اس واقعہ کی مثال نہیں ہے۔ گو بہت سے واقعات ایسے بھی ہوگزرے ہیں جو ایک حدتک ضرور اپنا اثر رکھتے ہیں۔ مگر اُن کا تمام اثر ایک خاص مدّت تک اپنی تمام کیفیتیں دکھلا کر ختم ہوچکا اب اُن کی طرف سے دُنیا میں کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ بخلاف واقعۂ کربلا کے کہ آج تک قریب تیرہ سو برس گذر جانے کے بھی اس کا اثر دُنیا کے دلوں میں ویسا ہی تازہ ہے اور اُس کا زخم ابھی ویسا ہی ہرا ہے اور یہی جناب امام حسین علیہ السّلام کی مظلومیّت کی حقانیت ہے۔ جو نہ اُس وقت کسی کی نظر سے پوشیدہ تھی اور نہ اس وقت کسی کی نگاہ سے مخفی ہے۔

بہر حال اہلِ اسلام کی تاریخ سیر اور حدیث کی کتابوں میں آپکی شجاعت دلیری اور ہمت کی کہاں تک تفصیل درج ہے۔ اسکے لکھنے کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں۔ اسلئے اُس سے قطع نظر کرکے ہم صرف غیر قوموں کے چند اقوال ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو اونھوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی شجاعت، دلیری اور ہمت کے بے نظیر ہونے کے ثبوت میں لکھے ہیں۔ ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مورّخ جن کے اقوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ تعصب۔ جنبہ داری اور کسی قسم کا پہلو لینے کے تمام شبہات سے بالکل مبرا ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی شریعت کے پیرو ہیں جسکو جناب امام حسین علیہ السّلام سے کسی طرح کا تعلق ہے نہ یزید پلید سے۔ اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ صحیح، معتبر اور بلا رو و رعایت ہے ان لوگوں میں سب سے پہلے مسٹر جیمس کارکرن مؤرّخ۔ مترجم صدر دیوانی عدالت کلکتہ ہیں۔ جنہوں نے تاریخ چین لکھی ہے اور اُسے ۱۸۴۸ء میں جلد دوں میں بزبانِ اردو طبع کراکے شائع کیا ہے۔ اونھوں نے تاریخ چین کی جلد دوم باب ۱۶ میں جہاں مغلوں اور ختائیوں کی لڑائیوں اور بہادریوں کا ذکر کیا ہے۔ یوں تحریر فرمایا ہے۔

دُنیا میں رستم کا نام بہادری میں بہت مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گذرے ہیں۔ جنکے سامنے رُستم کا نام لینے کے قابل نہیں چنانچہ اول درجہ میں (جناب) حسین ابن علی (روحی لہ الفدا) کا مرتبہ بہادری میں ہے کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو۔ اُس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے کس کے قلم میں قدرت ہے کہ (جناب) امام حسین (علیہ السلام) کا حال لکھے کس کی

زبان میں یہ لطافت اور بلاغت ہے کہ اُن بہتر بزرگواروں کی ثابت قدمی ہمت اور شجاعت اور تیس ہزار خونخوار شامیوں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہوجانے کے باب میں جیسی کہ چاہیئے ویسی مدح کرسکے۔ کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ ان لوگوں کے دل کے حال کو تصوّر کرسکے کیا کیا اُن پر گذرا اور اُس وقت سے جب عمر ابن سعد نے دس ہزار سوار سے اُن کو گھیر لیا اُس وقت تک کہ جب شمر ملعون نے سر کاٹ لیا کیونکہ ایک کی وہ دو مثل مشہور ہیں اور مبالغہ کی حد بھی ہے۔ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن جنابِ امام حسین علیہ السّلام اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور اسپر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چار و طرف سے تو دس ہزار فوج یزید کی تھی جسکے نیزوں اور تیروں کی بوچھار مثل آندھی کے تھی! اور پانچواں دشمن عرب کی دھوپ تھی جس کی مثال زیر فلک اور کسی جگہ نہیں ملتی اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ عرب کی دھوپ کی مانند عرب ہی کی دھوپ ہوتی ہے اور چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا۔ جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پُرسوز تھا۔ بلکہ اُس کو دریائے قہر کہنا چاہیئے جس کے ملبلے (حضرات) بنی فاطمہ (علیہم السلام) کے پاؤں کے آبلے تھے۔ اور ساتواں اور آٹھواں دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دو غاباز ہمراہی کے جن کے برابر عدو نہیں ہو سکتے ساتھ تھے۔ اور تشنگی سے زبان پھول کر پھٹ جاتی تھی۔ تب بھی اُن دونوں کی خواہش اندر کے گھٹتی تھی پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کافروں کا مقابلہ کیا اُنپر بہادری کا خاتمہ ہوچکا۔

اِن کے علاوہ جرجی زیدان۔ جو مصر کا ایک عیسائی عالم ہے! اور مصر کے مشہور و معروف اخبار "الھلال" کا قابل ایڈیٹر ہے اور اس وقت علوم مشرقیہ و مغربیہ میں اپنی نظیر آپ ہے اس نے تمام اسلامی تاریخ اور صحیح روایتوں سے شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے واقعات کو جمع کرکے عربی زبان میں ایک کتاب غادۃ کربلا لکھی ہے اور اسمیں شہادت کے تمام دردناک واقعات درج کئے ہیں۔ وہ چھپکر مصر میں شائع و ذائع ہوگئی ہے ایسے محققین اور غیر اقوام کے مورخین نے اس واقعہ کی تصدیق اور اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھو شہادتِ امام حسین علیہ السلام مطبوعہ لاہور صفحہ ۲)

اِن لوگوں کے علاوہ۔ مسٹر گبن ممبر پارلیمنٹ مسٹر واشنگٹن ارونگ۔ مسٹر آسبرن۔ مسٹر سائمن ٹی۔ آکلی اور بہت سے یوروپین مورخین نے اس واقعہ کو پوری تفصیل اور کامل تشریح کے ساتھ درج کیا ہے جو عام طور سے تمام ہندوستان میں مشہور و معروف ہیں۔

جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا صبر

اب ہم کو ضرور ہے کہ آپ کے اوصافِ مشہورہ میں سے آخر میں اُس صفت کا ذکر بھی کردیں جو روزِ ازل سے آپ کی ذاتِ قدسی صفات کے ساتھ وابستہ تھی اور جو اپنی تمام جزئیات کے ساتھ آپ کی ذات مجمع الحسنات پر ختم ہوگئی۔

وہ صفت مخصوصہ جو ہم سب سے آخر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے محاسنِ اخلاق کے متعلق لکھتے ہیں وہ صبر ہے۔ ہم اپنے اس مضمون کے ذیل میں کوئی نیا واقعہ نہیں لکھتے اور نہ اسکی کوئی ضرورت ہے بلکہ اپنے اس مضمون کو ایک نئے انداز سے بیان کریں گے جو انشاءاللہ ہمارے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا

اور وہ یہ ہے کہ ہم شہادت جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی اصلی غرض اور دوسرے واقعاتِ دُنیاوی سے اُس کی مماثلت بیان کرکے اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو ختم تک پہنچائیں گے اور ہمارے انہی مضامین سے ناظرین کو جناب امام حسین علیہ السلام کے بے نظیر و عدیم المثال صبر و ضبط کا پورا پورا ثبوت مل جائے گا اور ساتھ ہی دنیا کے کارناموں میں اس کا یکتا ہونا بھی ثابت ہوجائیگا۔ ہم اپنے اس مضمون کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے۔ بلکہ اپنے معتبر و مستند ہمعصر مولوی سید محمد ہارون صاحب قبلہ ممتاز الافاضل کی بیش بہا تالیف "شہید اسلام" سے اس بحث کو اپنی ضرورت کے مطابق قلمبند کرتے ہیں۔

اس خصوصیت (صبر و ضبط) میں کسی شخص کا جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے ہم پلہ موجود ہونا کبھی تصور میں نہیں آسکتا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں فقط جنابِ امام حسین علیہ السّلام سابق المضمار رہے ہیں۔ اس امر میں بھی اگرچہ کچھ مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ السّلام کا اپنی قوم کی سختیوں پر صبر کرنا۔ جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے کہ حضرتؑ کو آپکی قوم فقط اس جرم سے کہ یہ خدا کی طرف کیوں ہدایت کرتے ہیں اور عبادت کے واسطے کیوں حکم دیتے ہیں۔ پاک اخلاق کیوں تبلاتے ہیں نجس اخلاق

سے کیوں روکتے ہیں۔ سیدھی راہ چلنے کو کیوں کہتے ہیں۔ اپنے آپ جو دل میں آئے اُس کے کرنے سے کیوں روکتے ہیں۔ اس قدر ڈھیلے اور پتھر مارتے تھے کہ آپ کا جسم مبارک زخمی ہو جاتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اُن پتھروں کی چوٹ سے غش بھی ہو جاتے تھے اور اُن کے ڈھیر میں چھپ جاتے تھے۔ پھر جب ہوش آتا تھا تو اپنی اُمّت کو ہدایت کرتے اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش فرماتے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

دوسری مثال حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ السّلام کی ہے۔ اہلِ تواریخ لکھتے ہیں کہ ایک وقت اور ایک زمانہ میں اُن پر ایسی ایسی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ اگر پہاڑوں پر پڑتیں تو شاید ٹکڑے ہو جاتے یعنی تمام اولاد و احفاد کا ایک دم میں مرجانا۔ تمام مکانات و عمارات کا یکبارگی گر پڑنا کھیتوں کا جل جانا۔ دنبیوں۔ بھیڑوں کا ایک مرتبہ مرجانا۔ جس پر اُن کی زندگی کا مدار تھا۔ ازواج کا اُن سے کنارہ کش ہو جانا۔ تمام جسم میں زخم پڑ جانا اور فقط ایک آبلہ نما ہو کے رہجانا اور ایک عرصہ تک اسی حالت میں باقی رہنا اور پھر سوائے شکر خدا کے اور کچھ نہ کہنا اور نہ اپنی حالت کی اصلاح کے لئے دعا کرنا۔ فی الحقیقت تعجب خیز ہے اور دُنیا میں یہ مثال بھی یادگار اور قابل عبرت حاصل کرنے کے ہے کہ دنیا میں ایسے بندگانِ خدا بھی گذرے ہیں جو محض اس غرض سے کہ ہمارا خالق یکتا خوش رہے۔ چاہے ہم پر جو گزر جائے ایسی سخت تکلیفیں اٹھائے اور ہرگز ناشکری اور بے صبری کا ایک کلمہ بھی زبان پر نہ لائے لیکن اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگرچہ حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ السّلام اپنے صبر میں یکتا تھے مگر جناب امام حسین علیہ السّلام کے صبر میں جو بات پائی گئی وہ کچھ اور ہے جسے میں آیندہ بیان کرتا ہوں اور اُن کا بآسانی مقابلہ اور موازنہ ہو سکتا ہے۔

نمبر ۱۔ جناب امام حسین علیہ السّلام کے صبر کے مدارج میں پہلا درجہ تو اپنے خاندان سے جدا ہونا ہے۔ اور اپنے جدّ امجد صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے روضہ سے چھوٹنا۔ اپنے نانا کی قبر کی زیارت سے دستکش ہونا اپنے بھائی کی قبر سے علیحدہ ہونا۔ اور اہل وطن کی مفارقت کا گوارا کرنا ہے جو ہر شخص پر نہایت شاق گزرتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اُسکا جی کسی طرح نہ چاہتا ہو۔ اگر ان حالتوں پر کوئی شخص محض خدا کی خوشی کے واسطے صبر کرے تو اللہ تعالیٰ بڑا مرد میدان اور صابر سمجھا جائیگا۔ اب دیکھو جناب امام حسین علیہ السّلام نے اس موقعہ پر کیسا صبر فرمایا۔

نمبر ۲۔ دوسرا صبر سخت گرمیوں میں سفر کرنا۔ خصوصاً عرب کی گرمی جو مشہور عالم ہے اور وہ بھی ایسے مقام کی طرف جو نہایت گرم ہے اور اُس کی ایذا کبھی انسانی دل نہیں اٹھا سکتا۔ اس پر بھی جناب امام حسین علیہ السلام نے محض خوشنودی خدا کے واسطے صبر کیا اور اس سختی کو جھیلا۔

نمبر ۳۔ خانۂ کعبہ میں عین عبادتِ حج کے وقت پر وسطِ حج سے علیحدہ ہونا اور عراق کا قصد کرنا۔ حالانکہ ایک عبادت گزار۔ زاہد اور خدا پرست کے واسطے نہایت مصیبت کا وقت ہے کہ وہ اپنی عبادت کو تمام نہ کرسکے اور جبراً اُس سے چھڑایا جائے۔ اہلِ تاریخ نے اس کے ثبوت میں لکھا ہے جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرتؑ کا مناسکِ حج کو ترک کرنا فقط اس خیال سے تھا کہ اگر تھوڑا بھی توقف آپ کرینگے تو عبید اللہ ابن زیاد کے ملازمین (۳۰ شخص) جو مخصوص جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کی نیّت سے آئے ہیں بے تکلف اپنا کام کرینگے۔ اور ہرگز اس امر کا خیال نہ کریں گے کہ بیت اللہ میں خونریزی کرنا حرام ہے اور خدا کو نہایت ناپسند ہے۔ بلکہ مطلق کسی ذی رُوح کو ایسے متبرک اور پاک مقام میں تکلیف پہنچانا جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی شریعت میں سخت ناجائز ہے۔

نمبر ۴۔ قادسیہ کی منزل پر پہنچکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفیوں نے آپ کے پیارے عزیز اور ایلچی حضرت مسلم علیہ السّلام کو بے وجہ سخت ایذاؤں کے ساتھ شہید کر دیا۔ اور کسی نے اُن کی حمایت نہ کی۔ ایسے جان نثار بہادر بھائی کا ایسے شدائد کے ساتھ مارا جانا سننا جس کا ثانی باللہ العلیّ العظیم صفحۂ روزگار پر نہ تھا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس واقعہ میں جس بہادری سے حضرت مسلم علیہ السّلام نے حصہ لیا کسی صحابی کو حضرت کے نصیب نہیں ہوا۔ اور پھر اس صدمہ پر صابر رہنا اور ہدایتِ خلق اور حفاظتِ شریعتِ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ضرورت پر آگے بڑھنا یہ صبر کے عجیب و غریب مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

نمبر ۵۔ کربلا میں پہونچ جانے کے بعد نہر سے آپ کے خیموں کا

اُٹھوایا جانا۔ بالکل بے آب اور خشک مقام پر جبراً خیموں کا نصب کرایا جانا اور اُس پر یہ بھی جاننا کہ یہ سب مقدماتِ شہادت ہیں اور آیندہ اس سے کسی طرح پانی کی دستیابی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ پھر بھی تحمّل کرنا اور راضی برضائے خدا رہنا۔ کچھ چھوٹی بات ہے ؟

نمبر ٦۔ ساتویں سے پانی بند ہونا اور یزید فاسق کی بیعت کا پیام برابر آنا اور محض اس کے فسق و فجور کے باعث سے حضرتؑ کا اُس کی بیعت پر راضی نہ ہونا اور اس بات کو گوارا کر لینا کہ اگرچہ پیاس سے دم بھی نکل جائے مگر دامنِ شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

نمبر ٧۔ نویں تاریخ تک دو لاکھ پانچ لاکھ فوجِ مخالف کا میدانِ جنگ میں جمع ہو جانا اور اس بات پر سخت زور دینا کہ یا تو آپ یزید کی بیعت کریں یا لڑنے پر تیار رہیں۔ اور یہاں اُن کے مقابلہ میں کل چند آدمیوں کا ساتھ ہونا اور حضرتؑ کا بالیقین اس بات کو سمجھ لینا کہ اتنی بڑی عظیم الشان فوج کا مقابلہ یہ تھوڑے سے آدمی نہیں کر سکتے پھر بھی بیعتِ فاسق کو گوارا نہ کرنا اور ایک رات کی مہلت مانگنے پر کیا کیا اصرار ہونا اور پھر بھی ایسے بہادر کو ذرا غصّہ نہ آنا اور سوائے صبر و شکر کے کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا۔ کیا آسان بات ہے

نمبر ٨۔ دسویں محرم ٦١ھ ہجری۔ آپ کا اپنے تمام اصحاب و اعزّا کو جمع کرنا۔ پھر ایک خطبۂ فصیح و بلیغ پڑھنے کے بعد سب کو اس بات کی عام اجازت دیدینا کہ جس کا جی چاہے وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے اور کچھ پروا نہ کرے۔ کیونکہ کل فتح ہماری نہیں ہے اور مالِ غنیمت کچھ بھی نہیں ملنا ہے۔ اس کلام پر سب لوگوں کا چلا جانا اور جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا شمع گُل کرا دینا کہ کسی کو چلے جانے میں حجاب نہ ہو۔ یہ ایک ایسا عجیب اور حیرت خیز معاملہ واقعاتِ کربلا کے متعلق گذرا ہے جس نے ایسے وقت میں اپنے رفیقوں سے کہا ہو کہ تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو اور مجھے تنہا رہنے دو بلکہ دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ ایسے موقعول پر یہ فکر ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی جماعت بڑھائی جاوے اور موجودہ اشخاص کا دل بڑھا کے دشمن کے مقابلہ پر آمادہ کیا جاتا ہے یہاں بالکل اُس کے برعکس ہے۔ کیا یہ مصیبت پر صبر نہیں ہے اور کیا منشائے پروردگار پر راضی رہنا اس کا نام نہیں ہے ؟ اور کیا خدا پہ توکّل کرنا اس کو نہیں کہتے ؟

نمبر ٩۔ صبحِ عاشورا کو اپنی تھوڑی سی جماعت جس کی تعداد کبھی بہتّر سے زیادہ نہیں تھی۔ جس میں متعدد بچے کم سن۔ ناتجربہ کار نادیدہ جنگ بھی شامل تھے۔ بھوکے پیاسے۔ آنکھوں میں پیاس سے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ زبانیں مُنہ سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ انہی کو ہمراہ لے کر میدانِ جنگ میں ایک عظیم الشان لشکر کے مقابلے پر قتل کرا دینے کے لئے کھڑا کر دینا اور یزیدی قوم کا چند حملوں میں ایک ایک کر کے اصحاب کو قتل کر دینا اور سوائے عزیز و اقارب کے تھوڑی سی دیر میں کسی کا نہ بچنا۔ اور پھر اس حالت میں سب کی لاشوں پر جانا اور اُنہیں اُٹھا اُٹھا کر لانا۔ اور ان سب کا آنکھوں کے سامنے دم توڑنا۔ اور اس پر بھی ثابت قدم رہنا۔ کیا انتہا درجہ کا صبر نہیں ہے ؟ اور کیا کوئی نظیر اس کی پیش کی جا سکتی ہے ؟

لا واللہ ثمّ لا واللہ

نمبر ١٠۔ اصحاب اور عزیزوں کے قتل اور پہلے اُن چھوٹے بچوں کا رخصتِ جہاد طلب کرنا۔ جن کو کس کس پیار سے گود وں میں پالا تھا اُن کو اجازت دینا۔ پھر اُن کا لڑ کر درجۂ شہادت پر فائز ہونا اور آپ کا دیکھتے رہنا۔ کیا تھوڑا صبر ہے ؟

نمبر ١١۔ جوان بھتیجے قاسم ابن الحسن علیہما السّلام کو (جنہیں جناب امام حسین علیہ السّلام نے اپنی رحلت کے وقت خاص طور پر ان کے سپرد کیا تھا) میدانِ جنگ کی اجازت دینا اور اُن کا لڑ کر شہید ہو جانا۔ اور اُن کی لاش کا گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو جانا۔ پھر آپ ہی کا اُسے بھی اُٹھا لانا۔ اور ایسے نازک وقت میں اُن کو دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ تاہم شکایت کا کوئی لفظ ہی زبان پر نہ لانا۔ کیا ادنیٰ سی بات سمجھی جا سکتی ہے ؟

نمبر ١٢۔ جوان بھائی عبّاس علمدار علیہ السّلام۔ کماندارِ فوج۔ قمرِ بنی ہاشم۔ شیرِ مثل بہادر۔ زینتِ پہلو۔ قوتِ بازو۔ بلکہ قوتِ جانِ دل جس کی زندگی پر حضرتؑ کی زندگی کا دار و مدار تھا اور جن کے مرنے سے کمرِ مبارک شکستہ ہو گئی تھی جسے آپ نے اِن الفاظ میں ظاہر کیا۔ الآن انکسر ظہری و قلّت حیلتی اور مرثیے کے اشعار یہی پڑھے۔ جن کو بچپنے سے پالا کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ کیا تھا۔ اسکو میدانِ جنگ کی اجازت دینا۔ اُس کا نہر پر بازو کٹانا اور فوج کی علمداری کا اسکے بعد خاتمہ ہو جانا اور خود آنکھوں سے دیکھتے رہنا اور پھر موقعِ قتل پر جا کر اُس کو مچھلی کی طرح زمین پر تڑپتا ہوا

پانا آن کا سر اپنے زانوؤں پر رکھکر پیار کے کلمات کہنا اور اُسی وقت اُس کی رُوح کا مفارقت کرنا کس قدر صدمہ انگیز ہے ؟ کیا کسی بہادر کا دل اس مصیبت پر تاب لانیکی قوت رکھ سکتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا بنی نوعِ انسان ہے جو اسوقت اسکی نظیر لا سکتا ہے ؟ حاشا و کلّا

نمبر ۱۳ - اس بہادر بھائی کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السّلام سا جوان فرزند شبیہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس کی بابت فرماتے تھے کہ اب میں ایسے شخص کو خدا کی راہ میں فدا ہونے کی غرض سے بھیجتا ہوں جو جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے صورت رسیرت۔ رفتار دگفتار میں بہت ہی مشابہ ہے جس کو نورِ نظر کہنا چاہیئے یا لختِ جگر۔ جس کے مرنے کے بعد آپ نے فرمایا بنیّ علے الدّنیا بعدک العفا۔ اسکو برچھی کھائے ہوئے دیکھنا۔ اُس کے گھوڑے کا خالی زین خیمہ تک آنا اور آپ کا اپنے آپ کو اُس شہید راہِ خدا روحی لہ الفدا کی لاش تک لے جانا اور اُس کو تڑپتے ہوئے پانا اور آنکھوں کے سامنے اُس کی رُوح کو مفارقت کرتے ہوئے دیکھنا۔ اللہ اکبر کس قدر عظیم مصیبت ہے۔ پھر اس پر بھی تحمّل کرنا کیا کسی کا جگر ہے جو اس کو سہہ سکے۔

العیاذ باللہ

نمبر ۱۴ - تمام عزیز و اقارب۔ اعوان و انصار کے دو پہر میں شہید ہو جانے پر خیمہ سے رونے کی آواز کا آنا اور آپ کا در خیمہ تک جانا اور دریافت حال کرنا اور ننھّے بچّے حضرت علی اصغر علیہ السّلام کی پیاس کا حال معلوم ہونا اور اُس بچّہ کو منگا کے اپنے ہاتھوں پر فوجِ اشقیا کے سامنے لیجانا۔ پانی مانگنا۔ اور اُسپر یہ کہنا کہ اگر تم کو خیال ہو کہ میں اس کے بہانہ سے پانی لیکر پی لوں گا تو۔ لو۔ اسے میں زمین پر لٹا دیتا ہوں تم ہی آکر اسے پانی پلا جاؤ۔ کیونکہ یہ بچہ بالکل معصوم ہے اور قابل رحم ہے۔ اس کے جواب میں دشمنوں کا یہ کہنا کہ ٹھہر و اے حسین علیہ السّلام ! ہم ابھی اسے سیراب کیئے دیتے ہیں۔ اور حُرملہ کا ایک تیر سہ شعبہ (تین بھال کا تیر) مارنا جو اُس بچّے کے گلے سے پار ہو کر آپ کے بازو کو توڑ گیا ہو اور بچّہ مُنہ کھول کر اور سسک کر رہ گیا ہو اور آپ دیکھا کئے اِس مصیبت کو کس باپ کا دل اُٹھا سکتا ہے ؟ کیا اُس کی آنکھوں میں عالم اندھیر نہ ہو جائے گا ؟ کیا اُس کے حواس باقی رہ سکتے ہیں ؟ کیا سر پھوڑ کر نہ مر جائیگا ؟ مگر واہ رے تحمّل ! اور واہ رے ثبات قدم ! یہ یا مردی ہے کہ پھر بھی کچھ نہ کہا۔ اور بچہ کو اپنے ہاتھ سے تلوار سے مٹّی ہٹا کر دفن کر دیا۔ کیا کسی صابر کی نظیر اس کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہے ؟ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

نمبر ۱۵ - خیمہ میں اہل حرم کا بیتاب ہونا اور بچوں کا پیاس سے العطش العطش کا شور کرنا اور کبھی گھبرا گھبرا کر باہر چلا آنا اور آپ کا اس قدر قادر نہ ہونا کہ اُن کی پیاس بجھا سکیں۔ کیا کوئی شخص اس حالت کو دیکھنا کیسا سُن بھی سکتا ہے ؟ یہ عام بات ہے کہ جب کسی کے بچے کسی بات پر مچلتے ہیں یا کسی ضرورت کو اپنے بزرگ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو انسانی فطرت کا مقتضا ہے کہ وہ اسکی انجام دہی کی فکر کرتا ہے اور جس صورت سے ممکن ہوتا ہے مہیا کر کے انکو دیتا ہے اور جب تک اُنہیں خوش نہیں کر لیتا اُسوقت تک اُس کی حالت عجیب رہتی ہے۔ پھر کیا یہی حالت جناب امام حسین علیہ السّلام کی نہ تھی ؟ کیا اسکو اپنی حالتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ؟ اور کیا اس حالت کے دیکھنے کے واسطے بہت بڑے جگر کی ضرورت نہیں ہے ؟

نمبر ۱۶ - عرب کی تاریخ دیکھو اور اُن کے پولٹیکل اور سوشل (ملکی و قومی) امور پر غور کرو۔ اور اُنکی حمیّت و غیرت کو خیال کرو۔ پھر آؤ جناب امام حسین علیہ السّلام کی طرف اور دیکھو کہ آپ تنہا رہ گئے۔ کوئی مونس ہے نہ مددگار۔ نہ یاور نہ انصار ؎

نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرت النّاس ہے
نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ ہے۔ عباس ہے

یا آپ اکیلے ہیں یا خیموں میں کچھ پردگیانِ عصمت و طہارت۔ عترتِ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم و اولادِ بتول علیہا السّلام۔ انکی شرافتِ خاندانی پر غور کرو اور فضیلت حسبی و نسبی پر لحاظ کرو۔ پھر بتاؤ کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کے دل کی اُس وقت کیا حالت ہوگی۔ آپ خیال کرتے ہوں گے کہ میں تھوڑی دیر کا مہمان ہوں۔ چند ساعت میں میرا تو خاتمہ ہے۔ اب اہل حرمؑ ہیں اور فوجِ یزیدی۔ اُسکے ساتھ عرب کی حالتوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب ایک دوسرے پر غالب ہے تو مغلوب کے لڑکے، بچے، عورتوں اور کنیزوں کو قید کر کے لیجاتا ہے اور ذلیل سا بنا میں اُن کو داخل کرتا ہے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السّلام سا بہادر دیکھ رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ یہ

سب کچھ ہونے والا ہے اور فقط یزید کی ایک بیعت کر لینے سے اس مصیبت سے بچاؤ ہے مگر جو نکتہ سمجھتے ہیں ایسے فاسق کی بیعت کو اختیار کر لینا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بڑی خرابی لائیگا اور عموماً یہ سمجھا جائیگا کہ اگر یزید حق پر نہ ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام کے ایسا دین پرست اور قداوان کیوں اس کی بیعت کر لیتا آپ اسی وجہ سے اس کی بیعت منظور نہیں کرتے اور سمجھ بوجھکر اس بلا کو اپنے سر پر لینا گوارا کرتے ہیں اور کیا کوئی ایسا ہو کہ اسی رائے پر ثابت قدم رہے کیا اس صبر سے بڑھکر کوئی دوسرا صبر ہو سکتا ہے؟

نمبر ۱۷ ۔ خیال کرو جناب امام حسین علیہ السلام تین دن کے پیاسے ہیں اور پیاس بھی ایسی ہے جس کا اندازہ شاید انسانی قوت دماغیہ کے ادراک سے باہر ہو اب مبارزطلبی ہو رہی ہے آپ خیمہ میں تشریف لے گئے ہیں اور سب کو سمجھا کے وداع کیا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو کے میدان میں آئے اور اشقیا کو نصیحت آمیز کلمات سے سمجھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں برابر تیر برسائے جاتے ہیں پتھر پھینکے جاتے ہیں زخم پر زخم پڑ رہے ہیں مگر آپ ان کو ہدایت کی راہ بتا رہے ہیں کیا کوئی اور بھی ایسا کر سکتا ہے؟ ہاں فقط اس مقام پر حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کی نظیر پیش کر سکتے ہیں۔

نمبر ۱۸ ۔ پہلے تو فرداً فرداً عزیز و انصار کی لاشیں دیکھی تھیں اب سب کو ایک مقام پر مجتمع دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف عباس علیہ السلام شانے کٹائے ہوئے آرام کر رہے ہیں دوسری طرف حضرت علی اکبر علیہ السلام قیامت کی نیند سو رہے ہیں کہیں قاسم علیہ السلام ہیں کہیں عون و محمد علیہما السلام ہیں۔ ایک طرف بہادران عرب آپ کے اصحاب بھی جام شہادت سے سیراب ہو کے حشر تک سونے کا قصد کرکے غافل پڑے ہیں کسی کے بدن پر سر نہیں ہے تو کسی کے ہاتھ قلم ہو گئے ہیں کسی کا سینہ برچھی سے گھائل ہے تو کسی پر سینکڑوں تلواروں اور نیزوں کے زخم ہیں خون کے تھالے ان کی لاشوں کے گرد جمے ہیں اور آپکا فرمانا کہ:

یا ابطال الصفا یا فرسان الھیجا مالی انادیکم فلا تجیبون فی وادعوکم فلا تسمعون انتم نیام ارجوکم ان تنتبھون ام حالت مودتکم عن امامکم فلا تنصرونہ ھذہ نساء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفقدکم قد علاھن النحول فقوموا عن نومکم ایھا الکرام وادفعوا عن حرم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطغاۃ اللئام ولکن صرعکم واللہ ریب المنون وغدر بکم الدھر الخئون والا لما کنتم عن دعوتی تقصرون ولا عن نصرتی تحتجبون فھا نحن علیکم مفتجعون وانا بکم لاحقون فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کے لئے کوئی بتائے کہ اس عالم کا دیکھنا والا اور پھر تحمل کرنے والا کوئی بھی دنیا میں گزرا ہے؟

نمبر ۱۹ ۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی شرافت حسبی اور نسبی اور جاہ و جلالت اور قدر و منزلت کو دیکھو اور ان کلمات نازیبا کو سنو جو ان کی شان میں کہے جاتے ہیں کوئی کہتا ہے یا ابن فاطمہ (علیہا السلام) (حالانکہ عرب کے نزدیک ماں کا نام مجمع عام میں لینا انتہا درجہ کی غیرت کی حالت ہو اور اس پر سینکڑوں سر کٹ جاتے ہیں) کوئی کہتا ہے تمہاری نماز قبول نہیں ہوتی۔ کوئی کہتا ہے ہم سے کیا پانی مانگتے ہو تم تو کہتے ہو کہ جناب علی ابن ابی طالب علیہما السلام ساقی کوثر ہیں۔ کیوں ان سے پانی نہیں مانگتے کہ وہ بڑے پیار سے تمہیں آب کوثر پلائیں گے کوئی کہتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام معاذ اللہ (نقل کفر کفر نباشد) قبلہ آتش جہنم کے آتش دنیا میں جلتے ہیں وغیرہ۔ اور آپ سن رہے ہیں۔ کیا جناب امام حسین علیہ السلام سا کوئی اور آدمی بھی ان کلمات کو سننے کی تاب لا سکتا ہے؟ اسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ فقط جناب امام حسین علیہ السلام ہی کا دل ہے جو سب کچھ سہ رہا ہے اور اپنے نانا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی خاطر سب کچھ گوارا کر رہا ہے۔

نمبر ۲۰ ۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو چکا ہے شام قریب ہے جناب امام حسین علیہ السلام اپنی حجت تمام کر چکے ہیں۔ دیکھو دل ایسے ہوتے ہیں اور شجاع اس کو کہتے ہیں۔ تلوار میان میں سے لی ہے اور فوج یزید پر ایسا حملہ کیا ہے کہ کوفہ کے بازاروں تک میں آدمی گر گر پڑے ہیں۔ اور اسی طرح متواتر تین حملے کئے ہیں جن میں ہزاروں کو فی النار کر دیا ہے اور پھر مستقل اپنے مرکز پر کھڑے ہوئے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی مصیبت پڑی ہی نہیں تھی کبھی کوئی غم دیکھا ہی نہیں تھا پیاس پانی پر بل تک نہیں ہے کیا کوئی ایسا بہادر بھی گزرا ہے کہ اتنی مصیبتوں کے بعد اس قدر شجاعت دکھلا سکے؟ آخر میں آپ کو اس قدر آدمیوں کو قتل کرنے سے رحم آتا ہے کہ ہائے اس قدر امت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فقط میرے واسطے

اور یہ سوچ کر میان میں تلوار رکھ لیتے ہیں۔ کیوں۔ کوئی بتائے کہ اس موقع پر ایسی حالت میں کسی بہادر نے تلوار روکی ہو اور اپنے اختیار سے اپنا زخمی ہونا گوارا کیا ہے؟

نمبر ۲۱۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خیال سے تلوار میان میں رکھ لی کہ خواہ مخواہ امتِ جد کیوں قتل ہو اور ان کو کچھ بھی رحم نہیں آتا دیکھتے ہیں کہ آپ پیاسے بھی انتہا مرتبے کے ہیں۔ ضعف بھی بہت ہو گیا ہے اب آپ کسی کو قتل کرنا بھی نہیں چاہتے مگر ان بزدلوں کمینہ فطرتوں کو دیکھئے جن میں سترہ سو حافظِ قرآن مجتہد اور آیۂ تطہیر، آیۂ مباہلہ آیۂ مودۃ القربیٰ وغیرہ کئی ہزار مرتبہ پڑھ چکے ہیں اور اب بھی یاد ہے مگر کچھ خیال نہیں کرتے بلکہ تیر پر تیر برسائے ہیں نیزے پر نیزے لگائے ہیں یہاں تک کہ ایک ہزار نوسو نناوے زخم کھا چکے ہیں۔

نمبر ۲۲۔ ہر شہید کی شہادت کے وقت جناب امام حسین علیہ السلام نے شکریہ کے کلمات کہے مگر یہ ایک عجیب امر ہے کہ جب جناب علی اصغر آپ کے ہاتھوں پر شہید ہوئے اور فرمایا سر اپنا آسمان کی طرف بلند کیا اور مسکرائے اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے بار امانت سے ادا ہو گیا یہ قربانی بھی قبول ہو گئی۔ مجھے خوف تھا کہ مباد جس طرح حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہ السلام کی قربانی میں بداء واقع ہوا کہیں یہاں بھی ایسا نہ ہو اور مجھ کو افسوس کرنا پڑے تیرا شکر ہے کہ تو نے اس ناچیز ہدیہ کو بھی قبول کر لیا۔ اہل انصاف اب بتاؤ کہ کسی کے باپ کا بھی دل ہو کہ بیٹا تو ہاتھوں پر مارا جائے اور آپ سجدے کریں خوش ہوں۔ اگر اس میں کوئی خاص راز نہیں ہے جسے ہم تم نہیں سمجھتے تو کیا ہے؟

نمبر ۲۳۔ آپ گھوڑے سے زمین پر جس وقت تشریف لائے اور شمر بے حیا ذبح عظیم کا مرتکب ہونے لگا تو حضرت کے لب ہائے مبارک کو حرکت میں دیکھ کر سمجھا کہ آپ اس شقی کو بد دعا دیتے ہیں ملعون نے کان لگا کر سنا تو آپ یہی فرماتے تھے اے میرے رب اے میرے خالق تو فرما چکا ہے میں تو اپنا وعدہ پورا کر چکا اب تیرا وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے اے میرے خالق میری شہادت پر میرے نانا کی امت کو بخش دے۔ کیوں اہل اسلام! کیا اب بھی کوئی حد باقی رہ گئی ہے جہاں تک جناب امام حسین علیہ السلام سبط رسول الثقلین فخر نوح و زکریا۔ انتہا زالیوث و یحییٰ علیہم السلام نہ پہنچے ہوں؟ اور کیا امتحان کا کوئی پہلو اٹھا رہا؟

جس میں جناب امام حسین (علیہ السلام) المظلوم کامیاب نہ ہوئے ہوں؟

دیگر انبیاء علے انبیاء و علیہم السلام کی قربانیوں کی مماثلت

نہ من بر آں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ بلبلانِ تو از ہر طرف ہزار انند

اگرچہ یہ بات ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے زمانہ میں قربانی کی رسم تھی اور ہر ایک نبی اور اس کے وصی خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی جناب میں قربانی بھیجتے تھے جس کی ابتدا حضرت ہابیل علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا در جناب امام حسین علیہ السلام پر مگر ناظرین کو اس مقام میں دو باتیں دیکھنی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ اُن کی قربانیوں کی کیا حد تھی دوسرے یہ کہ ان کی قربانیوں کو مقبولیت میں کتنا حصہ ملا کسی نبی کے زمانہ میں غلہ سے قربانی ہوتی تھی کسی کے زمانہ میں بہائم (حیوانات) سے جن کی بابت ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ حیوانی اور کی قربانی کو انسانی قربانی سے کوئی نسبت نہیں ہے اور فقط اتنی ہی بات سے ہٹ گئے انبیاء کی قربانیوں میں حسینی قربانی میں نسبت دیکھنے کی ضرورت پڑی اب ان لوگوں کو دیکھئے جنہوں نے انسانی قربانی کی اس بارے میں تواریخ جہاں تک شہادت دیتی ہے انکی بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی قربانی فقط دو شخصوں نے کی ایک حضرت ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام ہیں جبکہ حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علی نبینا و علیہما السلام کو خدا کی قربانی کے واسطے ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے دوسرے حضرت عبد المطلب ابن مناف علیہما السلام ہیں جبکہ اپنے چھوٹے بیٹے عبد اللہ علیہ السلام کے ذبح پر تیار ہوئے مگر اب ان دونوں قربانیوں کے فرق مابہ الامتیاز کو ملاحظہ فرمائیے حضرت ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی قربانی فقط ایک دنبہ سے بدل گئی گو جنتی؟ نہ حضرت اسمٰعیل و اسحاق علی نبینا و علیہما السلام کے بدلے میں آیا اور ذبح ہوا لیکن تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ایسی قربانی میں بداء واقع ہوا جس کا افسوس حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کو بہت ہوا اور حضرت عبد المطلب علیہ السلام کی قربانی سو اونٹوں سے بدل گئی اگرچہ سو اونٹوں کی تعداد بہت ہوتی ہے اور درحقیقت اتنی قد

کثیر مال کا خدا کی راہ میں دے ڈالنا بہت بڑا امر عظیم ہے مگر اس حد پر نہیں جو حضرت عبداللہ علیہ السلام کی برابری کر سکے ہم کو اس کے کہنے میں مطلق باک نہیں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا و آلہ وعلیہ السلام کے بدلے میں جو گوسفند ذبح ہوا وہ یقیناً اس بات کو بتلاتا ہے کہ انکا مرتبہ خدا کے نزدیک اس قدر تھا کہ ایک دنبہ کے عوض میں اگرچہ وہ جنتی ہی سہی اور لاکھوں اونٹ کے عوض میں کیوں نہ مان لیا جائے چھوڑ دئیے گئے اور اس بات کو ظاہر کر دیا گیا کہ ان کا بدل ممکن ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ علیہ السلام کا عوض سو اونٹوں سے ہو گیا لیکن جناب امام حسین سبط رسول الثقلین علیہ السلام من رب المشرقین کی ہر ایک قربانی اس حد پر تھی کہ اس کا بدل کچھ بھی ممکن نہیں تھا نہ دنیاوی چیزوں میں نہ آخری چیزوں میں ورنہ لا محالہ اسی طرح اس کا معاوضہ بھی کر دیا جاتا جس طرح اگلی قربانیوں کا کیا گیا اور جب جناب امام حسین علیہ السلام کی قربانیوں کا عوض نہ ہو سکا تو پھر خود جناب امام حسین السلام کی ذاتی قربانی کا کیا بدل ہو سکتا تھا اس لئے ہم کو اس بات کے کہنے کی جرأت بے تکلف ہوتی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو دنیا و مافیہا اور آخرت و مافیہا کی تمام چیزوں پر بحیثیت مجموعی نہ فقط فرداً فرداً اسقدر فضیلت حاصل ہے کہ کبھی انسانی خیال کیا ملکوتی خیال بھی اس حد تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ ملائکہ تک نے بھی بھی فدیہ ہونا چاہا مگر منظور نہ ہوا۔

اب کیا چیز جناب امام حسین علیہ السلام سے افضل و بہتر ہو سکتی ہے؟ اسی وجہ سے خداوند کریم نے اپنے قرآن محکم میں ان کو ذبح عظیم سے تعبیر فرمایا ہے اس قربانی کی وقعت خدا کے نزدیک بھی اس درجہ پر تھی کہ اس کو عظیم کے لفظ سے تعبیر فرمایا فی الحقیقت یہ خصوصیت جناب امام حسین علیہ السلام کو ایسی حاصل ہے کہ ہرگز کسی کو اسمیں شرکت نہیں بلکہ اس کا عشر عشیر بھی کسی کو نہیں ملا دیکھئے تو کہ نہ تو اس قربانی میں بدل واقع ہوا نہ تغیر واقع ہوا۔ نہ تغیر مقبول ٹھہرایا گیا گویا کسی چیز سے اس کا معاوضہ نہیں کیا گیا پھر کس حد پر اس کی عظمت ہونی چاہیے اور کس حد پر اس کی قبولیت کو سمجھنا چاہیے؟ یہی سبب تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی اصغر علیہ السلام کی قربان ہو جانے پر خوش ہوئے اور فرمایا۔ الحمد للہ میری یہ قربانی بھی درجہ قبولیت تک پہنچ گئی اور کسی قسم کا خدشہ اس کی قبولیت میں حارج نہ ہوا جس طرح اگلی قربانیوں میں ہوتا رہا (شہید اسلام مطبوعہ عماد الاسلام مؤلفہ مولوی سید محمد ہارون صاحب قبلہ مدظلہ از صفحہ ۴۳ تا ۴۶)

اب تو ہمارے ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے بے نظیر واقعات کو دنیا کے کسی اور واقعہ کی کسی طرح مثال نہیں دیا جا سکتا۔ اگرچہ حضرت نوحؑ۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت ابراہیم حضرت ایوبؑ۔ حضرت ذکریا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت جرجیسؑ علیٰ نبینا و آلہ وعلیہم السلام من رب الکلام پر بھی سخت سے سخت مصائب گزرے ہیں جو اس وقت تک تاریخوں میں محفوظ ہیں مگر وہ تمام مصائب خاص طور پر ان میں سے ہر ایک بزرگوار پر گزرے کسی کو پتھروں کی مار برداشت کرنی پڑی کسی کو جلتی ہوئی آگ بھٹی پڑی کسی کے سر پر آرہ چلایا گیا کسی کا سر کاٹا گیا کوئی سولی دیا گیا۔ اور کوئی درندگان مردم خوار کے ہجوم میں چھوڑ دیا گیا اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مصائب ناقابل ضرور تھے مگر ایک ہی صورت میں ہر نوع مصیبت جداگانہ شکل سے واقع ہوئی مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو دیکھو تو معلوم ہو کہ ع

ایک جان لاکھ طلبگار عیاذاً باللہ

اس تن واحد کے لئے تلواریں بھی ہیں تیر بھی ہیں نیزے بھی ہیں خنجر بھی ہیں۔ غرض کوئی ایسا حربہ نہیں ہے جو اس جسم مبارک کے لئے تیار نہیں ہے تلواروں کی مار علیحدہ ہے تیروں کی بوچھاڑ جدا نیزوں کی نوکیں بھی چبھوئی جاتی ہیں مگر کئے وار بھی کئے جاتے ہیں اس پر بھی بس نہیں کی جاتی جو بیرحم اشقیا د۔ حملہ کرنیوالوں کی کثرت سے آپ تک نہ پہنچ سکتے تھے اور اپنے عقائد میں (معاذ اللہ) اس ثواب سے محروم رہے جاتے تھے وہ دور سے آپ کے جسم مبارک کو پتھروں اور اینٹوں ہی سے چور چور کر رہے ہیں ان کی بے رحمی اور شقاوت کی تو یہ صورت ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر و شکیبائی کی یہ شان ہے کہ تلوار میان میں کئے گردن جھکائے سکوت کے عالم میں گھوڑے پر بیٹھے ہیں اور اپنی تھر تھرائی ہوئی آواز سے فرما رہے ہیں:۔

اللّٰھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ و انت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ و عدۃ من کرب تضعف فیہ الفؤاد

وتقل فيه الحيلة ويخذل فيه الصديق ويشمت به العدو انزلته بك وشكوته اليك رغبة منى اليك عمن سواك ففرجته وكشفته فانت ولى كل نعمة وصاحب كل حسنة ومنتهى كل رغبة

خداوندا! تو میرا معتمد علیہ ہے ہر ایک اضطراب میں اور میری امیدگاہ ہے ہر سختی میں اور تو ہر اس امر میں جو مجھ پر نازل ہو میرا معتمد علیہ ہے اور بہتیرے ایسے حالاتِ کرب ہیں جن میں دل ضعیف ہو جاتا ہے اور حیلہ ان میں بے کار ہو جاتا ہے اور دوست ان میں ترکِ رفاقت کر دیتا ہے اور دشمن قہقہے اڑاتے ہیں یہ میں بھروسہ کرتا ہوں مگر حالانکہ میں نے کسی ایسے امر کو تیرے سامنے پیش کیا اور اس کی شکایت تجھ سے کی اور اپنی رغبت قلب سے تیری ہی طرف توجہ کی اور دوسروں سے منہ پھیر لیا تو بس تو نے اسے صاف کر دیا اور دفع کر دیا کیونکہ تو ولی ہے ہر نعمت کا اور صاحب ہے ہر نیکی کا اور منتہا ہے ہر رغبت کا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے

يا دائم يا ديموم يا حى يا قيوم يا كاشف الغم يا فارج الهم يا باعث الرسل يا صادق الوعد اللهم ان كان عندك رضوان وود فاغفر لى ولمن اتبعنى من اخوانى وشيعتى وطيب ما فى صلبى برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اے ہمیشہ رہنے والے! اے زندہ و قائم! اے غم و ہم کے دور کرنے والے اے رسولوں کے بھیجنے والے اے سچے اور معتبر وعدے فرمانے والے اگر تیری شفقت اور احسان کی مرضی ہے تو مجھ کو اور میرے بھائیوں کو اور دوستوں کو جو میری اطاعت میں ہیں بخش دے اور میرے اعقاب و اخلاف کو پاک و پاکیزہ فرما اپنی رحمت خاص کے ذریعہ سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے یہاں تک کہ آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور وار پر وار اور زخم پر زخم کھاتے جاتے تھے اور کچھ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ عصر کا فریضہ ایسی حالت میں ادا کیا گیا کہ ؏

زباں نکل کے تالو میں دم تکبیر پھرتی تھی

قاتل نے ذبح کرتے وقت لب ہائے مبارک کو جنباں پایا سمجھا کہ مجھ کو بد دعا فرماتے ہیں کان لگایا تو سنا ارشاد ہو رہا ہے اَدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ دیکھو یہ ہے حقیقی صبر اور یہی ہے اصلی صابر کی شان تب ہی تو خدائے عزوجل نے آپ کی ذاتِ قدسی برکات کو آیۂ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي کا حقیقی و اصلی مفہوم قرار فرما دیا ہے۔

ان واقعات پر تھوڑی دیر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ آغاز سے لیکر انجام تک جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام مصائب کو جس صبر و سکون و اطمینان سے برداشت فرمایا وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سوائے آپ کے کسی دوسرے کی قامت پر نفس مطمئنہ کا خلعتِ گرانمایہ درست آ سکتا ہے؟ جس طرح جناب امام حسین علیہ السلام جتنے اور جیسے جیسے مصائب اور شدائد پر بہمہ تن راضی رہ کر اپنے پروردگار کے دربار میں پہنچے اس طرح کسی دوسرے کو قربت خدا حاصل نہیں ہوئی انہی وجوہ سے اس نفس مطمئنہ کے مقدس مخاطب کو دربار ایزدی سے راضیۃ مرضیۃ کا معزز خطاب عنایت فرمایا گیا اور یہ خصوصیت کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

یہی وہ خصوصیات ہیں جو اور لوگوں کے واقعات میں نہیں پائی جاتیں ان سے پہلے جن مقدس بزرگواروں نے مصائب اٹھائے ہیں وہ صرف اپنی واحد ذات پر اور وہ بھی ایک ہی قسم کی مصیبت یہاں تو تمام ایسے اصحاب و احباب جن کی مفارقت ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں جا سکتی تھی نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے ان کے بعد گھر کے چھوٹے بڑے اقربا جو جان سے زیادہ عزیز تھے آنکھوں کے سامنے گوسفندانِ قربانی کی طرح بے دانہ پانی ریگ گرم پر ذبح کر دئیے گئے دودھ پیتا بچہ۔ وہ جس پر کافر کو کافر بھی۔ رحم سمجھتا اور جس کی کمسنی پر سنگدل بھی ترس کھاتا صرف پانی مانگنے کے جرم میں تیر سہ پہلو کا نشانہ بنا دیا گیا سوائے جناب امام حسین علیہ السلام کے کسی اور کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بزرگ نے بھی ایسے ہی مصائب عظیمہ اٹھائے ہیں اور کیا ان کے بھی جاں نثار احباب عزیز و اقارب ننھے ننھے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے گئے ہیں؟ خاصانِ خدا میں ہم کو کہیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی اگر جناب آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام بزرگواروں کے حالات اور واقعات ایسی مثالوں سے بالکل خالی

پائے جاتے ہیں اس لیے ہر شخص ہمارے اس مضمون کو پڑھکر بآسانی تصفیہ کرسکتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام پر تمام دنیاوی مصائب و شدائد کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ ان میں سے بعض مخصوص مصائب انبیائے سابقین علی نبینا وعلیہم السلام کو برداشت کرنے پڑے مگر بہت سی مصیبتیں ایسی شدید وعظیم تھیں جن کے برداشت کرنے کی تکلیف ان مقدسین سلام اللہ علیہم اجمعین کو نہیں دی گئیں اور ان کے تحمل کا سہرا جناب امام حسین علیہ السلام ہی کے سر بندھا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

جس طرح ہم نے یہ آیۂ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کا اصلی مفہوم اپنے ناظرین کو سمجھا دیا اسی طرح ہم کو مناسب ہے کہ ایک دوسر آیۂ قرآنی کا اصلی مقصد بھی اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرادیں جو باتفاقِ مفسرین جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے مخصوص تعلق رکھتا ہے ہم اس بحث سے پہلے بھی کئی جگہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی قربانی کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھ چکے ہیں اور یہ آیۂ بدایہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا ذکر کر گئے ہیں چنانچہ اس کی نسبت ہمارے معزز۔ معتبر اور مقتدر ہمعصر عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب رئیس پریانواں تحریر فرماتے ہیں :۔ "حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ آپ کو معلوم ہے جس کی نسبت خداوند عالم نے فرمایا ہے اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ کے معنی تو صاف ہیں کہ فی الواقع یہ ایک روشن امتحان ہے لیکن ۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا مطلب سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس ذبح عظیم یعنی قربانی بزرگ کے بدلے حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کو بچالیا ۔ سنو ! فی الحقیقت وہ ذبح عظیم جس کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے وہ وہی تھا جو عاشورا محرم الحرام کو کربلا کی قیامت خیز میدان میں بروز جمعہ وقت ظہر واقع ہوا ۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی ناتمام قربانی کو حضرت علی علیہ السلام کے لختِ جگر جناب امام حسین علیہ السلام نے کامل کردیا"

اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے حسب منشائے حکم باری عز اسمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرنا چاہا اور بعدہٗ بموجب ارشاد رحمانی اس عمل سے باز رکھے گئے تو آپ کو حزن وملال کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قربانی کیلئے وہ کئی بار بشدت مامور کئے گئے تھے پھر اس سے باز کیوں رکھے گئے پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ بیشک یہ تو ایک کھلی آزمائش ہونے والی ہے اور ہم نے اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بڑی قربانی کے بدلے بچالیا ۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے بڑی قربانی کو دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تیرا فرزند اسمٰعیل حامل نور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس وجہ سے ہمنے تیرا امتحان لیکر اسمٰعیل علیہ السلام کو بچالیا پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے خلیل اللہ علیہ السلام کی نظروں سے رفع حجاب فرمایا کہ آپ جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل باصفا علیہم التحیۃ والثنا کا رتبہ جلیلہ مشاہدہ فرمائیں جب آپ نے یہ منظرِ عالی منزلت ملاحظہ فرمایا تو بہت ہی محظوظ ہوئے اور جناب امام حسین علیہ السلام کو دیکھکر دریافت کیا کہ یہ کون ہیں جواب آیا کہ یہ اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزند کا لختِ جگر ہے یعنی دختر محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا جناب امام حسین علیہ السلام ہے اے ابراہیم تو اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر جناب امام حسین علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوندا میں جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے زیادہ اور جناب امام حسین علیہ السلام کو اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذات سے زیادہ چاہتا ہوں ۔ ارشاد ہوا کہ اے ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام جناب اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیۂ عظیم یہی ہے اشقیائے امت اسی کو مع اس کے اطفال خورد سال کے تین دن کا بھوکا پیاسا۔ غربت اور بیکسی کی حالت میں نہایت ظلم وستم کیساتھ شہید کریں گے جس کو دیکھکر شجر وحجر، آسمان وزمین وحوش وطیور سب روئیں گے جب خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ واقعہ سنا شدتِ قلق سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری ہوئے خطاب آیا کہ اے ابراہیم علیہ السلام جناب امام حسین علیہ السلام کی مصیبت

کو سنکر رونا اسی ثواب کے برابر ہے جو اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی سے حاصل ہوتا (دیکھو مناہج الطالبین قرۃ العین روضۃ الشہدا حبیب السیر معارج النبوۃ وغیرہ)

تھوڑا غور کرنے سے بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ذبح گوسفند کی یہ حقیقت نہیں تھی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مقابلہ میں ذبح عظیم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علےٰ نبینا وعلیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو گھر سے لے چلے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے چھری اور رسی کے ہمراہ لینے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک گوسفند کو قربانی کرنا ہے پس حق سبحانہ و تعالیٰ نے گوسفند قربانی بھیجکر اپنے برگزیدہ نبی علی نبینا وعلیہ السلام کے قول کو پورا کر دیا اس

اس سرِ عجیب کو دیکھو کہ باوجود صدہا زخموں کے جناب سید الشہدا علیہ السلام کی روح مبارک نے جسد اطہر سے اُس وقت تک مفارقت نہیں کی جبتک کہ آپ کے گلوئے مبارک تشنہ پر خنجر جفا پھر کر لفظ ذبح کا مصداق نہ ہو لیا از رسالہ البلاء المبین از صفحہ ۶ تا ۸)

یزید ابن معاویہ کے مخصوص احوال و افعال

اس بحث میں ہم مخصوص وہ حالات درج کرتے ہیں جن سے یزید کے کیرکٹر اور اس کی معاشرت کے پورے حالات معلوم ہو جائینگے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم اس کی تخت نشینی کے تمام اسباب اور واقعہ کربلا کے اصلی اغراض کو پوری تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں جو روز ازل سے سترِ خداوندی کے خزائن میں محفوظ ہو کر سنہ ہجری میں حیرتِ روزگار کا باعث اور عبرت اولی الابصار کا سبب ہو گئے اصل بد از خطا خطا نہ کند۔ مرزا حیرت کا یہ لکھنا کہ یزید کی معاشرت پر اسلامی دنیا میں بالکل پردہ ہے اس لئے صحیح ماننے کی قابل ہو سکتی ہے کہ جب اسلامی دنیا سے صداقت اٹھ گئی اور نفسانیت قائم ہو گئی۔ طرفداری۔ تعصب، حرص، طمع دنیاوی غرض تمام معائب نے مسلمانوں کی دینداری، دیانت اور صداقت کو خراب و خستہ کر ڈالا اور وہ زمانہ آ لگا کہ شریعت کی گردن تختِ سلطنت کے پائے سے باندھ دی گئی تو عام طور سے شاہانِ جابر اور فرمانروایان جائر۔ حاکمانِ شدید اور سلاطین عنید کی اخلاقی برائیوں پر پردہ ڈالنا شروع ہو گیا اور کچھ یہیں تک بس نہیں کی گئی ان کے معائب کی جگہ ان کے مصنوعی فضائل و مناقب درج ہونے لگے۔ مفسرین محدثین اور مؤرخین کے اعلےٰ طبقوں سے لیکر واعظین کے درجوں تک اور اسی طرح علما فضلا سے لے کر خطیب اور نقیب کے معمولی عہدوں تک ہر طبقے کا شخص سلطنت کی تجویز اور ہدایت کے مطابق اپنی تحریر اور تقریر سے یہی کام لیتا رہا اور اپنی تالیفات و تصنیفات کو انہی موضوعات سے بھرتا رہا۔

ایسے تیرہ و تاریک زمانہ میں ہم کو یزید جیسے شخص کے سچے اور صحیح حالات کا ملنا البتہ دشوار ہے مگر جوئندہ یابندہ۔ کسی کی کوشش بیکار نہیں جاتی محنت شرط ہے۔ مرزا حیرت یا ان جیسے دستر خواہانِ یزید کہاں تک اس کے عیبوں کو چھپائیں گے اور اس کے دھبوں کو چھڑائیں گے ؎

با آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

زمانہ موجودہ کی اصطلاح میں تو کوثر (معاذ اللہ) ایک چھوٹا سا خیالی چشمہ ہے اور زمزم ایک معمولی کنواں۔ اس سے یزید کی تقدیری سیہ کاریوں کی کیا شست و شو ہو سکتی ہے اسی خیال کے مطابق میری دانست میں اٹلانٹک[1] اوشن سے لیکر ساؤتھ[2] انٹارکٹک اوشن کے تمام پانی کو بھی اس کے سیاہ داغ چھڑانے کی کوشش میں صرف کر دیں تب بھی وہ آلائش نہ چھوٹے اور وہ سیاہی نہ جائے لاکھوں پردے ڈالنے کے بعد بھی اور اتنی موضوعات کی کثرت پر بھی یزید کی معاشرت کے سچے اور صحیح حالات ہم ان کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں جن کو دیکھکر انھیں ضرور حیرت ہوگی کہ باوجود پردہ ڈالنے کے اسلام کے بدنصیبوں کی فہرست میں جیسی بیہودہ وری، رسوائی ذلت اس بدبختِ ازلی کی ہوئی ویسی کسی اور کی نہیں ہوئی پھر اس کا حال اہل اسلام کو نہ معلوم ہونا کیسے صحیح مانا جا سکتا ہے مگر ہاں چونکہ بمقابلہ دوسرے لوگوں کے اس کے حالات کم پائے جاتے ہیں جنکی کافی

[1] (Atlantic Ocaen.) بحر اوقیانوس

[2] (South Antarctic Ocean.) بحر منجمد جنوبی

وجہاد پر دکھلائی جا چکی ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ تعصب طرفداری اور حرص دنیاوی نے اس کے ڈفنس (حفاظت) میں بہت بڑا حصہ لیکر اس کے حالات کو کم مشتہر ہونے دیا۔ مگر مرزا حیرت کا یہ وہم کہ شیعہ علماء نے چند بے جوڑ باتیں اس کی نسبت مشہور کر دی ہیں جس پر تمام دنیا نے اتفاق کر لیا ہے ایک عجیب مہمل دلیل ہے مگر اس کا کیا جواب ہو گا کہ جب ایک امر پر حسب قاعدۂ اجماع اور تواتر گو وہ ضعیف ہی سہی سواد اعظم کے ہر ممبر نے اتفاق کر لیا ہے۔ پھر اس کے صحیح اور معتبر ہونے میں کسی مسلمان کو جبتک کہ وہ اپنے خارج عن الاسلام ہونیکا دعویٰ نہ کرے کیسے شبہ ہو سکتا ہے؟

مرزا صاحب کے جواب میں ہم سے بہتر ہمارے معتبر معاصر حضرت شاہ محمد حسن صاحب سجادہ نشین پھلواری کی تحریر ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

واقعی مرزا صاحب سچ فرماتے ہیں ہم شیعوں کو یزید کی اصلی حالت کی کیا خبر اس کے اصلی حالات مثل تہجد گزاری، پرہیزگاری، خدا ترسی، عبادت، اصلاح، تقوٰے اور درویشی، بزرگی اور عرفان وغیرہ سے تو جناب مرزا صاحب ہی خوب واقف ہونگے جو تمام کتب معتبرہ تواریخ وسیر وغیرہ میں موجود ہیں ہم تو یہی جانتے ہیں کہ آپ کی معاشرت ایسی پاکیزہ تھی اور ان کے حالات شریفہ ایسے اچھے تھے کہ حج وغیرہ کے لئے اپنے پدر بزرگوار کے وقت میں جب وہ مکہ مدینہ میں آئے تو وہاں بھی شراب وکباب سے باز نہ آئے پس ہم سنیوں کو جہاں تک معلوم ہے اور جہاں تک تواریخ وسیر و دیگر کتب سے پتہ لگتا ہے وہ مرد درانتہا درجہ کا منہمک فی المعاصی تھا اور یہی وجہ تھی کہ عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عباسؓ عبداللہ ابن عمر اور ابو عبداللہ حسین سبط رسول الثقلین علیہما السلام (اکابر اہل حل وعقد) نے قطع نظر اس کو (خلافت کے مستحق ہونے کے) اُسے خلافت کے لائق نہ جانا اور اس کی بیعت نہ کی اور یہی سبب ہوا کہ اہل مدینہ نے خلع بیعت کی اور اس پر خروج کیا یہ ہیں یزید کے حالات کا مشتے نمونہ از خروارے جس کے علامہ ذہبی جیسے محقق اور مستند گواہ ہیں اور تاریخی واقعات شاہد ہیں اب مجھے اس سے بحث نہیں کہ آپ (یعنی مرزا صاحب) یزید کو کیا سمجھتے ہیں۔ اگر واقعی یہ تاریخ وسیر غلط ہیں اور ذہبی، واقدی ابن حجر، سیوطی، دمیری۔ ابن کثیر۔ ابن خلکان اور دیگر تمام محققین وعلمائے اہلسنت یزید پر بہتان کرتے ہیں جو اُسے ایسا بتاتے ہیں۔ بلکہ اس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے اور یزید درحقیقت بہت ہی پارسا۔ برگزیدہ۔ خدا رسیدہ۔ متقی۔ اور بزرگ تھا تو بہت بہتر ہے۔ خدا آپ کا (یعنی جناب مرزا صاحب کا) حشر وحساب یزید ابن معاویہ کے ساتھ کرے اور ہم لوگوں کا حشر سبط رسول علیہما السلام سید الشہدا سید شباب اہل الجنۃ جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ؎

جس کا جی چاہے ہو یزید کیساتھ
ہم ہیں اور دامنِ امام حسینؑ

(دیکھو شہادت حسین از صفحہ ۴۸ تا صفحہ ۵۱)

ہم اپنی موجودہ بحث میں صرف اتنی ہی تمہید لکھکر یزید کیحالات کی ابتدا کرتے ہیں۔

اتحاف النبلا میں تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یزید خلیفہ عثمان کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوا اس کی ماں کا نام میسونہ بنت بحدل کلبیہ تھا بعض مورخین کا بیان ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی خبر شہادت سنکر اور اس پر یہ معلوم کرکے کہ وہ ناخلف میرے ہی صلب سے ہونیوالا ہے معاویہ ابن ابوسفیان نے عرصہ تک عورتوں سے مقاربت ترک کر دی تھی قضائے کار ایک بار ایسی ضرورت واقع ہوئی جس کا دفعیہ مقاربت نسوانی کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ وہ سفر کا عالم تھا معاویہ تنہا تھا حکما نے بہت تلاش کے بعد میسونہ کے باپ کو معاویہ کے ساتھ عقد کر دینے پر راضی کیا اور اس نے اپنی لڑکی کا عقد اس سے کر دیا اسی کے بطن سے یزید کی ولادت واقع ہوئی۔

جہاں تک تاریخوں سے تحقیق کیا گیا ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ معاویہ کے لئے یہ شادی ہمیشہ طرح طرح کے رنج وغم کا باعث بنی رہی اور کبھی میسونہ سے اور اس سے نہ بنی اگرچہ وہ صحرائی قبیلہ کی لڑکی تھی مفلس اور پریشان حال اب اس وقت شام کے دار الامارۃ اور قصر خضرا کی آرائشوں کو دیکھکر یقین تھا کہ وہ نہایت محفوظ ہو گی اور معاویہ کی متابعت محبت و الفت میں اپنی زندگی کے

و آسانی سے اور فارغ البالی سے بسر کرے گی مگر برعکس ان باتوں کے اس کو معاویہ سے محبت کی بجائے سخت نفرت ہو گئی اور یہ نفرت ایسی بڑھی کہ آخر معاویہ کو اس سے قطع تعلق اور کنارہ کشی کرنی پڑی۔ اب اس قطع تعلق کی وجہ علامہ دمیری کتاب حیٰوۃ الحیوان میں یہ لکھتے ہیں :-

ولما اتصلت میسون ابنہ بحدل الکلبیۃ ام یزید بن معاویہ ونقلہا من البدو الی الشام وکانت ذات جمال باہر وحسن غامر اعجب بہا معاویۃ فانشدت وقالت لمعاویۃ علج علوق فلما دخل معاویۃ عرفتہ من کانت سامعۃ بقولہا ھذا فقال ما رضیتنی حتیٰ جعلتنی علجا علوقا فھی طالق ثلاثہ ولنا خذ جمیع ما ھو فی القصر فانہ لہا ثم سیرہا الی اھلہا بنجد وکانت حاملۃ بیزید فولدتہ وارضعتہ سنین ثم اخذہ بہ معاویہ منہا۔

جب میسونہ بنت بحدل الکلبیہ مادر یزید سے معاویہ نے ملاقات کی تو اُسکو نجد سے شام میں بلایا۔ میسونہ بہت بڑی صاحب حسن و جمال اور قبول صورت تھی۔ معاویہ اس پر فریفتہ تھا۔ میسونہ نے معاویہ کی نسبت اشعار کہے اور ان میں اُس کو علج علوق (ناک چھیدے ہوئے بجر کی) سے تشبیہ دی۔ معاویہ اس وقت قصر میں آیا جب وہ یہ اشعار پڑھ رہی تھی اس نے ان اشعاروں کو اُسے پڑھتے ہوئے سن لیا تو میسونہ سے پوچھنے لگا کہ کیا تو مجھ سے رضامند اور خوشنود نہیں ہو کہ مجھکو ایسے کریہ الفاظ علج علوق سے مثال دیتی ہے پس اس کو تین طلاق دیے اور جو کچھ اس کا اثاثہ قصر میں تھا اسے دیدیا پس وہ اپنے لوگوں سے نجد میں جا ملی۔ اور اس کو یزید کا حمل ہو چکا تھا پس اسی صحرا میں یزید پیدا ہوا۔ اور دو برس تک ماں نے پاس پرورش پاتا رہا اس کے بعد معاویہ یزید کو اس کے پاس سے لے آیا مؤرخ

ابو الفدا بھی بذیل تذکرہ یزید ابن معاویہ لکھتے ہیں :۔

یزید کی ماں میسونہ بنت بحدل الکلبیہ تھی وہ اپنی ماں کے ساتھ اسی کے کنبہ میں درمیان بادیہ کلب کے۔ ان کا تھا یزید اور اس کی ماں کے بھیجنے کا باعث یہ تھا کہ یزید کی ماں میسونہ مذکورہ ایک روز یہ شعر پڑھ رہی تھی منجملہ ان اشعار کے یہ شعر بھی تھا ؎

وخرق من بنی عمی قنیذ | احب الیّ من علج عنیف

کاش کے میں بیاہی جاتی اپنے عزیز اور رشتہ داروں میں جو دبلا پتلا ہی کیوں نہ ہو تو اس کو میں اس گوسالہ کا ہ خور کے مقابلہ میں بہتر سمجھتی۔ معاویہ نے کہا کہ میسونہ مجھے گوسالہ کاہ خور سے مثال دیتی ہے اگر تجھ کو میرے گھر میں رہنا منظور نہیں ہے تو جا اپنے کنبے میں رہ اس لئے وہ بنی کلب کے جنگل میں جہاں اس کا ملک تھا چلی گئی۔ یزید کو بھی اپنے ساتھ لیتی گئی اس نے اپنے نانا کے گھر پرورش پائی (ترجمہ تاریخ ابو الفدا مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۶۷)

عرب کے مشہور مؤرخ عبوشی منصوری نے اپنی تاریخ زبدۃ الفکرہ فی تاریخ الہجرہ میں کہ خاص بنی امیّہ کے حالات میں لکھی گئی ہے بالکل یہی واقعہ لکھا ہے اور میسون بنت بحدل کلبیہ کے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

للبیس عباءۃ وتقر عینی | احبّ الیّ من لبس الشفوف
وبیت تخفق الارواح فیہ | احبّ الیّ من قصر المنیف
واصوات الریاح بکل فجّ | احبّ الیّ من النقر الدفوف
وکلب ینبح الاضیاف منہ | احبّ الیّ من قط الوف
وبکر تتبع الاظعان صعب | احبّ الیّ من بغل زفوف
واکل الضب والیربوع ذابی | احبّ الیّ من اکل الرغیف
وخرق من بنی عمی نحیف | احبّ الیّ من علج عنیف

میری عبا کا یہی موٹا کپڑا میری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھنے والا اور میں اسی کو لباسہائے فاخرہ سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور میں ایسے گھر کو جس میں ہوا شکل سے آتی ہو اس قصر بلند سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور مجھکو ہوا کی وہ آوازیں جو گڑھے میں گونجتی ہیں ان آوازوں سے زیادہ پسند ہیں جو باجوں میں بھری جاتی ہیں اور میں اس کتے کو جو مہمان کی پاسبانی کرتا ہے ہزاروں بلیوں سے کہیں زیادہ پسند کرتی ہوں اور دوشیزہ اونٹنی میرے نزدیک ناقہ بچہ دار سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور میرے جانوروں کا سوسمار اور دراز گوش کھانا میرے نزدیک روٹی کے ٹکڑوں سے کہیں زیادہ مرغوب ہے میں اپنے بنی اعمام میں سے ایک دلیر اور شریف النسل جوان کو بمقابلہ اس کافر بے بودا کے زیادہ پسند کرتی ہوں۔

معاویہ نے اپنی نسبت ایسی سخت اور صاف ہجو سن کر میسون کو طلاق دیکر اس کے گھر کی طرف بھیجدیا۔

نگاہیں کٹل وپژمردگی شگفت۔ صاحب تواریخ التواریخ کتاب تجارب السلف سے اس طلاق کا کچھ اور باعث بتلاتے ہیں، چنانچہ اُس کی اصلی عبارت یہ ہے کہ:۔

پدر میسون بجدل را غلامے بود کہ سفاح نام داشت۔ میسون با وباب ماندہ وبا او فراز بود وازوے حاملہ گشت والبسرے معاویہ آمد چوں شیر گی نداشت وحملش ہنوز آشکار نہ بود ایں معنی پوشیدہ نماند تا گاہیکہ بارفرونہاد معاویہ اورا پسر خویش دانست وبنام یزید پیش خواندایں پوشیدہ ہنگام کہ معلوبہ از میسوں برنجید واورا طلاق گفت او برفت باہل خویش پیوست و در جوار ایشاں اقامت جست۔ (تواریخ التواریخ، جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ میسون سے ترک تعلق کرنے کی اصل وجہ یہی معلوم ہوتی ہے ورنہ زبانی مطاعن اور ہجو یہ اشعار ایسی شدید اور دلفریب سے مفارقت اختیار کرنے کے باعث کبھی نہیں ہو سکتے۔ تجارب السلف کی عبارت سے حقیقت میں اس امر کا تجربہ ہوتا ہو کہ جب تک خانگی امور میں ایسے ناجائز تعلقات کا کافی ثبوت نہیں پہنچا مرد اپنی ناموس سے ترک تعلق نہیں کرتا تھا یہی وجہ امیر صاحب کی علیحدگی کی بھی ہوئی اور وہ بھی علیحدگی ایسی شدید کہ ایک نہیں تین طلاق۔ مگر چونکہ اُس کے حسن وجمال کے شیدائی اور شکل وصورت کے فدائی ہو رہے تھے اس لئے علامہ دمیری کی روایت کے مطابق انتظار نکاح ثانی بھی نہ کر سکے۔ اپنی آتش نفسانی پر پانی نہ ڈال سکے۔ اور میسون پر خلاف حکم شرعیہ پھر متصرف ہو گئے اور اسی طریقہ سے یزید کا حمل قرار پایا۔ مگر اس روایت سے قطع نظر کر کے تجارب السلف کے استشہاد پر اعتبار کیا جائے تو بھی یزید کا وجود حرام سے ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال جس طرح سے بھی دیکھا جائے یزید کی ولادت حلال اور جائز طریقہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر درمیان طلاق علوت صحیحہ ثابت ہو تو بھی حرام اور اگر سفاح کی شرکت پر یقین کیا جائے تب بھی حرام۔ المختصر دنیا میں یزید کا وجود اس طرح قائم ہوا تو پھر آگے اس کے افعال واعمال کی نسبت انتہائی حیرت کیا ہو گا۔

اصل بد از خطا خطا نہ کند

یہ امر تو ثابت ہو کہ میسون معاویہ کے گھر سے الگ اپنے گھر چلی آئی اس قبیلہ کے لوگ تو وادی بنی کلب میں رہتے تھے جن کی اقامت اس زمانہ میں علاقہ کے لق ودق صحراؤں میں تھی، یزید وہاں پیدا ہوا۔ اور اسی صحرا میں اپنے ننہال کے لوگوں کے ساتھ پرورش پائی۔ مولوی عبد الحکیم صاحب جو ہمارے شہر آرہ میں کے مشہور حنفی علماء میں سے تھے، مسدس کربلا کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں کہ یزید کے ظالم، خونخوار۔ اور شقی ترین ہونے کی وجہ یہی تھی کہ اس نے شروع ہی سے صحرا میں پرورش پائی تھی ہم کو مولوی صاحب کی تجویز سے پورا اتفاق ہے کہ صحرائی آب وہوا نے یزید کی طبیعت سے انسانیت کے جوہر نکال کر حیوانیت کے تمام اجسکوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے۔ اس میں نہ تہذیب تھی نہ شائستگی نہ اخلاق تھے نہ آداب۔ اور اس کی خاص وجہ یہی تھی کہ وہ ایک عرصہ تک اہل عرب کی اعلیٰ سوسائٹی سے بالکل علیحدہ رہا تھا نہ اس قبیلہ میں کوئی پڑھا لکھا تھا نہ تعلیم وتہذیب تھی اور نہ ایسے لوگوں کی وہاں آمد ورفت تھی اور نہ اس قبیلہ سے ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی ارتباط واتحاد تھا جس کی وجہ سے یزید کی تعلیم وتربیت کی کوئی امید کی جا سکے۔ یزید سن شعور کو پہنچ کر کبھی اپنی ماں کے پاس بھی رہتا تھا اور کبھی کبھی باپ بھی شفقت پدری کے تقاضہ سے اسکو شام میں بلا لیتا تھا تو یہ چند روز کی عارضی صحبت اس کے اخلاق وآداب کو کہاں تک درست کر سکتی تھی۔

بہرحال یزید اسی تاریک حالت میں ابتدا سے انتہا تک رہا اور دنیا کے محاسن سے اس محروم ازلی کو کوئی حصہ نہ مل سکا۔ اس قبیلے میں جو کچھ اس نے سیکھا۔ وہ ظلم، شقاوت اور مردم آزاری کے سوا کچھ نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی کلب میں اچھے اچھے شاعر گزرے ہیں چنانچہ معاویہ کی بیوی میسون، اس کی ماں، میسونہ کے اشعار اس امر کی پوری شہادت دیتے ہیں اسی لئے یزید کو بھی شاعر کہا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہو کہ اس نے شعر وسخن کی تعلیم اسی قبیلہ میں پائی تھی تاریخوں سے جہاں تک یہ امر جانچا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شعر وسخن میں یزید کو اچھی مہارت تھی شراب وکباب کی رنگین صحبتوں نے اس کے مذاق میں ایک خاص رنگ اور لذت پیدا کر دی تھی اور وہ بلا تامل شعر نکالنے لگا تھا چنانچہ صفین کے معرکوں کے بعد جب معاویہ کو دومۃ الجندل کے بے ایمان اور ایک طرفہ فیصلے نے اسلام کی خواہ مخواہ سلطنت دلوا دی تو ایک دن معاویہ کی صحبت میں شعر وسخن کا ذکر آیا اس وقت معاویہ کے پاس عمرو العاص اور یزید

بھی موجود تھے۔ معاویہ کو بھی اپنی شعر گوئی پر ناز تھا۔ اور عمرو العاص کو بھی۔ یزید کو اپنی جوانی طبع کا غرور تھا۔ غرضکہ آپس میں طبع آزمائی کی فرمائش ہوئی۔ معاویہ نے کہا کہ (جناب امیرالمومنین) علی علیہ السلام کی مدح میں اشعار کہے جائیں۔ دیکھیں سب سے اچھا کس کا شعر ہوتا ہے۔ سب سے پہلے معاویہ نے اپنا شعر پڑھا۔ وہ یہ تھا

خیر البریة بعد احمد حیدر	والناس ارض والوصی سماء

یعنی بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جناب حیدر صفدر علیہ السلام بہترین خلق ہیں۔ کل انسان زمین ہیں (اور) وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان۔

معاویہ کے بعد یزید اپنا یہ شعر پڑھا

کیف شهدت لها ضرائرها	والحسن ما شهدت به الضرائر

یعنی اس کے مناقب کے کمال کی مثال اس پلیح حسن والی کی سی ہے جس کی شہادت سوتنیں دیں اور اصل حسن وہی ہے جس کی تصدیق سوتنوں سے ہو جائے۔

معاویہ کے بعد عمرو عاص نے اپنا شعر فی البدیہ پڑھا وہ یہ تھا

والله مناقبه شهد لهن بفضله	والفضل ما شهدت به الاعداء

اس کے مناقب کی حالت یہ ہے کہ دشمن تک اس کے فضائل شہادت دیتے ہیں۔ اور اصل فضیلت وہی ہے جس کی دشمن تک شہادت دیں۔ اس میں شک نہیں کہ یزید کا شعر باعتبار مضامین کے بڑھ گیا مگر عمرو وعاص کی کہن مشقی آمد کا لطف دیتی ہے اور یزید کی جودت طبع اس کی آورد طبیعت کو بتلا رہی ہے بہرحال جو اچھا ہو بقول عمرو عاص الفضل ما شهدت به الاعداء

ہمارا مقصود موجود ہے۔ فهو المراد۔ یزید کے شعر سے جہاں اس کے زور طبیعت کا حال معلوم ہوا وہاں یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ یزید کے دماغ میں حسن و عشق کے سوا اور دوسرے خیال پیدا نہیں ہوتے اور اسکو سوائے حسن پرستی اور تعیش اور حظ نفس کے اور کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔

یزید گورا چٹا تو ضرور تھا۔ اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کو خوبصورتوں میں شمار کیا ہے مگر وہ آخر میں کچھ ایسا حسین ثابت نہیں ہوتا جو عرب کے شاہدوں میں شمار کیا جائے۔ بلکہ عام طور سے تاریخ اور رجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ چیچک رو تھا۔ لڑکپن کو بعد جوانی میں اسکے چیچک نکلی تھی۔ اسی وجہ سے تمام اسکے چہرہ پر چیچک کے بڑے بڑے داغ پڑے ہوئے تھے (دیکھو مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوۃ) پھر ایسے داغدار چہرے حسینوں کی فہرست میں کیسے لئے جا سکتے ہیں۔ اسکی ناک کی مناسبت بھی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ جو کسی طرح خوشنما نہیں کہی جا سکتی تھی، جب منہ پر ناک ہی ٹھیک نہیں تو پھر خوبصورتی کہاں۔ یزید کے اس عیب کی طرف طرماح ابن عدی نے اشارہ کیا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ طرماح بڑے طلیق اللسان اور فصیح البیان تھے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کو کوفہ سے سفارت کے طور پر معاویہ کے پاس شام میں بھیجا تھا جب یہ معاویہ کے پاس پہنچے تو اس کے پاس یزید بیٹھا ہوا تھا۔ طرماح نے حاضرین میں سے ہر شخص کی معرفت کے متعلق معاویہ سے پوری طور پر دریافت کیا۔ یزید کی طرف پہنچکر معاویہ سے پوچھنے لگے من هذا المیشام الواسع الحلقوم المضروب علی الخنس طی مر۔ یعنی یہ بدصورت بدصورت کا بیٹا چوڑی آواز والا جس کی سونڈ (لمبی ناک) پر ضرابت کا نشان ہے کون ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کی صورت میں کوئی خوبی نہیں تھی اسکا گلا بھی پھٹا ہوا تھا اور ناک کے کسی خاص حصہ پر چوٹ کا نشان ہے یا کوئی چیچک کا بڑا داغ۔ ناک بھی حیرت سے ایسی تھی کہ خرطوم سے مشابہت رکھتی تھی، یزید کی یہ صورت اور اس پر خوبصورتی کا دعوٰے! علم فریالوجی (Phrenology) کے ماہرین کا بیان ہے کہ انسان کی ناک کی درازی اس کے ظالم ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ فرانس کے ایک متعصب مورخ اور فرینالوجسٹ نے عالمگیر کی لمبی ناک ہونے کو اس کے ظالم ہونے کا باعث ٹھہرایا ہے۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو سب سے پہلے یزید کی ناک کو لینا چاہیئے بہرحال یزید کی شاعری کی بحث میں ہم کو اس کا سراپا لکھنے کی اتفاقی ضرورت حاصل ہو گئی۔ آمدم بر سر مطلب جہاں تک تحقیق کی گئی ہے یزید کی طبیعت کبھی صلاحیت کی طرف مائل نہ تھی اس کے تمام اشعار کفر و الحاد کے مضامین سے بھرے پڑے ہیں اور اس کی کوئی نظم ایسی نہیں ہے جس سے کسی محاسن اخلاق یا ادب کی تعلیم حاصل کی جا سکے ہم اس کے اور اشعار تو اپنے مقام پر لکھیں گے۔ اس وقت

اس کا صرف ایک شعر لکھتے ہیں جو اس نے قرآن کی ایک آیت میں تعریضاً تضمین کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک دن یزید کی صحبت شراب وکباب گرم تھی الخمر کے ممنوع ہونے اور شارب الخمر کے سزا پانے کا ذکر آیا تو یزید نے فی البدیہ یہ شعر تصنیف کرکے پڑھا ؎

مَا قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِّلَّذِيْ سَكِرُوْا
بَلْ قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ

یعنی تیرے خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ جہنم ہے ان لوگوں کے واسطے جو پیتے ہیں بلکہ تیرے خدا نے یہ کہا ہے کہ جہنم ہے ان کے واسطے جو نمازیں پڑھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) ع

سلے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

یزید کو آیات قرآنی ہی سے تعریض کرنی تھی اور کلام الٰہی پر بطور مطائبہ تضمین کرنی تھی، یہ تو تضمین نہیں ہے بلکہ آیات صریح تدلیس اور پوری تلبیس ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یزید جو اپنے باپ کے بعد خلافت اسلامی پر بیٹھنے والا تھا، قرآن کا کیا کچھ ادب کرتا تھا اور اس کے دل میں ارشاد ربانی کی کتنی قدر تھی اگر اس کی کچھ بھی وقعت اس کے دل میں ہوتی تو وہ عام کلام انسانی کی طرح حکم ربانی کے ساتھ کبھی مضحکہ نہ کرتا ؎ گر مسلمانی ہمیں است کہ زاہد دارد

وائے گر از پس امروز بود فردائے

بہرحال جو دماغ اس خیال سے پرورش پا رہا ہو اور جو طبیعت اس مذاق سے تربیت پا رہی ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا، ہر وقت صحبت عیش برپا تھی شراب روحی کے دور پر دور چل رہے تھے، شاہدان پری پیکر ہر وقت جھرمٹ لگائے رہتے تھے اور پریوں کے اس اکھاڑہ میں خلافت اسلامی کا یہ رنگیلا اور البیلا ولیعہد پیدا ہوا کنہیا بنا ہوا داد عیش دے رہا تھا یزید کا سن پورے شباب پر تھا اور کچھ اکیلا اس کا سن ہی شباب پر نہیں تھا بلکہ اسکی تمام آرزوئیں تمنائیں۔ خواہشیں اور امیدیں پوری حد تک پہنچی ہوئی تھیں۔ ہائے جوانی اف رے زمانے کہنے کا پورا عالم تھا۔ پورے جنوں کے زمانے میں اس کو کسی شے کی بھی خبر نہ تھی۔ اگر دنیا و مافیہا سے کچھ بھی اسے یاد تھا تو بس اپنے سامان عیش کی فراہمی اپنے رنگین جلسوں کی ترتیب، اپنی تمام آرزوہائے دلی کا بر لانا۔ اور کچھ نہیں۔ قسمت سے باپ بھی ایسا ضرورت سے زائد شفیق اور مطیع ملا تھا جو ہر وقت

تعمیل فرمان کے لئے کمر بستہ رہتا تھا اور جس کا مرتے دم تک یہی مقولہ تھا کہ "این سمہ ابرائے یزید می کنم (دیکھو روضۃ الصفا و اعثم کوفی) پھر ان کی مجنونانہ خواہشوں کی وسعت و درازیوں کا کیا پوچھنا۔ اپنے نشہ کی ترنگوں میں ہاتھ بڑھا کر اگر یہ اپنے حبابوں آسمان کو چھو لیتا تو کیا تھوڑا تھا۔ ایسی مجنونانہ حالت میں اس کی سرکش مغرور اور مرید طبیعت نے اس کو ایک ایسی ناشائستہ حرکت کے اقدام کی طرف جرات دلائی جو معاذ اللہ کبھی کسی مسلمان سے تو ہو نہیں سکتی تھی اس کے اسی ایک فعل سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کا انکار قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں اس نالائق نے ام المومنین حضرت عائشہ سے عقد کا پیغام کہلا بھیجا اور ایسی حالت میں کہ ان کا سن ساٹھ کے قریب پہنچ گیا تھا اور زندگانی کا تھوڑا ہی عرصہ باقی رہ گیا تھا یہ غریب تو سر پیٹ کے رہ گئیں مگر مسلمانوں میں عام شورش پھیل گئی اور تمام اکابر اسلام نے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ کی نص صریح دکھلا کر اس بدبخت ازلی کو بہت کچھ لعنت و ملامت کی معاویہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے کسی نہ کسی طرح اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو روک دیا اور ہر شخص کو اپنے اپنے مقام پر خاموش کر دیا۔
اس واقعہ کا ذکر شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اس مقام پر کیا ہے جہاں اس کے جوانمرگ مرنے کی وجہیں لکھی ہیں اور اس کے جوانمرگ مرنے کو عذاب الٰہی کا باعث بتلایا ہے۔ اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک تو یہی ام المومنین سے خواستگاری دوسرے سبط رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام کا خون ناحق۔
اس کی یہ نالائق حرکت کس بنا پر تھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ یزید اگر قرآن اور اس کے احکام پر ایمان لایا ہوتا اور اس کی آنکھوں میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ بھی حرمت ہوتی تو وہ کبھی ایسی ناشائستہ حرکت پر جرات نہ کرتا۔

وہ عام طور سے شراب میں بدمست رہتا تھا۔ اس وجہ سے اسکو کسی قسم کی انسانی تمیز باقی نہیں رہی تھی شراب کی بدمستی کے ساتھ ساتھ وہ پرلے درجہ کا شہوت پرست بھی تھا اس کی خواہش ہمیشہ یہی تھی کہ عرب کی تمام حسین عورتوں کی دولت

وصال اسے حاصل ہو جائے اور شاہدان پری پیکر اس کے پہلو میں لگے ہوئے تکئے کا کام دیا کریں۔

اس کے احباب اور جلیس بھی اسی رنگ میں رنگے تھے اور ایسے ایسے لوگوں کی خبریں یزید کے پاس پہنچایا کرتے تھے اور حسن و جمال کی زبانی تصویریں کھینچکر یزید کو والہ و شیدا بنایا کرتے تھے۔ یزید انہی لوگوں کے ذریعہ سے طرح طرح کی ترکیبیں کرکے ایسی عورتوں کو اپنے قبضہ میں لایا کرتا تھا۔ کہیں سلطنت کا دباؤ ڈالا جاتا تھا اور کہیں خوشامد درآمد سے کام نکالا جاتا تھا کہیں مکاری اور عیاری کی چالیں چلی جاتی تھیں اور کہیں ظلم و خونخواری کی ترکیبیں۔

عنفوان شباب میں ہند بنت عبد اللہ ابن عامر کے حسن و جمال کی کیفیت سنکر عاشق ہوا وہ اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے حبالۂ نکاح میں تھی۔ پہلے تو اس نے خود جناب امام حسین علیہ السلام سے . . . . ہند کو طلاق دلوانے کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر آپ نے نہ مانا تب یزید نے معاویہ سے کہا، معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہلا بھیجا، جناب امام حسن علیہ السلام نے بہت سی مصالح پر نظر فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام سے ہند کو طلاق دلوادی، ہند کو طلاق تو مل گئی مگر وہ اپنے گھر بیٹھ رہی۔ اور یزید کے پاس جانے پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی، جب یزید کو اس کی خبر لگی تو اس نے حکم دیا کہ ہند کو جب وہ گھر سے باہر نکلے پکڑ کر میرے پاس لاؤ ایک دن ہند کہیں رسم عروسی میں شریک ہونے کے لئے اہل محلہ کے گھر جارہی تھی یزید کے سرکارے لگے ہوئے تھے راستے اچک کرلے بھاگے وہ لاکھ لاکھ فریاد کرتی رہی کسی نے نہ سنی پر نہ سنی

اسی طرح عبد اللہ ابن سلام والی عراق کا واقعہ بھی عجیب و غریب واقعہ ہے جس میں یزید تو یزید خود بدولت امیر معاویہ صاحب کی ایسی مکاری اور مردم آزاری ثابت ہوتی ہے جسے سنکر کبھی کوئی آدمی انھیں بھلا مانس نہ کہے گا اس واقعہ کی تفصیل بھی سن لیجئے۔

عبد اللہ ابن سلام ملک عراق کا گورنر تھا اسکی منکوحہ ارینب بنت اسحاق تھی جو عرب کے مشہور حسینوں میں تھی۔ اس کے حسن و جمال کا شہرہ عرب چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے حسن کی شہرت نے یزید کو بھی والہ و شیدا بنایا۔ پہلے تو انہوں نے خود اپنی حصول تمنا کے لئے سر پٹیا مگر کچھ مفید کارنہ ہوا آخر کار معاویہ سے افشائے راز کیا، حضرت سلامت بھی صاحبزادے کے دلی جذبات کو روکنا مناسب نہیں سمجھے۔ یزید سے کہلا بھیجا کہ میں فکر کرتا ہوں تم نہایت خاموشی سے میری طرف سے ظہور مقصود کا انتظار کرتے رہو، یزید تو خاموش ہو بیٹھا، معاویہ نے عبد اللہ ابن سلام کے پھانسنے کی غرض سے ڈورے ڈالے ماتحت افسر تو تھا ہی کوفہ سے شام میں بلا بھیجا اور نہایت عزت و احترام اور خاطر و مدارات کی۔ ایک دن اپنی خلوت کی صحبت میں کہ عبد اللہ ابن سلام اس وقت موجود نہیں تھا۔ ابو الدرداء اور ابو ہریرہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ایک لڑکی کا عقد عبد اللہ ابن سلام سے کردوں کیونکہ عبد اللہ ابن سلام کی زیادتی شرافت، لیاقت، متانت اور اس کے مزاج کی صلاحیت مجھے بہت پسند آئی، لیکن میں اس وجہ سے خاموش ہوں کہ اس امر میں لڑکی کا بھی استمزاج لے لوں۔ یہ صحبت تو ختم ہوگئی، ان لوگوں نے عبد اللہ ابن سلام سے معاویہ کے اس مشورہ کا ذکر کیا تو فرمانروائے عصر کی دامادی کا مژدہ سنکر قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھکر ان لوگوں نے اس سے کہا کہ تم کو چاہیے کہ تم بطور خود معاویہ سے اس امر کی درخواست کرو، عبد اللہ ابن سلام جو خوش خوش اس وقت امیر کی خدمت میں آیا، معاویہ نے اسکے آنے سے پہلے اپنی لڑکی کو سکھا رکھا تھا کہ جس وقت لوگ تیرے پاس عبد اللہ بن سلام کا پیغام لائیں تو قبول کرلینا۔ مگر اتنا کہنا کہ زینب بنت اسحاق اس کے پاس ہے مجھے اس سے اتفاق قائم نہیں رہے گا۔

بہر حال عبد اللہ ابن سلام نے ابو الدرداء کے ذریعہ سے معاویہ کی خدمت میں خواستگاری کی، معاویہ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اس امر خاص کو خود لڑکی سے دریافت کرلو۔

لوگ لڑکی کے پاس استفسار کی غرض سے گئے۔ اس کے باپ کے کہنے کے مطابق

جو کچھ طے پا گیا تھا وہ ان لوگوں سے کہدیا۔ ان پیغام رسانوں نے سارا ماجرا عبداللہ بن سلام سے آکر دہرا دیا، عبداللہ تو خلعت دامادی کے پہننے کے اشتیاق میں جامہ سے باہر ہوئے جاتے تھے اس لئے انھیں سند کر کے اس شرط کے قبول کرنے پر راضی ہو گئے اور ابو الدردا۔ اور ابو ہریرہ دونوں حضرات کے سامنے جو مقربان معاویہ ہونے کے علاوہ صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ارینب بنت اسحاق کو تین طلاق دیدیں۔ جب طلاق سے فرصت ہو گئی، اور ارینب بنت اسحاق کی مفارقت کی شہرت چاروں طرف ہو گئی تو عبداللہ بن سلام نے پھر معاویہ کے پاس یہ پیام بھیجا۔ اس نے کچھ منہ بنا کر کہا مجھ کو کیا واسطہ۔ لڑکی سے دریافت کیا جائے۔ الغرض یہ لوگ لڑکی کے پاس آئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے ٹال کر جواب دیا کہ جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے معلوم ہوا وہ مزاج کا بہت سخت ہے۔ مجھ سے اور اس سے نہیں بنے گی اس لئے میں اس کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی نہیں ہوں لیجئے ادھر سے تو جواب صاف ہوا، عبداللہ ابن سلام سے غریب ارینب مفت چھن گئی، اور صرف امیر کی دامادی کے لالچ نے عبداللہ ابن سلام سے ایک ایسی بی بی کی جدائی کرادی جو حسن و جمال کے اعتبار سے شہرۂ آفاق تھی، معاویہ کو ان مکاریوں سے صرف ارینب کی آزادی منظور تھی، وہ نہایت آسانی سے حاصل ہو گئی اور تمام دنیا پر یہ ظاہر ہو گیا کہ ارینب عبداللہ بن سلام کے عقد سے نکل گئی، اب یزید کیا تمام لوگوں کو اس سے عقد کرنے کی اجازت اور اختیار حاصل تھا۔ اور یہی اصلی مقصود تھا۔ اب ارینب کی باقی ماندہ سرگزشت سننے کے قابل ہے۔

ارینب بنت اسحاق اپنے طلاق کی خبر پا کر اپنا سب مال و متاع عبداللہ کے مکان سے اٹھا لائی اور کوفہ سے اپنے گھر مدینہ چلی گئی ان تمام امور کے طے ہو جانے کے بعد ہی یزید نے ابو الدردا کو ارینب کے پاس اپنا پیغام پہنچا کر۔ جب ابو الدردا مدینہ میں پہنچا تو پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ آنے کی وجہ پوچھی، تو اس نے سلسلہ وار سنایا۔ ساری روداد سنکر آپ پہلے تو تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ میری طرف سے بھی ارینب سے خواستگاری کرنا اور کہنا کہ یزید کے برابر مہر دینے پر میں بھی راضی ہوں۔

بہرحال ابو الدردا آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر ارینب کے پاس آئے اور کہا کہ میں تین آدمیوں کی طرف سے تیری خواستگاری کرتا ہوں۔ اپنے لئے یزید کے لئے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے ان میں سے جس کو تو پسند کرے اس سے عقد کرلے۔ ارینب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ تم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہو اور حاکم وقت کے مقرب ہو اس امر کے فیصلے کے لئے تم ہی کو منتخب کرتی ہوں جس کو تم کہو گے اختیار کر لوں گی ابو الدردا نے جواب دیا کہ سنو! حقیقت امر یہ ہے کہ اگر سلطنت چاہتی ہے اور عیش و عشرت تو یزید سے نکاح کرلے اور اگر عقبیٰ اور نعمت جنت کی خواستگار ہے تو جناب امام حسین علیہ السلام کو اختیار کر اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے تجھے کسی ایک کی بھی خواہش نہیں ہے تو تو میرے ساتھ عقد کر لے۔

یہ سنکر ارینب نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے میرے پاس دولت کثیر ہے اور سامان عیش و عشرت بھی مہیا ہے۔ اب مجھ کو نعمتہائے دنیا کی ایسی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں یزید کی استدعا کو تو رد کرتی ہوں۔ اب مجھ کو جو فکر ہے وہ عقبیٰ کے آرام و راحت اور حصول جنت کی۔ اس لئے میں جناب امام حسین علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرتی ہوں۔

ابو دردا تو یہ کایا پلٹ دیکھتے ہی سناٹے میں آ گئے کہ آئے تھے کرنے کیا ہو گیا کیا۔ مگر اب کر بھی کیا سکتے تھے۔ ادھر ارینب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عقد پڑھ لیا۔ ابو الدردا نے شام واپس جاکر یزید سے سارا ماجرا کہہ دیا، یہ خبر پاتے ہی یزید کے غیظ و غضب کی تو کوئی حد نہ رہی، وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خلاف اپنے دانت پیستا رہا، بعض علماء نے واقعات کربلا کے مختلف اسباب میں سے اس واقعہ کو بھی ایک خاص سبب سمجھا ہے اب جناب امام حسین علیہ السلام کی غرض اس نکاح سے کیا تھی؟ وہ ذیل کے حالات سے بخوبی معلوم ہو گی

یہاں تک تو معلوم ہو چکا کہ ارینب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عقد کر لیا۔ اب سنئے مثل مشہور ہے کہ "زر بر سر وضعیف می ریزد" [illegible]

کیا ارینب نے سزا پائی، بچارے عبداللہ ابن سلام نے سے
نگاہ یار کرتی ہے غضب کے فیصلے الٹے * عتاب آئے کسی پر، دہ ہمیں معتوب کرتی ہیں
سبحان اللہ دربار خلافت سے کیا حق بجانب فیصلہ کیا گیا ہے کہ عبداللہ ابن سلام معزول کئے گئے اور امارت کوفہ ان سے لے لی گئی اور ان کی جگہ پر بشیرہ ابن شعبہ ایک کہن سال خیر خواہ مقرر کیا گیا

غریب عبداللہ نے حکم پاتے ہی امارت کوفہ تو ترک کر دی مگر سکونت نہیں چھوڑی اور ایک عرصہ تک وہیں رہا۔ یہاں تک کہ سلطنت کی طرف سے ایسی سختی کی گئی کہ غریب دانہ کو محتاج ہو گیا۔ اسی انتشار میں اسے یاد آیا کہ میں نے ایک معتدبہ رقم ارینب کے پاس امانت کے طور پر رکھ چھوڑی تھی۔ اس کی امانت اور دیانت سے کامل امید ہے کہ اس نے بغیر اجازت میری اس امانت کو صرف نہ کیا ہو گا۔ اب اگر مدینہ جا کر اپنی امانت اس سے طلب کرو تو یقین ہے کہ وہ سچی اور ایماندار عورت مجھے میری امانت واپس دیدے۔ تھوڑے دن تک عبداللہ ابن سلام اپنے اس ارادہ پر غور کرتا رہا جب اس نے اس کے ہر پہلو کو اچھی طرح سوچ لیا تو ایکبارگی کوفہ سے مدینہ پہنچا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال عرض کیا۔ آپ اس کے پاس سے اٹھے ارینب بنت اسحاق کے پاس محلسرا میں تشریف لے گئے اور عبداللہ بن سلام کی امانت کی نسبت استفسار کیا۔ وہ ایماندار عورت فوراً اٹھی اور دو سربمہر کیسے جو عبداللہ کی امانت تھے پس پردہ سے لا کر عبداللہ کو حوالہ کر دیئے، عبداللہ ابن سلام تو ارینب بنت اسحاق کی یہ ایمانداری اور وفاداری دیکھکر بیاختہ رونے لگا۔ ادھر ارینب بھی رونے لگی، جناب امام حسین علیہ السلام بھی دونوں کے حالات مشاہدہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے اور اسی وقت ارینب بنت اسحاق کو تین طلاق اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدائے بے نیاز کی درگاہ میں عرض فرمایا الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو صرف تیری خوشنودی کی غرض کیا تھا نہ اپنے حظ نفس کی وجہ سے، یہ فرما کر آپ نے دونوں سربمہر کیسے اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر کے عبداللہ ابن سلام کے حوالے فرمائے اور ارینب بنت اسحاق کا ہاتھ پکڑ کر عبداللہ ابن سلام کے حوالہ فرمایا اور ارینب بنت اسحاق اور عبداللہ ابن سلام کو خوشی خوشی رخصت فرمایا
(دیکھو زہر الربیع مولانا نعمت اللہ جزائری اور لسان الواعظین حاجی محمد علی شیرازی مرحوم صفحہ ۲۸۹)

ان تمام واقعات سے یزید کی طرز معاشرت کے حالات کی پوری توضیح ہو جاتی ہے اگرچہ ان واقعات پر بہت کچھ پردہ ڈالا گیا ہے اور خلیفہ زادہ و مرشد زادہ ہونے کی وجہ سے اس کے معائب کو محاسن کے خلعت پہنانے کی بہت کچھ کوشش کی گئی ہے مگر تاہم بمصداق الحق یعلو ولا یعلی یہ رسوائیاں طشت ازبام ہو گئیں۔ یزید کے ہوا خواہ جو اس کی معاشرت کے پورے طور سے جان کر تجاہل عارفانہ سے کام لینا چاہتے ہیں وہ ان واقعات کو پڑھکر عبرت کا سبق حاصل کریں۔

یہاں تک لکھکر ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ المختصر یزید کے دن رات انہی مشاغل میں صرف ہوتے تھے صحبت شراب کباب ہر وقت گرم رہتی تھی۔ اس مجمع ناجائز میں ہمیشہ وہی چرچے رہتے تھے جن کو نہ انسانی شائستگی سے کوئی تعلق تھا اور نہ اخلاقی تہذیب سے کوئی واسطہ ؏ منم مجنون ساغر منم و خیال جاناں۔ کا عالم چاروں طرف طاری تھا نہ کسی سے حیا باقی تھی نہ لحاظ۔ کوئی آئے کوئی جائے آپ کی بلا سے شدہ شدہ یہ نوبت پہنچی کہ گھر تو گھر سفر میں بھی یہ معشوق پری پیکر ہمیشہ بغل میں دبی رہتی تھی، یزید کی شراب خواری کی ایک دلیر مثال نمونہ کے طور پر یہ ہے کہ جس سال معاویہ نے رعایا کی تالیف قلوب کے خیال سے اس کو حج مکہ کے واسطے بھیجا اس سال اس کی تخت نشینی کا مسئلہ درپیش تھا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کے اخلاق پبلک کے سامنے پیش کئے جائیں اور اس کے واسطے قبولیت عام حاصل کی جائے مگر ایسے نازک وقت میں بھی اس بدمست نے اپنی شراب خواری کی عادت بد کو نہ چھوڑا۔ مکہ میں بھی علانیہ پیتا رہا مکہ سے مدینہ آیا تو یہاں بھی رات دن شراب و کباب کی صحبت برپا رہی علامہ ابن اثیر تاریخ کامل جلد چہارم میں لکھتے ہیں۔

حج یزید فی الحیوٰة الحیوان فلما بلغ المدینة جلس علی شراب له فاستاذن علیه ابن عباس والحسین علیه السلام فقیل له ابن عباس ان وجد ریح الشراب اعرفه فحجبه واذن الحسین علیه السلام فلما وجد رائحة الشراب مع الطیب فقال لله در طیبك ما اطیبه فما هذا قال هو طیب یصنع بالشام ثم دعا بكأس فشرب ثم دعا باخر فقال اسق یا اباعبدالله، فقال له الحسین علیه السلام علیك شرابك

ایھا المرء لا عین علیک منی نقال یزید سہ

الا یا صاح للعجب	دعوتک ذا فلم تجب
الی الفتیات والشہوات	والصہباء والطرب

یعنی یزید نے اپنے باپ کے وقت میں حج کیا، جب مدینہ پہنچے تو شراب وکباب کا دور چلا۔ حضرت ابن عباسؓ اور جناب امام حسین علیہما السلام ملاقات کو آئے۔ اندر آنے کی اجازت چاہی یار دل نے کہا اگر ابن عباس آئے اور ان کو اس کی بو محسوس ہوئی تو پہچان جائیں گے۔ چنانچہ عباس ٹال دیے گئے اور جناب امام علیہ السلام بلائے گئے۔ جب ان کی ناک میں شراب کی بو آئی تو یزید سے فرمانے لگے یہ کیا بو ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ یزید بولا یہ ایک خوشبودار شربت ہے جو شام میں تیار ہوتا ہے۔ پھر اس نے ایک قدح مانگا اور پی گیا۔ پھر دوسرا طلب کیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کے آگے بڑھایا اور کہا اے ابو عبداللہ (علیہ السلام) تو پیجئے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا مجھے معاف کرو۔ تم پیو۔ میں کسی سے بھی نہ کہوں گا تب یزید نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔ اے دوست ہم نے تم کو دعوت دی تم نے رد کر دی۔ میں نے تمہیں عیش وطرب کی طرف بلایا لیکن تم نے قبول نہیں کیا (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۹۴)

معاذ اللہ، جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شراب خواری کی فرمائش۔ اسی ایک واقعہ سے سمجھ لینا چاہیے کہ یزید ان معائب میں کتنا گستاخ آزاد اور دلیر تھا کہ اسکو اپنے غرور سلطنت کے آگے کسی کی ذاتی وجاہت اور قدر و منزلت کی مطلق تمیز باقی نہیں رہی تھی، اب ایسا جری اور دلیر شخص خصوصاً وہ جو ایک بڑی سلطنت کا فرمانروا ہو اپنے افعال کو دنیا سے چھپانے کی بیکار کوشش کیوں کرے۔ وہ تو بدمست ہو رہا تھا اور ایسا کہ اپنے کسی عیب کو عیب ہی نہیں سمجھتا تھا غضب تو یہ تھا کہ اس کی صحبت کے خوشامدی بھی اس کے معائب کو محاسن باور کرتے تھے اور کوئی اسکی ان حرکات کی نسبت اس کو ملزم نہیں ٹھہرا سکتا تھا اسکے ان افعال کا اثر ملک پر بھی پورے طور سے پڑ گیا تھا اور جن سختیوں سے اسلام نے شرب خمر کی ممانعت کی تھی اسی طرح اس زمانہ میں چاروں طرف بے دھڑک شراب پی جاتی تھی اور بھولے چوکے بھی اسکی حرمت کا خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ کیوں تھا؟ یہ اس زمانہ کے فرمانروا کی صحبت کا اثر تھا، جس نے تمام ملک کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا الناس علیٰ دین ملوکہم۔

کچھ یزید ہی پر منحصر نہیں، خود معاویہ کے وقت سے دربار شاہی اور قصر سلطانی میں ہمیشہ شراب وکباب کی صحبتیں برابر گرم رہا کرتی تھیں اور انہی کے وقت سے سلاطین اسلامیہ میں شراب پینے کا منحوس رواج لازمی وضروری سا ہو گیا۔ ہم نے جہاں تک اس کی نسبت تحقیق کی ہے یہی امر ثابت ہوتا ہے کہ سلاطین امویت سے لے کر سلاطین عباسیہ تک اور سلاطین عباسیہ سے سلاطین تیموریہ تک جتنے فرمانروا گزرے وہ سب ان عادتوں میں کم وبیش ضرور منہمک تھے۔ شاید دو چار ہی ان میں ایسے ہوئے ہوں، جنہوں نے شرعی احتیاط کامل طور سے ملحوظ رکھی ہو۔

بہرحال خلفائے امویہ کی اس لائن میں جس میں یزید کا نمبر دوسرا ہے شریعت کے تمام منہیات حلال سمجھ لئے گئے تھے، جن چیزوں کی شریعت اسلامیہ نے نہایت سختی سے ممانعت کی تھی اور جس شریعت کے محافظ امین۔ ناصر اور حکمران ہونے کا یہ دعویٰ کرتے تھے اس کے تمام احکام کے خلاف انہی چیزوں کو انھوں نے جائز کر دیا تھا۔

یزید نے کچھ شراب خواری ہی کو عام نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اور محرمات شرعیہ کو بھی حلال کرنے کی عام کوشش شروع کر دی تھی اور ان تمام محرمات کے جواز کا محرک ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر و امام سیوطی یزید کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کان رجلاً ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلٰوۃ۔

یزید ایسا شخص ہے جو اپنے باپ کی بیبیوں (ماؤں) کے ساتھ اور بیٹوں کی بیٹیوں کے ساتھ اور حقیقی بھائی اور حقیقی بہن کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتا ہے۔ اور شراب پیتا ہے اور نماز کو ترک کرتا ہے استغفر اللہ ربی واتوب الیہ کسی شریعت کیا کسی قوم کی تہذیب میں بھی یہ پیوند قائم کئے گئے ہیں اور کسی شخص نے ابتدائے عالم سے لیکر اس دم تک جامہ انسانی میں ہو کر ان حیوانی عادات کے جاری کرنے کی کوشش کی ہے اور اسکو جائز سمجھا ہے انسان تو درکنار روزانہ مشاہدات سے بعض حیوان بھی ایسے متمیز پائے جاتے ہیں جو باوجود لا یعقل ہونے کے اپنی ماں اور بہن کو پورے پہچاننے والے ہوتے ہیں اور انکی قربت سے قطعی اجتناب کرتے ہیں اگر کوئی شخص انکو دھوکا دیکر ایسے فعل کا مرتکب کرا ہی دیتا ہے اور وہ پہچان لیتے ہیں تو پھر اسکے جانی دشمن ہو جاتے ہیں مگر بنی نوع انسان میں یزید ہی ایسا شخص آیا جو نہ تو ثابت ہوتا ہے

جو اپنی حیوانی خواہشات کے تقاضوں کے باعث اپنی ماں بہن کی تمیز نہ
کرتا تھا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے سب کو یکساں جانتا تھا

اہل اسلام کی بدقسمتی سے ایسا نااہل نابکار بداطوار خلافت اسلامیہ کا بن بیٹھا
خلیفہ بنایا گیا تھا اور سلطنت اسلامی کا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا فانا للہ و انا الیہ راجعون
شفیق باپ نے محاصرہ روم میں بیٹے کو فوج کا آخری سپہ سالار بنا کر
بھیجا اور حضرت ابوایوب انصاری کو اس کا اتالیق، قضائے کار یہ مقدس
بزرگوار اور جلیل القدر صحابی اس معرکہ میں کام آ گئے ماتحت فوج
نے اس مقدس بزرگ کی لاش کو بڑے احترام و احتشام سے اٹھا کر دفن
کیا اور ان کی تربت کو بڑی عظمت سے دیکھنے لگے، یزید کو اپنی ثروت
و اقتدار کے آگے ان کے عز و وقار کا بہت بڑا رشک پیدا ہوا ایک
دن اسی شیطانہ خیال میں اٹھا، تیس سواروں کو لے کر ان کی قبر مطہر
پر تب گھوڑے دوڑا کر بالکل نشان قبر کو مٹا ڈالا اور اس نشان کو بالکل سپاٹ کر دیا

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد	بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

اسی واقعہ سے سمجھ لینا چاہیئے کہ یزید کو اکابر مقدسین کی خدمت میں
خلوص و عقیدت حاصل کرنے کی کتنی صلاحیت تھی اور بزرگ آزاری
اس کی رگ و پے میں فطرتاً بھری ہوئی تھی۔

ہمارے سلسلہ بیان کی ترتیب ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم اس کی سلطنت ملنے
کی ترکیب کو پوری تفصیل سے بیان کریں۔ مگر چونکہ ہم اسکو کامل تشریح
کے ساتھ اور بیان کر آئے ہیں اسلئے دہرانا نہیں چاہتے تاہم اسکی
سلطنت ملنے اور بیعت ہونے کی مختصر اور اجمالی کیفیت کو ہم مستند
کتابوں سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

سید آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی کی آٹھویں جلد میں سبط
ابن جوزی کی کتاب سر المصون کی عبارت سے بیعت یزید کی نسبت
تحریر فرماتے ہیں۔ قال ابن الجوزی فی کتابہ السر المصون من الاعتقادات
العامة التی غلبت علی جماعة منتسبین الی السنة ان یقولوا ان
یزید کان علی الصواب وان الحسین علیہ السلام اخطا بالخروج
علیہ ولو نظروا فی سیر العلماء علموا کیف عقدت لہ البیعة
والزم الناس بہا ولقد فعل فی ذلک کل قبیح۔

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب سر المصون میں لکھتے ہیں کہ ایک عام
خیال اور اعتقاد (باطل) جو ایک فرقہ میں غالب ہو گیا ہے اور وہ
فرقہ (اس خیال سے) اہلسنت کی طرف منسوب ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ
یزید برسر حق تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام نے غلطی کی جو اس
پر خروج کیا لیکن اگر کاش یہ لوگ تاریخ و سیر پڑھتے (انصاف) تو علم
ہو جاتا ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح منعقد
ہوئی اور کن مجبوریوں سے لوگوں نے اسکی بیعت کی اور کیسی بیعت
لوگوں سے زبردستی لینے میں کیسی کیسی ناسزا اور قبیح کارروائیاں
کی گئیں (تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۴۳ جلد ۸) ان زبردستیوں کی
شہادت تاریخ کامل کی عبارت سے بھی ملاحظہ ہو۔

ثم دعا صاحب حرسه بحضرتهم فقال ان ذهب رجل منهم
یرد علی کلمة بتصدیق او تکذیب فلیضرباه بسیفهما ثم خرج
وخرجوا معه حتی رقی المنبر - یعنی معاویہ نے اپنے پاسبانوں
کو بلا کر ان چاروں کو یعنی جناب امام حسین علیہ السلام عبد اللہ
ابن زبیر عبد الرحمن ابن ابی بکر، عبد اللہ ابن عمر سامنے کہا کہ تم
ان لوگوں میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ دو دو سپاہی مقرر کر دو جو
تلوار لئے انکے ساتھ کھڑے رہیں کہ اگر میرے خطبہ میں کوئی بھی ان میں
سے کوئی کلام کرے تو فوراً گردن اڑا دی جائے (کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۰۲
بابت سنہ ۵۶ ہجری)۔ عالیجناب حسن میاں صاحب بیعت یزید کے
اجمالی بیان میں لکھتے ہیں کہ بیعت تو ایک امر تھا جو جنہوں نے بیعت
کی ہرگز خوشی سے یا بلا اعتراض اور بلا کسی دباؤ کے انہوں نے بیعت
نہ کی بلکہ بڑے بڑے اعتراضات ہوئے اور مجبوراً ڈراوا اور دھمکاوے کے
ذریعہ سے اور طرح طرح کے حیلہ و حوالہ سے بیعت لی گئی کسی کو روپیہ دیکر
راضی کیا گیا اور کسی کو عہدہ دیکر کسی کو کہیں کی حکومت دیکر خوش کیا گیا وغیرہ
ذالک۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام حضرت عبد اللہ ابن زبیر حضرت عبد اللہ
ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکر اور حضرت
عبد اللہ ابن جعفر علیہ السلام نے مکہ یا مدینہ میں کبھی بھی یزید کی بیعت نہ کی۔ اور
یہ ہرگز ان لوگوں کی غلطی نہ تھی بلکہ یہی لوگ اس وقت جلیل القدر صحابہ کرام
میں سے تھے اور یہی حضرات اصحاب حل و عقد تھے انہی کا بیعت کرنا اور
کسی کو خلیفہ تسلیم کرنا یا نہ کرنا قابل اعتبار تھا نہ کہ عوام کا اور ان میں اکثر لوگ
کا بجبر و تخوف و فریب وغیرہ

جس طرح انکی سلطنت قائم ہوئی اور جس طرح مالک ہی یہ فرمانروا تسلیم کئے گئے وہ بھی
معلوم ہو گیا اور اس سے زیادہ جاننا ہم اپنے سلسلہ بیان میں بیکار اور بے ضرورت سمجھتے ہیں جسکو
دہرانا ہم کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے اور انہی دو چار ورقوں کو ہم بطور نمونہ کافی سمجھتے ہیں

بہرحال۔ اب ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں سیدھے کسی نہ کسی طرح سلطنت بھی مل گئی اور ولیعہدی کا ہلکا سا پردہ بھی اٹھ گیا۔ تختِ اسلامی پر بیٹھکر جو جو حرکتیں اونہوں نے کیں وہ ہر شخص کے زبانِ زد ہیں۔ کُل پونے چار سال کی فرعون کی سی سلطنت کے زمانہ میں اولیاء اللہ واصفیاء اللہ کے قتل۔ شعائر اللہ کی ہتک حرمت مسجد نبوی کی بربادی مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تباہی۔ شرفائے مدینہ کا قتل عام۔ انکے ناموس کی ذلت وخواری کے جو جو سامان کئے وہ اسلامی تاریخوں میں درج ہیں۔ جن کو ہر شخص بخوبی جانتا ہے کسی تفصیل یا کسی تشریح کی مطلق ضرورت نہیں۔ قتل جنابِ امام حسین علیہ السلام پہلا حکم تھا۔ جو تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی دیا گیا۔ اس کا اقدام جس شقاوت اور بیرحمی سے کیا گیا وہ کافی طور سے بیان ہو چکا۔ اور ہماری کتاب کا یہی مدعائے تالیف ہے۔ اس واقعۂ عظیمہ کے بعد عام مسلمانوں کی ایذا رسانی اور خانۂ خدا کی ہتک حرمت۔ زوجۂ رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذلت وغیرہ جان سے سرزد ہوئی وہ نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں۔

ولا خلاف ان یزید اغار المدینۃ المنورۃ واخاف اهلها والحدیث الذی رواہ مسلم انہ وقع من ذلک الجیش من القتل والفساد العظیم والسبی واباحۃ المدینۃ المنورۃ ما هو مشهور حتی فض نحو ثلثمائۃ بکر وقتل من الصحابۃ نحو ذلک ومن قراء القرآن نحو سبعمائۃ النفوس و انهب المدینۃ المنورۃ ایاما وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی علیہ السلام ایاما واخیف اهل المدینۃ ایاما فلم یکن لاحد ان یدخل المسجد حتی دخلتها الکلاب وبالت علی منبرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یرض امیر هذا الجیش الا بان یبایعوہ لیزید علی انهم عبید له ان شاء باع وان شاء اعتق فذکر له بعضهم البیعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فضرب عنقہ وذلک فی وقعۃ الحرۃ ثم سار جیشہ نحو مکۃ معظمۃ الی قتال ابن زبیر فرمی الکعبۃ المکرمۃ بالمنجنیق واحرق کسوتها بالنار فای شیء عظیم من هذہ القبائح التی وقعت فی زمنہ ناشیۃ عنہ۔

اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینۂ منورہ کو غارت کیا۔ اور باشندگانِ مدینہ کو ڈرایا۔ دھمکایا اور یہ حدیث ایسی ہے جس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ جو کچھ کہ اس کے لشکر نے فسق وفسادِ عظیم برپا کیا اور وہاں کے لوگوں کو اسیر کیا اور مدینۂ منورہ کی ہتکِ حرمت کی۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ تین سو کنواری لڑکیاں خراب کر دی گئیں اور اتنے ہی صحابی رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی قتل کئے گئے۔ اور سات سو قاری قرآن مار ڈالے گئے اور بہت دنوں تک مدینہ لُٹتا رہا۔ اور مسجد نبوی کی جماعت بھی ایک مدت تک موقوف رہی اور باشندگانِ مدینہ اس پُر آشوبی سے ایک مدت تک ڈرتے رہے۔ کیونکہ کسی آدمی کو مسجد رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں داخل ہونے کی مجال نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتے مسجد نبوی میں گھس گئے اور اونہوں نے منبرِ رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر معاذ اللہ۔ پیشاب کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہنے کی پوری تصدیق ہو گئی اور پھر یہ لشکر جو یزید کی طرف سے مقرر ہو کر آیا تھا وہ صرف بیعت کر لینے ہی کو کافی نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ ہر بیعت کرنے والے سے یہ اقرار کراتا تھا کہ ہم یزید کے غلام ہیں اگر وہ چاہے تو بیچ ڈالے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے۔ پس ان میں سے بعض لوگوں نے عذر کیا کہ ہم تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیعت کریں گے۔ پس ایسے لوگوں کی گردن ماردیگئی اور یہی واقعات معرکۂ حرّہ کے ہیں۔ اس کے بعد اسی طرح یہ لشکر کا لشکر عبد اللہ ابنِ زبیر کے قتال کے لئے مکہ گیا۔ پس مکہ کی عمارت کو بڑے بڑے پتھر پھینک پھینک کر پاٹ دیا۔ اور پردۂ خانۂ محترم میں آگ لگا دی۔ پس کون چیز اس سے زیادہ تر قبیح کہی جائے گی جو اس کی خاص سلطنت میں واقع ہوئی۔

مؤرخ ابوالفدا کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں کو شکست دی تو مسلم ابن عقبہ سردارِ لشکرِ یزید نے حکم کیا کہ تین روز تک قتل کیا جائے جہاں پاؤ لیلو۔ مدینہ کی عورتوں کے ساتھ عام طور سے حرام کاری کرد منقول ہے کہ اس جنگ میں سات سو رئیس اشراف مہاجر و انصار سے قتل کئے گئے اور دس ہزار غلام مارے گئے اور اس تعداد کے بعد بھی بہت سے نامعلوم آدمی مارے گئے۔ یہ لڑائی ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ پھر مسلم بن عقبہ نے باقیماندگانِ مدینہ سے یہ اقرار

لیکر بیعت کرائی کہ ہم یزید کے تابعدار اور غلام ہیں (ابوالفدا صفحہ ۲۶۶)

حقیقت میں کسی بزرگ کا یہ قول۔ کارے کہ یزید کردہ کسے کافرِ فرنگ ہم نکردہ۔ نہایت صحیح اور واقعی ہے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ ہیں نے مانا کہ بہت سے خدشے تھے شبہے تھے۔ آئندہ کے لئے خوف تھے۔ اِن عام مسلمانوں سے جو ملکی رعایا کی حیثیت سے بیعت تک کر چکے تھے کونسا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ مگر نہیں ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است ‏ ‏ مقتضائے طبیعتش این است

یہ ایک لحظہ بھی مردم آزاری اور خونخواری سے ساکت نہیں رہتا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے۔ سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ جب تک جنابِ امام حسین علیہ السّلام زندہ رہے اس وقت تک حرمین زاد اللہ شرفہما کی رعایا پر ہاتھ اٹھانے کی یزید کو جرأت نہیں ہوئی۔ مگر آپ کا دُنیا سے رحلت فرمانا تھا کہ یہاں کے باشندوں پر ظلم و تعدی کے ہاتھ صاف کئے گئے۔ اگرچہ یہاں کی موجودہ رعایا کو اُس وقت میں جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ متابعت یا اطاعت۔ غرض کسی قسم کا تعلق باقی نہیں تھا۔ مگر آپ کی ایک ذاتی وجاہت اور سردارِ قبیلہ بنی ہاشم ہونے کی خاندانی عظمت جو من اللہ تفویض ہوئی تھی ایسی ہی مستحکم اور ایسی ہی پُرشان و شوکت تھی۔ جس کے مقابلہ میں یزید کسی طرح جرأت نہ کر سکا۔ اس زمانہ میں جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی وجاہت کو بالکل آپ کے جدِّ بزرگوار حضرت ابیطالب علیہ السّلام کی وجاہت کے مانند سمجھنا چاہئے۔ جیسے حضرت ابیطالب علیہ السلام کی وجاہت کے سامنے مشرکینِ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہاتھ نہ اُٹھا سکے باوجودیکہ وہ ابیطالب کو شفقت اور کفالتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اپنی امارت سے خارج کر چکے تھے اور شعب ابیطالب وغیرہ کی سخت ایذائیں پہنچا چکے تھے۔ مگر ان کی ذاتی وجاہت اور خاندانی عظمت کی وجہ سے اپنے ظلم و تعدی قتل و غارت وغیرہ کے ہاتھ نہ بڑھا سکے۔ جب حضرت ابیطالب علیہ السلام دنیا سے اُٹھ گئے تو وہ بھی اپنی مخالفت میں کھُل کھیلے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قدم قدم پر اپنی جان جانیکا یقین ہو گیا اور تھوڑے ہی دن میں آپ نے مکّہ کا قیام ترک کر دیا۔

اب حضرت ابیطالب علیہ السّلام کی ذاتی وجاہت سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی ذاتی وجاہت کا پورے طور سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں حضرات اپنے ذاتی اعزاز میں مساوی تھے۔ جب تک جنابِ امام حسین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام زندہ رہے مدینے یا مکّے پر آنچ نہ آئی۔ اور جب آپ کا قدم درمیان سے اُٹھ گیا۔ ان تمام مصائب کا سامنا ہو گیا۔

بہرحال۔ جو حضرات واقعۂ کربلا ہی تک یزید کو ظالم سمجھتے ہیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام ہی تک اس کے مظالم کی انتہا نہیں ہو گئی۔ بلکہ تمام ملک کے ساتھ اُس کے ظلم و تعدی کی صورت یکساں تھی۔ یزید دنیا کے تمام معائب کا مجموعہ تھا۔ شرابخوار۔ زناکار۔ خونخوار۔ مردم آزار تو اس کے خاص القاب تھے۔ کینہ پروری۔ حسد۔ خواہش نفسانی کا اتباع۔ بدمستی۔ بداخلاقی اور ناحق خونریزی اُسکی فطرت کے اصلی جوہر تھے۔ غرور۔ نخوت امارت و ثروت پر تمکنت شریعت سے اختلاف و انحراف۔ بیدینی۔ ارتداد اور سرکشی اُس کے مخصوص اوصاف تھے۔

اُسکی طرزِ معاشرت پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تمام معائب اُسمیں آئینہ کی طرح صاف اور آفتاب کی طرح روشن موجود ہیں۔ لڑکپن سے لیکر جوانی اور تخت نشینی تک کے واقعات تو ہم لکھ چکے اور اُنکی چار سالہ حکومت کے واقعات بھی اپنے سلسلۂ بیان میں درج کر چکے ہیں۔ جس میں ڈیڑھ برس تک تو واقعۂ کربلا کے سامان فراہم ہوتے رہے پھر بقیہ ڈھائی برس میں حرمین شریفین کی بربادی عمل میں لائی گئی۔ ابھی خانۂ خدا کی آگ نہیں بجھی تھی کہ یہ خود ہی ٹھنڈے ہو گئے۔

ان واقعات کو پڑھکر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یزید کی چار سالہ حکومت کا زمانہ ملک کیلئے کسی طرح مفید تھا یا اُسکے طرزِ سلطنت کو رعایا کی رفاہ و فلاح سے کسی قسم کا واسطہ تھا۔ اُس نے سوتے جاگتے بھی کبھی خدا کے فرمان کی متابعت یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی عزت کی۔ جھوٹے سچے بھی کبھی اُس نے شریعتِ اسلامی کی طرف دیکھا۔ اُسکے ذاتی حالات کے کسی واقعہ سے اشارتاً یا کنایتاً کہیں روحانی اور اخلاقی محاسن کا کوئی اثر بھی پایا جاتا ہے؟ بچپن سے لیکر مرتے دم تک کے حالات پڑھکر کیا کوئی شخص یزید کی نسبت یہ بتلا سکتا ہے کہ اُس میں دینداری۔ تقدس۔ تقویٰ یا پرہیزگاری کی کوئی بھی علامت موجود تھی؟ بلکہ اس کے خلاف اُسکے حرکات۔ اُس کے احکام۔ اُس کے فرمان۔ اُس کے اقوال پورے پورے کفر اور مرتد عن الاسلام ہونیکا کامل ثبوت دیتے ہیں۔ پھر جنابِ امام حسین علیہ السلام جیسے خاصۂ باری۔ امامِ زمانہ۔ ہادی برحق۔ متقی۔ پرہیزگار۔ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جگر بندِ بتول

علیہما السلام ایسے شرابخوار، زناکار، فاسق، فاجر، کافر مطلق کی بیعت پر مجبور کئے جائیں جس کو عقل سے کچھ بھی بہرہ ہوگا وہ کبھی جناب امام حسین علیہ السلام کو ایسے نااہل کی بیعت اختیار کرنے کی صلاح دے سکتا ہے؟

نہیں کبھی نہیں۔ یزید کے مظالم اور اسکا امام عالیمقام علیہ السلام کو اپنی متابعت پر مجبور کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہیرودس کے مظالم حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اگر دونوں حضرات علیہما السلام کے واقعات پر غور کیا جائے تو دونوں میں پوری مشابہت اور مساوات پائی جاتی ہے۔ ہیرودس کے محارم شرعیہ کے حلال کرنے کے لئے حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو مجبور کیا۔ اور آپ کے انکار فرمانے پر انکو بے گناہ قتل کیا۔ یزید بھی انہی محارم کو حلال سمجھا۔ جیسا کہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء سیوطی سے لکھا گیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو اپنی بیعت میں لاکر آپ سے بھی پورے طور سے اس کے جواز کا فتوے لینا چاہتا تھا۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت سے قطعی انکار کیا۔ اور وہ بھی حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی طرح ناحق ذبح کئے گئے۔ بلکہ اس سختی کے ساتھ کہ جو مصائب حضرت زکریا علےٰ نبینا و علیہ السلام کے سعادتمند فرزند نے نہیں اٹھائے تھے۔ وہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے صاحبزادے کو سہنے پڑے۔

ان دونوں واقعات میں یہ مساوات اور مشابہت کچھ ہماری ظنّی اور قیاسی نہیں ہے بلکہ وہ مماثلت ہے جس کو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعات کربلا کی پیشین گوئیوں میں ظاہر فرما گئے ہیں۔

عن عمار ابن یاسرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السماء بکت لقتل یحییٰ ابن زکریا وانّہا لتبکی لابنی ھذا وتطلع الشمس اربعین یوما محمرّۃ ولو اذن بہا لذاب یعنی للحسین ابن علی علیہما السلام

(اخرجہ الدیلمی)

عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلےٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیٰ نبینا و علیہما السلام کے قتل پر آسمان روتا رہا اور میرے بیٹے کے قتل پر بھی روئیگا اور آفتاب چالیس دن تک برابر سرخ نکلتا رہیگا اور اگر اس کو اذن دیا جائے تو وہ گداختہ ہوجائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد میرے بیٹے سے جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام ہیں۔

بہرحال۔ یزید کے ان تمام معائب کے بعد اب اس کے آخری نتیجہ کو بھی دیکھنا ضرور ہے جس طرح اس کی بدترین حیات کا خاتمہ ہوا۔ اُسکی ابتدا جیسی ہوئی تھی اور جس طرح اس کا وجود بے جود دنیا میں قائم ہوا تھا۔ اس کو تو ہم حیٰوۃ الحیوان اور کتاب تجارب السلف سے لکھ آئے ہیں۔ اب اس کی انتہا اور اس کے وجود سے دنیا کے پاک ہونے اور زمانہ کے سبکبار ہونے کے حالات بمصداق خس کم جہاں پاک طبقات محمود شاہی اور تاریخ حبیب السیر کی عبارت سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

صاحب طبقات محمود شاہی تحریر فرماتے ہیں۔ اسکی موت بھی نہایت شرافت کے ساتھ ہوئی۔ ایک شب کو یزید نے حسب معمول شراب پی مگر مقدار اس قدر زیادہ ہوگئی کہ کمال مستی کے عالم میں کوٹھے سے گرا اور اس کا سر دو پارہ ہوگیا۔ مغز سر باہر نکل پڑا اور وہ مرگیا۔ حبیب السیر میں اس واقعہ کو اس عبارت میں لکھا ہے۔

سبب موت یزید ایں بود کہ روزے بشرب شراب اقدام نمود۔ دور وقتیکہ مست و مخمور و محض بے شعور بود برخاست و آغاز رقص کرد در آں اثنا بعذاب اجل و عاجل گرفتار شدہ بیفتاد و فرق سرش بر زمین خوردہ شد و تارک اسفل در ہیچ محل قرار نگرفت ؎

چور ہوگا ضرور اے مغرور ۔ ہے نتیجہ یہ کاسۂ سر کا

یزید کے بارے میں اسلامی دنیا کی رائے

یزید کی حیات کے تاریک حالات ختم کرکے اب ہم اُسکے اعمال و افعال کی نسبت وہ تمام اقوال جمع کرتے ہیں۔ جو علمائے کرام نے اپنی اپنی مستند اور معتبر تصانیف و تالیفوں میں درج فرمائے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اس کے کیرکٹر کا پورا پورا نقشہ کھینچیں، ہم مناسبت مقام کے لحاظ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی و ممتاز الافاضل کی وہ عبارت سُرخی کے طور پر درج کردیں۔ جو جناب ممدوح نے اپنی قابل قدر اور معتبر کتاب شہید اسلام کے صفحہ ۱۹۸ میں درج فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:-

سبحان اللہ جن صاحب (یزید) کی سوانحعمری یہ ہو اُنکے کمالاتِ ذاتی کا کیا کہنا ہے۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں یہ بھلا کیونکر ممکن تھا کہ لختِ دلِ بتول علیہا السّلام پروردۂ آغوش رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ عالمِ اسرارِ قرآنی۔ واقفِ رموزِ ربّانی۔ سالکِ مسالکِ ورع واتقا۔ ناہجِ نہجِ زہد واصطفا۔ مولے الکونین جنابِ امام حسین علیہ السّلام جن کی مختصر لاتف کے حالات آپ نے سابق میں سُنے ایسے نجس اور خبیث ظاہر و باطن سے بیعت کر لیتے۔ (کیا انصاف ہے) اور اپنے آپ کو اُس کے ہاتھ بیچ کر کے پاک شریعتِ رسول صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر دھبّہ لگا دیتے (العیاذ باللہ)

بہرحال جس طرح جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے فضائل ومراتب تمام اہلِ اسلام کو بتلا دئیے تھے اُسی طرح یزید کے معائب بھی تمام دُنیا کو جتلا دئیے تھے۔ حافظ ابنِ حجر مکّی صواعقِ محرقہ میں لکھتے ہیں۔

وعلی القول انّہ مسلم فھو فاسق۔ شریر۔ متکبّراً جابراً کما اخبر بہ النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقد اخرج ابو یعلی فی مسندہ لکنّہ ضعیف عن ابی عبیدۃ قال قال رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یزال امر امّتی قائما بالقسط حتّٰی یکون اوّل یثلمہ رجل من بنی امیّۃ یقال لہ یزید لع۔

یعنی اگر ہم اُس کے مسلمان ہونے کے بھی قایل ہوں تو وہ فاسق۔ شریر۔ نشہ باز اور ظالم ضرور تھا۔ جیسا کہ نبی صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں بسند ضعیف (مطلب کے لئے ضعیف ہے) ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "برابر حال میری اُمت کا قائم بالقسط رہیگا یہاں تک کہ بنی اُمیہ میں سے پہلا وہ شخص ہوگا جو امرِ امت میں رخنہ اندازی کرے گا۔ اُسکا نام یزید ہوگا یزید کے کیرکٹر میں یہ حدیث لکھ کر اب ہم علمائے کرام کے اقوال سے اسکے ذاتی معائب اور وہ تمام بداخیالیاں جو اُس کی خصوصیات میں داخل ہیں بیان کرتے ہیں اس تفصیل میں ہم نے حتے المقدور اُس زمانہ اور اُس صدی کی ترتیب اور سلسلہ کا بھی خیال رکھا ہے جس زمانہ کے علماء سے وہ قول مشہور ہے اسی سلسلہ میں ہم سب سے پہلے اُس کے لائق

صاحبزادے معاویہ ابنِ یزید کا وہ خطبہ نقل کرتے ہیں جو اُنہوں نے اپنے نااہل باپ یزید کی وفات کے بعد اپنے پدرِ ناسزا و ستمگر کے معائب علے الاعلان بیان کر کے کاروبارِ سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی تھی چنانچہ صواعق محرقہ کی عبارت یہ ہے:-

وکانت سلطنت یزید ستّۃ ستّین ومات فی اوّل ستّۃ اربع وستّین وان معٰویۃ بن یزید بن معٰویۃ لما ولی العھد صعد المنبر فقال انّ ھٰذہ الخلافۃ حبل اللہ تعالٰی وانّ جدّی معٰویۃ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ علیّ بن ابیطالب علیہ السّلام ورکّب بکم ما تعلمون حتّٰی اتاہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثمّ قلد ابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فقصفت عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثمّ بکی وقال من اعظم الامور خسارۃ علینا علمنا بسوء مصرعہ وبئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم واباح الخمر وخرّب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اذوق مرارتھا ولا اتقلّدھا فشانکم فی امرکم واللہ لئن کانت الدّنیا خیرا فقد قلنا منھا حظّاً منھا وان کانت شرّا فکفی ذرّیّۃ ابی سفیان ما اصابوا منھا ثمّ تغیّب فی منزلہ حتّٰی مات بعد اربعین یوما وکان مدّۃ خلافتہ اربعین یوما وقیل شہرین وقیل ثلثۃ اشھر ومات من احد عشرین وقیل عشرین رحمہ اللہ تعالٰی۔

ابتدائے سلطنتِ یزید ۶۰ھ ہجری اور اُسکی موت آغاز ۶۴ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ ابنِ یزید اُسکا ولیعہد و وارث ہوا۔ منبر پر گیا اور کہا کہ خلافت حبل اللہ ہے اور حقیقت میں ہمارے دادا نے اس خلافت کے اصلی حقدار کے ساتھ نزاع کی۔ اور جناب علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق تھے اور تم لوگ اُسکی نسبت سب کچھ جانتے ہو پس اُسکی موت آگئی۔ اور وہ قبر میں اپنے گناہوں کے عوض میں گرفتار ہے۔ پس اُس کے بعد میرے باپ نے یہ امر اختیار کیا اور وہ بھی اس کے لئے کسی طرح اہل نہ تھا اور اُسنے بنت رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم وعلیہا السّلام

کے فرزند کے ساتھ نزاع کی۔ تو اُس کی عمر ختم ہوئی اور اُس کی نسل قطع ہونے کا سامان ہوگیا اور وہ بھی اپنی قبر میں عذاب میں گرفتار ہے۔ یہ کہکر وہ رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اب اس سے سوا ہماری خسارت کا اور کونسا امر ہوگا کہ ہم کو اس کی سخت پاداش اور بُری سزا کا علم ہے کیونکہ اُس نے عترت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کیا۔ شراب کو مباح کیا اور خانۂ خدا کو غارت کیا اور اس خلافت کا کوئی مزہ نہ اٹھایا۔ پس میں اس میں سے کوئی حصہ نہ لونگا اور اسکی تلخی ہرگز نہ چکھونگا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ قسم خدا کی اگر دُنیا سراپا خیر ہے تو ہم اس میں سے کافی حصہ لے چکے اور اگر دُنیا سراسر شر ہے تو آلِ ابوسفیان کو جو کچھ اس میں سے مل چکا وہی بہت ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے محل میں چلا گیا اور چالیس[۴۰] دن کے بعد مرگیا۔ اُسکا سن بیس[۲۲] برس کا تھا۔ بعضوں نے اکیس[۲۱] برس بھی لکھا ہے۔ مدتِ سلطنت کو بعض چالیس[۴۰] دن۔ بعض دو مہینے اور بعض تین مہینے لکھتے ہیں۔

یزید کا کیرکٹر اُس کے لائق صاحبزادے کی زبانی تو معلوم ہوا جو شیطان کے گھر میں ولی ہونے کی عزت رکھتا ہے۔ اسلئے علامہ ابن حجر مکی نے اسکا تمام و کمال حال لکھ کر اسکو رحمہ اللہ کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور ہم بھی ابن حجر کی رائے سے اتفاق کرکے ضرور کہیں گے کہ یزید کی زبوں افعال اور شامتِ اعمال کے سیاہ دھبے ایسے ہی تھے جو اُس کے خاص گھر والوں سے بھی نہ چھپائے گئے اور تمام معائب کو اُس کے مرنے کے چند ساعت بعد ہی خود اُس کے بیٹے نے تمام اہلِ اسلام کے سامنے علی الاعلان بیان کردیا۔ اور کچھ باپ ہی پر نہیں۔ دادا تک کے افعال کی بھی قلعی اُس نے تفصیل سے کھول دی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام ما یستحقہ۔

یزید کے ذاتی معائب واقعی ایسے ہی تھے کہ اُس کو گھر سے باہر تک سب کے سب بُری نظر ہی سے دیکھتے تھے۔ تاریخ الخلفا سیوطی میں لکھا ہے کہ قبل واقعۂ کربلا کے عبداللہ ابن حنظلہ اور دیگر رؤسائے مدینہ یزید کے پاس شام میں گئے تھے۔ وہاں سے آئے تو اُنھوں نے یزید کے کیرکٹر کی یہ صورت بیان کی۔

ان یزید اسرف فی المعاصی واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امہات والاولاد البنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ۔

کہ یزید نے معاصی کا حد سے زیادہ ارتکاب شروع کر دیا ہے۔ عبداللہ ابن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ بخدا ہم لوگوں نے ایسی حالت میں اور اُس وقت میں یزید پر خروج کیا ہے۔ جبکہ ہمیں خوف ہوگیا تھا۔ کہ ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں (غضب ہے) کہ انسان ماؤں سے اور بیٹیوں اور بہنوں سے جماع کرے۔ شراب پیئے۔ نماز وغیرہ چھوڑ دے۔ عمر ابن عبدالعزیز بھی جو مروان کے سلسلہ میں پانچویں خلیفہ ہیں۔ اُس کے معائب کی ذرا بھی رعایت نہ کرسکے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اُن کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

قال نوفل ابن ابی الفرات کنت عند عمر ابن عبدالعزیز فقال رجل امیر المؤمنین یزید فقال عمر تقول امیر المؤمنین وامر بہ فضرب عشرین سوطا۔

نوفل ابن ابی الفرات ناقل ہیں کہ میں عمر ابن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک شخص نے اُن کے سامنے یزید کو امیر المؤمنین کہا۔ عمر نے کہا تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے اور پھر اُس کو یہ بات کہنے کے سبب بیس[۲۰] کوڑے لگوائے۔

یہ تو پہلی صدی کے آخر تک کے اقوال تھے۔ اب دوسری صدی کی تحریریں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں تمام علماء محدثین اور فضلائے اُمت سے تمام بنی اُمیہ کے معائب میں ایک کتاب لکھوائی تھی۔ خصوصاً معاویہ کی نسبت اور اسکو مشتہر کرانا چاہا تھا۔ مگر فساد کے اندیشہ سے اس کو شائع نہ کراسکا۔ وہ کتاب خزانۂ شاہی میں باحتیاط تمام رکھی رہی۔ معتضد باللہ کے زمانہ میں پھر اُس کے اعلان کی ضرورت ہوئی۔ تو وہ کتاب نکلوائی گئی۔ اور اُسے انتخاب کرکے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار کیا گیا جو تمام بلادِ اسلامی میں سلطنت کی طرف سے مشتہر کیا گیا ہم بھی اس رسالہ سے مخصوص یزید کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔

ومنہ ایثارہ بدین اللہ ودعاءہ عباد اللہ الی ابنہ یزید السکیر الخمیر صاحب الدیوک والفہود والقرد واخذہ البیعۃ لبنی خیار المسلمین بالقہر والسطوۃ والتوعد

والاخافة والتهدّد والرهبة وهو يعلم سفهه و يطلع على خبثه ورهقه ويعاين سكرانه وفجوره وكفره فلمّا تمكّن من ما مكّنه منه ووطّاه له وعصى الله ورسوله فيه طلب بثارات المشركين وطوائلهم عند المسلمين فاوقع باهل الحرّة الواقعة التي لم يكن في الاسلام اشنع منها ولا افحش ممّا ارتكب من الصالحين فيها وشفي بذلك عند نفسه غليله وظنّ ان قد انتقم من اولياء الله وبلغ النوى لاعداء الله فقال مجاهراً لكفره ومظهراً الشركه ؎

ليت اشياخي ببدر شهدوا — جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلّوا واستهلّوا فرحا — ثم قالوا يا يزيد لا تشل
قد قتلنا القوم من ساداتكم — وعدلناميل ببدر فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم — من بني احمد ما كان فعل
لعبت هاشم بالملك فلا — خبر جاء ولا وحيٌ نزل

هذا هو المروق من الدّين من لا يرجع الى الله ولا الى دينه ولا الى كتابه ولا الى رسوله ولا يؤمن بالله ولا بما جاء من عند الله ثم من اغلظ ما انتهك واعظم ما اجترم سفكه دم الحسين ابن علي عليهما السّلام وابن فاطمة بنت رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم مع قرابته من رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم ومكانه منه ومنزلته من الدّين والفضل وشهادة رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم له ولاخيه بسيادة شباب اهل الجنّة اجتراءً على الله وكفراً بدينه وعداوةً لرسوله ومجاهدةً لعترته واستهانةً بحرمته فكانّما يقتل به وباهل بيته قوماً من كفار اهل الترك والدّيلم لا يخاف من الله نقمةً ولا يرقب منه سطوةً فبتّر الله عمره واجتثّ اصله وفرعه وسلبه ما تحت يده واعدّ له من عذابه وعقوبته ما استحقّه من الله به بمعصيته هذا الى ما كان من بني مروان من تبديل كتاب الله وتعطيل احكامه واتّخاذ مال الله دولاً بينهم وهدم بيته واستحلال حرامه ونصبهم المجانيق عليه ورميهم اياه بالنّيران۔

ازانجملہ ایثار ہے اُس کا دینِ خدا میں اور بندگانِ خدا کا اپنے بیٹے یزید کی بیعت کی طرف بلانا وہی یزید جو شرابی نشہ باز۔ بڑا شرابخوار۔ مرغ اور چیتے اور بندر پالنے والا۔ پھر ایسے بدکار و فاسق کے لئے بیعت لینا۔ نیک لوگوں سے اور مسلمانوں سے ساتھ قہر اور دباؤ کے اور دھمکانے اور ڈرانے اور تخویف کرنے کے۔ حالانکہ معاویہ واقف ہے یزید کی حماقت اور خباثت اور ظلم سے۔ اور اسکی بدمستی کو اور فجور اور کفر کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ پس جبکہ یزید منجانب معاویہ اُس پر متمکن ہوا جس پر معاویہ نے اُس کو متمکن کیا تھا اور جس کو معاویہ نے اُس کیلئے بطور فرش کے بچھا دیا تھا اور اُس میں نافرمانی خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی تھی۔ پھر تو یزید لعین خونِ مشرکین کا مسلمین سے طالب ہوا پس عمل میں لایا وہ اہلِ حرہ کے ساتھ ایسے واقعہ کو کہ کوئی واقعہ اُس سے شنیع تر اور فحش تر اسلام میں واقع نہیں ہوا اور صالحین سے جو کچھ نیک لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ یزید نے اُسکو اپنے نفس کے نزدیک عطشِ عداوت کی شفا سمجھی اور اُس نے گمان کیا کہ دوستانِ خدا سے اُس نے انتقام لے لیا۔ اور واسطے دشمنانِ خدا کے مدعا کو پہنچ گیا۔ پس ان مظالم کا ارتکاب اُس نے کیا اس حالت میں کہ وہ اپنے کفر و شرک کا ظاہر کرنے والا تھا۔ **ترجمۂ اشعار۔**

کاشکے میرے وہ بزرگوار جو بدر میں قتل ہوئے دیکھتے اضطراب کرنے کو قبیلۂ خزرج کے تیروں کے پڑنے سے۔ تو وہ چلاتے اور غل مچاتے بسبب خوشی کے پھر کہتے کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو جیو۔ تحقیق کہ ہم نے تمہارے سرداروں کے اکثر کو قتل کیا اور بدر کے واقعہ کی کجی ہم نے برابر کی پس درست ہو گئے یعنی ہم نے جنگِ بدر کا بدلا لے لیا۔ میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لوں اُسکا جو کچھ اونہوں نے کیا بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ ایک کھیل کھیلا۔ نہ کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔

پس ایسے قول کا زبان پر لانا دین سے نکلجانا ہے۔ اور یہ قول اُس شخص کا ہے جو خدا اور دینِ خدا اور کتابِ خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع نہ کرے اور نہ خدا پر ایمان لائے اور نہ اُس چیز پر جو خدا کی جانب سے آئی ہو۔ بعد اُس کے سب سے زیادہ

غلیظ آن امروں میں سے جن کو اُس نے سہل کیا اور سب سے زیادہ عظیم اُن چیزوں میں سے جن کو وہ عمل میں لایا خون بہانا ہے۔ جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام کا وہ جناب امام حسین علیہ السلام جو فرزند فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں باوجود اُس مرتبۂ جلیل کے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کو حاصل تھا اور باوجود اُن کی منزلت اعلیٰ کے دین میں اور فضل کامل کے اور گواہی دینے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کے حق میں اور اُن کے بھائی کے حق میں ساتھ سرداری جوانانِ اہلِ بہشت کے۔ یہ فعل یزید کا۔ خدا پر جرات کرنا۔ اور اُس کے دین کے ساتھ کفر اختیار کرنا۔ اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنا۔ اور عترت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنا اور حرمت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرنا ہے۔ پس گویا کہ قتل کرتا تھا وہ ملعون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کو مثل قوم کفار اہل ترک و دیلم کے سمجھکر اور نہیں خوف کرتا تھا اللہ سے عداوت کا اور نہیں خیال میں لاتا تھا اُس کے قہر کو۔ آخر فنا کر دیا خداوند عالم نے اس کی عمر کو اور قطع کر دیا اُس کی اصل و فرع کو اور جو کچھ کہ اُس کے قبضہ میں تھا اُس سے چھین لیا اور جس چیز کا عذاب عقاب سے وہ مستحق تھا اُس چیز کو اُس کے لئے مہیا کر دیا پھر جو کچھ کہ آلِ مروان نے از قبیل تبدیلِ کتابِ خدا اور تعطیلِ احکامِ خدا عمل کیا اور مالِ خدا کو آپس میں اپنی دولت مقرر کر لیا۔ اور خانۂ خدا کو خوب خراب کیا اور حرمِ خدا کو حلال کیا۔ کعبہ پر منجنیقیں نصب کیں اور اُن کے ذریعہ سے وہاں آتش زنی کی۔ اس رسالہ کو ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۰۔ اور علامہ حسین دیار بکری نے تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۳۸۱ مطبوعۂ مصر میں اور ابن الوردی نے اپنی تاریخ کی جلد اوّل صفحہ ۲۴۴ مطبوعۂ مصر میں اور ابوالفدا نے تاریخ المختصر جلد سوم صفحہ ۲۲۸ مطبوعۂ لندن میں اور امام سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء مطبوعۂ مصر میں بہ صفحہ ۱۲۹ مجملاً معتضد باللہ کے اس قصہ کا ذکر کیا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بہرحال یزید کے معائب اور نقائص سے تمام اہلِ اسلام کی تالیفات و تصانیف بھری پڑی ہیں۔ جن کی تفصیل تطویل کا باعث ہوگی۔ اگر اُن تمام اقوال کو یہاں اکٹھا کیا جائے تو تاریخ اور کلام مل کر ایک معجون مرکب تیار ہو جائے گا جس کو عام طبیعتیں گوارا نہ کریں گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یزید فریقین کے نزدیک کافر۔ فاسق اور فاجر پورے طور سے ثابت ہے۔ مگر سوادِ اعظم اہلسنت میں بعض ایسے علماء نے جو بہت شدت سے اپنے قرار دادہ اصولِ خلافت کے معتین اور معتقد ہیں۔ یزید کی نسبت ایک عجیب بھبتی پیدا کر دی ہے۔ اسکی حرکات پر نظر کرتے ہیں تو وہ ضرور کافر ثابت ہوتا ہے اور اسکی خلافت پر نظر ڈالتے ہیں تو بعتاً عدہ مقررہ استخلاف و اجماع و غلبہ جمیع شرائط اُس پر کامل اُتر کر خلیفۂ برحق بھی مانتے ہیں۔ تو اب یہ اجتماع ضدین کہ کافر بھی۔ فاسق بھی۔ فاجر بھی۔ پھر خلیفۂ برحق بھی۔ امیر المؤمنین بھی۔ خلیفۃ المسلمین بھی۔ اسلامی پیشوا بھی اور دنیادی فرمانروا بھی۔ غرض پیشش و پنج ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

اکثر علماء نے تو کھُل کر۔ بلا دوُر رعایت۔ اُس کو کافر مطلق سمجھ کر عام طور سے اُس کو لعنت کا مستحق ٹھیرا دیا ہے۔ اور بعض نے کچھ سوچ سمجھکر اور پھر اُس کے اطوارِ ناہموار پر غور کر کے اسکو کافر۔ بہت بڑا فاسق اور فاجر سمجھا ہے۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو اپنی شدتِ تعصب اور کورانہ تقلید کی وجہ سے اسکو جناب امام حسین علیہ السلام کے معاملات میں برسرِ خطا نہیں سمجھتے۔ اور خطائے اجتہادی کے ذریعہ سے اُس کو بھی مغفرتِ الٰہی کا اُمید وار سمجھتے ہیں۔ مگر ان اختلافات کا اُنہی علماء نے پھر فیصلہ بھی کیا ہے۔ اور آپس میں آستینیں چڑھا کر ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوگئے ہیں۔ اور آخر میں اُس کے کفر پر اتفاق بھی ہو گیا ہے۔ مگر پھر اُسی اپنی بنائی ہوئی خلافت کی پلہ داری اور تحفظ کے خیال سے اتنی لِم ضرور لگا دی گئی ہے کہ وہ کافر تو ہے مگر لعن نہ ہو کیونکہ شیطان کے لعن کہنے میں بھی احتیاط کا حکم ہے۔ مگر اس ضمنی فتوے پر اُمتِ اسلامیہ کا عملدرآمد نہیں ہوا اور شیعہ سنی مل کر علی الاعلان جو کچھ یزید کے حق میں کہتے ہیں۔ وہ سب کو معلوم ہے کیونکہ یہ حکم سراسر خلافِ نص ہے اور لعنِ شیطان پر نصِ صریح موجود ہے۔ پھر دائرۂ اسلام

میں کوئی حکم عام اس سے کہ کسی کا ہو۔ خلافِ نص قابلِ قبول نہیں ہم اپنی اس بحث کو شیعہ عالم کی تالیف و تصنیف سے نہیں لکھیں گے۔ کیونکہ کوئی بدبخت شیعہ ایسا ہوگا جو یزید کو کافرِ مطلق اور لعنت کا مستحق نہ سمجھتا ہو۔ اب ہم جو کچھ اس مبحث میں لکھیں گے وہ خاص علمائے اہلسنت کے اقوال سے۔ اور اس سلسلہ میں بھی حسبِ وعدہ ہر زمانہ اور ہر صدی کی ترتیب ضرور مدِّ نظر رکھیں گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کر آئے ہیں چنانچہ امام احمد حنبل جو ایک فرقۂ مخصوص کے پیشوا ہیں اور تیسری صدی ہجری کے بہت بڑے امام اور علم الحدیث کے بڑے نقّاد ہیں۔ عام طور سے یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس کے مستحقِ لعنت ہونے پر نصِ قرآنی سے استدلال کرتے ہیں جسکو ہم ابنِ جوزی کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال ابن الجوزی قال فی کتابہ المسمّٰی بالرّد علی المتعصب العنید المانع لعن یزید سألنی سائل عن یزید ابن معاویۃ فقلت یکفیہ مابہ فقال اتجوز لعنہ قلت جازہ العلمآء الورعون منہم احمد ابن حنبل فانہ ذکر فی حقّ یزید مایزید علیہ الّا اللّعنۃ ثم روی ابن الجوزی عن القاضی ابی یعلی انہ روی فی کتابہ المعتمد فی الاصول باسنادہ الی صالح ابن احمد ابن حنبل رحمہما اللہ قال قلت لابی ان قوما ینتسبوننا الی تولّی یزید فقال یا بنیّ ھل یتولّٰی یزید احد یؤمن باللہ ولم لایلعن من لعنہ اللہ فی کتابہ فقلت فی ای آیۃ قال فی قولہ تعالیٰ فھل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الّذین لعنہم اللہ فاصمّہم واعمٰی ابصارھم فھل یکون فسادا اعظم من القتل قال ابن الجوزی وصنّف القاضی ابویعلی کتابا ذکر فیہ بیان من یستحق اللّعن وذکر منہم یزید ثم ذکر حدیث من اخاف اہل المدینۃ ظلما اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والنّاس اجمعین۔

علامہ ابنِ جوزی اپنی کتاب الرّد علی المتعصب العنید المانع لعن یزید میں (جو خاصکر یزید کے جوازِ لعن کے لئے لکھی گئی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے مجھ سے یزید ابنِ معاویہ کی لعن کی نسبت سوال کیا۔ میں نے کہا اُس کے بارے میں جو کچھ کہا جائے کم ہو۔ اُس نے پوچھا کہ کیا ہم اُس پر لعن بھی کرسکتے ہیں؟ میں نے کہا تمام علمائے متورعین اور مقدسین نے اُس پر لعنت کی اجازت دی ہے اور انہی لوگوں میں امام احمد ابن حنبل بھی ہیں کیونکہ اُنہوں نے یزید کے حق میں لعنت سے بھی زیادہ باتوں کا اضافہ کیا ہے۔ پھر علامہ ابنِ جوزی نے فرمایا کہ قاضی ابویعلی نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صالح ابن احمد ابنِ حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ (احمد ابنِ حنبل) سے پوچھا کہ بعض لوگ ہم کو یزید کے ساتھ محبت رکھنے کی نسبت دیتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا وہ کس طرح یزید کے ایسے شخص سے محبت کرسکتا ہے جس پر خدا نے خود لعنت کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو اُنہوں نے آیۂ فھل عسیتم الخ کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ قتلِ جناب امام حسین علیہ السلام سے بڑھکر اور کون فسادِ عظیم ہے۔ علامہ ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ قاضی ابویعلی نے ایک کتاب یزید کے جوازِ لعن میں تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اہلِ مدینہ کو خوف دلائیگا۔ دھمکائیگا۔ اُن پر ظلم کریگا۔ خدا سبحانہ وتعالیٰ اُس کو ڈرائے گا اور اُس پر جمیع ملائکہ اور آدمیوں کی لعنت ہوگی۔

اسی قول کو علامہ ابنِ حجر نے بھی صواعقِ محرقہ میں تحریر کیا ہے اور صواعقِ محرقہ کی اسناد سے امام قندوزی بلخی نقشبندی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۲۸۱ میں مندرج کیا ہے۔ بہرحال تیسری صدی تک کے علماء کے اقوال تو افعالِ یزید کے متعلق معلوم ہوچکے۔ اب ہم چوتھی صدی کے علماء کے قول ذیل میں لکھتے ہیں:۔

علامہ ذہبی جنکی وفات سنہ ۳۹۲ھ میں واقع ہوئی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

ولمّا فعل یزید باھل المدینۃ مافعل مع شربہ الخمر واتیانہ المنکرات اشتد علیہ النّاس۔ یزید نے جو کچھ اہلِ مدینہ کے ساتھ

کیا اور اس کی شراب خواری اور اس کا ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب اس کا باعث ہوا کہ کل آدمی اس کے برخلاف ہو گئے۔

پانچویں صدی کے علماء (عالم) علامہ سبط ابن جوزی کے اقوال اوپر لکھے جا چکے۔

چھٹی صدی کے بہت بڑے معتبر اور مستند فاضل امام کیا ہراسی جو اپنی قابلیت اور جامعیت کے اعتبار سے سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت میں ثانی غزالی کے معزز خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

سئل الکیا ھراسی الفقیہ الشافعی عن یزید ابن معویۃ ھل ھو من الصحابۃ ام لا وھل ھو یجوز لعنہ ام لا فاجاب انہ لم یکن من الصحابۃ لانہ ولد فی ایام عثمان و اما قول السلف فی لعنہ ففیہ لکل واحد من ابی حنیفۃ ومالک واحمد قولان تصریح وتلویح ولنا قول واحد بالتصریح دون التلویح و کیف لا یکون کذالک وھو المتصید بالفہد اللاعب بالنرد ومدمن الخمر۔

علامہ کیا ہراسی فقیہ شافعی سے پوچھا گیا کہ یزید صحابی تھا یا نہیں اور اس پر لعن کرنا درست ہے یا نہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں وہ صحابی نہیں تھا۔ وہ خلیفہ سوم کے وقت میں پیدا ہوا اور اس پر لعنت بھیجنے میں دو قول مشہور ہیں۔ امام حنیفہ سے دو قول ہیں تصریح وتلویح۔ تصریح لعنت کرنے کے بارے میں تلویح اس کے عدم میں۔ اور ایسا ہی امام مالک اور امام احمد سے منقول ہے۔ لیکن میرا ایک ہی قول ہے۔ یعنی اس پر لعنت بھیجنا۔ اور یہ قول میرا کیوں نہ ہو؟ وہ چیتے سے شکار کھیلتا شطرنج کھیلتا اور دائم الخمر تھا۔

ساتویں صدی میں ابن خلکان نے بھی علامہ موصوف کی اسناد سے یہی اقوال درج کئے ہیں (دیکھو شہادت جناب امام حسین علیہ السلام صفحہ ۱۵)

آٹھویں صدی کے عالمِ متبحر امام سعد الدین مسعود ابن عمر الملقب بہ امام تفتازانی یزید کی لعنت کی صریح اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ شرح عقائدِ نسفی میں لکھتے ہیں۔

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ وعلی اعوانہ۔ یعنی ہم اس پر لعنت بھیجنے کے بارے میں ذرا توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے بیدین اور بے ایمان ہونے میں بھی شبہ نہیں کرتے۔ شرح عقائد صفحہ ۱۱۷۔ پھر کچھ آگے چلکر علامہ موصوف لکھتے ہیں

واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ او رضی بہ۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا اُسکے قاتل پر اور اُس پر جسنے اُسکے قتل کا حکم دیا یا اجازت دی یا اُس پر راضی ہوا جائز ہے۔

علامہ زبدی بھی یہی لکھتے ہیں۔ آٹھویں صدی کے علماء میں عالمِ متبحر علامہ ابن حجر بھی ایسا ہی لکھتے ہیں۔

نویں صدی کے علماء میں عالم معتبر اور مستند علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں یزید کی لعنت پر نہایت وضاحت سے اجازت لکھی ہے۔ جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

دسویں صدی کے تمام علماء کی قریب قریب یہی رائے پائی جاتی ہے امام جلال الدین سیوطی باوجودیکہ یزید کو خلفائے اثنا عشر میں شمار کرتے ہیں تاہم اُس پر لعنت بھیجنے کی صریح اجازت دیتے ہیں۔ وہ واقعاتِ کربلا کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں لعن اللہ قاتلہ و ابن زیاد معہ و یزید ایضاً۔ خدا جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید سب پر لعنت کرے۔

امام سمہودی جواہر العقدین میں بھی ایسا ہی لکھتے ہیں فی جواہر العقدین اتفق العلماء علی جواز لعن من قتل الحسین علیہ السلام او امر بقتلہ۔ علماء کا اتفاق ہے اُس پر لعنت بھیجنے میں جس نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ پھر لکھتے ہیں او اجازہ او رضی بہ غیر تعیین۔ علماء کا اتفاق ہے اُس پر لعنت بھیجنے میں جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اُس کے اس فعل کو اس فعل کو جائز رکھا یا اسکی اجازت دی یا اُس سے راضی ہوا۔ البتہ تعیین کی ضرورت نہیں

گیارہویں صدی کے علماء بھی اس امر پر اتفاق کر چکے ہیں۔ ملک العلماء دولت آبادی مناقب السادات میں واضح طور سے تحریر فرماتے ہیں۔

الامۃ اجتمعت والائمۃ اتفقت علی الکفر واللعن لقاتل الحسین علیہ السلام یعنی اُمتِ اسلام نے اس پر اجماع کیا اور ائمہ اسلام نے یزید قاتل جناب امام حسین علیہ السلام کے کفر اور اُس کے جوازِ لعن کے امر پر اتفاق کیا ہے۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔ واعلم ان اھل السنۃ اختلفوا فی کفر یزید بن معٰویۃ وولی عہدہ من بعدہ فقالت طائفۃ انہ کافر

یقول سبط ابن جوزی وغیرہ المشہور انّہ لما جیٔ رأس الحسین علیہ السّلام جمع اھل الشّام وجعل ینکت الرّاس الشّریف بالخیزران وانشد ابیات ع لیت اشیاخی ببدر شھدوا۔ والابیات ولم یذکروا فیھا فاقی فقد وجدت تمامھا ومنھا بیتین مشتملین علی صریح کفرہ۔

والابیات ھذہ

لیت اشیاخی ببدر شھدوا — وقعۃ الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلّوا فرحا — ثمّ قالو یایزید لا تشل
قد قتلنا القرم من ساداتکم — وعدلنا لا ببدر فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم — من بنی احمد ما کان فعل

وقال ابن جوزی فیما حکاہ عنہ سبط لیس العجب من قتال ابن زیاد للحسین علیہ السلام وانما العجب من خذلان یزید وضربہ بالقضیب ثنایا الحسین علیہ السلام وحملہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبایا علی اقتاب الجمال وذکر اشیاء من قبیح ما اشتھر عنہ ثم قال وما کان مقصودہ الا الفضیحۃ ولو لم یکن فی قلبہ احقاد جاھلیّۃ واضغان بدریّۃ لاحترم الرّاس الشّریف المبارک واحسن الی آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

واضح ہو کہ اہلسنّت والجماعت کے عقاید میں یزید ابن معاویہ کی نسبت جو معاویہ کے بعد اُس کا قائم مقام ہوا اختلاف ہے۔ ایک فرقہ اس کو کافر کہتا ہے جن میں سبط ابن جوزی وغیرہ ہیں۔ اُن کے استدلال یزید کے اشعار پر ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ جب جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا سر آیا تو تمام اہل شام جمع تھے۔ اُس نے آپ کا سرِ مبارک چوبِ خیزران سے ٹھکرایا اور یہ شعر پڑھے۔ (ترجمۂ اشعار) کاش ہمارے مقتولین بدر کے بیٹھتے یہ ابیات مشہور ومعروف ہیں مگر اُنہوں نے لکھے نہیں البتہ مجھے پورے ملگئے اور اُن میں سے دو شعر تو صریح کفر پر دال ہیں اور وہ شعر یہ ہیں (ترجمہ) کاش کہ میرے وہ بزرگوار جو بدر میں قتل ہوئے دیکھتے اضطراب کرنے کو قبیلہ خزرج کے تیروں کے پڑنے سے تو وہ چلّاتے اور غل مچاتے بسبب خوشی کے پھر کہتے کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو جیو تحقیق کہ ہمنے تمہارے سرداروں کے افسر کو قتل کیا اور بدر کے واقعہ کی کجی ہمنے برابر کی پس درست ہوگئے یعنی ہم نے جنگِ بدر کا بدلا لے لیا۔ میں ولادِ خندف سے نہوں۔ اگر اولادِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لوں اسکا جو کچھ اُنہوں نے کیا۔ پھر ابن جوزی تحریر کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی سبط ابن جوزی بھی لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کا جنابِ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے مگر جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یزید کا مخالفت کرنا اور اُن جناب کی ذلّت کرانا اور آپکے دندانِ مُبارک پر چھڑی رکھنا اور اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقید کر کے شترانِ بے کجاوہ پر اسیر کرا کے بلوانا نہایت تعجب انگیز ہے صاحب ینابیع المودۃ کا بیان ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اِن باتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو یزید کے بارے میں شدّت کے ساتھ مشہور ہیں جس سے یزید کا اظہار معائب انکا اصلی مقصود ہے اور کیوں نہو۔ اگر یزید کے دل میں اہلبیت علیہم السلام کا کینہ اور واقعہ بدر کے انتقام کی خواہش نہوتی تو وہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کے فرقِ مبارک کا احترام کرتا۔ اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا (دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۸۰)

یزید کے ایک ایسے ہی شعر کا ذکر تاریخ ابن وردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں بھی درج ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیت علیہم السّلام دمشق سے قریب ہوئے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوّے انکو دیکھ دیکھکر کائیں کائیں کرنے لگے اسوقت یزید نے دو شعر پڑھے جنکا اخیر مصرعہ یہ ہے فقد اقتضیت من الرّسول دیونی یعنی میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا بدلہ لے لیا۔ سید آلوسی بغدادی نے بھی اپنی معتبر تالیف روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۶ میں اس واقعہ کو درج کیا ہے (دیکھو شہادت حسین علیہ السّلام صفحہ ۵۹) مولوی محمد مبین صاحب کتاب وسیلۃ النّجات میں بذیل تذکرۂ یزید یہ تحریر فرماتے ہیں۔

چنانچہ یزید بدبخت ستونِ دین وبنیادِ خانۂ جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین را بر انداخت وامارتِ ایمانی وقصرِ امن وامان را منہدم ساخت بزرگے نوشتہ کہ کاریکہ یزید کرد کسے کافر فرنگ ہم نکردہ باشد وبعد شہادت آنحضرت علیہ السّلام خانۂ کعبہ را نیز خراب کردہ ودر آنجا بدعتہا پدید آورد ومدینۂ منورہ را حکم دار الحرب داد ودر مسجدِ نبوی اسپہا بست وصحابہ سید الورےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را کہ آنجا بودند ہمہ را بے عزّت وبے حرمت کردہ زنانِ آنہا را مباح گردانید (دیکھو وسیلۃ النّجات مطبوعہ مطبع گلشن فیض لکھنؤ صفحہ ۲۹۳)

اسی طرح یزید کی نسبت مولوی عبد الحی صاحب بھی اپنے مجموعۂ فتاویٰ میں

تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا نے یزید کی خوب خبر لی ہے اور صاف لکھدیا ہے کہ از روئے تحقیق وانصاف کفریت وملعونیت سے بھی اس خبیث مردود کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور ہرگز ہرگز اس مرید پلید کو مغفرت و ترحم سے یاد نہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ از روئے احتیاط جس طرح کہ ابلیس لعین کی لعن سے زبان کو روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اسکی لعن سے بھی زبان کو آلودہ نہ کرنا چاہئے (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۵۲ مطبوعۂ لاہور)

اثنا تمہیداً لکھکر ہمارے لائق ہمعصر صاحب شہادت حسین علیہ السلام۔ مولانا ممدوح کا فتویٰ بلفظہٖ یوں درج فرماتے ہیں :۔

یعنی در شانِ وے (یزید) براہِ افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاقِ مسلمانان امیر شد۔ اطاعتش برامام حسین علیہ السلام واجب شد و بعضے ہستند کہ وے باوجود امام حسین علیہ السلام امیر شود ؟ اتفاقِ مسلمانان کے باشد۔ جماعتے از صحابہ و از اولادِ صحابہ خارج از و بودند و بسے کہ حلقۂ اطاعتِ او بگردن انداختند۔ چوں حالِ او از شربِ خمر و ترک صلوٰۃ و زنا و استحلالِ محارم معاینہ کردند۔ بمدینۂ منورہ باز آمدند و خلع بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتلِ امام حسین علیہ السلام نہ کردہ نہ برآں راضی بود بعد از آں بقتلِ امام حسین علیہ السلام واہلبیتِ آنحضرت مستبشر شد ایں سخن نیز باطل است چنانکہ قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السلام الیٰ قولہ فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلیٰ انصارہ واعوانہ وان کان تفاصیلہا احاداً۔ بعضے دیگر گویند کہ قتلِ امام حسین علیہ السلام گناہِ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص است بکفار۔ نازم بر فطانتِ ایشاں۔ ندانستند کہ کفر یک طرف۔ خود ایذائے جنابِ رسول ثقلین صلے اللہ علیہ وآلہٖ حکم دارد۔ قال اللہ تعالیٰ انّ الّذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدّنیا والاٰخرۃ۔ وبعضے دیگر گویند کہ حالِ خاتمۂ وے معلوم نیست۔ شاید کہ وے بعد از ارتکاب ایں کفر و معصیت توبہ کردہ باشد ومثل غزالی در احیاء العلوم باینطرف است۔ مخفی نباد کہ احتمالِ توبہ و رجوع از معاصی احتمالی است والا آں بے سعادت آنچہ دراست کردہ ہیچ کس نکردہ باشد الیٰ قولہ و بسرش معاویہ بر سر منبر زشتی حالِ پدر خود بیان کردہ بعضے بیباکانہ بلعن آں شقی تجویز می سازند از سلف و اعلامِ امت امام احمد و امثالِ ایشاں بروے لعنت کردہ اند و بعضے توقف کردہ اند و ابن جوزی کہ بکمال عصبیت در حفظِ سنت و شریعت می دارد در کتاب خود لعن وے را از سلف منقول کردہ و علامہ تفتازانی بکمالِ جوش و خروش بروے و بر انصار و اعوان وے لعنت کردہ اند و بعضے توقف کردہ اند بردائرہ سکوت رفتہ اند۔ مسلکِ اسلم آنست کہ آں شقی را بہ مغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد۔ در کفِ لسان از لعنِ ابلیس ہم ہیچ خطر نیست فضلاً عن یزید عنید انتہٰے مختصراً (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۵۳)

جو کہ اس بحث میں لکھا گیا ہے وہ سب مولانا ممدوح نے تحریر فرمایا ہے اور طرفدارانِ یزید کی تمام دلیلوں کو پورے طور سے قطع و برید کرکے اُس پر علانیہ لعنت کرنے کی مستند اقوال کے اعتبار سے اجازت دیدی مگر اخیر میں اُنہی اپنے بنائے ہوئے اصولِ خلافت کی رعایت سے جو اوپر لکھے جاچکے احتیاط کا کچا ڈورا زبان میں لگا دیا ہے جسکو صاحبِ بصیرت اتنے واقعات و حقیقت پر کافی طور سے اطلاع پاکر قابلِ اعتبار نہیں سمجھ سکتے۔

مولوی صاحب کی نسبت اگر یہ خیال کیا جائے کہ ہندوستان کے رہنے والے تھے اور خصوصاً لکھنؤ کے بزرگ۔ ہزاروں شیعوں سے میل جول۔ ربط ضبط۔ ممکن ہے کہ رورعایت کی وجہ سے قریب قریب شیعوں کے ہمزبان ہوگئے ہوں تو ہم مولانا ممدوح کو چھوڑکر اپنے معتبر ہمعصر مولوی شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشین پھلواری کی کتاب شہادتِ حسین علیہ السلام سے اس بحث کو لکھتے ہیں۔ جو عالمِ شریعت ہونیکے علاوہ سالکِ مسالکِ طریقت بھی ہیں۔ اور خدا کے فضل سے اب تک اپنے قدیم خاندانی عظمت کے سرمایۂ ناز اور ہمارے اطراف وجوانب میں بہت بڑے صاحبِ اعزاز ہیں ہمعصر ممدوح نے اس بحث کو خود ہی نہیں لکھا ہے بلکہ سوادِ اعظم اہلسنت کے ایک بہت بڑے محقق۔ فاضل معتبر و مستند عالم سید آلوسی بغدادی کی کتاب تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں جابجا اپنی معتبر تحقیقات سے قیمتی اور مفید اضافات فرمائے ہیں۔ ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں :۔

اختلاف اس میں ہے کہ خاصکر یزید کا نام لیکر اس پر لعنت کرنا درست ہے یا نہیں۔ اکثر اکابر محدثین اور بزرگانِ دین مثل امام احمد ابن حنبل و علامہ ابن جوزی و جلال الدین سیوطی و علامہ سعد الدین تفتازانی و سید آلوسی بغدادی و علامہ کیا ہراسی و ملک العلماء دولت آبادی وغیرہم یزید

کے کفر کے قائل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں جانتے۔
بنابریں اُس پر بہ تخصیص اسم لعنت بھیجنے میں کوئی کلام نہیں کرتے۔
لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ وہ مسلم ہے۔ مگر فاسق اور کوئی صریح دلیل اُس کے کفر کی معلوم نہیں ہوتی۔ اور کسی مسلمان پر اگرچہ وہ فاسق وفاجر بھی ہو لعنت کرنا درست نہیں۔ لہٰذا یزید پر بہ تخصیص اسم لعنت بھیجنا درست ہے اور بعضوں کا گمان ہے کہ یزید کا جناب امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہونا قطعی و یقینی طور پر ثابت نہیں۔ لہٰذا اُس پر لعنت کرنا روا نہیں۔
ان سب کے جواب میں ہمارے لائق ہمعصر یوں رقمطراز ہیں کہ یہ بات مسلّم ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے اور بتواتر ثابت ہے کہ یزید نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا۔ اسی نے ابن زیاد وغیرہ کو اس کا حکم دیا۔ اور آپ کی شہادت اُسکا عین مطلوب تھا اور آپ کے قتل سے اُسے کمال مسرت اور خوشی ہوئی۔ جیسے کتبِ عامّہ شاہد ہیں۔ اتحاف میں ہے۔ ولا شک عاقل ان یزید ابن معاویۃ هو قاتل الحسین علیہ السلام لانّه الّذی ندب عبید اللہ ابن زیاد تقتل الحسین علیہ السلام (دیکھو اتحاف بحب الاشراف صفحہ ۶۶)
کوئی عاقل اس میں شک نہیں کرے گا کہ یزید ابن معاویہ قاتل جنابِ امام حسین علیہ السلام ہے کیونکہ اسی نے ابن زیاد کو آپ کے قتل کا حکم دیا اور اس پر مستعد کیا۔
علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں تحریر کرتے ہیں:۔
والحقّ ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السّلام واستبشارہ بذالک واهانۃ اهلبیت النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ممّا تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاد (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷)
حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہونا اور آپکے قتل کئے جانے سے اُس کا راضی ہونا اور خوش ہونا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہم السلام کی اہانت و بے حرمتی کرنا متواترِ معنوی ثابت ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کی تفصیلیں (خبرِ احاد) سے معلوم ہوئیں۔ اور ایسا ہی سید آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ہفتم صفحہ ۱۲۵ میں فرماتے ہیں۔

ورضا بقتل الحسین ابن علی علی جدّہٖ وعلیہ الصّلٰوۃ والسّلام واستبشارہ بذالک واهانته لاهل بیته ممّا تواتر معناہ وان کان تفاصیله احاداً۔
پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ یزید بیشک قاتلِ جنابِ امام حسین علیہ السلام و دشمنِ اہلبیت اور دشمنِ آلِ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو یہی بڑی دلیل اُسکے کفر کی ہے۔ اہلبیتِ طہارت کی اہانت و بے حرمتی۔ اُن کو ستانا اور سید شباب اہل الجنۃ۔ لختِ دلِ مصطفےٰ۔ جگر گوشۂ علیٔ مرتضےٰ۔ راحتِ جانِ زہرا۔ محبوبِ خالقِ ارض و سما۔ شاہِ کونین سیدنا و مولانا حضرت امام ہمام جناب امام حسین صلوٰت اللہ وسلامہٗ علی جدّہ وابیه واُمّه واخیه وعلیه وعلی محبّیه وتبعیه اجمعین الیٰ یوم الدین کو اس ظلم و جفا اور اس بے حرمتی سے قتل کرنا کفر ہے۔
جنابِ امام حسین علیہ السلام حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے نواسے تھے۔ اُنکے ذرا سے رونے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ اب غور کیا جاسکتا ہے کہ حسین مظلوم علیہ السلام کی اس بیکسی و مصیبت میں ایسی بے حرمتی سے قتل کئے جانے سے روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسی کچھ اذیت پہنچی ہوگی جس کا ایک شمّہ حضرت ابن عباس اور حضرت اُم سلمہ علیہما السلام کا خواب ہے۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السلام کی ایذا دہی و بے حرمتی اور اہانت اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام پر ظلم ہیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ہے۔ اور آپکی اہانت و ایذا دہی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی اور اہانت بہت ہی بڑا کفر اور بے دینی نہیں ہے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی لئے اکثر محققین کہتے ہیں کہ انّه کفر حین امر بقتل الحسین علیہ السلام (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷) یعنی یزید ٹھیک اسی وقت کافر ہو گیا جس وقت اُسنے جنابِ امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ اور علامہ تفتازانی پھر لکھتے ہیں فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷) یعنی ہم اُسکے لعنت کرنے میں ذرا توقف نہیں کرتے۔ بلکہ اُسکے بے دین و بے ایمان ہونے میں بھی کوئی شبہہ نہیں کرتے۔
صاحبو! جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسلمانو! میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں میرے بعد تم انہی سے تمسک

کرنا۔ اگر تم ان کا خیال رکھو گے۔ ان کی قدر کرو گے اور انکے ساتھ متمسک رہو گے تو ہمیشہ گمراہی وضلالت سے بچو گے۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ کلام اللہ وعترتی۔ قرآن پاک اور میری عترت اور اولادِ اطہار علیہم السّلام۔

گویا آپ نے تمسک وعظمت کے لئے قرآن واہلبیت کو برابر بتلایا تھا تو اگر قرآن کی کوئی توہین کرے۔ اُسے پامال کرے اور اُس کے اوراق کو بے حرمتی سے اُسکی تذلیل کے لئے منتشر کرے اور خوب جان بوجھکر علانیہ اُسکی اہانت کرے یا ان امور پر وہ راضی و خوش ہو تو وہ مسلمان رہ سکتا ہے اور کیا کلام اللہ کی اہانت کفر نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ پس اسی طرح سمجھ لو کہ اہلبیتِ اطہار قرآن ناطق۔ شانِ نزولِ آیتِ تطہیر سلام علیہم من رب القدیر کی اہانت بھی بلا ریب کفر ہے۔ اور جو بھی اہلبیت اطہار علیہم السلام خصوصاً سیّدنا جناب امام حسین علیہ السلام کی بے حرمتی وقتل سے خوش اور راضی یا اُس میں شریک ہوا یا اُسے گوارا کیا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے بلکہ فی الدرک الاسفل من النّار ہوگا اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب ایمان ہی ندارد ہے تو پھر لعنت کیوں ناجائز ہوگی؟ بزرگان وعلمائے متورعین واسلاف نے یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجی اور اسکو مطابق حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اور قرآن مجید اور حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ششم صفحہ ۱۵۲) زیر تفسیر آیۃ فهل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا الخ یہ ہے کہ واستدل بها ايضا على جواز لعن يزيد عليه من الله تعالى ما يستحقه نقل البرزنجي في الاشاعة والهيتمي في الصواعق ان الامام احمد سأله ولده عبد الله عن لعن يزيد قال كيف لا يلعن من لعنه الله تعالى في كتابه فقال عبد الله قد قرأت كتاب الله عزّ وجلّ فلم اجد فيه لعن يزيد فقال الامام ان الله تعالى يقول فهل عسيتم ان تولّيتم ان تفسدوا في الارض وتقطّعوا ارحامكم اولٓئك الّذين لعنهم الله الخ واي فساد قطيعة اشد ما فعله يزيد۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے لعن یزید پر استدلال کیا گیا ہے۔ برزنجی نے اشاعت میں اور ابن حجر ہیثمی مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد سے انکے صاحبزادے عبد اللہ نے پوچھا یزید پر لعنت کرنیکے بارے میں تو امام احمد نے فرمایا جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے اُسپر کیونکر لعنت نہ کی جائے گی۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا۔ یزید پر لعنت کہیں نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فهل عسيتم الخ یعنی اگر تم متولّی ہوجاؤ گے تو زمین پر فساد پھیلاؤ گے (معاصی و کفر سے) اور قطع رحم کرو گے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور کونسا فساد اور قطع رحم اُس سے بڑھکر ہے جو کچھ یزید نے کیا (دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ مصر) نیز ابن حجر مکی یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں:۔

وبعد اتفاقهم على فسقه اختلفوا في جواز لعنه بخصوص اسمه فاجازه قوم منهم ابن الجوزي ونقله عن احمد وغيره فانّه قال في كتابه المسمّى بالرّد على المتعصب العنيد المانع من ذمّ يزيد سألني سائل عن يزيد ابن معاوية فقلت له يكفيه ما به فقال اتجوّز لعنه فقلت قد اجازه العلماء المتورعون منهم احمد ابن حنبل انه ذكر في حق يزيد ما يزيد عليه الّا اللّعنة۔

یعنی یزید کے فاسق ہونے پر اتفاقِ علماء ہونیکے بعد اختلاف اُس پر تخصیص لعنت کرنے میں ہوا۔ تو ایک گروہ نے اسکو جائز رکھا ان میں سے ایک ابن جوزی ہیں۔ اُنہوں نے جوازِ لعن کو امام احمد حنبل وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے جوازِ لعن یزید کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا یزید پر لعنت کرنے کو علمائے متورعین نے جائز رکھا ہے۔ ان میں سے امام احمد بھی ہیں۔ اُنہوں نے یزید کے حق میں سب سے بڑھکر کہا ہے اور ایسا ہی اتحاف وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ اور الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۶۳ و ۶۴ میں ہے کہ علامہ ابن جوزی نے قاضی ابو یعلیٰ سے باسناد روایت کی ہے کہ صالح ابن امام احمد نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد سے لعن یزید کو پوچھا۔ فرمایا جس پر خدا نے لعنت کی ہو اُسپر لعنت کیوں نہ کیجائے۔ دیکھو خدائے عزّوجل نے فرمایا ہے۔ فهل عسيتم الخ یعنی کیا تم اگر امر متافقہ والی بنجاؤ گے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا کرو گے اور قطع رحم کرو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنپر خدا نے

لعنت کی ہیں (حالانکہ بدر سے قتل جناب امام ہمام حسین علیہ السلام سے بڑھکر روئے زمین پر کونسا فساد ہوگا؟ اور اس سے زیادہ قطع رحم کیا ہوگا؟ اور سنو! خدا نے فرمایا انّ الّذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدّنیا و الاخرۃ یعنی جو لوگ خدا و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں بیشک اُن پر خدا نے دونوں جہان میں لعنت کی ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام جگر گوشۂ رسول قرۃ العین بتول سلام اللہ علیہم اجمعین کے قتل سے بڑھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کونسی ایذا رسانی ہے۔ پھر تفسیر روح المعانی کے اسی صفحہ میں ہے

وعلی ہٰذا القول لا یتوقف فی لعن یزید و تکفیرہ بکثرۃ اوصافہ الخبیثۃ وارتکابہ الکبائر فی جمیع ایّام تکلیفہ و یکفی ما فعلہ ایام استیلائہ باھل المدینۃ ومکّۃ فقد روی الطبرانی بسند حسن اللّٰھم من ظلم اھل المدینۃ واخافھم فاخفہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف وّ لا عدل والطّامۃ الکبریٰ ما فعلہ باھل البیت من الاذیٰ وقتلہ الحسین ممّا ثبت بتواتر المعنی و فی الحدیث ستۃ لعنھم اللہ و فی روایۃ لعنھم اللہ وکلّ نبیّ مجاب الدّعوات المحرّف الکتاب اللہ و فی روایۃ الزّائد فی کتاب اللہ والمکذّب بقدر اللہ والمتسلّط بالجبروت لیعزّ من اذلّ اللہ ولیذلّ من اعزّ اللہ والمستحل من عترتی والمستحلّ بحرم اللہ والتّارک لسنّتی وقد جزم بکفرہ وصرّح بلعنہ جماعۃ من العلماء منھم الحافظ ناصر السّنّۃ ابن جوزی وسبقہ القاضی ابو یعلی وقال العلّامۃ التّفتازانی لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ وممّن صرّح بلعنہ الجلال الدّین السّیوطی۔

یعنی بنابریں قول لعنِ یزید میں کوئی توقف نہیں ہے بسبب اسکی کثرت اوصاف خبیثہ اور ارتکاب کبائر کے اور اسکی لعنت کے لئے کافی ہیں وہ مظالم جو اس نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اہل مکّہ اور اہل مدینہ پر کئے۔ کیونکہ امام طبرانی نے بسند حسن روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خدایا! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور اُن کو خوف زدہ کرے تو بھی اُسے خوف زدہ کیجیو اور اُس پر خدا کی اور تمام ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو جبکہ اور اُس شخص سے نہ صرف اور نہ عدل (یعنی کوئی نیکی) قبول ہوگی۔ اور بڑی قیامت تو اس نے یہ برپا کی کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ سخت سے سخت ظلم و ستم سے پیش آیا اور اُنہیں ایذا دی اور سیدنا جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ جو بتواتر معنی ثابت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ چھ شخص ہیں جنپر خدا نے لعنت کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُنپر خدا نے بھی لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات نے بھی لعنت کی ہے۔ وہ چھ شخص یہ ہیں۔

(۱) خدا کی کتاب میں تحریف اور اُس میں کمی و بیشی کرنے والا۔

(۲) قضا و قدر کا منکر اور تکذیب کرنیوالا۔

(۳) وہ شخص جو لوگوں پر بغلبہ متسلّط ہو۔ اسلئے کہ جسے خدا نے ذلّت دی ہے اسی کو عزّت دے اور جسکو خدا نے عزّت دی ہو وہ اُسے ذلّت دے۔

(۴) میری عترت و اولاد کی بے حرمتی کرنیوالا۔

(۵) خدا کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا۔

(۶) میری روش چھوڑنے والا۔

(یہ دونوں حدیثیں یزید پر لعنت کرنکی مؤید ہیں کیونکہ اہل مدینہ پر اُسنے سخت ظلم کیا اور خوف زدہ کیا اور متسلّط بالجبروت بھی تھا۔ خدا کے معزز بندوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو معزز بنایا۔ اور حرم بلکہ حرمین کی سخت بے حرمتی اور اہانت کی۔ علیہ لعنۃ اللہ والنّبیّین والملٰئکۃ والنّاس اجمعین)

یہ لکھکر صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کفر کا یقین کیا اور اُس پر لعنت بھیجنے کی تصریح فرمائی ہے مثل حافظ ابن جوزی و قاضی ابو یعلی وغیرہم کے۔ اور علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس پر لعنت کرنے کے بارے میں بلکہ اُس کے کفر کے بارے میں بھی کچھ توقف نہیں کرتے اور اُس پر اور اُسکے اعوان و انصار پر خدا کی لعنت ہو اور جلال الدین سیوطی نے بھی اُسپر لعنت کرنکی تصریح کی ہے چنانچہ جیسا کہ علامہ سید آلوسی رح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۱ میں واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ و یزید ایضا کہ خداوند تعالیٰ و سبحانہ تعالیٰ امام حسین علیہ السلام شہید دشت کربلا کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید سب پر لعنت کرے۔

سید آلوسی بغدادی نے اسکے بعد تاریخ ابن دروج کتاب الوافی بالوفیات سے

نقل کیا ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیت دمشق سے قریب پہنچے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوّے کائیں کائیں کرنے لگے۔ اس وقت یزید نے دو شعر پڑھے جس کا آخری مصرعہ یہ ہے کہ فقد اقتضیت من الرسول دیونی۔ کہ میں نے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا بدلہ لے لیا (دیکھو روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۶) پھر اُن اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو اتحاف لحب الاشراف و روضۃ النجاۃ ومفتاح النجاۃ و دیگر کتب میں منقول ہیں کہ لیت اشیاخی ببدر شھدوا الخ کا مطلب یہ ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جنگِ بدر میں میرے آباء کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں ہم نے آج اُنکی اولاد کو قتل کیا۔ اور خوب ہی بدلا لیا۔ کاش میرے وہ اشیاخ (بزرگ) جو بدر میں قتل کئے گئے زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ہم نے کیسا بدلا لیا۔ اور آخر میں دو شعر اور بھی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ نہ فرشتہ آیا۔ یہ سب بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھنگ نکالے تھے۔

یہ اشعار پُراز کفر اُس کی زبان سے نکلے ہیں جیسا کہ علماء نے لکھا ہے تو بیشک اُس کے کافر مردود ہونے میں ذرا بھی کوئی شبہ باقی نہیں ہے جیسا کہ صاحبِ تفسیر روح المعانی و صاحب الاتحاف لحب الاشراف و صاحبِ تاریخ وردی و صاحبِ کتاب الوافی بالوفیات وغیرہم من العلماء نے فرمایا ہے۔ سید آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۴۶ میں اسکی نسبت علماء کا بیان کر کے فرماتے ہیں کہ میرے گمانِ غالب میں بھی یہی ہے کہ وہ خبیث ہرگز مسلمان و مصدقِ رسالت نہیں تھا جبکہ اسکی تمام حرکات و افعال پر نظر کرتے ہیں اور دیگر قرائن و دلایل سے واضح ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کافر نہیں ہوا تو اس میں کوئی شبہ اور اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ایسا مسلم ہے جس نے اتنے بے شمار فواحش اور کبائرِ غیر محیط کو جمع کیا ہے اور ایسا ہی علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صفحہ ۹۶) وعلی القول فانہٗ مسلم فھو فاسق شریر مستکبر سکیر جائر اس قول کی رُو سے کہ وہ مسلم ہے مسلم فاسق۔ شریر۔ متکبر۔ بدمعاش۔ نشہ باز۔ ظالم ہے۔ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسکی لعنت کے جواز میں تامل نہیں کرتے اور نیز ابن زیاد۔ ابن سعد اور اسکی جماعت پر لعنت کرنے میں ہمیں توقف نہیں۔ یہ لوگ یزید سے ملحق ہیں فلعنۃ اللہ عزّ وجلّ علیھم اجمعین وعلی انصارھم واعوانھم و شیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبد اللہ الحسین علیہ السلام۔ یعنی خدا کی لعنت ہو یزید۔ ابن زیاد۔ ابن سعد اور اُس کی جماعت پر اور اُن لوگوں کے اعوان و انصار پر اور اُن کے پاس والوں پر اور جو اُن لوگوں کی طرف مائل ہوں قیامت تک۔ جب تک کہ آنکھیں جنابِ امام حسین علیہ السلام کو روتی رہیں۔ اور آخر میں لکھتے ہیں کہ جو اس طرح یزید اور یزیدیوں پر بوجہ احتیاط لعنت کرنے میں مضائقہ کرے وہ یوں کہے کہ خدا اُس پر لعنت کرے جو قتلِ جنابِ امام حسین علیہ السلام سے راضی ہوا۔ اور جس نے اہلبیت علیہم السلام کو ایذا دی۔ بلا قصور ستایا۔ اُس نے اُن کا حق غصب کر لیا۔ اُس پر خدا لعنت کرے۔ اس طرح لعنت کرنے کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔ شاید اُس شخص پر لعنت کرنا بھی جو قتلِ امام حسین علیہ السلام سے راضی و خوش ہوا ہو جائز ہے و ذلک لعمری ھو الضلال البعید الذی یکاد یزید علی ضلال یزید (دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۹) واللہ یہ بڑی گمراہی ہے جو یزید کی ضلالت سے بھی بڑھی چڑھی ہے۔

مسندِ امام احمد کی اسناد سے اوپر لکھا جا چکا ہے کہ حضرت امّ سلمہ سلام اللہ علیہا نے بھی قاتلِ امام حسین علیہ السلام پر لعنت کی اُنکا ارشاد مشہور ہے کہ قتلوہ قتلھم اللہ غرّوہ واذلوہ لعنھم اللہ جن لوگوں نے اُنکو (جنابِ امام حسین علیہ السلام کو) قتل کیا اور آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ کی تحقیر کی اُن پر خدا اپنی لعنت کرے۔ ان کے علاوہ حضرت امام احمد ابن حنبل۔ حضرت امام مالک بروایتے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور علامہ کیا ہراسی غزالی ثانی اور قاضی ابو یعلی اور علامہ ابن جوزی اور علامہ سفارینی اور سید سمہودی اور علامہ برزنجی اور علامہ زرندی اور علامہ سعد الدین التفتازانی اور علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ سید آلوسی اور مولوی حیدر علی فیض آبادی اور مولوی محمد مبین لکھنوی اور ملک العلماء دولت آبادی وغیرہم من العلماء المحققین والمتورعین سب کے سب یزید پر لعنت کرنے کی پوری اجازت دیتے ہیں (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السلام صفحہ ۶۱)

———※———

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

ایک اپنے مجوزہ اور خود ایجاد کردہ اصولِ خلافت کو ٹھیک بنانے کیلئے کیا کیا فکریں نہیں کی گئیں۔ عام اس سے کہ اُنکی وجہ سے شریعت کے اصلی اور حقیقی اغراض و مقاصد میں کتنے ہی مفاسد کیوں نہ پیدا ہوگئے ہوں۔ اور اُن کے نتائج ملک میں چاہے کتنے ہی اخلاقی اور روحانی عیوب کیوں نہ پھیلائیں۔ کوئی پروا نہیں۔ غرض تو یہ ہے کہ اپنے معائب کو کسی نہ کسی طرح محاسن کے ظاہری غلاف پہنائے جائیں مگر کیا ان لگاتار کوششوں کے بعد بھی ان ایجادوں میں حقانیت کا کوئی اصلی اثر پیدا ہوا۔ نہیں کبھی نہیں۔ خدا کی شان۔ یزید کے لئے بھی ایسی ہی کوشش کی گئی۔

سلطنتِ امویہ کے ایمان فروش وظیفہ خواروں نے افعالِ یزید پر پردہ ڈالنے کی غرض سے واقعات کربلا کی عذر خواہیوں کے لئے عجیب عجیب مضمون تراشے ہیں۔ اُن میں سے بعض نے تو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہ لکھدیا ہے کہ وہ واقعۂ شہادت میں بے قصور تھا۔ اُس کا منشا وہ نہیں تھا۔ ابنِ زیاد اور عمرِ سعد نے اپنی خود رائی سے کیا جو کچھ کیا۔ استغفر اللہ ربّی و اتوب الیہ۔

ایسے ضعیف اور بے دلیل عذر کی جواب وہی واقعات سے ہوسکتی ہے۔ جو ایک بیس نہیں ہزار ہا کتابوں میں لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں۔ ایسا عذر صریح عالم فریبی ہے۔ اس کے لئے کسی ثبوت کی بھی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ مگر ہم یہاں اپنے سلسلۂ بیان کی ضرورت سے چند علمائے معتبرین اور مؤرخین کے اقوال لکھے دیتے ہیں۔ جو مزید اطمینان کا باعث ہوں گے۔

الاتحاف بحب الاشراف میں ہے ولا شکّ عاقل انّ یزید ابن معاویۃ ھو القاتل للحسین علیہ السلام لانّہ الّذی ندب عبید اللہ ابن زیاد بقتل الحسین علیہ السلام کوئی عاقل اس میں شک نہیں کریگا کہ یزید ابن معاویہ قاتلِ جناب امام حسین علیہ السلام ہے۔ کیونکہ اُسی نے ابنِ زیاد کو آپ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور اسکو اس پر مستعد کیا (دیکھو اتحاف صفحہ ۶۶)

امام تفتازانی شرح عقایدِ نسفیہ میں لکھتے ہیں:۔ والحقّ ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السلام واستبشارہ بذالک واھانۃ اھلبیت النبی صلّی اللہ علیہ و الہٖ وسلّم۔ حق تو یہ ہے کہ یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اور اہلبیت علیہم السلام کی اہانت و بے حرمتی پر راضی اور خوشنود ہوا (دیکھو شرح عقائدِ نسفیہ صفحہ ۱۱۷)

سیّد آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں ورضاہ بقتل الحسین علیہ السلام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام واستبشارہ بذالک واھانتہ لاھلبیت علیھم السّلام یعنی وہ (یزید) قتلِ جناب امام حسین علیہ السّلام اور اہانتِ اہلبیتِ کرام علیہم السّلام پر راضی و خوشنود ہوا۔

بہرحال۔ اسلام کی تمام احادیث۔ تاریخ اور سیر کی کتابیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ ہماری یہ کتاب تو مخصوص شہادت کے لئے ہے۔ پھر اس فضول میں بیکار وقت صرف کرنا ضروری نہیں۔ اس لئے ہم اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے آخر میں مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی کے اسی فتوے سے اس شبہ کا رد بھی کئے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

بعضے گویند کہ وے امر بقتلِ امام حسین علیہ السلام نکردہ بود و نہ او بر آں راضی بود و نہ بعد از قتل وے و اہلبیتِ وے مستبشر شد ایں سخن نیز باطل است۔

مولوی محمد مبین صاحب لکھنوی وسیلۃ النجاۃ میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔ یزیدِ پلید بدبخت ستونِ دین و بنیادِ خانۂ جنابِ سیّد المرسلین صلّے اللہ علیہ وآلہ اجمعین را برانداخت و عمارتِ ایمان و قصرِ امن و امان را منہدم ساختہ بزرگے نوشتہ کہ کارے کہ یزید کرد کسے کافرِ فرنگ ہم نہ کردہ باشد و بعد از شہادتِ جناب امام حسین علیہ السلام خانۂ کعبہ را نیز خراب کرد (دیکھو وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۹۳)

ہمارے لائق ہمعصر صاحبِ شہادتِ امام حسین علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں:۔

بعضوں کا گمان ہے کہ یزید کا امام حسین علیہ السّلام کا قاتل ہونا قطعی و یقینی طور پر ثابت نہیں۔ لہذا اُس پر لعنت کرنا روا نہیں۔ لیکن

انصاف یہ ہے کہ یہ بات مسلّم اور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے اور بتواتر ثابت ہے کہ یزید ہی نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا۔ اسی نے ابن زیاد وغیرہ کو اس کا حکم دیا اور آپ کی شہادت اُس کا عین مطلوب تھا۔ اور آپ کے قتل سے اُسے کمال مسرت اور خوشی حاصل ہوئی جس پر کتب عامّہ شاہد ہیں (دیکھو صفحہ ۲۳۲) یہ سب شہادتیں تو ایک طرف یزید کے سعادتمند صاحبزادے کا خاص خطبہ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے پورے طور سے ثابت ہے۔ چنانچہ وہ اپنے خطبہ میں بیان کرتے ہیں۔

ثم قلّد الی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فقصفت عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ۔

معاویہ کے بعد میرا باپ امر خلافت پر متصرف ہوا۔ حالانکہ وہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اور اس نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے کے ساتھ نزاع کی۔ پس اُن کی حیات کو قطع کر ڈالا اور اُن کی اولاد و اعقاب کو برباد کیا اور پھر اپنی قبر میں گیا اور آج تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہے (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ وینابیع المودۃ صفحہ ۲۸۲)

اب اس سے بڑھکر دوسرے کی کیا شہادت ہوسکتی ہے۔ اور خود اس کے بیٹے معاویہ سے بڑھکر کون یزید کا دوسرا شاہد صادق اور معتمد علیہ ہوسکتا ہے۔

بہرحال۔ اب اِس عذر کی تو پوری قلعی کھل گئی۔ اور اُس بے سروپا اور بے دلیل عذر کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اب دوسرے عذر کی اصلیت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ خلافت یزید حق تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے حق کے خلاف میں کوشش کی تو معاذ اللہ وہ جناب ضرور بر سر خطا تھے۔ اِس لئے یزید کی حرکات کی نسبت کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اِس میں شک نہیں کہ انہی خود قرار دادہ اصولِ خلافت اور اپنے ایجاد کئے ہوئے قوانین کے موافق تو یزید کی خلافت سوادِ اعظم اہلسنّت میں ضرور برحق تسلیم کئے جانے کے قابل ہے۔ کیونکہ حسبِ قواعد مجوزہ۔ اجماع۔ استخلاف اور استیلا تینوں دلیلیں یزید پر جمع تھیں۔ اجماع کی نسبت تو سب سے پہلے خلیفہ زادے عبداللہ ابن عمر کی کوششیں اور تمام اہل مدینہ کو ان کی سخت سے سخت تاکیدیں گواہ ہیں جس کو ہم نہایت تفصیل سے خلافت یزید کے سلسلہ میں اوپر لکھ چکے ہیں۔

باقی رہا استخلاف۔ وہ امیر معاویہ کے انتظام اور بیعت یزید کے اہتمام میں اُن کی ملکی ہلچل کے واقعات سے پورے طور پر ثابت ہے اس کے بعد استیلا۔ وہ امام حسین علیہ السلام پر کربلا میں عبداللہ ابن مطیع پر مدینہ میں اور عبداللہ ابن زبیر پر مکہ میں کامل فتح پاکر ثابت ہوگیا۔

پھر ان تینوں دلیلوں کے قوی اجماع کے بعد بھی یزید کی حقیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ لیکن جن کے قلوب روشن ذہن متین اور عقل صائب ہے اور جن کی حق بین نگاہوں میں مبدء فیض سے حقیقت کی روشنی عنایت فرمائی گئی ہے۔ وہ بخوبی دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو کربلا کے میدان میں جان دینے کی سخت سے سخت ضرورت یہی تو آپڑی تھی۔ کہ عام مسلمانوں کو اسی مصنوعی اصول کے دھوکے میں خلافت یزید کو جو تمام خلافتوں سے زیادہ خبیث۔ شدید اور برازِ معائب تھی۔ برحق تسلیم کرنا ضرور ہوگیا تھا۔ اور وقت۔ موقعہ اور ضرورت ایسی ہی آگئی تھی۔ کہ جب تک جناب امام حسین علیہ السلام اپنی جان نہ دیتے۔ مسلمان ہرگز چاہ ضلالت سے نہ نکلتے اور یزید کا کفر ثابت نہ ہوتا۔ یہ آپ ہی کے خونِ ناحق کا اثر ہے کہ سوادِ اعظمِ اہلسنّت والجماعت کے اتنے معتبر اور مستند علماء جن کے نام نامی اوپر لکھے گئے ہیں۔ اپنے اصولِ خلافت کی دلائل سے قطع نظر کرکے اُس کے اعمالِ خبیثہ پر اعتبار کرکے اُس کے کافر ہونے پر صاف صاف بلا تقیّہ فتوے دے گئے۔

مگر با اینہمہ زبردستی اسی کا نام ہے کہ یزید کے بعض خیر خواہ ابھی تک ایسے بھی باقی ہیں۔ جو اپنے عقائد پر اصرار کئے چلے جاتے ہیں اور یزید سے فاسق و فاجر کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السّلام سے معصوم عن الخطاء و برگزیدۂ خدا کو برسرِ خطا بتلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ العقائد۔

چنانچہ ابوبکر ابن العربی مالکی کا بھی گمان ہے۔ اور اُن کے اِس خیال کی

بنا دی خود قرار دادہ اصولِ خلافت کی تائید ہے اور کچھ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں اِنَّ الحسین علیہ السّلام قتل بسیف جدّہٖ یعنی جناب امام حسین علیہ السّلام اپنے نانا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے مارے گئے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ شریعتِ اسلامی سے جو بغاوت کی سزا مقرر ہو چکی تھی۔ اُسی کی تعمیل کی گئی۔ تو پھر اعتراض ہی کیا ہے استغفر اللہ ربّی و اتوب الیہ۔ ہم خود تو ایسے توہمات کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ ان کی تردید و قطع و برید میں سید آلوسی بغدادی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ صرف اُس کو ذیل میں قلمبند کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علّامہ ممدوح ابوبکر ابن العربی کی تردید میں ذیل کی عبارت تحریر کرتے ہیں۔

و ابوبکر ابن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالیٰ ما یستحق اعظم الفریۃ فزعم ان الحسین علیہ السّلام قتل بسیف جدہٖ صلعم و لہ من الجہالۃ مثل ذلک کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً قال ابن جوزی فی کتاب سرّ المصون من الاعتقادات العامۃ الّتی غلبت علی جماعۃ منتسبین الی السنّۃ ان یقولون انّ یزید کان علی الصّواب و ان الحسین علیہ السلام اخطأ بالخروج علیہ و لو نظروا فی سیر لعلموا کیف عقدت لہ البیعۃ و الزم النّاس بہا و لقد فعل فی ذلک کل قبیح ثمّ لو قدرنا صحۃ عقد البیعۃ فقد بدت منہ بواد کلہا توجب فسخ العقد و لا یمیل الی ذلک الا کلّ جاہل عامی المذہب یظنّ ان بہ یغیظ بذلک الرّافضۃ۔

یعنی ابوبکر ابن عربی المالکی نے اس پر خدا کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے سخت بہتان و افترا کیا ہے۔ جو اس نے یہ گمان کیا اور کہا کہ امام حسین علیہ السّلام اپنے نانا کی تلوار سے قتل کیے گئے۔ (یعنی بغاوت کی تھی۔ اسلئے اُن کی گردن ماری گئی) اور بعض جہلا اس میں ابن عربی کے ہمخیال ہیں۔ لیکن یہ بڑی سخت بات ہے جو انکے مُنہ سے نکلی۔ وہ نرا جھوٹ کہتے ہیں۔ علّامہ ابن جوزی اپنی کتاب سر المصون میں تحریر فرماتے ہیں ایک عام خیال و اعتقاد (باطلہ) جو ایک فرقہ میں غالب ہو گیا ہے اور وہ فرقہ اس خیال کا اہلسنّت والجماعت کی طرف منسوب ہے۔ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یزید برسرِ حق تھا۔ اور جناب امام حسین علیہ السّلام نے غلطی کی جو اُس پر خروج کیا۔ لیکن اگر کاش یہ لوگ تاریخ و سیر پر انصاف کی نظر ڈالتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح سے منعقد ہوئی۔ اور کن مجبوریوں سے لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی اور اسکی بیعت لوگوں سے زبردستی لی گئی۔ اور اس کی بیعت قبول کرانے میں کیسی کیسی ناسزا اور قبیح کارروائیاں کی گئیں۔ پھر اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے صحت عقد بیعت کو اس کی قبول بھی کر لیں تو یزید سے ایسی کھلی کھلی برائیاں سرزد ہوئیں۔ جن سے لوگوں پر اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب و ضروری ہو گیا۔ تو ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السّلام معاذ اللہ کیسے باغی ہو سکتے ہیں۔ پس قبیح خیال (بغاوت سیّدنا جناب امام حسین علیہ السلام) کی طرف کوئی مائل نہیں ہو سکتا۔ سوائے اُس عامی المذہب جاہلوں کے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان باتوں سے رافضیوں اور شیعوں کو غیظ و غضب میں لاتے ہیں اور چڑاتے ہیں (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السّلام مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۷)

ہمارے لائق ہمعصر نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی بغاوت کے جواب میں اپنی حق پسندی۔ عدالت اور بے تعصبی سے کام لیا ہے۔ اور ایسا دنداں شکن جواب دیا ہے کہ اب کسی شیعہ قلم کو اس کے جواب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں:۔

کہ سیّدنا و مولانا امیر المؤمنین حضرت امام ہمام جناب امام حسین علے جدّہ و علیہ الصّلوٰۃ و السّلام نے ہرگز بغاوت نہیں کی آپ ہرگز باغی نہیں تھے۔ بلکہ مظلوم شہید ہوئے۔ خوارج و نواصب اور بعضے چھپے ناصبی نعوذ باللہ من ذلک۔ آپ پر بغاوت کا الزام لگاتے ہیں۔ اور اُن کے زعمِ باطل اور عقائدِ فاسدہ میں یہ ہے کہ یزید خلیفۂ وقت تھا اور خلیفۂ وقت سے مخالفت و سرکشی بغاوت ہے اسی بنا پر امام حسین علیہ السّلام مظلوم باغی ہوئے لیکن یزید تو کسی طرح خلافت کا مستحق نہ تھا۔ اور نہ ہرگز ہرگز خلیفہ ہونیکے قابل تھا۔ اور نہ کسی طرح اُسکی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ امیر المؤمنین سیدنا امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو خلافت سپرد کرتے ہوئے یہ شرط کردی تھی کہ تمہارے بعد خلافت پھر ہماری ہی طرف لوٹ آئیگی (دیکھو کتاب الاستیعاب ابن عبدالبر و کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ) اور تمہیں کسی کو اپنا خلیفہ ولیعہد بنانے کا ہرگز حق نہ ہوگا۔ لیکن ہمارے (صاحب کتاب شہادت کے) معظم و مکرم امیر معاویہ نے بالکل خلاف معاہدہ یزید کو خلیفہ و ولیعہد کیا جیسا کہ بالتفصیل اوپر بیان ہو چکا۔

اس مبحث میں امام المتکلمین مولانا حیدر علی لکھنوی کی تصانیف منتہی الکلام اور ازالۃ الغین نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں پُر زور دلائل سے شہادتِ امام حسین علیہ السلام ثابت کی گئی ہے اور یزید کا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کفر و فسق و لعن محقق مسئلہ بتایا گیا ہے۔

ناظرین! یہاں پر ہمیں اپنے مبحث سے کسی قدر الگ ہو کر یہ دریافت کرنا ہے کہ سیدالشہداء۔ دل و جان مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا جناب امام حسین علیہ السلام تو باغی ٹھیرے۔ مگر نہیں معلوم کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر جو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق اکبر کے نواسے اور سیدالمرسلین۔ سرورِ عالم رسولِ اکرم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی حضرت زبیر ابن العوام کے (جو جنگِ جمل میں امیر المؤمنین علی مرتضےٰ علیہ السلام کے مدِمقابل تھے) صاحبزادے اور جو امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی گود میں پلے تھے وہ آپ کے نزدیک کیا ہیں؟ وہ بھی آپ کے نزدیک باغی و طاغی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ تو آپ کے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ کے صاحبزادے یزید کے پورے حریف اور مدِمقابل تھے۔ پھر انہیں آپ کیا فرمائینگے؟ بیّنوا توجروا (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السلام از صفحہ ۶۹ تا ۷۲)

نہایت افسوس اور بہت بڑی عبرت کا مقام ہے کہ اہلِ اسلام نے جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ ثقلین کی کیا اچھی تعمیل فرمائی۔ اگر اسی اصولِ بغاوت پر غور کیا جائے تو یزید کے باپ کی حکومت کے قبل جو حکومت تھی۔ اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے والوں اور اُس کے خلاف کوشش کرنے والوں کو کوئی جھوٹوں بھی باغی نہیں کہتا۔ اور نہ اُن پر کسی قسم کی بغاوت کا شبہ کرتا ہے حالانکہ ابھی ۳۶ ہجری سے ۴۰ ہجری تک خلافتِ علی علیہ السلام کے زمانہ میں چاروں طرف سے بغاوتوں کے کیسے کیسے طوفان اُٹھے اور عرب کے کیسے کیسے لڑاکا پہلوانوں کے مالِ دُنیاوی کے حصول پر اپنے دندانِ آز تیز کرکے بغاوت کے جھنڈے اُڑائے۔ اور مدینہ سے بصرہ تک اور شام سے کوفہ تک چڑھ دوڑے اور بڑی بڑی خونریزیاں واقع ہوئیں۔ طرفین سے ہزارہا مسلمانوں کا خون ہوگیا۔ مگر با اینہمہ اُن باغیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اور نہ جھوٹوں بھی ان مفسداتِ باغیانہ کا ذکر کرتا ہے۔ مگر جناب امام حسین سبطِ رسول الثقلین سلام علیہ من ربّ المشرقین کے اس مبارک سفر کو جو انہی مسلمانوں کی استدعا پر اُن کی ہدایت اور تحفظ عن الضلالت کے خیال سے اختیار کیا گیا تھا۔ خروج بتلایا جاتا ہے۔ اور دشمن کے مظالم کے مقابلہ میں ان کی مدافعت کو بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ابنِ عربی سے بڑھکر اسلام میں دوسرا احسان فراموش ہو نہیں سکتا۔ حیرت ہے کہ وہ اور بغاوتوں کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ خطائے اجتہادی تھی۔ مگر جنابِ امام حسین علیہ السلام کے لئے وہ اس حیلۂ شرعی کی آڑ رکھنے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ اور کھلم کھلا آپ کی ذاتِ قدسی صفات پر بغاوت کا الزام لگاتے ہیں جس سے اُن کے عقائد کی حقیقت ثابت ہوتی ہے آج کسی مخالفِ اسلام نے ایسا اعتراض کیا ہوتا تو ہم کو کوئی شکایت نہ ہوتی۔ مگر عبرت اور افسوس تو یہ ہے کہ ابنِ عربی جو اہلِ اسلام ہونے کے مدّعی اور ایک فرقہ کے عالم ہونے کا رتبہ رکھتے تھے وہ اپنے اِن خیالات کی بدولت ایک عاصی۔ فاسق۔ فاجر اور بدترین خلائق کی محبت و مروّت کی وجہ سے اہلبیتِ نبوی علیہم السلام کے حقوق اور اُن کے محاسنِ ذاتی کی کوئی رعایت نہ کرسکے مصداقِ آنکہ جآءھم بالحق واکثرھم للحق کارھون۔ حق خطا ہی ہوگیا۔ اگرچہ اُس کے کراہت کرنیوالے بہت تھے۔

ابنِ عربی کے ان قیاسات و خیالات سے (باستثنائے چند خوارج) چاہے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی فساد پیدا ہوا ہو۔ یا اُن کے ایسا کچھ لکھدینے سے کسی نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو بر سرِ خطا اور یزید کو بر سرِ انتخاب سمجھ لیا ہو۔ نہیں۔ حاشا و کلّا۔ ہرگز نہیں۔

آج تک تمام دنیا جناب امام حسین علیہ السلام کو امام حسین علیہ السلام اور یزید کو یزید پلید کہتی ہے اور کہتی رہے گی۔ مگر ابن عربی کو اپنے کئے کا صلہ مل گیا۔ جیسا کہ علامہ سید آلوسی بغدادی اُن کے حق میں لکھ چکے۔ وابوبکر ابن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالیٰ ما یستحق اعظم الفریۃ۔ ابوبکر مالکی ابن عربی نے اُس پر خدا کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے سخت بہتان و افترا کیا ہے۔ اُس زمانہ سے لیکر برابر اس زمانہ تک اُن کے ان اقوال کی ایک نہیں ہزاروں اہل اسلام دھجیاں اڑا چکے ہیں اور اڑاتے چلے جاتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تمت بالخیر والعافیۃ

شکر نعمتہائے او چندانکہ نعمتہائے او

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین واخیہ ووصیہ امیر المؤمنین وذریاتہ المعصومین الی یوم الدین

کہ

امروز بتاریخ بست و ہفتم ماہ شوال المعظم روز چہار شنبہ ۱۳۲۵ہجری کتاب ذبح عظیم مشتمل بر احوال جناب خامس آل عبا روحی و ارواح العالمین لہ الفداکہ از عرصہ دہ ماہ زیر تحریر ایں حقیر سراپا تقصیر بود با تمام رسید۔ الٰہی توفیقات ایں اقل الخلیقہ بل لاشئی فی الحقیقۃ را وسیع گردانیدہ ایں رسالۂ مختصر را خلعت قبولیت بپوشاں و ایں ہیچمرز را فائز المرام و شادکام بگرداں بحق محمد و آلہ الامجاد۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین۔
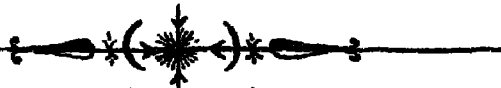
الحمد للہ

کتاب مستطاب ذبح عظیم دربیان حالات سوانح سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام خادمان ملک وملت کار پردازان مقبول پریس دہلی کے اہتمام سے چوتھی دفعہ چھپ کر ہدیۂ ناظرین کی جارہی ہے۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

یکم محرم ۱۳۴۹ھ

فہرست مضامین کتاب ذبح عظیم

پیغمبر آخر الزمانؐ کی آخری وصیتؐ

یث ثقلین میں ہم کو کتاب اللہ و اہلبیتؑ سے تمسک کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے ۔ اسی لئے ہم نے جس قومی خدمت
ٹھایا ہے وہ یا کلام اللہ سے متعلق ہے یا چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے اذکار و ارشادات وہدایات
نانچہ چہاردہ معصوموں کی پاک زندگی کے حالات و واقعات شائع وذائع کرنا بھی ایک بڑی اور ضروری خدمت
عالیجناب مولوی السیّد اولاد حیدر صاحب فوقؔ بلگرامی رئیس کو آنخہ ضلع آرہ نے نہایت محنت
فشانی سے چودہ معصوموں کے سوانح قلمبند فرما کر پورا کر دیا اور سلسلہ بسلسلہ یہ مقدس سوانح عمریاں ملک
ئع ہو رہی ہیں جن کے مطالعہ سے مستفید ہو کر فلاح دارین حاصل کرنا آپ کا کام ہے ۔

اسوۃ الرسولؐ سوانحعمری جناب رسولِ خدا زیر طبع
الزہرا حالات جناب فاطمہ زہرا علیہا السّلام ۔ عہ/

کتاب		ہدیہ	قیمت	
المبین حصۂ اوّل	یعنی سوانح عمری جناب امام امیر علیہ السّلام	ہدیہ	چار روپیہ	للعہ/
״ دوم	״ ״	״	دو روپیہ	عاہ/
وچمن :۔	یعنی سوانح عمری جناب امام حسن علیہ السّلام	״	ایک روپیہ آٹھ آنہ	عہ/
ظلیم :۔	یعنی سوانح عمری جناب امام حسین علیہ السّلام	״	تین روپیہ	سے/
العابدین :۔	یعنی سوانح عمری جناب امام زین العابدین علیہ السّلام	״	ایک روپیہ چار آنہ	عہ/
باقریہ :۔	یعنی سوانح عمری جناب امام محمد باقر علیہ السّلام	״	بارہ آنے	۱۲/
جعفریّہ :۔	یعنی سوانح عمری جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام	״	ڈیڑھ روپیہ	عہ/
کاظمیّہ :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام	״	ایک روپیہ	عہ/
رضویّہ :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام علی الرّضا علیہ السّلام	״	ڈھائی روپیہ	عاہ/
لنقیین :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام محمد تقی علیہ السّلام	״	آٹھ آنے	۸/
النقی :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام علی النقی علیہ السّلام	״	ایک روپیہ	عہ/
سکری :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام	״	ایک روپیہ	عہ/
لصعاد :۔	یعنی سوانحعمری جناب امام مہدی آخر الزماں علیہ السّلام	״	چار روپیہ	للعہ/

ٹ :۔ سوانحعمری جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا بار اول نہایت محنت اور جانفشانی سے خوشخط او عمدہ
چھپوا کر تیار کرائی گئی ہے جلد طلب فرمایئے ۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے ۔

مینجر مقبول پریس موری دروازہ دہلی

زائچۂ تقدیر

جناب دانیال علیہ السّلام کی کتاب "مفاتیح الغیب" کا خلاصہ۔ انسان کے مختلف اگلے پچھلے حالات بتانے میں کوئی کتاب اس سے بڑھکر آج تک نہیں دیکھی گئی۔ اس کا وجود دنیا کی مختلف زبانوں میں سلاطین دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی و عربی سے عام فہم اردو زبان میں اس غرض سے کردیا گیا ہے کہ عوام النّاس معمولی نجوم و رمل کی کتب کے مطالعہ سے جس معصیت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس کے وبال سے محفوظ رہیں کیونکہ اس کتاب کی نسبت ایک نبی سے ہے۔ **قیمت** سوا روپیہ (۱۴ر)

مختصر فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
قرآن مجید غیر مجلد	عـہ ۵ر	رسالہ ذہبیہ مجلد	۴ر	شرح کنز مکتوم	۱۲ار
" مجلد	[illegible]	**ادعیۂ مقبول**		الآیات	۱۲ار
ضمیمہ مکمل مع انڈکس غیر مجلد	ے ر	حدیث کسا	۲ر	شربت خاموشی	۱۲ار
حمائل شریف درجہ اول مجلد	صہ ر	دعائے مشلول	۲ر	گل عباسی	۱۲ار
" " سوم	للعہ ر	دعائے کمیل	۲ر	عطر ایمان	۵ر
کتب مصائب		اوراد مقبول	۲ر	آئینہ حق نما	۲ر
تذکرة الطاہرین نمبر ۳ تا ۵	۴ر	عمل ام داؤد	۲ر	پاکیزہ خیال	۲ر
ینابیع المصائب حصہ اول	۱۲ار	دعائے سباسب	۲ر	صراط مستقیم	۲ر
ینابیع المصائب حصہ دوم وسوم	عہ ر	اسم اعظم	۲ر	بحث مدار	۲ر
رسائل مقبول		اعمال عاشورا	۲ر	راہ نجات	۲ر
رسول کی نماز	۲ر	اعمال رمضان	۲ر	**کتب متفرق**	
نماز زاد خدا	۲ر	ادعیۂ مقبول مجلد ۹ دعائیں	۴ر	مقدمۂ جونپور	۸ر
اہلبیت	۲ر	**کتب مناظرہ**		غم پنجتن	۴ر
مقبول پرائمر حصہ اول	۳ر	قول دشمن	۱۲ار	تجویز جوڈیشلی	۳ر
رسالہ ذہبیہ غیر مجلد	۳ر	جام جہاں نما	۱۲ار	معجزہ جناب امام جعفر صادقؑ	۱۰ر

نیازمند:- منیجر مقبول پریس موری دروازہ دہلی